تحفۂ جیلان

مکمل اردو ترجمہ

محبوب سبحانی، قطب ربانی، امام العارفین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

علامہ ظہیر الدین بدایونیؒ

فہرست

مختصر تذکرہ زندگی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ

آپ کی جائے پیدائش

طبرستان جسے اب گیلان کہتے ہیں جھیل کسپ یا بحیرہ اخضر کے مغربی کنارے پر ایران کا ایک صوبہ ہے اس میں ایک خاص علاقہ گیلان یا جیلان کے نام سے مشہور ہے اس کے مقام نیق میں حسنی سادات کا وہ خاندان بستا تھا جس کے ایک درخشاں محل سے اس نور کا ظہور ہوا جس سے تمام عالم منور ہو گیا۔

جس زمانہ میں ایران کا سلطان معزالدین ابوالفتح ملک شاہ خاندان سلجوقی کا تیسرا بادشاہ اور الپ ارسلان کا بیٹا بڑی شان و شوکت سے حکومت کر رہا تھا اور بغداد میں المقتدی بامراللہ خلیفہ وقت احکام اسلام کی پابندی کراتا و بدعات کو ہٹاتا اور سنت نبوی ﷺ کو رواج دیتا تھا۔

اسی خیر و برکت کے وقت ماہ رمضان المبارک ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۵ء میں گیلان کے حسنی سید ابو صالح موسیٰ جنگی کے گھر میں جبکہ ان کی بیوی کی عمر ساٹھ برس کی تھی سرچشمہ ہدایت کا ظہور ہوا۔ جس سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔

آنکہ ہژدہ ہزار بندہ اوست غوث اعظم شہ نجستہ نہاد
چوں زباغ حسن چو گل بشگفت چار صد بود بعد ازاں ہفتاد

والدین نے آپ کا نام عبدالقادر رکھا ابو محمد کنیت ہوئی اور محی الدین سلطان الاولیاء غوث اعظم محبوب سبحانی وغیرہ بہت سے القاب آپ کو لوگوں نے دیئے۔

آپ کا نسب پدری

شیخ محی الدین عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ بن عبداللہ الجیلی ابن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امیرالمومنین حسن بن امیرالمومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ کا نسب مادری

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ ہے اور کنیت ام الخیر اور لقب امتہ الجبار بنت عبداللہ صومعی بن ابی جمال بن محمد بن محمود بن طاہر بن ابی عطا بن عبداللہ بن ابی کمال بن عیسیٰ بن ابی علاؤ الدین بن محمد بن علی بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ۔

آپ کا سلسلہ نسب جناب صدیق اکبرؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی ملتا ہے جیسا کہ درج ذیل ہے۔

آپ کے والد بزرگوار کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا جو امام محمدؒ کی صاحبزادی تھیں۔ اور امام محمد کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ امام محمدؒ بن امام طلحہ بن امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ

آپ کی تعلیم

قرآن مجید حفظ کیا اور چند درسی کتب آپ نے اپنے وطن ہی میں پڑھیں۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ایک روز آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا۔ کہ آپ مجھے راہ خدا میں وقف کر دیں اور اجازت فرما دیں تاکہ میں بغداد جا کر علوم الٰہی یعنی تفسیر و فقہ اور حدیث کما حقہ حاصل کروں۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ آپ کی والدہ نے اجازت دی اور ان ۸۰ دیناروں میں سے جو آپ کے والد بزرگوار نے چھوڑے تھے۔ ۴۰ دینار ان کی گدڑی میں سی دیئے۔ اور باقی چالیس اپنے چھوٹے بیٹے کے واسطے رکھ لئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری والدہ صاحبہ مجھے شہر کے باہر تک رخصت کرنے آئیں اور فرمانے لگیں کہ بیٹا ہر حال میں سچ بولنا رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اَلصِّدْقُ يُنْجِىْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ سچ سے نجات ہے اور جھوٹ سے ہلاکت میں تمہیں خالصاً لوجہ اللہ اپنے پاس سے جدا کرتی ہوں۔ اب شاید مجھے تمہارا منہ قیامت ہی کو دیکھنا نصیب ہو۔

والدہ صاحبہ سے رخصت ہو کر میں نے ایک چھوٹے سے قافلہ کے ہمراہ بغداد جانا تھا چل پڑا۔ جب ہمارا قافلہ ہمدان سے گذرا تو دلدل کے قریب ۶۰ راہزن سواروں نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مجھ سے بھی ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ کیا تیرے پاس بھی کچھ ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ۴۰ دینار ہیں۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ گدڑی میں میرے بغل کے نیچے۔ اس نے میری بات کو ہنسی خیال کیا اور چلدیا۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے بھی وہی سوال کیا۔ اور میں نے وہی جواب دیا جو پہلے کو دیا تھا وہ مجھے چھوڑ گیا۔ اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ مگران ہر دو نے اس واقعہ کی خبر اپنے سردار کو دی۔ جو ایک ٹیلہ پر بیٹھ کر قافلہ کا مال تقسیم کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ آ کر مجھے اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے کہا ۴۰ دینار۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں میں نے کہا میری گدڑی میں میری بغل کے نیچے سئے ہوئے ہیں۔ اس نے میری گدڑی ادھیڑنے کا حکم دیا۔ جو ادھیڑی گئی۔ جس میں سے ۴۰ دینار نکلے۔ اس پر اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں ان کا اقرار کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا۔ میں نے کہا کہ بوقت رخصت میری والدہ ماجدہ نے مجھے راستگوئی کی تاکید کی تھی۔ اور چونکہ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِکُمْ جنت کہ رضائے مادران است۔ زیر کف پائے مادران است۔ لہٰذا میں اپنے عہد کو پورا کر رہا ہوں۔ یہ سن کر احمد راہزنوں کا سردار زار زار رونے لگا۔ اور کہا تم اپنی والدہ سے عہد نہیں توڑ سکتے افسوس میں سالہا سال سے اپنے پروردگار سے عہد شکنی کر رہا ہوں۔ غرض پہلے ان کے سردار نے پھر سب ان لیٹروں نے جو اس کے تابع تھے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور ہمارے قافلہ کا سارا مال واپس دلایا۔ یہ بھی روایت ہے کہ احمد نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی آپ کے ساتھ کر دیا۔

آپ کا بغداد تشریف لانا

۴۸۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۱۸ سال تھی آپ بغداد تشریف لائے اسی سال تمیمی اور خلیفہ مقتدی بامراللہ کا انتقال ہوا۔ جس کے بعد اس وقت خلیفہ المستظہر باللہ مسند نشین ہوا۔ یہ خلیفہ کریم الاخلاق سخی بہادر عالم فاضل محب علماء و فقراء تھا۔ اس خلیفہ کا سن پیدائش وہی ۴۷۰ھ تھا جو سیدنا حضرت شیخ صاحب کا تھا۔ بغداد میں تشریف لا کر شیخ صاحب نے اکابر علماء ذیل سے تحصیل علم فقہ کی۔ ابوالوفاء علی بن عقیل حنبلیؒ ابوالخطاب محفوظ حنبلیؒ ابوالحسن محمد بن قاضی ابو یعلیؒ محمد بن الحسینؒ بن محمد الفراء الحنبلیؒ قاضی ابو سعید مبارک بن علی المخرمیؒ علم ادب آپ نے ابوالخیر حماد بن مسلم بن ورۃ الدباس اور ابو زکریا بن یحیٰی بن علی التبریزی سے سیکھا۔ اور علم حدیث آپ نے مشائخ ذیل سے پڑھا۔ محمد بن الحسن باقلانی ابو سعید محمد بن عبدالکریمؒ ابوالغنائم محمد بن محمد علی بن میمون الفرسیؒ ابو بکر احمد بن المظفرؒ ابو جعفر بن احمد بن الحسین القاریؒ ابوالقاسم علی بن محمد بن بنان الکرخیؒ ابو طالب عبدالقادر بن محمد یوسفؒ عبدالرحمٰن بن احمد ابوالبرکات ہبۃ اللہ بن المبارکؒ ابوالنصر بن المختارؒ ابو نصر محمدؒ ابو غالب احمدؒ ابو عبداللہ اولاد علی البنباءؒ ابوالحسن المبارک بن الطیوریؒ ابو منصور عبدالرحمٰن القزازؒ ابوالبرکات طلحہؒ وغیرہ۔

آپ کا مہتمم مدرسہ قرار پانا

جب آپ فارغ التحصیل علوم دینیہ ہو چکے۔ تو آپ کے استاد ابو سعید المبارک المخرمیؒ نے اپنا مدرسہ واقعہ محلہ باب الازج شہر بغداد آپ کے سپرد کر دیا۔ جس میں آپ نے تعلیم دینے اور اس فصاحت و بلاغت سے وعظ و نصیحت شروع کی کہ تمام بغداد میں آپ کی شہرت ہو گئی اور اس کثرت سے طلباء اور سامعین آپ کے مدرسہ میں آئے کہ جگہ تنگ ہو گئی۔ آپ دن بھر تفسیر و حدیث، علم نحو صرف اور اصول پڑھاتے اور بعد نماز ظہر ترجمہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ جن لوگوں کو مدرسہ میں جگہ نہ ملتی وہ لوگ مدرسہ کے متصل بازار و سڑک پر بیٹھ کر آپ کے وعظ سنتے۔ بہت سے امراء نے مدرسہ کے اردگرد کے مکانات خرید کر مدرسہ کی عمارت میں شامل کر دئے۔

آپ کا مدرسہ کو وسعت دینا

امراء نے مدرسہ کی وسعت کے لئے اپنا بہت مال خرچ کیا اور غرباء اپنے ہاتھوں سے مدرسہ میں کام کرتے تھے۔ بعض مفت اور بعض تھوڑی سی اجرت لے کر۔ ایک معمار کی بیوی اپنے شوہر کو آپ کے پاس لائی اور بیان کیا کہ میرا مہر ۲۰ دینار اس میرے شوہر کے ذمہ ہے دس ۱۰ دینار اس میں سے میں اس کو اس شرط پر چھوڑتی ہوں کہ باقی نصف دس ۱۰ دینار کے بدلے یہ آپ کے مدرسہ کا کام معماری مفت کرے۔ اس کے شوہر

نے بھی یہ شرط قبول کرلی-چنانچہ اس کی بیوی نے مہر کی وصولی کی رسید لکھ کر آپ کے حوالے کردی- آپ اس کو غریب خیال کر کے ایک روزا سے اجرت دیدیتے اور دوسرے روز کچھ نہ دیتے تھے- جب وہ پانچ دینار کا کام کرچکا تو آپ نے اس کی مہر کی رسید نکال کردے دی- اور باقی پانچ دینار اس کو معاف کردیئے-

۵۶۷ھ میں یہ مدرسہ ایک وسیع عمارت کی شکل میں بن کر تیار ہوا- اور آپ ہی کی طرف منسوب ہوگیا- اس کی تعلیم نے ایسی شہرت حاصل کی- کہ دوردراز ملکوں کے لوگ بھی یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے لگے- اور بڑے بڑے علماء و فضلاء بعد حصول تعلیم ظاہری و باطنی باہر جاتے تھے اور مختلف ملکوں میں مختلف ناموں اور القابوں سے آپ کو مشہور کرتے تھے- کوئی آپ کو ذوالبیانین کہتا- کوئی کریم الجدین والطرفین پکارتا- کوئی صاحب البرہانین سے یاد کرتا- کسی نے آپ کا لقب امام الفریقین والطریقین رکھا اور کسی نے ذوا سراجین غرض خلق کثیر نے آپ سے فیوض حاصل کئے- منجملہ ان کے ایک امام القدوہ ابو عمرو عثمان بن مرزوق بن حمیر ابن سلامتہ القرشی نزیل مصر تھے-

بغداد کے خلفاء وقت بھی آپ کے تابع تھے- چنانچہ جب خلیفہ المقتفی لامراللہ نے ابوالوفاء یحیٰ بن سعید المشہور ابن المزحم الظالم کو قاضی مقرر کیا تو آپ نے منبر پر چڑھ کر خلیفتہ المومنین سے کہہ دیا کہ تم نے بڑے ظالم کو منصب قضاء پر مقرر کیا ہے تم رب العالمین ارحم الراحمین کو قیامت کے دن کیا جواب دو گے- اس پر خلیفہ کانپ گیا اور زار زار رونے لگا اور اسی وقت ابوالوفاء یحیٰ کو عہدہ قضاء سے موقوف کردیا-

آپ کا حلیہ شریف

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ نحیف البدن میانہ قد تھے- آپ کے ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے آپ کا سینہ چوڑا تھا- ریش مبارک لمبی اور چوڑی تھی- آپ کی آواز بلند تھی- آپ کا سکوت زیادہ اور کلام کم ہوا کرتی تھی-

آپ کا سلسلہ طریقت

آپ کا سلسلہ طریقت و خرقہ پوشی حسب ذیل ہے- آپ نے قاضی ابو سعید المبارک' کے ہاتھ پر بیعت کی و خرقہ پہنا- انہوں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد القریشی سے بیعت کی و خرقہ پہنا- ابوالفرح الطرطوسی قدس سرہ ابوالفضل عبدالواحد التمیمی قدس سرہ' سید امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ - سید امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ سید امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ - سید امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سید امام زین العابدین رضی اللہ عنہ شہید کربلا سید امام حسین رضی اللہ عنہ - امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ - سیدالمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم-

ایک دوسری صحیح روایت کی روسے سلسلہ خواجہ معروف کرخیؒ سے اوپر خواجہ داؤد طائی قدس سرہ سید حبیب عجمیؒ حضرت حسن بصریؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الامام العالم الزاہد العارف شیخ الاسلام علم الاولیاء تاج الاصفیاء محی الدین شیخ عبدالقادر بن ابو صالح الجیلی الحنبلی شیخ بغداد تھے- بدعت کو مٹاتے اور سنت کو جاری کرتے تھے- آپ حبیب و نقیب و نجیب الطرفین تھے اپنے جد امجد سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حافظ تھے- (از سید البغداد الشیخ عبدالقادر ابن ابی صالح شیخ بغداد شیخ وقت قدوۃ العارفین صاحب کرامات و مقامات تھے اور مذہب حنبلی کے ایک بہت بڑے مدرس تھے- وعظ گوئی اور رمانی الضمیر بیان کرنا آپ ہی کا حصہ تھا (از کتاب العبر) آپ سردار اہل طریقہ تھے- آپ کو خلق اللہ میں مقبول عام حاصل ہوا- اہل سنت نے آپ کی ذات بابرکات سے تقویت پائی- اہل بدعت اور تابعین خواہش نے ذلت اٹھائی- آپ کے اقوال وافعال آپ کے مکاشفات آپ کی کرامات کی لوگوں میں شہرت ہوئی- خلفاء وزراء امراء و غرباء سب کے دلوں میں آپ کی عظمت و ہیبت بیٹھ گئی (از کتاب طبقات) کتاب غنیتہ الطالبین اور کتاب فتوح الغیب آپ ہی کی تصنیفات سے ہیں- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ بغداد میں حنابلہ و شافعیہ کے فقیہ اور ان کے شیخ تھے- آپ مستجاب الدعوات اور نہایت رقیق القلب علم دوست نہایت خلیق اور سخی تھے- آپ کا پسینہ خوشبودار تھا- ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے- (از کتاب المشیخہ البغدادیہ)

آپ کے متفرق حالات و کرامات

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے زمانہ کے ایک قحط کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مجھے بھی کئی دن تک کھانا نہ ملا- آخر جب

بھوک نے مجھے بہت ستایا تو میں دریائے دجلہ کے کنارہ پر گیا۔ اس غرض سے کہ لوگ جو ترکاری وغیرہ اشیاء خوردنی دریا میں پھینک دیتے ان میں سے ہی کچھ لے کر اپنی آتش گرسنگی بجھاؤں لیکن دریا کے کنارے پر جس طرف گیا۔ وہاں پہلے ہی سینکڑوں آدمی ایسی چیزوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے نظر آئے اور انہوں نے وہاں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ میں مایوس ہو کر پھر شہر بغداد کو واپس آ گیا۔ اور پھرتے پھرتے تھک کر شوق الریحانین کی ایک مسجد میں آکر بیٹھ گیا۔ اس وقت میری حالت ایک مردہ کی سی ہو رہی تھی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک فارسی نوجوان کچھ روٹی اور بھنا ہوا گوشت لے کر آیا اور بیٹھ کر کھانے لگا۔ اب بھوک سے میری یہ حالت تھی کہ جب وہ اپنے منہ میں لقمہ ڈالنے کے لئے اٹھاتا بے اختیار میرا منہ کھل جاتا۔ بار بار ایسا کرنے پر میں نے اپنے نفس کو سخت ملامت کی اور کہا کہ یہ کیسی نازیبا حرکت تو کرتا ہے۔ اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور مرنا بھی ایک امر یقینی ہے پھر ایسی بے صبری کس واسطے؟ اتنے میں اس شخص نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا کہ بھائی آؤ۔ تم بھی شریک ہو جاؤ۔ میں نے انکار کیا۔ اس نے مجھے زبردستی اپنے کھانے میں شریک کر لیا۔ میں نے ابھی تھوڑا سا ہی کھایا۔ کہ اس نے مجھ سے میرے حالات دریافت کرنا شروع کئے۔ میں نے کہا کہ میں جیلان کا رہنے والا ہوں میرا شغل طلب علم ہے۔ اس نے کہا میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں۔ اور کہا بھلا آپ ایک نوجوان کا پتہ دے سکتے ہیں جو جیلان کا رہنے والا اور جس کا نام عبد القادر ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہی خاکسار ہے۔ وہ جوان اتنا سن کر بے چین ہو گیا۔ اور اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم۔ میں تمہیں کئی دن سے تلاش کر رہا ہوں جب میں بغداد آیا میرے پاس اپنا خرچ بھی تھا اور میں آپ کو اتنی دیر تک تلاش کرتا رہا کہ میرا خرچ ختم ہو گیا اور اس کے بعد میں تین دن تک بھوکا رہا۔ آج چوتھے دن بحالت اضطراری یہ کھانا آپ کی امانت سے خرید کر لایا ہوں اب آپ بخوشی اسے تناول فرمائیے یہ آپ ہی کا کھانا ہے اور میں آپ کا مہمان ہوں۔ میں نے اس سے اس اجمال کی تفصیل دریافت کی۔ تو اس نے کہا۔ کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کیلئے مجھے آٹھ دینار دیئے تھے اس میں سے یہ کھانا خرید کر لایا ہوں۔ میں آپ سے اس خیانت کی معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ کوئی خیانت نہیں اور اسے اطمینان دلایا۔ اور جو کھانا ہم دونوں سے بچ رہا۔ وہ اور کچھ نقدی بھی اس کو دیکر رخصت کیا۔

آپ کی ریاضت

آپ اکثر زمانہ طالب علمی میں اور اس کے بعد بھی اپنا بہت سا وقت جنگل اور ویران مقامات میں گذارا کرتے تھے اور اپنے نفس کو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں میں ڈالتے تھے۔ جنگلوں میں ایسا شور و غل مچایا کرتے کہ لوگ انہیں دیوانہ خیال کر کے شفاخانہ میں لے جایا کرتے۔ وہاں ان کی حالت زیادہ خراب ہو جاتی اور آپ بالکل مردہ معلوم ہوتے۔ لوگ کفن تیار کر کر کے غسل دینے لگتے۔ تو پھر حالت درست ہو جاتی۔ آپ ۲۵ سال تک عراق کے بیابانوں میں پھرتے رہے۔ کئی دفعہ شیطان لعین نے آپ کو دھوکا دیا۔ چنانچہ آپ ایک روز کسی ایک جنگل میں تشریف لے گئے۔ جس میں آب ودانہ کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ کئی روز آپ یاد الٰہی میں وہیں مصروف رہے آپ پر پیاس کا سخت غلبہ ہوا۔ اس وقت آپ کے سر پر ایک بادل نمودار ہوا۔ اور کچھ تھوڑی سی بارش ہوئی جس سے آپ نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اس تاریک بادل میں سے آپ کو ایک روشنی نظر آئی۔ جو آسمان کے کناروں تک پھیل گئی۔ اور اس روشنی سے ایک آواز آئی۔ کہ اے عبد القادر میں تمہارا رب ہوں۔ اور میں نے تم پر تمام حرام باتیں حلال کر دیں۔ یہ آواز سنتے ہی آپ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھا۔ اس پر وہ روشنی غائب ہو گئی۔ اور تمام دھواں سا ہو گیا۔ پھر اس میں سے آواز آئی۔ کہ اے عبد القادر تجھے تیرے علم نے میرے مکر سے بچا لیا۔ ورنہ میں تیرے جیسے ستر بندگان خدا اور صاحبان طریقت کو اس جنگل میں گمراہ کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز اپنے علم سے نہیں بچا۔ بلکہ محض اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے بچا ہوں جو ہر وقت میرے شامل حال ہے۔

آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کیونکر پہچانا کہ وہ شیطان تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کے اس قول سے کہ میں نے تم پر سب حرام حلال کر دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ حرام اور فحش باتوں کا کبھی حکم نہیں کرتا اور نہ پسند کرتا ہے۔

حکایت

شیخ ابو التقی محمد بن الازہر بیان کرتے ہیں کہ میں تمام سال اللہ جل شانہ سے دعا مانگتا رہا کہ یا اللہ مجھے کسی اپنے مقبول بندے کی زیارت

کراچنانچہ سال کے بعد ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور ایک بزرگ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار شریف کی زیارت کر رہے ہیں جب میں بیدار ہوا۔ تو میں دن کے وقت حضرت امام موصوف کے مزار پر گیا۔ تو وہاں مجھے وہی بزرگ نظر آئے۔ جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ لیکن وہ مجھے دور سے دیکھتے ہی دریائے دجلہ کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا۔ جب وہ دریا پر پہنچے تو دریا کے دونوں کنارے بہت قریب ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ اپنا ایک قدم اس کنارے پر اور دوسرا اس کنارے پر رکھ کر پار ہو گئے۔ تب میں نے ان کو خدا کی قسم دے کر ٹھہرایا اور سوال کیا۔ کہ آپ کا مذہب کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اس سے میں نے خیال کیا کہ شاید یہ بزرگ حنفی المذہب ہیں۔ چنانچہ جب میں حضرت شیخ عبد القادر کے مدرسہ میں آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے محمد اس وقت روئے زمین پر یہی ایک بزرگ ولی اللہ ہیں۔ جن کا مذہب حنفی ہے۔

حکایت

ایک دفعہ خلیفہ مستنجد باللہ ابو مظفر یوسف بن مقتفی لِاَمْرِ اللّٰہ حضرت شیخ صاحب کے مدرسہ میں آپ سے کچھ نصیحت سننے کی غرض سے حاضر ہوا اور دس تھیلیاں روپیہ کی ہمراہ لایا اور حضرت کو پیش کیں مگر آپ نے ان کے لینے سے انکار کر دیا۔ جب خلیفہ نے بہت اصرار کیا تو آپ نے دو تھیلیاں دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر دبائیں۔ تو ان سے خون بہ نکلا۔ اس پر حضرت نے خلیفہ سے فرمایا۔ کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ لوگوں کا خون کرتے ہو اور اسے میرے پاس لاتے ہو کہ راہ خدا میں صرف کروں۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے وہ ناپاک مال قبول نہیں کرتا۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کو اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت نہ ہوتی تو یہ خون میں اس کے محلوں تک بہا دیتا۔

حضرت شیخ صاحب سلطان سنجر کے ہمعصر تھے۔ سلطان نے آپ کو دولت کی طمع دے کر نیمروز میں آپ کو بلا بھیجا۔ جواب میں آپ نے لکھا۔

چوں چیز سنجری روئے بختم سیاہ باد ۔۔۔ بافقر گربود ہوس ملک سنجرم
تایافت جان من خبراز ملک نیم شب ۔۔۔ صد ملک نیمروز بہ یک جو نمے خرم

حکایت

شیخ عبد اللہ حیائی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کتاب حلیۃ الاولیاء پڑھ رہا تھا۔ کہ مجھ پر رقت طاری ہوئی۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ مخلوق سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشین ہو کر خدا تعالیٰ کی عبادت کروں چنانچہ میں اسی غرض سے حضرت شیخ عبد القادرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میں آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ تم مخلوق خدا سے قطع تعلق کرنا چاہتے ہو لیکن ابھی وقت نہیں پہلے علم کلام وغیرہ سیکھو۔ پھر پیران طریقت کی خدمت میں رہ کر علم ادب وسلوک حاصل کرو۔ تب تمہارے لئے مخلوق خدا سے انقطاع جائز ہو گا۔ اگر تم نے پہلے ہی گوشہ نشینی اختیار کی۔ تو تمہاری مثال مرغ بے پر کی سی ہو گی۔ جب تم کو کوئی دینی مشکل پیش آئے گی۔ گوشہ تنہائی ترک کر کے باہر جانا پڑے گا۔ گوشہ نشین ایسے شخص کا ہونا مناسب ہے جو علوم میں مثل شمع ہو تا کہ مخلوق اس کے نور سے فیض یاب ہو۔

آپ کی ازواج مطہرات

بہجت الاسرار و قلاید الجواہر وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ اس وجہ سے میں عرصہ تک نکاح کرنے سے رکا رہا کہ میرے اوقات میں خلل واقع ہو گا۔ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا (ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے) جب وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے چار بیبیاں عنایت فرمائیں اور سنت وحکم نبوی پورا کرنے کی توفیق بخشی جو یہ ہے اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد

1. حضرت بی بی مدینہ صاحبہ بنت میر محمدؒ ان سے ۴ لڑکے پیدا ہوئے۔ سید سیف الدین۔ سید شرف الدین سید عیسیٰ۔ سید عبد الرزاق۔
2. حضرت بی بی صادقہ صاحبہ بنت محمد شفیع ان سے ۶ لڑکے پیدا ہوئے۔ سید عبد العزیز سید عبد لوہاب سید سراج الدین۔ سید عبد الجبار سید شمس الدین۔ سید تاج الدین۔
3. حضرت بی بی مومنہ صاحبہ ان سے ۷ بیٹے ہوئے۔ سید عبد اللہ۔ سید ابراہیم۔ سید ابو الفضل۔ سید محمد زاہد۔ سید ابو بکر زکریا۔ سید عبد الرحمٰن سید محمد۔
4. حضرت بی بی محبوبہ صاحبہ سے ۱۰ فرزند تولد ہوئے۔ سید یحییٰ سید ضیاء الدین۔ سید یوسف۔ سید عبد الخالق۔ سید سیف الرحمٰن سید محمد صالح سید حبیب اللہ سید منصور سید عبد الجبار سید ابو نصر موسے

یہ سب ستائیس صاحبزادے ہوئے۔ آپ کی صاحبزادیاں بھی ۱۸ ہیں جن کے اسماء مبارک درج ذیل ہیں۔ عافیہ بی بی۔ حلیمہ بی بی۔ تاج بی بی۔ زاہدہ بی بی۔ ذاکرہ بی بی ام الفضل بی بی۔ شریفہ بی بی۔ عابدہ بی بی۔ خدیجہ بی بی۔ رحی بی بی۔ ام الفتح بی بی۔ زہرا بی بی۔ جمال بی بی۔ خیر النساء۔ شاہ حاتم۔ شاہ بی بی۔ فاکرہ بی بی۔

1. آپ کے صاحبزادے شیخ عبد الوہاب بغداد میں ماہ شعبان ۵۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۵ شعبان ۵۹۳ھ میں وفات پائی اور مقبرہ حلیبہ میں دفن ہوئے آپ نے فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے پڑھی اور طلب علم کے لئے دور دراز شہروں کا سفر بھی کیا۔ اپنے والد کی جگہ درس و تدریس و وعظ کہے اور فتوے بھی دیئے۔ خلیفہ ناصر الدین نے آپ کو ستم رسیدہ اور مظلوموں کی فریاد رسی کے لئے مامور کیا۔ آپ سخی اور ادیب کامل تھے۔
2. شیخ عیسیٰ نے بھی فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے سیکھی۔ درس و تدریس کے وعظ کئے۔ تصوف میں جواہر الاسرار اور لطائف الانوار لکھیں۔ آپ مصر چلے گئے۔ پھر ملک شام و دمشق میں گئے۔ اور درس و تدریس علم حدیث کرتے رہے۔ ۵۷۲ ہجری میں مصر میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی ہی خاطر آپ کے والد ماجد نے کتاب فتوح الغیب بھی لکھی تھی۔ آپ کو شعر و سخن کا بھی مذاق تھا۔
3. شیخ عبد العزیز کا تولد ۲۷ شوال ۵۳۲ ہجری میں اور وفات ۲۸ ربیع الاول ۶۰۲ ہجری میں ہوئی آپ نے بھی اپنے والد ماجد سے تمام علوم پڑھے۔
4. شیخ عبد الجبار نے بھی اپنے والد ماجد سے فقہ و حدیث پڑھی۔ آپ خوشنویس بھی تھے۔ آپ کا انتقال ذی الحجہ ۵۷۵ ہجری میں ہوا۔

اسی طرح آپ کی بہت سی اولاد اور اولاد کی اولاد نے آپ سے تمام علوم ظاہری اور باطنی حاصل کئے اور تمام بلاد میں دین پھیلایا۔

سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ بغداد میں گذار کر بروز ہفتہ بتاریخ ۸ ربیع الثانی ۵۶۱ھ بعمر ۹۱ سال وہیں وفات پائی۔ اور اپنے مدرسہ میں جو بغداد کے محلہ باب الازج میں واقع تھا دفن ہوئے بعض نے جمعہ کا دن آپ کی وفات کا لکھا ہے۔ اس وقت بغداد کا خلیفہ المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المقتفی العباسی تھا۔ یہ خلیفہ ۵۱۸ ہجری میں پیدا ہوا تھا اور ۵۵۵ھ میں مسند خلافت پر بیٹھا تھا اور ۱۱ سال خلافت کر کے بعمر ۴۸ سال ۵۶۶ میں راہی ملک بقا ہوا۔ حضرت شیخ صاحب کا سن ولادت و عمر شریف اور سن وفات اس شعر سے نکلتا ہے۔

شیخ کامل وعاشق تولد وفاتش داں تو معشوق الٰہی

جب آپ اپنے بھتیجے احمد کے لئے وصیت فرمانے لگے۔ تو آپ کی بی بی صاحبہ نے اصرار کیا۔ کہ آپ اپنے فرزند کے لئے وصیت کیجئے۔ اس پر آپ نے اپنے صاحبزادے اور بھتیجے کو حکم دیا کہ تم جا کر درخت کا ایک ایک پتہ توڑ لاؤ۔ آپ کے صاحبزادہ صاحب تو بہت سے پتے توڑ لائے۔ مگر آپ کا بھتیجا گیا تو سہی لیکن خالی واپس آگیا ایک پتہ بھی توڑ کر نہ لایا۔ آپ نے اپنے بھتیجے سے پتہ توڑ کر نہ لانے کا سبب دریافت کیا۔ تو اس نے کہا۔ میں جس پتے کو توڑنے کا ارادہ کرتا تھا۔ تو اس کو اللہ جل شانہٗ کی تسبیح کرتے پاتا۔ لہٰذا میں نے پسند نہیں کیا کہ اللہ کی مخلوق اس کی تسبیح میں مصروف ہے اسے ضائع کروں۔ تب آپ نے اپنی بی بی سے فرمایا کہ میں نے کئی بار اپنے بیٹے کے حق میں وصیت کرنے کی اجازت رب العزت سے چاہی مگر مجھے یہی حکم ہوتا رہا۔ کہ نہیں اپنے بھتیجے کے لئے وصیت کر جس کا نام احمد ہے۔

آپ کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِوَصْلِكَ مِنْ صَدِّكَ وَ بِقُرْبِكَ مِنْ طَرْدِكَ وَبِقَبُوْلِكَ مِنْ رَدِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَھْلِ طَاعَتِكَ وَوُدِّكَ وَاَھِّلْنَا لِشُکْرِكَ وَحَمْدِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ (ترجمہ) اے اللہ ہم پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ تیرے وصل کے بعد روکے جائیں تیرے مقرب بن کر نکالے جائیں اور تیرے مقبول ہونے کے بعد مردود ہو جائیں۔ ہم کو اپنی عبادت کرنے والوں اور محبوں میں داخل کر لے اور ہم کو اپنے شکر اور حمد کی توفیق عنایت فرما اے ارحم الراحمین۔

آپ کا کلام

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قریب اور خالق کل ہے۔ اس نے اپنی حکمت کاملہ سے تمام امور مقدور کر دئے ہیں اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی اور اس کی رحمت سب پر عام ہے سوا اس کے کوئی معبود نہیں۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو اس کی مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس کے برابر خیال کرتے ہیں یا کسی کو اس کا شریک یقین کرتے ہیں یا کسی کو اس کا شبیہ ونظیر ٹھیراتے ہیں وہ ان تمام باتوں سے پاک وبالاتر ہے۔ ہم اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس کی تمام مخلوقات کی تعداد کے برابر اس کے عرش اور اس کے کلمات اس کے انتہائی علم کے برابر اور جس قدر وہ اپنے لئے پسند کرے وہ ظاہر اور باطن سب چیزوں کو جاننے اور مہربانی کرنے والا ہے تمام عیبوں سے پاک سب پر غالب اور سب سے زیادہ حکمت والا ہے وہ ایک ہی تنہا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے وہ نہ خود کسی سے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ کوئی شے اس کی مثل نہیں وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے نہ اس کی کوئی شبیہ ونظیر ہے نہ اس کو کسی مددگار یا وزیر یا نائب کی حاجت ہے وہ قاہر وحاکم ہے ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ زندہ رہے گا اسے موت وفنا نہیں۔ وہ حاکم۔ عادل رحیم کریم قادر غفار ستار خالق اور رازق ہے۔ اس کی بادشاہت ابدی اور اس کی عظمت وجلال دائمی ہے وہ کسی کے وہم وخیال اور فہم وقیاس میں نہ آسکتا اور نہ سما سکتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم — وز ہرچہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر — ماہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

عقلیں اس کی حقیقت کے دریافت کرنے میں عاجز اور اذہان اس کی کنہ معلوم کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ سب کو روزی دیتا ہے اور خود اس کو اس کی ضرورت نہیں۔ وہ جو چاہے کرے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اس نے بغیر کسی فکر وخیال اور نظیر ومثال کے محض اپنے ارادے سے تمام مخلوق پیدا کی نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھانے کی غرض سے اور نہ کسی ضرر دور کرنے کی نیت سے بلکہ اس واسطے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو کچھ اس نے مقدر کر دیا ہے اسے وہ وقت مقررہ پر جاری کرتا ہے۔ اس کی تدبیر مملکت میں اس کا کوئی ممد ومعاون نہیں وہ عالم الغیب ہے۔ قادر مطلق ہے اس کی قدرت بے حد ہے۔ مدبر ہے اور اس کا ارادہ ناقص نہیں وہ سب کچھ یاد رکھتا ہے اسے کچھ بھولتا نہیں حلیم وبردبار ہے۔ جلدی نہیں کرتا۔ جس کو پکڑتا ہے پھر اسے مہلت نہیں دیتا وہی کشائش کرتا ہے۔ وہی تنگی لاتا ہے۔ غصہ کرتا ہے اور نرمی بھی کرتا ہے۔ وہی پیدا کرتا وہی فنا کرتا ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی اس کا مشابہ ہے اور نہ اس کی صفات میں جو کچھ آسمان وزمین کے درمیان ہے اور جو کچھ زمینوں کے نیچے ہے اور ہر ایک لگے اور گرے ہوئے پتے اور تمام کنکریوں اور اینٹوں کی تعداد کو پہاڑوں کے ذرے اور سمندروں کے پانی کی مقدار اور بندوں کے اعمال ان کے سالوں کی تعداد کو غرض سب چیز پر اس کا علم محیط ہے۔ کوئی شے بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ اپنی قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے مگر اس کی ذات وصفات سب سے پوشیدہ ہیں۔ وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

فی الحقیقت اللہ ہی اسم اعظم ہے لیکن اس کا اثر تب ہوتا ہے کہ اس کے ذاکر کے دل میں بجز اللہ کے اور کچھ نہ ہو اللہ وہ کلمہ ہے جو مشکل کو آسان کر دیتا ہے اور تمام غموں اور فکروں کو دور کر دیتا ہے یہ وہ کلمہ ہے جو زہر کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔ اللہ ہر غالب پر غالب اور مظہر العجائب والغرائب ہے۔ اللہ کی سلطنت سب سلطنتوں سے زبردست ہے وہ بندوں کے حالات اور ان کے دلوں کے رازوں سے واقف ہے۔ اللہ تمام سرکشوں کو پست اور زبردستوں کو زیردست کر دیتا ہے اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ جو کوئی اللہ کی راہ میں قدم رکھتا ہے وہ اس تک پہنچ جاتا ہے جو غیروں کو چھوڑ کر اپنی اوقات خدا تعالیٰ کے ساتھ گذارتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے ہی دروازہ پر اپنی التجا کرتا ہے

خدا کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

طلب علم کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے علم پڑھو پھر گوشہ نشینی اختیار کرو۔ کیونکہ جو شخص بغیر علم کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا ہے وہ سدھرتا نہیں بلکہ بگڑ جاتا ہے پہلے علم شریعت کا چراغ اپنے ہاتھ میں لو پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے علم میں وسعت دیتا ہے اور علم (لدنی) جو اس کو حاصل نہ تھا۔ اس کو سکھلاتا ہے۔ چراغ شریعت کے گل ہونے سے ڈرتے رہو۔ ماسوا اللہ سے جدا رہو خدا تعالیٰ سے نیک نیتی رکھو۔ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

چو شمع از پے علم باید گداخت کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

ایک اور بزرگ کہتے ہیں

پے جستن علم صدا دادہ وَلَوْ کَانَ بِالصِّینِ رسول خدا
اگر علم دیں رائگی اختیار شود مسکن تو بدار القرار

زہد اور ورع کی نسبت آپ فرماتے ہیں۔ بندے کو چاہئے۔ کہ تمام کاموں اور اشیاء سے بچتا رہے یعنی شریعت جس چیز کی اجازت دے وہ اختیار کرے۔ باقی سب کچھ چھوڑ دے۔ آپ ورع و زہد کے تین مراتب بیان فرماتے ہیں۔ (۱) زہد و ورع عوام یہ ہے کہ حرام اور شبہ کی چیزوں سے بچارہے۔ (۲) ورع خواص یہ ہے کہ نفس و خواہش کی کل چیزوں سے بچارہے (۳) ورع خواص الخواص یہ ہے کہ بندہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس سے رکا رہے۔ اس وقت تک زہد کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک دس باتیں اپنے نفس پر لازم نہ کرلی جائیں۔

(۱) زبان کو قابو رکھے (۲) غیبت سے بچے (۳) کسی کو حقیر نہ جانے۔ کسی کی ہنسی نہ اڑائے (۴) محارم پر نظر نہ ڈالے (۵) راستی و راستبازی اختیار کرے۔ (۶) انعامات و احسانات الٰہی کا اعتراف کرتا رہے تاکہ نفس تکبر و غرور میں نہ پھنسے۔ (۷) اپنا مال راہ حق میں صرف کرے نہ نفس کی خواہش میں (۸) اپنے نفس کے لئے بہتری اور بھلائی نہ چاہے (۹) نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے (۱۰) سنت نبوی اور اجماع مسلمین پر قائم رہے۔

توکل کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اکیلی ذات باری پر بھروسہ کرنا اور ماسوا اللہ سے بے پرواہ ہو جانا۔ آپ اپنے فرزند کو فرماتے ہیں کہ تم کو اکثر کہا جاتا ہے۔ مگر تم نہیں سنتے۔ اگر سنتے ہو تو اکثر سمجھتے نہیں۔ کچھ سمجھ لیتے ہو تو اس پر عمل نہیں کرتے افسوس تمہارے بہت سے اعمال اخلاص سے خالی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں تعزز یہ ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے حاصل کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ ہی میں صرف کی جائے اس سے نفس ذلیل ہوتا ہے اور ارادت الی اللہ بڑھتی ہے اور تکبر یہ ہے کہ عزت اپنے نفس کے لئے حاصل اور اپنی خواہشات میں صرف کی جائے۔ اس طرح تکبر بڑھتا ہے اور غضب الٰہی کا موجب ہوتا ہے صبر کے متعلق آپ نے فرمایا ہے صبر یہ ہے کہ مصیبت و بلا میں استقلال سے رہے اور شریعت کو ہاتھ سے نہ دے بلکہ نہایت خوشدلی اور خندہ پیشانی سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر قائم رہے۔

محبت الٰہی میں بڑھنا اور علم الٰہی کو کافی جان کر قضاء و قدر پر راضی رہنا رضائے الٰہی ہے۔

فنا یہ ہے کہ ولی کا سر ادنے تجلی سے حق کا مشاہدہ کرے اور تمام جہان کو حقیر جان کر اس کے اشارے سے فنا ہو جائے اور یہی اس کا فنا ہو جانا اس کی بقا ہے۔

شیخ سعدی شیرازیؒ جو ساتویں صدی ہجری میں گذرے ہیں اور جو ادیب کامل فاضل صوفی تھے اپنی کتاب گلستان کے باب دوم میں ایک حکایت بیان کرتے ہیں۔

"عبدالقادر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ را دیدند در حرم کعبہ روئے بر حصا نہادہ بود و میگفت اے خداوند بخشائے اگر مستوجب عقوبتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نباشم"۔

نیز شیخ صاحب نے اسی جگہ ایک قطعہ تحریر فرمایا ہے۔

بر درے کعبہ سائلے دیدم کہ ہمے گفت و میگرستے خوش
من نگویم کہ طاعتم پبذیر قلم عفو در گناہم کش

نواب صاحب اپنی کتاب تذکار جنودالابرار میں تحریر کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ سعدیؒ کی مراد سائل سے جناب حضرت فخرالدین قدس سرہ العزیز ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جس قدر بارگاہ الٰہی سے کسی کو قرب زیادہ ہوتا ہے اسی قدر ان کو خوف زیادہ ہوتا ہے۔

وعظ میں آپ فرماتے۔ خدا اور رسول کا اتباع واطاعت کرو نئی باتیں دین میں نہ نکالو۔ نافرمانی نہ کرو صبر کرو۔ بے صبری نہ کرو۔ سختی کے بعد کشائش اور مراد حاصل ہونے کا انتظار کرو۔ ناامید مت ہو متفق ہو کر ذکر خدا کرو۔ اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ گناہوں سے توبہ کرکے پاک ہو جاؤ۔ اپنے مولا کے دروازے سے نہ ہٹو۔

جناب پیران پیر محبوب ربانی شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا موحد اور متبع سنت ہونا ان کی تصانیف غنیتہ الطالبین ' فتوح الغیب وغیرہ خطبات ووعظ سے پایا جاتا ہے ان کی تصانیف میں توحید باری تعالٰی اور اتباع سنت نبوی کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ آپ کی ظاہری اور باطنی تعلیم نے کروڑوں بندگان خدا کو اپنا گرویدہ اور مشتاق بنالیا۔ اور آپ کی بے شمار کرامات کے ذریعہ ایک دنیا راہ راست پر آگئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ جن کو آپ کی مریدی کا دعوے ہے۔ ان کے اعمال آپ کی تعلیم کے مطابق نہیں اللہ تعالٰی ہم سب کو ہدایت کرے۔ آمین

آپ کا مذہب

کتاب غنیتہ الطالبین میں آپ نے کئی جگہ حضرت امام احمد حنبلؒ سے ان الفاظ میں روایتیں کی ہیں۔ ہمارے امام احمدؒ یوں فرماتے ہیں عِنْدَ اِمَامِنَا احمدؒ) چونکہ آپ امام احمد حنبلؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے مذاہب کے مطابق اکثر فتوے دیا کرتے تھے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صحیح حدیث کے دلدادہ تھے۔

آپ کا کلام

آپ نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں کو بہت وصیتیں بھی کی ہیں۔ چنانچہ آپ کے فرزند شیخ سیف الدین عبد الوہاب نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا سِوَى اللّٰهِ وَلَا تَرْجُ اَحَدًا سِوَى اللّٰهِ وَوَكِّلِ الْحَوَائِجَ اِلَى اللّٰهِ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا اِلَيْهِ وَاطْلُبْهَا جَمِيْعًا مِنْهُ وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍ غَيْرِ اللّٰهِ اَلتَّوْحِيْدِ اَلتَّوْحِيْدِ اَجْمَاعُ الْكُلِّ (ترجمہ) تجھے لازم ہے کہ پرہیزگاری اختیار کرے اور خدا کے سوا نہ کسی سے ڈرے اور نہ کسی پر کوئی امید رکھے اور اپنی تمام حاجات اللہ کے سپرد کردے۔ اللہ تعالٰی کی عنایت پر ہی بھروسہ رکھے اور جو کچھ تو مانگے اسی سے مانگ۔ اور اللہ کے بغیر کسی پر اعتماد نہ رکھ۔ توحید کو لازم پکڑ۔ وہ سب باتوں کی جامع ہے۔

آپ فرماتے تھے اِذَا صَحَّ الْقَلْبُ مَعَ اللّٰهِ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ شَيْئٌ وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ شَيْئٌ جب دل اللہ کی طرف صحیح طور پر لگ جائے تو اس سے کوئی چیز جدا نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی شے اس سے باہر جاتی ہے۔

فتوح الغیب میں تحریر فرماتے ہیں تو اللہ تعالٰی کے فضل اور اس کی بے واسطہ نعمتوں سے اس لئے محروم ہے کہ تو خلقت ' اسباب صنعت اور کسب پر بھروسہ کرتا ہے۔ خلقت تجھ کو مسنون طریق سے کماکر کھانے سے روکتی ہے۔ جب تک تو خلقت کے فضل و بخشش کا امیدوار اور ان کے دروازوں پر سوال کرتا رہے گا۔ تو اللہ تعالٰی تجھ کو عذاب کرے گا پھر جب تو خلقت کی طرف متوجہ ہونے سے توبہ کرے اور اسے اپنے پروردگار کے ساتھ شریک نہ بنائے گا۔ اور کسی کسب کو اختیار کرلے گا اور اسی سے کماکر کھائے گا۔ اور اس کسب پر بھروسہ کرے گا اور اس پر مطمئن ہو جائے گا۔ اور اللہ کے فضل و کرم کو بھلادے گا۔ تو پھر بھی تو مشرک ہوگا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ شرک پہلے کی نسبت اخفی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالٰی تجھ کو عذاب کرے گا اور اپنے فضل و کرم اور بے واسطہ رزق پہنچانے سے تجھ کو محروم کردے گا۔ جب تو اس سے بھی توبہ کرے گا اور واسطے کے شرک کو اٹھادے گا۔ اور کسب اور حیلہ اور قوت پر بھروسہ کرنا چھوڑدے گا اور خدا تعالٰی کو رازق مطلق جانے گا۔ کیونکہ وہی سبب بنانے والا۔ آسان کرنے والا اور کسب کی طاقت بخشنے والا اور ہر بھلائی کی توفیق دینے والا ہے اور بندوں کی روزی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کبھی تو تجھے لوگوں سے سوال کرنے پر رزق ملتا ہے۔ اور کبھی کسب کے معاوضہ میں روزی پہنچاتا ہے اور کبھی اپنے فضل سے بغیر سوال اور واسطہ اور سبب کے روزی پہنچاتا ہے۔ پس تجھے چاہیئے۔ کہ تمام واسطوں اور اسباب سے اعراض کرکے خدا کی طرف ہی متوجہ ہو۔ اور اپنے آپ کو اس کے سامنے پھینک دے۔ جب تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالٰی کے فضل اور تیرے درمیان جو پردہ ہے۔ وہ اٹھ جائے گا۔ اور اللہ تعالٰی اپنے فضل و کرم سے تجھے ہر وقت

انداز ہ حال کے موافق بے واسطہ رزق پہنچائے گا۔

آپ فرماتے ہیں۔ شرک دو قسم ہے ایک ظاہر۔ اور دوسرا پوشیدہ۔ شرک ظاہر تو بتوں کی پوجا ہے اور پوشیدہ (مخفی) خلقت پر بھروسہ کرنا اور ان سے نفع و نقصان کی امید رکھنا۔

عَلَیْکَ بِمَذْھَبِ السَّلَفِ۔ سلف صالحین کے مذہب پر چلنا لازم پکڑ۔ (رباعی)

راہ ان لوگوں کی چل اے ہوشیار جو ہیں مقبول خدائے ذو اقتدار
بیوقوفوں کے نہ پیچھے چل کبھی ورنہ اندھوں کی طرح ہو گا خوار

مَنْ یَجْعَلْ لِنَفْسِہٖ وَزْنًا فَلَا وَزْنَ لَہٗ یعنی جو شخص اپنے نفس کا کچھ وزن و قدر سمجھتا ہے۔ اس کی کوئی عزت و قدر نہیں ہوتی۔

یَا طَالِبَ الْاَشْیَآءِ مِنْ غَیْرِہٖ مَا اَنْتَ عَاقِلًا ھَلْ شَیْئٌ ھُوَ لَیْسَ فِیْ خَزَائِنِ اللّٰہِ یعنی اے خدا کے سوا غیروں سے اشیا کے طالب تجھے کوئی عقل نہیں کیا کوئی چیز ایسی بھی ہے جو اللہ کے خزانوں میں نہیں۔

وَیْحَکَ تَقْعُدُ فِیْ صَوْمِعَتِکَ وَ قَلْبُکَ فِیْ بُیُوْتِ الْخَلْقِ وَ مَجِیْئِھِمْ وَ ھَدَایَاھُمْ یعنی تجھ پر افسوس ہے کہ تو اپنی عبادت گاہ میں اس طرح بیٹھا ہے کہ تیرا دل لوگوں کے گھروں۔ ان کی آمدو رفت اور ان کے تحفوں میں لگا ہوا ہے مولانا روم نے خوب کہا ہے۔

زباں وردِ کر ودل در گاؤ خر ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اے لڑکے اگر تو سینہ کی فراخی اور دل کی خوشی چاہتا ہے۔ تو جو خلقت کہتی ہے اسے مت سن۔ اور اس کی طرف مطلق توجہ بھی نہ کر۔ کیا تو نہیں جانتا کہ وہ اپنے خالق سے بھی راضی نہیں۔ تو تجھ سے کیوں راضی ہونے لگے۔

اے بیٹے! ان لوگوں کی پیروی کر جو حق تعالیٰ کے ہی ہو رہے ہیں اور اس کے سوا کسی کی نہیں سنتے۔

ہو غلام ان کا جو ہوں اہل صفا ذکر حق سے جو نہ ہوں غافل ذرا

آپ کے کلام میں سے جو لکھا گیا مشتے نمونہ از خروار ہے۔ خدا توفیق دے۔ تو ان کی تصانیف کا مطالعہ فرمایئے اور دعائے خیر سے ان کو یاد فرمایئے۔

حضرت ابو المعالی محمد علیہ الرحمۃ متخلص بہ مسلمی فرماتے ہیں۔

شد بجاں ملک و ملک خاک شہ گیلانی ایں چہ قدواست زہے قادری و سلطانی
جوق جوق از فضلاء ونجبا ہست استادہ براں درپئے دربانی
میرود سلسلہ اش تا بعلی الا علے وائے برتو خودازیں قافلہ گروامانی
ہر کہ دیوانہ ایں سلسلہ باشد باشد مست و ہشیار مے عاشقی و عرفانی
دست جودو کرم حضرت فیاض توئی ہرچہ باید ہمہ داری ونداری ثانی
گر زلطف تو شود طبع حسن ہمراہم ازپئے مدح تو خواہم کہ کنم حسانی
مسلمی ازدل و جان بندہ درگاہ توشد اِرْحَمْ اِرْحَمْ لِمَسَاکِیْنِکَ یا جیلانی

آپ اپنے وعظ و نصائح کے وقت علے العموم یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے

ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے (جو) تمام جہان کا پروردگار ہے (اس کی تعریف) اس قدر جس قدر اس کی مخلوقات ہے اس کے عرش کے برابر جس قدر وہ پسند کرے۔ اس کے کلمات کے برابر۔ اور جتنا کہ اس کا علم ہے اور جس قدر کہ وہ اپنے لئے چاہے اور جس قدر کہ اس نے پیدا کیا اور پھیلایا اور بنایا۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا۔ ہے نہایت رحم والا مہربان بادشاہ۔ پاک ذات۔ سب پر غالب۔ سب سے بڑھ کر حکمت والا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اسی کی بادشاہت ہے۔ اور وہی سب تعریفوں کے لائق ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے۔ اسے موت نہیں۔ سب بھلائیاں اس کے اختیار میں ہیں اور اس کو ہر ایک چیز پر قدرت ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمسر اور

نہ کوئی شریک ہے نہ وزیر نہ معاون ومددگار۔ایک اکیلا تنہا بے نیاز ہے۔نہ کوئی اس سے پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے۔اور نہ کوئی اس کے برابر ہے نہ وہ جسم ہے کہ گھٹ بڑھ سکے اور نہ جوہر کہ جلد قبول کرے اور نہ وہ عرض ہے کہ نقصان قبول کر سکے اور نہ اس کا کوئی وزیر اور نہ شریک۔وہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کی بنائی ہوئی اشیاء سے اسے تشبیہ دی جائے یا اس کی اختراعات کی طرف اسے منسوب کیا جائے۔اس جیسی کوئی شے نہیں اور وہی سب کی سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے پیارے اور دوست اس کے پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں اور اس کی تمام مخلوقات سے بہتر اس نے اپنے آپ کو کامل ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ وہ تمام دینوں پر غالب ہو اور گو مشرکین اسے پسند نہ کریں۔یا اللہ تو راضی ہو اس اونچے گھرانے کے بڑے پر تلے والے پر حق جن کا موید تھا جن کی کنیت عتیق تھی۔خلیفہ شفیق جن کا اصل پاک سے تھا جن کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے ساتھ ہے اور جن کا جسم مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم پاک کے پاس مدفون ہے یعنی امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر۔اور اس پر جو کم حرص والے اور بہت عملوں والے تھے وہ جن کو کسی کا خوف نہ تھا نہ ان سے لغزش سرزد ہوتی۔اور نہ ان کی طبیعت میں کبھی ملال آتا حق جن کی تائید پر تھا وہ جو الہام سے فیصلے کرتے راہ راست پر قائم تھے جن کا حکم مطابق وحی اور قرآن کے ہوتا تھا یعنی امام ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر اور ان پر جو اسلامی لشکر کی تیاریوں میں بہت سرگرم تھے عشرہ مبشرہ سے تھے۔جنہوں نے ایمان کی جڑ کو مضبوط کیا(یعنی اختلاف قرات کا انسداد کیا)اور کلام الٰہی کو یک جا جمع کیا (اور ہر جگہ قرآن کے نسخے لکھوا کر بھیجے)جنہوں نے لشکر پھیلائے اور سرکشی مٹائی۔جنہوں نے محرابوں کو اپنی امامت سے اور قرآن کو تلاوت سے زینت بخشی جو سب شہیدوں سے افضل اور اکرم واسعد ہیں۔جن کی شرم وحیا سے فرشتے بھی شرماتے تھے۔ذی النورین ابو عمرو عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔یا اللہ ان سے بھی راضی ہو جو پیشوائے دلیران قوم تھے۔خاوند حضرت فاطمۃ الزہرا رسول اللہ کے چچا کے بیٹے۔اللہ تعالیٰ کی برہنہ تلوار۔قلعوں کے دروازوں کو توڑنے والے۔دشمن کے لشکروں کو شکست دینے والے۔دین کے امام اور اس کے عالم۔قاضی وحاکم شرع نماز کو کما حقہ' ادا کرنے والے رسول اللہ پر اپنی جان فدا کرنے والے۔مظہر العجائب یعنی امام ابی الحسنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پر۔اور رسول اللہ کے نواسوں پر دو شہیدوں حسن اور حسین پر راضی ہو۔اور آپ کے ہر دو شریف چچے حمزہ اور عباس پر اور تمام انصار اور مہاجرین پر اور ان سب پر جو تا قیامت آپ کے پیرو کامل ہوتے رہیں۔اے رب العالمین امام اور رامت اور حاکم اور محکوم دونوں کو صلاحیت نصیب کر۔ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال۔انہیں نیکی کی توفیق دے۔اور ہر ایک کو دوسرے کے شر سے بچا اے اللہ تو ہمارے مخفی رازوں سے واقف ہے تو ان کی اصلاح کر۔اور تو ہمارے گناہوں سے آگاہ ہے وہ معاف کر۔اور تجھ کو ہمارے عیب معلوم ہیں انہیں چھپا دے۔تو ہماری ضرورتوں کو جانتا ہے تو ہی انہیں پورا کر دے۔جن باتوں سے تو نے ہمیں منع کیا ان کے کرنے کا ہمیں موقع نہ دے اور ہمیں اپنے احکام کی پابندی کی توفیق عطا کر اور ہمیں اپنی عبادت کی عزت نصیب کر ہمیں گناہوں کی ذلت میں نہ ڈال اپنے ماسوا سے ہمیں چھڑا کر اپنی طرف لگا لے جو چیز ہم کو تجھ سے دور کرنے والی ہے ہم سے دور کر دے۔ہمیں اپنے ذکر اور شکر کا طریقہ سمجھا اور اپنی عبادت میں خلوص عطا فرما۔کوئی لائق عبادت نہیں مگر اللہ تعالیٰ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔جو چاہے اللہ تعالیٰ۔کسی کو کوئی طاقت نہیں۔مگر اسی اللہ کی اعانت سے جو بزرگی اور عظمت والا ہے اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم کو اس کے وبال میں نہ پکڑ۔اور اے ہمارے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے ہو گذرے ہیں جس طرح ان پر تو نے (ان کے گناہوں کی پاداش میں احکام سخت کا)بار ڈالا تھا ویسا بار ہم پر نہ ڈال اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم کو طاقت نہیں ہم سے نہ اٹھوا۔اور ہمارے قصوروں سے درگذر اور ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما۔تو ہی ہمارا مددگار ہے تو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو کافر ہیں۔ہماری مدد کر۔آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ جل شانہ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر اس کا شکر ہے وہی اپنے بندوں کو پالتا ہے اور وہی ان کو بخشنے والا ہے اور مہربان کوئی کام ہو اس کو آسان کرنے والا اور اس میں مدد دینے والا خدا ہی ہے اس لئے اس سے درخواست کرنی چاہئے۔ کہ پروردگار تو کام کو آسان کر۔ اور اس میں مدد عطا کر۔ اے کریم۔ اے اللہ تیری مدد اور تیرے لطف پر ہی ہمارا بھروسہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ کامل صفت اور ثناء کے لائق اللہ ہی ہے۔ ہر ایک کتاب کا شروع اسی کی تعریف سے ہوتا ہے اور ہر ایک کلام کی ابتداء اس کے ذکر سے کی جاتی ہے اور اس کی حمد کے ساتھ اہل جنت جزا و ثواب کے گھر میں نعمتیں حاصل کریں گے اور اسی کے نام سے ہر بیماری کو شفا ہے اور اسی کے ساتھ کھولا جاتا ہے ہر ایک غم اور بلا کو سختی ہو یا نرمی خوشی ہو یا ناخوشی ہر حال میں دعا کے واسطے اس کی طرف ہی ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ ہر طرح کے خطابوں سے جو آوازیں جو مختلف زبانوں پر صادر ہوتی ہیں وہ انہیں برابر سنتا ہے اور عاجزوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے پس اس کے لئے حمد ہے اس چیز پر کہ اس نے عطاء کی ہے اور مقصود تک پہنچاتی ہے اور اس پر اسی کا ہی شکر ہے۔ اس نے اپنے فراخ راستے کو روشن کیا ہے اور اس کو کھول کر دکھلا دیا ہے اور اس کے برگزیدہ رسول پر اس کی رحمت ہو جس کے سبب سے گمراہی سے ہدایت کی۔ اور ہمارے سردار پر جن کا نام محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے اور ان کی اولاد اور ان کے اصحاب اور بھائیوں پر اور جو پیغمبر ہوئے اور اس کے مقرب فرشتوں پر سلام ہو۔ حمد اور صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ میرے بعض دوستوں نے جن کے خیال میں اس کام کے کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ مجھے اس کتاب کی تصنیف کے لئے نہایت اصرار کیا۔ اللہ ہی ہماری باتوں اور کاموں کو لغزش سے بچانے والا ہے اور اللہ ہی ہمارے دل کی باتوں اور نیتوں سے واقف ہے اور وہی ان دوستوں کی آرزو کو اپنے کرم و فضل سے آسان کرنے والا ہے اور امید ہے کہ وہی ذات ہمارے دلوں کو ریا اور نفاق سے پاک اور ہماری بدیوں کو نیکیوں سے بدلے وہی اللہ ہماری خطاؤں اور گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ پس جب میں نے دیکھا کہ وہ شرعی آداب کی پہچان یعنی فرضوں اور سنتوں اور بزرگوں کے طریقوں کا پورا خواہشمند ہے اور خالق عزوجل کی شناخت دلائل اور علامات سے چاہتا ہے اور نیز قرآن اور حدیث کی مجلسوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے جن کا بیان آگے آئے گا اور نیک بندوں کے اخلاق کی طرف راغب ہے جن کا بیان آگے آئے گا اور نیک بندوں کے اخلاق کی طرف راغب ہے جن کا بیان ہم اس کتاب میں کریں گے تاکہ یہ خدا کے راستہ پر چلنے میں مددگار ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے فرمانبردار اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے ہٹنے والا دیکھا اور جب ان کی سچی نیت مجھے کشف سے معلوم ہوئی یعنی میں نے اس کی درخواست کو منظور کیا۔ اور ثواب اور نجات اخروی کی امید اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر جو ٹھیک رستہ کا بتانے والا ہے۔ میں نے اس کتاب کی تصنیف کے لئے پختہ ارادہ کر لیا اور اس کا نام غنیۃ الطالبین (یعنی خدا عزوجل کے راستہ کی کافی رہنماء) رکھا۔

باب

پس ہم ان امور کا بیان کرتے ہیں جو ہمارے دین میں آنے والے پر واجب ہیں جب کوئی اسلام میں داخل ہونا چاہے تو سب سے پہلے وہ کلمہ شہادت پڑھے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ زبان سے کہے اور دین اسلام کے سوا دوسرے مذہبوں سے بیزار ہو اور دل میں یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ یگانہ ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ چونکہ سچا دین خدا کے نزدیک اسلام ہے لہٰذا اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ تحقیق دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور ارشاد کیا ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ جو آدمی اسلام کے سوا دوسرے دین کو چاہے گا وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ پس جب کسی نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور دل سے یقین کر لیا تو وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور اس کا قتل کرنا اور اس کی اولاد کو قید کرنا اور اس کے مال کو لوٹ لینا حرام ہو گیا اور خدا کے حقوق میں اس نے جو کوتاہی پہلے کی ہے وہ معاف کی جائیگی جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ اے پیغمبر کافروں کو کہہ دے کہ کفر سے باز رہیں جو تقصیر پہلے کر چکے ہیں وہ ان کو بخش دی جائے گی اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى

یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے امر کیا گیا ہوں یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں۔ پس جب انہوں نے کلمہ توحید پڑھا مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال کو بچالیا سوا ان واجبی حقوق کے جو ان پر عاید ہوتے ہوں۔ اور حساب ان کا اللہ تعالیٰ لے گا اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا قَبْلَہٗ اس کے پہلے گناہوں کو دور کر دیتا ہے پس اس پر اسلام کے لئے غسل واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ یہ روایت کی گئی ہے۔ کہ تحقیق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ ابن اثال اور قیس ابن اصم کو فرمایا۔ کہ جس وقت اسلام لائیں غسل کریں۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ اپنے سے کفر کی باتوں کو دور کر اور غسل کر۔ اس کے بعد اس پر نماز واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایمان قول اور عمل ہے کیونکہ قول دعویٰ ہے اور عمل اس کا گواہ ہے اور قول صورت ہے اور عمل اس کا روح ہے اور نماز کے واسطے کئی شرطیں ہیں جو نماز سے پہلے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ پاک پانی سے بدن کا پاک کرنا۔ یا پانی نہ ہونے کے وقت تیمم کرنا۔ پاک کپڑے سے بدن کا ڈھانپنا۔ پاک جگہ پر کھڑا ہونا۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا اور نماز کی نیت کرنا۔ وقت کا پہچاننا پس طہارت یعنی بدن کی پاکی کے لئے بھی فرض اور سنتیں ہیں اور مشہور مذہب اسلام میں فرض دس چیزیں ہیں۔ پہلی نیت ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی طہارت میں ناپاکی کے دور کرنے کا ارادہ کرے اور اگر تیمم ہو تو پھر نماز کے مباح کرنے کا قصد کرے کیونکہ تیمم حدث کو دور نہیں کرتا۔ اور نیت کا محل دل ہے پس اگر نیت کو زبان سے مذکور کیا اور ساتھ ہی اپنے دل میں اس کا اعتقاد بھی کیا۔ تو افضل بات کو بجالایا اور اگر دل کے اعتقاد پر ہی کفایت کی تو یہ بھی کافی ہے اس کے بعد بسم اللہ پڑھے اور وہ یہ ہے کہ جس وقت پانی لینے کا ارادہ کرے اور اس وقت حق تعالیٰ کو یاد کرے۔ اس کے بعد مضمضہ ہے اور وہ منہ میں پانی کا بھرنا ہے اور پانی کا ناک میں ڈالنا اور نکالنا استنشاق ہے اور وہ ناک کے دونوں سوراخوں میں پانی کا داخل کرنا ہے پھر منہ کا دھونا ہے اور اس کی حد طول میں سر کے بالوں کے اگنے کی جگہ سے لے کر اس جگہ تک سے جو ڈاڑھی اور ٹھوڑی کی نیچے تک ہے اور عرض میں ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک۔ پھر دونوں کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے پھر سر کا مسح کرنا ہے اور مسح کا طریق یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پانی میں ڈالے اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو پانی سے خالی اٹھائے اور پھر انہیں اپنے سر کی اگلی طرف سے پچھلی طرف کو گردن تک کھینچے۔ اور پھر ان دونوں کو وہاں تک لوٹائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا اور دونوں انگوٹھے کان کے سوراخ میں رہیں۔ پس ان دونوں انگوٹھوں سے کان کے دونوں کناروں اور سوراخوں کا مسح کرے اس کے بعد دونوں پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک دھوئے اور دونوں ٹخنے ان دو برآمدگیوں سے مراد ہے جو پاؤں کے جوڑ میں ہیں۔ یہ تمام چیزیں جو مذکور ہوئی ہیں ایک دفعہ کرنی فرض ہیں اور نواں فرض ان بیان کئے گئے اعضاؤں کے دھونے میں ترتیب کا نگاہ رکھنا ہے جیسا کہ اس ترتیب پر قرآن ناطق ہے خدا بزرگ اور بلند کے قول میں ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الخ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت تم نماز کی طرف اٹھو اس وقت اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک دھوؤ اور دسواں فرض موالات ہے اور وہ پہلے عضو کے بعد جلدی دوسرے کا دھونا ہے یہاں تک کہ پہلا خشک نہ ہو جائے۔

وضو

وضو کی سنتیں بھی دس ہیں۔ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے پہل دونوں ہاتھوں کا دھونا اور مسواک کرنا اور کلی کرنی اور ناک کے سوراخوں میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔ مگر جب روزہ دار ہو اس وقت مبالغہ نہ کرے اور ڈاڑھی کا انگلیوں سے خلال کرنا۔ اس میں دو راویوں کا اختلاف ہے اور دونوں آنکھوں کے اندر کی طرف کا دھونا۔ اور دائیں طرف سے شروع کرنا اور دونوں کانوں کے مسح کے واسطے تازہ پانی کا لینا اور گردن کا مسح کرنا اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا اور وضو کے اعضاؤں کا دوسری اور تیسری دفعہ دھونا۔

تیمم

یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مارے اور اس میں ایسی گرد ہو کہ وہ ہاتھوں کو چمٹ جائے اور اس وقت اس تیمم سے نماز فرض کے مباح ہونے کی نیت کرے اور تسمیہ پڑھے اور مٹی پر ایک ہی دفعہ ہاتھ مارے۔ اور ہاتھ مارتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں کو درمیان سے کھلا رکھے اس کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کے اندر کی طرف سے اپنے منہ کا مسح کرے اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت کا مسح ان کے باطن سے کرے اور بڑی طہارت جو غسل ہے اگر خدا نے چاہا تو اس کو ہم آداب خلا کے باب میں ذکر کریں گے۔

ستر عورت

یہ ہے کہ کپڑا پاک ہو۔ اس سے اپنی برہنگی اور دونوں کندھوں کو ڈھانپ لے۔ اور یہ کپڑا ریشم کے سوا چاہے کسی قسم کا ہو۔ کیونکہ ابریشمی کپڑے کے ساتھ نماز نہیں ہوتی۔ اگرچہ پاک ہی ہو۔ اور اسی طرح اس کپڑے میں بھی نماز پڑھنی جائز نہیں جو کسی سے چھین لیا ہو۔

نماز

پڑھنے کی جگہ کا یہ حکم ہے کہ سب پلیدیوں سے پاک ہو۔ اور اگر اس پر پلیدی پڑ گئی ہو اور آفتاب کی گرمی اور ہوا نے اس کو خشک کر دیا ہو تو اس جگہ پر پاک فرش بچھادے اور پھر اس پر نماز ادا کرے تو دو روایتوں میں سے ایک کے موافق اس کی نماز درست ہے اور اسی طرح ایک ضعیف روایت ہے مغصوب جگہ یعنی غصب کی گئی زمین پر بھی نماز جائز ہے۔

قبلہ

قبلہ کی طرف منہ کرنا یہ ہے کہ اگر مکہ میں ہو یا اس جگہ میں جو مکہ کے نزدیک ہے تو عین کعبہ کی طرف ہی متوجہ ہو اور اگر مکہ سے دور ہو تو پھر کعبہ کی طرف ہی متوجہ ہو اور یہ طرف شواہد اور ان وسیلوں میں اپنی کوشش اور طاقت خرچ کرنے سے اختیار کرے جو ستاروں اور آفتاب اور ہوا کے رخ سے ظاہر ہو۔

نیت

اس کی جگہ دل ہے اور نیت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو چیز اس پر فرض کی ہے اس کے ادا کرنے کا یقین کرے اور وہ چیز نماز معین ہے اور امر حق کا بجالانا جو واجب ہے اور اس کا ادا کرنا ریا کاری اور لوگوں کے منانے اور جتلانے کے سوا ہو پس اپنے دل کو حاضر کرے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں آیا ہے اِنَّہٗ قَالَ لِعَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا لَیْسَ لَكِ مِنْ صَلٰوتِكِ اِلَّا مَا حَضَرَ فِیْہِ قَلْبُكِ تحقیق فرمایا ہے پیغمبر ﷺ نے عائشہؓ کو تیری نماز نہیں ہے مگر وہ کہ جس میں تیرا دل حاضر ہو۔

وقت میں آنا یہ ہے کہ آسمان صاف ہو تو یقین سے معلوم کرلے کہ وقت ہو گیا ہے اور اگر ابر ہو اور ہوا کی شورش کے مواقع ہوں تو غلبہ گمان سے پہچان لے اور جب جان لے تو پھر اذان کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خدا تعالیٰ بزرگ ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہیں نماز پر آؤ رستگاری پر آؤ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کے بعد اقامت کہے اور وہ اس طرح پڑھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ سب سے بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نماز پر آؤ۔ رستگاری پر آؤ یہ تحقیق ہے کہ نماز قائم ہو گئی ہے یعنی کھڑی ہو گئی ہے اللہ بزرگ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔

فصل

جب یہ شرطیں پوری ہو جائیں تو اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو اور اس کلمہ تکبیر کے سوا دوسرا کوئی تعظیم کا لفظ نہ کہے اور نماز کے رکن ہیں۔ واجب ہیں سنتیں ہیں اور ہیئتیں ہیں۔ نماز کے رکن پندرہ ہیں۔ کھڑا ہونا۔ تکبیر تحریمہ پڑھنا۔ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا۔ رکوع کرنا۔ رکوع میں آرام کرنا۔ رکوع سے سیدھا ہونا اور اس میں آرام کرنا اور سجدہ کرنا اور سجدہ میں آرام کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور پھر اس بیٹھنے میں آرام کرنا اور آخری تشہد اور پھر اس تشہد میں بیٹھنا اور پیغمبر علیہ السلام پر درود بھیجنا اور سلام کہنا۔

نماز کے واجب نو ہیں۔ تکبیر کہنی جو تکبیر تحریمہ کے سوا ہے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا رکوع سے سر

اٹھانے کے وقت اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہنا ایک بار۔ اور سجدہ میں ایک دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہنا۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں ایک دفعہ یہ کہنا رَبِّ اغْفِرْلِيْ اور پہلا التحیات اور پہلے تشہد کے واسطے بیٹھنا اور سلام میں نماز سے باہر آنے کی نیت کرنا۔

نماز کی سنتیں۔ یہ چودہ ہیں۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ آخر تک پڑھنا۔ اَعُوْذُ آخر تک پڑھنا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہنا اور آمین کہنا اور سورتوں میں سے ایک سورۃ کا پڑھنا اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد اَلسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہنا۔ اور رکوع اور سجود میں اور جلسہ میں رَبِّ اغْفِرْلِيْ کہنے میں جو چیز ایک تسبیح سے زیادہ ہو پڑھنا اور دو روایتوں میں سے ایک کے موافق ناک پر سجدہ کرنا۔ اور دو سجدوں کے ادا کرنے کے بعد راحت کے واسطے بیٹھنا اور چار چیزوں سے پناہ مانگنی۔ یہ کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ میں خدا کے ہاں پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے قبر کے عذاب سے مسیح دجال کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنہ سے اور آخری تشہد بیٹھنے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد اس دعا کا پڑھنا جو حدیثوں میں مذکور ہے اور وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا اور دوسری طرف میں سلام کہنا یہ ضعیف روایت ہے۔

نماز کی ہیئتیں یعنی شکلیں پچیس ہیں نماز شروع کرنے کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے اور رکوع کرنے کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ اور یہ اس طرح اٹھائے جاتے ہیں کہ دونوں ہتھیلیاں نمازی کے دونوں کندھوں کے برابر ہوں اور دونوں انگوٹھے کانوں کے نرمہ کے نزدیک اور انگلیوں کے سرے دونوں کانوں کے اطراف کے نزدیک اور اٹھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو سیدھا چھوڑ دینا۔ اور بائیں ہاتھ کا دائیں پر ناف کے اوپر رکھنا۔ اور سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرنا اور قرات کو اونچی پڑھنا اور آمین اونچی کہنا۔ اور قرات اور آمین کا آہستہ کہنا۔ اور رکوع میں دونوں ہاتھوں کا دونوں گھٹنوں پر رکھنا۔ اور پیٹھ کا دراز یعنی سیدھا کرنا اور سجدہ میں اپنے دونوں پہلوؤں سے اپنے دونوں بازوؤں کو دور رکھنا۔ اور سجدہ کرتے ہوئے پہلے گھٹنے زمین پر رکھنے اور اس کے بعد ہاتھ اور سجدہ میں دونوں رانوں کا پیٹ سے اور پنڈلیوں سے دور رکھنا اور سجدہ میں دونوں گھٹنوں میں فرق رکھنا اور سجدہ میں دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر رکھنے اور سجدہ کے درمیان بیٹھنے کے وقت دونوں پاؤں کو بچھا دینا اور پہلے تشہد میں دونوں پاؤں بچھا دینا۔ اور دوسرے تشہد میں چوتڑوں پر بیٹھنا۔ اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھنا۔ اس حال میں کہ اس ہاتھ کو قبض کیا ہوا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنے والا ہو اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ کرنے والا ہو۔ اور بائیں ہاتھ کا بائیں ران پر رکھنا اس حالت میں کہ وہ کھلا ہو۔ پس ان شرطوں میں سے جو ہم نے پہلے ذکر کی ہیں۔ اگر کوئی شرط عذر کے سوا ترک کر دے گا تو اس کی نماز منعقد نہیں ہو گی یعنی بستہ نہیں ہو گی۔ اور اگر جان بوجھ کر یا سہو سے کسی رکن کو چھوڑ دے گا۔ تو اس صورت میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر واجب کو سہو سے ترک کر دے تو اس نقصان کو سجدہ سہو سے پورا کر لے۔ اور اگر جان کر واجب کو چھوڑے گا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر سنت یا نماز کی ہیئت یعنی شکل چھوڑ دے تو اس صورت میں نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ ہی سجدہ سہو لازم آتا ہے۔

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس مال زکوٰۃ والا ہو۔ اور وہ یہ ہے بیس مثقال وزن سونے کا مالک ہو یا دو سو درم چاندی کا یا اسباب تجارت کے ذریعہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک کی قیمت کے برابر رکھتا ہو یا پانچ اونٹ کا مالک ہو یا تیس گائے اس کے ملک میں ہوں یا چالیس بکریاں جو سال بھر جنگل میں چرتی رہیں۔ مگر یہ شخص جس کے پاس یہ مال ہو غلام یا مکاتب نہ ہو ان دونوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ پس جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ سونے اور چاندی سے دسویں حصہ کی چوتھائی دے۔ اس لئے بیس دینار سے آدھا دینار دینا پڑتا ہے کیونکہ بیس دینار کا دسواں حصہ بیس ہے اور بیس کی چوتھائی پانچ اور پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ میں سے ایک بھیڑ دے جو پشم دار اور چھ مہینے کی ہو یا بکری دینی واجب ہے جو عمر میں ایک سال کی ہو اور دس اونٹوں میں سے دو بکریاں دے اور پندرہ اونٹوں کی زکوٰۃ تین بکریاں دینی پڑتی ہیں اور بیس اونٹوں سے چار اور جو چھبیس اونٹوں کا مالک ہو گا اس کو ان میں سے ایک اونٹنی دینی پڑتی ہے جو اپنی عمر کا ایک سال طے کر چکی ہو اور دوسرے میں داخل ہو۔ اور اگر اس پر قدرت نہیں رکھتا تو ایک اونٹ دے۔ جس کی عمر کے دو برس گذر چکے ہوں اور تیسرا شروع ہو۔ اور جس کے پاس چھتیس اونٹ ہوں وہ ان میں سے سال کی ایک اونٹنی نکالے۔ اور چھیالیس اونٹ ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک اونٹ دینا پڑتا ہے۔ جس کی عمر کے تین سال گذر چکے ہوں اور چوتھا سال

شروع ہو-اور اکسٹھ اونٹ ہوں تو ان سے ایک اونٹ دے جو اپنی عمر کے چار برس پورے کر کے پانچویں میں آگیا ہو-اور جس کے پاس چھہتر اونٹ ہوں وہ دو برس کی دو اونٹنیاں دے-اور اکانوے اونٹوں سے لے کر ایک سو بیس اونٹوں تک تین تین برس کے دو اونٹ دینے پڑتے ہیں-پس اس تعداد سے زائد ہوں تو ہر چالیس سے دو برس کی ایک اونٹنی دے اور ہر پچاس پر تین سال کا ایک اونٹ دے اور جو تیس گائے کا مالک ہو وہ ایک سال کی عمر کا ایک بچہ دے چاہے نر ہو اور چاہے مادہ-اور چالیس میں سے دو برس کا ایک بچہ نکالے اور جس کے پاس ساٹھ گائے ہوں-اس کو ایک سال کے دو بچے دینے پڑیں گے اور ستر میں سے ایک بچہ ایک سال کا دیگا اور ایک دو سال کا-اور اسی طرح ہر تیس گائے کی زیادتی پر ایک سال کا ایک بچہ دے-اور ہر چالیس کی زیادتی پر دو سال کا ایک بچہ زکوٰۃ میں دے-اور جس کے پاس چالیس بکریوں میں سے ایک سو بیس تک موجود ہوں وہ ایک بکری نکالے-اور اگر اس تعداد سے زیادہ ہوں تو ایک سے دو سو کی زیادتی تک دو بکریاں دے اور اگر وہ سو سے زیادہ بڑھیں چاہے ایک ہی ہو تو تین سو تک تین بکریاں دینی پڑیں گی-اور جس قدر تین سو سے زیادہ ہوں ان کی زکوٰۃ ہر سینکڑہ میں سے ایک بکری نکال دے جو مال زکوٰۃ اس طرح نکالا جائے-اس کے مستحق آٹھ آدمی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے فقیر لوگ جو اپنی روزی کمانے کی طاقت نہیں رکھتے غریب آدمی جو اچھی طرح اپنی روزی کا سامان میسر نہ آنے سے تنگی اور مصیبت میں بسر کرتے ہوں-اور جو مال زکوٰۃ جمع کرنے پر مقرر ہوتے اور حفاظت کرتے ہیں-اور اس کو وقت کے خلیفہ کے پاس پہنچاتے ہیں-وہ جن کو دین اسلام قبول کرنے کی طرف راغب کیا جاتا ہے یعنی کافروں کا وہ فرقہ جسے یہ امید ہوتی ہے کہ یہ کسی وقت دین اسلام قبول کر لیں گے یا مسلمانوں کو ایذا دینے سے باز آئینگے-غلاموں کے آزاد کرنے میں جن کے حق میں مالک نے یہ وعدہ کیا ہو کہ اگر اس قدر روپیہ ادا کرو گے تو تم کو آزاد کر دیا جائے گا-اور اگر زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید لیا جائے اور اس کو پھر آزاد کر دیں تو یہ درست ہے-

ایک روایت ہے کہ جو قرضدار اپنا قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور غازی لوگ جو جہاد پر ہوتے ہیں اور وقت کے حاکم یا خلیفہ سے ان کی کچھ تنخواہ مقرر نہیں ہوتی چاہے وہ مالدار ہی ہوں-وہ بھی اس مال کے لینے کا حق رکھتے ہیں مسافر لوگ جو سفر میں ہوں اور ان کے پاس خرچ نہیں رہا-ان کو بھی دیا جائے-جو آدمی اپنے شہر سے دوسری جگہ جانے کا ارادہ کرے اس کو یہ ارادہ پورا کرنے کے واسطے زکوٰۃ کا مال دینا واجب نہیں-اور جب کوئی زکوٰۃ دے چکے جو فرض ہے تو پھر اس پر صدقہ نفل کا ادا کرنا مستحب ہے رات دن میں تھوڑا بہت جس قدر ہو سکے دیتا رہے-متبرک مہینوں میں بالخصوص دے جیسے رجب شعبان رمضان کے مہینے میں اور عید اور عاشورہ کے دن میں اور قحط سالی کے دن میں جو آدمی صدقہ نفل دیتا ہے اس کے مال میں برکت آجاتی ہے اور اس کے بال بچے اور اس کی بیویاں امن اور آرام میں رہتی ہیں اور عاقبت میں اس کو بڑا ثواب ملے گا-

صدقہ فطر

جب کسی کے پاس بال بچوں اور بیبیوں کی روزمرہ خوراک سے زیادہ ہو تو وہ اس میں سے صدقہ فطر دے عید کے دن اور اس کی رات اپنے نفس اور اپنی بی بی اور اپنے غلام اور اپنی اولاد اور اپنی ماں اور باپ اور اپنے بھائیوں اور بہنوں اور اپنے چچوں اور چچازادوں ترتیب وار جس قدر کوئی قریب ہو بشرطیکہ ان کا نان ونفقہ اس کے ذمہ ہو اور اندازہ اس کا ایک صاع ہے-جو وزن میں رطل عراقی ہے یعنی ہندوستان میں جو نمبری سیر مروج ہے اس کے اڑھائی سیر کھجوریں ہوں یا منقے یا گیہوں اور جو کا آٹا یا ان کے ستوں اور پنیر کے واسطے بھی ایسا ہی حکم دیا گیا ہے صحیح مذہب سے ثابت ہے پس اگر یہ اقسام غلہ نایاب ہوں تو جو چیز اس شہر کی خوراک ہے اسے دے تو پھر چاول صدقہ میں دے یا چینی یا کنگنی اور اسی قسم کے دیگر اناج سے صدقہ دے-

روزوں کا بیان

مسلمان پر رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے واجب ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں سے جو آدمی ماہ رمضان مین حاضر ہو وہ روزے رکھے پس جب رمضان کا مہینہ آجائے اور خود چاند دیکھ لے یا ایک مرد عادل کی گواہی سے چاند کا نکلنا ثابت ہو جائے یا شعبان کے پورے تیس دن گزر جائیں تو اس وقت جان لینا چاہئے کہ بیشک رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہے چاہے تیسویں تاریخ میں آسمان پر ابر غلیظ ہی ہو یا غبار اٹھا ہوا ہو پس جب رمضان کا مہینہ شروع ہو جائے تو صبح صادق کے ظاہر ہونے سے پہلے یہ نیت کرے کہ میں کل کے دن روزہ رکھوں گا اور اسی طرح رات کو بھی نیت کیا کرے اور ماہ رمضان کے پورا ہونے تک ایسا ہی کرتا رہے اور ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ اگر ایک ہی دفعہ ماہ رمضان کے سارے روزے رکھنے کی نیت کر لے تو یہی کافی ہے-مگر پہلی روایت صحیح ہے اور جب صبح صادق ہو جائے تو

ان باتوں سے دور رہے کھانا پینا۔ جماع کرنا۔ باہر کی طرف سے کوئی چیز بھی کسی راستے سے پیٹ کے اندر داخل نہ ہو اور نہ ہی اپنے بدن سے خون نکالے اور نہ ہی غیر کے بدن سے اور قے کرنے اور ایسی حرکت کرنے سے جس سے انزال ہو جائے پرہیز کرے جو امور اوپر ذکر کئے گئے ہیں یعنی قے اور حرکت اگر ان کے خلاف کرے گا یعنی ان میں سے کسی کا ارتکاب کریگا تو اس صورت میں روزہ باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر ان سے روزہ باطل ہو جائے تو آخر وقت تک کھانے پینے سے پرہیز رکھے اور اس پر قضا کا روزہ رکھنا واجب آتا ہے اور جو آدمی روزہ میں جماع کرے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے مگر وہ صحیح سالم ہو تندرست ہو کوئی ایسا عیب نہ رکھتا ہو جو اس کو خدمت کرنے کے ناقابل کرتا ہو۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے۔ تو پھر دو مہینے پے درپے روزے رکھے اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا ہو تو ساٹھ فقیر بلا کر ان کو کھانا کھلائے اور ہر ایک فقیر کو گیہوں دیوے جو ایک سو تہتر درم اور درم کا تیسرا حصہ ہوں یعنی درم اور خرما یا جو دے جو وزن میں آدھی صاع ہوں اور ان چیزوں کے دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو جن چیزوں کا ذکر صدقہ فطر میں ہوا ہے وہ دے اور اگر ان باتوں میں سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے کسی کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اس صورت میں کفارہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے اور توبہ کرے اور دوسرے سال میں روزے رکھے تو ان میں بڑی احتیاط کرے اور رمضان میں جب روزہ سے ہو اکیلا جوان عورت کے پاس نہ بیٹھے اور نہ ہی اس کے بوسے لے۔ چاہے وہ عورت اس پر حلال ہی ہو یا حرام اور جب زوال کا وقت گذر جائے تو مسواک کرنے سے پرہیز رکھے اور منہ میں مصطگی نہ چبائے اور ایسا بھی نہ کرے کہ منہ میں لعاب جمع کر کے اس کو حلق سے نیچے اتار لے اور نہ ہی کھانے کا نمک چکھے۔ اور ان باتوں سے پرہیز کرے۔ کسی کا گلہ کرنا۔ سخن چینی کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ گالی گلوچ دینا اور اسی طرح کے دوسرے افعال قبیحہ سے دور رہے اور اول وقت میں روزہ افطار کرنا مستحب ہے مگر ابر ہو تو توقف کرے یہ افضل ہے اور اسی طرح اخیر رات توقف کر کے سحری کھانا افضل کہا گیا ہے مگر جو آدمی فجر کے طلوع ہونے کی حالت سے واقفیت نہیں رکھتا وہ تاخیر کر کے نہ کھائے۔ اس کو جلد کھا لینا چاہئے۔ اور کھجور یا پانی سے روزہ کا افطار کرنا بہتر ہے اور حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے روزہ کھولنے کے وقت یہ دعا پڑھی ہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا فَاِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ میں خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں اے اللہ میں نے روزہ تیرے واسطے رکھا ہے اور تیرے رزق سے ہی اس کو کھولا ہے تو پاک ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے اے اللہ تو ہم سے قبول کر۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سننے والا اور جاننے والا تو ہی ہے۔

اعتکاف کا بیان

مسلمان کے واسطے اعتکاف کرنا مستحب ہے اور اعتکاف کرنے کا حکم اس مسجد میں ہے جس میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہو اور اس کے واسطے سب مسجدوں سے افضل مسجد جامع مسجد ہے۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اعتکاف کے دنوں میں جمعہ آجائے اور روزہ رکھنے کے سوا بھی اعتکاف کرنا درست ہے مگر اعتکاف میں روزہ رکھنا بہتر ہے۔ جو شخص اعتکاف کرنے والا ہو اس کی مطلب برآری کے واسطے روزہ اس کا مددگار ہوتا ہے۔ اور نفس امارہ کی خواہشوں کو توڑ دیتا ہے اور جو اعتکاف کرنے والا ہو اس کے مقاصد کے حاصل ہونے میں مدد دینی لائق ہے۔

اعتکاف یہ ہے کہ اپنے دل کو ایک خاص جگہ پر جمالے اور ہمیشہ وہیں اپنے دل کو جمائے رکھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ جن صورتوں پر تم ٹھہرا رہے ہو یہ کیا ہیں اور اعتکاف سنت طریق ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے آخری دس روزوں میں اعتکاف کیا ہے اور پھر آپ وفات پانے تک ہمیشہ اسی طرح اعتکاف کرتے رہے آپ نے صحابہ کرامؓ کو بھی اعتکاف کی طرف رغبت دلائی ہے اور ارشاد کیا ہے کہ اگر کوئی اعتکاف کرنا چاہے تو وہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں کرے اور جب اعتکاف میں ہو اس وقت ایسے کاموں میں مشغول رہے جو خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں نزدیک ہونے کا باعث ہوں جیسے قرآن کا پڑھنا ہے یا سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا۔ اور حق تعالیٰ کے فعلوں اور اس کی صفتوں میں غور اور فکر کرنا۔ اور یاد الٰہی اور بے انتہا ذکر کرنے کے سوا باقی جتنے خلاف کام ہیں ان سے پرہیز رکھے اور اعتکاف کرنے والے کو درس تدریس کے ذریعہ کسی کو دینی علم کا سکھا دینا روا ہے اور قرآن پڑھانا جائز ہے کیونکہ یہ ایک طرح کی عبادت ہے اور دوسرے کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جو عبادت خاص اپنے واسطے کرتا ہے اس سے اس میں زیادہ ثواب ملتا ہے اور اگر ضروری حاجت کے دور کرنے کے واسطے معتکف حجرے سے باہر آئے تو یہ بھی روا ہے اور ضروری حاجتیں یہ ہیں غسل جنابت۔ کھانا۔ پینا۔ بول اور براز اور جب کوئی ایسا خوف لاحق ہو جو اس کی ذات کو ضرر دینے والا ہو جیسے سخت بیماری وغیرہ ہے تو اس وقت بھی حجرہ سے باہر آنا جائز ہے۔

حج کا بیان

جب کسی مسلمان پر حج کی شرطیں پوری ہو جائیں تو اس پر حج اور عمرہ واجب ہو جاتا ہے وہ شرطیں یہ ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آزاد ہو۔ عاقل ہو۔ بالغ ہو۔ حج کے سفر میں جو خرچ درکار ہو وہ موجود ہو۔ سواری رکھتا ہو۔ اگر یہ طاقت بھی ہو کہ اگر سواری پر سوار ہو گا تو اس پر قائم اور تندرست رہ سکے گا۔ اور راستہ میں دشمنوں کا خطرہ نہ ہو۔ اس سے پاک ہو۔ اپنے پس ماندہ اہل و عیال کو بھی اس قدر خرچ دے سکتا ہو۔ کہ وہ واپس آنے تک ان کو کفایت کرے۔ ان کے پورا ہونے کے بعد مسلمان پر حج اور عمرہ ادا کرنا فوراً واجب ہو جاتا ہے اور اگر ان شرطوں کے خلاف کرے اہل و عیال کے حق میں کوتاہی روا رکھے اور قرض دار کا قرض ادا کر کے نہ جائے تو اس صورت میں گناہ گار ہو گا۔ اور ثواب کی بجائے اس پر خداوند تعالیٰ کا غضب نازل ہو گا۔ جیسا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضِيْعَ مَنْ يَّقُوْتُهٗ آدمی کے واسطے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کو وہ روزی دیتا تھا ان کو ضائع کر دے۔ اور اگر حاجی آدمی شرع کے خلاف کوئی بات نہ کرے اور اسی حالت میں حج اور عمرہ سے فراغت پالے تو اس سے یہ فرض ادا ہو جائے گا۔

احرام کا بیان

جب شرعی میقات سے احرام کی جگہ میں پہنچے تو احرام باندھے۔ اگر اہل مشرق سے ہے تو اس کو ذات عرق سے احرام باندھنا چاہیے اور اگر اہل مغرب سے ہے تو جحفہ سے باندھے۔ اور اگر اہل مدینہ سے ہے تو ذی الحلیفہ سے۔ یمنی ہے تو یلملم سے باندھے۔ اہل نجد سے ہے تو قرن سے باندھے۔ احرام باندھنے سے پہلے غسل کرے۔ اپنے بدن کو میل کچیل سے پاک کر کے خوب صاف کرے اور اگر غسل کے واسطے پانی دستیاب نہ ہو۔ تو پھر تیمم کر لے اور ازار بند باندھے اور اوپر سے چادر اوڑھ لے۔ اور یہ دونوں کپڑے سفید اور پاکیزہ ہوں اور خوشبو سے انہیں معطر کرے۔ دو رکعت نماز گزارے اور دل سے احرام باندھنے کی نیت کرے اور اگر متمتع ہے۔ یعنی اپنے شہر کے میقات سے عمرہ میں احرام باندھا ہے۔ تو عمرہ کے لیے تلبیہ پڑھے۔ ایسا کرنا افضل ہے۔ یا صرف حج یا حج اور عمرہ دونوں کے واسطے تلبیہ پڑھے۔ تو یہ بھی فضیلت میں داخل ہے اور احرام سے باہر آنے کے واسطے شرط کر لے۔ پس یہ کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ اَوِ الْحَجَّ اَوْ اِيَّاهُمَا جَمِيْعًا فَيَسِّرْ ذٰلِكَ لِيْ وَ تَقَبَّلْ مِنِّيْ وَ نَحِلُّ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ اے اللہ میں عمرہ یا حج یا دونوں کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔ تو مجھ پر ان کو آسان کر اور ان کا عمل مجھ سے قبول فرما۔ اور میں اس جگہ احرام سے باہر آنا چاہتا ہوں۔ جہاں تو نے مجھ کو بند کیا ہے۔ یعنی جو شرط کی گئی ہے اور تلبیہ پڑھے۔ اور تلبیہ کی صفت یہ ہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ اے اللہ تیری خدمت اور فرماں برداری میں حاضر ہوں۔ بار خدا میں خدمت میں حاضر ہوں۔ حمد اور نعمت تیرے واسطے ہے اور تیرا ہی ملک ہے اور کوئی تیرا شریک نہیں۔" ان کلموں کو جو مذکور ہوئے ہیں۔ بلند آواز سے کہے اور ان جگہوں اور وقتوں میں کہے احرام کے بعد۔ پانچوں وقت کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد دن اور رات کے شروع ہونے کے وقت اور جب ہمراہیوں میں سے کسی سے ملاقات کرے اور جب کسی بلندی پر چڑھے یا اس سے نیچے اترے یا کسی تلبیہ پڑھنے والے کی آواز کو سنے اور عزت والی مسجدوں میں اور عزت والی جگہوں میں اور پیغمبر ﷺ پر درود پڑھے اور جس وقت تلبیہ سے فارغ ہو جائے اس وقت اپنی ذات کے لیے اس چیز کی دعا کرے۔ جس کو وہ چاہتا ہے اور جس سے محبت رکھتا ہے۔

بیان احکام احرام

پس جب احرام باندھے تو اپنے سر کو نہ ڈھانپے اور سیاہ کپڑا اور موزے نہ پہنے۔ اگر ان ممنوع چیزوں میں سے کسی کا مرتکب ہو گا۔ تو اس پر بکری کی قربانی لازم ہو گی۔ مگر جب تہبند اور نعلین نہ ملیں تو ----- سیا ہوا کپڑا اور موزے پہننے جائز ہیں اور اپنے بدن اور کپڑوں کو طرح طرح کی خوشبوئیں نہ لگائے اور اگر جان بوجھ کر ایسا کرے تو اس پر کپڑوں کو دھونا' بکری کو ذبح کرنا واجب ہے۔ اور اپنے ناخن نہ اتروائے اور نہ ہی حجامت کرائے۔ پس اگر تین ناخن تراشے گا یا سر یا بدن کے تین بال مونڈے گا۔ تو اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہو گا۔ پس اگر ان کی تعداد تین سے کم (ایک یا دو) ہو۔ تو اس کو ہر ناخن اور بال کے بدلے ایک مد (وزن میں دس چھٹانک گیہوں ہے۔) طعام دینا لازم آئے گا۔ اور اس حالت میں نہ ہی اپنا نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا۔ لیکن عورت کے پاس آمد و رفت رکھنی روا ہے اور عورت یا لونڈی کے ساتھ اس کی فرج یا غیر فرج میں

جماع نہ کرے ورنہ اس کا حج باطل ہو جائے گا۔ مگر یہ شرط ہے کہ یہ مباشرت عقبہ کے سنگریزہ ڈالنے سے پہلے وقوع میں آئی ہو۔ اور قصداً اپنی منی خارج نہ کرے اور عورت کی طرف بار بار نہ دیکھے۔ اگر دیکھے اور اس سے اس کی منی نکل پڑے تو اس حالت میں اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ اور وہ کفارہ یہ ہے کہ ایک بکری کو ذبح کرے اور کسی اس جانور کو جو کھایا جاتا ہے اور جو چیز کھائے جانے والے جانور سے پیدا ہوتی ہے اور جو جانور نہیں کھایا جاتا شکار نہ کرے اور اس چیز کو نہ کھائے جو اس کے واسطے شکار کی گئی ہو۔ اور نہ ہی وہ شکار کھائے۔ جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہو۔ اس کی جانب رہنمائی کی ہو یا اس کے ذبح کرنے پر اعانت کی ہو۔ جیسے ذبح کرنے کے واسطے شکار کو نگاہ رکھے یا اس کے واسطے عاریتاً چھری دے اور ایسی ہی دوسری چیزیں بھی نہ کھائے پھر اگر ایسا کیا تو اس شخص پر اس شکار کی مانند چوپایہ جانوروں میں سے کفارہ دینا واجب ہے۔ یعنی اگر شتر مرغ شکار کیا تو اس پر اونٹ یا گائے دینی واجب ہے اور اگر گور خر شکار کیا تو اس کے عوض میں گائے دے۔ اور اگر جنگلی گائے یعنی نیل گائے اور اس قسم کے دوسرے جانوروں کا شکار کیا۔ تو کفارہ میں گائے دے اور ہرنی یا لومڑی کے شکار کے عوض بکری دے کفتار کے بدلہ میں مینڈھا اور خرگوش شکار کیا ہے تو اس کے کفارہ میں مادہ بزغالہ دے اور جنگلی چوہے کے عوض بکری کا بچہ چار مہینے کا دے اور اگر سوسمار شکار کرے تو بکری کا بچہ دے بڑے کے عوض بڑا اور چھوٹے کے عوض چھوٹا۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ ساری صفتوں میں اور کبوتر کے شکار کے عوض بکری دے اور اگر عوض میں چوپایہ جانور اس کی مثل نہ ہو تو پھر ان کی قیمت دے دے۔ مگر قیمت دو مسلمان اور عادل گواہوں سے تشخص کرائے۔ اور محرم شخص کو آدمی سے الفت رکھنے والے یعنی پالتو حیوانوں کا ذبح کرنا اور کھانا روا ہے اور ضرر پہنچانے والے جانوروں کا مارنا بھی جائز ہے۔ جیسے سانپ۔ بچھو۔ کاٹنے والا کتا۔ شیر۔ پلنگ۔ بھیڑیا۔ تیندوا۔ چوہا۔ ابلق کوا۔ چیل۔ باز اور اس کی قسمیں جیسے کہ بھڑ۔ مچھر۔ پسو۔ چیچڑی چھپکلی۔ مکھی اور اسی قسم کے جتنے زمین کے اندر گھسنے والے جانور ہیں۔ اور جب چیونٹی ایذا دے تو اس کا مارنا درست ہے اور اسی طرح جوں اور لیکھ کا مارنا بھی ایک روایت میں درست لکھا ہے اور دوسری یہ ہے کہ اپنی طاقت کے موافق صدقہ کرے۔ اور حرم کے جانوروں کو نہ مارے اور اگر مارے گا تو جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے شرع کے موافق اس کا کفارہ دینا لازم آئے گا۔ اور حرم کے درختوں کو نہ تو جڑ ہی سے اکھاڑے اور نہ ہی اوپر سے کاٹے اور اگر کسی کو اکھاڑے گا یا کاٹے گا۔ تو بڑے درخت کے بدلہ میں گائے دینی پڑے گی اور چھوٹے درخت کے عوض بھیڑ اور یہی حکم مدینہ کے جانوروں اور درختوں کی نسبت ہے کہ وہ دونوں محرم آدمی پر حرام ہیں۔ مگر جو شخص مدینہ میں ایسا کرے اس کا تاوان صرف یہ ہے کہ اس کے کپڑے چھین لیں۔ اور یہ کپڑے چھیننے والے پر حلال ہیں۔

وقت کی گنجائش کا میسر آنا

اگر حج کرنے والے کو وقت کی گنجائش ہو یعنی زیادہ وقت حاصل ہو سکے تو وہ عرفہ کے دن سے چند روز پہلے مکہ میں داخل ہو اور اس کے واسطے یہ مستحب ہے کہ پہلے پہل پورا غسل کرے اور مکہ میں داخل ہونے کے وقت بلندی کی طرف سے داخل ہو۔ اور جب مسجد حرام آ جائے تو بنی شیبہ کے دروازے سے داخل ہو اور جس وقت خانہ کعبہ دکھائی دے۔ اس وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور اٹھا کر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ...... الخ.... (ترجمہ اے اللہ! تو ہی ہے جو سب نقصانوں سے پاک ہے اور سب کے لیے سلامتی تجھ سے ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو سلامتی سے زندہ رکھ۔ بار خدایا! اس گھر کی بزرگی اور شرافت اور خوبی اور ہیبت اور نیکی کو زیادہ کر اور جو شخص خانہ کعبہ میں حاضر ہوا اور حج کیا ہے اور تو نے اس کو بزرگی اور عزت دی ہے تو اس کی تعظیم اور بزرگی اور عزت اور ہیبت کو اور بھی زیادہ کر حق تعالیٰ کی ذات اور عزت اور اس کے جلال کی بزرگی کے باعث جیسا کہ چاہئے ویسا۔ بہت حمد اسی کے لائق ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو اپنے گھر میں پہنچایا اور اس کے واسطے مجھ کو لائق جانا ہے۔ ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔ خداوندا تو نے مجھے اپنے گھر کی زیارت کے واسطے بلایا ہے۔ میں زیارت کے واسطے اس گھر میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں۔ خداوندا مجھ سے میرا عمل قبول کر اور میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے حال کی اصلاح کر تیرے سوا کوئی اور سچا معبود نہیں ہے) اس دعا کو جو اوپر مذکور ہوئی ہے بلند آواز سے پڑھے اور پھر آنے کے واسطے طواف کرے اور اپنی چادر سے اضطباع کرے اور اضطباع کی صورت یہ ہے کہ اپنے داہنے کندھے سے چادر الگ کر کے اس کو ننگا کر دے اور اس کو دائیں بغل کے نیچے سے نکالے اور الٹ کر بائیں کندھے پر لے جائے کہ وہ ڈھانپا جائے۔

اس کے بعد حجر اسود کے پاس آئے اور آ کر ہاتھ سے اس کو چھوئے اور چومے اور اگر حجر اسود کو بوسہ نہیں دے سکتا تو ہاتھوں سے مس کر کے پھر ہاتھوں کو ہی چوم لے۔ اور اگر لوگوں کا اجتماع بہت ہو اور لوگوں کی کثرت کے باعث وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ تو اس صورت میں دور سے ہی حجر اسود کی جانب اشارہ کرے اور یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَھْدِكَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ

نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ بزرگ ہے۔ خداوندا میں تجھ پر ایمان لایا ہوں اور تیری کتاب کی دل سے تصدیق کی ہے اور تیرے عہد پر وفا کیا ہے اور تیرے پیغمبر کے طریق کی پیروی کی ہے جو محمد ﷺ ہیں۔ اور جب طواف شروع کرے تو اپنی داہنی طرف سے کرے یہاں تک کہ گرد پھرے اور بیت اللہ کے دروازے کی طرف لوٹے اور پھر اس پتھر کی جانب جائے جس کے اوپر خانہ کعبہ کا پرنالہ رکھا ہوا ہے اور اس کی طرف جاتے ہوئے جلدی جلدی جائے اور وہ تیزی سے دوڑنا ہے باوجود نزدیک ہونے قدموں کے جب رکن یمانی کے پاس پہنچے۔ تو ہاتھ سے اس کو چھولے اور بوسہ نہ دے۔ پس جب حجر اسود کے پاس پہنچے تو شمار کرلے کہ اب ایک طواف پورا ہو گیا۔ اور اسی طرح دوسری اور تیسری دفعہ طواف کرے اور طواف سب میں یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَغْفُوْرًا خداوندا اس حج کو قبول کر اور اس کی کوشش کے عوض میں مجھ کو اس کی جزا دی جائے اور میرے گناہ بخش دے اس کے بعد آہستہ آہستہ چلے اور اسی رفتار سے باقی چار طواف پورے کرے اور یہ طواف کرتا ہوا اس دعاء کو پڑھے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمُ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے خدا۔ اے ہمارے پروردگار دنیا اور آخرت میں ہم کو نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو نگاہ رکھ۔ اور دنیا اور آخرت کی نیکی سے جو چاہے وہ مانگے۔ اور جو طواف قدوم کی نیت کرے وہ شرعی پلیدی یعنی دنیا کی نجاست سے پاک ہو اور ستر عورت کو ڈھانپے رکھے۔ پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے خانہ کعبہ کا طواف کرنا نماز ہے۔ مگر نماز میں گفتگو منع ہے اور اس طواف میں خداوند تعالیٰ نے بات کرنی مباح کردی ہے۔

جب طواف قدوم سے فراغت پالے تو پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مقام کے پیچھے دو رکعت نماز گزارے جن کی قرات مختصر ہو فاتحہ پڑھنے کے بعد پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو ہاتھ سے چھوئے۔ پھر اس دروازہ سے جو صفا کی جانب ہے کوہ صفا کی طرف آئے اور اس پر چڑھ جائے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آجائے اور جب خانہ کعبہ نظر آجائے تو اس وقت پہلے تین دفعہ تکبیر کہے اور پھر یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدٰنَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ تعریف اور ثناء حق تعالیٰ کے واسطے ہے کیونکہ اس نے ہم کو ہدایت اور راستی کی طرف راہ دکھلائی ہے۔ کوئی برحق معبود نہیں ہے مگر سوا اللہ کے۔ اس کی ذات اور اس کی صفتوں میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنے وعدہ کو سچا کیا ہے اور اپنے بندے کو مدد دی ہے۔ اور کافروں کو شکست دی ہے وہ تنہا ہے اور اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے جب ہم اس کے واسطے دین کو خاص کرنے والے ہیں۔ اس حال میں ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اگرچہ کافروں کو اس دین سے کراہت ہے۔ اس کے بعد کوہ صفا سے نیچے اتر آئے اور تلبیہ پڑھے اور دوسری اور تیسری دفعہ دعا مانگے اور اس سے سبز میل تک جو مسجد سے چھ ہاتھ کی دوری پر نصب کیا ہوا ہے پیادہ چلے اور جب میل سبز کی طرف جانے لگے تو جلدی سے جائے اور جس وقت وہاں پہنچ جائے پھر اپنی رفتار کو آہستہ کردے اور ایسی آہستہ رفتار سے کوہ مروہ تک جائے اور جا کر اس کے اوپر چڑھ جائے اور اس جگہ بھی وہی عمل کرے جو کوہ صفا پر کیا تھا اس کے بعد کوہ مروہ سے اتر آئے اور اترنے کے بعد آہستہ چلنے کی جگہ میں آہستہ چلے اور جو دوڑ کی جگہ ہے وہاں دوڑے یہاں تک کہ پھر کوہ صفا کے پاس پہنچ جائے اور اسی طرح جیسا کہ بیان ہوا ہے سات دفعہ آئے اور جائے اور یہ شمار صفا سے شروع کرکے مروہ پر تمام کرے اور حدث اور دوسری ناپاکی سے پاک ہو جیسا کہ خانہ کعبہ کے طواف میں ذکر کیا گیا ہے جب ان بیان کیے گئے کاموں سے فارغ ہو جائے تو اپنا سر منڈوائے اور اگر متمتع ہو تو سر کے بال کٹائے بشرطیکہ ہدی ہمراہ نہ لے گیا ہو اور وہ کام کرے جو آدمی کرتا ہے۔ احرام نہ رکھے اور جب ترویہ کا دن آجائے۔ جو ذی الحجہ کے مہینے کا آٹھواں دن ہے اس روز مکہ سے حج کے واسطے احرام باندھے اور منیٰ میں آئے اور ان نمازوں کو اسی جگہ ادا کرے۔ ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور اسی جگہ ہی رات بسر کرے اور وہیں اگلے روز فجر کی نماز ادا کرے۔ دوسرے دن جب آفتاب نکل آئے وہاں سے اور آدمیوں کے ساتھ چل کر اس جگہ آئے جہاں عرفہ کے دن لوگ آکر کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ یہاں کھڑا ہو اور جب زوال کے وقت امام خطبہ پڑھے اور جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس کو بیان کرے تو اس کو نزدیک ہو کر سنے۔ وہ بیان کرنے والے امور یہ ہیں۔ کھڑے ہونے کی ہیئت' کھڑے ہونے کی جگہ' عرفات سے روانگی کا وقت۔ مزدلفہ میں نماز کا ادا کرنا' مزدلفہ میں رات کا بسر کرنا اور اس کے سوا وہاں کنکروں کا ڈالنا' قربانی کرنا' سر منڈانا' خانہ کعبہ کا طواف کرنا' جب امام ان امور کو بیان کرے تو جہاں تک ہو سکے نزدیک ہو کر پوری توجہ سے سنے۔ اس کے بعد امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کرے اور دونوں کو ہر نماز کی اقامت سے ایک وقت میں جمع کرے۔ پھر کوہ رحمت اور صخرات کی طرف امام کے

نزدیک جائے یہاں تک کہ قبلہ کے روبرو ہو اور جب اس جگہ پہنچے تو یہاں کھڑا ہو جائے اور دعا مانگے اور جہاں تک کر سکے خداوند تعالیٰ کی تعریف کرے اور اس وقت میں اکثر اس دعا کو پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کے واسطے ہے اور اسی کے واسطے حمد ہے۔ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور زندہ وہی ہے جو کبھی نہیں مرے گا۔ اور اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر اور توانا ہے۔ اے اللہ میرے دل میں نور بڑھا اور میری آنکھ کو منور کر اور میرے کانوں میں نور زیادہ کر اور میرے کام کو میرے واسطے آسان کر۔ اگر دن میں امام کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکا اور اگلے دن فجر کے طلوع ہونے سے پہلے اس نے وقوف پایا جب کہ امام کھڑا ہونے کی جگہ سے قربانی کی رات واپس آیا ہے تو اس صورت میں وقوف اس نے پالیا اور اگر اس وقت میں بھی اس جگہ نہیں پہنچ سکا۔ تو پھر اس سے حج فوت ہو گیا اور جب مزدلفہ کے راستے میں امام کے ہمراہ ہو تو آرام اور احتیاط کے ساتھ جائے اور جب مزدلفہ میں پہنچ جائے تو امام کے پیچھے کھڑا ہو کر مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرے اور اگر امام کے ساتھ نماز ادا نہیں کر سکا فوت ہو گئی ہے تو پھر اکیلا ادا کرے اور اسی جگہ اپنا اسباب رکھ دے اور وہیں رات گزارے اور سنگریزے جس جگہ سے آسانی کے ساتھ مل سکیں وہاں سے لے اور ان کی تعداد ستر ہے یعنی ستر سنگریزے لے اور وہ چنے سے بڑے ہوں اور فندق سے چھوٹے ہوں اور سنگریزوں کو دھو ڈالے یہ مستحب ہے اور جب صبح ہو تو فجر کی نماز پڑھے اور اس میں کوشش کرے کہ تاریکی میں ہی نماز ادا ہو جائے۔ پھر مشعر حرام میں آئے اور وہاں اس کے پاس کھڑا ہو اور کثرت سے حمد و ثناء کہے اور تہلیل اور تکبیر اور دعا پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ اپنی دعا میں یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ كَمَا اَوْقَفْتَنَا فِيْهِ وَرَاَيْتَنَا اِيَّاهُ فَوَفِّقْنَا لِذِكْرِكَ كَمَا هَدَيْتَنَا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِكَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اے اللہ تو نے اس جگہ ہم کو کھڑا کیا ہے اور تو نے ہی یہ جگہ ہم کو دکھلائی ہے پس جس طرح تو نے ہم کو سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ اسی طرح ہم کو اپنے ذکر کی توفیق دے اور رحم فرما۔ جیسا کہ تو نے ہم سے اپنے فرمان کے موافق وعدہ کیا ہے اور تیرا فرمان اور وعدہ سچا ہے پھر یہ آیت پڑھے فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ تا غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تک پس جس وقت دن روشن ہو اس وقت منیٰ کی طرف جائے اور وادی محسر کو جلدی جلدی طے کرے اور منیٰ کی وادی میں پہنچ جائے۔ تو عقبہ کے سات سنگ ریزے ڈالنے کے وقت ہر ایک کے بعد تکبیر کہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک اٹھائے رکھے کہ بغل کی سفیدی دکھائی دے۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح سنگریزے ڈالے ہیں اور جب سنگریزے پھینکنے لگے تو ان سے پہلے تلبیہ نہ کہے اور جمرہ اور عقبہ دونوں جگہوں میں جب سنگریزے ڈالے تو وہ آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد اور زوال سے پہلے ڈالنے چاہئیں۔ اور تشریق کے دنوں میں زوال کے بعد پھینکے اور جب سنگریزے پھینکنے سے فارغ ہو جائے تو پھر قربانی کرے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ قربانی اس کے ہمراہ ہو اور اپنے تمام سر کو منڈوائے یا سر کے بالوں کو کتروائے۔ اور اگر عورت ہے تو پوروں کے برابر کتروائے اس کے بعد مکہ کی طرف جائے اور غسل اور وضو کر کے زیارت کا طواف کرے اور اس طواف کی نیت بھی کرے اور ابراہیم علیہ السلام کے مقام کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے۔ مگر مرضی ہو تو دوڑے۔ کیونکہ یہ کام پہلے طواف قدوم میں کر چکا ہے۔ پس جب یہ کام کر چکے گا تو جو چیزیں احرام باندھنے کے بعد اس کو منع تھیں وہ سب اس کے بعد اس پر حلال ہو گئیں اور جس طرح احرام سے پہلے کام کرنے کا مجاز تھا اسی طرح پھر ہو گیا۔ اس کے بعد چاہ زمزم پر آئے اور اس میں سے پانی پیئے اور جب پانی پینے لگے۔ تو اس وقت یہ کہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّرِيًّا وَّشِبَعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ وَّاغْسِلْ بِهٖ قَلْبِيْ وَامْلَاْهُ مِنْ خَشْيَتِكَ (میں خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ اس پانی کو میرے واسطے فائدہ دینے والا علم بنا اور فراخ روزی سیرابی اور سیری کر۔ اور ہر ایک بیماری سے اس کے سبب تندرستی دے اور اس سے میرے دل کو دھو ڈال اور میرے دل کو اپنے خوف سے بھر دے۔ اس کے بعد منیٰ کو واپس آجائے اور یہاں آکر تین راتیں رہیں اور تین تشریق دنوں میں تینوں جمروں پر سنگریزے ڈالے اور ان کا طریق بھی وہی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اور ہر روز اکیس اکیس سنگریزے پھینکے۔

پہلے جمرہ سے شروع کرے۔ اور جتنے جمرہ ہیں ان سب کی نسبت سے مکہ سے یہ زیادہ دوری پر ہے اور مسجد خیف کے پاس ہے' اس جمرہ کو اپنے بائیں بازو کی جانب پر رکھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے سنگریزے پھینکے۔ اور پھینکنے کی جگہ سے آگے گزر جائے۔ تاکہ دوسرے آدمیوں کے سنگریزے اس کو صدمہ نہ پہنچائیں۔ اور آگے بڑھ کر کھڑا ہو جائے اور وہاں خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں اتنی دیر تک کھڑا ہو کر دعا پڑھے۔ جتنے میں

سورہ بقر پڑھی جاتی ہے۔اس کے بعد درمیانی جمرہ کو داہنی طرف کر کے اس پر سنگریزے ڈالے اور جس طرح پہلے جمرہ پر دعا پڑھی تھی اسی طرح یہاں بھی قبلہ کی جانب منہ کر کے دعا پڑھے اس کے بعد جمرہ عقبہ پر جو آخری ہے۔داہنے طرف کر کے سنگریزے پھینکے اور قبلہ کی جانب منہ کیے ہوئے وادی عقبہ کی طرف آئے اور اس جگہ کھڑا نہ ہو اور پھر دوسرے تیسرے دن بھی ایسا ہی کرے۔جیسا کہ پہلے دن کیا ہے اور اگر جلد فارغ ہونا چاہے اور تیسرے دن سنگریزے نہ پھینکے تو جس قدر اس کے پاس باقی ہوں ان کو زمین میں دفن کر دے اور اس کے بعد اس جگہ سے مکہ کی جانب روانہ ہو اور وادی ابطح میں پہنچ کر۔ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی نماز گزارے اور تھوڑی دیر سو کر مکہ میں آئے اور مکہ میں یا دوسری جگہ اسی طرح ٹھہرے جیسا کہ زاہر اور ابطح میں ٹھہرا ہے اور جب خانہ کعبہ میں داخل ہو تو پاؤں سے ننگا ہو کر داخل ہو اور پھر کعبہ کے اندر نماز نفل ادا کرے اور آسودہ ہو کر آب زمزم پیئے اور اس سے خوب سیر ہو لے اور پانی پینے کے وقت علم اور خداوند تعالیٰ کی بخشش اور اس کی رضا اور دوسری چیز کی جس کو دوست رکھتا ہے نیت کرے۔کیونکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ آب زمزم اس چیز کے واسطے ہے۔جس کی نیت پر پیا گیا ہے اور خانہ کعبہ کی طرف اپنی توجہ اور نظر بہت رکھے۔ایک روایت میں وارد ہے۔کہ خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنی عبادت ہے اور جب تک خانہ کعبہ کو وداع نہ کر لے اس سے باہر نہ آئے اور وداع کرنے کے واسطے سات دفعہ طواف کرے اور رکن یمانی اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیان کھڑا ہو جائے اور کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ هٰذَا بَيْتُكَ الخ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اے اللہ یہ تیرا ہی گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری لونڈی کا لڑکا ہوں۔جس چیز پر تو نے مجھ کو قابو اور قدرت دی۔اس پر تو نے مجھ کو سوار کرایا۔اور اپنے شہروں کے بیچ تو نے مجھے سیر کرائی یہاں تک کہ اپنی نعمت کے اوپر پہنچا دیا اور جو عبادت میرے اوپر فرض تھی اس کے ادا کرنے پر تو نے میری مدد کی۔اگر تو مجھ پر راضی ہوا ہے تو اور بھی اپنی رضامندی میرے اوپر احسان ہی کر دے اور اگر کسی کوتاہی کے سبب راضی نہیں ہوا تو اس سے پہلے کہ میں تیرے گھر سے الگ ہوں اپنی رضامندی سے مجھ پر احسان ہی کر دے۔یہ میری رخصت کا وقت ہے۔اگر تو مجھے اس حالت میں اجازت دے۔

کہ تیرے سوا کسی دوسرے معبود کو اختیار نہ کروں اور نہ ہی تیرے گھر کے سوا کسی دوسرے گھر کی خواہش رکھوں اور نہ ہی تجھ سے اور تیری درگاہ سے اور طرف منہ پھیروں۔خداوندا مجھے تندرستی اور جسم کی صحت عطا فرما اور میرے دین میں پارسائی زیادہ کر اور میری بازگشت کو نیک کر اور جب تک میں زندہ ہوں مجھ کو اپنی فرمانبرداری عطا فرما اور دونوں جہان کی نیکی مجھ میں جمع کر دے تو ہر ایک چیز پر قدرت رکھتا ہے اور قادر ہے اور جب اس مضمون کی دعا مانگ چکے۔تو اس کے بعد اگر دنیا اور آخرت کی نیکی کی اور بھی زیادہ دعا مانگے تو بہتر ہے اور یہ سب کچھ کر چکے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اس کے بعد مکہ میں نہ ٹھہرے اور اگر ٹھہرے تو ایک بکری ذبح کرے۔

وقت کی تنگی کا بیان

اگر وقت کی گنجائش نہیں تنگ ہے اور یہ خوف ہے کہ عرفات میں وقوف ہاتھ سے جاتا رہے گا تو اس صورت میں اگر احرام میقات سے باندھے تو عرفات سے شروع کرے اور اس جگہ کھڑا ہو اور جب آفتاب غروب ہو جائے تو اس کے بعد اس جگہ سے روانہ ہو اور جب مزدلفہ میں رات بسر کرے تو وہاں اس پر عمل کرے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے اور پھر منیٰ میں سنگریزے ڈالے اور اس کے بعد مکہ میں آئے اور آ کر دو طواف کرے۔پہلے طواف میں تو قدوم کی نیت کرے اور دوسرے میں زیارت کی اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے اور جب یہ عمل کر چکے گا۔تو پھر ہر ایک چیز اس پر حلال ہو جائے گی۔اس کے بعد سنگریزے پھینکنے کے واسطے منیٰ کی طرف لوٹ آئے اور تین دن میں اسی طرح کرے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

عمرہ کا بیان

عمرہ یہ ہے کہ پہلے عمرہ کے واسطے غسل کرے اور خوشبو لگائے پھر شرعی میقات سے احرام باندھے اور اس میں ایسا ہی کرے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے اور اس کے بعد سر کے بال کٹوائے یا منڈوائے اور جب یہ کر چکے تو عمرہ سے باہر آ جائے اگر اس کے ہمراہ ہدی نہ ہو اور اگر مکہ میں ہو تو یہاں سے عمرہ کے واسطے تنعیم میں جائے۔جو ایک جگہ کا نام ہے اور اس جگہ سے احرام باندھے اور آگے ویسا ہی عمل کرے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔

حج میں جماع کرنے کا بیان

اگر حج میں عورت کے ساتھ جماع کرے یا کسی دوسرے طریق میں کوئی بات کر ڈالے جس سے انزال ہو جائے تو اس صورت میں حج باطل ہو جاتا ہے۔حج کے ارکان چار ہیں۔احرام باندھنا' عرفات میں کھڑا ہونا۔طواف زیارت' صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا اور شیخ کی ایک روایت میں ہے۔کہ حج کے دو ارکان ہیں۔عرفات میں ٹھہرنا اور کعبہ کا طواف کرنا۔لیکن پہلا قول صحیح ہے۔اگر ان بیان کیے گئے چاروں رکنوں میں سے کوئی رہ جائے گا۔تو اس کا حج ناقص ہو گا۔اور اس شخص پر واجب ہو جاتا ہے۔کہ اسی سال یا دوسرے سال دوبارہ حج کرے احرام باندھ کر۔اگر ان ارکان میں سے کوئی ادا نہ ہو تو ذبیحہ اس کا معاوضہ کافی نہیں اور حج کے واجبات پانچ ہیں۔آدھی رات سے زیادہ مزدلفہ میں رہنا' ایک رات منیٰ میں بسر کرنا۔سنگریزے پھینکنے۔سر منڈانا۔طواف وداع۔اگر ان واجبوں میں سے کوئی چھوٹ جائے تو اس کا عوض ذبیحہ ہے۔یعنی بکری ذبح کرے۔اس سے نقصان کا ویسا ہی عوض ہو جاتا ہے جیسا کہ واجبات نماز میں کسی واجب کے ترک ہو جانے پر سجدہ سہو بجا لانے سے اس کا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور حج کی سنتیں پندرہ ہیں۔احرام کے واسطے غسل کرنا۔مکہ میں آنے کے واسطے غسل کرنا۔عرفات میں کھڑا ہونے کے واسطے غسل کرنا۔مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے واسطے غسل کرنا۔یہ سب ایک سنت کے شمار میں ہیں۔دوسری طواف قدوم ہے۔تیسری صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا' چوتھی بغل کے نیچے سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔پانچویں طواف کے وقت سعی کرنا' چھٹی حجر اسود کو بوسہ دینا' ساتویں دونوں رکنوں کو مس کرنا' آٹھویں صفا اور مروہ پر چڑھنا' ناویں منیٰ میں تین راتوں کا بسر کرنا' دسویں تینوں جمروں کے پاس سنگریزے ڈالنے کے وقت کھڑے ہونا' گیارہویں مشعر حرام کے اوپر کھڑا ہونا' بارہویں خطبہ اور خدا کے ذکر کا سننا' تیرھویں یہ ہے کہ جن مقاموں پر سعی کرنے کا حکم ہے وہاں سخت کوشش کرے۔چودھویں یہ ہے کہ چلنے کے مقاموں میں چلے۔پندرھویں طواف کی دو رکعتوں کا پڑھنا۔پس اگر یہ سنتیں یا ان سنتوں میں سے کوئی سنت ترک ہو جائے تو یہ ایک افضل کا ترک ہے اور اس کا عوض واجب نہیں ہوتا۔

عمرہ کے ارکان

عمرہ کے رکن تین ہیں۔احرام باندھنا۔خانہ کعبہ کا طواف کرنا' صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور عمرہ کا واجب صرف سر منڈوانا ہے اور عمرہ کی سنتیں یہ ہیں۔احرام کے وقت غسل کرنا' طواف میں ان دعاؤں اور ذکروں کا پڑھنا جو مشروع ہیں اور سعی کرنا اور اگر کوئی سنت ترک ہو جائے تو اس کا حکم وہی ہے جو حج میں ترک سنت کا حکم بیان ہوا ہے۔

مدینہ میں داخل ہونے کا بیان

جب خداوند کریم انسان کو تندرستی عطا کرے اور وہ خیریت کے ساتھ مدینہ پہنچ جائے تو یہ امر مستحب ہے کہ نبی ﷺ کی مسجد میں آئے اور اس میں داخل ہونے کے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَكُفَّ عَنِّيْ عَذَابَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اے اللہ ہمارے سردار پر درود بھیج کہ ان کا پاک نام محمد ہے اور ہمارے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بزرگ آل پر درود پہنچا۔اور میرے واسطے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے عذاب کے دروازے میرے اوپر بند کر دے تمام تعریف تیرے واسطے ہی ہے کہ تو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔اس کے بعد رسول ﷺ کی قبر کے پاس آ جائے اور منبر کے نزدیک ہو کر اس طرح کھڑا ہو کہ وہ بائیں طرف پر ہو اور منہ قبر کی طرف کرے اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہو اور پھر یہ دعا پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ الخ یعنی وَاجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِ شَفَاعَتِهٖ تک (ترجمہ) اے پیغمبر خدا تیرے اوپر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر اور ان کی اولاد پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا ہے۔تعریف کیا گیا اور بزرگ تو ہی ہے۔اے اللہ تو ہمارے بزرگ اور ہمارے سردار کو جو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں ہمارے واسطے وسیلہ بنا اور دنیا اور آخرت میں محمد ﷺ کو بزرگی اور بلند درجہ عطا فرما اور ان کو مقام محمود نصیب کر۔جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔خداوندا روحوں میں تو محمد ﷺ کی روح پر درود بھیج اور جسموں میں سے ان کے جسم پر درود بھیج جیسا کہ انہوں نے تیرے پیغاموں کو پہنچایا ہے اور تیری آیتوں کو بیان کیا ہے اور تیرے حکم کے موافق باطل سے حق کو جدا کیا ہے اور تیرے راستے میں جہاد کیا ہے اور لوگوں کو تیری طاعت کرنے کے لئے امر کیا ہے اور گناہوں سے ان کو منع کیا ہے۔تیرے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی ہے اور تیرے

دوستوں کے ساتھ دوستی اور وفات پانے تک تیری عبادت کی ہے۔ خداوندا تحقیق تونے اپنی کتاب میں اپنے پیغمبر کو فرمایا ہے کہ اگر لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم بھی کیا ہے اور پھر وہ تیرے پاس آجائیں۔ اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے واسطے بخشش کی درخواست کرے تو خداوند تعالیٰ کو بخشنے والا اور مہربان پائیں گے۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ میں تیرے پیغمبر کے پاس اپنے گناہوں سے لوٹ کر واپس آیا ہوں اور تیری بخشش کا طلب گار ہوں پس میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے واسطے اپنی بخشش ایسی ہی واجب کر جیسی کہ تونے اس شخص کے واسطے واجب کی ہے جو حیاتی میں پیغمبر کے پاس آیا تھا۔ اور اپنے گناہ لیے ہوئے اس کے پاس کھڑا ہوا اور پیغمبر ﷺ نے اس کے واسطے دعا کی اور تونے اس کو بخش دیا۔ اے اللہ میں تیرے پیغمبر کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس پر تیرا اسلام ہو۔ کیونکہ نبی صاحب تیری رحمت ہے۔ اے خدا کے پیغمبر اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تیرے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ میں تیرے پیغمبر کے طفیل تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحمت کر۔ اے اللہ محمد ﷺ کو شفاعت کرنے والوں سے پہلا شفاعت کرنے والا اور تیری درگاہ کے سائلوں سے جتنے مقصود کو پہنچنے والے ہیں ان میں سے پہلا کر اور پہلے اور پچھلوں سے زیادہ بزرگ بنا۔ خداوندا جیسا کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کو دیکھا نہیں اور اس کی اطاعت کی ہے حالانکہ ان کی ملاقات نہیں کی۔ اسی طرح ہم کو ان کی جگہ میں داخل کردے اور ہم کو ان کے گروہ میں اٹھا اور ہم کو ان کے حوض پر وارد کر اور ان کے پیالہ میں ہم کو بھی شراب طہور پلا جو صاف ہو اور سیر کرنے والا ہو اور ایسا خوشگوار ہو کہ اس کو پی کر پھر پیاسے نہ ہوں اور نہ ہی اس کے بعد خوار ہوں اور نہ عہد کو توڑیں اور نہ ہی اسلام سے باہر آئیں نہ اس سے انکار کریں اور نہ اس میں شک لائیں اور نہ ہی ہم پر غضب وارد ہو اور نہ گمراہ ہوں اور مجھ کو ان لوگوں میں سے بنا جو پیغمبر کی شفاعت کے لائق ہیں اور پھر اس جگہ سے داہنی طرف سے ہو کر آگے بڑھے اور یہ دعا پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ اَللّٰهُمَّ اجْزِهِمَا عَنْ نَبِيِّهِمَا وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَيْرًا وَّاغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (ترجمہ) "اے خدا کے رسول کے دونوں یارو۔ تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو اے ابوبکر صدیق تیرے اوپر سلام ہو۔ اے عمر فاروق تیرے اوپر سلام ہو۔ خداوندا تو ان دونوں کو ان کے پیغمبر ﷺ اور دین اسلام کی طرف سے نیکی کی جزا دے اور ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے ہیں بخش دے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں کینہ نہ لا۔ اے ہمارے پروردگار اس میں کوئی شک نہیں کہ تو بخشنے والا ہے اور بہت ہی بخشنے والا ہے۔" اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے اور بیٹھ جائے اور مستحب یہ امر ہے کہ نماز روضہ کے اندر منبر اور رسول ﷺ کی قبر منورہ کے درمیان گزارے۔ اگر چاہے تبرک اور تیمن کے طور پر آپکے منبر شریف کا مسح بھی کرلے اور مسجد قبا میں نماز پڑھنی بھی مستحب ہے۔ شہیدوں کی قبروں پر آکر ان کی زیارت کرنی چاہے۔ تو کرے۔ اور یہاں پر بہت سی دعا پڑھے اور جب مدینہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرے۔ تو نبی ﷺ کی مسجد میں آئے اور آگے قبر کی طرف بڑھے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام کہے اور آپ کو وداع کرے پھر صاحبین پر اسی طرح سلام کہے اور پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنِّيْ بِزِيَارَةِ قَبْرِ نَبِيِّكَ وَاِذَا تَوَفَّيْتَنِيْ فَتَوَفَّنِيْ عَلٰى مَحَبَّتِهٖ وَسُنَّتِهٖ اٰمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

خداوندا آخر عہد میں اپنے نبی کی زیارت گاہ کا رخ مجھ سے نہ پھیر۔ جو ان کی قبر ہے اور جب تو مجھ کو مارے تو ان کی محبت اور ان کی سنت میں مار۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے اس دعا کو قبول کر۔

آداب کا بیان

سلام کے ساتھ ابتدا کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا ابتدا کرنے سے زیادہ تاکید والا ہے۔ اور اگر الف لام تعریف کے ساتھ سلام کرے تو اس میں اختیار ہے اور سلام مع تعریف کے اس طرح ہے السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' اور یا اس الف لام کو ترک کرے اور اس طرح کہے۔ سلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' اس سے زیادہ کچھ نہ کہے۔ اس میں ایک حدیث وارد ہے۔ حصین کے بیٹے عمرانؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص جنگل کا رہنے والا آیا اور آکر السلام علیکم کہا۔ آپ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو آپ نے اس کو زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ تجھ کو دس نیکیوں کا ثواب عطا ہوا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی آیا اور اس نے آکر کہا۔ السلام علیکم ورحمتہ

اللہ وبرکاتہ' پیغمبر نے اس کو سلام کا جواب دیا اور جب وہ بیٹھ گیا تو اس کو آپ نے فرمایا۔ تم کو تیس نیکیوں کا ثواب ملا ہے اور سنت طریق یہ ہے کہ جو آدمی آرہا ہو وہ بیٹھے ہوئے آدمیوں کو سلام کہے اور جو سوار ہو وہ پیادہ اور بیٹھے ہوئے دونوں کو پہلے کہے اور اگر جماعت ہو اور ان میں سے ایک ہی آدمی سلام کہہ دے تو یہی کفایت کرتا ہے اور اسی طرح یہ کافی ہے کہ جماعت میں سے ایک ہی آدمی سلام کا جواب دے دے اور اگر مشرک ہو تو اس کو پہلے سلام کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی مشرک آدمی کسی مسلمان کو سلام کہے تو مسلمان اس کے جواب میں صرف علیک کہے اور اسکے ساتھ کوئی اور زیادہ لفظ نہ ملائے۔ اور مسلمانوں کے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہے جیسا کہ اس نے کہا ہے۔ السلام علیکم۔ اور اگر برکات کا لفظ اس پر زیادہ بڑھا دے تو بہتر ہے اور اگر کوئی مسلمان آدمی کسی دوسرے مسلمان کو صرف یہ لفظ کہے سلام تو اس کو جواب نہیں دینا چاہئے۔ اور اس کو بتلا بھی دے کہ اکیلا لفظ سلام کہنا دین اسلام میں درست نہیں ہے اور اگر عورتیں ایک دوسری کو سلام کہیں تو یہ بہتر ہے اور یہ بہت ہی مکروہ بات ہے کہ مرد جوان عورت کو سلام کہے۔ اور اگر عورت کا چہرہ کھلا ہوا ہو اور اس حالت میں اس کو سلام کہہ دے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور لڑکوں کے واسطے سلام کرنا بہتر ہے کیونکہ ان کو سلام کرنے پر آمادہ کرنا اس کی عادت ڈالنی ہے اور اگر کوئی آدمی مجلس سے اٹھ کر باہر جائے تو جاتے ہوئے وہ اہل مجلس کو سلام کہے یہ مستحب ہے۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد آئے تو پھر اسی طرح السلام علیکم کہے اور اگر مجلس کے آدمیوں اور اس کے درمیان دروازے اور دیوار کا پردہ واقع ہو تو پھر بھی السلام علیکم کہے اور جب روبرو ہو تو سلام کا دوبارہ اعادہ کرے اور اس قسم کے گناہگاروں پر سلام کہنا جائز نہیں جو شطرنج یا نرد کھیل رہے ہوں یا دانوں سے کھیل رہے ہوں یا جوئے میں مشغول ہوں یا شراب پی رہے ہوں اور اگر اس قسم کے لوگ سلام علیک کہیں تو ان کو جواب دے دیا جائے اور اگر یہ قیاس کرے کہ اگر میں ان کو سلام کا جواب نہ دوں گا تو اس سے یہ اپنی حرکت سے پشیمان ہوں گے اور اس گناہ سے باز آجائیں گے تو اس صورت میں جواب نہ دے اور کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک ترک کلام نہ کرے۔ مگر جو لوگ اہل بدعت اور گمراہ اور گنہگار ہیں ایسے لوگوں سے ہمیشہ الگ رہے اور جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کہہ دے تو وہ جدائی کے گناہ سے خلاصی پالیتا ہے مسلمان کے ساتھ مصافحہ کرنا مستحب ہے اور جب سلام کی ابتدا کرنے والا ہے تو جب تک دوسرا آدمی اپنے ہاتھ کو مصافحہ سے نہ ہٹالے تب تک خود اس سے ہاتھ الگ نہ کرے اور اگر آپس میں بغل گیر ہوں یا برکت اور دینداری کے واسطے ایک ان میں سے دوسرے کے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دے دے تو یہ روا ہے مگر ایک دوسرے کے منہ کا بوسہ لینا بہت مکروہ ہے۔

مفصلہ ذیل لوگوں کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ عادل بادشاہ' ماں' باپ' دیندار آدمی' پرہیزگار اور بہت بزرگ آدمی' اس مسئلہ کی بنیاد اس روایت پر ہے کہ پیغمبر ﷺ نے ایک آدمی کو بنو قریظہ کے واقعہ میں بھیجا کہ سعدؓ کو بلا لائے۔ آپ سفید گدھے پر سوار ہوئے اور تشریف لائے۔ جب آئے تو پیغمبر ﷺ نے جو لوگ مجلس میں حاضر تھے ان کو فرمایا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے واسطے اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اور حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب پیغمبر ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لاتے تھے تو آپؓ آنحضرت کی تعظیم کے واسطے اٹھ کر کھڑی ہو جاتی تھیں اور پیغمبر ﷺ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتی تھیں اور پھر ان کو اپنی نشست گاہ میں بٹھلا دیتی تھیں۔ اور جب فاطمہؓ آپ کی خدمت میں تشریف لاتی تھیں تو ان کے آنے پر آپ بھی کھڑے ہوتے تھے اور ان کے ہاتھ کو چومتے تھے اور اپنی نشست گاہ میں ان کو بٹھلاتے تھے اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اگر تمہارے پاس کسی قوم کا بزرگ آدمی آئے تو تم اس کی بزرگی اور تعظیم بجالاؤ۔ اس طرح کی تعظیم دل کی محبت اور دوستی دلوں میں پیدا کرتی ہے۔ اور مستحب ہے کہ جو لوگ نیکوکار ہیں ان کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا بھی ان کو ایک تحفہ دینا ہے اور گناہ گار آدمیوں کے واسطے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور چھینکنے کے وقت اپنے منہ کو ڈھانپ لے اور آہستگی سے چھینکے اور بعد میں یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور بلند آواز سے کہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتا ہے تو اس وقت فرشتہ بھی اس کے ساتھ یہ کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور اگر بندہ یہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تو فرشتہ یہ کہتا ہے يَرْحَمُكَ رَبُّكَ۔ جب چھینکنے لگے تو اس وقت دائیں اور بائیں اپنا منہ نہ پھیرے اور جب چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو سننے والے کے لیے یہ کہنا ادب ہے۔ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اور چھینکنے والا اس کو سن کر پھر یہ جواب دے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ اور اگر چھینکنے والا جواب میں یہ کہے يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ تو یہ بھی درست ہے اور اگر کسی کو تین دفعہ سے زیادہ چھینکیں آئیں تو اس حالت میں دعا کرنی ضروری نہیں کیونکہ یہ مرض میں داخل ہے۔ مرطوبہ ریاح اور زکام سے آتی ہیں سلمہ اکوع کے بیٹے سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو چھینکے وہ تین دفعہ دعا کرے اور اگر زیادہ چھینکیں آئیں تو اس کو زکام لاحق ہے اگر کوئی آدمی جمائی لے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپالے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر نہ

چھپائے تومنہ میں شیطان گھس آتا ہے۔ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ چھینک مارنے سے خداوند کریم خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی جمائی لے تو اس سے ناخوش ہوتا ہے۔اس لیے جمائی لینے والے کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے منہ کو بند رکھے۔اور کوئی آدمی ہاہا کی آواز اپنے منہ سے نہ نکالے یہ شیطان کی آواز ہے اور اس سے وہ ہنستا ہے۔بوڑھی بے نقاب عورت اگر چھینکے تو مرد کو اس کی چھینک کی دعاء روا ہے اور روپوش جوان عورت کیواسطے مکروہ ہے۔ لیکن لڑکے کی چھینک کے واسطے یہ دعا پڑھیں۔ تاکہ وہ خوش ہو جائے۔ بُوْرَكَ فِيْكَ اَوْجَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوْخَيْرَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى (ترجمہ) خدا تجھے برکت دے۔خدا تعالیٰ تجھے جزا دے۔خدا تعالیٰ تجھے نیکی دے۔

خصلتوں کا بیان

انسان کو دس خصلتیں اختیار کرنی ضروری ہیں۔انمیں سے پانچ کا سر سے تعلق ہے اور پانچ کا تمام جسم سے۔جو سر سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں: کلی کرنا' ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرنا' مسواک کرنا' مونچھیں کتروانا' داڑھی کا چھوڑنا۔جن کا جسم سے علاقہ ہے وہ یہ ہیں۔اندام نہانی کے بال مونڈنا' بغلوں کے بال اکھاڑنے' ناخن کٹوانے۔پانی سے استنجا کرنا' ختنہ کرنا اور مونچھوں کے کاٹنے کے واسطے دلیل یہ ہے۔کہ عمرؓ کے بیٹے آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مونچھوں کو کٹواؤ اور داڑھی کو چھوڑ دو اور ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے مونچھیں کٹاؤ اور ڈاڑھی چھوڑو۔ان دونوں روایتوں کے الفاظ ایک ہی ہیں اور ان کے معنی یہ ہیں کہ بالوں کو قینچی کے ساتھ جڑوں کے پاس سے کترواؤ۔اور ان کو استرے سے منڈوانا مکروہ ہے۔کیونکہ عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو اپنی مونچھوں کو منڈاتا ہے۔وہ ہم میں سے نہیں ہے مونچھوں کے مونڈ ڈالنے سے خلقت میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔منہ کی آبرو اور حسن کھویا جاتا ہے۔اگر بالوں کی جڑوں کو نمایاں رکھا جائے تو اس سے منہ کا حسن اور اس کی زینت بنی رہتی ہے۔روایت ہے کہ صحابہ کرام اپنی مونچھیں کاٹا کرتے تھے اور داڑھی چھوڑنے سے داڑھی کا وافر اور زیادہ کرنا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے حَتّٰى عَفَوا اَىْ كَثُرُوْا یہاں تک کہ زیادہ ہو گئے اور ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے تھے اور جس قدر مٹھی سے زیادہ ہوتا کتر ڈالتے تھے اور عمرؓ فرماتے ہیں۔اپنی داڑھی کو مٹھی کے نیچے سے کتروادو۔

شرمگاہ کے بال منڈانے اور بغلوں کے اکھاڑنے اور ناخنوں کے کٹوانے کے دلائل

روایت ہے جو انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چالیس دن رات گزرنے سے پہلے مونچھوں کو کتروانے' ناخنوں کو کٹوانے اور بغلوں کے بالوں کو اکھاڑنے اور شرمگاہ کے بال مونڈنے کا حکم دیا ہے ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ حکم مسافر کے واسطے ہے۔اور اگر مقیم ہو تو بیس دن سے زیادہ نہ گزرنے دے ورنہ تارک مستحب ہوگا اور جو حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کی ہے۔اس کی صحت میں امام احمدؒ کی حدیث مختلف ہے۔آپ اس کا انکار کرتے ہیں اور دوسری روایت میں اس تعیین مقدار کے ساتھ احتجاج کرتے ہیں یعنی اس حدیث کو حجت جانتے ہیں۔

غرض یہ ثابت ہے کہ ہر صورت میں ان بالوں کا دور کرنا مستحب ہے۔پس اس میں اختیار ہے۔چاہے تو استرے سے مونڈ ڈالے اور چاہے تو چونا سے صاف کرے اور امام احمدؒ سے روایت ہے کہ آپ چونا لگایا کرتے تھے اور اسی طرح منصور بن حبیب کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان بالوں کے صاف کرنے کے واسطے ابو بکر نے ہم کو چونا لگایا تھا اور اندام نہانی پر پیغمبر ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔اور انس اس کے خلاف کرتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر نے کبھی نورہ نہیں لگایا بلکہ آپ استرے سے مونڈا کرتے تھے۔غرض چونا لگانا ثابت تو ہے اور جب ثابت ہو جائے تو اگر آپ لگانا نہ جانتا ہو تو اندام نہانی کے سوا دوسرے آدمی سے نورہ جسم پر ملوالے یہ درست ہے اور اندام نہانی پر آپ اپنے ہاتھ سے لگائے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے اندام نہانی پر نورہ لگایا کرتے تھے اور احمد بن حنبل اس حدیث سے نورہ لگانے کو جائز رکھتے ہیں کہ نسائی نے کہا ہے کہ ابو عبداللہ کو آپ میں نے نورہ لگایا ہے اور جب اندام نہانی پر لگانے کی باری آئی تو وہاں انہوں نے آپ اپنے ہاتھ سے لگایا اور جب یہ ثابت ہے کہ رانوں اور پنڈلیوں اور اندام نہانی کے بالوں کو نورہ سے صاف کرنا

درست ہے توان مقاموں کو استرہ سے مونڈلینا بھی جائز ہے۔کیونکہ استرہ سے بھی ایسی ہی صفائی ہو جاتی ہے۔جیسی کہ نورہ سے ہوتی ہے۔انس کی روایت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی نورے کا استعمال نہیں کیا بلکہ آپ استرہ سے مونڈا کرتے تھے اور کوئی معترض یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ نورہ اور استرہ اندام نہانی سے مخصوص ہیں جیسا کہ ام سلمہؓ کی حدیث سے پایا جاتا ہے کہ پیغمبر ﷺ اندام نہانی پر اپنے ہاتھ سے نورہ لگاتے تھے۔اور اس کے سوا باقی بال غیر سے صاف کرواتے تھے۔یعنی استرے۔سے منڈواتے تھے۔اصل میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خاص اندام نہانی کے بال چاہے استرے سے صاف کرے چاہے نورہ سے اپنے ہاتھ سے صاف کرے اور رانوں اور پنڈلیوں کے بال دوسرے سے صاف کرائے چاہے استرے سے ہوں اور خواہ نورہ سے۔اور اندام نہانی کے سوا رانوں اور پنڈلیوں وغیرہ پر اگر نورہ لگانا منع ہے تو ان لوگوں کو ہے جو ہیجڑوں کی طرح اپنی زینت اور خوب صورتی کے واسطے لگاتے ہیں۔تاکہ عورتوں کی مانند خوب صورت بن جائیں اور مرد ان سے محبت اور رغبت کریں۔واللہ اعلم بالصواب۔

سفید بالوں کے اکھاڑنے کا بیان

سفید بالوں کا اکھاڑنا مکروہ ہے۔عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سفید بال نہ اکھاڑو۔کیونکہ یہ مسلمانی کا نور ہے اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو نہ اکھاڑو۔کیونکہ قیامت کے روز مسلمانوں کے سفید بال اس کے واسطے نور کا سبب ہوں گے۔اور یحییٰ کی روایت میں اس طرح آیا ہے کہ قیامت کے روز بالوں کی سفیدی مسلمانوں کی نیکی اور اس کے گناہوں کی مغفرت کا سبب ہوگی اور بعض تفسیروں میں حق تعالیٰ کے قول کو اس کی تائید میں بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ اِنَّہٗ ھُوَ الشَّیْبُ اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا اور تحقیق وہ ڈرانے والا بوڑھاپا ہے پس ایسی چیز کو دور کرنا کیونکر روا.....اور جائز ہو سکتا ہے۔جو چیز موت سے ڈرانے والی ہو۔اور اس کو یاد دلانے والی اور جو دنیا کی لذتوں اور آرزوؤں کو قطع کرتی ہے اور آخرت کے سامان کے واسطے آمادہ کرتی ہے اور ہمیشہ کی سرائے کی آبادی کا باعث ہے۔سفید بالوں کا اکھاڑنا تقدیر سے مقابلہ کرنا ہے اور خدا کے کاموں میں دخل دے کر اس کو ناخوش کرنا اور ہمیشہ کی تازگی اور جوانی کے اوپر اپنی چند روزہ جوانی کو ترجیح دینی ہے اور بردباری اور بزرگی کو ترک کرنا سفید بال مسلمانی کے نور کا پیراہن ہے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خصلت ہے۔روایت میں آیا ہے کہ مسلمانی کی حالت میں جو سب سے پہلے بوڑھا ہوا ہے۔وہ حضرت ابراہیم خلیل ہیں۔خدا کے مقبول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَحْیِ مِنْ ذِی الشَّیْبَۃِ حق تعالیٰ خداوند پیر یعنی بوڑھے آدمی سے شرم کرتا ہے اور اس سے مطلب یہ ہے کہ اس کو عذاب دینے سے شرم کرتا ہے۔

ناخن کاٹنے کا بیان

جمعہ کے دن بے ترتیب ناخن کاٹنے مستحب ہیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مَنْ قَصَّ اَظْفَارَہٗ مُخَالِفًا لَّمْ یَرَ فِیْ عَیْنَیْہِ رَمَدًا جو شخص مقررہ ترتیب کے خلاف اپنے ناخن کاٹتا ہے وہ اپنی آنکھ میں رمد کی بیماری نہیں دیکھتا یعنی اس سے بچا رہتا ہے حمید بن عبد الرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹتا ہے وہ تندرست رہتا ہے اور اس سے بیماری دوَر ہو جاتی ہے۔پنج شنبہ کے دن عصر کی نماز کے بعد ناخن کاٹنے میں بھی یہ فضیلت اور استحباب ہے اور ناخنوں کا بے ترتیب کاٹنا اس طرح ہے کہ پہلے دائیں ہاتھ کی چھنگلی کے ناخن لے۔اس کے بعد بیچ کی انگلی کے اور پھر انگوٹھے کے۔اور اس کے بعد اس انگلی کے لے جو چھنگلی کے پاس ہے پھر انگشت شہادت کے اور جب بائیں ہاتھ کے کاٹنے لگے تو انگوٹھے سے شروع کرے پھر درمیان کی انگلی کے پھر چھنگلی کے اور اس کے بعد شہادت کی انگلی کا۔پھر اس کا ناخن اتارے جو چھنگلیا کے پاس ہے۔عبد اللہ بن بطہ بھی اسی طرح اپنے یاروں سے روایت کرتے ہیں اور وکیع حضرت عائشہؓ سے راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔اے عائشہ جب تو اپنے ناخن کاٹے تو پہلے بیچ کی انگلی سے شروع کر۔پھر چھنگلی، پھر انگوٹھے۔پھر چھنگلی کے پاس کی انگلی کا ناخن اتار اور اس کے بعد انگشت شہادت کا ناخن کاٹنے میں اس طرح عمل کیا جائے تو اس سے فلاحیت حاصل ہوتی ہے اور ناخنوں کو ناخون گیر یا چھری سے کاٹیں۔دانتوں سے کاٹنے مکروہ ہیں اور جب ناخن کٹ جائیں تو بعد میں انگلیوں کے سروں کو دھو ڈالے اور جو ناخن کاٹے گئے ہیں وہ دفن کر دیئے جائیں۔ایسے ہی سر اور بدن کے بالوں کو تراشا جائے۔فصد کرنے یا پچھنا لگانے سے جو خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے وہ زمین میں دبا

دیا جائے کیونکہ پیغمبر ﷺ نے خون اور بال اور ناخنوں کو دفن کر دینے کے واسطے حکم فرمایا ہے۔

سر منڈانے کا بیان

اگر کوئی حج اور عمرہ اور ضرورت کے سوا سر منڈوائے تو امام احمد سے ایک روایت میں یہ مکروہ ہے اور ابو موسیٰ اور عبید بن عمرؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس نے سر منڈوایا۔ وہ شخص مجھ سے نہیں ہے۔ جابر بن عبداللہ سے دار قطنی روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا سر کے بال نہ منڈوائے اور جو آدمی سر کے بال منڈاتا ہے اس میں خارجیوں کی علامت پائی جاتی ہے اور حضرت عمرؓ نے جیغ کو فرمایا ہے کہ اگر میں تم کو دیکھ لوں گا کہ تم نے سر کے بال منڈوائے ہوئے ہیں تو میں تم کو پیشانی پر ماروں گا۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں اگر شہر میں کسی کے سر کو منڈا دیکھو تو جان لو کہ اس میں شیطان کی خاصیت ہے کیونکہ جو سر منڈواتا ہے وہ اپنے آپ کو عجم کا ہم صورت بناتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اپنی صورت کو دوسری قوم کے مشابہ بناتا ہے وہ اسی قوم میں سے ہے۔ پس جو روائتیں بیان کی گئی ہیں جب ان سے سر منڈوانے کی ممانعت ثابت ہے تو پھر بالوں کو کٹوانا چاہیے۔ چاہے ان کو جڑوں کے پاس سے کتروالے اور چاہے ان کے سرے کتروالے۔ جلم کے ساتھ۔ جس طرح امام احمد بن حنبل کرتے تھے۔ اور اگر چاہے تو بالوں کو جڑوں سے کاٹے اور چاہے تو ان کے کناروں سے کٹوائے اور ایک دوسری روایت میں امام احمد سے آیا ہے کہ اگر کوئی سر منڈوائے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ لی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ سے ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال کو جعفر کی اولاد کے پاس بھیجا اور اس کو ارشاد فرمایا کہ ان کے قاصد کو ہمراہ لے آؤ۔ جب ارشاد کے موافق قاصد حاضر ہوا۔ تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اس دن کے بعد میرے بھائی جعفر پر زاری نہ کرو اور اس کے لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب جعفر کے لڑکے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ تو آپ نے حجام کو بلایا اور ان کا سر منڈوا دیا اور ایک معتبر روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی زندگی کے اخیر میں اپنے سر کے بال منڈائے ہیں۔ اس وقت آپ کے سر کے بال آپ کے دونوں کندھوں تک لٹکتے تھے۔ حضرت علیؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے اور بعض آدمی کبھی کبھی سر بھی منڈواتے تھے اور کوئی ان پر اعتراض نہیں کرتا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بال رکھنے میں گرانی اور رنج ہے۔ اس واسطے ان لوگوں کا یہ فعل معاف کیا گیا ہے۔ یعنی کسی نے اعتراض نہیں کیا اور یہ عفو ایسا ہی ہے جیسا کہ بلی اور زمین میں گھسنے والے جانوروں کا جوٹھا معاف کیا گیا ہے۔

تالو کے بالوں کا منڈوانا

بعض لوگ ایک حصہ سر کے بال منڈوا دیتے ہیں۔ پیغمبر ﷺ کے قول کے موافق ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے آپ نے منع فرمایا ہے اور گردن کے بال منڈوانے بھی مکروہ ہیں۔ کیونکہ یہ مجوسیوں کا کام ہے ہاں اگر خون نکلوانے کی ضرورت ہو اور اس کے واسطے منڈوالے تو اس کا مضائقہ نہیں۔ ابو عبداللہ احمد جب پچھنے لگوانے لگتے تھے تو اس وقت اس جگہ سے بال منڈوایا کرتے تھے اور یہ مجبوری کے باعث سے ہے۔ جو لوگ سارے سر پر بال رکھتے ہیں اور مانگ نکالتے ہیں وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے موافق کرتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ خود مانگ بھی نکالا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کو بھی مانگ نکالنے کے واسطے حکم دیا ہے۔ بیس سے زیادہ صحابہ کی روایت سے یہ ثابت ہے۔ کہ پیغمبر ﷺ کے سارے سر پر بال تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور عمارؓ اور ابن مسعودؓ بھی ان میں سے ہیں۔

زلفوں کا بیان

مردوں کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اپنے رخساروں پر زلفیں چھوڑیں۔ جیسا کہ اس گروہ کے لوگوں کی عادت ہو گئی ہے جو اپنے آپ کو حضرت علیؓ سے منسوب کرتے ہیں۔ ابو بکر جلاد اپنے یاروں کے واسطے سے حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مرد کو زلفیں رکھنی مکروہ ہیں۔ مگر عورتوں کے واسطے جائز ہیں۔ اور مرد اور عورت دونوں کے واسطے یہ بھی مکروہ ہے کہ موچنے سے منہ کے بال نوچیں۔ ابو عبیدہ نے ذکر کیا کہ پیغمبر ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو ایسا کرتی تھیں۔ عورت کے لئے یہ بھی مکروہ ہے کہ باڑھ دار شیشے یا استرے سے پیشانی اور منہ کے بال تراشے مگر ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عورت سے خاوند ان کا اکھاڑنا پسند

کرے تو اس وقت اس کو شوہر کی رضامندی کے واسطے ایسا کرنا جائز ہے اور یہ اس خوف سے ہے کہ وہ یہ سوچے کہ اگر منہ صاف کرنے کے بغیر جاؤں گی۔ تو اس صورت میں میری طرف رغبت نہ ہوگی اور کسی دوسری خوب صورت بیوی کی فکر کرے گا۔ اسی طرح عورتوں کو یہ فعل بھی جائز ہیں۔ طرح طرح کے کپڑے پہنیں۔ خوشبو لگائیں۔ ناز اور کرشمہ سے اپنے شوہروں کو لبھائیں اور ان کو اپنی طرف رغبت دلائیں۔ اور اسی قسم کی عورتوں پر پیغمبر ﷺ نے لعنت کی ہے۔ جو اس واسطے اپنے منہ کے بال موچنے سے صاف کر کے اس کو خوب صورت بناتی ہیں کہ شوہروں کی رضامندی کے خلاف غیروں کے ساتھ اپنی نفسانی خواہش پوری کریں اور مزے لیں۔

بالوں کو سیاہ کرنے کا بیان

اگر بال سفید ہوں تو ان کو سیاہ رنگ میں رنگنا مکروہ ہے۔ حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک قوم کے لوگ سفیدی کو سیاہی سے بدل رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا کہ اے اللہ ان کے منہ قیامت کے دن سیاہ کردے اور ابن عباسؓ راوی ہیں کہ آپ نے ان کے لیے یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ بہشت کی بو نہیں سونگھیں گے۔ مگر ایسے آدمی کو خضاب سے بال سیاہ کرنے کی اجازت ہے جو یہ چاہے کہ دشمن کو لڑائی میں فریب دوں یا اپنی منکوحہ عورت کو خوش کروں اور فرمانبردار بناؤں اور اس روایت میں زوجہ کا ذکر بالتبع ہے یا قصداً۔

خضاب یعنی وسمہ لگانا

جب یہ ثابت ہوگیا ہے کہ بالوں کو سیاہ کرنا مکروہ ہے۔ تو پھر مستحب یہ امر ہے کہ مہندی اور نیل سے خضاب کرے۔ امام احمد بن حنبلؒ جب تینتیس برس کی عمر کے ہوئے تو اس وقت آپ نے بالوں کو رنگ دار کیا۔ جب آپ کے چچا نے دیکھا تو فرمایا کہ اے احمد تو نے خضاب لگانے میں جلدی کی ہے۔ امام نے جواب دیا کہ یہ رنگ پیغمبر ﷺ کی سنت ہے۔ اور ابی ذرؓ روایت کرتے ہیں کہ جو چیزیں بڑھاپے کو تبدیل کرتی ہیں ان میں سے بہت بہتر مہندی اور نیل ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بوڑھے نہ تھے مگر تھوڑے سے تھے اور آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے مہندی اور نیل سے خضاب کیا ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ ام سلمہؓ نے آنحضرت کے موئے مبارک لوگوں کو نیل سے رنگے ہوئے دکھلائے تھے۔ پس آپ کے بیان سے ثابت ہے۔ کہ رسول مقبول ﷺ نے خضاب کیا ہے اور امام احمدؒ کے قول سے زعفران اور ورس سے جو ایک قسم کی گھاس ہے خضاب کرنا روا ہے اور اس کی دلیل یہ لی گئی ہے کہ ابی مالک اشعری سے روایت ہے کہ رسول مقبول ورس اور زعفران سے خضاب کرتے تھے۔ پس سر کے بالوں میں خضاب کرنا ثابت ہے اور اسی طرح ثابت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی میں بھی خضاب کا لگانا درست ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بوڑھاپے کو تبدیل کرو۔ مگر ایسی صورت نہ بناؤ جیسی کہ یہودی بناتے ہیں۔ ابوذرؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جن چیزوں سے بڑھاپا تبدیل کیا جاتا ہے ان سے بہتر چیز مہندی اور نیل ہے اور اس روایت کا مضمون ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو بھی خضاب کرنے میں شامل ہے۔ جب مکہ فتح ہوگیا۔ تو اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اپنے باپ ابو قحافہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ جب پہنچے تو ابوبکرؓ کے پاس خاطر سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ اگر تم ان بڑے میاں کو گھر میں ہی چھوڑ آتے تو میں خود وہاں آتا۔ اس پر وہ آپ کا یہ کلمہ سن کر مسلمان ہوگئے۔ اور ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ (سفید پھول) کی مانند تھے جن کو پیغمبر ﷺ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ کہ ابی قحافہ کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو رنگ سے بدل دو۔ مگر اس کو سیاہ رنگ سے بچاؤ۔ اور یہ نص ہے ڈاڑھی کے سر کے مانند ہونے میں۔ اور بالوں کے سیاہ کرنے میں۔ اور ابو عبیدہ کہتا ہے کہ ثغامہ ایک گھاس ہے جس کے پھول اور پھل سفید ہوتے ہیں اور بڑھاپے کی سفیدی کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے اور ابن اعرابی نے کہا ہے کہ وہ ایک درخت ہے جو ایسا سفید ہو جاتا ہے جیسا کہ برف۔

سرمہ لگانے کا بیان

سرمہ طاق سلائیوں سے لگانا مستحب ہے۔ کیونکہ انس بن مالکؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنی آنکھوں میں طاق سلائیوں سے سرمہ ڈالا کرتے تھے اور اکثر لوگوں نے طاق سلائیوں کی تعریف میں اختلاف کیا ہے۔ اس باب میں انسؓ کا تو یہ قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنی داہنی آنکھ میں تو تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں ڈالتے تھے اور ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے۔

بالوں میں روغن لگانے کا بیان

جب بالوں کو تیل لگائے تو ایک دن درمیان میں چھوڑ کر لگائے۔ کیونکہ ابو ہریرہؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے روزمرہ تیل لگانے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ آدمی ایک دن درمیان چھوڑنے کے سوا تیل نہ لگائے اور نہ ہی کنگھی کرے۔ یعنی ایک دن درمیان میں چھوڑ کر کے۔ اور اگر روغن بنفشہ سے بالوں کو چرب کرے تو یہ افضل ہے۔ ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ روغن بنفشہ کو دوسرے روغنوں پر ایسی ہی فضیلت ہے۔ جیسے کہ مجھ کو دوسرے آدمیوں پر ہے۔

سفر اور حضر کا بیان

خوف خدا اور اس پر توکل کرنے کے بعد ہر شخص کے واسطے خواہ وہ سفر میں ہو یا مقیم مستحب ہے کہ ان سات چیزوں سے اپنے آپ کو خالی نہ رکھے۔ پہلی یہ کہ اپنے آپ کو پاک اور آراستہ رکھے دوسری سرمہ لگائے۔ تیسری کنگھی کرے۔ چوتھی مسواک کرے۔ پانچویں اپنے پاس مقراض رکھے۔ چھٹی یہ کہ اپنے ہمراہ مدراء رکھے اور مدراء ایک لکڑی کا نام ہے جس کو عرب کے صوفی اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور جوؤں وغیرہ تکلیف دینے والی چیزوں کو اس سے دفع کرتے ہیں۔ اور ضرورت کے وقت اس سے بدن کو بھی کھجلا لیتے ہیں کیڑے مکوڑے مارتے ہیں تاکہ ہاتھ سے مچھر وغیرہ دفع کرنے میں تکلیف نہ ہو۔ ساتویں روغن کا شیشہ ہے اور اسکے رکھنے کا باعث آنحضرت کے فعل سے موافقت کرنا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایسا کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے سفر اور قیام میں اپنے پاس سے روغن کے شیشہ کو الگ کیا ہے۔

مکروہ عادتوں کا بیان

یہ عادتیں مکروہ ہیں۔ سیٹی بجانا' تالی مارنا' نماز میں انگلیوں کا چٹخانا اور گانا سننے کے وقت تکلیف سے وجد میں آکر کپڑے پھاڑنے اور جو واقعی وجد کی حالت میں ہو۔ اس کو روکنا نہ چاہئے اور انسان کو بر سر راہ کھانا بھی مکروہ ہے اور ایسا ہی یہ امور مکروہ ہیں یعنی ہم نشینوں کے درمیان پاؤں پھیلانے اور ان میں تکیہ لگا کر بیٹھنا جس سے بیٹھنے کی حالت سے نکل جاوے کیونکہ اس ہیئت میں اپنے آپ کو بزرگ جاننا اور دوسروں کو سبک سمجھنا ہوتا ہے اور اگر کوئی عذر سے ایسا کرے تو درست ہے۔ اور جامہ کا لمبا پہننا مصطگی کا چبانا اس کی کراہت اس واسطے ہے کہ یہ گھٹیا پن ہے اور منہ کھول کر ہنسنا اور قہقہہ لگانا اور ضرورت کے سوا چلانا اور راستہ میں چلے تو ایسے نہ جائے جیسے بدلگام ہو کر دوڑتے ہیں۔ اس سے دوسرے آدمیوں کو دھکا لگتا ہے۔ اور سانس پھول جاتی ہے اور متکبرانہ نہ چلے اور نہ ہی بلند آواز سے اور نہ صفتیں گن گن کر روئے کیونکہ ایسا کرنا بھی مکروہ ہے۔ اور اگر کوئی اس خیال سے بلند آواز سے روئے کہ اس کو خوف خدا لاحق ہے یا بیہودہ باتوں میں یاد الٰہی کے اوقات فوت ہو جانے کے خوف سے روتا ہے یا اس سبب سے دل شکستہ ہے کہ وہ اس درجہ کو جس کی امید تھی نہ پہنچا مکروہ ہے۔ لوگوں میں بیٹھ کر بدن سے میل دور کرنا۔ پاخانہ یا حمام یا دوسری نجس جگہوں میں کلام کرنا اور ایسا ہی نجس جگہوں میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا۔ لوگوں کے درمیان سر کو ننگا کرنا اور بدن کے کسی دوسرے مقام کو ننگا کرنا جس کے ڈھانپنے کی لوگوں کو عادت ہو گئی ہے۔ مکروہ ہے۔ اور ستر عورت کو ننگا کرنا تو مطلق حرام ہے اور ہر حال میں خدا کے سوا اپنے باپ یا کسی عزیز کی قسم کھانی یا ایسی ہی کسی دوسرے آدمی کی قسم کھانی مکروہ ہیں۔ اگر قسم کھانے کی ضرورت پڑے تو خداوند کریم کی قسم کھائے نہیں تو چپ

رہے۔ پیغمبر ﷺ کی حدیث شریف میں اسی طرح وارد ہے۔

گھر میں آنے کی اجازت لینے کے ذکر میں

جب کوئی انسان دوسرے کے گھر میں جانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ دروازہ پر کھڑا ہو کر کہے السلام علیکم۔ کیا میں اندر آؤں۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ بنی عامر میں سے ایک آدمی پیغمبر ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور پیغمبر خدا ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اس وقت آپ خود بھی گھر میں تھے آپ نے خادم کو فرمایا کہ تم جاؤ اور جا کر اس کو بتلادو کہ اندر آنے کی اجازت اس طرح مانگا کرتے ہیں۔ پس خدمت گار آپ کے ارشاد کے موافق گیا اور جا کر اس کو کہا کہ تم یوں کہو۔ السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ اس لیے اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت ﷺ نے اس کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی اور وہ حاضر ہو گیا۔ اور جو آدمی دروازہ پر کسی کو پکارے اس کو چاہیے کہ دروازہ کی طرف پیٹھ کر کے دور نہ کھڑا ہو کیونکہ ایسا کرنے سے آواز رکتی ہے۔ آواز دے کر جواب کا انتظار کرے اس طرح تین دفعہ آواز دے اگر اندر سے جواب ملے تو بہتر ورنہ واپس چلا جاوے۔ اور اگر پکارنے والے کو یقین ہو کہ صاحب خانہ گھر کے اندر ہے اور کاروبار میں مشغول ہونے یا زیادہ فاصلہ پر ہونے کے سبب اس نے آواز نہیں سنی تو اس صورت میں تین دفعہ سے زیادہ پکارے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو سعید خدریؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اندر جانے کے واسطے تین دفعہ اجازت مانگنی چاہیے۔ پس اگر اندر جانے کی اجازت مل جائے تو جائے۔ نہیں تو واپس آجائے اور اس باب میں اپنے اور بیگانے سب یکساں ہیں۔ جیسے ماں یا ان کی مانند دوسرے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے پیغمبر ﷺ سے پوچھا کہ کیا مجھ پر یہ واجب ہے کہ میں اپنی ماں سے گھر کے اندر جانے کی اجازت مانگوں؟ آپ نے جواب دیا۔ ہاں۔ پھر اس آدمی نے کہا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ پھر بھی اندر جانے کے واسطے ماں سے اجازت مانگ۔ پھر اس آدمی نے کہا کہ میں تو اپنی ماں کا خادم ہی ہوں۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ اجازت مانگ اور بعد میں کہا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تو اپنی ماں کو برہنگی کی حالت میں دیکھے اور اگر گھر میں اس کی بی بی یا لونڈی ہی ہو جو اس پر مباح ہے تو اس صورت میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کو برہنہ یا جس حالت میں ہو دیکھ لینا مباح ہے اور مستحب ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے جوتے کا کھڑاک کرے۔ تاکہ وہ اس کے آنے سے خبردار ہو جائیں۔ کیونکہ امام احمدؒ کتاب منی میں روایت کرتے ہیں کہ جب آدمی گھر میں آئے تو اپنے آدمیوں کو سلام کرے۔ ایسا کرنے سے اس آدمی کے گھر کی نیکی زیادہ ہوتی ہے۔ ایسا ہی حدیث میں آیا ہے اور گھر میں آنے کے باب میں ہم ان ادبوں کو کامل طور پر بیان کریں گے اور باہر سے آکر رات کے وقت گھر میں داخل نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کے وقت اپنے اہل کے پاس جانے سے پیغمبر ﷺ نے منع کیا ہے اور منع کرنے کا سبب یہ ہے کہ دو آدمی جب رات کے وقت اپنے گھر میں آئے تو اس وقت انہوں نے اپنے اہل کے پاس وہ چیز دیکھی۔ جس کو وہ مکروہ سمجھتے تھے اور جب دوسرے کے گھر میں جائے تو جب اس سے اجازت ملے۔ تب اندر جائے۔ اور گھر کا مالک جس جگہ بٹھلائے وہیں بیٹھے۔ اگرچہ صاحب خانہ کا فرزند ہی ہو۔ اگر اتفاق سے کسی جماعت کے پاس پہنچے جو کھانا کھا رہی ہو تو خود ان کے کھانے میں شریک نہ ہو۔ اگر صاحب طعام اپنی خوشدلی اور جوانمردی کی عادت سے کھانا کھلائے تو اس صورت میں مضائقہ نہیں کھانے میں شریک ہو جائے۔

دائیں اور بائیں ہاتھ سے کام کرنے کا بیان

داہنے ہاتھ سے کھانا کھائے، پانی پیئے۔ مصافحہ کرے۔ وضو شروع کرے اور دائیں پاؤں سے جوتا اور کپڑا پہنے۔ متبرک جگہوں اور مسجدوں اور مجلسوں اور منزل اور گھروں میں جب داخل ہو تو ان میں پہلے داہنا پاؤں آگے بڑھائے اور جب غلاظت دفع کرے تو اس کو بائیں ہاتھ سے کرے۔ مثلاً ناک چھینکنا۔ استنجا کرنا۔ ناک کا پاک کرنا۔ غلاظتوں کا دھونا اور اسی طرح کے دوسرے امور۔ اور اگر کوئی مجبوری کی ضرورت ہو کہ اس صورت میں دائیں ہاتھ کے سوا کام کا ہونا مشکل ہے یا بایاں ہاتھ بے کار ہے یا کٹ گیا ہے تو پھر دائیں ہاتھ سے یہ کام کرلے اور ایک ہی جوتا پہن کر نہ چلے۔ ہاں اگر تھوڑی دور تک ایک ہی جوتا اس واسطے پہن کر جانا پڑے کہ دوسرے جوتے کو بھی سیدھا کر کے پہنے تو اس صورت میں روا ہے اگر کسی

آدمی کو کوئی فرمان یا خط دے تو دائیں ہاتھ سے دے اور جب کسی ایسے آدمی کے ساتھ چلے جو اس سے عزت اور بزرگی اور مرتبہ میں زیادہ ہے تو اس کی دائیں طرف پر اس طرح چلے جیسے کوئی امام کے ساتھ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔اور اگر وہ رتبہ میں کم ہے تو اس کی بائیں طرف ہو جائے اور اس کو اپنے دائیں ہاتھ پر رکھے اور بزرگوں نے بھی یہ فرمایا ہے کہ ہر حال میں دائیں ہاتھ پر چلنا مستحب ہے۔تاکہ بائیں جانب تھوک وغیرہ پھینکنے کے واسطے خالی رہے۔

کھانے اور پینے کے آداب

جب کوئی آدمی کھانے پر بیٹھے تو وہ پہلے خدا رزاق کا نام لے۔یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔اور طعام سے فارغ ہونے کے بعد خدا کا شکر کرے اور ایسا ہی پانی پینے کے وقت کرے کیونکہ جب خداوند کریم کی حمد اور ثنا اور اس کا نام مبارک یاد کر کے کھایا جائے تو اس سے برکت آجاتی ہے۔اور شیطان دور رہتا ہے۔روایت ہے کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور عرض کی اے اللہ کے رسول ہم لوگ کھاتے تو ہیں مگر ہمارے پیٹ نہیں بھرتے۔جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم الگ ہو کر کھانا کھاتے ہوں گے۔صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی کرتے ہیں ارشاد فرمایا کہ سب اکٹھے ہو کر کھانا کھایا کرو اور اس وقت خدا پاک کا نام لیا کرو۔ایسے کرنے سے برکت آجائے گی اور تم سیر بھی ہو جاؤ گے۔

جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں آنے کے وقت اور کھانا کھانے کے وقت خداوند کریم کا نام لیتا ہے تو اس وقت شیطان اپنی اولاد کو کہتا ہے کہ اب تمہارے لیے اس گھر میں نہ تو رات رہنے کے واسطے جگہ رہی ہے اور نہ ہی رات کے وقت کھانے میں شریک ہو سکو گے۔یہاں سے بھاگ جاؤ۔اور اگر کوئی آدمی گھر میں آنے اور کھانا کھانے کے وقت خدا کا نام نہیں لیتا تو اس وقت شیطان اپنی اولاد کو کہتا ہے کہ اب تم نے اس گھر میں رات رہنے کی جگہ پالی ہے اور رات کے وقت کھانے میں بھی شریک ہو گئے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ کھانے کے وقت ہم پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور جب تک آنحضرت کھانے کی طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔تب تک کوئی آدمی ہم میں سے پیش دستی نہیں کرتا تھا۔ایک دن کھانا کھانے کے وقت ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔اسی اثناء میں ایک اعرابی آیا اور اس حالت میں آیا جیسے کوئی دھکیلا جارہا ہے اور آتے ہی اس نے چاہا کہ کھانے میں ہاتھ ڈالے جوں ہی اس نے طعام کی طرف ہاتھ بڑھایا آنحضرت ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔اس کے بعد اسی حالت میں ایک لڑکی آئی اور اس نے بھی کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔اس کا ہاتھ بھی پیغمبر ﷺ نے پکڑ لیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ جس کھانے پر خدا پاک کا نام نہ لیا جائے اس کو شیطان اپنے واسطے حلال سمجھتا ہے اور شیطان اس اعرابی کو لایا تاکہ اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے۔اس واسطے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔اور اس لڑکی کو لایا تھا کہ اس کے ہمراہ کھانا کھائے۔اسی واسطے اس کا ہاتھ بھی میں نے پکڑ لیا ہے اور اس کے بعد فرمایا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے اور ارشاد کیا۔

اگر کوئی کھانے سے پہلے خدا کا نام لینا بھول جائے تو وہ یہ کہے۔بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ حضرت عائشہؓ سے بھی مرفوعاً ایسے ہی مروی ہے۔

مستحب ہے کہ کھانا نمک سے شروع کرے اور نمک پر ہی ختم کرے اور نوالہ دائیں ہاتھ سے لے اور چھوٹا نوالہ اٹھائے اور اس کو اچھی طرح چبائے اور حلق سے اتارے تو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارے اور اگر کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے قریب سے کھائے۔جو اس کے سامنے ہو اور اگر طرح طرح کا کھانا ہو تو اس صورت میں دوسرے پیالوں سے کھانے کا بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کئی ایک قسم کے پھل اور میوے ہوں تو ہر ایک طرف سے ان کو اٹھا لینے کا بھی مضائقہ نہیں ہے اور کھانے کو اس کی چوٹی اور درمیان سے نہ کھائے اور جب ثرید ہو تو تین انگلیوں سے کھائے اور ان کو چاٹے اور کھانے اور پانی کے برتن میں پھونک نہ مارے اور نہ ہی برتن میں سانس لے اور اگر کھانے کے دوران یا پینے میں سانس رک جائے تو اس حالت میں منہ سے پیالہ ہٹا کر سانس لے لے اور پھر بعد میں کھائے اور پیئے۔تکیہ لگا کر کھانا یا پینا نہ چاہئے کیونکہ یہ مکروہ ہے اور اگر کوئی کھڑا ہو کر کھائے یا پیئے تو یہ درست ہے اور اس کو مکروہ بھی بیان کیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر کھائے اگر یہ چاہے کہ اپنے ہم نشینوں کو پیالہ وغیرہ دوں تو پہلے دائیں طرف سے دینا شروع کرے اور چاندی یا سونے کی پیالیوں میں کھانا اور پینا ناجائز ہے اور جو برتن چاندی اور سونے سے گلٹ کیے ہوئے

ہوں ان میں بھی نہ کھائے۔ اگر گلٹ زیادہ ہو' اور اگر اتفاق سے ایسے برتنوں میں کھانا آجائے تو اس کو دوسرے برتن میں جو گلٹ والا نہ ہو الگ کرلے یا روٹی پر علیحدہ رکھ لے اور جو آدمی ایسے برتنوں میں ڈال کرلایا ہے اس کو ملامت کرے ایسے برتنوں میں دھونی لینی بھی ناجائز ہے۔ اگر چاندی اور سونے کا گلاب پاش ہو تو اس کے استعمال سے بھی منع کیا گیا ہے۔ جس جگہ اس قسم کی چیزیں جمع کی گئی ہوں وہاں جانا منع ہے اور اگر اتفاق سے وہاں جا پہنچا ہے تو لوٹ آئے اور نرمی کے ساتھ سمجھایا جائے کہ تمہاری درستی اور خوشحالی اس میں ہے کہ اپنے مکان ایسی آرائش سے آراستہ کرو اور سجاؤ جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور تمہارے لیے اس کو زیب و زینت بنایا ہے۔ جو چیزیں حرام اور ممنوع ہیں ان سے آراستہ نہ کرو۔ ایسی لذت اور ذائقہ خوش گوار نہیں ہوتی جو گناہ پر پہنچائے اور ان کے حق میں دعا کرے کہ خداوند کریم تم پر رحمت فرمائے اور ان کو تلقین کرو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو یاد کرو اور اس کو عمل میں لاؤ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی سونے یا چاندی کے پیالہ میں پیتا ہے یا ایسے پیالہ میں جس میں یہ چیزیں مرکب ہوں تو ایسا کرنا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ وہ شخص اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کو بھرتا ہے اور جب لقمہ منہ میں ڈال لے تو پھر اس کو منہ سے نہ نکالے مگر اس حالت میں کہ جب اس کے گلے میں پھنس جائے یا زیادہ گرم ہے اور منہ کو جلاتا ہے۔ اور اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر کھانا کھاتے ہوئے کسی کو چھینک آئے تو اس وقت اپنا منہ ڈھانپ لے اور اس بات کی کوشش کرے کہ کھانے سے الگ چھینکے اور اگر کوئی آدمی اس کے پاس کھڑا ہو تو اس کو بیٹھنے کی اجازت دے اور اگر وہ انکار کرے یا اس کا لڑکا یا خدمت گار کھانا کھلانے یا پانی پلانے کے واسطے کھڑا ہو۔ تو اس صورت میں اس کو کھانے میں سے بہت عمدہ ذائقہ دار ایک لقمہ کھلاوے۔ اور مستحب ہے کہ برتن میں جو پس خوردہ بچ رہے اس کو کھا کر برتن صاف کردے اور اگر برتن اور تھال کے ارد گرد ریزے لگے ہوئے ہوں ان کو بھی اٹھالے اور مستحب ہے کہ جو لوگ کھانے میں شریک ہوں ان کے ساتھ خوش کلامی سے حسب حال باتیں کریں' اگر وہ ملول ہوں جس کو وہ پسند کریں اور اپنے اوپر ان کو ترجیح دے اور اگر بھائی ہوں تو ان کے ساتھ کشادہ پیشانی سے کھائے۔ اور عالموں کے ساتھ ان سے ادب سیکھے ان کی پیروی کرنے کے ارادہ پر۔ اور جب نابینوں کے ساتھ کھائے تو ان کو طعام کی ہر ایک قسم اور اس کی لذت سے آگاہ کرتا جائے تاکہ وہ اپنے نابینا ہونے کے سبب سے کسی خوش ذائقہ اور مزہ دار کھانے سے محروم نہ رہ جائیں اور اگر کوئی شادی کی دعوت ولیمہ پر بلائے تو اس کا قبول کرنا مستحب ہے اگر کھانا چاہے تو کھالے نہیں تو اس کے حق میں دعا کرے اور لوٹ آئے۔ کیونکہ جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی دعوت میں بلایا جائے تو اسے وہ دعوت قبول کرنی چاہئے پھر اگر چاہے تو کھالے اور اگر نہ کھانا چاہے تو چھوڑ دے۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی دعوت میں بلایا جائے اور اس کو قبول نہ کرے تو وہ خدا اور خدا کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اگر کوئی بن بلائے دعوت میں چلا جائے تو وہ چور ہے لٹیرہ بن کر نکلتا ہے۔ احکام مذکورہ بالا اس حالت میں ہیں کہ وہاں ممنوع اور غیر شرع جماعتیں نہ ہوں اور اگر دعوت میں جائے اور اس جگہ وہ چیزیں موجود ہوں جو شرع میں ممنوع ہیں۔ تو وہاں نہ بیٹھے اور واپس چلا آئے اور ممنوع چیزیں یہ ہیں ڈھول' بانسری' سرنگی' شہنائی' شربوق شبابہ' رباب' اہل سرود طنبورے اور ناچنے والا لونڈا۔ جس کے ساتھ ترک کھیلتے ہوں۔ مذکورہ بالا سب چیزیں حرام ہیں اور اگر نکاح کے وقت صرف دف بجائیں تو جائز ہے اور گانا ساتھ لے کے اور ناچنا مکروہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (اور بعض لوگ وہ ہیں جو بے ہودہ سخن کو مول لیتے ہیں) یہ تفسیر کی ہے کہ یہاں بے ہودہ سخن سے مراد سرود اور اشعار ہیں اور آنحضرت ﷺ کی بعض حدیثوں میں وارد ہے سرود نفاق کے درخت کا بیج دل میں اس طرح اگاتا ہے جیسے سبزہ کو سیلاب اگاتا ہے۔ لوگوں نے حضرت شبلی سے سوال کیا کہ گانا سننا درست ہے جواب میں فرمایا کہ گانا ایسی چیز ہے جو راستی سے گمراہی کی طرف لاتی ہے۔ سرود کا مکروہ ہونا ان امور کے سبب سے ہے کہ اس سے طبیعت میں سوزش اور نفسانی شہوت اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور عورتوں کی طرف رغبت ہوتی ہے اور کئی طرح کی نفسانی خواہشیں بے عقلی' سبکی' خوش حالی' کمینہ پن' سب اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس جو آدمی خدا اور یوم جزا پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے واسطے سب سے زیادہ یہی بہتر ہے اور اسی میں اس کی سلامتی ہے کہ وہ یاد الٰہی میں ہی مصروف رہے۔ ختنہ پر دعوت کرنی مستحب نہیں اور جس کو بلایا جائے اس کو واجب نہیں کہ وہ دعوت کو قبول کرے اور گری ہوئی چیز کا اٹھالینا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ فعل بھی مثل لوٹنے کے ہے اور اس میں سبکی اور کمینہ

پن پائی جاتی ہے۔ایسی خوشحالی کی دعوتوں میں شریک ہونا مکروہ ہے جن میں وہ صفت پائی جائے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔یعنی جن سے محتاجوں کو روکا جائے اور جن میں غنی بلائے جائیں۔مگر دعوت شادی میں شریک ہونا مکروہ نہیں اور ایک بزرگ اور اہل علم کے واسطے مکروہ ہے کہ جھٹ دعوت کو قبول کرلے کیونکہ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گویا یہ انتظار ہی میں بیٹھا تھا اور اس میں کمینگی اور حرص اور ذلت ثابت ہوتی ہے۔خاص کر اس وقت کہ دعوت کرنے والا حاکم ہو۔کہا گیا ہے کہ جس نے دوسرے کے برتن میں ہاتھ ڈالا وہ ذلیل ہوا اگر کوئی ناخواندہ اور طفیلی بن کر کسی کے ساتھ دعوت میں جائے تو اس کو کھانا کھانا حرام ہے اور یہ ایک قسم کی بے شرمی اور غصب ہے کیونکہ اس میں دو گناہ پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ اس چیز سے کھایا جس کی طرف بلایا نہیں گیا۔دوسرا صاحب خانہ کے گھر میں بلا اجازت گیا۔میزبان کے گھر کی پوشیدہ باتوں یا چیزوں کو نہ تاکے اور حاضرین کو تنگ نہ کرے اور جو کھانا اس کے سامنے آئے اس کی حقارت نہ کرے۔اگر ایسا کرے گا تو یہ بے ادبی میں داخل ہو گا اور نہ ہی کھانے والے کے منہ کی طرف بار بار تاکے کیونکہ اس سے وہ لوگ اپنے دل میں شرمندہ ہوتے ہیں اور کھانا کھاتے ہوئے ایسی باتیں نہ کرے جن کو لوگ برا سمجھیں اور نہ ایسے کلام کرے جس سے دوسروں کو ہنسی آئے کیونکہ اس سے خوف ہوتا ہے کہ ہنسی کے سبب گلا گھونٹ جائے۔ایسی باتیں بھی نہ کرے جو لوگوں کو رنجیدہ کرنے والی ہوں اور اس سے کھانے والوں کو کھانا دشوار ہو جائے اور کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے۔اور بعض نے یہ کہا ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونے مکروہ ہیں اور فارغ ہونے کے بعد مستحب ہے۔پیاز اور لہسن اور کچا دھنیا نہ کھائے کیونکہ بری بو ہونے کے سبب سے ان کا کچا کھانا مکروہ ہے۔پیغمبر ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو ان بدبودار سبزیوں کو کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے' اتنا زیادہ کھانا کہ جس سے بدہضمی کا خوف ہو۔مکروہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان نے کوئی ایسا پیالہ پر نہیں کیا جو اس کے پیٹ سے زیادہ بھرا ہو۔جب کوئی کسی کے ہاں مہمان ہو تو اس کو واجب نہیں کہ صاحب دعوت کی اجازت کے بغیر دوسرے آدمی کو جو اس کے ہمراہ کھا رہا ہے کوئی نوالہ دے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو آدمی دعوت کھاتا ہے وہ اس کو اپنے پر مباح ہونے کے سبب سے کھاتا ہے۔اس کا مالک ہو کر اس کو نہیں کھاتا' کیونکہ صرف دعوت اس کو کھانے کا مالک نہیں بنا سکتی۔اس قول میں کہ طعام کھانے والے آدمی کے ملک میں آجاتا ہے اکثروں نے اختلاف کیا ہے۔بعض تو یہ کہتے ہیں کہ جس قدر کھانے والے کے منہ میں چلا جاتا ہے اور جا کر غائب ہو جاتا ہے اسی قدر اس کے ملک میں ہوتا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ کھانے والا طعام کا مالک ہو ہی نہیں سکتا۔کیونکہ کھانا تو خداوند تعالیٰ کا ملک ہے اور اسی کی نعمت ہے۔اور جب کھانا لا کر رکھا جائے تو پھر اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر اس شہر میں یہ دستور ہے کہ مہمان اجازت لے کر کھانا کھاتے ہیں تو اس صورت میں اجازت لے لینی چاہئے۔کوئی چیز منہ سے نکال کر پھر پیالہ میں نہ ڈالے اور کھاتے وقت خلال بھی نہ کرے۔یہ دونوں امر مکروہ ہیں اور ہاتھوں کو روٹی سے صاف نہ کرے اور نہ اس کو خراب کرے۔ایک کھانے کو دوسرے کے ساتھ نہ ملائے۔یعنی مختلف کھانوں کو آپس میں نہ ملائے۔کیوں کہ بہت لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں اور اگر کسی کو کھانوں کے ملانے کی خواہش پیدا ہو تو وہ دوسروں کے واسطے ایسا نہ کرے' یعنی ملانا ترک کرے' مہمان کو یہ روا نہیں ہے کہ طعام کی برائی بیان کرے۔اور نہ ہی صاحب دعوت کو روا ہے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نہ تو کبھی کھانے کی تعریف کی تھی اور نہ ہی مذمت کی تھی جب تک دوسرے آدمی طعام سے فارغ ہو کر اپنا ہاتھ نہ ہٹالیں تب تک اپنا ہاتھ نہ ہٹائے چاہے سیر ہی ہو چکا ہو۔ہاں اگر دوسرے آدمی کشادہ پیشانی سے اجازت دے دیں تو اس وقت ہاتھ ہٹانا اور بس کرنا جائز ہے۔ہاتھوں کو ایک ہی طشت میں دھوئیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔تم تفرقہ نہ کرو۔اگر تفرقہ کرو گے تو تمہاری جمیعت بھی پراگندہ اور پریشان ہو جائے گی اور یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک طشت پانی سے بھر نہ جائے اس کو اٹھایا نہ جائے اور کھانے کی چیزوں سے ہاتھ نہ دھوئے جائیں جیسے آٹا' لوبیا اور مسور اور ہر طمان وغیرہ کا۔اور ایک روایت میں ہے کہ بھوسے سے ہاتھ مل کر دھوئیں۔دو کھجوریں ایک ہی دفعہ منہ میں نہ رکھی جائیں کیونکہ پیغمبر ﷺ نے ایسا کرنے کو مکروہ فرمایا ہے۔مگر ایسی حالت میں ہے کہ جب دوسروں کے ساتھ مل کر کھا رہا ہو۔اور اگر اکیلا کھاتا ہے یا خداوند طعام ہے تو اس صورت میں جائز ہے میزبان کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میرے واسطے فلاں قسم کا کھانا تیار کرو جو کچھ وہ سامنے لا رکھے اسی پر قناعت کی جائے۔فرمائش کرنی میزبان پر بوجھ ڈالنا ہوتا ہے اور اس کو تردد میں مبتلا کرنا ہے۔پیغمبر ﷺ

نے فرمایا کہ میں خود اور میری اُمت کے پرہیزگار تکلیف سے بے زار ہیں۔ اور اگر میزبان خود مہمان سے درخواست کرے کہ وہ اسے کس قسم کی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے تو اس صورت میں مہمان اپنی خواہش سے مطلع کر دے اور جب کوئی تحفہ وجہ حلال سے پیش کیا جاوے تو اس کا رد کرنا مکروہ ہے۔ خواہ تھوڑی سی چیز ہو اور مناسب ہے کہ اس ہدیہ کا عوض دینے کی کوشش کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کے حق میں دعائے خیر تو ضرور کر دے اور اگر کھانے کی چیز میں کوئی دوسری ایسی چیز جا پڑے جس سے خون جاری ہو اور وہ کھانے والی چیز مائع یعنی تر اور بہنے والی ہے تو وہ طعام ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ اگر کھانا خشک ہے اس میں پانی کی ملاوٹ نہیں تو اس صورت میں ایسا کرے کہ جو ناپاک چیز کھانے میں پڑی ہے اس کو نکال کر پھینک دے اور اس کے آس پاس جو کھانا ہو اس کو بھی الگ کر کے پھینک دے اور باقی ماندہ کھا لے اور اگر ایسا ہو کہ کھانے میں گری ہوئی چیز سے خون تو جاری نہیں مگر زہریلی چیزوں میں سے ہے جیسے سانپ اور بچھو ہے تو اس صورت میں اس کا کھانا حرام ہے اور یہ ضرر پہنچنے کے خیال سے ہے اگر کھانے میں مکھی جا پڑے تو مکھی کو اس میں غوطہ دے دے اور اس کے بعد نکال کر پھینک دے۔ اگر مکھی مر جائے تو بھی کھانا ناپاک نہیں ہوتا۔ اس کا کھا لینا درست ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی مکھی تمہارے کھانے کے برتن میں گر جائے تو تم اس کو غوطہ دے کر نکال دو اور غوطہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور وہ اپنے آپ کو اسی کے بل گراتی ہے اور اس کے دوسرے پر میں شفا ہے اور جب غوطہ دیا جاتا ہے۔ تو اس کا زہر دور ہو جاتا ہے کیونکہ تریاق کا بھی اثر ہوتا ہے۔ آدمی جب پانی پیئے تو اس کا چوس کر پینا مستحب ہے اور چارپایوں کی طرح نہ پئے جب پانی پی رہا ہو تو اس وقت تین دفعہ اپنے منہ سے الگ کر کے سانس لے لے۔ کیونکہ الگ نہ کیا جائے تو پانی کے پیالے میں سانس جائے گا۔ اور اس میں سانس جانا اور پھونک مارنا مکروہ ہے۔ کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہئے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے' المختصر کھانے اور پینے کے بارہ آداب ہیں۔ ان میں سے چار تو فرض ہیں اور چار سنت اور چار مستحب ہیں۔ فرض یہ ہیں۔

پہلا یہ جاننا کہ جو کچھ کھایا جاتا ہے وہ کہاں سے ہے یعنی وجہ حلال سے ہے۔ دوسرا بسم اللہ پڑھنی' تیسرا خوش ہونا۔ چوتھا خداوند تعالیٰ کا شکر بجالانا۔

چار سنتیں یہ ہیں پہلی بائیں پاؤں پر بیٹھنا' دوسری تین انگلیوں سے کھانا' تیسری اپنے سامنے سے کھانا۔ چوتھی یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو جو کھانے سے لتھڑی ہوئی ہوتی ہیں چاٹ لے۔

چار مستحب یہ ہیں۔ منہ میں لقمہ چھوٹا ڈالنا اور اس کو اچھی طرح سے چبا کر کھانا۔ دوسرا لوگوں کے منہ کی طرف کم دیکھنا۔ تیسرا روٹیوں کو دستر خوان پر بچھا کر ان پر سالن ڈالنا۔ چوتھا یہ کہ تکیہ لگا کر یا پیٹ کے بل اوندھا ہو کر نہ کھائے۔

روزہ کے افطار کرنے کا بیان

جب کوئی روزہ دار کسی دوسرے کے ہاں روزہ کھولے تو اس وقت یہ دعا پڑھے اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمُ الرَّحْمَةُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَهَدَانَا مِنَ الضَّلٰلَةِ وَفَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِهٖ تَفْضِيْلًا اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ جِيَاعَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَلْبِسْ عَارِيَهَا وَعَافِ مَرْضٰهَا وَرُدَّ غَآئِبَهَا وَاجْمَعْ شَمْلَ اَهْلِ الدَّارِ وَادِرَّ اَرْزَاقَهُمْ وَاجْعَلْ دُخُوْلَنَا بَرَكَةً وَّخُرُوْجَنَا مَغْفِرَةً وَّاٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ تمہارے ہاں یعنی تمہارے گھر میں روزہ دار روزہ کھولیں اور نیکوکار آدمی تمہارے طعام کو کھائیں۔ تم پر رحمت نازل ہو اور فرشتے تم پر درود بھیجیں اور خداوند تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم کو طعام دیا ہے اور پانی عطا فرمایا ہے اور ہم کو مسلمان کیا ہے اور گمراہی سے پھیر کر ہم کو سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ہم کو ایسی بزرگی دی ہے جیسا کہ بزرگی دینے کا حق ہے۔ اے خداوندا اپنے پیغمبر ﷺ کی اُمت کے بھوکے لوگوں کو سیر کر دے اور اس کی اُمت کے ننگے لوگوں کو کپڑے پہنا دے اور اس کی اُمت کے بیمار آدمیوں کو تندرستی عطا کر اور جو لوگ اُمت سے غائب ہو گئے ہیں ان کو واپس لے آ۔ اور صاحب خانہ کی پریشانی کو دور کر دے اور ان پر ان کی روزی نازل کر اور ہمارے آنے میں برکت ڈال اور ہمارے دخول یعنی ہمارے اندر آنے کے سبب اس کے گھر میں برکت داخل کر۔ اور

ہمارے جانے میں مغفرت ہو اور دنیا اور آخرت میں ہم کو نیکی عطا فرما۔ اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اپنی رحمت سے ہم کو دوزخ کے عذاب سے نگاہ اور محفوظ رکھ۔

حمام کے آداب

حمام کا بنانا۔ اس کا بیچنا اس کا مول لینا۔ اس کو کرایہ پر دینا یہ سب امور مکروہ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں لوگوں کی برہنگی کا ستر نہیں رہتا۔ سب اعضاء دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حمام برا گھر ہے کیونکہ یہ لوگوں کی شرم کو دور کرتا ہے اور قرآن اس میں نہیں پڑھا جاتا۔ اس لیے یہ بہتر ہے کہ حمام میں جہاں تک ممکن ہو نہ جائے۔ اگر جائیں تو اس وقت جائیں جب جانے کے لیے لاچار ہو جائیں۔ روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ حمام میں جانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور آپ یہ علت بیان کرتے تھے کہ حمام میں جانا اپنی عیش کی تازگی ہے اور حسن اور ابن سیرین کا بھی یہ دستور تھا کہ حمام میں نہیں جایا کرتے تھے۔ ابن احمد کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے باپ کو حمام میں جاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ اگر کسی کو ایسی ضرورت لاحق ہوئی ہے کہ حمام میں جانے کے سوا اس کو کوئی چارہ نہیں تو اس کو پاجامہ پہن کر جانا چاہیے اور وہاں لوگوں کے جسم کی طرف جس کا ڈھانپنا فرض ہے نہ دیکھے اور اس سے پرہیز کرے بہتر یہ ہے کہ دوسرے آدمیوں سے حمام خالی کرائے تورات کے وقت حمام میں جائے یا اس وقت جائے جب دن میں گناہ کم ہوں۔ لوگوں نے حمام میں جانے کے باب میں امام احمدؒ سے پوچھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ جو شخص حمام میں ہے اگر اس کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے کپڑا باندھا ہوا ہے تو حمام میں چلا جائے نہیں تو نہ جائے۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ حمام برا گھر ہے نہ تو اس میں کپڑا پہنا جاتا ہے اور نہ ہی اس کا پانی طاہر یعنی پاک ہے۔ عائشہؓ کہتی ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ حمام میں چلو اور کوہ احد کے برابر سونا لے لو تو اس صورت میں بھی مجھ کو حمام میں جانا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جابر بن عبداللہؓ رسول مقبول سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو آدمی خداوند تعالیٰ اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اس کو حمام میں نہیں جانا چاہیے۔ مگر کپڑا باندھ کر۔ اور اگر عورتیں حمام میں جانا چاہیں تو ان کو بھی ان شرطوں کے ساتھ جانا روا ہے جو مردوں کے حق میں بیان ہوئی ہیں یا کوئی عذر ہو جس کے باعث سے جانا ضروری ہو۔ مثلاً کوئی بیماری ہے یا حیض اور نفاس کے دن ہیں ابن عمرؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اے میری اُمت کے لوگو۔ تمہارے واسطے عجم کا ملک فتح ہوگا۔ اور اس ملک میں ایک قسم کے گھر پاؤ گے جن کا نام حمام ہے۔ پس تم میں سے کوئی آدمی آزار باندھے بغیر ان گھروں میں نہ جائے اور عورتیں بیماری اور نفاس کے عذر کے سوا نہ جائیں اور جب کوئی حمام میں جائے تو یہ نہ کہے۔ سَلَامٌ عَلَیْكَ اور نہ ہی وہاں قرآن پڑھے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں بیان ہوا ہے۔

برہنگی کا بیان

غسل کرنے کے وقت یا کسی دوسری جگہ میں ننگا ہونا منع ہے ابو داؤد بہز بن حکیم اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ اگر کوئی ننگا ہو تو کس کے سامنے ہو اور کس سے اپنی برہنگی کو چھپالے۔ فرمایا کہ سب سے چھپالے مگر اپنی عورت اور لونڈی سے نہ چھپائے ان کے سامنے کردے۔ اس کے بعد پھر پوچھا کہ اگر ایک گروہ کے آدمی اس حال میں ہوں کہ ان میں سے کسی کے پاس تو کپڑا ہے اور کسی کے پاس نہیں ہے تو وہ کیا کریں جواب دیا کہ جو ننگے ہیں جہاں تک ہو سکے وہ اپنے ستر عورت کو دوسروں کے کپڑے سے ڈھانپ لیں۔ پھر پوچھا کہ اگر ہم میں ایک ہی آدمی تنہا ہو۔ جس کے پاس کپڑا ہے تو پھر باقی کیا کریں۔ فرمایا اس صورت میں خداوند کریم سے شرم کریں۔ جس سے شرم کیا جاتا ہے۔ اس کے زیادہ لائق وہی ہے۔ ابو داؤد ابو سعید خدریؓ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی عورت دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے اور نہ ہی دو مرد ایک ہی کپڑے میں جمع ہوں اور نہ ہی دو عورتیں ایسا کریں۔ کہ وہ ایک ہی کپڑے میں ایک جگہ ہو جائیں۔ اگر تنہائی کی جگہ ہو تو وہاں بھی تہ بند باندھے کے سوا نہ نہائیں۔ ننگا نہانا مکروہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ابو داؤد عطا سے اور وہ یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

آدمی کو دیکھا وہ بغیر تہ بند باندھے کے ننگا نہا رہا تھا۔ پس آنحضرت ﷺ منبر پر گئے اور آپ نے کھڑے ہو کر پہلے حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اس کے بعد فرمایا۔ کہ اس میں شک نہیں ہے۔ کہ اللہ پوشیدہ ہے اور اس میں حیا ہے اور پوشیدگی اور حیا کو دوست رکھتا ہے۔ اس لیے واجب ہے کہ جب کوئی غسل کرے تو تہبند باندھ کر نہائے اور جو آدمی دریا یا تالاب میں نہانا چاہے یا دوسرے کے واسطے اس جگہ سے پانی لینے جائے تو اس کو بھی تہ بند باندھ کر جانا چاہیے۔ اس واسطے کہ خدا کی مخلوقات پانی کے اندر بھی رہتی ہیں۔ جن سے شرم کرنا لازم ہے۔ جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ پانی کے اندر تہ بند باندھنے کے سوا نہ جاؤ۔ اور حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ پانی کے اندر بھی رہنے والے ہیں۔ پانی کے باشندوں سے اپنا ستر ڈھانپنے کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔

پانی میں ننگا داخل ہونے کا بیان

امام احمدؒ سے ایک روایت میں وارد ہے کہ پانی میں برہنگی کی حالت میں گھسنا جائز ہے مکروہ نہیں ایک آدمی نے امام موصوف سے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی نہر میں ننگا نہا رہا ہو۔ اور اس کو کوئی دیکھے نہیں تو اس آدمی کے باب میں کیا حکم ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس کو اس طرح نہانے میں کوئی خوف نہیں ہے اور بہتر امر یہ ہے کہ پانی میں جائے تو لنگی باندھ کر جائے۔ لنگی باندھنے کے بغیر نہ جائے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

انگوٹھی پہننے کا ذکر

ابو داؤد انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عجمیوں کو خط لکھنا چاہا۔ اکثر آدمیوں نے اس وقت آپ سے کہا کہ عجمی لوگ اسی خط کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو۔ اس کے سوا دوسرے خط کو نہیں پڑھتے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر یہ کندہ کروایا محمد رسول اللہ ﷺ انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی انگوٹھی مع نگینہ کے چاندی کی تھی اور حضرت انسؓ سے ہی ایک دوسری روایت ہے۔ جس میں یہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی تو چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ جس پر آپ کا نام مبارک کندہ تھا وہ خرمہرہ یا حبشی عقیق کا تھا۔ ابو داؤد نافع سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگوٹھی سونے کی بنوائی تھی اور اس میں نگینہ چاندی کا تھا۔ اور نگینہ پر یہ کندہ کروایا تھا محمد رسول اللہ۔ اور آپ کا یہ معمول تھا کہ نگینہ کا رخ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے اور آپ کے وقت میں دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا کر پہنیں اور جب آپ نے دوسرے آدمیوں کے ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں دیکھیں تو اپنی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا کہ میں اب اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ اور اس کے بعد آپنے چاندی کی انگوٹھی بنوا کر پہنی۔ اور اس پر یہ کندہ کروایا تھا "محمد رسول اللہ" آنحضرت ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابو بکرؓ نے پہنا اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے اور آخر کو یہ انگوٹھی چاہ اریس میں گر گئی اور پھر اسی میں رہی۔

لوہے کی انگوٹھی کا ذکر

لوہے اور پیتل کی انگوٹھی کا پہننا مکروہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ابو داؤد عبداللہ بن بریدہؓ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تجھ سے مجھ کو بتوں کی بو آتی ہے' اس کا کیا باعث ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اور تو کچھ میرے پاس نہیں ہے۔ پیتل کی ایک انگوٹھی پہنی ہوئی ہے' اس کو بھی پھینک دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ وہ شخص پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ اور وہ اس وقت لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے اس انگوٹھی کو دیکھ کر فرمایا کہ تجھ پر دوزخیوں کا لباس دکھائی دیتا ہے۔ اس نے یہ سنتے ہی وہ لوہے کی انگوٹھی پھینک دی اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کون سی چیز کی انگوٹھی بنوا کر پہنوں۔ آپ نے فرمایا کہ چاندی کی انگوٹھی بنوا کر پہن لو اور وہ وزن میں پوری ایک مثقال یعنی تین ماشہ سے زیادہ نہ ہو۔

انگوٹھی کے پہننے کا طریقہ

درمیانی انگلی اور شہادت میں نہ پہنے۔ ان میں پہننی مکروہ ہے۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان انگلیوں میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنے۔ کیونکہ ابوداؤد و ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔ اور پہلے وقت کے اکثر صالح لوگوں نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور اس کے خلاف کو بدعتیوں کا طریق بیان کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ادب اور مستحب یہ امر ہے کہ چیزوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بائیں میں رکھیں اور اس کے سوا یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کا پہننا انگوٹھی کو نگاہ رکھنا ہے اور ان کی حفاظت ہے جو اس پر خدا کے ناموں اور حرفوں سے کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ پس اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ انگوٹھی چاہے بائیں ہاتھ میں پہنے اور چاہے دائیں میں' دونوں میں جائز ہے۔ مگر بہتر بائیں ہاتھ میں پہننی ہے۔

بیت الخلا میں جانے اور اندام نہانی کے پاک کرنے کا بیان

اگر کوئی رفع حاجت کے لیے پاخانہ کی جگہ میں جائے اور اس وقت انگوٹھی یا کوئی تعویز پہنا ہوا ہے جن پر خداوند کریم کا نام لکھا ہے تو ان کو اپنے پاس سے الگ کر دے اور پہلے بایاں پاؤں آگے بڑھائے اور اس کے بعد دایاں اور پھر یہ کہے بسم اللہ یعنی خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ پلید جنوں جنیوں غلاظت اور راندے ہوئے شیطان سے خدا کی پناہ میں ہوتا ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو نجس اور ناپاک جگہیں ہیں 'ان میں شیطان گھسے رہتے ہیں' اس لیے شیطانوں سے خدا کے ہاں پناہ مانگے۔ بلکہ شیطان اور گندگی اور میل کچیل اور پلیدی ان سب چیزوں سے خدا کی پناہ میں ہونے کی درخواست کرے اور ننگے سر نہ جائے اور پردہ کرنے والا ہو اور تہ بند اس وقت اٹھائے جب زمین کے نزدیک ہو جائے اس سے پہلے نہ اٹھائے اور جب بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر زور ڈالے رکھے کیونکہ ایسا کرنے سے رفع حاجت آسانی کے ساتھ ہو جاتی ہے اور جب تک فارغ نہ ہولے کسی سے بات نہ کرے۔ اور اگر کوئی اس وقت سلام کرے تو اس کو سلام کا جواب نہ دے اور بات کرنے والے کو جواب نہ دے اور اگر چھینک آئے تو خدا پاک کی ثنا اور صفت دل میں کہے اور اس وقت آسمان پر نہ تاکے اور اپنی غلاظت اور ہوا کے خارج ہونے اور دوسرے آدمی کی غلاظت اور ہوا کے خارج ہونے پر ہنسی نہ کرے اور جب حاجت کے رفع کرنے کے واسطے جائے تو آدمیوں سے دور جائے اور تنہائی کے واسطے جو خاص جگہ تجویز کرے وہ نرم جگہ ہو تاکہ چھینٹیں اڑ کر اوپر نہ پڑیں اور اپنا ستر عورت کسی کو نہ دکھائے۔ پس اگر تنہائی کی خاص جگہ سخت ہو یا ہوا نے اس جگہ کو گرد اور غبار سے صاف کر دیا ہے تو ذکر کے سرے کو زمین سے ملا دے اور اگر کہیں جنگل میں ہے تو اس وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ ہی قبلہ کی جانب پیٹھ کرے۔ اور سورج اور چاند کی طرف بھی منہ نہ کرے اسی طرح کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے اور اگر کوئی میوہ دار درخت یا غیر میوہ دار درخت ہے تو اس کے نیچے بھی پیشاب کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر کوئی مسافر کسی وقت سایہ میں بیٹھا تو اس کے کپڑے خراب ہو جائیں گے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر میوہ دار درخت کے نیچے نجاست ہو تو اوپر سے میوہ گر کر نجاست میں آلودہ ہو جاتا ہے اور راستے اور نہر کے گھاٹ میں بھی پیشاب نہ کیا جائے نہ دیوار کے سایہ میں کیونکہ ایسا کرنا نفرین یعنی لعنت کا باعث ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور اس جگہ قرآن وغیرہ نہ پڑھے اور یہ ممانعت خداوند تعالیٰ کے نام کی پاکی اور تعظیم کے سبب سے ہے۔ بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے سوا زیادہ نہ کہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اور جب فارغ ہو تو اس وقت یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ غُفْرَانَكَ (حمد اور تعریف خدا کے لیے ہے جس نے مجھ سے غلاظت اور گندگی کو دور کیا اور مجھے آرام دیا ہے۔ میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہو۔ اور پاک جگہ میں چلا جائے اور وہاں جا کر طہارت کرے اور غلاظت کے مقام میں طہارت نہ کرے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں اس کے ہاتھ بھی غلاظت سے بھر جائیں اور کپڑوں اور بدن پر پلید چھینٹیں بھی نہ پڑیں۔ اور اگر پیشاب معمول کے مطابق راستے سے سیدھا خارج ہوا ہے اور اطراف میں نہیں چمٹا اور چھینٹیں بھی نہیں پڑیں تو اس صورت میں اختیار ہے کہ چاہے خشک چیز سے پاک کرے اور چاہے پانی سے۔ اگر خشک چیز سے پاک

کرنے کا ارادہ کرے۔ پس پتھر کے تین پاک ٹکڑے لے۔ اور وہ ایسے ہوں کہ ان سے کسی نے استنجا پہلے پاک نہ کیا ہو۔ ہر ایک ٹکڑے کو داہنے ہاتھ سے پکڑے اور غلاظت کے خارج ہونے کا جو مقام ہے۔ اس ٹکڑے سے اس جگہ کو رگڑے اور پاک کرے۔ مگر اس سے پہلے ذکر کو جڑ سے لے کر آخر تک بھینچ لے۔ اور یہ عمل کھانستا ہوا کرے تاکہ تحقیق ہو جائے کہ کوئی قطرہ اندر نہیں رہا۔ خارج ہو گیا ہے۔ اس کو استبرا کہتے ہیں۔ پس اپنے ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس کو پتھر پر رگڑے جو دائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا ہے یہاں تک کہ جگہ خشک ہوئی ہوئی دیکھ لے اور اسی طرح تین پتھروں سے تین دفعہ کرے اور اگر پتھر کے ٹکڑے ہاتھ نہ آئیں تو تین لتے لے یا تین ٹھیکریاں یا تین ڈھیلے اور ان سے باری باری خشک کرے' جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے یا تین دفعہ مٹی لے کر ہتھیلی پر رکھے اور اس سے خشک کرے اور اگر یہ چیزیں بھی میسر نہ آئیں تو زمین یا دیوار سے تین دفعہ رگڑے۔ اور ہر دفعہ یہ دیکھتا جائے کہ خشک ہو گیا ہے یا نہیں۔ جب یہ عمل کر چکے اور خشک ہو جائے تو جان لے کہ استنجا پاک کرنے کا جو حکم تھا اس کو بجالایا اور جب پاک کرنے کے بعد وضو کرے تو اس سے فارغ ہونے کے بعد ذکر کو کھینچنے سے پرہیز کرے۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سوراخ ذکر کے کاواک میں کوئی قطرہ رہ جاتا ہے اور کھینچنے سے وہ نکل پڑتا ہے اور پھر وضو فاسد ہو جاتا ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ حق یہ ہے کہ پاک کرنے اور کھانسنے سے پہلے تین قدم زمین پر مارتا ہوا چل لے تاکہ ذکر کے سوراخ میں پیشاب کا کوئی قطرہ باقی نہ رہ جائے۔

پاخانہ کا مقام یعنی مقعد کے پاک اور صاف کرنے کا یہ طریق ہے کہ بائیں ہاتھ میں پتھر کا ایک ٹکڑا پکڑے اور اس کو لے کر مقام مخصوص پر آگے سے پیچھے تک ملے اور اس کے بعد دوسرا ٹکڑا لے اور اس کو پیچھے سے آگے تک لے آئے اور پھر تیسرا لے کر اس کو اس مقام کے ارد گرد یعنی آس پاس ملے اور اگر ان سے طہارت کامل نہ ہو اور پتھروں کے ٹکڑوں پر تری دکھائی دے تو اسی طرح پانچ ٹکڑوں سے رگڑے اور اس قدر عمل کرنے سے بھی اگر شک رہے تو سات اور نو ٹکڑوں تک لے کر ایسا ہی کرے جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ مگر مقعد صاف کرنے کے واسطے جو پتھر لیے جائیں وہ طاق ہوں اور پتھروں کے ٹکڑوں سے پاک کرنے کا ایک اور طریق بھی ہے وہ یہ ہے کہ پتھر کے ٹکڑے کو پہلے بائیں ہاتھ سے پکڑے اور پاخانہ کے خاص مقام سے اوپر کو رکھ کر دائیں طرف کو رگڑنا شروع کرے یہاں تک کہ چاروں طرف سے پھرا کر اسی جگہ پر لے آئے جہاں سے رگڑنا شروع کیا تھا اور اس کے بعد دوسرا ٹکڑا لے' اس کو وہیں سے بائیں طرف کو رگڑنا شروع کرے۔ اور رگڑتا ہوا پھر شروع کرنے کی جگہ پر آجائے اور اس کے بعد تیسرا ٹکڑا لے اور اس کو پاخانہ کے خاص مقام پر رگڑے۔ یہ جتنے طریق بیان ہوئے درست ہیں اور حدیث میں وارد ہیں کہ ایک اعرابی یعنی صحرا نشین ایک صحابیؓ کے پاس آیا اور آکر ان سے تکرار کی کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ تم پاخانہ کے طریق کو اچھی طرح جانتے ہو۔ پس انہوں نے جواب دیا تیرے باپ کی قسم میں اس طریق کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اعرابی نے کہا اگر اچھی طرح جانتا ہے تو اس کو مجھ سے بیان کر۔ صحابی نے فرمایا جب مجھ کو پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے تو میں آبادی سے دور چلا جاتا ہوں۔ اور ڈھیلے مہیا کرتا ہوں اور لے کر بیٹھ جاتا ہوں اور پیٹھ اس طرف کرتا ہوں۔ جس طرف سے ہوا آرہی ہو اور منہ ایک قسم کے گھاس کی طرف ہوتا ہے۔ اس گھاس کو عربی میں شیح بولتے ہیں اور خوشبودار ہوتا ہے اور جب بیٹھتا ہوں تو اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے ہرن بیٹھتا ہے اور اپنے چوتڑوں کو شتر مرغ کے چوتڑوں کی طرح زمین سے بلند رکھتا ہوں۔

پانی سے استنجا کرنے کا بیان

اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے ذکر یعنی پیشاب کی جگہ' کو اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے اور داہنے ہاتھ سے اس کے اوپر پانی ڈالے اور سات دفعہ دھوئے اور جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں پاک کرے اور کھنگارے اور رہا سہا قطرہ نکال ڈالے۔

مدینہ کے داناؤں نے مرد کے آلہ پیشاب کو عورت کے پستان کے ساتھ مشابہت دی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح دبنے سے پستان سے کچھ نہ کچھ دودھ نکلتا ہے۔ اس طرح جب تک آدمی آلہ پیشاب کو بھی کھینچتا اور دباتا رہے تو اس سے بھی کچھ نہ کچھ چیز خارج ہوتی رہتی ہے اور جب اس پر پانی پڑتا ہے تو قطروں کا نکلنا بند ہو جاتا ہے اور جس وقت پاخانہ کے مقام کو دھوئے اس وقت دائیں ہاتھ سے تو پے در پے پانی ڈالتا جائے اور بائیں سے برابر ملے اور چاہیے کہ مقام مذکور کو سست رکھے اور اچھی طرح ملے۔ یہاں تک کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اب بخوبی پاک و صاف ہو گیا ہے اور دونوں انداموں کو اندر سے دھونا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شرعاً معاف ہے اور ہوا کے خارج ہونے پر استنجا کی ضرورت نہیں اور بہتر یہ ہے کہ پہلے

ڈھیلوں سے پاک کرے اور اس کے بعد پانی سے اور اگر صرف ڈھیلوں سے ہی پاک کر ڈالے تو کافی ہے مگر پانی سے طہارت کرے تو یہ ہر حال میں بہتر اور افضل ہے۔ کیونکہ جو آدمی اپنے اندام نہانی کو پانی سے پاک نہیں کرتا اس کو وسواس رہتا ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ شاعروں کا ایک گروہ ہے جس کے آدمی چرکیں اور ناپاک سخن کہتے ہیں۔ یہ پانی سے استنجا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے گندے اور فحش آمیز سخن پیدا ہوتے ہیں جو ان کے مقصود کے موافق ہیں۔ ہم ایسی کلام سے جو گندی اور ناپاک ہو اور جسم کو پاکی سے باز رکھے خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔

خاص مقام میں نجاست کا چمٹنا اور آلودہ ہونا

اگر ذکر حشفہ کی موٹی جانب میں یا مقعد کی دونوں طرف میں نجاست چمٹ جائے اور لگ جائے تو یہ مقام پانی سے دھونے کے سوا پاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ نجاست رخصت کے مقام سے خارج ہو جاتی ہے اس لیے اس نجاست کی مانند ہی ہو جاتی ہے جو ران اور سینہ وغیرہ پر لگ جائے اور وہ پانی سے دھونے کے بغیر دور نہیں ہوتی۔

کن چیزوں سے ڈھیلا کرنا روا ہے

جو چیز خشک اور صاف کرنے والی ہو اس سے ڈھیلا کرنا جائز ہے مگر کھانے کی چیز یا کسی ایسی چیز سے جو کسی قسم کی بزرگی رکھتی ہو۔ استنجا کرنا ناروا ہے نہ کسی جاندار کے عضو گو بر یا ہڈی سے کیونکہ یہ جنوں کی خوراک ہے اور ایسی چیزوں سے استنجا روا نہیں جو پھسلنے والی بھر دینے والی ہیں مثلاً کوئلہ اور شیشہ اور صاف کنکر ہیں۔

وہ حالتیں جن میں استنجا کرنا واجب ہے

ان حالتوں میں انسان کو استنجا کرنا لازم آتا ہے۔ جب عورت' مرد کے اگلے اور پچھلے راستہ سے یہ چیزیں خارج ہوں۔ نجاست 'کیڑے۔ سنگریزے' خون' پیپ' بال اور مرد کے آلہ تناسل سے پانچ چیزوں کا خارج ہونا ہے۔ پہلی پیشاب ہے' دوسری مذی' یہ سفید پانی کی مانند ایک رقیق چیز ہوتی ہے اور جب شہوت پیدا کرنے والے اور لذت آمیز خیالات اٹھتے ہیں تو اس وقت نکل پڑتی ہے اور پیشاب کا حکم رکھتی ہے۔ اس کے نکلنے پر اس خاص مقام کو اچھی طرح دھویا جائے۔ اور خصیوں کو بھی خوب اچھی طرح سے دھونا چاہئے جیسا کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نر کا پانی ہے اور ہر ایک نر کے لئے پانی ہوتا ہے تو چاہئے کہ اپنے ذکر اور دونوں خصیوں کو دھو ڈالے اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرے تیسری دھات ہے پیشاب کے بعد سفید رنگ کا گاڑھا سا پانی نکلتا ہے اور یہ بھی پیشاب کا حکم رکھتی ہے۔ چوتھی منی ہے اور یہ وہ سفید اور گاڑھا پانی ہے جو جماع سے لذت پانے یا احتلام کے وقت نکلتا ہے اور کودتا ہوا خارج ہوتا ہے اور جب مرد طاقتور اور جوانی کے عالم میں ہوتا ہے تو یہ زرد رنگ کا ہوتا ہے اور اگر جماع کی کثرت ہو۔ تو اس حالت میں یہ سرخ رنگ کا ہو جاتا ہے اور ناتوانی یعنی کمزوری میں رقیق اور پتلی ہوتی ہے اور اس کی بو ایسی آتی ہے جیسی کہ خرما کے شگوفے اور خمیرے کے آٹے کی ہوتی ہے اور مشہور روایت میں ہے کہ یہ منی پاک ہوتی ہے۔ مگر جب یہ نکل آئے تو سارے بدن کو دھونا واجب ہو جاتا ہے اور عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ پانچویں ہوا ہے جو کبھی کبھی آگے سے نکلتی ہے جیسے پچھلے راستے سے۔

طہارت کبریٰ

یہ دو قسم پر ہے ایک تو کامل ہے اور دوسری کفایت کرنے والی۔ جب طہارت کامل کرنے لگے تو اس میں نیت کرنی واجب ہوتی ہے اور وہ نیت حدث بزرگ کے دفعہ کرنے یا غسل جنابت کے واسطے ارادہ کرنا ہے پس اگر زبان سے بھی کہے اور دل میں بھی اس کا ارادہ کرے۔ تو یہ افضل ہے۔ اور پانی لینے کے وقت بسم اللہ پڑھے اور پہلے تین دفعہ دونوں ہاتھ دھولے اور اس کے بعد نجاست کو دھوئے اور پھر کامل وضو کرے اور پاؤں کو بعد

میں دھوئے۔ تین دفعہ سر پر پانی ڈالے اور سر کے بالوں کی جڑوں کو تر کرے۔ اس کے بعد سارے بدن پر تین دفعہ پانی ڈالے اور اپنے بدن کو اچھی طرح سے ملے اور تمام بدن کے شکنوں اور سلوٹوں میں پانی ڈال کر اس کو خوب صاف کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے بالوں اور بدن کو خوب صاف اور پاک کرو کیونکہ ہر ایک بال کے نیچے پلیدی ہے اور جب بدن پر پانی ڈالنے لگے تو اپنے داہنے پہلو سے ڈالنا شروع کرے۔ اور جب غسل کر چکے تو غسل کے مقام سے الگ ہو کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے اور اگر غسل کرنے کے درمیان وضو ٹوٹ نہ جائے تو اس طہارت سے نماز کا پڑھ لینا درست ہے کیونکہ ایسے غسل سے ہر ایک طرح کی نجاست دور ہو جاتی ہے اور اگر وضو قائم نہ رہا ہو غسل کے درمیان ٹوٹ گیا ہو۔ تو اس صورت میں نماز کے واسطے دوبارہ وضو کرے اور غسل کا اصل طریق وہ ہے جو حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے تین دفعہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے تھے اور اس کے بعد اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ پھر آپ تین دفعہ کلی کیا کرتے تھے اور پھر تین دفعہ ناک میں پانی ڈالتے تھے اور بعد میں تین دفعہ منہ دھوتے تھے اور اس کے بعد تین تین بار اپنے دونوں بازو دھویا کرتے تھے اور تین دفعہ سر پر پانی ڈالتے تھے اور اس کے بعد آپ غسل فرمایا کرتے تھے اور جب آپ غسل سے فارغ ہو جاتے تھے تو اس وقت آپ اپنے دونوں پاؤں دھویا کرتے تھے اور کوئی صرف غسل ہی کرنا چاہے یعنی غسل جنابت نہ ہو۔ تو وہ پہلے اپنا بدن دھوئے اور نیت کرے اور بسم اللہ پڑھے اور کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ کیونکہ غسل میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے اور وضو میں دو روائتیں ہیں۔ مگر درست روایت یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا وضو میں بھی واجب ہے۔ اور اگر اس غسل سے نماز پڑھنا چاہے تو جائز نہیں ہے اور اگر وضو اور غسل دونوں کی نیت کرے تو اس صورت میں نماز پڑھ لینے کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر نیت نہ کرے گا تو اس صورت میں وضو ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی نماز واجب ہوتی ہے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جس کا وضو نہ ہو اس کی نماز نہیں ہوتی اسکے برعکس پہلے غسل میں تو اس نے پورا وضو کیا ہے اور پانی کا زیادہ خرچ کرنا ادب سے خارج ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پانی اعتدال کے ساتھ خرچ کیا جائے اگر کوئی غسل اور وضو میں کم پانی خرچ کرے تو زیادہ پسندیدہ ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ آپ ایک مد پانی سے وضو کرتے تھے اور مد ایک رطل اور رطل کا تیسرا حصہ ہوتا ہے اور جب غسل کرتے تھے تو ایک صاع سے کیا کرتے تھے اور صاع چار مد پانی کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

اعضا دھونے کے وقت مستحب ذکر

جب استنجا سے فراغت پالے تو اس وقت یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الشَّكِّ وَالنِّفَاقِ وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ اے اللہ میرا دل گمان اور نفاق سے پاک کر اور میرے اندام نہانی کو بدیوں سے محفوظ رکھ اور بسم اللہ کہنے کے وقت یہ دعا پڑھے اَعُوْذُبِكَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ خداوندا میں شیطان کے وسوسوں اور خللوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے پروردگار اپنے پاس شیطانوں کے آنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اور دونوں ہاتھوں کے دھونے کے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْیُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْھَلَاكَةِ خداوندا میں تجھ سے یمن اور برکت چاہتا ہوں اور شامت اور ہلاکت سے پناہ مانگتا ہوں ور کلی کرنے کے وقت یہ کہے اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ كِتَابِكَ وَكَثْرَةِ الذِّكْرِ لَكَ خداوندا مجھ کو قرآن پڑھنے پر جو تیری کتاب ہے مدد دے اور اپنے ذکر کی کثرت پر طاقت عطاء فرما۔ اور ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اَوْجِدْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ بار خدایا مجھ کو بہشت کی خوشبو دے اور مجھ سے راضی ہو اور ناک چھڑکنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ رَوَآئِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ پروردگار میں دوزخ کی بری بوؤں اور برے گھر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور منہ دھونے کے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِیَآئِكَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَآئِكَ خداوندا جس دن تیرے دوستوں کے منہ سفید ہوں گے اس دن تو میرے منہ کو بھی سفید کر۔ اور جس دن تیرے دشمنوں کے منہ سیاہ ہوں گے اس روز تو میرے منہ کو سیاہ نہ کر اور جب داہنے ہاتھ کو دھونے لگے تو اس وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ كِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا بار خدایا میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں دے اور میرے حساب کو آسانی سے لے اور بایاں ہاتھ دھونے کے وقت یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تُؤْتِیَنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْمِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ خداوندا میں اس سے تیرے ہاں پناہ مانگتا

ہوں کہ تو میرے اعمال نامہ کو میرے بائیں ہاتھ میں دے- یا پیٹھ کے پیچھے سے مجھ کو دے اور سر کا مسح کرتے وقت یہ کہے- اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ خداوندا مجھ کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور اپنی برکتیں میرے اوپر نازل کر اور اپنے عرش کے نیچے اس دن مجھ کو سایہ عطا فرما جس دن تیرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہو گا- اور دونوں کانوں کا مسح کرنے کے وقت یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اَللّٰھُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّةِ مَعَ الْاَبْرَارِ خداوندا مجھے قرآن کے سننے والوں اور اس کی اچھی طرح سے پیروی کرنے والوں میں سے بنا اے اللہ جو لوگ نیکوکاروں کے ساتھ بہشت کی طرف جانے کے واسطے پکارتے ہیں ان کی پکار مجھ کو سنا دے' اور جب گردن کا مسح کرنے لگے تو اس وقت یہ کہے اَللّٰھُمَّ فُكَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ خداوندا دوزخ سے میری گردن کو آزاد کر دے' میں زنجیروں اور طوقوں سے تیرے ہاں پناہ مانگتا ہوں اور اپنا دایاں پاؤں دھونے کے وقت یہ پڑھے- اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ مَعَ اَقْدَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ خداوندا مومن آدمیوں کے پاؤں کے ساتھ میرے پاؤں کو پل صراط پر قائم اور ثابت رکھ اور بایاں پاؤں دھونے کے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَنِ الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ خداوندا میں اس بے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ پل صراط سے میرے پاؤں پھسل جائیں جس دن کہ منافقوں کے پاؤں پھسل جائیں گے- اور وضو سے فارغ ہو جانے کے بعد اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھائے- اور یہ پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سُبْحٰنَكَ وَ بِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَسْاَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ اَذْكُرُكَ وَاُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا-

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں- پاکی اور حمد تیرے واسطے ہی ہے تیرے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے- میں نے برا کام کیا ہے اور اپنے نفس پر ظلم کیا ہے- میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تجھ سے توبہ کی درخواست کرتا ہوں- پس تو مجھ کو بخش دے اور میرے اوپر رحمت کر- اس میں کوئی شک نہیں کہ تو بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے- اے اللہ تو مجھ کو اپنی طرف لوٹنے والوں میں سے بنا اور مجھ کو پاکیزہ لوگوں میں سے کر اور مجھ کو صابر اور شاکر کر دے اور ایسا کر دے کہ صبح اور شام تیرا بہت ذکر کیا کروں اور تیری بہت تسبیح کروں

پوشاک کے بیان میں

کپڑے پہننے پانچ قسم پر ہیں- ایک تو وہ ہیں جن کا پہننا عاقل اور بالغ آدمی کے واسطے حرام ہے- دوسری قسم کے وہ ہیں- جو ایک کے لیے تو حرام ہیں مگر دوسرے کے لیے حرام نہیں' تیسری قسم کے وہ ہیں جن کا پہننا مکروہ ہے- چوتھی قسم میں وہ ہیں جو مباح ہیں- پانچویں قسم کے کپڑے پاک ہیں-

1. جو کپڑے کسی کے چھین کر پہنے جائیں وہ حرام مطلق ہیں-
2. جو کپڑے ایک پر حرام ہیں اور دوسرے پر حلال وہ ریشمی ہیں- مرد کو ان کا پہننا حرام ہے اور عورت کو حلال اور لڑکوں کو ریشمی کپڑا پہنانے میں دو روائتیں ہیں اور اسی طرح کافروں کی لڑائی میں مردوں کو حریر پہننے کے لیے بھی دو روائتیں آتی ہیں- جن میں سے ایک میں مباح لکھا ہے جو چوتھی قسم ہے-
3. جو کپڑا بہت لمبا اور نیچا پہنا جائے وہ مکروہ ہوتا ہے- اس سے تکبر ثابت ہوتا ہے اور ایسا ہی اس کپڑے کا پہننا مکروہ ہے جس میں ریشم اور سوت اس طرح ملے ہوئے ہوں کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون زیادہ ہے اور کون کم ہے- پاک کپڑا وہ ہے جس کو ہر ایک خاص اور عام آدمی پہن سکتا ہے اور پہنتا ہے اور اپنے کنبے اور شہر کے لوگوں کی روش کے خلاف کپڑا پہننا منع کیا گیا ہے- کیونکہ لوگوں کی روش کے برخلاف کپڑا پہنے تو وہ انگشت نمائی کرتے ہیں اور اس کو پسند نہیں کرتے اور پیچھے برا کہتے ہیں پس اس قسم کا پہننا ایک تو اوروں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور دوسرے اس کی غیبت کا- اس صورت میں روش کے خلاف کپڑا پہننے والا ایک تو گناہ کا باعث ہوا اور دوسرا گناہ میں شریک ہوا-

پوشاک کی قسمیں

ایک طرح کی پوشاک تو واجب ہے اور دوسری مستحب ہے پھر واجب کی دو قسمیں ہیں۔ایک حق اللہ کہلاتی ہے اور دوسری کو حق الناس کہتے ہیں۔یہ خاص شخص کی ذات سے متعلق ہوتی ہے۔حق اللہ تو یہ ہے کہ ستر عورت یعنی اپنی برہنگی کو لوگوں سے اس طرح چھپالے جیسا کہ چھپانے کا حق ہے۔اور برہنگی کے فصل میں مذکور ہوا ہے اور حق الناس پوشاک یہ کہلاتی ہے کہ گرمی اور سردی کی مصیبت سے بچنے اور اپنی حفاظت کے واسطے پہنے۔اس قسم کی پوشاک آدمی کو پہننی واجب ہے۔اور یہ روا نہیں ہے کہ ایسی پوشاک سے درگزر کرے۔کیونکہ اس کا ترک کرنا جان کے تلف ہونے کا موید ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

دوسری قسم مستحب ہے اور داخل ادب ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حق اللہ ہے یہ تو چادر ہے اگر کسی جماعت یا لوگوں کے مجمع میں ہو جیسا کہ عید اور جمعہ وغیرہ کے متبرک دن ہیں۔تو ان میں اپنے کندھوں کو خوبصورت کپڑوں سے ننگا نہ کرے اور دوسری قسم حق الناس ہے۔یہ وہ ہے کہ جو عمدہ اور نفیس مباح کپڑے ہیں انہیں پہنے ان کا پہننا زیبائش کا باعث ہے اور آدمی کی آبرو بڑھتی ہے اور لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور ان سے بے مروتی نہ کرے۔اور جب پگڑی باندھنے لگے تو پہلے اس کا سرا کندھے یا ٹھوڑی یا دانت میں دبالے۔ایسا کرنا مستحب ہے۔دبانے کے بعد پگڑی کو سر پر لپیٹے۔اور عرب کے لباس کے خلاف نہ پہنے اور عجم کی پوشش کے مشابہ نہ کرے۔یہ خلاف اور مشابہت مکروہ ہے اور دامن کو لمبا نہ رکھے۔کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کے لیے پاجامہ کی لمبائی کی حد یہ ہے کہ وہ نصف پنڈلی تک ہو اور اگر ٹخنوں تک نیچا ہو تو اس میں بھی کوئی گناہ اور حرج واقع نہیں ہوتا اور جس قدر پاجامہ ٹخنوں سے نیچا ہوگا۔تو وہ دوزخ میں ہے۔اگر کوئی متکبروں کی مانند لمبا پاجامہ پہنے تو خداوند کریم اس کی طرف نگاہ نہیں کرے گا۔

ابوداؤد ابوسعید خدری کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔جیسی کہ مذکور ہوئی ہے' اور مکروہ ہے۔کہ جب نماز پڑھنے لگے تو اس وقت اپنے آپ کو کپڑے سے ایسا سخت نہ لپیٹے کہ چادر اپنی دونوں کندھوں پر اس طرح اوڑھ لے کہ کسی طرف سے اپنے ہاتھ باہر نہ نکال سکے اور ایسا ہی سدل مکروہ ہے یعنی چادر لٹکا کر نماز پڑھنی۔اس طرح کہ چادر کا وسط صرف سر پر ڈال کر اس کے دونوں طرف پیٹھ پر لٹکائے جائیں اور یہ یہودیوں کا پہناوا ہے اور اسی طرح اجتباء مکروہ ہے۔اجتباء یہ ہے کہ اپنے دونوں زانوں کو سینے سے لگا کر بیٹھ جائے اور پشت کی طرف سے چادر لا کر دونوں گھٹنوں پر لپیٹ لے۔اس طرح کرنے سے پشت کی چادر تکیہ کا کام دیتی ہے۔مگر اس کی کراہت اس وقت ہے جب چادر کے سوا کوئی اور کپڑا موجود نہ ہو۔کیونکہ اس وقت ایسا کرنا برہنہ ہونا ہوتا ہے۔اور اگر نیچے کوئی اور کپڑا پہنا ہوا ہو۔تو پھر ایسا کرنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی نماز میں منہ پر کپڑا ڈالنا اور ناک چھپانا مکروہ ہے۔اور مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کی سی پوشاک نہ پہنیں اور عورتیں ایسے کپڑے نہ پہنیں جو مردوں کے پہناوے کے مشابہ ہوں۔کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والے آدمیوں پر لعنت کی ہے اور ان کو عذاب کا خوف دلایا ہے۔اور نماز میں سرینوں کے بل نہ بیٹھے۔اس طرح کہ دونوں پاؤں تو لمبے کردے اور دونوں سرینوں پر بیٹھ جائے۔یا سرینوں کے بل بیٹھ کر دونوں پاؤں کھڑے کردے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس طرح کتا بیٹھتا ہے اور کتے کی طرح بیٹھنا منع ہے اور پھٹا ہوا کپڑا نہ پہنے۔کیونکہ اس سے بدن دکھائی دیتا ہے اور اگر اندام نہانی کی جگہ پر سے کپڑا پھٹا ہوا ہوگا تو ایسا کرنے والا آدمی گنہگار ہوگا۔اور اگر کوئی جان بوجھ کر نماز کی حالت میں پھٹا ہوا کپڑا پہنے اور اندام نہانی اس سے دکھائی دے تو اس صورت میں نماز درست نہیں ہوتی اور شارع نے پاجامہ کی تعریف کی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پاجامہ آدھی پوشاک ہے اور مردوں کے واسطے اس کے پہننے کی تاکید ہے اور پائنچے کشادہ رکھنا مکروہ ہیں اور تنگ رکھنا بہتر اور پیارا کیونکہ اس سے پردہ زیادہ رہتا ہے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دعا کی کہ خداوندا پاجامہ پہننے والی عورتوں کو بخش دے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ راستے میں جارہے تھے جاتے ہوئے ایک عورت پاس سے گذری جو بلندی پر چڑھ رہی تھی اور گر پڑی رسول مقبول ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی جس عورت کی طرف سے آپ نے اپنا منہ پھیر لیا ہے وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے اس وقت آپ نے اس کے حق میں یہ دعا فرمائی جو اوپر مذکور ہوئی ہے اور بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ ایسے پاجامے پہننے مکروہ ہیں جو لمبے اور کشادہ ہوں اس قدر کہ دونوں پائنچے دونوں پاؤں کی پیٹھ پر پڑتے ہوں اور اصل یہ ہے کہ فراخ ہو یہ مشہور مثل ہے عَيْشٌ فَخَفْخَجٌ اِذَا كَانَ وَاسِعًا جب فراخ ہو تو زندگی فخرفج ہے اور بہتر لباس وہ ہے جو عیب کو ڈھانپ

دینے والا ہو۔ اور بہتر رنگ کے کپڑے سفید ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے واسطے سب سے بہتر سفید جامہ ہے اور دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے تمہیں لازم ہے کہ اپنے فرزندوں کو سفید کپڑے پہنادے اور مردوں کو کفن بھی سفید دو۔ اور ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کپڑوں میں سے تم سفید جامہ پہنو کیونکہ یہ تمہارے لباسوں میں سے بہتر لباس ہے اور مردوں کو دفناؤ تو سفید کپڑوں میں دفناؤ اور تمہارے واسطے سب سے اچھا سرمہ اثمد ہے جو سرمہ اصفہانی کہلاتا ہے یہ بینائی زیادہ کرتا ہے اور پلکوں کو بڑھاتا ہے۔

خواب کا بیان

جب آدمی سونے کا ارادہ کرے تو پانی کے برتن کو ڈھانپ دے اور مشک کا منہ باندھ دے اور چراغ کو گل کردے اور دروازہ کو بند کرلے۔ اور اگر کوئی بودار چیز کھائی ہو۔ تو منہ دھو کر سوئے تاکہ کوئی موذی جانور ضرر نہ دے اور بسم اللہ پڑھے اور اس روایت پر عمل کرے جو ابوداؤد نے سعید بن عبیدہ سے بیان کی ہے اور انہوں نے عازب کے بیٹے براء سے کہ آنحضرت ﷺ نے براء سے فرمایا کہ جب تو خواب گاہ میں جائے تو نماز کے وضو کی طرح پہلے وضو کر اور پھر دائیں پہلو پر لیٹ جا اور یہ پڑھ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ عَلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَ مَاتَقُوْلُ (ترجمہ) خداوندا میں نے اپنے منہ کو تیرے سپرد کیا اور اپنے کام کو تجھ پر چھوڑ دیا اور اپنی مدد کے لئے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری پناہ میں ہوتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں اور تجھ ہی سے خوف کرتا ہوں۔ تیرے سوا اور کوئی پناہ نہیں اور نہ ہی کہیں رستگاری کی جگہ ہے میں تیری کتاب پر جو تو نے نازل کی ہے ایمان لایا اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا جو تو نے بھیجا ہے۔ پس اگر تو اس حال میں مرجائے گا تو مسلمان مرے گا۔ اور فرمایا کہ سونے سے پہلے اور سب کے بعد اس دعا کو پڑھا کر۔ براء نے کہا کہ میں اس دعا کو یاد کرنے لگا یاد کرنے کے بعد میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اب آپ کو سناؤں فرمایا پڑھو۔ میں نے دعا میں یہ پڑھا بِرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ تیرے رسول پر جو تو نے بھیجا ہے آپ نے فرمایا۔ اس طرح نہیں بلکہ یوں کہہ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ اور تیرے نبی پر جس کو تو نے بھیجا ہے۔

پس حدیث کے موافق قبلہ کی طرف منہ کرکے دائیں کروٹ پر سونا اس طرح جیسا کہ آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اگر اس مطلب کے واسطے پیٹھ پر لیٹے کہ آسمان اور زمین کی بادشاہت میں غور کرے تو کوئی مضائقہ نہیں اور اوندھا لیٹ کر سونا مکروہ ہے اور اگر خواب میں کوئی ڈرانے والی چیز دکھائی دے تو خداوند کریم سے اس چیز کے ضرر سے پناہ مانگے اور تین دفعہ اپنی بائیں جانب تھوکے اور یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ خَیْرَ رُؤْیَایَ وَاکْفِنِیْ شَرَّھَا خداوندا میرے لئے اس خواب کا نتیجہ نیک کر اور اس کے شر سے بچا اور آیت الکرسی اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے اور اگر نجس ہو اور ناپاکی کی حالت میں ہو تو پھر نہ پڑھے اور اپنی خواب کو بیان نہ کرے مگر ایسے لوگوں کے پاس جو نیک اور عقلمند اور سمجھنے والے ہوں۔ اور اگر خواب میں شیطانی خیالات دیکھے تو ان کو بیان نہ کرے کیونکہ ان کا باعث شیطان ہے جو بری شکل میں آتا ہے۔ ابی قتادہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ خواب تو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور خیالات شیطان کی جانب سے سرزد ہوتے ہیں پس جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین دفعہ تھوکے اور خدا سے اس کی برائی سے پناہ مانگے۔ اگر ایسا کرے تو برے خواب اس کو نقصان نہیں پہنچاتے ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول مقبول ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوجاتے تھے تو جو لوگ حاضر ہوتے تھے ان سے پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا؟ اور پھر فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد پیغمبری تو نہیں رہے گی مگر اس کی بجائے نیک خواب رہ جائیں گے۔ عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن آدمی کو جو خواب آتا ہے وہ پیغمبری کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے اور جب کوئی گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرے تو اس وقت یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْاُضَلَّ اَوْاَزِلَّ اَوْاُزَلَّ اَوْاَظْلِمَ وَاُظْلَمَ اَوْاَجْھَلَ اَوْیُجْھَلَ عَلَیَّ خداوندا میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں گمراہ ہوجاؤں یا گمراہ کیا جاؤں یا پھسلوں یا پھسلایا جاؤں یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا نادان بنوں یا نادان بنایا جاؤں۔ شعبی حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے جب پیغمبر خدا میرے گھر سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو اس وقت آپ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے جو اوپر مذکور ہوئی ہے

اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے اور صبح وشام رسول مقبول ﷺ کی بتائی ہوئی دعا پڑھا کرے جو یہ ہے اَللّٰهُمَّ بِكَ نُصْبِحُ وَبِكَ نُمْسِيْ وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ خداوندا میں تیرے ساتھ صبح کرتا ہوں اور تیرے ساتھ ہی رات بسر کرتا ہوں اور تیرے فضل سے ہی زندہ رہتا ہوں اور تیرے حکم سے مرتا ہوں اور دن کے وقت دعا میں یہ الفاظ زیادہ کردے وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ اور تیری طرف ہی زندہ ہو کر اٹھنا ہے اور رات کے وقت یہ الفاظ بڑھائے وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری طرف ہی بازگشت ہے اور اس دعا کے ساتھ یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَعْظَمِ عِبَادِكَ عِنْدَكَ نَصِيْبًا فِيْ كُلِّ خَيْرٍ تَقْسِمُهُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَفِيْمَا بَعْدَهُ مِنْ نُّوْرٍ تَهْدِيْ بِهٖ اَوْ رَحْمَةٍ تَنْشُرُهَا اَوْ رِزْقٍ تَبْسُطُهُ اَوْ ضُرٍّ تَكْشِفُهُ اَوْ ذَنْبٍ تَغْفِرُهُ اَوْ شِدَّةٍ تَدْفَعُهَا اَوْ فِتْنَةٍ تَصْرِفُهَا اَوْ مُعَافَاةٍ تَمُنُّ بِهَا بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پروردگارا مجھ کو اپنے بندوں میں سے جو تیرے پاس ہیں زیادہ بزرگ کر اور ہر ایک نیکی میں سے جو تو لوگوں پر اتارتا ہے اور یا وہ روزی ہے جس کو تو کشادہ کرتا ہے اور یا وہ ضرر ہے جس کو تو دور کرتا ہے اور یا وہ گناہ ہے جسے تو بخش دیتا ہے یا سختی ہے جو دفع کرتا ہے یا بلا ہے جو تو لوٹا دیتا ہے اور یا وہ تندرستی ہے جو اپنے فضل سے عنایت کرتا ہے اور تو ہی ہر ایک چیز پر قادر ہے اور جب مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس وقت پہلے اپنا دایاں پاؤں آگے بڑھائے اور اس کے بعد بایاں پاؤں رکھے اور دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں خدا کے رسول پر سلام ہو خداوندا محمد ﷺ پر رحمت بھیج اور اس کی اولاد پر رحمت نازل کر اور میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے واسطے اپنی رحمت کے دروازے کھول لے اور جو پہلے مسجد میں موجود ہو اس پر سلام کہے۔

اگر مسجد میں کوئی آدمی پہلے نہ ہو تو یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا عَزَّوَجَلَّ پروردگار کی طرف سے جو بزرگ اور برتر ہے۔ ہم پر سلام ہو اور جب مسجد میں داخل ہو تو پہلے دو رکعت نماز پڑھے اور پھر بیٹھے۔ اس کے بعد اگر چاہے تو نفل پڑھے اور چاہے تو بیٹھ جائے اور خداوند کریم کی یاد میں مشغول ہو جائے اور اس طرح چپ چاپ ہو کر بیٹھے کو گویا دنیا کے کام اس کو یاد ہی نہیں اور مسجد میں بیٹھ کر بہت باتیں نہ کریں مگر ضروری بات کرنی جائز ہے۔ اور جب نماز کا وقت آئے تو پہلے سنتیں پڑھے اور پھر جماعت کے ساتھ فرض ادا کرے۔ اور جب نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے اور مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کرے تو بایاں پاؤں پہلے باہر نکالے اور اس کے بعد دایاں۔ اور اس وقت یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ خدا کے نام پر اب نکلنا شروع کرتا ہوں خدا کے پیغمبر پر سلام ہووے خداوندا مجھ پر رحمت بھیج اور محمد ﷺ کی اولاد پر رحمت بھیج اور میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے واسطے اپنے فضل کے دروازے کھول دے اور ہر ایک نماز کے بعد یہ مستحب ہے کہ تینتیس دفعہ تسبیح پڑھے اور اتنی دفعہ ہی حمد پڑھے اور اتنی دفعہ ہی تکبیر کہے اور آخر کار اس دعا سے یہ سینکڑہ پورا کر کے ختم کرے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں اسی کے واسطے ملک ہے اور اسی کے واسطے حمد ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور ہمیشہ پاک رہنا مستحب ہے۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ زندگی میں ہمیشہ پاک رہ اور جس قدر تیری طاقت ہے اس کے موافق رات اور دن میں نماز ادا کرتا رہ۔ کیونکہ اس صورت میں تیرے نگہبان فرشتے تجھے دوست رکھیں گے اور چاشت کے وقت کی نماز کو ادا کر کیونکہ پرہیزگار لوگوں کی نماز ہے اور جس وقت اپنے گھر میں آئے اس وقت اپنے گھر کے آدمیوں کو سلام علیکم کہہ کہ اس سے نیکی بڑھ جاتی ہے۔ اور جو مسلمان بزرگ ہوں ان کی عزت اور توقیر کر۔ اور چھوٹوں پر مہربانی کر تاکہ بہشت میں تو میرا رفیق ہو۔ یہ حدیث بڑی جامع ہے اس میں بہت سے آداب اکٹھے کر کے بھر دیئے گئے ہیں۔

گھر میں داخل ہونے کا بیان اور کسب حلال اور تنہائی کی حالت کا ذکر

جب آدمی اپنے گھر میں آئے اور اس میں داخل ہونا چاہے تو دروازہ پر کھڑا ہو کر کھانسے اور یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا میرے رب کی طرف سے مجھ پر سلام ہو کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے گھر سے باہر جاتا ہے تو اس کے گھر کے دروازہ پر حق تعالیٰ دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے یہ فرشتے اس کے گھر کے مال اور اہل وعیال کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں اور شیطان لعین اس کے گھر کے دروازہ پر ستر سرکش اہلکار کھڑے کر دیتا ہے اور جب مسلمان واپس اپنے گھر کے نزدیک پہنچتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں خداوندا اگر یہ وجہ حلال سے کما کر لایا ہے تو

اس کو تو زیادہ توفیق دے اور دروازہ پر پہنچ کر جب کھانستا ہے فرشتے تو اس کے نزدیک آجاتے ہیں شیطان بھاگ جاتے ہیں اور جس وقت یہ کہتا ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم پر سلام ہو۔ تو اسوقت شیطان چھپ جاتے ہیں اور دونوں فرشتے اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ دروازہ کھولتا ہے اور بسم اللہ پڑھتا ہے تو اسوقت شیطان تو چلے جاتے ہیں اور فرشتے اس کے ساتھ گھر میں گھس جاتے ہیں اور اس کے گھر کی تمام اشیاء کو درست اور اچھا کر دیتے ہیں اور وہ اس کا دن رات آسائش سے گذرتا ہے اور بڑے آرام میں رہتا ہے اور جب اپنے گھر میں بیٹھتا ہے تو فرشتے اس کے سر کے اوپر رہتے ہیں۔ پس جو کچھ یہ کھاتا پیتا ہے وہ پاک طیب اور طاہر ہوتا ہے اور جب تک یہ اپنے گھر میں رہتا ہے رات ہو یا دن اس کی جان بھی پاک رہتی ہے اور اگر کوئی مسلمان ان باتوں پر عمل نہیں کرتا تو فرشتے وہاں سے کھسک جاتے ہیں اور اس کے ساتھ شیطان گھر میں گھس جاتے ہیں اور پھر اس کو گھر میں بری اور نالائق چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور گھر کے آدمیوں سے بھی وہ باتیں سنتا ہے جو سننے کے لائق نہیں ہوتیں اور دین میں ابتری اور خلل لانے والی ہوتی ہیں اور اگر وہ بغیر عورت کے ہو تو اس پر اونگھ اور سستی وارد ہوتی ہے اور سوتا ہے تو ایسا سوتا ہے جیسا مردار اور بیٹھتا ہے تو ایسی چیز کی آرزو میں بیٹھتا ہے۔ جو اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتی اور اس کا نفس نجس رہتا ہے

اور معاش حاصل کرنے کے باب میں ابو ہریرہؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو آدمی اس واسطے وجہ حلال سے کماتا ہے کہ خود سوال کرنے سے بچے اور اپنے اہل پر خرچ کرے اور ہمسایہ پر مہربانی کر سکے۔ تو قیامت کے دن خداوند کریم اس کو اس طرح اٹھائے گا کہ اس کا منہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہو گا اور جو شخص دنیا کو بوجہ حلال کمادے لیکن اس کی غرض اس سے بہت جمع کرنے اور فخر کرنے دکھلاوا کرنے کی ہو تو وہ قیامت کے دن اس حال میں خداوند کریم سے ملے گا کہ وہ اس سے ناخوش ہو گا۔ ثابت بنانیؒ روایت کرتے ہیں۔ کہ آسائش دس چیزوں میں ہے ان میں سے نو تو معیشت کی تلاش کرنے میں ہیں اور ایک خدا کی بندگی میں ہے اور جابر بن عبد اللہؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی سوال کرنا اختیار کرے گا تو خداوند کریم اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا۔ اور جو سوال کرنے سے پرہیز رکھے گا تو اس حالت میں خداوند کریم اس کو سوال کرنے سے بچائے رکھے گا اور جو یہ خواہش کرتا ہے کہ میں بے نیاز ہو جاؤں اس کو خداوند بے نیاز کر دیتا ہے البتہ اگر کوئی آدمی رسی لے کر جنگل میں جائے اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ لائے اور ایک مد کھجور کے عوض ان کو بازار میں بیچے تو یہ اس سے کئی درجے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کر کے کچھ لے اور سوال کرنے میں یہ بھی ہوتا ہے کہ شاید دس یا نہ دیں روایت کی گئی ہے کہ جو آدمی ایک ایک دروازے پر سوال کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ فقر کے ستر دروازے کھول دیتا ہے

اور رسول مقبول ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان صاحب عیال اور جفاکش ہو خداوند تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے اور ایسے آدمی کو دوست نہیں رکھتا جو تندرست ہو اور باوجود تندرست ہونے کے نہ تو دنیا کے کام میں مشغول ہو اور نہ ہی دین کے کام میں۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو خداوند کریم کے خلیفہ تھے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ میرے لئے کوئی معاش کا ذریعہ تجویز کر دے جس کے وسیلہ سے میں اپنے ہاتھ سے محنت کروں اور اس کی کمائی سے کھاؤں خداوند تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں لوہے کو ایسا نرم کر دیا تھا کہ وہ خمیر اور موم کی مانند ہو جاتا تھا آپ اس لوہے سے زرہیں بنا کر بیچا کرتے تھے اور جو کچھ ان کی قیمت سے وصول ہوتا تھا اس سے آپ مع اپنے اہل وعیال کے زندگی بسر کیا کرتے تھے حضرت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی کہ اے پروردگار تو نے مجھے بادشاہی عطا کی اور وہ بھی ایسی کہ ویسی مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی اور میں نے خواہش کی تھی کہ ایسی بادشاہت میرے بعد بھی کسی اور کو نہ دی جائے۔ آپ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی اور جو کچھ میں نے مانگا تو نے وہ مجھے عطا کر دیا۔ اگر تیرے شکر کے ادا کرنے میں مجھ سے کچھ کوتاہی ہوئی ہے تو میں یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھ کو اپنے ایسے بندے دکھادے جو تیری شکر گزاری میں مجھ سے زیادہ ہیں۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی اور فرمایا کہ اے سلیمان میرا ایک بندہ اپنے ہاتھ سے کماتا ہے اور اس کمائی سے اپنا پیٹ پالتا ہے اور اسی سے اپنا بدن ڈھانپتا ہے اور میری بندگی میں مصروف رہتا ہے میرا وہ بندہ تجھ سے زیادہ شکر گزار ہے اس کے بعد حضرت سلیمان نے درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کی کہ مجھے بھی اپنے ہاتھ سے کسب کرنا سکھلا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کھجور کے پتے لئے اور ان سے آپ کو زنبیل بنانی سکھلائی۔ جس نے سب سے پہلے زنبیل بنائی ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی ہیں اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ چار قسم کے آدمیوں سے دین اور دنیا قائم ہے علماء۔ امیر۔ غازی اور چوتھا گروہ کسب کرنے والوں کا ہے۔ امیر تو چرواہے کی مانند ہیں جو خدا کے بندوں کو اسی طرح چراتے اور ان کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ چرواہا اپنے

ریوڑکو-اور جو عالم لوگ ہیں یہ پیغمبروں کے وارث ہیں- یہ گمراہوں کو آخرت کا راستہ بتاتے ہیں اور لوگ ان کی نیک عادت کے پیرو ہوتے ہیں اور جو غازی ہیں یہ زمین میں خدا کا لشکر ہے جو کافروں کی بیخ کنی کرتا ہے اور کسب کرنے والے خدا کے امانت دار ہیں اور لوگوں کی مصلحت اور دنیا کی آبادی ان سے ہے اور اگر چرواہے ہی بھیڑیے ہو جائیں تو بکریوں کی کون نگہبانی کرے- اور اگر علماء علم کو چھوڑ کر دنیا کے کاموں میں لگ جائیں اور لوگوں کو تعلیم نہ دیں تو اس صورت میں خدا کے بندے کس کی پیروی کریں- اور اگر غازی اپنے فرائض کو ترک کریں- تکبر اور فخر کے واسطے سوار ہوں اور لوگوں کو لوٹنے کے طمع پر نکلیں- تو اس حال میں دشمن پر کیونکر فتح پا سکتے ہیں اور اگر کسب کرنے والے خیانت کرنے لگ جائیں تو ان سے لوگوں کا اعتبار جاتا رہے گا اور پھر کسب نہیں ہو سکے گا اور اس میں خلل آجائے گا اور اگر کوئی آدمی سوداگری کرتا ہے اور اس میں یہ تین خصلتیں نہیں ہیں تو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں محتاج رہے گا- اس لئے اس کو واجب ہے کہ زبان کو ان تین چیزوں سے بچائے- پہلی یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے- اور بیہودہ بکواس نہ کرے جھوٹی قسم نہ کھائے- دوسری اپنے دل کو اپنے ہمسائیوں اور اپنے اقرباء کی طرف سے دھوکے اور حسد سے پاک صاف رکھے- تیسری ان تین عادتوں کا اپنے آپ کو عادی بنائے یعنی نماز جمعہ اور جماعت کا- اور رات اور دن کے کسی حصہ میں علم حاصل کرنے میں مشغول ہوا کرے اور اس بات کو ہمیشہ مقدم جانے کہ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ- اور کسب حرام سے بچتا رہے- روایت ہے کہ جب بندہ کسب پلید کے ذریعہ کچھ کماتا ہے اور اسے کھانے کا ارادہ کرکے بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کو کہتا ہے کہ تو بھی کھا اور میں بھی کھاتا ہوں کیونکہ تیرے اس کسب کرنے میں میں بھی تیرے ساتھ شریک تھا اور اب بھی تیرے ساتھ شریک ہوں اور تجھ سے جدا نہیں ہوں گا- پس اس سے ثابت ہوا کہ جو آدمی کسب حرام کرتا ہے شیطان اس کے ساتھ شریک رہتا ہے جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ اے شیطان تو ان کے مالوں اور اولادوں میں شریک ہو- پس مالوں میں تو شیطان کی شرکت حرام مال ہے اور اولاد میں شیطان کی شرکت اس اولاد میں ہوتی ہے جو زنا کی اولاد ہو- ایسا ہی تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جو آدمی کوئی مال کسب حرام سے پیدا کرتا ہے اور اس سے صدقہ کرتا ہے تو اسے اس کو کوئی ثواب نہیں بلکہ عذاب ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں سے وہ خرچ کرتا ہے تو اس کو اس سے کوئی برکت نہیں ہوتی یعنی جس قدر ایسا حرام مال چھوڑ جاتا ہے وہ دوزخ کی طرف جانے کے واسطے اس کا توشہ ہوتا ہے غرض حرام سے وہی شخص بچا رہتا ہے جو اپنے گوشت اور خون پر رحم کرتا اور ڈرتا ہے کہ حرام سے یہ پیدا نہ ہو- کیونکہ انسان کی خوبصورتی اسی گوشت اور خون سے ہے اس لئے حرام سے اور اہل حرام سے پرہیز کر تاکہ تیری یہ زینت اور خوبصورتی جاتی نہ رہے اور تو حرام خوروں کے پاس بھی نہ بیٹھ اور نہ حرام کسب کرنے والوں کا کھانا کھا- اور نہ کسی شخص کو کسب حرام کرنے یا حرام کھانے پر کسی قسم کی ترغیب دے کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا تو تو بھی ان کا شریک سمجھا جائے گا پس پرہیزگاری ہی عبادت کے قائم رکھنے والی اور آخرت کے کام کی تکمیل کرنے والی ہے- لیکن تنہائی اور گوشہ نشینی کی نسبت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ گوشہ تنہائی میں بیٹھنا ہی عبادت ہے کہ اس کو لازم پکڑو- اور آپ نے فرمایا ہے کہ مومن وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھتا ہے اور فرمایا ہے جو آدمی اس واسطے گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے کہ خدا کے بندے اس کے شر سے بچے رہیں- وہ سب آدمیوں سے افضل ہے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اپنے دین کو لے کر بھاگتا ہے- وہ غریب ہے اور بشر حافی نے جو علمائے سلف سے ہیں فرمایا ہے یہ زمانہ گھروں میں خاموش بیٹھے رہنے کا ہے اس کو لازم پکڑو- سعد بن ابی وقاص جب اپنے گھر میں گوشہ نشین ہوئے جو عقیق میں تھا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے بازار میں بیٹھنا اور لوگوں سے ملنا اور بھائیوں کی مجلس میں جانا کیوں چھوڑ دیا ہے آپ نے فرمایا کہ بازار میں لوگ بیہودہ بکتے ہیں اور مجلسوں میں بھی واہیات کھیل کود کے تماشے ہی رہتے ہیں- اس واسطے میں نے گوشہ میں بیٹھنا مناسب سمجھا ہے کیونکہ آرام اور تندرستی اسی میں معلوم ہوئی ہے وہیب بنؒ کہتے ہیں کہ میں نے پچاس سال تک لوگوں سے میل جول رکھا ہے اتنے عرصہ میں مجھ کو ایسا کوئی آدمی نہیں ملا جو میری تقصیر کو معاف کرنے والا ہوتا اور جو میرے عیب چھپا دیتا یا غصہ کی حالت میں مجھ سے درگذر کر جاتا اور نہ ہی میں نے اس عرصہ میں کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو حرص و ہوا کے گھوڑے پر سوار نہ ہو- شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک مدت تک تو لوگوں نے دین پر زندگی بسر کی اور بعد میں دین جاتا رہا- اس کے بعد جوانمردی سے زندگی بسر کی اور پھر جوانمردی بھی جاتی رہی- اس کے بعد شرم سے زندگی بسر کی آخرکار شرم بھی نہ رہی وہ بھی چلتی ہوئی- اس کے بعد رغبت اور خوف سے زندگی بسر کرتے ہیں اور میں گمان کرتا ہوں کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز پیش آنے والی ہے- ایک حکیم کا قول ہے کہ عبادت کی دس چیزیں ہیں ان میں سے نو تو خاموشی میں ہیں اور باقی ایک گوشہ نشینی میں ہے- اس لئے میں نے

خاموشی اختیار کی اور اپنے نفس کو اس طرف رجوع کیا مگر اس پر قادر نہ رہ سکا آخر میں نے خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ تو عبادت کی وہ نو چیزیں بھی مجھ کو اس میں حاصل ہو گئیں۔ کسی حکیم کا یہ قول بھی ہے کہ قبر سے بڑھ کر کوئی چیز وعظ کرنے والی نہیں ہے اور قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی چیز دل لگانے والی نہیں۔ اور تنہائی سے زیادہ کسی جگہ سلامتی نہیں پائی گئی۔ بشر بن حارثؒ کہتے ہیں کہ علم اس لئے سیکھا جاتا ہے کہ دنیا سے نفرت ہو۔ اس واسطے نہیں کہ دنیا ہاتھ آئے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا کہ کس آدمی کی ہم نشینی بہتر ہے آپ نے فرمایا جس کے دیکھنے سے خدا یاد آئے اور اس کی واقفیت آخرت کو یاد دلائے اور اس کی باتوں اور اس کے کلام کے سننے سے علم میں ترقی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم خداوند کریم کی دوستی چاہتے ہو تو گنہگاروں کے دشمن بنو اور اگر خدا کی نزدیکی مطلوب ہے تو اس کے دشمنوں سے دور رہو اور خداوند تعالیٰ کی رضا اس کے دشمنوں کی ناراضگی میں ہے۔ اور اگر لوگوں کے ساتھ میل جول کے بغیر چارہ نہیں تو بہتر ہے کہ علماء کے ساتھ میل جول رکھو۔ کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ علماء کے پاس بیٹھنا عبادت ہے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ دل کو فکر میں اور تن کو صبر میں اور آنکھوں کو گریہ زاری میں لگائے رکھے۔ اور کل کی روزی کے واسطے غم نہ کھائے کیونکہ یہ ایک گناہ ہے جو تیرے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور مسجدوں میں جانا اپنے اوپر لازم رکھ کیونکہ یہ مسجدوں کا آباد کرنا ہے۔ اور جو لوگ مسجدوں کو آباد کرتے ہیں وہ اہل اللہ ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی مسجد میں بہت آمد و رفت کرتا ہے وہ بخشے ہوئے بھائی سے ملتا ہے اور اس کو وہ رحمت جس کا انتظار کر رہا ہے حاصل ہوتی ہے اور ایسی باتیں حاصل ہوتی ہیں جو ہدایت پر دلالت کرتی ہیں اور ہلاکت سے بچاتی ہیں اور ایسا علم پاتا ہے جو عمدہ ہوتا ہے اور محبت اور خدا کے خوف کے سبب سے گناہوں کو چھوڑتا ہے اور اگر کوئی گوشہ نشینی اختیار کرے تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ جمعہ اور نماز باجماعت کو ترک کرے کیونکہ اگر ہمیشہ کے واسطے جمعہ کی نماز چھوڑ دے گا تو اس صورت میں کافر ہو جائے گا۔ پیغمبر ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے تین دفعہ نماز جمعہ ترک کرے اس کے دل پر خداوند کریم مہر لگا دیتا ہے۔ جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے جمعہ کی نماز فرض کی ہے۔ میرے اس مقام میں میرے اس مہینے میرے اس سال میں قیامت تک۔ پس اگر کوئی شخص باوجود ہونے امام (عادل یا ظالم) کے نماز جمعہ کو حقارت یا انکار سے ترک کرے تو اللہ جل شانہ' اس کی پریشانی کو دور اور اس کے کاموں کو پورا نہ کرے گا۔ اور اس کی کوئی نماز اور زکوٰۃ اور حج اور روزہ قبول نہیں ہوتا۔ سوا اس کے کہ وہ توبہ کرے اور اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے

اور مذکورہ سزا اس واسطے بھی ہے کہ جو آدمی نماز جمعہ کو ترک کرتا ہے وہ کلام الٰہی کی تحقیر کرتا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کو جمعہ کی نماز کے واسطے بلایا جائے تو اس وقت تم خدا کی یاد کرنے کے واسطے دوڑو اور جو آدمی خدا کے کلام کی اہانت کرتا ہے (خدا اس سے پناہ میں رکھے) اور اس کے بلانے کو حقیر سمجھتا ہے وہ کافر ہوتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ توبہ کرے اور از سر نو مسلمان ہو اور جو ایسا کرتا ہے خداوند کریم اس کی توبہ قبول کرتا ہے پس جمعہ کی نماز کا ترک کرنا جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ کسی کو ایسا عذر ہو جو از روئے شرع جائز ہے اور تنہائی اختیار کرنی بھی اس حال میں جائز ہے کہ لوگ اس میں طعنہ نہ کریں اور جماعت کی نماز کو نہ چھوڑا جائے اور ایسے لوگوں سے میل جول رکھے جو دین کے کاموں میں مدد دینے والے ہوں۔ کیونکہ تنہائی اس واسطے اختیار کرتے ہیں کہ اگر دو آدمی مل کر بیٹھیں گے تو بیہودہ بکواس کریں گے۔ جھوٹ بولیں گے یا کوئی گناہ یا زنا کر بیٹھیں گے یا دوسرے کے ہاتھ سے ایک کا خون ہو جائے گا یا ایک دوسرے کا مال چرا لیگا۔

سفر کے آداب

جب کوئی آدمی سفر پر جانے لگے یا حج کے سفر کا ارادہ کرے یا جہاد کا یا ایک گھر سے دوسرے کے گھر کو جانے کا یا کسی اور حاجت کے طلب کرنے کے واسطے کہیں سفر کرے تو اس کو چاہئے کہ پہلے نماز کی دو رکعت ادا کرے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ بَلَاغًا مَبْلَغَ خَيْرٍ وَّ مَغْفِرَةٍ مِنْكَ وَرِضْوَانًا بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ خداوندا مجھ کو نیکی اور اپنی خوشنودی کی جگہ میں پہنچا دے اور اپنی بخشش عطا فرما تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور ہر ایک چیز پر تو قادر ہے خداوندا سفر میں میرا ساتھی تو ہی ہے اور میرے اہل اور اولاد اور میرے مال پر تو ہی خلیفہ اور نگہبان ہے یا خداوند کریم تو ہم پر سفر کو آسان کردے اور سفر کی مسافت یعنی دوری کو کم کردے خداوندا سفر کی سختیوں سے میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور سفر میں واپس آنے تک جو مصیبت ہے۔ اس سے پناہ مانگتا

ہوں اور اپنے اہل اور اولاد اور مال پر نظر بد سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور سفر جمعرات ' ہفتہ یا پیر کی صبح کو شروع کرنا مناسب ہے اور جب گھوڑے پر سوار ہو تو یہ دعا پڑھے سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے تابع فرمان کیا۔ ہم میں تو طاقت نہ تھی کہ اس کو قابو رکھتے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں اور جب سفر سے واپس آئے تو اس وقت بھی نماز کی دو رکعت ادا کرے اور بعد میں یہ دعا پڑھے آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ہم واپس آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرنے والے اور اس کی حمد کرنے والے ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے جب پیغمبر ﷺ سفر پر جاتے اور لوٹتے تھے تو آپ اسی طرح عمل کیا کرتے تھے اور جب سفر کے واسطے نکلے اور کوئی رہبر یا کوئی سردار اپنے اوپر امور ذیل لازم کرے۔ خاموش رہنا۔ اچھی صحبت رکھنا۔ اپنے بھائیوں کو بہت فائدہ پہنچانا۔ بہت بکواس سے بچنا۔ اور نمناک جگہ پر ڈیرہ نہ لگائے کیونکہ یہ درندوں اور سانپوں کی آمد و رفت کی جگہ ہیں۔ بلکہ اس سے الگ ایک کنارہ پر ہو کر ٹھیرے اور رات کو سرِ راہ ٹھہرنا مکروہ ہے

اور مناسب ہے کہ سفر سے غرض اصلی ہو کہ اپنی اوصاف ناپسندیدہ اور حمیدہ میں تمیز حاصل کر سکے اور اپنی نفسانی خواہشوں کو ترک کر کے رضاء خدا کا طالب ہو اور پرہیزگاری اور خوف خدا کا سبق سیکھے۔ اور جب اپنے شہر سے سفر کرنے لگے تو مسافر پر واجب ہے کہ سفر کرنے سے پہلے اپنے دشمنوں کو خوش کرے اور ماں باپ کو اور بزرگوں کو جو ماں باپ کے مرتبہ کے برابر ہوں۔ ان سب کی رضامندی حاصل کرے اور چچاؤں اور خالاؤں کو بھی اپنے پر خوش کرے اور اپنے اہل و عیال کے واسطے اپنا کوئی قائمقام مقرر کرے جو کہ اس کے پیچھے ان کے کاروبار کو سرانجام دیتا رہے۔ اور ان کی غور پرداخت میں اچھی طرح مصروف رہے۔ اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے جائے اور مناسب ہے کہ اس کا سفر عبادت کے واسطے ہو جیسا حج مکہ معظمہ یا زیارت مدینہ منورہ یا زیارت شیخ یا زیارت مقامات متبرکہ یا مباح امور کے واسطے سفر کرنے جیسے سوداگری یا علم کے حاصل کرنے یا پنجگانہ فرائض کے احکام کے سیکھنے۔ جن کا جاننا مسلمان پر فرض ہے اور اس کے سوا دوسرے علموں کا سیکھنا بھی جن میں بزرگی ہے مباح ہے اور بعض کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور جب سفر میں ہو تو اپنے رفیقوں سے خلق اور مدارات سے پیش آئے اور ہر طرح کی مخالفت اور سختی ترک کر دے۔ اور ہر وقت رفیقوں کی خدمت کے واسطے آمادہ رہے اور کسی دوسرے سے اپنی خدمت نہ کرائے۔ مگر جب ضرورت اور لاچاری ہو تو اس وقت مضائقہ نہیں ہے اور سفر میں ہمیشہ پاک رہنے کی کوشش کرے اور اپنے یاروں کا ساتھ دے اور مستحب ہے کہ جب دوسرا یار تھک جائے تو اپنی طاقت کے موافق اس کے واسطے سہارا رہے اور اس سے موافقت کرے اور اگر وہ پیاسا ہو تو اس کو پانی پلائے اور خوش کلامی سے پیش آئے۔ اور جب دوسرا یار غصہ ہو تو اس کے ساتھ نرمی اور مدارات اختیار کی جائے اور جب وہ سوئے تو اس کی نگہبانی اور اس کے مال کی حفاظت کرے اور جب دیکھے کہ اس کے پاس خرچ نہیں رہا تو اپنے پاس سے اس کو خرچ دے۔ اور رزق جو دستیاب ہو اس میں سے اپنے یار کو بھی برابر حصہ دے اور جو راز کی بات ہو وہ اس سے نہ چھپائے۔ اور اگر کوئی یار کا راز ہو تو اس کو پوشیدہ رکھے اور موجود نہ ہو تو اس کے پیچھے اس کی بدی بیان نہ کرے بلکہ نیکی سے ہی اس کو یاد کرے۔ اور اگر یار میں کوئی عیب ہو تو دوسرے دوستوں کے آگے اس کا عیب ظاہر نہ کرے اور چاہے اس کی ذات سے آزار ہی پہنچے اس کی شکایت بیان نہ کرے اور اگر وہ اس سے مشورہ کرے تو اس کی خیر خواہی کرے۔

اگر مرتبہ میں زیادہ ہے تو اس صورت میں بھی وقت پر نصیحت سے خاموش نہ رہے اور اس کے شہر کا نام اور اس کا نام اور اس کا حسب و نسب دریافت کرے۔ اور یاروں میں یہ ظاہر کرے کہ میں اس کے حکم اور فرمان کا مطیع ہوں چاہے آپ اس کا پیشرو اور پیشواہی ہو اور جو آدمی پیرو ہو اس کو اس طرح اپنے عیبوں سے مطلع کرے جیسے کوئی ناصح مشفق کرتا ہے اور اس باب میں ملامت اور سختی نہ کرے اور جن چیزوں سے خوف رکھتا ہے ان سے امن کی درخواست کرتا رہے اور جب کسی منزل میں آکر اترے یا کسی گھر یا جگہ میں نازل ہو تو اس وقت یہ دعا پڑھے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّبِاَسْمَآءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَءَ وَبَرَءَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَءَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ فِتْنَةِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ مِنْكَ بِخَيْرٍ يَّا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَمِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ رَبِّیْ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ میں خدا کی اور خدا کے کلام کی پناہ مانگتا ہوں اور وہ خدا کا کلام کامل ہے اور کوئی نیک اور بد آدمی اس سے تجاوز نہیں کر سکتا اور میں خداوند کریم کے ناموں کی پناہ چاہتا ہوں اور ان سے کہ جن کو جان لیا ہے اور جن کو میں نے نہیں جانا اور اس چیز کی برائی سے امن چاہتا ہوں جو پیدا اور پراگندہ اور ظاہر کی ہے اور اس کی بدی سے جو آسمان سے نازل کی گئی ہے اور آسمان پر چڑھتی ہے اور زمین سے نکلنے والی چیز کی بدی سے پناہ

چاہتا ہوں اور رات اور دن کی بدی سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور رات اور دن میں چلنے والی چیزوں کی بدی سے امن چاہتا ہوں۔ مگر جو لوگ نیکی سے چلتے ہیں ان سے دوری نہیں چاہتا اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ان باتوں سے مجھ کو امن دے اور ہر ایک چیز سے جو زمین پر حرکت کرتی ہے اور پروردگار کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرا پروردگار سیدھے راستہ پر ہے۔ اور سواریوں میں گھنٹے نہ رکھے جائیں کیونکہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہوتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس جماعت میں گھنٹی نہیں ہوتی ہے اس کے پاس وہ نہیں آتا۔ اور مستحب ہے کہ سفر میں اپنے ساتھ لاٹھی رکھے جہاں تک ممکن ہو اس سے خالی نہ رہے میمون بن مہران نے ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اپنے پاس لاٹھی کا رکھنا پیغمبروں کی سنت اور مومنوں کا نشان ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لاٹھی میں چھ صفتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو پیغمبروں کی سنت ہے دوسری یہ ہے کہ اس میں صالح لوگوں کی عزت اور آرائش پائی جاتی ہے۔ تیسری دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے واسطے وقت پر ایک ہتھیار ہے۔ یعنی سانپ اور کتے اور دوسرے ضرر دینے والے جانوروں سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ چوتھی کمزور آدمی کے واسطے لاٹھی عصا کا کام دیتی ہے یعنی مددگار ہوتی ہے۔ پانچویں منافقوں کے واسطے غم اور اندوہ کا باعث ہے۔ چھٹی نیک کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ جب کسی مسلمان کے پاس لاٹھی ہوتی ہے تو اس کے پاس شیطان نہیں آنے پاتا اور منافق اور گنہگار اس سے خوف کھاتا ہے اور جس کے پاس لاٹھی ہوتی ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے طاقت پاتا ہے ان کے سوا اور بھی لاٹھی میں بہت سے فائدے موجود ہیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ یہ میرا عصا ہے میں اس پر سہارا لیتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لئے اس میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔

خصی کرنے کا بیان

امام احمدؒ حرب اور ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے یہ روا نہیں ہے کہ کسی غلام یا جانور کو خصی کیا جائے اور اسی طرح کسی جانور کے منہ پر داغ دینا بھی ناجائز ہے۔ ابو طالبؓ رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی چوپایہ جانور کو خصی نہ کرو اور ابو ہریرہؓ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جانوروں کے منہ پر داغ دینے سے منع کیا ہے اور ضرورت کے واسطے کانوں پر داغ دینے کی اجازت دی ہے۔ اور اگر کسی کو ضرورت ہے کہ میرا جانور گلے میں مل جائے گا اور مل گیا تو پھر پہچاننا محال ہوگا اور اس کے واسطے داغ دینا چاہے تو وہ چوتڑوں اور کوہان پر داغ دے۔ اس کے منہ پر داغ نہ لگائے۔

مسجد کی صفائی کا ذکر

مسجدوں میں کسی ناپاکی کا کرنا ناجائز ہے اور ان میں کوئی کام مثلاً درزی اور موچی کا کام کرنا ناجائز ہے اور خرید و فروخت اور ایسے ہی لین دین کے کام بھی نہ کئے جائیں۔ مسجد میں ان کاموں کا کرنا مکروہ ہے اور مسجد میں اونچی آواز بھی نہ کرے مگر یاد الٰہی میں آواز بلند کرنا جائز ہے اور مسجد میں تھوکے نہیں یہ گناہ ہے اور اگر تھوکے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو دفن کردے اور مسجد کو نقش و نگار سے آراستہ کرنا بھی مکروہ ہے ان پر پختہ گچ کرنا اور اس کو مٹی سے لیپنا جائز ہے اور مسجد کو گھر اور جائے سکونت نہ بنانا چاہئے مگر دو آدمیوں کو مسجد میں رہنا درست ہے۔ ایک مسافر اور دوسرا اعتکاف میں بیٹھنے والا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر ﷺ نے بنی عبد قیس کی ایک جماعت کو مسجد میں ٹھہرایا ہے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے آپ نے جماعت ثقیف کو مسجد میں ٹھہرایا تھا اور اگر مسجدوں میں اس قسم کے قصیدے اور اشعار پڑھے جائیں جن میں مسلمانوں کی ہجو نہ ہو۔ بیہودہ گوئی نہ ہو تو اس کا پڑھنا جائز ہے اور کوئی مضائقہ نہیں اور اگر مسجد میں ایسی باتوں کے کرنے سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے اور بہتر ان قصیدوں اور شعروں کا پڑھنا ہے جن کے سننے سے دنیا کے ترک کرنے کا خیال ہو اور سوز اور گداز بڑھے اور گریہ اور زاری کو بڑھائیں اور عشق الٰہی اور اس کی محبت کی طرف مائل کریں۔ اس قسم کے شعروں کو کثرت سے پڑھنا جائز ہے اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ قرآن اور تسبیح پڑھیں۔ کیونکہ مسجدیں اسی واسطے بنائی جاتی ہیں کہ ان میں خدا کی یاد ہو اور نماز پڑھی جائے۔ پس اس سے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسجد میں جائیں تو یاد الٰہی اور نماز پڑھنے کے واسطے جائیں اس کے سوا کوئی اور کام کرنے کے واسطے مسجد میں نہ جائیں۔ کوئی مسجد کی مٹی اٹھا کر نہ لے جائے یہ مکروہ ہے۔

اور اگر مسجد میں گوبر اور ملبہ وغیرہ اسی قسم کی کوئی چیز گری ہوئی ہے تو اس کو اٹھا کر پھینک دیں یہ ثواب میں داخل ہے اور اس سے بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی مسجد کا کوڑا کرکٹ صاف کرتا ہے وہ حوروں کا حق مہر ادا کرتا ہے اور لڑکوں اور دیوانوں کو بھی مسجد میں نہ جانے دیں ان کو جانے دینا مکروہ ہے اگر جنبی مسجد سے گذر جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر کوئی خباثت کی حالت میں ہے اور اس کو مسجد میں جانے کی ضرورت پڑے تو وہ وضو کر کے مسجد میں جائے اور وہاں ٹھہرے جب تک غسل پر قادر نہ ہو۔ اور تیمم اور وضو واسطے جنابت کے دونوں کرنے بہتر ہیں۔ اور اگر مسجد کے باہر غسل کے لئے پانی دستیاب نہیں ہو سکا اور مسجد کے کنوئیں پر جانے کے لئے مجبور ہوا ہے تو اس صورت میں پہلے تیمم کرے اور جب مسجد کے کنوئیں پر پہنچے تو وہاں غسل کرے اور کوئی عورت حیض سے ہو تو اس کو مسجد میں جانا منع ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مسجد آلودہ ہوتی ہے اور مسجد کو آلودہ کرنا گناہ ہے۔

اشعار اور آوازوں کا بیان

جو شعر بیہودہ مضمون سے پاک ہوں ان کا پڑھنا جائز ہے۔ اور اس کے خلاف جو اشعار بیہودہ ہوں ان کا پڑھنا ممنوع۔ اور جن میں حماقت بھری ہو یا ان سے حماقت اور سبکی کا اثر پیدا ہوتا ہو ان کا پڑھنا درست نہیں ہے اور جو اشعار لہو ولعب اور کھیل پر مبنی ہوں چاہے ان میں حماقت اور سبکی نہ ہی ہو ان کا پڑھنا ناجائز ہے۔ ان کی ممانعت کا باعث ایک تو سبکی ہے اور دوسری لہو ولعب ہے یہ دونوں مکروہ ہیں۔ اور قرآن کو راگنی کی مانند گویے کی آواز سے پڑھنا مکروہ ہے کلام کی پاکی اور بندگی اور توقیر کے سبب اس طرح پڑھنا منع ہے اور اس واسطے بھی پڑھنا منع ہے کہ سرود سے پڑھنے سے کلام اپنی اصلی حالت سے نکل جاتا ہے یعنی مد اور حمزہ ساقط ہو جاتے ہیں اور جن حروف کو لمبا کرنا چاہئے وہ چھوٹے اور جن کو چھوٹا کرنا مناسب ہے لمبے ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر حروف مدغم پڑھے جاتے ہیں قرآن پڑھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے خوف خدا پیدا ہو اور اس کی پند اور نصائح سے تنبیہہ پکڑے اور دلیلوں اور اس کے قصوں اور اس کی مثالوں سے عبرت حاصل کرے اور اللہ جل شانہ کے وعدوں کا شائق اور امیدوار ہو اور اگر قرآن کو راگ میں ڈال کر پڑھا جائے تو یہ سب باتیں جو مذکور ہوئی ہیں ساقط ہو جاتی ہیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَقَوْلُهٗ جَلَّ وَعَلٰی لِیَدَّبَّرُوْا اٰیٰتِهٖ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ وَلَا اِلْحَانُ الْمُطْرِبَةُ تَحُوْلُ بَیْنَ ذٰلِكَ فِكْرَةً یقیناً مومن وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کا کلام ان کے پاس پڑھا جاتا ہے تو ان کے دل خوف کھاتے ہیں اور جب ربانی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کو سن کر ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم قرآن میں فکر نہیں کرتے اور فرمایا ہے کہ اس کی نشانیوں میں فکر کرو۔ اور فرمایا کہ وہ لوگ وہ ہیں کہ جب قرآن کو سنتے ہیں جو ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا گیا ہے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو پڑتے ہیں۔

کیونکہ انہوں نے اس کو حق جانا ہے اور اگر سریلی آواز سے پڑھا جائے تو یہ آواز خدا کے خوف اور اس آدمی کے درمیان پردہ بن جاتی ہے اور اسی واسطے راگنی میں ڈال کر پڑھنا مکروہ ہے۔ اور حربی کفار کے مقابلہ میں سفر میں ہو تو اس حالت میں قرآن کو اپنے ساتھ نہ رکھے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ کافروں کے ہاتھ میں پڑ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی اور بے عزتی کریں اور اگر کوئی بیگانہ جوان عورت بول رہی ہو تو اس کی آواز کی طرف کان نہ لگایا جائے کیونکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں یہ اس وقت کہ جب نماز میں کوئی حادثہ پیش آوے۔ پس اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ایسے اشعار اور غزلیں گائے یا ان کا گایا جانا سنئیں جو طبیعت کو برانگیختہ کریں یا ان میں عاشق اور معشوق کی صفت بیان کی جائے اور دوستی اور محبت اور شوق کا اظہار ہو۔ اور راگ اور راگنیوں کی باریکیوں کا مزا لے تو اس سے انسانی نفس جاگ اٹھتا ہے اور اس کے اٹھ کھڑا ہونے سے شور وغل اور فساد پیدا ہوتا ہے اور اشتیاق بڑھتا ہے اور پھر یہ شوق اس کو حرام کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اس واسطے اس قسم کا گانا بجانا کسی کو نہیں سننا چاہئے اور اگر کوئی یہ کہے کہ میں راگ اور گانے کو اس واسطے سنتا ہوں کہ اس سے یاد الٰہی میں زیادہ رغبت ہوتی ہے جو اس کی بخشش کا باعث ہے تو یہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ شارع نے راگ سننے کے باب میں کوئی ایسا فرق نہیں بتلایا جس سے ثابت ہو کہ فلاں شخص کے واسطے جائز ہے اگر جائز ہوتا تو انبیاء علیہم السلام یا اس شخص کے واسطے جس کو اس کے سننے میں کوئی لذت نہ آتی ہو۔ اور اسی طرح اس کو شراب پینا جائز ہو جاتا جو یہ ثابت کرتا کہ اس کے پینے سے مجھ کو مستی لاحق نہیں ہوتی اور جب شراب پی لیتا ہوں تو حرام سے بچا رہتا ہوں اور اگر

کوئی خوبصورت لڑکوں اور بیگانہ عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں ان کے ساتھ خلوت میں اس واسطے بیٹھتا ہوں نہ ان کی خوبصورتی اور ان کے حسن سے عبرت پکڑوں تو یہ کہنا بھی ایک حیلہ ہو گا ان کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا ناجائز ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنے سے فساد اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور خرابی پیدا کرتا ہے۔ اس واسطے اس قسم کی تنہائی کو ترک کرنا واجب ہے اور جو آدمی حرام چیز کے استعمال سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہے تو اس کا یہ فعل حرام کاری سے بھی زیادہ ہے اور اصل میں ایسا آدمی خدا کی راہ میں حرام کاری اور حرام خوری ہی کرنا چاہتا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے یہ لوگ اپنی خواہش کے موافق چلنے والے ہوتے ہیں یہ قبولیت اور توجہ کے لائق نہیں۔ خداوند کریم نے فرمایا ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اے محمدؐ مومنوں کو کہدے کہ اپنی آنکھوں کو نگاہ غیر سے پوشیدہ رکھیں اور اپنے اندام نہانی کی حفاظت کریں۔ ان کے واسطے یہ امر زیادہ پاکیزہ ہے۔ پس جو آدمی یہ کہتا ہے کہ میں پاک نظر سے دیکھتا ہوں وہ قرآن کو جھٹلاتا ہے۔ اور مردے پر فریاد اور نوحہ بھی نہ کیا جائے یہ بھی مکروہ ہے مگر خالی رونا مکروہ نہیں ہے۔

جانوروں کے مارنے کا ذکر

اس سے معلوم ہو گا کہ کس جانور کو مار ڈالنا جائز ہے اور کس کا مارنا منع ہے اگر کوئی آدمی اپنے گھر میں سانپ دیکھے تو اس کی طرف مخاطب ہو کر تین دفعہ اس کو یہ کہے کہ تو یہاں سے چلا جا۔ اگر اس کے بعد وہ سانپ اس جگہ سے نہ جائے تو پھر اس کو مار ڈالے۔ اور اگر جنگل میں سانپ ہو تو اس کو آواز دینے کے سوا ہی مار دے جنگلی سانپ کو آواز دینے کے سوا ہی مار ڈالنا جائز لکھا ہے اور اگر کوئی ایسا سانپ دیکھے جس کی دم کٹی ہوئی ہے اور اصل میں اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور یا اس کو دیکھے کہ اس کی پیٹھ پر دو سیاہ خط ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ ایسے سانپ کی آنکھوں میں سیاہ بال بھی ہوتے ہیں ان سانپوں کو اعلان کے سوا ہی مار ڈالنا چاہئے اور ان کے اعلان کا طریق یہ ہے کہ اگر ان کو دیکھے تو خطاب کرکے کہے کہ اس جگہ سے سلامتی کے ساتھ چلا جا اور ہم کو آزار نہ دے پیغمبر ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ خانگی سانپوں کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ جس وقت تم اپنے گھروں میں کوئی سانپ دیکھو تو تم اس کو یہ کہو۔ کہ میں تم کو اس قول کی قسم دیتا ہوں۔ جو نوح پیغمبر علیہ السلام نے تم سے لیا ہے اور تم کو اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور ہم کو آزار نہ پہنچاؤ اور اگر اس کے بعد پھر آئیں تو اس صورت میں ان کو مار ڈالو۔ اور ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جتنے سانپ نظر آئیں ان سب کو مار دو۔ اور جو آدمی سانپوں کے مارنے سے اس واسطے ڈرتا ہے کہ وہ میرے دشمن ہو جائیں گے وہ میری امت سے نہیں اور سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ سانپوں کو مار دو اور دو خط والا سانپ اور دم بریدہ سانپ یہ دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتے ہیں اور حمل کو بھی گرا دیتے ہیں۔ اور سالمؓ کہتے ہیں کہ عبد اللہؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ جس سانپ کو پاتے تھے اسی کو مار ڈالتے تھے۔ اور ابو لبابہؓ نے ایک دفعہ عبد اللہؓ کو ایک سانپ کے مارنے کے واسطے گھات میں بیٹھے ہوئے دیکھا آپ نے عبد اللہ کو کہا کہ رسول مقبول ﷺ نے خانگی سانپوں کے مارنے سے منع کیا ہے اور اس کے واسطے دلیل یہ دی۔ کہ ابی سائبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور آپ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ جس تخت پر ہم بیٹھے ہوئے تھے اس کے نیچے سے ایک حرکت معلوم ہوئی۔ دیکھا تو سانپ نظر آیا میں اس کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ ابو سعید نے پوچھا کہ کیا ہے میں نے جواب دیا کہ سانپ ہے پھر پوچھا اگر سانپ ہے تو اس کی نسبت اب کیا ارادہ رکھتے ہو۔ میں نے جواب دیا اس کو مارتا ہوں ابو سعید نے اس وقت اپنے گھر کے ایک گوشہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہاں میرا بھتیجا رہتا تھا اور جنگ احزاب پر جانے سے پہلے اس نے اپنے گھر میں جانے کی اجازت مانگی اور اس وقت اس کی شادی نئی ہی ہوئی تھی۔ آپ نے میرے بھتیجے کو یہ بھی فرمایا کہ جاتے ہوئے اپنے ہتھیار بھی ہمراہ لیتے جاؤ۔ اس لئے وہ ہتھیار بھی ساتھ لیتا گیا اور جب گھر میں پہنچا تو اپنی عورت کو دیکھا کہ دروازہ پر کھڑی ہوئی ہے۔ دیکھتے ہی عورت کی طرف نیزہ سیدھا کیا۔ عورت نے کہا کہ جلدی نہ کر پہلے یہ معلوم کرلے کہ کونسی چیز گھر سے میرے نکلنے کا باعث ہوئی ہے۔ یہ سنتے ہی گھر کے اندر چلا گیا اور جاتے ہی ایک بد شکل سانپ کو دیکھا۔ بس اس کو نیزہ سے چھید لیا اور چھید کر باہر لایا۔

اس وقت وہ سانپ نیزہ میں چھدا ہوا بیقرار اور مضطرب تھا۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا ان دونوں میں سے جلدی کون مر گیا مرد یا سانپ۔ اس کے بعد میرے بھتیجے کی قوم کے لوگ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول آپ خدا کی درگاہ میں دعا مانگیں کہ وہ ہمارے صاحب کو پھر ہم میں واپس لے آئے۔ پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے واسطے مغفرت کی دعا مانگو۔ اس

کے بعد فرمایا۔ کہ مدینہ میں جنوں کی ایک جماعت ایمان لائی ہے اور ان کو تم سانپ کی صورت میں دیکھو گے جب ان کو اپنے گھروں میں دیکھو تو ان کو تم تین دفعہ ڈراؤ۔ اگر اس قدر ڈرانے کے بعد وہ پھر بھی دکھلائی دیں تو ان کو مار ڈالو۔ اور بعض حدیثوں میں اس طرح آیا ہے کہ تین دفعہ اعلان کرو جیسا کہ اوپر گذرا ہے اور اگر اس کے بعد پھر بھی ظاہر ہوں۔ تو ان کو مار ڈالو۔ کیونکہ وہ سانپ شیطان ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی گرگٹ کو مار ڈالے تو اس کا مار ڈالنا جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عامرؓ اپنے باپ سعید سے روایت کرتے ہیں۔ پیغمبر ﷺ نے گرگٹ کا نام نافرمان رکھا ہے اور اس کے مار ڈالنے کے واسطے اجازت دیدی ہے۔ ابی ہریرہؓ رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی پہلی ہی ضرب میں مار ڈالے تو اس کو ستر نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ اور جب تک آزار نہ پہنچائیں چیونٹیوں کو مارنا مکروہ ہے۔ ابو ہریرہؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کو کسی چیونٹی نے کاٹا تھا۔ اس پیغمبر ؑ نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کے تمام گھر جلادیے جائیں چنانچہ جلادیے گئے۔ اللہ جل شانہ نے پیغمبر کے پاس وحی بھیجی اور عتاب نازل کیا کہ ایک چیونٹی نے تم کو کاٹا تھا اور اس کے عوض تم نے چیونٹیوں کی ایک جماعت کو ہی برباد اور ہلاک کردیا جو میری تسبیح پڑھا کرتی تھی۔ اور مینڈک کو بھی مارنا مکروہ ہے۔ عبد الرحمٰن بن عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے پیغمبر ﷺ سے پوچھا کہ مینڈک کو مار کر دوا میں ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے اس کا کیا حکم ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مینڈک کو نہ ماریں اور جن جانوروں کا مارنا مباح ہے ان کو آگ سے نہ جلائیں مثلاً جوں۔ مچھر۔ پسو۔ چیونٹیاں پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ آگ کے ساتھ کوئی کسی جاندار کو عذاب نہ دے مگر رب النار یعنی جو آگ کا پروردگار ہے۔ ہر موذی جانور کا مارنا جائز ہے اگرچہ اس سے ایذا سرزد بھی نہ ہوئی ہو۔ مگر یہ شرط ہے کہ اس کی سرشت ایذا پہنچانے والی ہو۔ اور آزار پہنچانے سے پہلے اس کا مارنا اس واسطے ہے کہ وہ موقع پائے گا تو ضرور ایذا پہنچائے گا۔ کیونکہ اس کی طبیعت کا تقاضا ہی یہی ہے جیسے کہ سانپ جس کا اوپر بیان ہوا۔ بچھو۔ کاٹنے والا کتا۔ چوہا وغیرہ اور اسی طرح کالے کتے کو بھی مار ڈالیں۔ کیونکہ وہ شیطان ہے اور اگر کوئی جانور پیاسا ہو تو اس کو پانی پلادیا جائے اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک گرم جگر میں ثواب ہے۔ مگر پانی پلانے کا یہ ثواب اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ جانور درندہ نہ ہو اور نہ ہی گزندہ۔ اور اگر ان قسموں میں سے کوئی جانور ہو تو اس کو ہرگز پانی نہ پلایا جائے کیونکہ ایسا کرنے میں اس جانور کو آدمیوں کی ایذارسانی پر مدد دینی ہوتی ہے۔ اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور کتے کو پالنا اور اس کو گھر میں رکھنا بھی ناجائز ہے اور اگر کوئی زراعت کی نگہبانی یا ریوڑ کی نگہبانی یا اپنی حفاظت اور شکار کے واسطے پالے تو اس کو جائز ہے۔ اور ایک قول کے موافق کاٹنے والے کتے کو گھر میں رکھنا یا چھوڑنا حرام ہے اور دوسرے قول میں یہ ہے کہ ایسے کتے کو مار ڈالے تاکہ خدا کے بندوں کو اس کے آزار سے نجات ملے۔

بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر کوئی آدمی شکار کی نیت اور جانوروں کی حفاظت کے سوا پرورش کرے تو ہر روز اس آدمی کے ثواب سے دو قیراط کم ہو جاتے ہیں اور بار برداری کے جانور پر زراعت یا سفر میں اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ رکھنا ناجائز ہے اور جس جانور کو گھاس کے علاوہ دانہ وغیرہ بھی دیا جاتا ہے اگر وہ اس کو نہ دے گا تو گنہگار ہو جائے گا۔ اور جس قدر جانوروں کی خواہش ہو اس سے زیادہ ان کو نہ کھلائے زیادہ کھلانا مکروہ ہے اور جبر سے کھلانا بھی نہ چاہئے۔ یہ بھی مکروہ کہا گیا ہے اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ جانور کو موٹا کرنے کے واسطے زیادہ کھلاتے ہیں اور پچھنے لگانے کا پیشہ اور اس سے روزی کمانی بھی مکروہ لکھی ہے کیونکہ اس میں کمینہ پن پایا جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حجام کا کسب نجس ہے اور بعض عالموں نے کہا ہے کہ یہ پیشہ حرام ہے اور اس کی دلیل میں کہا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایسی ہی روایت کی ہے۔

ماں باپ کی فرمانبرداری

ماں باپ کی فرمانبرداری کرنی واجب ہے جیسا کہ خداوند جل شانہ ارشاد فرماتا ہے اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا اگر ماں یا باپ یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان کو اف مت کہہ۔ اور نہ ان کو جھڑک۔ اور جو ان سے بات کرو۔ اس میں ان کی عزت کا لحاظ رکھو۔ اور دوسری جگہ خداوند کریم فرماتا ہے وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا دنیا میں ان کا اچھی طرح ساتھ دو۔ اور دوسری جگہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اُشْكُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر۔ اور تیری بازگشت میری طرف ہے ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر کوئی آدمی اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس سے ماں باپ اسکے ناراض ہوتے ہیں تو اس صورت میں اسکے واسطے دوزخ کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور کوئی ماں باپ کو ناراض کرنے کی حالت میں شام کرتا ہے اور اس کے واسطے بھی

دوزخ کے دو دروازے کھولے جاتے ہیں اور اگر دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر خشمناک کرے تو اس کے واسطے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم ہی کیا ہو۔ تین بار فرمایا۔ عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کی رضامندی ماں باپ کے راضی کرنے میں ہے اور ماں باپ کے غصے کرنے میں خدا غصے ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرا ارادہ جہاد کا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ماں ہیں۔ فرمایا کہ ان کے حق میں اپنے نفس سے جہاد کر یعنی نفس کو مار اور ان کے ساتھ نیکی کر۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اس طرح ہوتی ہے کہ جو چیز ان کو درکار ہو وہ بہم پہنچادی جائے۔ اور ان کو آزار نہ پہنچنے دے۔ اور ان سے صلح اور محبت کی ایسی باتیں کرے جیسی بچوں سے۔ اور اپنے ماں باپ سے کشیدہ خاطر نہ رہے اور ان کی حاجت روائی کرنی پڑے تو اس سے تنگ دل نہ ہو اور دلی محبت سے ان کی خدمت بجالائے۔ زیادہ نفلوں کے پڑھنے سے جو معمولی نماز روزہ کے علاوہ ہوتے ہیں بہتر ہے۔ اور ہر نماز کے بعد خدا سے ان کے واسطے بخشش کی درخواست کرے اور ماں باپ کو کوئی رنج نہ پہنچنے دے۔ اور اگر ان کو کوئی دکھ اور درد لاحق ہو تو اس کے دور کرنے کی کوشش کرے۔ اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند نہ کرے یعنی جب ان کے کلام کا جواب دے تو سختی سے نہ دے۔ اور کسی بات میں اپنے ماں باپ کی مرضی کے خلاف نہ کرے لیکن اگر شرع کے خلاف کوئی کام کرنے کے واسطے کہیں تو اس کو نہ مانے مثلاً فرائض کے ترک کرنے کے واسطے کہیں تو اس صورت میں بھی ان کی رائے کی مخالفت کرے یعنی شرع کے رو سے جو چیزیں ممنوع ہیں۔ ان کے کرنے میں ان سے اتفاق کرنا جائز نہیں۔ مثلاً زنا۔ شراب خوری۔ کسی انسان کا قتل۔ کسی پر زنا کی تہمت۔ کسی کا مال چھین لینا یا لوٹ لینا۔ چوری کرنا۔ ان سب چیزوں میں ماں باپ کے شریک ہونے یا ان کی پیروی کرنے سے پرہیز کرے جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ مخلوق کی تابعداری ان باتوں میں یا ایسے طور سے نہ کرو جن میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔ یہ ان کی تابعداری نہیں ہے اور خداوند کریم اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔ اگر تیرے ماں باپ تجھے اس واسطے رنج اور تکلیف دیں کہ تو اس چیز کو میرا شریک گردانے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا حکم نہ مان اور دنیا میں ان کا نیکی سے ساتھ دے

پس رسول مقبول ﷺ کی یہ حدیث اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا عام ہیں یعنی جو کوئی ایسے کام کرنے کا حکم کرے جن سے خدا منع کرتا ہے۔ یا اس کی عبادت مفروضہ سے روکے تو اس کی بات کو نہ مانے۔ امام احمد ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ نماز جماعت میں شریک ہونے سے ایک آدمی کو اس کے ماں باپ منع کیا کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ فرائض کے ترک کرنے میں تم کو ماں باپ کے حکم کی اطاعت کرنی منع ہے اور اگر ماں باپ کی فرمانبرداری کی خاطر نفلوں کو ترک کر دے تو جائز ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ نفلوں کو ترک کرے اور ماں باپ کا حکم مان لے۔ اور یہ بھی اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے کہ تو اس شخص کے ساتھ میل جول رکھے جس نے تیرے والدین کے ساتھ میل جول رکھا اور اس شخص کو چھوڑ دے جس نے ان کو چھوڑا۔ اور جب ان کے واسطے کسی پر غصہ کرے تو ایسا غصہ کر جیسا اپنے نفس کے واسطے موت اور زندگی کی حالت میں تو کرتا ہے۔ اور جب ماں باپ پر تم کو غصہ آوے تو اس صورت میں ان کی تربیت کا حق یاد کرو۔ اور ماں کی شفقت اور باپ کی محبت اور ان کی شب بیداری اور جفاکشی کو خیال میں لاؤ۔ اور نیز آیت کریمہ کو یاد کرو کہ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور تو ان سے نیک بات کہہ۔ اور اگر ان کی رحمت جو تجھ پر تھی یا تیرا رحم تیرے غصے کو کم نہ کرے تو تو جان لے کہ تو خدا کی رحمت سے محروم ہے اور تجھ پر غضب الٰہی آنے والا ہے۔ پس اگر تو نے ماں باپ کے واسطے خداوند کریم کے حکم کے خلاف کیا ہے تو جب تیرا غصہ جاتا رہے اس وقت تو خدا کے ہاں توبہ کر۔ اور جو سفر تجھ پر واجب نہ ہو اس کو بغیر ماں باپ کی رضامندی کے نہ کر۔ اور اگر وہ حکم دے دیں تو سفر کر۔ اور بغیر ان کی اجازت کے اس لڑائی میں نہ جا جو تیرے لئے مقرر ہو چکی ہے۔ اور تو اپنی ذات سے ان کو دکھ نہ دے اور اس حکم کا خیال رکھ کہ کوئی غیر آدمی بھی تیرے ماں باپ کو تیرے سبب تکلیف نہ پہنچائے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ماں بچے میں جدائی ڈالتا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اور اگر تجھ کو کچھ کھانے پینے کی چیزیں دستیاب ہوں تو تم کو لازم ہے کہ ان میں سے جو وہ پسند کریں اور جو خوش ذائقہ اور بہت عمدہ ہوں ان کے حوالہ کرے کیونکہ وہ ایک مدت تک آپ بھوکے رہے ہیں اور تجھے کھلایا اور خود جاگتے رہے ہیں اور تجھ کو سلایا ہے اگر تو ایسا کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ سیدھا راستہ پائے گا۔

نام اور کنیت کا بیان

کونسے نام اور کنیت مستحب ہیں اور کونسے مکروہ ہیں کسی شخص کو اپنے لڑکے کا نام پیغمبرﷺ کے نام پر مع ان کی کنیت کے رکھنا منع ہے۔اگر صرف نام پیغمبرﷺ کے نام پر رکھے یا صرف ان کی کنیت رکھے تو جائز ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر نام اور کنیت کو جمع کرے یا ایک نام پیغمبرﷺ کے نام پر ہو اور کنیت دوسری رکھے تو یہ دونوں مکروہ ہیں اور پھر امام احمد روایت کرتے ہیں کہ نام اور کنیت دونوں طرح سے جائز ہے اور نام کو پیغمبر کے نام پر رکھنے اور کنیت دوسری رکھنے کے جائز ہونے میں آپ دلیل دیتے ہیں کہ انس بن مالک اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔کہ رسول مقبولﷺ نے ارشاد کیا ہے کہ تم میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت رکھو۔اور پیغمبرﷺ کے نام پر نام اور کنیت۔دونوں کے جمع کرنے پر یہ دلیل دی گئی ہے کہ عائشہؓ نے ذکر کیا ہے کہ پیغمبرﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آکر بیان کیا کہ اے اللہ کے رسول میں نے لڑکا جنا ہے اور میں نے اس کا نام محمدؐ رکھا ہے اور اس کی کنیت ابو القاسم ہے اور لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا نام رکھنا مکروہ ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ وہ کونسی چیز ہے۔جس نے میرے نام کو حلال کیا ہے اور میری کنیت کو حرام اور کون سی چیز ہے۔جس نے میری کنیت حلال کی ہے اور میرا نام حرام۔اور اگر کوئی ابو یحیٰی اور ابو عیسیٰ کنیت رکھے تو یہ مکروہ ہے۔اور لڑکوں کے یہ نام رکھنے بھی مکروہ ہیں۔ رستگاری۔فیروزی۔تونگری۔سود مند۔سود۔ابی یحیٰی برکت پارسا۔اندوہ۔نافرمانی۔

عمر بن خطابؓ آنحضرتﷺ سے روایت کرتے ہیں۔کہ آپ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا۔تو لوگوں کو لڑکوں کے ایسے نام رکھنے سے منع کروں گا جیسے تونگری' برکت' سود نجات۔رستگاری اور خداوند جل شانہ کے ناموں کے موافق نام رکھنے بھی مکروہ ہیں جیسے ملک الملوک۔شہنشاہ اور جوان کی مانند ہیں۔کیونکہ یہ اہل فارس کی عادت ہے اور جو نام خدا کے ہی لائق ہیں۔اس کے سوا دوسرے کے سزاوار نہیں۔ان ناموں کا رکھنا بھی مکروہ ہے۔جیسے قدوس الہ۔خالق۔نگہبان۔خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ اور خدا کے شریک ٹھیرائے ہیں کہ اے محمدان کے نام مقرر کرو۔بعض مفسروں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اے محمدان کو کہدے کہ میرے نام پر ان کے نام رکھو پس انسان کو جو عاجز اور ضعیف ہے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنا نام خداوند کریم کے نام پر رکھے اور اپنے بھائی یا اپنے غلام کا ایسا لقب رکھنا جس کو وہ خود مکروہ اور برا جانتا ہے ہر ایک پر حرام ہے خداوند کریم ایسا کرنے کے واسطے ہر ایک کو منع فرماتا ہے ارشاد کیا ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ جن القاب میں گناہ ہے ان سے نہ پکارو اور اپنے بھائی کو اچھے اور خوب ناموں سے پکارنا مستحب ہے۔

غصہ کا بیان

جب آدمی کو غصہ آئے تو اس وقت اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہوا ہے تو اس کو لیٹ جانا لازم ہے اور اگر سرد پانی سے اپنے ہاتھ دھووے تو اس سے غصہ اتر جاتا ہے۔حضرت امام حسنؓ آنحضرتﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے غصہ ایک چنگاری ہے جو آدمی کے دل میں روشن ہوتی ہے۔پس جس وقت تم میں سے کسی کو غصہ آئے۔اگر اس وقت کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔اور اگر بیٹھے ہو تو تکیہ لگالو۔اگر کچھ آدمی آپس میں پوشیدہ مشورہ کر رہے ہوں تو اجازت کے بغیر ان کے پاس نہ بیٹھنا چاہئے کیونکہ پیغمبرﷺ نے بغیر اجازت ان میں بیٹھنا منع کیا ہے اور سایہ اور دھوپ کے درمیان بیٹھنا مکروہ ہے اور اپنے بائیں ہاتھ پر تکیہ نہ لگاؤ اور مجلس میں لیٹنا مکروہ ہے۔اور جب مجلس سے اٹھے تو مجلس کے کفارہ کے واسطے یہ پڑھنا مستحب ہے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اے خداوند کریم پاکی تیرے واسطے ہے اور تعریف بھی تیرے واسطے ہے تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔میں تیری بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور جوتا پہن کر قبروں میں پھرنا مکروہ ہے اور جب قبروں پر جائے تو اس وقت یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَةِ الَّتِيْ خَرَجَتْ مِنْ دَارِ الدُّنْيَاءِ وَهِيَ بِكَ مُؤْمِنَةٌ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْ رُوْحًا مِّنْكَ وَسَلَامًا مِّنِّيْ اے خداوند کریم اے پرانی ہڈیوں اور پرانے جسموں کے پالنے والے جو دنیا سے کوچ کر گئے ہیں اور مسلمان تھے تو محمدؐ اور محمدؐ کی اولاد پر درود بھیج اور ان پر اپنی رحمت نازل کر اور ان کی جناب میں میرا اسلام پہنچا۔اور اس کے بعد یہ پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اے قبرستان کے مومن لوگو تم پر سلام ہو اور اگر خدا نے چاہا تو میں بھی تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔

روایت کی گئی ہے کہ جب کوئی کسی قبر کی زیارت کے واسطے جائے تو قبر کے اوپر ہاتھ نہ رکھے اور نہ ہی قبر کو بوسہ دے۔کیونکہ ہاتھ

رکھنا اور بوسہ دینا یہودیوں کی عادت ہے اور قبر پر نہ بیٹھے اور نہ ہی تکیہ لگائے اور نہ ہی قبر کو پاؤں کی ٹھوکر مارے اور اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ اس کے لحاظ سے ان کاموں کے کرنے کے لئے لاچار ہو جائے تو اس صورت میں ان کے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔اور جب قبر کے پاس کھڑا ہو تو ایسے کھڑا ہو جیسے کہ اہل قبر کی زندگی کی حالت میں اس کے پاس کھڑا ہوتا اور ایسے ہی اس کی حرمت اور تعظیم کرے جیسی کہ اس کی زندگی میں کرتا۔اور گیارہ دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھے اور جو ان کا ثواب ہے وہ بطور تحفہ کے اہل قبر کی روح کو بخش دے اور وہ تحفہ اس طرح پہنچائے اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ قَدْ اَثَبْتَنِيْ عَلٰى قِرَاءَةِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فَاِنِّيْ قَدْ اَهْدَيْتُ ثَوَابَهَا لِصَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ اے خداوند کریم اگر ان آیتوں کے پڑھنے سے تو نے مجھ کو ثواب دیا ہے تو یہ میں نے اس قبر والے کو بطور تحفہ کے بخش دے اس کے بعد خداوند تعالیٰ سے اپنے مطلب کے پورا ہونے کے لئے دعا مانگے۔اور اگر کسی استخوان کو کہیں پائے تو اس کو توڑے نہیں اور نہ ہی اس کو پاؤں تلے روندے اور اگر توڑنے اور روندنے پر مجبور ہو تو بعد میں قبر والے کے واسطے استغفار پڑھے یعنی اس کے واسطے بخشش کی دعا کرے اور بد شگونی منع ہیں اور نیک فال منع نہیں اور کوئی ہو ہر ایک کے ساتھ عاجزی اور انکساری کرے اور اپنے بزرگوں سے تعظیم اور تکریم کے ساتھ پیش آئے اور ان کی توقیر کرے اور جو اپنے سے چھوٹے ہوں ان کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کرے اور ان کی تقصیروں کو عفو کر دے۔اور لڑکوں کو تعلیم دینے اور ان کو آداب سکھانے میں کبھی غفلت نہ کرے۔

درود بھیجنا

اگر کوئی کسی کے حق میں یہ کہے کہ خداوند کریم تیرے اوپر درود بھیجے یا یہ کہے کہ فلاں بن فلاں پر خداوند تعالیٰ کا درود ہو تو یہ کہنا جائز ہے حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ تیرے اوپر درود بھیجے۔اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ خداوندا ابی اوفی کی اولاد پر درود بھیج۔

مصافحہ کرنا

کافر ذمی سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ ذمی کافروں سے مصافحہ نہ کرو۔

دعا مانگنا

دعاء کے آداب یہ ہیں جب دعاء مانگنے لگے تو اس وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا دے اور پھیلا کر خداوند کریم کی حمد اور ثناء بیان کرے اور رسول مقبول پر درود بھیجے اور اس کے بعد اپنی حاجت مانگے اور جب دعاء مانگ رہا ہو تو اس وقت آسمان کی طرف نظر نہ کرے اور جب دعاء مانگ چکے تو بعد میں اپنے دونوں ہاتھ منہ پر مل لے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خدا سے دعاء مانگو اور بعد میں اپنے منہ پر ملو۔

خداوند کریم سے پناہ مانگنے کا بیان

قرآن سے پناہ لینی جائز ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مردود اور رد کئے گئے شیطان سے خدا کے ہاں پناہ مانگ اور فرمایا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ میں صبح کے پروردگار کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اور کہہ اے محمدؐ میں آدمیوں کے پروردگار کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کو جب کبھی کوئی بیماری ہوتی تھی۔تو اس وقت آپ یہ پڑھا کرتے تھے۔قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور یہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے۔اور پیغمبر ﷺ کا یہ معمول تھا کہ اکثر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَعُوْذُ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَءَ وَبَرَءَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ رَبِّيْ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا میں خدا کی بزرگ ذات اور اس کے پاک کلموں کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ہر ایک چیز کی بدی سے جس کو کہ اس نے پیدا کیا ہے اور پراگندہ اور ظاہر کیا ہے اور ہر ایک حرکت کرنے والے جانور کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔اور میرا پروردگار اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑ لینے

والا ہے اور ایسا ہی قرآن اور اسماء حسنی الٰہی سے دم کرنا جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ہم نے قرآن سے اس چیز کو نازل کیا ہے جو مسلمانوں کے واسطے شفا اور رحمت ہے اور فرمایا ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ یہ کتاب وہ ہے جو اتاری ہم نے اس کو مبارک اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے بری نظر کے واسطے دعا کرو۔ اگر تقدیر الٰہی پر کوئی چیز سبقت لے جاتی تو وہ انسان کی نظر ہوتی۔ اس حدیث کو آپ نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے حق میں فرمایا ہے۔

تپ کے تعویذ

امام احمد حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے بخار ہو گیا اس وقت میرے لئے یہ دعا لکھ کر اس کا تعویذ بنایا گیا اور اس کو گلے میں لٹکا دیا۔ خداوند کریم نے شفا کر دی وہ دعا یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اِشْفِ صَاحِبَ هٰذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوْتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ اللہ کے نام سے محمد اللہ کے رسول ہیں اے آگ ابراہیم علیہ السلام کے اوپر سلامتی والی اور سرد ہو اور کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فریب کرنا چاہا۔ اس لئے ہم نے ان کو ہی نقصان پہنچایا اے جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے پروردگار جس مریض کے پاس یہ تعویذ ہے اس کو اپنی قوت اور طاقت سے شفا بخش۔ اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

دردزہ کا تعویذ

بعض عالموں نے روایت کی ہے کہ اگر کسی عورت کو دردزہ لاحق ہو اور لڑکے کے پیدا ہونے میں توقف ہو جائے۔ تو اس تعویذ کو کسی پیالہ میں یا مٹی کے برتن میں جو پاک ہو لکھے اور پھر اس کو دھو کر اس عورت کو پلا دے جسے دردزہ عارض ہو اور اس کے سینے پر بھی کچھ پانی چھڑک دے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ خدا پاک کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور اللہ جو عرش عظیم کا پروردگار ہے وہ دانا ہے۔ پاک ہے اور بزرگ ہے اور اس خدائے پاک کے لئے حمد اور ثنا جو دونوں جہاں کا پروردگار ہے۔ کافر جس دن قیامت کے دن کو دیکھیں گے وہ یہ کہیں گے ہم قبروں میں ایک رات سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ ہم کو پھر واپس وہیں پھیر دو اور اسی طرح جب اس چیز کو دیکھیں گے جس کا وعدہ کیا گیا ہے تو اس وقت بھی یہ کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف ایک ساعت ہی رہے ہیں اس سے زیادہ نہیں رہے قرآن کا پہنچانا خدا کا حکم ہے۔ پس کافروں کی قوم کے سوا کوئی ہلاک نہیں ہوتا اسی طرح اگر کسی آدمی کو چیونٹی۔ بچھو۔ سانپ۔ پسو مچھر اور دوسری اسی قسم کی چیزیں کاٹیں تو اس کو بھی ان کے زہر کے دور کرنے کے واسطے قرآن کی آیتوں کا دم کرنا جائز ہے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک زہریلی چیز کے واسطے دم کرنا چاہئے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی رات کو سوتے کے وقت اس درود کو تین دفعہ پڑھے تو اس رات اس کو بچھو نہیں کاٹتا اور وہ درود یہ ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نُوْحٍ وَّ عَلٰى نُوْحٍ السَّلَامُ خدا نوحؑ پر صلوات بھیجے اور نوح پر سلام ہو اور پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی رات کے وقت تین دفعہ اس دعا کو پڑھے تو اس رات میں اس آدمی پر کوئی زہر اثر نہیں کریگی (دعا) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ہر ایک چیز کی بدی سے جو پیدا کی گئی ہے میں حق تعالیٰ کے کلمات کے ساتھ جو پورے اور کامل ہیں پناہ مانگتا ہوں اور مریضوں پر دم کرنا جائز ہے مگر تھوکنا نہیں چاہئے یہ مکروہ ہے۔

بری نظر کے بیان میں

اگر کسی میں بری نظر اثر کر گئی ہو۔ اور اس سے وہ بیمار پڑ گیا ہے تو اس نظر لگانے والے کو لازم ہے کہ جس آدمی کو نظر لگی ہے اس کے واسطے اپنا منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں زانوں اور پنڈلیوں تک دونوں پاؤں اور اندام نہانی دھو ڈالے اور جو پانی استعمال کرے اس کو ایک برتن میں جمع کر لے اور بعد میں بیمار آدمی بھی اس پانی سے نہالے اس سے اس شخص کو صحت ہو جائے گی۔ جیسا کہ ابو امامہ بن سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ

میں نہارہا تھا۔ عامر بن ربیعہؓ نے اس حال میں مجھ کو دیکھا اور دیکھ کر تعجب سے کہا کہ خدا کی قسم ہے جیسا آپ کا بدن خوبصورت ہے۔ میں نے ایسا خوبصورت اور عمدہ جسم کسی پردہ نشین عورت کا بھی نہیں دیکھا۔ اس کے بعد مجھ کو فالج کی بیماری لاحق ہو گئی اور میں اس سے سر تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔ میں نے اس واقعہ کو رسول مقبول ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ تم ابو امامہ کو متہم کرتے ہو میں نے گذارش کی۔ کہ میں اپنے بیان میں سچا ہوں۔ اس لئے پیغمبر ﷺ نے ابو امامہ اور عامر دونوں کو بلایا۔ اور فرمایا کہ خدا پاک ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے جب تم کوئی ایسی چیز دیکھو جو تم کو تعجب میں لائے تو اس کے لئے زیادہ برکت کی دعا کرو۔ اس کے بعد آپ نے عامر کو حکم دیا۔ کہ تم ابو امامہ کے واسطے غسل کرو اس لئے عامر نے غسل کیا جو یہ تھا۔ اپنا منہ دھویا۔ پیٹھ دھوئی۔ دونوں ہتھیلیاں دھوئیں کہنیوں کو دھویا۔ اپنے اندام نہانی کو دھویا۔ دونوں زانوؤں کو مع پنڈلیوں کے دونوں پاؤں دھوئے اور یہ سب اعضا ایک ہی برتن میں دھوئے اور وہ پانی اس میں جمع رہا بعد میں رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اس پانی کو ابو امامہ کے سر پر ڈال دو۔ اس سے اس برتن کا پانی ان کے سر پر ڈالا گیا۔ اور کچھ باقی رہ گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ جو پانی باقی رہ گیا ہے اس کو اس کے بدن پر مل دو۔ پس ایسا ہی کیا گیا اور بعد میں ابو امامہ اچھے ہو گئے اور چلنے پھرنے لگ پڑے۔ اور زیادہ مناسب یہ ہے۔ کہ جس کی نظر بد لگی ہے وہ کامل غسل کرے اور جس کو نظر بد نے اثر کیا ہے غسل کا پانی اس کے سر پر ڈال دے۔

بیماریوں میں علاج کا بیان

اگر کوئی بیماری کی حالت میں ہو تو اس کی واسطے علاج کرنا درست ہے مثلاً فصد کرانا۔ پچھنے لگوانے۔ داغ دینا۔ اور دواؤں اور شربتوں کا پینا اور جسم کی اصلاح کے واسطے یہ امور درست اور روا ہیں۔ کسی رگ کا کاٹنا۔ پھوڑوں کا چیرنا کسی عضو کا کاٹنا جبکہ باقی بدن پر اس کے اثر کا خوف ہو یا کیڑے پڑ جائیں۔ بواسیر کا کاٹنا۔ اور ایسی ہی دوسری چیزیں جن میں جسم کی اصلاح ہو اور صحیح بدن کے کاٹنے سے خوف کرنا چاہئے۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پچھنے لگوائے ہیں اور طبیبوں سے مشورہ بھی کیا ہے اور طبیبوں کو فرمایا ہے کہ تمہاری رائے طب ہے۔ طبیبوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے خدا کے رسول مقبول ﷺ طبابت میں کچھ خوبی ہے؟ پیغمبر ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جس نے زحمت بھیجی ہے دوا بھی اسی نے بھیجی ہے۔ امام احمدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ داغ کرنے کے باب میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ جواب دیا عرب کے لوگ داغ کرتے تھے اور حضرت پیغمبر ﷺ نے داغ دلوایا ہے اور صحابہ نے بھی ایسا کیا ہے اور دوسری جگہ امام احمدؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ نے اپنی عرق النسا کی رگ کو کاٹا ہے اور امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ رگ کا کاٹنا مکروہ ہے اور جو چیزیں حرام ہیں علاج میں ان کا استعمال کرنا مطلق ناجائز ہے مثلاً شراب اور زہر اور مردہ اور دوسری ناپاک چیز اور ایسا ہی دوا میں گدھی کا دودھ استعمال کرنا بھی روا نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ ان میں میری امت کے واسطے شفا نہیں رکھی گئی اور حقنہ کرنا بھی مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت اس کا استعمال کر لینا روا ہے۔ اور اگر کہیں وبا ہے اور خود بھی وہاں رہتا ہے تو اس سے نہ بھاگے اور اگر شہر میں وبا ہے اور خود شہر سے باہر ہے تو اس صورت میں اس شہر کے اندر نہ آئے۔ کیونکہ اگر ایسی حالت میں شہر کے اندر آئے گا تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال کر گنہگار ہو گا۔

عورتوں کیساتھ تنہائی میں بیٹھنا

جو عورت غیر محرم ہو۔ اس کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھے کیونکہ رسول مقبول ﷺ نے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر اکیلے بیٹھیں تو شیطان ان میں تیسرا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کو گناہ کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ اور جوان عورت ہو تو اس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا جائے۔ اور اگر کوئی معقول عذر ہو۔ تو اس صورت میں دیکھ لے۔ مثلاً گواہی دینی ہے۔ یا دوا کرتا ہے اور اگر کوئی عورت بوڑھی ہے اور اس کا چہرہ بھی کھلا ہوا ہے تو اس کی طرف دیکھ لینا جائز ہے۔ کیونکہ اس کی طرف دیکھنے سے کوئی فتنہ نہیں اٹھتا۔ اور جائز نہیں کہ دو مرد یا دو عورتیں ننگے ایک لحاف اور ایک ہی چادر میں اکٹھے سوئیں۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ نے اس سے منع کیا ہے اور اس کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس صورت میں ایک دوسرے کے اندام نہانی کو دیکھیں گے اور ایسا کرنا گناہ ہے اور شیطان گناہ کی طرف مائل کرتا ہے۔

غلاموں اور لونڈیوں سے سلوک

اگر کسی کے پاس کوئی غلام یا لونڈی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لے اور ان کو کھانا کھلائے اور کپڑا پہنائے۔ اور اگر ان میں سے کوئی نکاح کرنا چاہے۔ تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔ مگر نکاح کرنے پر خود اس کو مجبور نہ کرے۔ اگر ان فرمانوں میں تقصیر اور کوتاہی کرے گا۔ تو خدا کی نافرمانی کرنے والا ہو گا اور چاہے تو بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے۔ اس میں اختیار رکھتا ہے اور اگر کوئی غلام یا لونڈی اپنی مزدوری کے ذریعہ اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہونا چاہے تو مالک کو چاہیئے۔ کہ اس کو مزدوری کرنے اور آزادی حاصل کرنے کی اجازت دیدے اور حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کو نگاہ رکھنا اور اس کو نگاہ رکھنا جس کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ۔

سفر میں قرآن رکھنا

اگر کوئی آدمی دشمنوں کی زمین کی طرف جا رہا ہو تو اس صورت میں قرآن کا ساتھ رکھنا مکروہ ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کافروں کے ہاتھ میں پڑ جائے۔ اور وہ اس کی بے حرمتی کریں۔ اگر مسلمانوں کو دشمنوں پر طاقت اور غلبہ ہو تو اس حالت میں قرآن کا ساتھ رکھنا جائز ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا رہے تاکہ قرآن بھول نہ جائے۔

آئینہ دیکھنا

جب کوئی شخص آئینہ دیکھے تو اس وقت یہ کہنا مستحب ہے۔ حمد اور ثناء خدا کے واسطے جس نے مجھے درست پیدا کیا اور مجھے زیبا صورت عطا کی ہے اور اس طرح خوبصورت اعضاء مجھ کو عنایت کئے ہیں جو عیب دار اعضاؤں کے مقابلہ میں بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اس روایت کو پیغمبر ﷺ سے بیان کیا گیا ہے۔

کان کی آواز

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی کے کان سے آواز نکلتی ہوئی سنائی دے تو وہ پیغمبر پر درود بھیجے اور زبان سے یہ کہے۔ جس نے مجھے نیکی کے ساتھ یاد کیا ہے اس کو خداوند تعالیٰ یاد کرے۔

اعضاؤں کا درد

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خود یا اس کا کوئی بھائی بیمار ہو تو وہ یہ کہہ کر درد کی جگہ پر دم کر دے۔ میرا خدا پروردگار ہے جو آسمانوں میں ہے تیرا نام پاک ہے۔ آسمان اور زمین میں تیرا ہی حکم ہے۔ جیسے کہ تیری رحمت ہے۔ اے پاک آدمیوں کے پروردگار ہمارے گناہ بخش دے۔ میرے اوپر اپنی رحمت نازل کر۔ اور اپنی شفاء میں سے اس درد پر۔ جو مجھ کو لاحق ہے شفاء دے۔

شگون بد کا دفعیہ

پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص برا شگون دیکھے۔ تو اس وقت یہ کہے خداوندا نیکیوں کو تو ہی لاتا ہے اور برائیوں کو بھی تیرے سوا اور کوئی دفع نہیں کرتا اور مجھے عبادت کی طاقت حاصل نہیں ہے اگر ہے تو تیری مدد سے ہی ہے۔

مکروہات کا پیش آنا اور ان کا دفعیہ

جب کوئی مسلمان نصاریٰ کا گرجا دیکھے یا یہودیوں کے عبادتخانہ کو دیکھ لے یا تری یا سنکھ کی آواز سنے یا مشرکوں یا آتش پرستوں یا یہودیوں کے گروہ کو دیکھے تو اس وقت اس آدمی کو یہ کہنا مستحب ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں وہ واحد ہے۔ میں اس کے سوا اور کسی کی بندگی نہیں کرتا پیغمبر ﷺ سے روایت ہے کہ جو آدمی یہ کلمات کہتا ہے خداوند کریم کافروں کی تعداد کے موافق اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور جب کوئی بادل یا بجلی کی کڑک کی آواز سنے تو اس وقت یہ کہے۔ خداوندا مجھ کو اپنے غضب کے ساتھ نہ مار

اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر۔ اور عذاب دینے سے پہلے پہل مجھ کو بخش دے۔ اور جس وقت آندھی آئے اس وقت یہ کہے خدوندا میں اس سے نیکی چاہتاہوں۔ اور اس چیز سے نیکی چاہتاہوں جو اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے۔ اور میں ہوا کی برائی سے پناہ مانگتاہوں اور اس چیز کی بدی سے پناہ مانگتاہوں جو اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے۔

بازار جانے کا بیان

جب کوئی بازار میں جائے۔ تو اس وقت رسول مقبول ﷺ کی سنت کے موافق کرے جب آپ بازار میں تشریف لے جایا کرتے تھے تو اس وقت یہ فرمایا کرتے تھے۔ خداوندا میں تجھ سے اس بازار کی نیکی چاہتاہوں اور جو بہتر ہے اس بازار میں ان کی نیکی مانگتاہوں اور بازار کی بدی سے اور اس چیز کی بدی سے جو بازار میں ہے پناہ چاہتاہوں۔ خداوندا میں تجھ سے اس امر کی نسبت پناہ مانگتاہوں۔ کہ میں بازار میں جھوٹی قسم کھاؤں یا وہاں خرید و فروخت میں نقصان اٹھاؤں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ ملک اسی کے واسطے اور اس کے لئے حمد اور ثنا ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اس کو موت نہیں ہے نیکی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور وہ سب چیزوں پر قادر ہے۔ اور جب چاند دیکھے تو یہ کہے۔ خداوندا میرے اوپر برکت نازل کر اور ایمان اور سلامتی اور اسلام عطا فرما۔ میرا اور تیرا سب کا رب اللہ ہے اور اللہ غالب اور بزرگ ہے۔

مصیبت کا بیان

اگر کسی آدمی کو مصیبت میں گرفتار دیکھے تو اس وقت یہ کہے۔ تعریف کے لائق وہی خدا ہے۔ جس نے مجھے اس چیز سے بچالیا ہے۔ جس میں تجھے گرفتار کیا ہے۔ اور اکثر آدمیوں پر جن کو اس نے پیدا کیا ہے بزرگی دی ہے۔ پس جو ایسا کہے گا وہ خداوند تعالیٰ کے فضل سے جب تک زندہ رہے گا بچا رہے گا۔

حاجی سے کلام کرنے کا بیان

جب کوئی حاجی سفر سے واپس آئے تو اسے یہ کہے کہ خداوند کریم تیرے اس حج کو قبول کرے اور تیرا ثواب زیادہ کرے اور جو تیرا خرچ ہوا ہے اس کا تجھ کو عوض دے۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی گئی کہ آپ حاجی سے ایسے کلمات فرمایا کرتے تھے۔

عیادت کا ذکر

اگر تم کسی مسلمان مریض کے پاس اس کے پوچھنے کے واسطے جاؤ اور اس کو حالت نزع میں پاؤ۔ یا اس کو مرا ہوا دیکھو تو اس وقت پیغمبر ﷺ کے ارشاد کے موافق عمل کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے یاروں میں سے اگر کوئی مرجائے تو تم یہ دعا پڑھو۔ ہم خدا کے واسطے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اور ہم سب خداوند کریم کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ خداوندا اس کو اپنے پاس نیک کاروں میں لکھ لے اور اس کا نامہ اعمال علیین میں کر اور تو اس کے باقی متعلقوں پر خلیفہ ہو۔ اور آخرت میں اس کے اجر سے ہم کو ناامید نہ کر اور اس کے بعد بلا اور فتنہ سے ہم کو محفوظ رکھ۔ اور جب مرنے لگے تو اس کو تلقین کی جائے۔ کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور ظلم سے باز آئے چاہے زبان سے ہو اور چاہے اشارہ سے یہ مستحب ہے اور اپنے مال کا تیسرا حصہ ان نزدیکوں اور فقیروں کو دینے کے واسطے جو وارث نہیں ہیں وصیت سے ترغیب دے اور اگر نزدیکی نہ ہوں تو پھر یہاں دینے کے واسطے وصیت کرے۔ فقیر اور محتاج۔ مسجدیں۔ پل اور کار خیر۔

مردے کو قبر میں اتارنے کا ذکر

پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب مردہ کو قبر میں اتارا جائے تو اس وقت یہ کہیں۔ ہم نے خدا کے نام اور رسول کی ملت پر اس کو رکھا ہے اور جب قبر

میں مٹی ڈالنے لگے تو اس وقت یہ کہے میں تیرے اوپر ایمان لایا اور میں نے تیرے پیغمبر کی تصدیق کی اور میں تیرے اٹھانے پر ایمان لایا ہوں یہ وہ چیز ہے کہ جس کا خدا اور خدا کے پیغمبر نے وعدہ کیا ہے حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ جو آدمی ایسا کریگا اس کو اتنی نیکیاں عطا ہونگی جتنے کہ خاک کے ذرے ہیں۔

نکاح کے آداب

نکاح کرنے والے کی یہ نیت ہو کہ میں خداوند کریم کا حکم بجالاتا ہوں اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اپنی بیوہ عورتوں کا نکاح کردو۔ اور نیک بخت لونڈیوں اور غلاموں کا بھی نکاح کرو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تم کو پسندیدہ اور اچھی معلوم ہوں۔ دو دو اور تین تین اور چار چار تک۔ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم نکاح کرو اور اپنی اولادوں کی تعداد بڑھاؤ۔ خواہ اسقاط یعنی بچے کچے ہی ہوں۔ کیونکہ مجھے اور امتوں پر تمہاری کثرت کا فخر ہے۔ ان دونوں آیتوں اور حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے خواہ خوف زنا ہو یا نہ ہو اور ابو داؤد امام احمدؒ نکاح کو واجب فرماتے ہیں چاہے زنا کا خوف ہو چاہے نہ کیونکہ جو آدمی نکاح کریگا وہ خدا کا حکم بجالائے گا اور حکم کے بجالانے میں دین کی مضبوطی ہے اور اسی طرح رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ماننے میں دین کا استحکام ہے جیسا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے جو شخص نکاح کرتا ہے وہ اپنے آدھے دین کو محفوظ رکھتا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ جس نے نکاح کیا اس نے دین کے نصف حصہ کی تکمیل کی۔ اور مناسب یہ ہے کہ عالی نسب بے گانہ و باکرہ لڑکی سے شادی کرے۔ اور وہ ایسی عورتوں میں سے ہو جو بچے زیادہ جنتی ہیں۔ کیونکہ جابر ابن عبداللہ نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا۔ جب پیغمبر ﷺ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے جابر تو نے باکرہ لڑکی کے ساتھ نکاح کیوں نہ کیا۔ اگر تو باکرہ سے نکاح کرتا تو اس کے ساتھ کھیلتا کودتا اور وہ تیرے ساتھ کھیل کود کرتی۔ اور جو یہ شرط لگائی گئی ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت جننے والی ہو۔ تو یہ بھی آنحضرتؐ کے ارشاد کے موافق ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ نکاح کرو اور اپنی اولاد کو بڑھاؤ۔ چاہے ان میں اسقاط حمل ہی ہو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت کے سبب اگلی امتوں پر فخر کرنے والا ہوں۔ اور بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو جننے والی اور محبت والی ہو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت میں فخر کرنے والا ہوں۔ اور جو یہ شرط لگائی ہے کہ عورت بیگانہ ہو اپنے عزیزوں اور قریبوں سے نہ ہو یہ اس واسطے لگائی ہے کہ آپس میں نفرت اور دشمنی پیدا نہ ہو اور اگر جدائی ہو تو پیوند ارحام نہ ٹوٹ جائے۔ کیونکہ پیوند ارحام کے ملائے رکھنے کا حکم ہے قطع ارحام سے منع کیا گیا ہے اور اسی جدائی اور قطعیت کے سبب ایک ہی ساتھ دو بہنوں سے نکاح کرنا منع ہوا ہے اور زبان دراز اور طلاق طلب کرنے والی یا مطلقہ اور سنگار کرنے والی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اور جب نیک عورت کو اپنے نکاح میں لے آئے تو اس سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور اس کو ایذا نہ دے اور نہ اس پر ظلم کرے۔ اور اس پر اس کے مہر کی زیادتی یا طلبی پر جبر نہ کرے تاکہ وہ طلاق لینے پر آمادہ نہ ہو جائے اور اپنی عورت کو ماں باپ کی گالی نہ دے۔ اگر گالی دے گا تو خدا اور رسول مقبول ﷺ اس آدمی سے بیزار ہو جائینگے۔

رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کو نصیحت کرو۔ کہ وہ نیکی سیکھیں اور تم انہیں نصیحت کر سکتے ہو کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے اور اس کا مہر مقرر کردے اور پھر اس کو ادا نہ کرے تو وہ آدمی قیامت کے روز اس طرح اٹھے گا کہ اس عورت کے ساتھ اس نے زنا کیا ہوا ہے۔ اور اگر عورت زبان دراز ہے اور اپنی زبان درازی سے مرد کو دکھ پہنچاتی ہے اور دین میں فساد ڈالتی ہے تو مرد کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو اس عورت سے الگ کردے۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگے اور اس کی درگاہ میں دعا اور زاری کرے اگر ایسا کرے گا تو بھی اس کی رہائی کے واسطے کفایت کرے گا۔ اور اگر عورت مرد کو دکھ آزار پہنچائے اور مرد اس پر صبر کرے تو اس آدمی کو خداوند کریم کے راستے میں غازی کا مرتبہ عطا کیا جائے گا۔ اور اگر عورت کے پاس مال ہے اور وہ بلا اکراہ و اجبار اپنی خوشی سے اپنے مال میں سے مرد کو کچھ دیدے تو اس کو اس کا بخوشی لینا اور کھانا جائز ہے اور مناسب ہے کہ جس عورت سے آدمی نکاح کرنا چاہتا ہے۔ نکاح کرنے سے پہلے اس کے منہ اور ہاتھوں کو اچھی طرح دیکھ لے۔ اور پسند کرلے۔ مگر نکاح سے پہلے خلوت نہ کرے۔ اور منہ اور جسم کو دیکھ کر پسند کرنے کی اجازت اس واسطے دی گئی ہے کہ نکاح کرنے کے بعد کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہو جو عورت سے دل کی نفرت کا باعث ہو۔ اور پھر وہ

نفرت عورت کو طلاق دینے اور اس سے جدا ہونے کا سبب ٹھہرے اور خداوند کریم طلاق کو نہایت مکروہ رکھتا ہے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک کوئی مباح طلاق سے زیادہ باعث ناراضگی نہیں ہے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے جب خداوند تعالیٰ تمہارے دل میں کسی عورت کی نکاح کی خواہش ڈالے تو تم اس عورت کے منہ اور ہاتھوں کو دیکھ لو۔ یہ دیکھنا بہت مناسب ہے کیونکہ اس سے دونوں کے درمیان موافقت پیدا ہوتی ہے اور جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو آدمی کسی عورت کی درخواست کرے تو اگر اس چیز کی طرف دیکھ سکتا ہے جو اس کو نکاح کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ تو اس کو دیکھ لے۔ جابرؓ نے فرمایا ہے کہ ایک لڑکی کی طرف میرے دل نے خواہش کی۔ اس لئے میں چھپ کر اس کے پاس گیا اور میں نے اس کو دیکھا اور اس نظر سے دیکھا کہ اس کے نکاح کی رغبت میرے دل میں اور بھی زیادہ ہو گئی ابو داؤد نے اس روایت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور عورت دیندار اور صاحب عقل ہونی چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے چار چیزوں کے واسطے عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے۔ ایک مالدار ہونے کے واسطے دوسری صاحب حسن اور جمال ہونے کے لئے تیسری عالی نسب ہونے کے باعث۔ چوتھی دینداری کے سبب

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو عورت دیندار ہوتی ہے وہ زندگی میں اپنے شوہر کی مدد کرتی ہے اور تھوڑی سی چیز پر قناعت کرتی ہے۔ باقی بے دین عورتیں اپنے شوہر کو گناہ اور غم میں ڈالتی ہیں۔ ایسی عورتوں سے جس کو خداوند کریم سلامت رکھے وہی بچتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی عورتوں سے ہمبستری کرو۔ اور اس سے وہ چیز طلب کرو۔ جو خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے لکھی ہے۔ مباشرت سے مراد جماع ہے اور ابتغوا سے مراد اولاد ہے اور ایسا ہی عورت کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے آپ کو زنا سے بچائے اور اولاد حاصل کرنے کی نیت سے نکاح کرے اور ثواب عظمیٰ کی امیدوار رہے خدا کے ہاں سے۔ اور شوہر کے ساتھ رہنے اور جننے کی تکلیف پر صبر کرنے اور اولاد کی تربیت کرنے کی نیت ہو۔ زیاد بن میمونؓ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حولا نامی ایک عورت جو مدینہ میں عطر فروشی کا کام کرتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی کہ اے ام المومنین فلاں آدمی میرا شوہر ہے اور میرا یہ معمول ہے۔ کہ میں ہر رات اس کے واسطے اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہوں اور اپنے بدن اور لباس پر خوشبو ملتی ہوں۔ اور ایسی بن جاتی ہوں جیسی کہ اسی رات کی بیاہی ہوئی دلہن ہوتی ہے۔ اور جب وہ اپنی خوابگاہ میں آتا ہے۔ تو میں اس کے لحاف میں اس کے پاس جاتی ہوں تاکہ خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کروں تو اس وقت میرا شوہر میری طرف سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے۔ گویا کہ اس نے مجھ کو اپنا دشمن سمجھا ہے یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے اس کو فرمایا کہ رسول مقبول ﷺ کے تشریف لانے تک بیٹھی رہ۔ اسی اثناء میں پیغمبر ﷺ تشریف لے آئے۔ اور آتے ہی فرمایا کہ یہ خوشبو کیسی آتی ہے شاید حولا تمہارے پاس آئی ہے اور تم نے اس سے کچھ خریدا ہے۔

عائشہؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں نے تو اس سے کچھ نہیں خریدا۔ اس کے بعد حولا نے اپنے قصہ کو بیان کیا۔ جسے سن کر رسول مقبول ﷺ نے حولا کو فرمایا کہ تو جا اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کر اور جو کچھ وہ کہے اس کو سن۔ حولا نے عرض کی اے خدا کے پیغمبر مجھ کو اس سے کچھ ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جو عورت آراستگی اور خانگی اصلاح کے واسطے اپنے شوہر کے گھر میں کوئی چیز رکھتی یا اٹھاتی ہے۔ اس کے عوض اس کے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اس کو اس قدر اجر دیا جاتا ہے جتنا کہ رات کی عبادت کرنے والے اور دن کے روزے رکھنے والے اور خداوند تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والے کو ملتا ہے اور جب اس کو درد زہ لاحق ہوتا ہے تو اس کو ہر ایک درد میں اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ بندہ کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے اور جب لڑکا اپنی ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر ایک دفعہ کے چوسنے میں عورت کو اس قدر ثواب حاصل ہوتا ہے جتنا کہ غلام کے آزاد کرنے سے ہوتا ہے۔ اور جب شیر خوارگی کے دن پورے کرکے خیریت سے لڑکا دودھ چھوڑ دیتا ہے تو اس وقت آسمان سے آواز کرنے والا آواز کرتا ہے کہ اے عورت تو نے گذشتہ زمانہ کا اپنا کام پورا کر لیا ہے اب جو باقی زمانہ ہے اس کا کام شروع کر۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی۔ کہ عورتوں کو تو بہت سا ثواب مل گیا ہے پس اے گروہ مرداں آپ کا کیا حال؟ یہ سن کر حضرت ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا کہ جو مرد اپنی عورت کا ہاتھ پکڑ کر ٹہلتا ہے خداوند کریم اس کے واسطے ایک نیکی

لکھ دیتا ہے۔اور جو پیار کے ساتھ اس کی گردن میں ہاتھ ڈالتا ہے۔اس کے واسطے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔اور جب عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے۔تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے۔سب سے بہتر ہو جاتا ہے۔اور جب غسل کرنے کے واسطے اٹھتا ہے تو اس کے بدن کے جس بال پر سے پانی گذرتا ہے اس کے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے۔اور اس کا ایک درجہ بھی بلند کیا جاتا ہے۔اور غسل کرنے کے ثواب میں جو چیز دی جاتی ہے وہ دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے اور تحقیق خداوند تعالیٰ اس پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ اس ٹھنڈی رات میں غسل جنابت کرنے کے لئے کھڑا ہے۔اور میرے پروردگار ہونے کا اس کو یقین ہے۔ تم اس بات پر گواہ رہنا۔کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

ابن مبارک بن فضالہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم عورتوں کے حق میں میری نصیحت قبول کرو۔کیونکہ عورتیں تمہاری بندی یعنی قیدی ہیں۔اور اپنے نفس کی نسبت وہ کسی چیز کی مالک نہیں۔عورتیں تمہارے پاس صرف خداوند تعالیٰ کی امانت ہیں اور خدا کے کلام کے موافق تمہارے لئے ان کا جسم حلال کیا گیا ہے۔عبادہ بن کثیر عبد اللہ سے اور وہ میمونہؓ پیغمبر ﷺ کی زوجہ سے روایت کرتے ہیں۔کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے مردوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے اور میری امت کی عورتوں میں سے وہ عورت بہتر ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ بہتر سلوک کرتی ہے ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے ایک ہزار شہید کا ثواب دیا جاتا ہے جو خدا کے راستے میں ایسی حالت میں مارے جاتے ہیں۔کہ صابر ہوتے ہیں۔اور خداوند تعالیٰ سے اجر کے طالب۔اور ان عورتوں میں ہر ایک عورت جنت کی موٹی آنکھوں والی حور پر ایسی ہی بزرگی رکھتی ہے جیسی کہ محمد ﷺ کو تم میں سے ادنیٰ مرد پر ہے اور میری امت کی عورتوں میں سے وہ عورت بہتر ہے جو ہر ایک کام میں جو اس کا خاوند چاہے آسانی کے ساتھ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرتی ہے سوا معصیت خداوند تعالیٰ کے۔اور میری امت کے مردوں میں سے وہ مرد بہتر ہے جو اپنے اہل کے ساتھ ایسی ہی مہربانی کرتا ہے جیسی ماں اپنے بچے کے ساتھ۔اس کے واسطے ہر دن رات میں ایسے سو شہیدوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔جو اس وقت خدا کے راستے میں مارے گئے ہیں۔جب کہ وہ ثواب کے طالب اور صبر کرنے والے تھے۔پس حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول عورت کو تو ہزار شہید کا ثواب ملے۔اور مرد کو سو شہید کا۔یہ کیونکر ہوا۔آپ نے فرمایا تجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ عورت ثواب ڈلوانے میں مرد سے بہت زیادہ ہے۔خداوند کریم جو مرد کو بہشت میں مرتبہ پر مرتبہ عطا فرماتا ہے تو اس واسطے عطا فرماتا ہے کہ عورت اس سے خوش ہے اور اپنے شوہر کے حق میں دعا مانگتی ہے اور تو یہ جانتا ہے کہ شرک کے بعد اللہ کے نزدیک عورت کا بہت بڑا گناہ اپنے خاوند کی نافرمانی ہے۔پس تم خبردار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو

جو آدمی میرے حق کو ضائع کریگا وہ خداوند تعالیٰ کے حق کو ضائع کرے گا اور جو خداوند تعالیٰ کا حق ضائع کرتا ہے وہ اس لائق ہوتا ہے کہ اس پر غضب الٰہی نازل ہو اور دوزخ کی طرف اس کی بازگشت ہے۔ابی جعفر بن محمدؒ بن علیؓ روایت کرتے ہیں۔کہ جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ میں رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔اور چند اور بھی بزرگ اصحاب آپ کی خدمت میں تشریف رکھتے تھے۔اسی اثنا میں ایک عورت آگئی اور پیغمبر ﷺ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور سلام کہہ کر یہ عرض کی۔کہ میں۔ایلچی بن کر آپ کے پاس آئی ہوں۔اور عورتوں کی طرف سے آپ کے پاس ایک پیغام لائی ہوں۔وہ عورتیں آپ سے دور ہیں یہاں تک کہ مسافت کی دوری کے باعث کوئی آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتی۔بلکہ ان کو یہاں میرے پہونچنے میں بھی تعجب تھا۔اے پیغمبر ﷺ میں ان کی طرف سے یہ پوچھتی ہوں کہ مردوں عورتوں کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں اور مردوں اور عورتوں کا باپ آدم علیہ السلام ہیں ماں مہربان حوا ہیں اور جب آدمی خدا کے راستے میں نکلتے ہیں۔اور قتل کئے جاتے ہیں۔تو وہ خدا کے پاس زندہ رہتے ہیں۔اور ان کو وہاں روزی دی جاتی ہے اور جب وہ زخمی ہوتے ہیں تو ان کو ویسی ہی مزدوری ملتی ہے جیسی کہ آپ جانتے ہیں۔اور ہم ان کے واسطے بیٹھ کر جب ان کی خدمت کرتی ہیں۔کیا ہمارے واسطے بھی کچھ اجر ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں۔ان عورتوں کو میری طرف سے سلام پہنچا دے اور ان کو کہہ دے کہ تم جو اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرتی ہو۔اور ان کے حق کو نگاہ رکھتی ہو۔اس کے عوض جو

ثواب تم کو ملے گا وہ ان مردوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اور تم میں سے تھوڑی عورتیں ہیں جو ایسا کام کرتی ہیں۔
ثابتؓ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عورتوں نے مجھے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان کی طرف سے آپ کی خدمت میں کہا کہ اے اللہ کے رسول مرد تو بسبب مصیبت اور جہاد کے ثواب میں ہم سے بڑھ گئے۔ ہمارے واسطے بھی کوئی ایسا کام ہے کہ ہم بھی غازیوں کے برابر ثواب حاصل کرلیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم میں سے ہرایک کی اپنے گھر کی خدمت غازیوں کے ثواب کے برابر ہے۔ عمران بن حصینؓ کہتے ہیں پیغمبر ﷺ سے سوال کیا گیا۔ کہ اے اللہ کے رسول عورتوں کو بھی جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ عورتوں کی غیرت ہی جہاد ہے اور وہ ان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا ہے۔ پس اگر وہ صبر کریں تو وہ جہاد کرنے والی ہیں اور اگر راضی ہوں تو وہ جہاد کے لئے تیاری کرنے والی ہیں اور ان کے لئے دو ثواب ہیں۔ اس لئے مرد اور عورت دونوں کو مناسب ہے کہ وہ ثواب کے ملنے کا اعتقاد رکھیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہے اور نکاح کرنے اور جماع کرنے اور امرحق کے بجالانے پر ویسا ہی عمل کریں۔ جیسا کہ ان میں سے ہرایک پر واجب ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ جب تک عورت اور مرد خداوند تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ عورتوں کا حق مردوں پر ایسا ہی ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر ہے۔ اور عورت کو اس بات کا یقین کرنا چاہئے۔ کہ اس کے واسطے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے سے اپنے نفس پر جہاد کرنا بہتر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ آغوش شوہر اور قبر کے سوا عورت کے واسطے کوئی اور چیز بہتر نہیں ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس کی بیوی نہیں ہے وہ فقیر ہے فقیر ہے۔ فقیر ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ چاہے تونگر اور مالدار ہو اور بیوی نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں بھی وہ فقیر ہے فرمایا ہاں چاہے مالدار ہی ہو۔ اگر بیوی نہیں تو اس حالت میں بھی فقیر ہی ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو عورت شوہر نہیں رکھتی وہ مسکینہ ہے وہ مسکینہ ہے لوگوں نے گذارش کی کہ چاہے وہ تونگر اور مالدار ہی ہو۔ جواب دیا چاہے مالدار ہی ہو پھر بھی مسکینہ ہے اور جمعہ یا جمعرات کے دن نکاح کرنا مستحب ہے اور دن کی نسبت رات کے وقت نکاح کرنا بہتر ہے۔ اور نکاح کا خطبہ ایجاب اور قبول سے پہلے پڑھنا سنت ہے اور اگر بعد میں پڑھا جائے تو بھی روا ہے۔ اور اس بات میں اختیار رکھتا ہے کہ چاہے خود نکاح کرے۔ اور چاہے اپنی طرف سے کوئی مختار یا وکیل مقرر کردے۔ اور جب نکاح ہو جائے تو اس کے بعد حاضرین مجلس مبارکباد دیں اور کہیں کہ خداوند کریم تم کو برکت دے اور تم پر اپنی برکت نازل فرمائے۔ اور خداوند تعالیٰ تم دونوں کو نیکی اور تندرستی کے ساتھ اکٹھا رکھے۔ پھر اگر عورت یا عورت کے گھر والے مہلت طلب کریں تو مستحب ہے کہ ان کو مہلت دی جائے تاکہ اس مدت میں وہ اپنا سامان درست کرلیں اور اپنی ضرورت کو پورا کرلیں جو جہیز کا خریدنا ہے اور دلہن کی آرائش کے واسطے زیور وغیرہ کا بنوانا ہے۔ اور جب وہ عورت مرد کے گھر میں آجائے تو پھر اس روایت پر عمل کرے جو عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کی گئی ہے کہ ایک مرد ان کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ مجھ سے ناخوش نہ ہو جائے اور مجھ کو دشمن تصور کرنے لگے۔ عبداللہؓ نے کہا کہ محبت تو خدا کی طرف سے ہے اور دشمنی شیطان کا فعل ہے۔
جب عورت تیرے گھر میں آجائے تو تو اس سے یہ کہہ کہ تیرے پیچھے کھڑی ہو جائے اور کھڑی ہو کر نماز کی دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ دعا پڑھے۔ خداوندا میرے لئے میرے اہل میں برکت دے اور مجھ میں میرے اہل کے واسطے برکت کر۔ اے اللہ مجھ کو اس سے روزی نصیب کر اور اس کو مجھ سے۔ خداوندا جس وقت تو ہم کو اکٹھا کرے یا جدا کرے تو نیکی اور بھلائی کے واسطے ہی ہو۔ پس جب جماع کا ارادہ کرے۔ اس وقت یہ دعا کرے۔ خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ جو بلند اور بزرگ ہے۔ خداوندا۔ اگر تو نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میرے نطفہ سے کچھ پیدا ہو تو تو پاک اولاد پیدا کر۔ خداوندا تو شیطان کو مجھ سے اور اس چیز سے جو تو نے مجھ کو عطا کرنی ہے دور رکھ اور جب اپنی حاجت پوری کرلے۔ تو دل میں بغیر لب ہلائے یہ دعا پڑھے۔ شروع اللہ کے نام سے سب تعریف اس خدا کو جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور اس کے رشتے اور سسرال بنائے اور تیرا پروردگار ہر بات پر قادر ہے۔ اور اس کا اصل وہ روایت ہے جو کریب نے ابن عباسؓ سے بیان کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے کا ارادہ کرے تو کہے یا اللہ ہم کو اور اس بچہ کو جو ہم کو عطا کرے شیطان سے دور رکھ۔ پھر اگر ان کی تقدیر میں اس جماع سے بچہ کا پیدا ہونا ہے تو شیطان اس سے دور رہتا ہے اور کبھی اس کو رنج نہیں پہنچتا۔ اور جب حمل نمودار ہو تو پھر عورت کو ایسی خوراک دی جائے جو

حرام کے شبہ سے خالی ہو۔ایسا کرنے سے فرزند ایسی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کو اس پر کسی طرح ہاتھ ڈالنے کی قدرت نہیں رہتی اور اگر زفاف کے دن سے لے کر ولادت کے دن تک برابر پاک اور طاہر خوراک کھلائی جائے تو یہ اور بھی بہتر ہے اس سے مرد اور عورت اور فرزند سب دنیا میں شیطان کی شیطنت سے اور آخرت میں آگ سے نجات پا جاتے ہیں۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھو۔" اور پاک غذا کی برکت سے ایسا فرزند نیکوکار پیدا ہوتا ہے جو ماں اور باپ کا فرمانبردار ہوتا ہے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کرنے والا۔ اور جب جماع سے فارغ ہو تو اس وقت عورت سے علیحدہ ہو جائے اور بدن کی نجاست کو دھو کر صاف کرے اور وضو کرے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ دوبارہ عورت کے پاس جانا چاہتا ہے اور نہیں تو غسل کرے اور بغیر نہانے کے سونا مکروہ ہے۔ اور ایسا ہی پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر بہت سردی کے سبب نہانا بہت مشکل ہو یا حمام اور پانی بہت فاصلہ پر ہے یا کسی قسم کا کوئی خوف اور مانع ہے تو ان عذروں کے دور ہونے تک سوئے رہنا جائز ہے اور جب جماع کرنے لگے تو اس وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور جماع کرتے ہوئے اپنے سر کو ڈھانپے رکھے۔ اور لوگوں سے ایسا پردہ کرے کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔ یہاں تک کہ بچہ بھی نہ دیکھے۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے اگر کوئی اپنے اہل کے ساتھ ہم بستر ہو تو وہ چھپا کر کرے اور جو آدمی چھپا کر نہیں کرتا۔ اس کے پاس سے فرشتے چلے جاتے ہیں کیونکہ ان کو شرم آتی ہے۔ اور شیطان اس کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور جب چھپا کر نہ کرنے والے کے ہاں فرزند پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کی پیدائش میں شیطان شریک ہوتا ہے۔ علماء سلف سے روایت ہے کہ جب کوئی انسان عورت کے ساتھ جماع کرتا ہے اور جماع کرنے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا تو اس صورت میں شیطان اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے یعنی وہ ساتھ ہی مباشرت کرتا ہے اور جماع کرنے سے پہلے عورت کے ساتھ کھیلنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ عورت کی خواہش بھی پوری ہونے کا انتظار کرے ایسا نہ کرے کہ اپنی ہی خواہش پوری کر کے علیحدہ ہو جائے۔ عورت کی خواہش بھی پوری ہو لینے دے۔ اگر انتظار نہ کرے اور عورت کی خواہش پوری نہ ہو تو اس سے اس کو رنج پہنچتا ہے اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ یہ رنج عورت کے دشمن بن جانے اور اس کی جدائی کا باعث ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ عورت کے پیٹ میں میرا نطفہ نہ رہے اور باہر رہے تو آزاد عورت کی مرضی کے بغیر ایسا نہ کرے اور اگر کسی کی لونڈی ہے۔ تو اس کے مالک کی اجازت سے اور اگر اس کی اپنی لونڈی ہے تو اس حالت میں اس کو کسی کی اجازت لینے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ مختار ہے مرد حق رکھتا ہے لونڈی کا حق نہیں ہے۔

ایک آدمی نے جناب رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ اے اللہ کے رسول میرے پاس ایک لونڈی ہے۔ اور میں اس سے اپنی حاجت بھی پوری کر لیا کرتا ہوں۔ لیکن اس بات کو برا جانتا ہوں۔ کہ اس کو حمل رہ جائے۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ اگر تو یہ چاہتا ہے۔ تو انزال کے وقت اس سے دور ہو جایا کر۔ اور اگر اس کی تقدیر میں لکھا ہے تو اس سے آخر کار لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ حیض و نفاس کی حالت میں جماع سے پرہیز کرے۔ اور جب تک حیض اور نفاس کے غسل سے عورت فارغ نہ ہو جائے اس کے ساتھ مباشرت نہ کی جائے۔ اور ایک روایت میں وارد ہے کہ نفاس میں چالیس روز تک عورت سے پرہیز کرنا مستحب ہے اور اگر اس کے خلاف کرے گا تو اس صورت میں اس کو صدقہ دینا پڑے گا۔ اور وہ ایک دینار ہے۔ اور ایک روایت میں آدھا دینار آیا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ خداوند کریم سے آمرزش کی درخواست کرے اور توبہ کرے اور یہ کہے کہ میں پھر کبھی ایسا نہیں کرونگا۔ اور عورت کے غیر مخصوص مقام میں جماع نہ کرے۔ کیونکہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ جو خلاف طرف سے عورتوں کی نزدیکی کرتا ہے یعنی پچھلی طرف سے جماع کرتا ہے وہ ملعون ہے۔ اور اگر کسی مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تو اس صورت میں مرد کو جماع کا ترک کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ جماع کے باب میں عورت مرد پر حق رکھتی ہے اور اگر جماع کو ترک کر دیا جائے تو اس میں عورت کو ضرر پہنچتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی نسبت عورت کو زیادہ شہوت ہوتی ہے۔ ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردوں سے عورتوں کی شہوت ننانوے حصے زیادہ ہے مگر خداوند کریم نے ان پر شرم کا پردہ ڈال دیا ہوا ہے۔ اور بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کل شہوت دس حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ ان میں سے نو حصے تو عورتوں کی قسمت میں آئے ہیں اور ایک حصہ مردوں کو دیا گیا ہے اور جائز نہیں ہے کہ بغیر عذر کے چار مہینے تک عورت سے علیحدہ رہے اور اگر چار مہینے گذر جائیں تو اس صورت میں یہ جائز ہے کہ

عورت مرد سے جدائی کی درخواست کرے۔اور اگر مرد سفر میں ہے۔اور اگر مرد کو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک سفر میں رہنا پڑ گیا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ مرد کو واپس بلائے۔اور اگر عورت مرد کو بلائے اور باوجود اختیار رکھنے کے وہ نہ آئے۔اور اس سے ناراض ہو کر عورت حاکم کے پاس جدائی کی درخواست کرے تو حاکم کو چاہئے کہ عورت کی خواہش کے موافق عورت مرد دونوں میں جدائی کروائے۔اور حضرت عمر بن خطاب نے ہر چار ماہ کو جہاد کے کام کے بعد ایک ماہ کی رخصت اپنے اہل کے پاس اپنے گھر میں ٹھہرنے کی مقرر کی ہے۔اور اگر اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت پر نظر پڑے اور وہ اس کو اچھی لگے تو لازم ہے کہ اپنی بیوی سے جماع کرے تا کہ اس کا شوق شہوت فرو ہو جاوے۔رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی مرد کسی عورت کو دیکھے جو اس کو پیاری لگی۔تو اپنے گھر میں آکر اپنی بیوی سے صحبت کرے کیونکہ شیطان عورت کے بھیس میں اس مرد کے روبرو آنے جانے لگ جاتا ہے۔اور اگر کسی کے پاس عورت نہ ہو تو وہ خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگے اور گناہوں سے سلامتی کی درخواست کرے اور شیطان راندے ہوئے سے خداوند تعالیٰ کے ہاں پناہ چاہے۔اور مرد کو جائز نہیں کہ عورت کے ساتھ جماع کے بارے میں جو راز کی باتیں ہوئی ہوں وہ کسی دوسرے کے پاس کہے۔اسی طرح عورت کے واسطے بھی جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے ساتھ جماع کے بارے میں جو معاملہ اور رازداری کی بات ہوئی ہو اس کو کسی دوسری عورت کے پاس بیان کرے کیونکہ یہ بے وقوفی اور کمینہ پن ہے اور شرع اور عقل اس کو برا کہتی ہے۔کیونکہ ابو ہریرہؓ ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ایک جلسہ میں مردوں سے جو اس جلسہ میں حاضر تھے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔تو دروازہ بند کر لیتا ہے اور پردہ ڈالتا ہے اور خدا کے پردہ سے اس فعل کو چھپاتا ہے حاضرین نے جواب دیا کہ ہاں ایسے ہیں۔اس کے بعد پیغمبر ﷺ نے فرمایا۔کہ پھر تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ جو دوسرے کے پاس بیٹھ کر بیان کرتا ہو کہ میں نے ایسا کہا۔میں نے ایسا کیا۔یہ سن کر سب خاموش ہو رہے۔اس کے بعد رسول مقبول ﷺ عورتوں کی طرف مخاطب ہوئے اور ان سے پوچھا۔کہ تم میں سے کوئی ایسی عورت ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خاص باتیں دوسری عورتوں کے پاس بیان کرتی ہو۔یہ سن کر عورتیں بھی سب خاموش ہو رہیں۔مگر ان میں سے ایک جوان عورت اپنے ایک زانوں کے بل کھڑی ہوئی اور رسول مقبول ﷺ کی طرف آگے بڑھی اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول اس قسم کی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی کرتی ہیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مرد یا عورت اس قسم کی باتیں کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ شیطان ایک شیطانیہ سے کوچہ یا بازار میں ملتا ہے اور اپنی حاجت پوری کر کے چل دیتا ہے حالانکہ آدمی ان کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں تم اس بات سے خبردار رہو کہ مردوں کی خوشبو تو وہ ہے کہ اس کی بو ظاہر ہے اور اس کا رنگ ظاہر نہیں اور عورتوں کی خوشبو ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا رنگ ظاہر ہے اور اس کی بو ظاہر نہیں۔

عورتوں کی فرمانبرداری

اگر کوئی مرد اپنی عورت کو جماع کے واسطے بلائے اور وہ انکار کرے تو وہ نافرمان اور گنہگار ہے۔ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو حاجت پوری کرنے سے روکے تو اس پر دو قیراط گناہ ہوتا ہے اور جب کوئی مرد عورت کی حاجت پوری نہ کرے تو مرد پر ایک قیراط گناہ ہوتا ہے۔اور بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی عورت کو اس واسطے بلائے کہ اس کے ساتھ ہم بستری کرے تو اس عورت کو فوراً حاضر ہو جانا چاہئے چاہے وہ عورت تنور پر ہی ہو۔اور ابو ہریرہؓ روایت کرتےؒ ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی عورت کو ہم بستر ہونے کے واسطے بلاتا ہے اور وہ اس کی طرف نہیں آتی۔اور مرد اس سبب سے غصہ اور غم میں رات بسر کرتا ہے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں قیس بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں شہر حیرہ میں گیا۔وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں۔پس میں نے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کی۔کہ اے اللہ کے رسول شہر حیرہ میں لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں۔اور زیادہ لائق یہ ہے کہ لوگ آپ کو سجدہ کرتے۔آپ نے جواب میں فرمایا۔کہ اگر تو میری قبر کو دیکھے گا اور اس پر سے گذرے گا تو کیا تو سجدہ کرے گا۔میں نے عرض کی کہ نہیں۔آپ نے فرمایا۔کہ مجھے سجدہ نہیں کرنا چاہئے۔اور اس کے بعد فرمایا۔کہ اگر میں چاہتا کہ کسی کو سجدہ کیا جائے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں کیونکہ خداوند کریم نے عورتوں پر مردوں کے بڑے حقوق رکھے ہیں

حکیم بن معاویہ قشیریؒ کہتے ہیں کہ میرے باپ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مردوں پر عورتوں کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو کھانا کھائے تو عورت کو بھی اپنے ساتھ کھلائے اور جب کپڑے پہنے تو عورت کو بھی پہنائے اور تجھے لازم ہے کہ عورت کے منہ پر طمانچہ نہ مارے اور اپنی عورت سے علیحدگی اختیار نہ کرے اور اگر علیحدگی اختیار کرے تو گھر کے اندر کرے۔ اور اگر دیکھے کہ عورت اپنی سرکشی پر دلیر ہے اور حکم نہیں مانتی اور نافرمان ہے اور آگے سے بڑبڑاتی رہتی ہے تو اس صورت میں اس کو نصیحت کر اور خداوند تعالیٰ کا اس کو خوف دلا۔ اگر پھر بھی سرکشی اور نافرمانی کرے تو اس سے ہم بستر ہونا اور کلام کرنا چھوڑ دے اور تین روز تک ایسا ہی کر۔ اگر اس کے بعد اپنی نالائق حرکت سے باز آجائے تو بہتر ہے اور اگر باز نہ آئے تو اس کو مارنے سے سمجھا۔ مگر اس طرح مار کہ اس کے بدن پر نشان ظاہر نہ ہو اور درے اور کوڑے سے نہ مارا جائے۔ کیونکہ عورت کے مارنے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ سیدھے راستے پر آجائے۔ اس کو ہلاک کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اور اگر مارنے سے بھی عورت باز نہ آئے تو پھر عورت اور مرد اپنے عزیزوں میں سے دو مسلمان آدمیوں کو جو آزاد اور عادل ہوں۔ مخالفت کے دور کرنے کے واسطے بطور پنچ اور وکیل کے مقرر کریں اور وہ دونوں غور کریں کہ مرد عورت دونوں میں صلح ہو سکتی ہے یا نہیں اور کیا جدائی کا ہونا ضروری ہے؟ پس غور کرنے کے بعد دونوں سرپنچ جو رائے قائم کریں اور جو حکم دیں مرد عورت دونوں کو لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔

دعوت ولیمہ

ولیمہ یعنی شادی کی دعوت مستحب ہے اور سنت طریق یہ ہے کہ اس دعوت میں ایک بکری سے کم ذبح نہ کرے اور کھانے کی چیزوں میں سے کسی چیز کی خصوصیت نہیں ہر چیز جائز ہے اور پہلے دن مسلمان پر اس دعوت کا قبول کرنا واجب ہے اور دوسرے دن مستحب ہے اور تیسرے دن مباح ہے بلکہ تیسرے دن قبول کرنے میں ایک طرح کی سبکی ہے اور اس دعوت میں جو ایک بکری کے ذبح کرنے کے واسطے کہا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے عبدالرحمنؓ کو فرمایا ہے کہ چاہے تیرے پاس ایک ہی بکری ہے مہمانی کر۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ پہلے دن دعوت ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن شہرت اور اس کے بعد سبکی ہے اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو دعوت ولیمہ میں بلایا جائے۔ تو اس کو دعوت کا قبول کرنا لازم ہے اور اگر روزہ دار نہیں تو کھالے اور اگر روزہ دار ہے تو وہاں جا کر واپس لوٹ آئے۔ اور یہ مکروہ ہے نکاح کے بعد چھوہارے وغیرہ لٹانا۔ اور اس باب میں دو روائتیں آئی ہیں ایک میں تو میوہ وغیرہ کا لوٹنا مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں کم ظرفی اور حرص اور کمینہ پن پایا جاتا ہے اس لئے اس سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔ اور دوسری روایت میں مکروہ نہیں ہے اور اس میں یہ دلیل دی ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر ﷺ نے ایک اونٹ کو ذبح کیا اور ذبح کرنے کے بعد فقیروں اور مسکینوں کو بلا کر فرمایا کہ جو چاہے اس کا گوشت کاٹ لے جائے اور پیغمبر ﷺ کے اس حکم میں اور نثار کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے اور لٹانے سے یہ بہتر ہے کہ جو لوگ حاضر ہوں۔ انہیں بانٹ دیا جائے اس طرح بانٹنا بہت پسندیدہ اور حلال ہے اور پرہیزگاری میں داخل۔

نکاح کی شرطیں اور اس کی تکمیل

جب نکاح کی شرطیں پوری ہو جائیں تو ان کے بعد نکاح کرنا جائز ہے اور نکاح کی شرطوں کا پورا ہونا یہ ہے کہ ایک ولی عادل ہو۔ اور عادل گواہ ہوں اور آپس کی قرابت کے آدمی ہوں اور عورت میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو مانع نکاح ہو مثلاً مرتد نہ ہو۔ عدت کے دنوں میں نہ ہو وہ پورے ہو چکے ہوں اور اسی طرح کوئی اور امر بھی مانع نکاح نہ ہو۔ نکاح کرنے والا عورت سے نکاح کرنے کی رضامندی حاصل کرے۔ مگر اس رضامندی حاصل کرنے کے واسطے عورت پر جبر نہ کیا گیا ہو۔ اور یہ اس وقت ہے کہ عورت بیوہ ہو یا باکرہ جس کا باپ نہ ہو۔ اور مرد کو لازم ہے کہ پہلے عورت کے شوہر سے گفتگو کرے اور اس کو یہ کہے کہ میں نے اپنی فلانی لڑکی یا بہن تیرے نکاح میں دی ہے اور اس کا نام یہ ہے اور مہر کی مقدار جو شوہر اور ولی کے درمیان قرار پا چکی ہو اس کا ذکر کر دے اور شوہر یہ کہے کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا اور اگر آدمی عربی زبان کو اچھی طرح جانتا ہے تو اس کا نکاح عربی زبان میں پڑھا جائے۔ اور اگر عربی زبان کو نہیں جانتا تو وہ اپنی مادری زبان میں نکاح پڑھ لے اور اس باب میں دو روایتیں ہیں کہ نکاح پڑھنے کے واسطے آدمی کو عربی زبان کا سکھلانا لازم ہے یا نہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ نکاح پڑھنے کے واسطے عربی زبان کا سکھلانا لازم ہے اور

دوسری میں یہ ہے کہ لازم نہیں ہے۔ خطبہ عبداللہ بن مسعود کا پڑھنا مستحب ہے کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نکاح کی مجلس میں جاتے تھے اور اس میں عبداللہ بن مسعود کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا تھا تو آپ وہاں سے چلے آیا کرتے تھے۔ اور نکاح کی مجلس میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اس خطبہ کی خبر مجھ کو شیخ الامام ہبتہ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقطی نے بغداد میں دی ہے۔ اور انہوں نے قاضی مظفر ہناد بن ابراہیم بن محمد بن نصر النسفی سے سنا ہے اور انہوں نے قاضی ابی عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی بصری سے اور انہوں نے محمد بن احمد لولوی سے سنا ہے۔ اور ان کے ہاں ابوداؤد نے روایت کی اور ابوداؤد کے پاس محمدؒ بن انباری مفتی نے اور انہوں نے وکیع سے سنا اور انہوں نے اسرائیل سے اور انہوں نے ابو اسحٰق سے اور انہوں نے ابی الاحوص سے اور انہوں نے ابوعبیدہ سے اور ابوعبیدہ کے پاس عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی ہے رسول مقبول ﷺ نے مجھ کو یہ خطبہ پڑھایا تھا جو اب حاجت کے وقت پڑھا جاتا ہے اور وہ خطبہ یہ ہے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ یعنی فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا تک سب تعریف اللہ کے واسطے ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے بخشش کی درخواست کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کی بدیوں اور اپنے علموں کی برائیوں سے ہم خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگتے ہیں اور جس کو خدا راستہ دکھلائے اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راستہ دکھلانے والا نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمکو ایک شخص سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر اس جوڑے سے بہت سے آدمی اور عورتیں پیدا کیں اور اس خدا سے ڈرو جس کے نام کے ذریعہ سے تم سوال کرتے ہو اور ارحام کے قطع کرنے سے خوف کرو۔ تحقیق اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تو خدا سے ڈرو اور نیک اور سچی بات کہو۔ خدا تعالیٰ تمہارے اعمال درست کرے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ اچھی طرح اپنے مقصود کو پا لیتا ہے" اور اس خطبہ پر خداوند تعالیٰ کے اس کلام کا زیادہ کرنا مستحب ہے

"اور جو تم میں بیوہ ہیں ان کا نکاح کر دو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے ان کا نکاح کر دو جو صالح ہیں اگر فقیر ہوں گے تو ان کو خداوند تعالیٰ اپنے فضل سے مالدار کر دے گا اور اللہ کشائش والا اور علیم ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے روزی عطا کرتا ہے" اور اگر اس خطبہ کے سوا ایسا ہی یہ خطبہ پڑھے تو جائز ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالخ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ وہ خدا جو اپنی نعمتوں میں یگانہ ہے تعریف اسی کے واسطے ہے اور وہ جواد ہے یعنی اس جیسا کوئی بخشش کرنے والا نہیں خداوند تعالیٰ کا جلال اس کے ناموں سے ظاہر ہے وہ اپنی بزرگی میں یگانہ ہے تعریف کرنے والے اس کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اس خدا کے سوا کوئی اور سچا معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اور بے نیاز ہے اور کوئی چیز اس کی مانند نہیں وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور وہ بزرگ ہے کیونکہ سب پر غالب ہے اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اس لئے محمد ﷺ کو پیغمبری عطا کر کے سچے دین پر بھیجا ہے جو ظاہری باطنی عیبوں سے صاف ہے اور جس چیز کے واسطے بھیجے گئے تھے اس کو انہوں نے پہنچایا ہے اور وہ چراغ روشن اور تاباں ہے اور بلند نور اور روشن دلیل ہے ان کے اوپر اور ان کی اولاد پر اور سب پر اللہ کا درود ہو۔ پس یہ کام خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ کاموں کو اپنے طریقوں میں لے جاتا ہے۔ اور جس جگہ ان کا جاری ہونا لائق ہے وہاں ان کو جاری کرتا ہے۔ جس چیز کو کہ اس نے پیچھے کر دیا ہے اس کو کوئی مقدم کرنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو اس نے پہلے کر دیا ہے اس کو کوئی پیچھے کرنے والا نہیں اگر دو آدمی ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو وہ خدا کے حکم اور اس کی مرضی سے ہی جمع ہوتے ہیں۔ اس کے حکم کے سوا نہیں ہوتے۔ ہر ایک حکم کے واسطے وقت مقرر ہے اور وقت مقرر پر جس کام کا کرنا خدا کے ارادہ میں ہے وہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کو دور کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو قائم رکھتا ہے اور ام الکتاب اس کے پاس ہے اور یہ اسی کی قضاء و قدر سے ہے کہ فلاں بن فلاں بن فلاں تمہاری دختر سے جو نیک اختر ہے نکاح کرنا چاہتا ہے اور وہ فلاں بنت فلاں ہے اور تم کو یہ معلوم ہو گیا ہے وہ مرد رغبت رکھتا ہے اور تمہاری مرضی سے یہ چاہتا ہے۔ کہ اس لڑکی کے ساتھ شادی کرے اور دونوں طرف کی رضا اور محبت سے جو زر مہر مقرر ہوا ہے وہ اس نے خرچ کیا ہے پس تم اس کے ساتھ جو نکاح کا طالب ہے اپنی لڑکی کا نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم رانڈوں اور غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو صالح ہیں نکاح کر دو۔ اگر وہ محتاج ہیں تو خداوند تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو مالدار کر دے گا۔ تحقیق اللہ کشائش والا جاننے والا ہے

اور جب خطبہ سے فراغت پائے تو بعد میں نکاح باندھا جائے جیسے کہ پہلے مذکور ہوا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں اور خدا کی حدوں کو نگاہ رکھتے ہیں اور پھر فرمایا ہے کہ تم امت میں سے بہتر ہو اور لوگوں کے فائدہ کے واسطے پیدا کیئے گئے ہو۔ شرع کے موافق حکم کرتے ہو۔ اور جو امور خلاف شرع ہیں ان سے منع کرتے ہو اور اللہ جلشانہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسری جگہ یہ فرمایا ہے کہ تم میں سے بعض مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض کے دوست ہیں جو چیز شرع میں درست ہے اس پر یہ حکم کرتے ہیں اور جو چیز شرع میں منع ہے اس سے منع کرتے ہیں۔ اور رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم نیکی کا حکم دو۔ اور جو چیزیں منع کی گئی ہیں ان سے منع کرو۔ اور اگر ایسا نہ کروگے تو خداوند تعالیٰ تم میں سے برے آدمیوں کو تمہارے نیکوں پر مقرر کردیگا۔ اور پھر نیک آدمی چاہے کتنی ہی دعائیں کریں وہ قبول نہیں ہونگی۔ سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دعاء کرنے سے پہلے تم نیکی کا حکم کرو اور ان چیزوں سے منع کرو جو منع کی گئی ہیں۔ اور نہیں تو تمہاری دعاء قبول نہیں کی جائے گی۔ اور بعض روایتوں میں وارد ہے کہ تم بخشش کی درخواست کرنے سے پہلے نیکی کرو ایسا نہ ہو کہ تمہاری دعا قبول نہ ہو اور خبردار ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمہاری روزی کو بند نہیں کرتا اور تمہاری مقررہ عمر کو کم نہیں کرتا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے پرہیزگار لوگوں اور عابدوں نے نیکی کا حکم اور بدی سے منع کرنا چھوڑ دیا تو خداوند کریم نے ان کے رسولوں کی زبانوں کے ذریعہ ان پر لعنت بھیجی اور ان سب کو بلا میں گرفتار کردیا۔ جو شخص مسلمان اور آزاد اور عاقل بالغ اور عالم ہو اس پر واجب ہے کہ لوگوں کو نیک باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے منع کرے بشرطیکہ اس کو منع کرنے کی طاقت ہو۔ اور اس سے ایسا فساد عظیم نہ اٹھے جس سے اس کو یا اس کے مال اور اہل و عیال کو کوئی ضرر پہنچے۔ ان احکام کے پہنچانے میں بادشاہ یا عالم یا قاضی یا رعیت کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کوئی ہو اور ہم نے عالم ہونے اور مفتی کی شرط اس واسطے لگائی ہے کہ اپنے ہی گماں سے کوئی ایسا فعل نہ کر بیٹھے جو شریعت کے خلاف ہو خداوند کریم فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! بہت گمانوں سے بچو بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔ ور اگر کسی کا کوئی عیب پوشیدہ ہو تو اس کو ظاہر نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے حق تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ "تم جستجو نہ کرو"۔ اور اگر کوئی ظاہر عیب بھی ہو تو اس کا چھپانا ہی واجب ہے جو چیز پوشیدہ ہوتی ہے اس کی جستجو کوئی پوشیدہ راز کا ظاہر کرنا ہوتا ہے اور ایسا کرنا منع ہے۔

امر بالمعروف کے واسطے طاقت کا ہونا

امر بالمعروف کے واسطے لازم ہے کہ طاقت بھی حاصل ہو۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی گروہ میں کوئی آدمی ہے کہ وہاں گناہ ہوتا ہے اور باوجود قدرت ہونے کے لوگ اس کو منع نہیں کرتے تو پہلے اس سے کہ توبہ کریں ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے امر معروف کے واسطے قدرت کے حاصل ہونے کی شرط لگائی ہے اور یہ قدرت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نیک لوگوں کا غلبہ ہو اور بادشاہ بھی عادل ہو اور نیک کاروں کا مددگار ہو اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پہنچانے میں ہلاکت کا خوف ہو اور یہ ڈر ہو کہ جسم اور مال کو ضرر پہنچائے گا۔ تو اس صورت میں واجب نہیں ہے اور اس کا ثبوت خداوند تعالیٰ جل شانہ کے قول میں موجود ہے جو فرماتا ہے کہ "تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔" اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہے کہ "اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو" اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول مسلمان کس طرح اپنے نفس کو ذلیل اور خوار کرتا ہے فرمایا اس طرح کہ جس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا اس کا مقابلہ کرے اور آپ نے فرمایا کہ جب کوئی دیکھے کہ اس کام کے بدلنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے تو صبر کرے اور اس کا امیدوار رہے کہ خداوند کریم کوئی دوسری صورت پیدا کردے۔ پس جب کسی کو یہ ثابت ہو جائے۔ کہ میں منع کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کو منع کرنا واجب نہیں ہے اور خوف کے غالب ہونے پر یہ سوچنا کہ منع کرنا جائز ہے یا نہیں ہمارے نزدیک منع کرنا جائز ہے بلکہ اگر اولوالعزم اور صابر لوگوں میں سے ہے تو بہتر ہے۔ کیونکہ یہ منع کرنا خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی مانند ہے۔ خداوند کریم نے

حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے لڑکے کو یہ نصیحت کی ہے کہ شرع کا حکم کر اور جو چیزیں ممنوع ہیں ان سے منع کر۔ اور اس کام کے کرنے میں تجھے جو تکلیف اور مصیبت پہنچے اس پر صبر کر۔ پیغمبر ﷺ نے ابو ہریرہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ شرع کا حکم کر اور ممنوعات سے منع کر اور اس سے جو کچھ تجھ پر تکلیف وارد ہو اس پر صبر کر۔ اور اگر ایسے وقت میں منع کرنے کا اتفاق پڑے کہ بادشاہ اور حاکم ظالم ہے یا کلمہ کفر کے ظاہر ہونے کے وقت تو ان دونوں موقعوں پر فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ منع کرنا روا ہے اور ان کے سوا باقی موقعوں پر ہمارے اور دوسرے علماء کا اختلاف ہے۔

منع کرنے والے لوگوں کی اقسام

ممنوعات سے منع کرنا تو ثابت ہی ہے۔ منع کرنے والے لوگوں کے تین گروہ ہیں پہلے گروہ کے لوگ تو بادشاہ اور حاکم ہیں۔ یہ تو منع کرنے پر قدرت اور طاقت رکھتے ہیں اور دوسرا گروہ عالموں کا ہے یہ زبان سے منع کرتے ہیں ہاتھوں سے منع نہیں کرتے۔ اور تیسرے عوام الناس ہیں۔ اس گروہ کے لوگ صرف دل سے ہی منع کرتے ہیں۔ ابو سعید خدریؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی خلاف شرع دیکھے۔ تو اس کو اپنے ہاتھ سے الٹ دے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے کہے۔ اور اگر زبان سے کہنے کی قدرت نہیں ہے تو پھر اپنے دل میں ہی اس کو برا سمجھے۔ مگر یہ ان لوگوں کا مرتبہ ہے جن کا ایمان بہت سست ہوتا ہے۔ بعض اصحابوں سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی شرع کے خلاف کوئی کام دیکھے اور اس کے منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو اس کو تین دفعہ یہ دعا پڑھنی چاہئے "یا اللہ یہ کام شرع کے خلاف ہے" اس شخص کو بھی ویسا ہی ثواب پہنچے گا۔ جیسا کہ اس کو ملتا ہے جو امر بالمعروف اور نہی المنکر کرتا ہے۔

گمان کا ذکر

اگر یہ گمان غالب ہو کہ خلاف شرع کرنے والا آدمی باز نہیں آئے گا اور ممنوع امر پر ثابت رہے گا۔ تو اس صورت میں منع کرنا واجب ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ سے اس باب میں دو روایتیں وارد ہیں ایک روایت میں تو واجب ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اپنے برے فعل سے باز آجائے اور خدا کی توفیق اور اس کی ہدایت سے اور ناصح کی گفتار کے صدق سے اس کے دل میں اثر ہو اور نرم ہو جائے اور ممنوع چیز سے باز رہے اس لئے گمان منع کرنے کا مانع نہیں ہے اور دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ جب تک یہ قوی امید نہ ہو جائے کہ میرے منع کرنے سے باز رہے گا تب تک منع نہ کرے کیونکہ منع کرنے سے مقصود ممنوعات کا دور ہونا ہے اور اگر ظن غالب ہو کہ منع کرنے سے فائدہ نہیں تو ترک اولیٰ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرطیں

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واسطے پانچ شرطیں ہیں۔ پہلی جن کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم کرتا ہے اس سے عالم ہو۔ دوسری اس سے خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور دین اسلام کی تقویت مقصود ہو اور کلام الٰہی کا اظہار و تشہیر ہو اور اس سے دکھاؤ اور سنانا اور اپنی نفسانی خواہشات کا پورا کرنا نہ پایا جائے۔ پس جو شخص اخلاص اور سچے دل سے اس کام کو کرتا ہے خدا اس کی مدد کرتا ہے اور اس کو توفیق دیتا ہے۔ اور ہر طرح کی تکلیفوں سے اس کو بچاتا ہے خداوند کریم فرماتا ہے کہ "اگر تم اللہ کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔" فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار اور احسان کرنے والے ہیں۔ پس جو آدمی شرک سے بچے اور لوگوں کو اس سے ہٹائے اور دکھاوا نہ کرے اور اخلاص سے نیک عمل کرے تو خدا تعالیٰ اس کو فتح یاب کرے گا۔ اور جو آدمی اس کے خلاف کرے گا وہ بے عزت خوار اور ذلیل اور رسوا ہو گا۔ اور اس سے ممنوعات سرزد ہوتے رہیں گے بلکہ اس میں ترقی ہی کرتا جائے گا اور گنہگاروں اور گناہوں کے پیچھے کتے کی مانند دوڑے گا اور آدمیوں اور جنوں کے شیطانوں سے موافقت رکھے گا۔ خدا تعالیٰ کا فرمانبردار نہ ہو گا۔ اور شیطان کا فرمانبردار اور حرامکاری میں مبتلا۔ تیسری شرط

یہ ہے کہ اس کا نیکی کا حکم کرنا اور بدی سے روکنا نرمی اور آہستگی سے ہو بد خوئی اور سختی سے نہ ہو۔ بلکہ اپنے بھائی کو نصیحت اور شفقت سے نیکی کا حکم کرے اور بدی سے روکے۔ اور اس بات کا خیال رکھے کہ اس کا دشمن شیطان مردود کس طرح انسان سے موافقت کر لیتا ہے اور اس کی عقل پر غالب آکر اسکو گنہگاری اور خدا کی نافرمانی کی طرف راغب کرتا ہے اور اس طرح ہلاک کر کے اس کو دوزخ میں لے جانا چاہتا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے شیطان اپنے گروہ کو طلب کرتا ہے کہ وہ اس کو دوزخ میں لے جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو فرماتا ہے کہ تو خدا تعالیٰ کی رحمت سے نرم دل ہوا ہے اور اگر تو سخت دل ہوتا تو لوگ تجھ سے بھاگ جاتے اور اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور ہارون کو فرعون کی طرف روانہ کیا۔ تو ان کو یہ فرمان دیا کہ تم اس سے نرمی کے ساتھ بات کرو۔ ممکن ہے کہ وہ اس سے نصیحت کو قبول کر لے یا میرے عذاب سے خوف کرے۔

اسامہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پہنچانا لائق نہیں جب تک وہ تین خصلتیں نہ رکھتا ہو۔ جس بات کا حکم کرتا ہے اس کا عالم ہو۔ جس بری بات سے منع کرتا ہے اس کو اچھی طرح جانتا ہو اور جو کچھ کہے وہ نرمی اور آہستگی سے کہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ صابر، حلیم، بردبار۔ متواضع، نفسانی خواہشات کا روکنے والا۔ صاحب حوصلہ اور نرم مزاج طبیب ہو تاکہ اس کا دوا دارو کرے۔ حکیم ہو کہ ان کے دیوانہ کو پن دور کرے۔ اور ان کا پیشوا اور رہنما ہو۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک جماعت بنائی ہے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں۔ اور خدا کے دین کی مددگاری اور اس کی تقویت اور قیام کے واسطے اپنی قوم سے جو ان کو آزار پہنچتا ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ ان کو ہم نے ہدایت کے پیشوا اور دین کے طبیب اور مومنوں کے سردار بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ میں نیکی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جو چیزیں نامشروع ہیں۔ ان سے منع کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ اس سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو۔ یہ سب کاموں سے بہتر کام ہے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ جس نیک کام کرنے کا حکم کرتا ہے۔ آپ بھی اس پر عمل کرنے والا ہو۔ اور جن ممنوعات شرعی سے دوسرے آدمیوں کو روکتا ہے اس سے آپ بھی پاک ہو اور اس میں آلودہ نہ ہو ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگوں کو اس کے قول کی تردید کے واسطے دلیل مل جائے اور حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل اور قابل ملامت ہو۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ تم دوسرے لوگوں کو تو نیکی کرنے کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔ انس بن مالکؓ نے روایت کی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ کہ معراج کی رات میں نے دیکھا کہ کئی ایک آدمیوں کے ہونٹ مقراض سے کترے جا رہے ہیں۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اس نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے تھے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے جو بری خصلت تجھ میں موجود ہے اسے اوروں کو تو منع نہ کر یہ بڑی بے حیائی ہے کہ تو بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو اور لوگوں کو منع کرے۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں نے مجھے کہا کہ توریت میں ہے اے فرزند آدم تو مجھ کو یاد کرتا ہے اور خود مجھ کو بھول جاتا ہے تو دوسرے لوگوں کو تو میری طرف بلاتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے تیرا یہ ڈرانا بے فائدہ ہے۔ جو آدمی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا خداوند اس کے حال کو اچھی طرح جانتا ہے۔

تنہائی میں نصیحت کرنا

اگر کوئی خلوت اور علیحدگی میں امر بالمعروف اور نہی المنکر کر سکتا ہے تو ایسا کرنا بہتر ہے کیونکہ جو نصیحت اور پند تنہائی میں کی جاتی ہے وہ دل پر اثر کرتی ہے اور برے فعلوں سے بوجہ احسن باز رکھتی ہے اور زیادہ قبولیت کا باعث ہوتی ہے۔ ابو داؤدؓ کہتے ہیں۔ جو آدمی لوگوں کے روبرو اپنے بھائی کو نصیحت کرتا ہے وہ اس کا عیب بیان کرتا ہے اور جو کسی کو تنہائی میں نصیحت کرتا ہے وہ اس کو آراستہ کرتا ہے اور اگر علیحدگی میں کسی کو نیک کام کی نصیحت کی جائے اور اس کو کوئی فائدہ نہ دے تو پھر اس کو ظاہر میں نصیحت کی جائے اور نیک لوگوں سے اس کے واسطے مدد مانگے اور اگر یہ تدبیر بھی مفید نہ پڑے تو پھر اہالیان سلطنت سے مدد کی درخواست کرے اور نامشروع امور سے منع کرنا ترک نہ کرے کیونکہ جنہوں نے ترک کیا ہے۔ خداوند کریم نے ان کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ برے فعل کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے ایسے آدمی جو

جو کام کرتے تھے وہ بہت برا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیوں درویشوں اور علماء نے لوگوں کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے نہ روکا یہ ان کا منع نہ کرنا بہت برا تھا یعنی ان کے علماء اور فقہاء نے اپنے لوگوں کو بے حیائی کے کام اور حرام کھانے اور گناہ کرنے سے کیوں نہ روکا۔ روایت ہے کہ خداوند کریم نے یوشع ابن نون کے پاس وحی بھیجی اور فرمایا کہ میں تیری قوم میں سے چالیس ہزار نیک لوگوں اور ساٹھ ہزار برے لوگوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ حضرت یوشع نے جناب باری میں عرض کی۔ کہ خداوند برے لوگ تو اپنے عملوں کی سزا پائیں گے اور جو نیک آدمی ہیں ان کا کیا قصور ہے۔ اللہ جل شانہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نیکوں کا قصور یہ ہے کہ جب میں نے بدوں پر غصہ کیا تو انہوں نے ان پر غصہ نہیں کیا اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے رہے ہیں۔

پانچویں شرط کا بیان

پانچویں شرط میں ہم نے بیان کیا ہے کہ جو شخص کسی نیک کام کرنے کا حکم کرتا ہے خود بھی وہ کام کرتا ہو اور جن برے کاموں سے لوگوں کو منع کرتا ہے خود بھی ان سے پاک ہو۔ لیکن ہمارے شیخوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اگر فاسق آدمی بھی ہو تو اس پر بھی واجب ہے کہ نیک باتوں کا حکم کرے اور برے کاموں سے منع کرے اور اس پر ایسا ہی واجب ہے کہ جیسا عادل آدمی پر واجب ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کی طرف اس لئے اشارہ کیا ہے کہ آیات اور احادیث میں فاسق اور عادل میں اس بارے میں کوئی فرق بیان نہیں ہوا۔ اور بعض پہلے بزرگ اس حکم کے ثبوت میں اس آیت کو بیان کرتے ہیں کہ بعض آدمی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے اپنی جانوں کو بیچ دیتے ہیں یعنی نیک کاموں کا حکم کرتے اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ حضرت عمر خطابؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی اس آیت کو پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ ہم سب اللہ کے واسطے ہیں اور سب اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگا پس وہ مار ڈالا گیا اور ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے بہتر جہاد ظالم بادشاہ کے پاس کلمہ حق کا بیان کرنا ہے اور جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام شہیدوں میں سے بہتر شہید حمزہ بن عبد المطلب ہے اور وہ آدمی ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بیان کرنے کے واسطے ظالم بادشاہ کے پاس جائے اور وہ اس کو مروا ڈالے۔ جس آدمی کو برے کام سے منع کیا جاتا ہے اور وہ اس سے باز نہیں آتا خداوند کریم نے اس کی نسبت فرمایا ہے کہ جب اس کو کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈر تو اس کو عزت گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے۔ الخ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم کے نزدیک بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ تو خدا سے ڈر اور جو برے کام ہیں ان سے دور رہ تو وہ آگے سے یہ جواب دے کہ تو اس سے اپنے آپ کو تو پاک کر لے غرض ان آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر حکم کرنے کے واسطے نیکوکار اور بدکار آدمی برابر مجاز ہیں۔ ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم نیک کام کرنے کے واسطے حکم کرو۔ اگرچہ تم آپ اس پر عمل نہیں کرتے ہو اور برے کاموں سے لوگوں کو منع کرو اگرچہ خود اس سے باز نہیں رہتے ہو۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو ظاہر اور باطن میں بالکل گناہ سے خالی ہو پس اس صورت میں اگرچہ کہا جائے کہ پاک باز آدمی کے سوا اور کوئی آدمی برے کاموں سے منع نہ کرے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پہنچانا محال ہو جائے گا اور یہ مسئلہ پرانا ہو کر ہٹ جائے گا۔

نیک اور برے کاموں کی تفصیل

جس امر کے کرنے کے واسطے حکم کیا جاتا ہے اور جس سے منع کیا جاتا ہے وہ دو قسم پر ہے جو بات کتاب اللہ اور سنت نبوی اور عقل کے مطابق ہے وہ تو نیک ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ برا ہے۔ پس ان دونوں کی پھر دو قسمیں ہیں ایک ظاہر ہے اور دوسری باطن۔ ظاہر تو وہ ہے جس کو خاص اور عام سب جانتے ہیں جیسے پانچ وقت کی نماز رمضان کے روزے۔ زکوٰۃ اور حج کا فرض ہونا وغیرہ اور برے کام جن کا کرنا حرام ہے وہ یہ ہیں۔ زنا۔ شراب پینی اور چوری کرنی' لوٹ مار کرنی۔ سود کا کھانا اور لوگوں کا مال ناحق چھین لینا اور ان کے سوا اور بھی ایسے ہی امور ہیں۔ پس اس قسم کے کاموں سے عام لوگوں اور خاص علما کا فرض ہے کہ لوگوں کو منع کریں اور دوسری قسم باطنی ہے کہ اس کو خاص آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا

مثلاً جو چیز خداوند کریم کے شان کے لائق ہے اس کا اعتقاد کرنا اور اس کا اعتقاد کرنا جو اس کے شان کے خلاف ہے اور قسم میں امر بالمعروف وہ خاص علماء کا کام ہے اور اس قسم میں جو ممنوعات ہیں۔ اگر کوئی عالم ان کی نسبت عوام میں سے کسی کو منع کرے تو عالم پر واجب ہے کہ اس کو اچھی طرح خبردار کر دے اور عام آدمی کو واجب ہے کہ اگر وہ قدرت رکھتا ہے تو اس برے کام سے باز رہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور عام آدمی کو یہ جائز نہیں ہے کہ عالم کے خبر کرنے سے پہلے ان باتوں کا رد اور انکار کرے اور جن میں علماء اور فقیہ لوگوں کا اختلاف ہے ان میں بھی رد اور انکار کرنا جائز نہیں ہے مثلاً کوئی عالم آدمی امام ابو حنیفہؒ کی پیروی میں ایک عورت سے نکاح کرتا ہے جس کا کوئی ولی نہیں ہے اور نبیذ انگور اور خرما پیتا ہے تو اس صورت میں جو آدمی حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذہب میں ہیں۔ ان پر واجب نہیں ہے کہ اس شخص کا رد اور انکار کریں۔ امام احمدؒ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ فقیہ آدمی کو یہ جائز نہیں کہ جو مسلمان دوسرے امام کے پیرو ہوں ان کو اپنے مذہب میں لانے کے واسطے ان پر سختی کرے اور جو امر اجماع کے خلاف کیا جاتا ہو اس سے منع کرنا واجب ہے۔ اور اس سے منع کرنا واجب نہیں جس میں علماء کا اختلاف ہو اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ جس امر میں علماء کا اختلاف ہو اس سے منع کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ روایت میمونی میں مذکور ہے ایک آدمی نے کئی ایک آدمیوں کو شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھا۔ اور اس سے ان کو منع کیا اور اس سے باز رہنے کی نصیحت کی حالانکہ امام شافعی کے مذہب میں شطرنج کا کھیلنا جائز اور روا ہے۔

منع کرنے والوں کے آداب

جو آداب اوپر بیان کئے گئے ہیں ہر ایک مسلمان کو ان پر عمل کرنا لازم ہے حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ادب سیکھو اور اس کے بعد علم حاصل کرو۔ ابو عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ادب علم پر مقدم ہے۔ اور عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ جب کسی وقت یہ مذکور ہوتا ہے کہ فلاں آدمی اتنا بڑا عالم ہے کہ جس قدر پہلے اور پچھلے لوگوں کے پاس علم تھا وہ سب اس کے پاس موجود ہے تو اگر ایسے آدمی کی ملاقات نہ ہو تو اس سے مجھے افسوس نہیں ہوتا اور جب یہ سن لیتا ہوں کہ فلاں آدمی ادیب ہے تو اس کے دیکھنے کی آرزو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس کی ملاقات نہ ہو تو اس سے افسوس کرتا ہوں۔ اور جو ایسا آدمی ہوتا ہے اس کے واسطے کہا گیا ہے کہ وہ پانچ قلعوں کا مالک ہوتا ہے ایک سونے کا قلعہ ہے اور دوسرا چاندی کا۔ اور تیسرا لوہے کا اور چوتھا پکی اینٹوں کا اور پانچواں کچی اینٹوں کا ہے۔ پس جب تک کچی اینٹوں کے قلعہ کی حفاظت رہتی ہے اور محافظ اس سے غافل نہیں ہے تب تک دشمن دوسرے قلعہ کی طمع نہیں کرتا یعنی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ اور جب خام قلعہ کی حفاظت میں سستی ہوتی ہے تو دشمن اس پر اپنا قبضہ پالیتا ہے اور اس پر تسلط پانے کے بعد پھر دوسرے قلعہ کے لینے کی فکر کرتا ہے اور جب دوسرے کو لیتا ہے تو پھر تیسرے کی فکر میں ہوتا ہے اور محافظوں کی غفلت کے باعث درجہ بدرجہ سب قلعوں پر قبضہ پالیتا ہے اور اسی طرح ایمان کے لئے بھی پانچ قلعہ ہیں۔ پہلا یقین۔ دوسرا اخلاص اور ترک ریا۔ تیسرا فرضوں کا ادا کرنا۔ چوتھا تمام سنتوں کا کامل طور پر ادا کرنا۔ پانچواں آداب اور مستحب امور کا خیال رکھنا۔ جب تک انسان آداب کو مدنظر رکھتا اور ان کو لازم پکڑتا ہے تب تک شیطان اس بندہ میں طمع نہیں کرتا اور جب آداب کو چھوڑ دیتا ہے تو شیطان پہلے اس کے فرائض میں پھر سنتوں میں پھر اخلاص اور پھر یقین میں طمع کرتا ہے پس انسان کو اپنے سب کاموں میں آداب کا نگاہ رکھنا واجب ہے مثلاً وضو نماز خرید و فروخت وغیرہ کاموں میں۔ غرض جو امور بیان ہوئے ہیں خداوند کریم کی پانچوں عبادت بجالانے کے واسطے شریعت میں داخل ہیں۔ اور زوائد کا ذکر نہیں کیا گیا جو مسلمان ان کو بجالاتا ہے وہ علم ادب میں آراستہ ہوتا ہے۔ اور سنت رسول ﷺ کا ادا کرنے والا اور بزرگان سلف کی پیروی کرنے والا ہوتا ہے مگر ابھی اس کی یہ معرفت تھوڑی ہوتی ہے۔ اور اللہ جلشانہ کے پہچاننے اور جاننے کا حق اس پر باقی رہتا ہے اور اس کے جاننے کا تعلق دل سے ہے اس واسطے اب بعد میں اس کا بیان بھی کیا جاتا ہے تاکہ طالب کو دین میں آسانی ہو اور جب اسلام کا ظاہری پیراہن انسان پہن لے تو اس کو باطنی ایمان کے نور کا پیراہن پہننا بھی لازم ہے۔

حق جل شانہ کی معرفت کا بیان

پروردگار کو پہچاننے کا خلاصہ یہ ہے کہ سمجھے اور یقین کرے کہ خداوند کریم اکیلا ایک تنہا بے پرواہ ہے۔ نہ وہ جنتا ہے اور نہ خود کسی سے جنا گیا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس کی مانند ہے وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اپنی صفات اور ذات میں یکتا ہے۔ اس کا کوئی۔ مددگار اور شریک اور وزیر نہیں۔ کوئی اس کو قوت نہیں دے سکتا۔ نہ کوئی اس کا مشیر ہے اس کا جسم نہیں جو ٹٹولا جاسکے نہ وہ جوہر (ایسی چیز جسم دار) نہیں جو محسوس ہو سکے نہ وہ عرضی و عارضی بے جسم چیز ہے جو دور ہو سکے۔ اس کی ترکیب نہ محسوسہ اجزا سے ہے نہ معقولہ سے نہ کوئی اس کی ماہیت ہے اور نہ حد ہے۔ سچا اور برحق معبود وہی ہے۔ اسی نے آسمانوں کو بلند کیا ہے اور اسی نے زمین کو پست کیا ہے اور بچھایا ہے اس کی طبیعت ایسی نہیں ہے جیسی کہ مخلوقات کی طبائع ہیں۔ اور طالعوں کے موافق وہ طالع نہیں۔ وہ ایسا اندھیرا نہیں کہ ظاہر ہو اور نہ وہ ایسی روشنی ہے جو چمکتی ہے وہ سب چیزوں کے پاس حاضر ہے اپنے علم سے سب چیزوں کو دیکھتا ہے بغیر چھونے کے۔ وہ عزیز اور غالب ہے اور سب پر حاکم اور قادر ہے وہ رحمت کرنے والا ہے اور گناہوں کو بخشنے والا اور ان کے چھپانے والا۔ وہی عزت دیتا ہے اور وہی مدد کرتا ہے اور بہت مہربان ہے۔ وہی ہے جس نے مخلوقات کو بغیر نمونے کے پیدا کیا ہے اور کرتا ہے۔ وہ سب سے پہلے تھا اور سب سے پیچھے رہے گا وہ ظاہر ہے اور پوشیدہ بھی۔ اکیلا ہے۔ وہی معبود ہے۔ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا۔ وہ ہمیشہ سے ہے فوت نہیں ہوتا۔ اس کی بادشاہت ایسی ہے کہ وہ ہمیشہ قائم ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا دبدبہ اپنی ذات سے ہی قائم ہے وہ سوتا نہیں۔ وہ ایسا غالب ہے کہ کوئی اس کو ضرر پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس قدر بلند رتبہ ہے کہ کسی کی اس تک رسائی نہیں ہے اس کے نام بزرگ ہیں اور اس کی بخشش عظیم ہے۔ جتنی مخلوقات ہے سب اس کے حکم سے ہی فنا ہونے والی ہے جیسا کہ ارشاد کیا ہے کہ جو "چیز پیدا کی گئی ہے وہ فنا ہونے والی ہے اور باقی رہنے والی وہی ذات ہے جو بزرگ اور صاحب انعام ہے وہ بلند ہے اور اس کا قیام عرش معظم پر ہے۔ اس کی ذات نے سب عالم کو اپنے میں سما لیا ہے۔ اور سب چیزوں کو اس کے علم نے اپنے گھیرے میں کر لیا ہے۔ پاک لوگوں کی کلام اور نیک عمل اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں وہ اپنی حکمت کے موافق سب کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ آسمان سے زمین کی طرف حکم نازل کرتا ہے اور پھر حکم کی تعمیل کے واسطے فرشتے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اور وہاں جا کر عرض و معروض کرتے ہیں اور ایک دن میں ہی پہنچ جاتے ہیں اور اس مسافت کا اندازہ دنیا کے دنوں سے ایک ہزار سال کا اندازہ ہے۔ اس نے مخلوقات اور ان کے افعال پیدا کئے۔ نیز ان کا رزق اور موت مقرر کی جس کو خدا نے مؤخر کر دیا اس کو مقدم کوئی نہیں کر سکتا اور جس کو مقدم کیا اس کو مؤخر کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اس نے تمام عالم اور افعال عالم کا ارادہ کیا (تو وہ وجود میں آگئے) اگر ان کو (بداعمالیوں سے) بچاتا تو کبھی اس کی مخالفت نہ کرتے۔ اگر وہ تمام جہاں سے اپنی فرمانبرداری کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور اس کی اطاعت کرتے 'بھید' مخفی بات اور سینوں کی باتیں وہ خوب جانتا ہے۔ بھلا (یہ ہو سکتا ہے؟ کہ) جس نے خود پیدا کیا ہے وہ نہ جانتا ہو۔ حالانکہ وہ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔ وہی حرکت دینے والا اور ساکن کرنے والا ہے۔ خیالات اس کو اپنے تصور میں نہیں لا سکتے اور اذہان اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس کو انسان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو اس کی اپنی مخلوق سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی اسے اپنی مخلوق اور اپنی ایجاد کردہ چیزوں کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے ہر جاندار کی سانسیں اس کے شمار میں ہیں۔ ہر جاندار کی کمائی پر وہ قائم ہے۔ اس نے انہیں یاد کر رکھا ہے اور اچھی طرح گن رکھا ہے اور وہ سب اس کے پاس قیامت کے دن اکیلے اکیلے آئیں گے تاکہ ہر ایک جان اپنی محنت اور کوشش کا بدلہ پالے۔ تاکہ بد اعمالی کرنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا دے اور نیکی کرنے والوں کو نیک بدلہ دے وہ اپنی مخلوق سے بے پرواہ ہے۔ اپنی مخلوق کا روزی رساں ہے وہ ہر ایک کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلا سکتا۔ وہ ہر ایک کو رزق دیتا ہے اور اس کو کوئی رزق نہیں دیتا۔ پناہ دیتا ہے اور اس کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ مخلوق اس کی طرف محتاج ہے۔ اس نے ان کو کسی فائدہ یا کسی نقصان کے دور کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا اور نہ ہی کسی سبب نے اس کو مخلوق کے پیدا کرنے پر آمادہ کیا ہے اور نہ ہی کسی دیگر خیال اور فکر کی وجہ سے جو دل میں پیدا ہوتا ہے) بڑے عرش والا ہے 'کر ڈالتا ہے جو چاہتا ہے۔ اپنی قدرت میں وہ اکیلا ہے اعمال کو از سر نو بنانے' تکلیف و مصیبت دور کرنے' اعیان کے بدلنے اور حالات کے پھیرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ ہر روز ایک کام میں ہے۔ وقت مقررہ تک اپنی تقدیر کو وہاں چلاتا ہے۔ جہاں وہ مقرر ہے۔ وہ اپنی زندگی سے زندہ ہے' اپنے علم سے جاننے والا ہے' اپنی قدرت سے قادر ہے' اپنے ارادہ سے ارادہ کرنے والا ہے۔ اپنی سماعت سے سننے والا ہے اور اور بصارت سے دیکھنے والا ہے' کلام سے متکلم' اوامر کا حکم دینے والا' منہیات سے روکنے' اخبار کی خبر دینے والا ہے' اپنے حکم و فیصلہ سے عادل ہے۔ اپنے عطا و انعام میں فضل و احسان کرنے والا ہے۔ پہلی بار پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے والا' مارنے والا' جلانے والا' نئی طرح بنانے والا' ایجاد کرنے والا' ثواب دینے والا' اور

عذاب دینے والا ہے' جواد ہے جو بخل نہیں کرتا' بردبار ہے جو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا یاد رکھنے والا ہے جو کبھی نہیں بھولتا' جاگتا ہے جو کبھی غافل نہیں ہوتا' خبردار ہے جو بے خبر نہیں ہوتا' رزق بند کرتا ہے اور فراخ کرتا ہے' ہنستا ہے اور خوش ہوتا ہے' محبت رکھتا ہے' اور ناپسند کرتا ہے' بغض کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ غصہ کرتا ہے اور ناراض ہوتا ہے۔ مہربانی کرتا ہے اور بخش دیتا ہے' عنایت فرماتا ہے اور نہیں بھی دیتا۔ اس کے دونوں ہاتھ ہیں اور دونوں دائیں ہیں (چنانچہ) فرماتا ہے۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ یعنی آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔

حضرت نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب یہ آیت پڑھی۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے داہنے ہاتھ میں آسمان ہوں گے ان کو اس طرح چلادے گا جس طرح لڑکا گیند کو چلاتا ہے۔ پھر فرمادے گا۔ انا العزیز یعنی میں غالب ہوں' ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ باتیں فرماتے ہوئے دیکھا کہ آپؐ منبر پر جھولتے ہیں یہاں تک کہ قریب تھا کہ گر پڑتے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں سب کو اپنی مٹھی میں اس طرح لے گا کہ اس کی مٹھی سے ان کا کوئی کنارہ نظر نہ آسکے گا۔ حضرت انس بن مالک حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا کہ عدل کرنے والے قیامت کے روز' رحمٰن کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اسی کی صورت پر پیدا کیا' اور جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے لگایا' طوبیٰ کے درخت بھی اپنے ہاتھ سے لگایا' تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور اپنے ہاتھ سے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں دی اور اس سے موسیٰ علیہ السلام نے بلاواسطہ بلاترجمان صحیح معنوں میں کلام کی' بندوں کے دل' رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے اور ان سے جن کو چاہتا ہے بچالیتا ہے' آسمان و زمین قیامت کے روز اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک جہنم میں رکھے گا تو وہ اپنے آپ میں سکڑ جائے گی اور کہے گی۔ بس' بس" اس کے بعد' آگ سے ایک قوم نکلے گی اور جنت والے اس کے چہرہ پاک کو دیکھنے کی کوشش کریں گے' تو دیکھ لیں گے' اس کو دیکھنے میں کسی قسم کا ضرر یا تکلیف محسوس نہیں کریں گے' جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ مومنین پر جلوہ افروز ہوں گے اور جس چیز کی وہ تمنا کریں گے انہیں وہ عنایت فرمائے گا۔ قرآن میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ یعنی نیکی کرنے والوں کو نیکی اور اس پر زائد چیز ملے گی۔ اس کی تفسیر میں علماء نے فرمایا ہے۔ کہ "حسنیٰ" سے مراد جنت ہے اور "زیادہ" سے مراد رب کریم کے چہرے کو دیکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔ فیصلہ اور جزا کے روز تمام بندے اس کے حضور پیش ہوں گے اور ان کے حساب کا وہ خود متولی ہوگا کوئی اور متولی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان ایک دوسرے کے اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ اسی طرح سات زمینیں بھی ایک دوسری کو نیچے اوپر بچھادیں۔ اوپر والی زمین سے لے کر آسمان دنیا تک پانچ سو سال کا راستہ ہے۔ اسی طرح ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کا راستہ ہے۔ پانی ساتویں آسمان سے اوپر ہے اور اللہ عزوجل کا عرش مبارک پانی پر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اس کے آگے نور اور اندھیرے کے ستر ہزار پردے ہیں اور وہ چیزیں ہیں جنہیں وہ خود ہی جانتا ہے۔ عرش مجید کے حاملین بھی ہیں جو اسے اٹھائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یعنی وہ جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور عرش کے گرد والے۔ عرش مجید کی بھی ایک حد ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَتَرَی الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یعنی تو عرش کے ارد گرد فرشتوں کو پھرتے ہوئے دیکھے گا۔ عرش مجید یاقوت کا ہے اس کے فراخی آسمانوں اور زمین کی فراخی کی طرح ہے۔ کرسی عرش کے پاس ایسی ہے۔ جس طرح ایک کھلے صاف میدان میں حلقہ پڑا ہوا ہو۔

اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں' ان کے درمیان اور نیچے کی تمام اشیاء کو خوب جانتا ہے۔ اسی طرح ساتوں زمینوں' ان کے درمیان نیچے اور گیلی خاک کے نیچے کی تمام چیزوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ دریاؤں کی گہرائیوں میں جو کچھ ہے اس کو بھی جانتا ہے۔ ہر بال کے اگنے کی جگہ اور ہر درخت اور ہری اگتی ہوئی کھیتی کو بھی جانتا ہے۔ ہر پتے کے گرنے کی جگہ اور ان کی تعداد اسی طرح کنکروں' ریت اور مٹی کی تعداد کو وہ جانتا ہے۔ پہاڑوں کے بوجھ' سمندروں کے پیمانے اور بندوں کے اعمال واسرار اور ان کے سانس اور کلام کو بھی خوب جانتا ہے۔ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہو سکتی۔

وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں مگر اس کو ہر جگہ موجود ہونے سے موصوف نہیں کر سکتے بلکہ کہا جائے گا کہ وہ آسمان میں عرش مجید پر ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی یعنی رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔ نیز فرمایا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ یعنی عرش پر رحمٰن مستوی ہوا۔ اسی طرح فرمایا الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه یعنی پاک کلمے اسی

طرف چڑھتے ہیں اور اچھے کاموں کو بلند کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے جب لونڈی سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اس کے مسلمان ہونے کا حکم صادر فرمادیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا فرمائی تو ایک بات اپنی ذات پر لکھی وہ بات عرش پر اس کے پاس ہے اور وہ یہ بات ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ یعنی میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے۔ دوسرے الفاظ اسی حدیث کے اس طرح ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق پیدا کرچکا تو اپنی ذات پر ایک بات ایک کتاب میں لکھی جو بات عرش پر اس کے پاس ہے اور وہ یہ ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ یعنی میری رحمت میرے غصہ سے سبقت لے گئی ہے۔

صفت استواء کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے بلا تاویل اطلاق کرنا ضروری ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات عرش مجید پر مستوی ہے مگر اس میں معنی قعود (بیٹھنے) اور مماست (چھونے) سے تجرید ضروری ہے۔ یعنی نہ تو خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے اور نہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ جس طرح فرقہ مجسمہ اور کرامیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح علو اور رفعت کے معنی پر بھی اس کو محمول کرنا جائز نہیں جس طرح فرقہ اشعریہ کا قول ہے اور نہ ہی استواء کو غلبہ و استیلاء کے معنی پر محمول کیا جاسکتا ہے جس طرح فرقہ معتزلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ شرع میں یہ معانی وارد نہیں ہوئے اور نہ صحابہ سے منقول ہیں نہ تابعین سے جو اصحاب حدیث میں سے سلف صالحین ہیں بلکہ ان سے منقول ہے کہ استواء کو مطلق مانا جائے آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کی تفسیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں۔

اَلْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ وَالْاِسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُوْلٍ وَالْاِقْرَارُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالْجُحُوْدُ بِهٖ كُفْرٌ یعنی کیفیت معلوم نہیں اور استواء مجہول نہیں۔ اس کا اقرار کرنا واجب اور انکار کرنا کفر ہے۔ یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مع اسناد کے مرفوعاً حضرت ﷺ سے بیان کی ہے۔ اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی بیان ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی موت سے تھوڑا عرصہ پہلے فرمایا اَخْبَارُ الصِّفَاتِ تُمَرُّ كَمَا جَاءَتْ بِلَا تَشْبِيْهٍ وَلَا تَعْطِيْلٍ یعنی صفات کی احادیث کو ویسے رکھنا چاہئے جس طرح وہ وارد ہوئیں تشبیہ یا تعطیل (یعنی صفات سے باری تعالیٰ کو معطل کردینا) بالکل دخل نہیں ہونا چاہئے۔

امام موصوفؒ ایک دوسری روایت فرماتے ہیں۔ میں کوئی صاحب کلام نہیں۔ اور ان مقامات پر کتاب اللہ، حدیث رسول، صحابہؓ تابعینؒ سے مجھے کوئی کلام دکھائی نہیں دیا اور ان مقامات کے علاوہ کلام کرنا قابل تعریف نہیں۔ تو صفات باری تعالیٰ کے متعلق کیف اور لم نہ کہا جائے یعنی یہ صفات کس طرح اور کیوں ہیں یہ الفاظ شک کا موجب؟

امام احمد بن حنبل سے ایک اور روایت منقول ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ عزوجل عرش پر ہے۔ جس طرح اس نے چاہا اور جیسے چاہا بغیر کسی حد کے کہ اس کی کوئی حد بیان کرسکے اور بغیر کسی صفت کے جس کو کوئی تعریف کرنے والا تعریف میں لاسکے۔ کیونکہ حضرت سعید بن المسیب "کعب احبار سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توراۃ میں فرمایا میں اللہ ہوں' میں بندوں سے اوپر ہوں' میرا عرش میری تمام مخلوق سے اوپر ہے' میں اپنے عرش پر ہوں' اپنے بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں اور مجھ پر میرے بندوں میں سے کچھ بھی مخفی نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش پر ہونا انبیاء پر نازل کردہ ہر کتاب میں مذکور ہے مگر کیفیت کچھ مذکور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی ایسی تمام مخلوق عرش وغیرہ پر علو وقدرت اور غلبہ و استیلا جیسی صفات سے موصوف رہا ہے۔ لہٰذا استواء کو اس معنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ استواء صفات ذاتیہ میں سے ہے بعد ازیں کہ اس نے خود ہمیں خبر دی اور صراحت کردی۔ اور اپنی کتاب کی سات آیات میں اس کو تاکیداً بیان کردیا اسی طرح سنت ماثورہ سے اس کی صراحت معلوم ہوگئی۔ تو یہ صفت بھی صفات لازمہ اور لائقہ میں سے ہے۔ جس طرح ہاتھ' چہرہ' آنکھ' سمع' بصر' زندگی' قدرت اور اس کا خالق' رازق' محی اور ممیت ہونا اللہ تعالیٰ ان صفات سے موصوف ہے۔ اب ہم کتاب وسنت سے باہر نہیں ہوتے۔ ہم آیات واحادیث کو پڑھ کر ان پر ایمان لاتے ہیں اور صفات باری تعالیٰ کی کیفیت کو اسی اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم کی طرف سپرد کرتے ہیں جس طرح سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی ذات کی صفت فرمائی اس کی تفسیر اس کو صرف پڑھنا ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی دوسری تفسیر نہیں ہوسکتی اور نہ ہی ہم کسی دوسری تفسیر کے مکلف ہیں کیونکہ وہ غیب ہے اس کا ادراک کرنے میں عقل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم عفو وعافیت مانگتے ہیں اور نہ اس کے صفات میں ایسی گفتگو سے اسی کی پناہ چاہتے جس گفتگو کے متعلق نہ تو اس ذات پاک نے خود ہی

کچھ بتایا اور اس کے رسول ﷺ نے کوئی خبر دی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف جس طرح اور جیسے چاہتا ہے نازل ہوتا ہے تو جرم و خطا اور گناہ و عصیان کے مرتکب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا اور پسند کرتا ہے معاف فرما دیتا ہے نہایت بابرکت بلند و برتر اور نہایت اونچی ذات ہے۔ اس کے سوا معبود حقیقی کوئی بھی نہیں اس کی اچھی صفتیں ہیں۔

اسی طرح نزول باری تعالیٰ کی نزول رحمت و ثواب سے تاویل کرنا جائز نہیں جس طرح فرقہ معتزلہ اور اشعریہ کا دعویٰ ہے۔ ان کا یہ دعویٰ اور مذہب اس لئے صحیح نہیں کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اس وقت نازل ہوتا ہے۔ جب کہ رات کی تہائی باقی رہ گئی ہے تو فرماتا ہے کہ کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ کیا کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے کیا کوئی قید میں گرفتار ہے کہ اس کو قید سے رہا کر دیا جائے نماز صبح کے اختتام تک اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتے رہتے ہیں پھر ہمارا رب تبارک و تعالیٰ اوپر چڑھ جاتا ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اس وقت نازل ہوتا ہے جب کہ رات کی آخری تہائی باقی ہوتی ہے تو فرماتا ہے۔ کیا میرے بندوں میں کوئی بندہ ہے جو مجھے بلائے تو میں اس کی دعا قبول کروں۔ کیا کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔ جو مجھے پکارے تو میں اسے معاف کر دوں کیا کوئی رزق میں تنگ دست ہے جو مجھے بلائے تو میں اس کے لئے رزق کھینچ لاؤں کیا کوئی مظلوم ہے جو مجھے یاد کرے تو میں اس کی مدد کروں کیا کوئی قیدی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کو آزاد کروں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسی طرح طلوع صبح تک فرماتا رہتا ہے پھر اپنی کرسی پر بلند ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، جابر، علی عبد اللہ بن مسعود ابو الدرداء، ابن عباس، اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ اس لئے وہ پچھلی رات کی نماز کو اول رات پر فضیلت دیتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے تو ہر جان کو معاف فرما دیتا ہے مگر ایک اس آدمی کو معاف نہیں فرماتا جس کے دل میں کسی دوسرے مسلمان کے متعلق کینہ ہو دوسرے اس آدمی کو معاف نہیں فرماتا جس کے دل میں اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ اللہ عزوجل آسمان دنیا پر نصف رات کے گزر جانے کے بعد نازل ہوتا ہے پھر فرماتا ہے کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں کیا کوئی سائل ہے کہ میں اسے دوں کیا کوئی توبہ کا خواست گار ہے جس کی میں توبہ قبول کروں۔ اللہ تعالیٰ صبح پھٹنے تک اسی طرح فرماتا رہتا ہے۔

اسحٰق بن راہویہؒ سے کسی نے پوچھا یہ کس قسم کی احادیث ہیں جو آپ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ چڑھتا ہے اور حرکت کرتا ہے اسحاق بن راہویہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تیرا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نزول اور صعود یعنی اترنے اور چڑھنے میں قادر تو ہیں مگر حرکت نہیں کرتے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ (جب تو نزول اور صعود پر قدرت مانتا ہے تو) پھر تو اس سے انکار کیوں کرتا ہے۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ جب تجھ سے بھی یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اترتا ہے؟ تو اس سے سوال کر کہ چڑھا کس طرح تھا۔

شریکؒ بن عبد اللہ سے کسی نے کہا کہ ہمارے پاس ایک قوم ہے جو ان احادث (یعنی احادیث صفات) کا انکار کرتی ہے تو آپ نے فرمایا ہمارے پاس پیغمبر ﷺ کے علاوہ اور کون وہ تام لایا جو آپؐ سے مروی ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج انہیں احادیث سے تو ہم نے اللہ عزوجل کو پہچانا ہے۔

فصل قرآن کے غیر مخلوق ہونے پر:

ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ کا کلام، اس کی کتاب، اس کا خطاب اور اس کی وحی ہے۔ جس کو جبریل علیہ السلام لے کر حضرت رسول کریم ﷺ پر اترے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ۔ یعنی

اس (قرآن) کو لے کر روح الامین تیرے دل پر اترا تاکہ تو واضح عربی زبان میں ڈرانے والوں میں سے ہو رسول اللہ ﷺ نے رب العالمین کا حکم بجا لاتے ہوئے یہ قرآن مجید اپنی امت کو پہنچا دیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ۔ یعنی اے پیغمبر ﷺ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کی طرف اپنے رب سے نازل کیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کرتے تھے اور فرماتے کہ کیا تم میں سے کوئی آدمی ایسا ہے، جو مجھے اپنے قوم کی طرف لے جائے کیونکہ قریش نے مجھے اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ۔ یعنی اگر مشرکوں میں سے کوئی آدمی آپ کی پناہ لینا چاہتا ہو تو اللہ کا کلام سننے تک اسے پناہ دیجئے۔ اللہ کا کلام قرآن کریم ہے۔ جو غیر مخلوق ہے چاہے جس طرح بھی پڑھا جائے' تلاوت کی جائے یا لکھا جائے اسی طرح قاری کی قرأت' بولنے والے کے لفظ اور حافظ کا حافظہ چاہے جس طرح بھی اس میں مختلف ہو وہ اللہ ہی کا کلام ہے اور اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ نہ تو وہ نو پیدا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔ نہ اس میں تغیر آسکتا ہے۔ اور نہ وہ اجزاء سے مرکب نہ اس میں نقص آسکتا ہے اور نہ کسی صانع کی صنعت اس میں دخیل ہے اور نہ ہی اس میں کسی زیادتی کا امکان ہے۔ اسی کی طرف سے اترا ہے اور اس کا حکم اسی کی طرف لوٹے گا جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق بیان فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے اور یہ اسی لئے ہے کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ ہی سے نکلا ہے اور اسی کی طرف اس کا حکم لوٹے گا اور اس بات کے معنی یہ ہیں کہ اس کا اترنا اور اس کا ظہور اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اس کے احکام مثلاً عبادات جو امر کی ادائیگی اور نواہی سے رکنے سے تعلق رکھتے ہیں یہ سب اسی کی طرف لوٹیں گے۔ اسی کے لئے کئے جاتے ہیں اور اسی کے لئے چھوڑے جاتے ہیں لہٰذا تمام احکام اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طرف سے بطور حکم شروع ہوئے ہیں اور بطور علم اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

قرآن مجید جہاں بھی دیکھا جائے یا پایا جائے اللہ کا کلام ہے خواہ وہ حافظوں کے سینوں میں ہو یا بولنے والے کی زبانوں پر۔ چاہے وہ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہو یا دیکھنے والوں کی نگاہوں میں اگرچہ وہ اہل اسلام کے مصحفوں میں ہو یا بچوں کی تختیوں میں۔ ہر جگہ وہ خدا کا کلام ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے یا اس کی عبادت یا تلاوت قرآن نہیں۔ اسی طرح اگر وہ کہے قرآن کے ساتھ میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کافر ہے۔ اس سے نہ تو میل جول رکھا جائے اور نہ ہی اس کے ساتھ کھانا پینا رکھا جائے اور ایسے شخص کے ساتھ نہ تو نکاح کا تعلق قائم کیا جائے۔ نہ اس کو پڑوسی بنایا جائے۔ بلکہ ایسے آدمی کے ساتھ بول چال ترک کر دیا جائے اور اس کو ذلیل کیا جائے۔ ایسے آدمی کے پیچھے نہ تو نماز پڑھی جائے اور نہ اس کی گواہی قبول کی جائے۔ اگر وہ کسی نکاح میں ولی بنایا جائے تو اس کی ولایت درست نہیں ہو گی۔ اگر ایسا آدمی رہ جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اگر اس پر کبھی قابو پا سکے تو مرتد کی طرح اس سے تین دفعہ توبہ کرائی جائے۔ تو اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ قرآن کے ساتھ میرا تلفظ کرنا مخلوق ہے ایسے شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے' تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں مگر قرآن کے ساتھ تلاوت مخلوق ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔

ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔

عبداللہ بن الغفار سے روایت جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے تو جو شخص اسے مخلوق کہے گا وہ کافر ہو گا۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں: اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خبردار اسی کے لئے خلق اور امر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلق اور امر کو الگ الگ ذکر فرمایا اگر اس کا امر جو کن ہے جس سے مخلوق پیدا کرتا ہے یہ لفظ بھی مخلوق ہوتا تو یہ امر کو دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ اور فضول تکرار تھا۔ گویا پھر یوں ہوتا اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْخَلْقُ یعنی خبردار اسی کے لئے ہے خلق اور خلق اور ایسے تکرار سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ابن عباس

جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ یعنی یہ قرآن عربی زبان میں ہے کجی والا نہیں۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ جب ولید بن مغیرہ نے قرآن کے متعلق کہا کہ یہ آدمی کا قول ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سقر کے عذاب کی دھمکی دی اور ڈرایا اور فرمایا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ یعنی (مذکور کافر کہتا ہے) کہ یہ قرآن تو نقل کیا ہوا جادو ہے یہ آدمی کا کلام ہے (اللہ فرماتا ہے) کہ میں اس کو ضرور سقر میں داخل کروں گا۔ اسی طرح جو بھی یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے یا عبارت یا یہ کہے کہ قرآن کے ساتھ میرا تلفظ مخلوق ہے تو جس طرح ولید کے لئے سقر ہے اسی طرح اس کے لئے بھی سقر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ یعنی اگر مشرکین میں سے کوئی آدمی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو اللہ کا کلام سننے تک پناہ دے دے یہاں پر اللہ کا کلام فرمایا "تیرا کلام اے محمد" نہیں فرمایا نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ یعنی ہم نے اس قرآن شریف کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ یعنی وہ قرآن جو سینوں میں اور مصحفوں میں ہے وہ ہم نے لیلۃ القدر میں اتارا۔ اسی طرح اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ...... یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ تم اللہ کے رحم سے نوازے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ۔ یعنی قرآن کو ہم نے جدا جدا نازل کیا تاکہ آپ لوگوں پر اسے آہستگی سے پڑھیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ لوگ اگرچہ حضرت نبی کریم ﷺ کی قرات اور آپ کے الفاظ سنتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ آپ کے تلفظ اور قرات کو قرآن فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان جنوں کی تعریف کی جنہوں نے حضور کی قرات کو سن کر کہا کہ ہم نے وہ قرآن سنا جو ہدایت کی راہنمائی کرتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ یعنی ہم نے آپ کی طرف جنوں کا ایک گروہ اس لئے بھیجا کہ وہ قرآن مجید کو سنیں ایک مقام پر جبرئیل علیہ السلام کی قرات کو بھی قرآن فرمایا تو فرمایا لَا تُحَرِّكْ الخ یعنی اے نبی ﷺ اپنی زبان مبارک کو قرآن پڑھنے میں تیزی سے حرکت نہ دیں تاکہ آپ اس کو جلدی سے محفوظ کرلیں کیونکہ اس کو جمع کرنا اور تیری زبان سے پڑھانا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم پڑھیں تو آپ بھی اس پڑھنے کی پیروی کرتے جائیں۔ اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے والے کو کتاب اللہ کا قاری کہا جائے گا اور جس آدمی نے بات نہ کرنے کی قسم کھائی پھر قرآن مجید پڑھا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم عبارت نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت معاویہ بن حکم کی حدیث میں فرمایا کہ ہماری اس نماز میں آدمیوں کی کلام میں سے کچھ درست نہیں یہ نماز تو قرات، تسبیح، تہلیل، اور تلاوت پر مشتمل ہے۔ یہاں آپ نے بتایا کہ قرآن کی تلاوت ہی قرآن ہے تو معلوم ہوا کہ تلاوت ہی قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ نے نماز میں مومنوں کو قرات کا حکم دیا اور کلام سے روکا۔

فصل:

قرآن کے حروف و اصوات ہوتے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم حروف مفہومہ اور اصوات مسموعہ ہیں کیونکہ گونگا اور خاموش آدمی ان حروف و اصوات کے ساتھ متکلم اور ناطق ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کا کلام اس کی ذات سے الگ نہیں ہوتا جس نے اس ابت کا انکار کیا تو اس کی حس نے مکابرہ کیا اور اس کی بصیرت اندھی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الٓمّٓ ذٰلِكَ حٰمٓ طٰسٓمٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ یعنی یہ کتاب آیات ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حروف کا ذکر فرما کہ انہیں کتاب سے تعبیر فرمایا۔ نیز ارشاد ربانی ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ یعنی اگر زمین کے تمام درخت قلمیں ہو جائیں اور سمندر ان کی سیاہی کا کام دے اور اس کے علاوہ سات سمندر اور بھی ہوں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے بیشمار اور ان گنت کلمات ثابت کئے اس طرح فرمایا قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا الخ یعنی اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائے تو سمندر میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے اگرچہ اتنی سیاہی ہم اور بھی لے آئیں اور نبی ﷺ نے فرمایا قرآن مجید پڑھو یقیناً تمہیں اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور سنو میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف لام اور میم تین حروف ہیں الف کے عوض دس نیکیاں لام کے عوض دس نیکیاں اور میم کے عوض دس نیکیاں ہیں اور یہ سب ملا کر تیس نیکیاں ہوں گی اور نبی ﷺ نے فرمایا قرآن مجید سات قرات پر نازل کیا گیا

جو تمام درست ہیں اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَاِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰی وَنَادَیْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِیًّا (ترجمہ) اور جب تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی اور ہم نے اس طور کے دائیں جانب سے پکارا اور ہم نے اسے سرگوشی کے لئے قریب کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کر) یہ سب کا سب آواز ہی ہے۔ یہ آواز' یہ نام اور یہ صفت اللہ کے سوا فرشتوں اور باقی مخلوق کے لئے جائز نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائے میں آ کر کھلے طور پر کلام کرتے ہوئے فرمائے گا اور وہ بہت سچا ہے) خاموش ہو جاؤ کافی لمبا عرصہ میں تم سے خاموش رہا اور تمہارے اعمال کو دیکھتا رہا اور تمہارے اقوال سنتا رہا تو یہ تمہارے اعمال نامے ہیں جو تم پر پڑھے جا رہے ہیں اب جو اچھائی پالے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو اس کے برعکس پائے تو وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ بخاری نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن انس سے باسناد روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو جمع کرے گا پھر انہیں ایسے آواز سے بلائے گا جس کو دور سے بھی سن سکیں گے جس طرح نزدیک والا آدمی سنتا ہے میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں۔

عبد الرحمٰن بن محمد محاربی حضرت اعمش سے بیان کرتے ہیں اور وہ مسلم بن مسروق سے وہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ تو اس کی آواز تمام آسمان والے سن لیتے ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے اور ان کے دل سکون پاتے ہیں تو آسمان والے ایک دوسرے کو پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا کہا۔ آگے سے دوسرے جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے عبد اللہ بن حارث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وحی کا ذکر اس طرح روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کی وحی کرتا ہے تو تمام آسمانوں والے اس آواز کو اس طرح سنتے ہیں۔ جس طرح پتھر پر پڑنے سے لوہے کی آواز ہوتی ہے تو وہ سب کے سب سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ پھر جب ان کے دلوں میں گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا آگے سے دوسرے جواب دیتے ہیں کہ اس نے سچ فرمایا ہے محمد بن کعب کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ جب آپ سے آپ کے رب نے کلام کی تو آپ نے اس کی آواز کو مخلوق میں سے کسی چیز سے تشبیہ دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے رب کی آواز کو رعد سے تشبیہ دی جبکہ وہ واپس نہیں ہوتی۔ یہ آیات و احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام آواز ہے مگر آدمیوں کی آواز کی طرح نہیں ہے۔ جس طرح اس کی دیگر صفات مثلاً علم' قدرت وغیرہ آدمیوں کی صفات سے مشابہ نہیں ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آواز ثابت کرنے پر تصریح کی ہے۔ فرقہ اشعریہ اس کے برعکس یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اللہ پاک ازل سے ہی متکلم ہے اور اس کا کلام امر و نہی او استخبار کے تمام معانی پر مشتمل ہے۔ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام لگاتار ہے اس میں سکوت اور خاموشی نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا یہ جائز ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو متکلم کہیں اور کیا اس کا خاموش ہونا بھی جائز ہے یا نہیں تو امام موصوف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم تو اجمالی طور پر اللہ تعالیٰ کو ازل سے ہی متکلم کہتے ہیں۔ اگر اس کے سکوت کی کوئی حدیث وارد ہوتی تو ہم اس کو بھی مان لیتے لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور جس طرح چاہتا ہے کلام کرتا ہے

فصل حروف معجم غیر مخلوق ہیں:

اسی طرح حروف معجم بھی غیر مخلوق ہیں چاہے یہ حروف اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہوں یا آدمیوں کے کلام میں اہل سنت کی ایک جماعت نے تو انہیں قرآن مجید میں قدیم اور آدمیوں کے کلام میں محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ ان کی غلطی ہے بلکہ اہل سنت کا ٹھوس اور پختہ قول وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا کہ بلا فرق تمام حروف معجم غیر مخلوق ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کام کو کن (ہو جا) فرماتے ہیں تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ پس اگر لفظ کن کا مخلوق ہے تو ایک اور کن کی ضرورت ہے جس سے یہ کن پیدا کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ غیر متناہی ہو جاتا اور ہم نے اس سے قبل قرآن کے بہت سے دلائل بیان کر دیئے جنہیں پھر نہیں دہراتے۔ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے کہ آپ سے جب عثمان بن عفان نے 'ا' ب' ت' ث آخر حرفوں تک کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا خدا کے نام اللہ سے ماخوذ ہے اور باء اللہ کے نام الباری سے ماخوذ ہے اور تاء اللہ کے نام المتکبر اور ثاء الباعث اور الوارث سے اسی طرح آخر تک حروف اللہ کے ناموں سے ماخوذ ہیں اور ج اللہ کے نام الجلیل سے ماخوذ ہے اسی طرح آخر تک تمام حروف اللہ کے ناموں سے ماخوذ

ہیں۔ یہاں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ یہ حروف اللہ کے ناموں سے ماخوذ ہیں اور وہ آدمیوں کے کلام نہیں ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے حروف ہجا کے قدیم ہونے کے متعلق تصریح کی ہے۔ آپؒ نے اہل نیشاپور اور اہل جرجان کو ایک خط میں فرمایا کہ جو شخص حروف تہجی کی محدث کہے وہ کافر باللہ ہے اور جب اس شخص نے ان حروف پر مخلوق ہونے کا حکم لگادیا تو گویا اس نے قرآن کو مخلوق بنادیا جب امام موصوفؒ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حروف کو پیدا کیا تو لام لیٹ گیا اور الف کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب تک مجھ کو حکم نہ ہو میں سجدہ نہیں کرتا۔ ایسے شخص کے متعلق امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بات کہنے والے کا یہ کفر ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حروف کو حادث نہ کہو کیوں کہ یہود کی پہلی ہلاکت اسی بناء پر عمل میں آئی اور جو آدمی حروف میں سے کسی بھی حرف کے حادث ہونے کا کہے تو گویا اس نے قرآن کو حادث کہا کیوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ حروف قرآن کریم میں قدیم ہیں تو لازماً غیر قرآن میں بھی قدیم ہونگے اس لئے کہ یہ جائز نہیں کہ ایک ہی چیز قدیم بھی ہو اور بعینہ وہی چیز حادث بھی اور اگر یہ کہا جائے یہ حروف قرآن میں حادث ہیں تو یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ قرآن میں ہوناقدیم ہونے کے متعلق ہم پہلے دلائل بیان کر چکے ہیں اب حروف کا قرآن میں قدیم ہونا ثابت ہو گیا تو اسی طرح غیر قرآن میں ہو گا۔ پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے ان کا غیر قرآن میں قدیم ہونا تمام کلاموں کے قدیم ہونے کو لازم کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اس طرح تو جن زبانوں کے حروف تہجی ایسے نہیں ان کا بھی قدیم ہونا لازم آئے گا۔

فصل:

اور ہمارا اعتقاد ہے کہ خداوند کریم کے ننانوے نام ہیں جو آدمی ان کو یاد کرلے وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اور یہ ننانویں نام حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ثابت ہیں آپ نے روایت کی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ننانویں نام ہیں یعنی ایک کم ایک سو جس نے ان کو یاد کیا وہ بہشت میں داخل ہو گا اور یہ جتنے نام ہیں سب کے سب وقتاً فوقتاً قرآن شریف کی متفرق آیتوں میں نازل ہوئے ہیں۔ پانچ تو ان میں سے سورہ فاتحہ میں ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) یا اللہ۔ (۲) یا رب۔ (۳) یا رحمٰن۔ (۴) یا رحیم۔ (۵) یا مالک اور سورہ بقر میں اسماء الٰہی چھبیس ہیں (۱) یا محیط (۲) یا قدیر۔ (۳) یا عظیم (۴) یا حکیم۔ (۵) یا تواب۔ (۶) یا بصیر۔ (۷) یا واسع۔ (۸) یا بدیع۔ (۹) یا رؤف۔ (۱۰) یا شاکر۔ (۱۱) یا اللہ (۱۲) یا واحد۔ (۱۳) یا غفور (۱۴) یا حکیم۔ (۱۵) یا قابض۔ (۱۶) یا باسط۔ (۱۷) یا لاالٰہ الاھو۔ (۱۸) یا حی (۱۹) یا قیوم۔ (۲۰) یا علی۔ (۲۱) یا عظیم۔ (۲۲) یا ولی۔ (۲۳) یا غنی۔ (۲۴) یا حمید اور چار نام سورہ آل عمران میں ہیں جو یہ ہیں (۱) یا قائم۔ (۲) یا وہاب۔ (۳) یا سریع (۴) یا خبیر اور چھ نام سورہ نساء میں ہیں (۱) یا رقیب۔ (۲) یا حسیب۔ (۳) یا شہید۔ (۴) یا غفور۔ (۵) یا مقیت۔ (۶) یا وکیل اور سورہ انعام میں پانچ نام ہیں (۱) یا فاطر۔ (۲) یا قاہر۔ (۳) یا قادر۔ (۴) یا لطیف۔ (۵) یا خبیر اور ۲ سورہ اعراف میں ہیں (۱) یا محی۔ (۲) یا ممیت اور ۲ ہی سورہ انفال میں ہیں (۱) یا نعم المولیٰ۔ (۲) یا نعم النصیر اور سورہ ہود میں سات نام ہیں (۱) یا حفیظ۔ (۲) یا رقیب۔ (۳) یا مجید۔ (۴) یا قوی۔ (۵) یا مجیب (۶) یا ودود۔ (۷) یا فعال اور ۲ سورہ رعد میں ہیں (۱) یا کبیر۔ (۲) یا متعال اور ایک نام سورہ ابراہیم میں ہے (۱) یا منان اور ایک ہی سورہ حجر میں ہے (۱) یا خلاق اور ایک ہی نام سورہ نحل میں ہے (۱) یا باعث اور سورہ مریم میں ۲ ہیں (۱) یا صادق۔ (۲) یا وارث اور ایک نام سورہ مومنون میں ہے (۱) یا کریم۔ اور تین نام سورہ نور میں ہے (۱) یا حق۔ (۲) یا متین۔ (۱) یا نور۔ اور ایک نام سورہ فرقان میں ہے یا ہادی اور ایک ہی سورہ سبا میں ہے یا فتاح اور چار نام سورہ مومن میں ہیں (۱) یا غافر۔ (۲) یا قابل۔ (۳) یا شدید۔ (۴) یا ذوالطول اور تین نام سورہ والذاریات میں ہیں (۱) یا رزاق۔ (۲) یا ذوالقوہ۔ (۳) یا متین اور سورہ طور میں ایک نام ہے یا منان اور ایک ہی سورہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ میں ہے یا مقتدر اور تین سورہ الرحمٰن میں ہیں یا باقی۔ یا ذوالجلال یا ذوالاکرام اور چار نام سورہ حدید میں ہیں یا اول۔ یا آخر۔ یا ظاہر۔ یا باطن اور سورہ حشر میں دس نام ہیں (۱) یا قدوس۔ (۲) یا سلام۔ (۳)۔ یا مومن۔ (۴) یا مہیمن۔ (۵) یا عزیز (۶) یا جبار۔ (۷) یا متکبر۔ (۸) یا خالق۔ (۹) یا باری۔ (۱۰) یا مصور اور دو نام سورہ بروج میں ہیں یا مُبْدِءُ یا معید اور دو نام سورۃ قل ہو اللہ میں ہیں یا احد۔ یا صمد اسی طرح سفیان بن عینیہ کا بیان ہے اور عبداللہ بن احمد ان ناموں سے زائد نام بھی بیان کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں یا مجیب۔ یا قاہر۔ یا فاضل۔ یا خالق۔ یا رقیب۔ یا ماجد۔ یا جواد۔ یا احکم الحاکمین اور ابو بکر نقاش کتاب تفسیر الاسماء والصفات الٰہی میں روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ خداوند کریم کے تین سو ساٹھ نام ہیں۔ اور ان کے سوا دوسرے آدمیوں نے یہ لکھا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کے ایک سو چودہ نام ہیں اور یہ جتنے آدمی روایت کرنے والے ہیں۔ ان سب نے قرآن مجید سے ہی نام شمار کئے ہیں۔ اور اکثر لوگوں نے مکرر ناموں کو بھی گن لیا ہے اور صحیح روایت وہ ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کی ہے۔

ایمان کا بیان

ہمارا اعتقاد ہے کہ تحقیق ایمان اقرار کرنا ہے زبان سے اور معرفت دل سے اور اس کے رکنوں پر عمل کرنا اور نیک کام کرنے سے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور اگر برے کام کئے جائیں تو ان سے ایمان میں ضعف آجاتا ہے۔ اور علم کا حاصل کرنا ایمان کی مضبوطی کا باعث ہے اور اگر جہالت ہو تو اس سے ایمان سست ہوتا ہے اور جو بندے مسلمان ہوتے ہیں ان کے دل میں خداوند تعالیٰ ایمان کے نور کو زیادہ کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اس سے ان کا ایمان بڑھتا ہے اور خوش رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس چیز میں زیادتی کو دخل ہے۔ اس میں کمی کا ہونا بھی ممکن ہے۔ اس لئے ایمان نقصان کو بھی قبول کرنے والا ہے جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ جس وقت ان پر قرآن کی آئتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس وقت ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ یقین کریں کہ جو اس پر ایمان لائے ہیں وہ ایمان میں زیادہ ہوتے ہیں اور ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ اور ابو درداءؓ روایت کرتے ہیں کہ ایمان میں زیادتی بھی ہوتی ہے اور کمی بھی ہوتی ہے اور ابو الحسن اشعری کے پیروؤں نے ایمان کے بڑھنے گھٹنے سے انکار کیا ہے لغت عرب میں ایمان کے معنے ہیں دل کا یقین اور جس چیز پر دل کا یقین ہے اس کا حاصل کرنا اور جاننا۔ اور شریعت میں ایمان کے معنے خدا کے وجود کا یقین رکھنا۔ اور اس کے اسموں اور صفتوں کا پہچاننا۔ اور ان پر یقین کرنا اور فرضوں واجبوں اور نفلوں کا ادا کرنا۔ اور برے کاموں اور گناہوں سے پرہیز رکھنا اور اگر ایمان کو شریعت اور مذہب اور ملت کہا جائے تو جائز ہے کیونکہ ایمان سے خداوند کریم کی بندگی اور اطاعت میں گردن جھکائی جاتی ہے اور برے کاموں اور حرام سے پرہیز کیا جاتا ہے اور یہی ایمان کی تعریف ہے۔ ایمان اسلام کا ایک جزو ہے کیونکہ ہر ایمان اسلام ہے اور ہر اسلام ایمان نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کے معنے ہیں قبول کرنا اور یقین کرنا۔ اور ہر ایک مومن احکام الٰہی کا فرمانبردار اور ان کا قبول کرنے والا ہوتا ہے اور ہر ایک مسلم یعنی اسلام لانے والا اللہ کا یقین کرنے والا نہیں ہوتا۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تلوار کے وار اور اس کے خوف کے سبب سے اسلام کو قبول کرتا ہے پس لفظ ایمان حاوی ہے بہت سے قولی اور فعلوں صفتوں کو اور اس میں خداوند کریم کی تمام عبادتیں شامل ہیں اور لفظ اسلام سے مراد ہے کلمہ شہادت زبان سے کہنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا اور پانچوں وقت کی عبادت کرنا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام دو چیزیں الگ الگ ہیں اور اس کی سند میں عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کو بیان کیا ہے حضرت عبد اللہ ؓ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اسی اثناء میں ایک آدمی آگیا اس نے بہت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کے بال بہت سیاہ تھے اس پر سفر کا کوئی نشان نہ پایا جاتا تھا اور ہم میں سے اس کو کوئی پہچانتا بھی نہ تھا۔ پس وہ آتے ہی رسول مقبول ﷺ کے پاس آمنے سامنے ہو کر بیٹھ گیا اس طرح کہ اپنے گھٹنے آنحضرت ﷺ کے گھٹنوں سے ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے اور پوچھا کہ اے محمد خدا کے رسول اسلام کیا ہے آپ نے جو فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو کلمہ شہادت پڑھے یعنی یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور پانچوں وقتوں کی نماز پڑھتا رہے زکوٰۃ دے رمضان کے روزے رکھے۔ اگر حج کی طاقت ہو تو حج کرے یہ سن کر اس نے کہا اے محمد ﷺ آپ نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اس سے لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ آدمی آپ ہی تو سوال کرتا ہے اور پھر آپ ہی اس کی تصدیق کرتا ہے

اس کے بعد اس نے پھر سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول اب مجھ کو ایمان سے بھی باخبر کر دیجئے کہ ایمان کیا چیز ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے خداوند تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں' اس کے پیغمبروں اور قیامت اور نیکی اور بدی کی تقدیر پر اس نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا ہے پھر پوچھا۔ یا رسول اللہ احسان کیا چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ تو خدا کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو دل میں یقین ہو کہ خداوند کریم تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ آپ قیامت کے دن کا حال بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا حال سوال کرنے والے سے زیادہ مجھ کو معلوم نہیں ہے اس آدمی نے پھر کہا کہ قیامت کی نشانیاں ہی بیان فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ لونڈیاں اپنے آقاؤں کو جنیں گی اور مفلس پاؤں سے ننگے' بدن سے ننگے بکریوں کے چرواہے عالیشان عمارتوں میں فخر کریں گے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا تو مجھ سے رسول مقبول ﷺ نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ یہ سائل کون تھا۔ میں نے کہا کہ خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور تم لوگوں کو دین سکھانے کے لئے آئے تھے اور ایک لفظ یوں ہے کہ جبرئیل ہیں تم کو دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے اور پھر فرمایا کہ جس صورت میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے رہے ہیں۔ میں ان

کو پہچانتا رہا ہوں۔ مگر اس دفعہ اس صورت میں میں ان کو یکایک نہیں پہچان سکا۔ پس تحقیق حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت نبی ﷺ سے دو سوال کئے اور آپ نے دو جواب دے کر اسلام اور ایمان میں فرق دکھلا دیا امام احمدؒ اس مسئلے میں ایک اعرابی کی سند لاتے ہیں۔ جس کو آنحضرت ﷺ نے تلقین کی تھی۔ آپ لکھتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اور آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول فلاں آدمی کو تو نے اس قدر دیا ہے اور مجھ کو اس کے برابر نہیں دیا۔ آپ نے اس کو جواب دیا کہ وہ آدمی مومن تھا۔ اعرابی نے عرض کی۔ کہ میں بھی تو مومن ہوں۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ تو مسلم ہے اور اس مسئلہ میں خداوند تعالیٰ کا قول بھی سنداً بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ اے پیغمبر تو ان کو کہدے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو لیکن کہو ہم اسلام لائے ہیں ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔" اس کو جان لینا چاہئے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے خداوند کریم کا یقین کرے۔ اس کے حکموں کو بجالائے۔ اس کی منع کی گئی چیزوں سے باز رہے اور اپنے آپ کو تقدیر الٰہی کے سپرد کردے۔ خداوند کریم پر کوئی اعتراض نہ کرے جو اس نے وعدے کئے ہیں۔ ان پر کوئی شک اور شبہ نہ لائے۔ خدا پر اعتبار رکھے اور اس پر شاکر رہے اور اپنی قوت پر بھروسہ نہ کرے اور نہ ہی تردد کرے خدا کی بلاؤں پر صابر رہے اللہ جل شانہ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا شکر کرے اور خداوند کریم کی ذات کو پاک جانے۔ اور کسی حال میں اس پر کوئی تہمت نہ لگائے۔ اور صرف اس سے ہی ایمان میں زیادتی نہیں ہوتی کہ صرف روزہ ہی رکھے اور نماز ہی پڑھ لیا کرے۔ لوگوں نے امام احمدؒ سے سوال کیا۔ کہ کیا ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو آدمی ایمان کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ ایسا کہنے سے لوگوں کو وہم میں ڈالنا ہوتا ہے اور اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور ایمان میں قرآن کی تصدیق بھی شامل ہے۔ پس جو ایمان کو مخلوق کہے گا۔ اس کے قول سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ قرآن بھی مخلوق ہے اور جو آدمی یہ کہتا ہے کہ ایمان غیر مخلوق ہے وہ دین میں ایک نئی بات پیدا کرتا ہے کیونکہ قول میں ابہام ہے اور وہ یہ ہے کہ راستہ سے ایذاء کا دور کرنا اور اعضاء کے افعال مخلوق نہیں پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ جو ایمان کو مخلوق کہتے ہیں اور جو غیر مخلوق کہتے ہیں ان دونوں کو رد کیا ہے اور امام احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان کی چند اوپر ستر خصلتیں ہیں۔ اور ان سب سے بہتر کلمہ توحید ہے اور سب سے ادنے درجہ کی خصلت راستہ سے ایذاء کا دور کرنا ہے اور جو آدمی قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ اس کو کافر کہا ہے اور جو غیر مخلوق کہتا ہے اس کو بدعتی کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمدؒ کا مذہب اس پر مبنی ہے کہ جس امر کا قرآن میں کوئی ذکر نہ ہوا اور نہ ہی رسول مقبول ﷺ نے اس کے باب میں کوئی حدیث بیان کی ہو اور صحابہ نے بھی اس کے بارہ میں کچھ نہ فرمایا ہو۔ تو اس میں رائے لگانا بدعت اور دین میں ایک نئی بات کا پیدا کرنا ہے اور کسی مومن کو یہ کہنا جائز نہیں کہ میں یقیناً مومن ہوں بلکہ یہ کہنا مناسب ہے۔ کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں اور فرقہ معتزلہ اس کے مخالف ہے۔ یہ اس واسطے ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی یقینی طور پر یہ کہتا ہے کہ میں مومن ہوں وہ کافر ہوتا ہے حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں مومن ہوں۔ عبداللہ سے لوگوں نے کہا۔ کہ اس آدمی کا یہ اعتقاد ہے کہ میں مومن ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس آدمی سے دریافت کرو کہ یہ بہشت میں ہے یا دوزخ میں۔ پس لوگوں نے اس سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس بات کو تو خدا ہی جانتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ نے اس کو کہا کہ جیسا تو نے دوسری بات کو اللہ کے سپرد کیا پہلی کو کیوں اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کیا۔

اور یقیناً سچا مومن وہی ہے جو خداوند تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اور وہی بلاشبہ بہشتی ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ میں یقیناً بہشتی ہوں وہ ایسا اس صورت میں رہتا ہے کہ اپنے ایمان کو انجام تک پہنچادے اور اس بات کا کسی کو علم نہیں ہے کہ میرا ایمان انجام تک پہنچے گا یا نہیں؟ اس لئے انسان کو لازم ہے کہ خداوند تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور اس کا منتظر اور امیدوار رہے اور بچتا رہے کہ انجام بخیر ہو۔ اور جس طریق پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اسی حالت پر وہ مرتے ہیں اور جس حالت پر مرتے ہیں اسی پر ان کا حشر ہوگا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ فرمایا ہے کہ جس طرح تم زندگانی بسر کرتے ہو اسی پر ہی مروگے اور اسی پر ہی تمہارا حشر ہوگا۔ اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ بندے کے جتنے افعال ہیں نیک اور بد کسب۔ اچھا اور برا کام ان سب کا خالق خداوند تعالیٰ ہی ہے چاہے وہ اطاعت ہے اور چاہے وہ گناہ ہے مگر یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے کے واسطے تم کو خود کہتا ہے اگر معصیت پیدا کی ہے تو اس کے ساتھ تقدیر بھی پیدا کردی ہے اور ہر ایک کی مقدار میں جس قدر روزی ہے اس کو بھی خداوند تعالیٰ نے تقسیم کردیا ہے اور کوئی اس سے کم و بیش نہیں لے سکتا۔ اور نہ ہی اس کو منع کرسکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی سختی واقع ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس میں نرمی کی گنجائش ہے اور جو روزی کل کے واسطے مقرر ہے اس کو کوئی انسان آج نہیں کھاسکتا اور ایک آدمی کا جو حصہ ہے وہ دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہو کر نہیں جاسکتا ہے چاہے کوئی حرام خور ہے اور چاہے کوئی حلال خوردہ' ہر ایک کو برابر روزی دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کے

دن پورے کر جائیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حرام کھانا مباح ہے اور اسی طرح یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کو مار ڈالے تو جان لینا چاہئے کہ اس کی عمر اسی قدر تھی ایسا نہ سمجھیں کہ ابھی اسکی عمر باقی تھی۔ کوئی پانی میں ڈوب کر مر گیا ہے یا دیوار کے نیچے دب کر مرا ہے یا کسی پہاڑ سے گر کر مر گیا ہے یا کوئی درندہ جانور اس کو کھا گیا ہے تو ان تمام صورتوں میں یہی جاننا لازم ہے کہ اس کی دنیاوی زندگی اسی قدر رہی تھی اور قادر مطلق نے اس کی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔

مسلمانوں کے دلوں میں جو ایمان کا نور داخل ہوتا ہے اور کافر لوگ گمراہ ہوتے ہیں تو یہ باتیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس میں کسی کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ اور یہ جتنے فعل ہیں۔ سب اسی پاک پروردگار کے ہیں۔ اور اسی کی صفت کردگاری میں داخل ہیں جو اس کا ملک ہے اس میں کوئی غیر شریک نہیں ہے۔ اور بندوں کو نیک کسب کرنے کی ہدایت کی ہے اور احکام الہی کے موافق بیان کیا گیا ہے کہ یہ کام نیک ہیں اور یہ برے ہیں اگر ایسا کرو گے تو اس میں ثواب پاؤ گے اور ایسا کرو گے تو اس میں عذاب ہو گا۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ اپنے پاک کلام میں وعدہ فرماتا ہے جیسا تم کرتے ہو ویسا ہی تم کو اس کا بدلہ ملے گا اور فرمایا ہے کہ جیسا صبر کرو گے ویسا ہی ثواب پاؤ گے۔ اور دوزخیوں کو ارشاد کیا ہے کہ تم کو دوزخ میں کونسی چیز لائی ہے۔ دوزخیوں نے جواب میں عرض کی۔ کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی فقیروں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور اس کے بعد فرمایا۔ کہ یہ آگ وہی ہے جس کو تم نہ مانتے تھے اور جھٹلاتے تھے۔ اور یہ تم کو اس چیز کا بدلہ ملا ہے جس کو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ اور اس باب میں ایسی ہی اور آیتیں بھی وارد ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جزا کا ملنا افعال پر موقوف رکھا ہے یعنی جیسا کوئی کرے گا ویسا ہی پائے گا اور اس سے بندہ کے واسطے کسب کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور فرقہ جمیہ کے لوگ اس کے برخلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے واسطے کسب کرنا لازمی نہیں ہے کسب ایک دروازہ کی مانند ہے کہ جب کوئی اس کو کھولتا ہے تو اس وقت کھل پڑتا ہے اور جب کوئی اس کو بند کرتا ہے تو اس وقت بند ہو جاتا ہے اور ایک درخت کی مانند ہے کہ جب ہوا اس کو ہلاتی ہے تو اس وقت ہلنے لگ جاتا ہے اور جب نہیں ہلاتی تو اس وقت ساکن رہتا ہے اس فرقہ کے لوگ خداوند کریم کے منکر ہیں۔ اور خدا کی کتاب اور رسول مقبول ﷺ کی سنت کو رد کرتے ہیں اور فرقہ قدریہ کہتا ہے کہ جتنے افعال اور کسب ہیں ان کے پیدا کرنے والے بندے ہیں۔ ان کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔ خداوند کریم ان کو ہلاک کرے یہ رسول مقبول ﷺ کی امت کے مجوس ہیں۔ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور خدا کو عاجزی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ کہ اس کے ملک میں وہ کام جاری ہیں۔ جو اس کی قدرت اور ارادہ میں نہیں ہیں اور اس سے خداوند تعالیٰ بہت بلند ہے۔ اور بہت بزرگ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ جیسا تم کرو گے ویسا ہی تم کو اس کا بدلہ ملے گا۔ پس جب جزا عملوں پر ہوتی ہے تو لوگ بھی اپنے عملوں پر ہی ہیں یعنی جیسے ان کے عمل ہوتے ہیں ویسی ہی ان کی حالت ہوتی ہے اور یہ کہنا جائز نہیں کہ جو وہ پتھروں سے بت بناتے ہیں کیونکہ پتھر جسم ہیں اور بندے ان کو نہیں کرتے اور جو کام ان پر بندے کرتے ہیں وہ واقعی بندوں کے ہیں اس لئے لوگوں کو واجب ہے کہ اپنے اعمال کی حرکات اور سکنات کی طرف توجہ کریں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لوگوں کا ہمیشہ اختلاف رہے گا۔ اگر اختلاف سے بچیں گے تو وہی بچیں گے جن پر خدا کی رحمت ہو گی اور رحمت کے واسطے میں ان کو پیدا کیا ہے خداوند کریم فرماتا ہے کہ انہوں نے خدا کے شریک پیدا کر لئے ہیں۔ کیا ان شریکوں نے اس سے پہلے ایسی پیدائش پیدا کی ہے۔ جو خدا کی مخلوق سے مشابہ ہو کہوا ے محمدؐ ہر شئے کا خالق خداوند تعالیٰ ہے اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے اللہ کے سوائے کوئی اور پیدا کرنے والا ہے جو آسمان اور زمین میں تمہیں روزی دیتا ہے؟ اور اس کے بعد مشرکوں کو یہ ارشاد کیا ہے۔ کہ اگر انہیں بھلائی پہنچتی ہے تو اس کی نسبت تو یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہوئی ہے اور اگر برائی پہنچتی ہے تو اس کو تیری طرف منسوب کرتے ہیں۔ اے محمدؐ ان کو کہدے کہ نیکی اور بدی سب خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس جس قوم کے لوگ بات کو نہیں سمجھتے اس کا کیا حال ہو گا۔ حذیفہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک کاریگر خدا نے پیدا کیا ہے اور اسی نے ہی اس کے کام کو پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ خدا نے اونٹ کے ذبح کرنے والے کو اس کے ذبح کرنے کو پیدا کیا ہے۔ اور ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ حق جل شانہ کہتا ہے۔ کہ نیکی اور بدی کو میں نے ہی پیدا کیا ہے اور جس کے ہاتھوں سے میں نے نیکی کا ہونا مقدر کیا ہے اس کے لئے خوشخبری ہے اور جس کے ہاتھوں سے بدی کا ہونا مقدر کیا ہے وہ ہلاک ہوا امام احمدؒ سے لوگوں نے بندوں کے ان کاموں کی نسبت سوال کیا جن کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے غصے یا رضامندی کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور یہ بھی پوچھا کہ خدا کی طرف سے ان میں سے کونسی چیز ہے اور بندہ کی طرف سے کونسی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا پیدا کرنے والا تو خدا ہے اور عمل کرنے والے بندے ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو آدمی مومن ہوتا ہے چاہے وہ صغیرہ اور کبیرہ گناہ بہت ہی کرے وہ پھر بھی کافر نہیں ہوتا۔ اور

اگر چہ وہ بغیر توبہ کرنے کے دنیا سے چل دے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر خدا کی توحید اور اخلاص سے مرے تو اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو بخشدے اور جنت میں داخل کرے اور اگر چاہے عذاب کرے اور دوزخ میں لے جائے۔ اور تجھے یہ لازم نہیں ہے کہ تو خداوند تعالیٰ اور اس کی مخلوقات کے معاملہ میں دخل دے یعنی جب تک جزا اور سزا کا خاتمہ نہ ہو اس وقت تک اس باب میں اپنی طرف سے رائے زنی نہیں کرنی چاہیئے۔

عذاب کا بیان

ہمارا عقیدہ ہے کہ گناہ کے سبب سے خواہ صغیرہ ہو اور خواہ کبیرہ جو مومن دوزخ میں داخل کیا جائے گا اس کو ہمیشہ کے واسطے اللہ تعالیٰ دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ اس کے واسطے دوزخ ایسا ہو گا جیسا کہ دنیا میں قید خانہ۔ اسی میں وہ آدمی اپنی صغیرہ اور کبیرہ گناہ کی مقدار کے موافق جلے گا۔ اور خداوند کریم کی رحمت سے دوزخ سے نکالا جائے گا۔ ہمیشہ آگ میں نہیں جلے گا۔ اور مومن کے منہ اور سجدہ کے اعضاء کو آگ نہیں جلائیگی۔ کیونکہ دوزخ کی آگ پر ان اعضاء کا جلانا حرام ہے۔ اور جب تک مومن آگ میں رہے گا وہ کسی حال میں اپنے پروردگار کی رحمت سے ناامید نہیں ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ دوزخ کی آگ سے نکل کر بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اور جب بہشت میں جائے گا تو دنیا میں جس قدر اس نے خدا کی عبادت اور بندگی کی ہو گی۔ اس کو موافق اس کے درجے عطا ہونگے اور فرقہ قدریہ اس کے مخالف ہے ان کا قول ہے کہ اگر مومن کبیرہ گناہ کرے تو اس کی عبادتوں کا تمام ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور خارجی بھی ایسا ہی کہتے ہیں خداوند تعالیٰ ان کو ہلاک کرے۔ جو خیر اور شر مقدر کی گئی ہے اور حکم الٰہی کی جو شیرینی اور تلخی ہے مسلمان کو ان پر ایمان لانا واجب ہے اور دنیاوی رحمت کے جو اسباب عطا کئے گئے ہیں ان کو خدوند کریم کی بہت بڑی بخشش سمجھے اور یہ ہرگز خیال نہ کرے کہ یہ اسباب مجھ کو اپنی کوشش سے ملے ہیں۔ اور اس پر ایمان لائے کہ گذشتہ زمانہ میں جو کچھ ہوا ہے اور آخری دور تک جو کچھ ہو گا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے اور اس کے حکم سے ہو گا۔ اور یہ کہ تحقیق خداوند تعالیٰ کی تقدیر سے جو اس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھی ہے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ اور تحقیق اگر تمام مخلوقات چاہے کہ جو کچھ کسی کے مقدر میں لکھا ہے اس سے اس کو زیادہ فائدہ پہنچائے ہرگز نہیں پہنچا سکے گی۔ اور اس طرح اگر خدا کی مرضی کے خلاف کسی کو کچھ ضرر پہنچانا چاہے تو ضرر بھی نہیں پہنچا سکتی۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ تم کو کوئی ضرر پہونچائے۔ تو اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اگر چاہے تو خدا ہی اس کو دور کرے اور اگر وہ تیرے واسطے نیکی نازل کرے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ اپنے بندوں میں سے جس پر وہ چاہتا ہے اس پر اپنا فضل اور بخشش کرتا ہے۔ زید بن عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے مجھے فرمایا۔ کہ انسان کی پیدائش کے وقت چالیس روز تک تو نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں قائم رہتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چالیس رات تک رہتا ہے اس کے بعد وہ نطفہ ایک جما ہوا خون بنا رہتا ہے چالیس روز تک اور اس کے بعد وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہو جاتا ہے اور چالیس روز تک اپنی اس صورت پر ٹھیرا رہتا ہے اور اس کے بعد خداوند کریم کے حکم سے اس کی پیدائش کے ساتھ چار چیزیں یعنی اس کی صورت اور روزی اور عمل اور نیک بختی یا بدبختی لے کر فرشتہ آسمان سے اترتا ہے۔ روز ازل میں جس آدمی کے مقدر میں بہشت لکھا ہے چاہے وہ دنیا میں اہل دوزخ کے کام ہی کرے۔ یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف دو ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جائے تو اچانک تقدیر الٰہی جیسا کہ لوح محفوظ میں اس کے واسطے لکھا گیا ہے سبقت لے جاتی ہے اور وہ جھٹ بہشتی لوگوں کے کام کرنے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ کرتے کرتے بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور جس آدمی کی تقدیر میں دوزخ لکھا ہوا ہے گو وہ بہشتی لوگوں کے کام کرتا رہے اور اس میں اور بہشت کے درمیان صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے تو اچانک تقدیر الٰہی پیش دستی کرتی ہے۔ اور وہ دوزخیوں کے کام کرنے لگ جاتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی آدمی بہشت کے کام کرتا ہے اور لوح محفوظ پر اس کی قسمت میں دوزخ لکھا ہوا ہے تو جب وہ موت کے نزدیک پہنچتا ہے تو اس وقت ان کاموں سے پھر جاتا ہے اور وہ کام کرنے لگ جاتا ہے اور کسی کے مقدر میں یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو اہل بہشت ہیں اور وہ دوزخیوں کے کام کرتا ہے تو جب مرنے کے نزدیک پہنچتا ہے تو اس وقت ان کاموں کو چھوڑ دیتا ہے اور بہشتیوں کے کام کرنے لگ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی حال میں مر جاتا ہے اور مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے عبدالرحمٰن اسلمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت ایک لکڑی پکڑی ہوئی تھی اور اس کے سرے سے زمین کو کرید رہے تھے اچانک آپ نے اپنے سر کو اوپر اٹھایا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا کہ

ایسا کوئی آدمی نہیں ہے کہ دوزخ یا بہشت میں اس کی جگہ مقرر نہیں ہو چکی یہ سن کر حاضرین مجلس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر ایسا حال ہے تو سب کے سب تقدیر کے لکھے پر بھروسا کیوں نہ کریں اور جو عمل کرتے ہیں اس کو ترک کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ عمل کئے جاؤ۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ تقدیر الٰہی کے موافق جو عمل کسی کے واسطے پیدا کیا گیا ہے وہی اس کے واسطے کرنا آسان ہے سالم بن عبداللہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کیا۔ کہ اے رسول مقبول ﷺ جو کچھ میں کرتا ہوں مجھ کو اس کی نسبت خبر کردو کہ جس چیز کے واسطے میں عمل کرتا ہوں وہ وہی ہے جو پہلے میرے مقدر میں لکھی گئی ہے یا وہ میرے عمل کرنے کے بعد لکھی جاتی ہے اس کے جواب میں اپنے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند تعالیٰ اس سے اول روز ہی فارغ ہو چکا ہے عرض کی کہ اگر ایسا ہے تو ہم اسی چیز پر ہی قناعت کیوں نہ کریں اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ اے ابن خطاب تم عمل کرو۔ کیونکہ جو چیز کسی کے واسطے پیدا کی گئی ہے وہ اس کے واسطے آسان کی گئی ہے اور جو آدمی نیک کام کرنے والا ہوتا ہے وہ اہل سعادت میں سے ہوتا ہے اور جو آدمی اہل شقاوت یعنی بدبخت ہوتے ہیں وہ وہی کام کرتے ہیں۔ جو بدبختی لانے والے ہوتے ہیں اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے پروردگار کو اپنی سر کی انہی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے نہ ان آنکھوں سے جو دل میں ہیں۔ اور نہ خواب میں کیونکہ جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے اس قول کی تفسیر میں کہ پیغمبر ﷺ نے خدا کو دوسری مرتبہ دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار کو روبرو بالمشافہ دیکھا اور اس میں کوئی شک نہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک آپ نے فرمایا ہے کہ میں سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک اس طرح دیکھا کہ مجھ پر اس کے چہرے کا ایک نور ظاہر ہوا۔ اور اللہ جل شانہٗ کے اس قول کی تفسیر میں کہ ہم نے جو تجھے خواب دکھلائی ہے ہم نے لوگوں کا اس سے امتحان کیا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ رویا یہ تھا کہ شب معراج کو حضرت نے جو کچھ دیکھا اپنی آنکھوں سے دیکھا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خلت کا مرتبہ جو دوستی سے مراد ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو عطا ہوا۔ اور بات چیت کرنے کی عزت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دے گئی۔ اور حضرت ذوالجلال کا پر انوار دیدار رسول مقبول یعنی محمد ﷺ کے نصیب ہوا۔

مگر اس کی روایت میں رویت سے انکار کیا گیا ہے اور اگر ان دونوں روایتوں کو ایک جگہ کر کے دیکھا جائے تو نفی پر اثبات رویت کو مقدم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے اور ابوبکر بن سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے خدائے بزرگ اور برتر کو گیارہ دفعہ دیکھا ہے نو دفعہ تو معراج کی رات میں اور یہ سنن نبوی سے ثابت ہے جب کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے پروردگار کے درمیان نماز کی تخفیف کے واسطے آمد و رفت کی۔ اور پچاس وقت کی نماز سے پانچ وقت کی نماز ہوئی اور دو دفعہ رویت کا ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ منکر اور نکیر ہر ایک کے پاس سوائے نبیوں کے آتے ہیں آکر سوال کرتے ہیں اور اس کا امتحان کرتے ہیں کہ وہ کونسا دین رکھتا ہے اور یہ دونوں فرشتے قبر میں آتے ہیں اس وقت مردے میں جان ڈال دی جاتی ہے اور اس کو اٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے اور جب سوال و جواب ہو چکتا ہے تو بلا تکلیف اس کی جان پھر نکال لی جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اگر کوئی میت کی زیارت کے واسطے جاوے تو وہ اس کو پہچانتی ہے اور یہ پہچان جمعہ کے دن سورج نکلنے کے بعد اور اس کے ڈوبنے تک زیادہ رہتی ہے اور قبر میں ہی گنہگاروں اور کافروں کے واسطے قبر کے عذاب اور اس کی تنگی کے ہونے پر ایمان لانا واجب ہے اور اسی طرح ایمانداروں اور عابدوں کے واسطے نعمت کا عطا ہونا۔

اور فرقہ معتزلہ کے لوگ اس کے خلاف ہیں یہ قبر کے عذاب و نعماء اور منکر اور نکیر کے سوال کے منکر ہیں۔ اور اہل سنت خداوند تعالیٰ کے قول سے ثابت کرتے ہیں کہ منکر اور نکیر کا سوال قبر میں ضرور ہوگا۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور اس کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ حیاۃ الدنیا یعنی دنیا کی حیاتی سے مقصود روح کے نکلنے کا وقت ہے اور فی الآخرۃ سے مراد منکر نکیر کے سوال کرنے کا وقت ہے۔ ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جب کوئی آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس وقت دو سیاہ رنگ کے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں گیری ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام تو نکیر ہے اور دوسرے کا نام منکر ہے۔ یہ اس سے پوچھتے ہیں کہ اس مرد یعنی رسول اللہ کے حق میں تو کیا کہتا تھا۔ پس اس وقت وہ وہی کہتا ہے جو دنیا میں آنحضرت ﷺ کے حق میں کہا کرتا تھا۔ اگر وہ مسلمان ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مرد خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اس کا بندہ ہے اور رسول اور وہ دونوں کہیں گے۔ کہ ہم بھی جانتے ہیں کہ تو یہی کہیگا۔ اور پھر اس کی قبر ستر در ستر ہاتھ یعنی چار ہزار نو سو مربعہ ہاتھ فراخ اور منور کی جائے گی۔ اور پھر اس کو کہیں گے۔ کہ اب تو سو رہ۔ اس وقت وہ کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دو۔ کہ میں اپنے اہل کی طرف

جا کر ان کو خوشخبری دوں لیکن فرشتے اس کو کہتے ہیں کہ تو ایسے سورہ جیسی کہ وہ دلہن سوتی ہے۔ جس کو اس کا پیارا خاوند ہی جگاتا ہے اور تم کو خداوند تعالیٰ ہی اس خوابگاہ سے اٹھاوئے گا اور اگر وہ منافق ہوگا تو کہے گا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ دنیا میں لوگوں کو اس کی نسبت کچھ کچھ کہتے سنا کرتا تھا۔ اور وہی میں بھی کہا کرتا تھا۔ پس فرشتے اس کو کہیں گے کہ ہم جانتے تھے تو ایسا ہی کہے گا۔ اس کے بعد زمین کو حکم ہوتا ہے کہ تو اس کو شکنجہ کی مانند دبا۔ پس وہ اس کو ایسے دباتی ہے کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جاتی ہیں۔ اور اسی طرح وہ ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہتا ہے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ اس کو اس کی خوابگاہ سے اٹھاتا ہے اور اس مسئلہ کے اثبات میں عطا ابن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمرؓ تیرا اس وقت کیا حال ہوگا۔ جب کہ تیرے واسطے زمین طول میں تو صرف تین گز اور ایک بالشت اور عرض میں صرف ایک گز اور ایک بالشت تجویز ہوگی۔ اور تیرے خویش تجھے نہلا کر کفن دیں گے اور خوشبو لگائیں گے اور پھر تیرا جنازہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ تجھے دفن کریں گے۔ اور دفن کرنے کے بعد واپس آجائیں گے۔ اور پھر دو شخص آکر سوال کریں گے ان میں سے ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نکیر ہے ان کی آواز رعد کی سی اور آنکھیں اچک لے جانیوالی بجلی کی مانند چمکتی ہونگی۔ اور ان کے بال لٹکتے ہونگے وہ تجھ کو گھبرائینگے اور ڈرائینگے اور وہ تجھ سے پوچھیں گے کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا دین کیا ہے۔ عمرؓ نے عرض کی۔ کہ اے خدا کے پیغمبرؐ اس وقت میرا وہی دل اس کے ساتھ ہوگا جو آج میرے ساتھ ہے۔ آپنے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بس یہی میرے واسطے کافی ہوگا۔ اور یہ اس بات کے ثبوت کے واسطے صریح اور کافی دلیل ہے کہ سوال و جواب جان ڈالنے کے بعد ہی ہوگا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔ کہ میرے ساتھ میرا دل ہوگا۔ پس پیغمبر ﷺ نے جواب دیا۔ کہ ہاں اور منہال بن عمروؓ اور براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں۔

ہم رسول مقبول ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کے ساتھ اس کی قبر پر پہنچے۔ مگر ابھی اس وقت تک قبر تیار نہیں ہوئی تھی۔ پس رسول مقبول ﷺ بیٹھ گئے اور ہم سب آنحضرت ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ اس وقت ہم لوگوں پر آپ کی ہیبت ایسی طاری تھی کہ ہم سب خاموشی کی حالت میں اس طرح خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر جانور بیٹھا ہوا ہے اور رسول مقبول ﷺ نے مبارک ہاتھوں میں ایک چھڑی پکڑی ہوئی تھی اور اس۔ سے آپ زمین کو کرید رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنے سر کو اٹھایا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ قبر کے عذاب سے میں خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگتا ہوں آپنے اس کلمہ کو دو یا تین دفعہ فرمایا۔ اور اس کے بعد ارشاد کیا کہ جب کوئی مومن دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے اور دنیا کے تعلقات کو چھوڑتا ہے تو اس پر خوبصورت فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جن کے منہ آفتاب کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ اور ان کے پاس بہشتی کفن اور بہشتی خوشبو بھی ہوتی ہے اور آکر اس آدمی کے روبرو اس کی نظر کے انتہا پر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور اس کو کہتا ہے کہ اے پاک اور آرام کرنے والے نفس اپنے پروردگار کے حکم کے موافق اس کی بخشش اور رحمت کی طرف نکل۔ اس لئے بڑے آرام اور آسانی کے ساتھ اس کی جان اس کے جسم سے اس طرح باہر آتی ہے جیسے کسی برتن میں سے پانی کا قطرہ ٹپک پڑتا ہے اور وہ فرشتے جو پاس کفن لے کر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں وہ جھٹ اس جان کو اپنے ہاتھوں پر اچک لیتے ہیں اور ایک لحہ بھر بھی ملک الموت کے پنجہ میں اس کو نہیں رہنے دیتے اور وہ خوشبودار کفن اس کو پہنا دیتے ہیں اور اس میں سے ایسی خوشبو آتی ہے کہ وہ کستوری سے بھی بہتر ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس جیسی خوشبو زمین پر پیدا ہی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد اس کو اوپر لے جاتے ہیں اور جب لئے ہوئے فرشتوں کی جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں۔ تو اس وقت وہ فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ خوشبو کس چیز سے آرہی ہے ان کو جواب دیا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں سے اور اچھے نیک ناموں سے اس کا نشان دیتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں اور جب دنیا کے آسمان پر پہنچتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھلوانے کے واسطے کہتے ہیں تو فوراً آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دنیا کے آسمان کے فرشتے اس کی پیشوائی کو آتے ہیں اور دوسرے آسمان تک اس کے ہمراہ جاتے ہیں اور اسی طرح اس روح کو لئے ہوئے ساتویں آسمان پر جا پہنچتے ہیں۔ اور جب وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دفتر علیین میں اس کا نام لکھ لو اور زمین کی طرف پھر لے جاؤ زمین سے ہی ہم نے ان کو پیدا کیا۔ اور اسی کی طرف ہم ان کو لوٹاتے ہیں اور پھر اسی سے ہی ان کو دوسری مرتبہ نکالیں گے۔ اس لئے فرشتے اس کی روح کو اس کے جسم کی طرف لاتے ہیں۔ اور ان کے سوا دو فرشتے اور بھی اس وقت آکر حاضر ہو جاتے ہیں اور آکر یہ سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میرا پروردگار خداوند کریم ہے اور میرا دین اسلام ہے اس کے بعد فرشتے پوچھتے ہیں کہ محمد ﷺ کے حق میں تو کیا کہتا ہے وہ ان کو جواب دیتا ہے کہ وہ خداوند کریم کا رسول ﷺ ہے۔ اور سچے دین کو ہمارے واسطے لایا ہے اس کے بعد فرشتے پھر سوال کرتے ہیں کہ یہ باتیں تجھے

کس نے بتلائیں وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اور اس پر میرا ایمان ہے اور اس کو میں سچا جانتا ہوں۔ اس وقت آواز دینے والا آسمان سے آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ اس کے واسطے بہشت کا بچھاؤنا بچھادو۔ اور اس کو بہشت کا لباس بھی پہنادو اور بہشت کے جتنے دروازے ہیں وہ سب اس کے واسطے کھول دو۔ تاکہ اس کو بہشت کی ہوا اور خوشبو پہنچے۔ اور اس کی قبر وہاں تک کشادہ کی جاتی ہے۔ جہاں تک کہ اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ اور ایک خوبصورت آدمی جس سے خوشبو آرہی ہوتی ہے وہ اس کے پاس حاضر ہوتا ہے۔ اور آکر کہتا ہے کہ میں تجھے ایسی چیز کی خوشخبری دیتا ہوں جو تجھ کو خوشحال کریگی اور جو تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اس وعدہ کا دن یہ ہے وہ روح اس شخص سے پوچھتی ہے کہ آپ کون ہو وہ جواب دیتا ہے۔ کہ میں تیرا صالح عمل ہوں اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ اے رب العالمین اب تو قیامت کو قائم کردے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کافر مرنے لگتا ہے۔ اور اس کا وقت اخیر نزدیک پہنچتا ہے۔ اور دنیا کے تعلقات اس سے ٹوٹنے لگتے ہیں۔ تو اس پر اس وقت خداوند تعالیٰ آسمان سے دو فرشتے اتارتا ہے۔ جن کے منہ سیاہ اور ہیبت ناک ہوتے ہیں۔ ان کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے۔ پس وہ اس کی آنکھوں کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے اور وہ اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور اس کو کہتا ہے کہ اے پلید نفس خداوند کے غصے اور غضب کی طرف نکل۔ پس اس کا نفس تمام اعضاؤں میں پراگندہ ہو جاتا ہے اور ملک الموت اس کے نفس کو اس طرح کھینچتا ہے۔ جیسے بھیگی ہوئی اون میں سے سیخ کھینچی جاتی ہے۔ پس اس کی تمام رگیں اور پٹھے ٹوٹ جاتے ہیں۔ پس وہ اس کو لے کر اس ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس وقت اس سے سڑے ہوئے گندے مردہ کی سی بدبو آتی ہے۔ اور پھر جب وہ اس کو اوپر لے جاتے ہیں تو فرشتوں کی ہر ایک جماعت ان سے پوچھتی ہے۔ کہ یہ کون ہے۔ جس سے ایسی گندی بدبو آتی ہے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور بہت ہی برے ناموں سے اس کا نشان اور پتہ بتلاتے ہیں۔ اور جب دنیا کے آسمان کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور اس کے دروازوں کو کھلوانا چاہتے ہیں۔ تو اس کے واسطے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ پس رسول ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ پس خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا نام سجین والوں میں لکھ لو۔ پھر اس کی روح زمین کی طرف پھینک دی جاتی ہے۔

پھر رسول مقبول ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے۔ اس کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ وہ آسمان سے گرایا جاتا ہے۔ اور پرندے اس کو اچک لیتے ہیں یا ہوا اس کو ایک دور جگہ میں پھینک دیتی ہے۔ یعنی اس کی روح مردود اس کے جسم میں پھر داخل ہو جاتی ہے۔ اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس کو بٹھلا دیتے ہیں۔ اور اس سے سوال کرتے ہیں تیرا پروردگار کون ہے وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے میں اس کو نہیں جانتا۔ اس کے بعد اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے۔ کہ ہائے ہائے مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اس کے بعد یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ تو اس مرد کے حق میں کیا کہتا ہے۔ جس کو اللہ نے تمہارے درمیان بھیجا تھا۔ اس کا جواب بھی وہ دیتا ہے کہ ہائے افسوس مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ اس کے بعد ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا ہے اس کے واسطے آگ کا بچھونا بچھادو۔ اور آگ کے ہی اس کو کپڑے پہناؤ۔ اور اس پر دوزخ کا دروازہ کھول دو تاکہ اس کو گرم ہوا اور خوب گرمی پہنچے۔ اور اس آدمی کی قبر اس قدر تنگ ہوتی ہے کہ اس میں اس کی ہڈیاں ٹوٹ کر درہم برہم ہو جاتی ہیں۔ پھر ایک بدصورت آدمی اس کے پاس آتا ہے اور اس نے ایسے گندے اور غلیظ کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ ان میں سے بڑی بو آتی ہے یہ آتے ہی اس روح کو کہتا ہے۔ کہ تیرا برا ہو جس دن کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ دن یہی ہے روح پوچھتی ہے کہ تو کون ہے وہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں تیرے برے اعمال ہوں پس یہ مردود روح کہتی ہے کہ اے پروردگار قیامت کا دن آتا ہی نہ پائے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب کسی مسلمان کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی قبر یہاں تک کشادہ ہو جاتی ہے۔ کہ ستر گز تو وہ چوڑی ہو جاتی ہے اور ستر گز ہی وہ لمبی ہو جاتی ہے اور اس کے اوپر خوشبوئیں چھڑکی جاتی ہیں۔ اور اس کو ریشم کا جنتی لباس پہنایا جاتا ہے۔ اور اگر قرآن شریف سے کچھ اس کو یاد ہوتا ہے تو اسی کا نور ہی اس کو کفایت کرتا ہے اور اگر قرآن سے کچھ یاد نہیں ہوتا۔ تو اس کی قبر میں ایسی روشنی کی جاتی ہے جیسی کہ آفتاب کی ہوتی ہے۔ اور پھر وہ اس میں اس طرح ہوتا ہے جیسے وہ دلہن جس کو اس کا بڑا پیارا ہی جگاتا ہے۔ اور وہ اس حالت میں جاگتی ہے کہ ابھی نیند سے سیر ہی نہیں ہوئی۔ اور جب کافر قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی قبر اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے۔ کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ کر اس کے پیٹ میں چلی جاتی ہیں۔ اور اس کے پاس سانپ بھیجے جاتے ہیں جو اونٹ کے برابر ہوتے ہیں وہ اس کے گوشت کو کھاتے ہیں۔ اور یہاں تک نوچتے ہیں کہ اس کی ہڈیوں پر ذرا بھی گوشت باقی نہیں چھوڑتے اور وہ بہرے اور گونگے اور اندھے شیطان اس کے پاس بھیجے جاتے ہیں جن کو مردود کہا گیا ہے۔ اور ان شیطانوں کے ہاتھوں میں لوہے کی ہتھوڑیاں پکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ان ہتھوڑیوں سے اس آدمی کو

خوب کوٹتے ہیں اور اس شدت سے مارتے ہیں کہ ان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی اور نہ ہی اس پر ان کو رحم آتا ہے اور صبح اور شام آگ ان کے پیش کی جاتی ہے۔ پس ان حدیثوں سے قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جس کو سولی پر چڑھایا جاتا ہے یا کوئی جل مرتا ہے یا پانی میں ڈوب جاتا ہے یا اس کو درندے پھاڑ کر کھا جاتے ہیں یا پرندے اس کا گوشت نوچ کر لے جاتے ہیں۔ اگر اس صورت میں اس کے پوست اور گوشت کے پراگندہ اجزا کیونکر اکٹھے ہو سکتے ہیں (اور منکر اور نکیر اس سے قبر میں آکر کیونکر سوال کر سکتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے عذاب قبر اور اس میں منکر اور نکیر کے سوال اور جواب کو اس طریق پر بیان کیا ہے جیسے مخلوق کی عادت اور اس کا طریق عمل ہے یعنی ان کا قبروں میں دفن کرنا۔ اگر کسی مردہ کے اجزا اس دور اور نادر طریق سے پراگندہ ہو جائیں۔ تو خداوند تعالیٰ اس کی روح کو زمین پر بھیج دے اور اس سے سوال کیا جائے۔ اور اگر عذاب کے لائق ہو۔ تو اس کو عذاب ملے۔ اور اگر نعمت پانے کے لائق ہو تو نعمت حاصل کرے جیسا کہ کافروں کا حال ہے کہ ہر روز صبح و شام ان کی روح پر دو دفعہ عذاب نازل ہوتا ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اور جب قیامت ہو گی۔ تو اس وقت ان کو مع جسم کے دوزخ میں داخل کیا جائے گا جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر صبح و شام وہ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ اور جب قیامت قائم ہو گی تو اس دن ہم فرمان دیں گے کہ فرعون کی اولاد کو بڑے سخت عذابوں کے ساتھ دوزخ میں داخل کرو۔ اور جو لوگ شہید اور مومن ہیں ان کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں رہتی ہیں اور بہشت میں پھرتی رہتی ہیں اور عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں قیام کرتی ہیں۔ اور جب دوسری دفعہ صور کو پھونکیں گے۔ تو اس وقت زمین پر اتر کر اپنے اپنے جسموں میں آجائینگی اور پھر قیامت کے روز حساب و کتاب کے واسطے پیش ہونگی

جیسا کہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالبوں میں رکھا ہے۔ اور وہ بہشت میں چرتی پھرتی ہیں۔ اور نور کی قندیلوں میں عرش کے نیچے رہتی ہیں اور جب ان کو عمدہ کھانا ملتا ہے۔ اور پاک اور خوشگوار پینے کی چیزیں عطاء ہوتی ہیں اور آرام حاصل ہوتا ہے تو اس وقت کہتے ہیں کہ کوئی ہے جو ہمارے بھائیوں کو خبر دے کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں اور یہاں خوب روزی پاتے ہیں اور تم جہاد کو ہرگز ترک نہ کرنا اور کافروں سے لڑتے رہنا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بہت سچ بولنے والا اور میں ان کو پہنچانے والا ہوں۔ اور اللہ ہوں۔ اور اللہ نے ان کے واسطے اتارا ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں۔ ان کو مردہ مت سمجھو۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور حق تعالیٰ اپنے فضل سے جو چیز ان کو دیتا ہے اس سے خوش ہیں۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ مومن اور کافر کے جسم کے ایک حصہ سے سوال اور جواب ہو اور اس کو عذاب دیا جائے اور ایک حصہ کو نعمت دی جائے اور اس سے کچھ باز پرس نہ ہو اور ایک حصہ جسم کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے وہ گویا پورے جسم کے ساتھ ہوا ہے اور بیان ہوا کہ خداوند تعالیٰ سوال و جواب اور دبانے کے عذاب کے واسطے پراگندہ جزوں کو جمع کرتا ہے۔ جیسا کہ حشر کے دن ہو گا۔ حساب و کتاب کے واسطے پراگندہ چیزیں جمع ہو کر اٹھینگی۔ قبروں سے مردوں کے اٹھنے اور ان کے پراگندہ اجزاء کے جمع ہونے پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً قیامت آنے والی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور جو مخلوق خاک میں مل گئی ہے۔ سب کو خداوند تعالیٰ اٹھائے گا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح پھر پیدا کرے گا اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ تمہارے جسم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور پھر تم کو خاک میں ہی بھیجیں گے۔ اور پھر اسی سے تم کو نکالیں گے۔ جو لوگ خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں حق تعالیٰ ان کو پھر اٹھائے گا اور جمع کر دے گا۔ تاکہ انہیں ان کی کوشش کا بدلہ دے۔ اور جن لوگوں نے برے عمل کئے ہیں انہیں ان کے برے عملوں کی سزا دے گا۔ اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کو ان کی نیکی کی جزا ملے گی۔ اور ان پر احسان کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس خدا نے تم کو پیدا کیا ہے وہی تم کو مار یگا اور وہی تم کو پھر زندہ کرے گا۔ اور جس کو پہلے مخلوق کے پیدا کرنے پر قدرت ہے اس کو پھر بھی یہ قدرت حاصل ہے۔ اور گروہ معطلہ کے لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے حشر سے انکار کیا ہے جن لوگوں نے کبیرے اور صغیرے گناہ کئے ہیں ان کے حق میں پیغمبر ﷺ کی شفاعت کا قبول ہونا۔ اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور جب گنہگار دوزخ میں جانے لگیں گے تو جانے سے پہلے محمد مصطفےٰ ﷺ دوسرے پیغمبروں کی امتوں کے سب مسلمانوں کے واسطے سفارش کریں گے۔ اور امت کے گنہگار آپ کی شفاعت کے سبب بخشے جائیں گے اور ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ اور حضرت ﷺ کی سفارش کے سوا آپ کی امت کے جو مومن اور صالح لوگ ہیں ان کی سفارش سے بھی دوزخیوں کو دوزخ سے نجات حاصل ہو گی۔ اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچے گی۔ کہ محمد ﷺ کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اگر کسی کے دل میں

ایک ذرہ بھی ایمان ہوا اور ساری عمر میں ایک دفعہ بھی کلمہ توحید کو پڑھا ہوگا تو وہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ مگر فرقہ قدریہ کے لوگ اس کے خلاف ہیں کیونکہ یہ شفاعت ہونے کے قائل نہیں۔ اس سے انکار رکھتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں اس گروہ کو جھوٹا فرماتا ہے۔ ان کے حق میں کہا ہے کہ کوئی تمہاری شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی دوست ہو جو تمہارا غم کھائے اور ان کا مقولہ ہے۔ کہ آیا کوئی ہماری شفاعت کرنے والا ہے جو ہماری شفاعت کرے اور فرمایا ہے کہ شفاعت کرنے والے کی شفاعت ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اور خداوند تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن شفاعت ہوگی۔ اور اسی طرح حدیث سے بھی شفاعت کا ہونا ثابت ہے۔ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس کے واسطے زمین کو شق کیا جائے گا۔ وہ میں ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ اور تمام لوگوں کا میں سردار ہوں۔ اور اس پر بھی مجھ کو فخر نہیں ہے اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ پکڑا ہوا ہوگا۔ اور اس پر بھی میں فخر نہیں رکھتا۔ اور وہ میں ہی ہوں گا جو سب سے پہلے بہشت میں جاؤں گا اور اس کا بھی میں فخر نہیں کرتا ہوں۔ اور تمام لوگوں سے پہلے بہشت کے دروازہ کی زنجیر میں ہی ہلاؤں گا۔ اور مجھے بارگاہ ربانی میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اور دیدار حق کا شرف دیا جائے گا۔ اور میں اس کے آگے سجدے میں گر پڑوں گا۔ اس وقت خداوند تعالیٰ فرمائے گا اے محمد مصطفےٰ اپنے سر کو اٹھاؤ شفاعت کر تو جو شفاعت کرے گا۔ پس اس کو قبول کروں گا۔ اور جو کچھ تو مانگے گا۔ وہ تم کو دیا جائے گا۔ اس لئے میں سر کو اٹھاؤں گا اور یہ عرض کروں گا امتی امتی اور میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع رکھوں۔ خداوند جل شانہ ارشاد فرمائیگا۔ کہ جا کر دیکھ۔ اگر کسی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے تو اس آدمی کو دوزخ سے نکال لے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ فرمائیں گے۔ کہ میں اپنی امت کے اس قدر آدمیوں کو نکالوں گا کہ وہ پہاڑ کی اونچائی کے برابر ہونگے۔ اس کے بعد دوسرے پیغمبر مجھے کہیں گے۔ کہ اب پھر خداوند کریم کی خدمت میں جاؤ اس کی درگاہ میں جا کر مغفرت اور بخشش کی درخواست کرو۔ میں ان کو جواب دونگا۔ کہ میں اتنی دفعہ اپنے پروردگار کی طرف گیا ہوں کہ اب شرمندہ ہوتا ہوں۔ جابر بن عبد اللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں سے گناہ کبیرہ سرزد ہوئے ہیں۔ میرے لئے ان کی شفاعت کرنی ضروری ہے۔ اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ خداوند کریم کی مستجاب الدعوات درگاہ میں ہر ایک پیغمبر کی ایک دعا ضرور قبول ہے۔ اور باقی نبیوں میں سے ہر ایک نبی نے اپنی دعا مانگنے میں جلدی کی ہے۔ مگر میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کے واسطے رکھ چھوڑا ہے۔ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کی درخواست کرونگا۔ اور خدا نے چاہا تو میری دعا اس شخص کے حق میں قبول ہو جائے گی۔ جس نے اپنی زندگی میں کسی کو خداوند تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا۔

اور انس انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین کی سطح پر جس قدر پتھر اور ڈھیلے موجود ہیں ان کے شمار سے زیادہ لوگ میری شفاعت سے بخشے جائیں گے اور آپ جو شفاعت فرمائیں گے تو وہ میزان عدل اور پل صراط پر ہوگی۔ اور ہر ایک پیغمبر کے واسطے اسی طرح ہی شفاعت ہوگی۔ حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کی جناب میں عرض کریں گے۔ کہ اے میرے پروردگار۔ اے اللہ تو نے بنی آدم کو جلا دیا۔ اللہ پاک ان کی دعا قبول کر کے فرمائے گا۔ کہ اگر کسی کے دل میں گیہوں یا جو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے۔ تو میں نے اس کو بخش دیا۔ اے دوزخ سے نکال لو۔ اور اسی طرح دوسرے صدیق اور صالح لوگ بھی شفاعت کریں گے۔ ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک پیغمبر کے واسطے ایک بخشش ہے اور جو بخشش میرے واسطے مخصوص ہے۔ میں نے اس کو امت کے واسطے محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ اور میری امت کے آدمی ایسے ہونگے کہ ایک آدمی ایک قبیلہ کی شفاعت کرے گا۔ اور اس کے واسطے اس قبیلہ کو بخشا جائے گا اور داخل بہشت ہوگا۔ اور ایک آدمی ایسا ہوگا کہ وہ لوگوں کی ایک جماعت کی سفارش کرے گا۔ اور اس کی شفاعت کے سبب خداوند کریم اس کو بہشت عطا فرمائے گا اور ایک آدمی تین آدمیوں کے واسطے سفارشی ہوگا۔ اور ایک دو شخصوں کی شفاعت کرے گا۔ اور ایک آدمی ایک کی۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی ایک قوم ایسی ہوگی۔ کہ اس پر عذاب نازل ہو رہا ہوگا۔ اور خداوند کریم کی رحمت سے اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت پر وہ بہشت میں داخل ہو جائیگی۔ اور اویس قرنی کی یہ مشہور روایت ہے کہ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل بھن کر بالکل خاک سیاہ ہو چکے ہونگے۔ ان پر بھی خداوند تعالیٰ اپنا احسان اور فضل کرے گا۔ ان کو محض اپنے کرم سے دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل فرمائے گا۔ اور حسنؓ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ہمیشہ اپنے پروردگار سے شفاعت کی درخواست کرونگا۔ اور وہ شفاعت کو قبول فرمائیگا اور میں یہاں تک اس کی جناب میں عرض کرونگا کہ اے اللہ اگر کسی نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی کلمہ توحید پڑھا ہے تو اس کے حق میں میری سفارش قبول کر لے۔ اس کے جواب میں

خداوند تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ اے محمدؐ یہ تیرا منصب نہیں ہے اور نہ ہی کسی دوسرے آدمی کا۔ یہ خاص میرا کام ہے میں اپنی عزت اور اپنے جلال اور اپنی رحمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس آدمی نے کلمہ توحید پڑھا ہے اور مرتا ہوا ایمان کے ساتھ مرا ہے میں اس کو دوزخ میں نہیں رکھونگا۔ اور واجب ہے پل صراط پر ایمان لانا۔ اور پل طراط ایک پل ہے جو دوزخ کی پیٹھ کے اوپر سے گذرتا ہے جب لوگ اس کے اوپر سے گذرنے لگیں گے تو جس کو چاہے گا اس کو خداوند کریم دوزخ میں پھینک دئے گا۔ اور جس کو چاہے گا اس کو دوزخ سے پار اتار دئے گا اور جو لوگ مسلمان ہیں جس قدر انہوں نے نیک عمل کئے ہیں۔ ان کے موافق ان کو نور عطاء کیا جائے گا اور یہ لوگ گروہ در گروہ ہوں گے۔ ان میں سے بعض تو سوار ہوں گے اور بعض دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے اور بعض گھٹنوں اور بعض چوتڑوں کے بل چلیں گے۔ اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ پل طراط کے اوپر کانٹے اگے ہوئے ہیں۔ اور وہ کانٹے ایسے ہیں جیسے کہ سعدان کے کانٹے ہوتے ہیں۔ اور آپ نے پوچھا۔ کہ تم سعدان کے کانٹوں کو جانتے ہو۔ ہم نے عرض کی کہ ہاں جانتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ کانٹے سعدان کے کانٹوں کی مانند ہیں۔ اور ان کی لمبائی کسی کو معلوم نہیں وہ خدا کو ہی معلوم ہے۔ اور وہ کانٹے ایسے ہیں کہ لوگوں کو کھینچ لینگے۔ اور بعض لوگوں کا یہ حال ہوگا۔ کہ وہ اپنے برے عملوں کے باعث سخت ہلاکت میں گرفتار ہونگے۔ اور بعض کے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے۔ اور بعض آدمیوں کے جسم رائی کی طرح ریزہ ریزہ کئے جائینگے۔ اور آخر کار اس عذاب سے نجات پالینگے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ کانٹے صرف اس واسطے ہیں کہ بدن کو چھید جائیں۔ اور رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ تم بہت عمدہ جانور قربانی کرو۔ کیونکہ یہ پل صراط پر تمہاری سواریاں نہیں گے اور رسول مقبول ﷺ نے پل صراط کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ بال سے زیادہ باریک ہے اور آگ سے زیادہ گرم ہے اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اس کی مسافت قیامت کے سالوں کے حساب سے تین سو سال کے برابر ہے۔ بدکار جب اسے گذرنے لگیں گے تو اس سے پھسل پڑیں گے اور اس میں گر جائیں گے اور نیکوکار سلامتی کے ساتھ پار اتر جائینگے۔

رسول مقبول ﷺ کیلئے ایک حوض ہے اور مومن اس سے پئیں گے اور کافر اس سے محروم رہینگے۔ اور وہ حوض آپ کو بہشت میں داخل ہونے سے پہلے اور پلصراط سے گذرنے کے بعد عطا ہوگا۔ اور جو کوئی اس حوض سے پانی پی لے گا اس کو پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی اور اس حوض کی چوڑائی ایک مہینے کے راستے کی مسافت ہوگی۔ اور اس حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا۔ اور اس کے آس پاس ڈولچیاں ہونگی۔ جن کی تعداد ستاروں کے برابر ہے۔ اور اس حوض میں دو نل ہونگے۔ ان دونوں نلوں میں سے کوثر کا پانی بہ کر جائے گا۔ اور اس کوثر کا مبدا بہشت ہے یعنی بہشت میں سے نکل کر آتا ہے اور اس کی شاخ حساب کے میدان میں پہنچی ہوئی ہے۔ ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں اپنے حوض کے پاس بیٹھا ہوا ہونگا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے اس حوض کی چوڑائی کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی چوڑائی میری نشست گاہ سے دریائے عمان تک ہے۔ اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اور جو آدمی ایک دفعہ اس حوض کا پانی پی لے۔ تو پھر اس کو کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اور عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہارے وعدہ کی جگہ میرا حوض ہے اور اس کا طول اور عرض برابر ہے۔ اور ایلہ اور مکہ کے درمیان جس قدر فاصلہ ہے اس سے بھی اس حوض کا فاصلہ زیادہ ہے اور ان دونوں شہروں کے درمیان ایک مہینے کا راستہ ہے اور اس حوض میں اس طرح ڈولچیاں پڑی ہوئی ہیں۔ جیسے آسمان پر ستارے نظر آتے ہیں۔ اور اس کا پانی چاندی سے بھی زیادہ سفید ہے۔ اگر کوئی آدمی اس جگہ پہنچ کر اس حوض کا پانی پی لے۔ تو پھر اس کو کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اور اسی طرح ہر ایک پیغمبر کو ایک ایک حوض دیا گیا ہے مگر حضرت صالح علیہ السلام کے پاس ایسا حوض نہیں ہے۔ ان کا حوض اونٹنی کے پستان ہیں اور اس میں سے ہر ایک امت کے مسلمان پانی پئیں گے۔ مگر کافروں کو وہاں سے پینا نصیب نہیں ہوگا۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے حوض کا طول اور عرض اس قدر ہے جس قدر عدن اور عمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ اور اس حوض کے دونوں طرف مجوف موتیوں کے خیمے نصب کئے ہوئے ہیں۔ اور اس میں آبخورے اس قدر اور ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس حوض کی مٹی سے کستوری سے بھی زیادہ خوشبو آتی ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید۔ برف سے زیادہ سرد اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اگر کوئی اس میں سے ایک گھونٹ پانی پی لے گا تو پھر وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ پس بعض لوگوں کو وہاں سے اس طرح ہٹا دیا جائے گا جیسے کہ ایک بیگانہ اونٹ اونٹوں میں سے ہانکا جاتا ہے۔ پس میں کہونگا خبردار۔ خبردار نہ ہٹاؤ۔ پس مجھ کو بتلایا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا نئی بدعتیں نکالی ہیں۔ میں پوچھونگا۔ کہ وہ کونسا نیا شگوفہ ہے جو انہوں نے میرے بعد کھلایا

ہے۔ فرشتے جواب دیں گے۔ کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے دین میں الٹ پلٹ اور تغیر و تبدل پیدا کر دیا ہے۔ یہ سن کر میں بھی انہیں کہوں گا۔ کہ تم اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ اور خداوند تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاؤ۔ اور فرقہ معتزلہ کے لوگ اس حوض کے وجود سے انکاری ہیں۔ اگر یہ لوگ حوض کے انکار کرنے سے توبہ نہ کریں گے۔ اور قرآن کی آیتوں اور حدیث اور بزرگوں کے قول کے رد کرنے سے تائب نہ ہونگے تو ان کو اس حوض میں سے ایک گھونٹ پانی کا بھی نصیب نہیں ہو گا۔ اس نعمت سے محروم رکھے جائیں گے۔ اور پھر پیاسے ہی دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی میری شفاعت کو جھوٹ جانے گا تو وہ قیامت کے دن اس سے محروم رکھا جائے گا۔ اور جو آدمی اس حوض کو جھوٹا تصور کرے گا۔ اس شخص کو اس حوض میں سے کچھ حصہ نہیں دیا جائے گا۔ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن خداوند جل شانہ محمد مصطفےٰ ﷺ کو باقی سب پیغمبروں میں سے اونچا کر کے عرش کے اوپر اپنے پاس بٹھلالے گا۔ عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد ربانی کے موافق (قریب ہے کہ تیرا پروردگار تم کو مقام محمود میں کھڑا کرے) فرمایا ہے کہ خداوند کریم اپنے پاس مجھ کو تخت کے اوپر بٹھلالے گا ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ عائشہؓ نے پیغمبر ﷺ سے پوچھا کہ مقام محمود کی کیا کیفیت ہے۔ جس کے دینے کا آپ کو وعدہ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس مقام میں تم کو تخت پر بٹھلاؤں گا۔ اور عمر بن خطاب بھی ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔ اور عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ جب قیامت ہو گی۔ اور اس دن تمہارے پیغمبر کو یعنی مجھے بلا لائینگے اور لا کر خداوند کریم کے سامنے کرسی کے اوپر بٹھلادیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے ابا مسعود رسول مقبول ﷺ کو صرف خداوند تعالیٰ کی کرسی کے اوپر ہی بٹھلادیں گے۔ اور کرسی کے اوپر بٹھلادینے سے ہی یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ پیغمبر ﷺ خدا کے ساتھ ہونگے۔ آپ نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ تم لوگ ہلاک ہوئے یہ حدیث تو ایسی ہے کہ باقی جتنی حدیثیں ہیں۔ ان سب سے میری آنکھ کو دنیا میں زیادہ صاف کرنے والی ہے۔ حجاج نے روایت کی ہے کہ جب قیامت ہو گی۔ تو اس دن خداوند کریم اپنے عرش کے اوپر بیٹھ جائے گا اور اپنے دونوں پاؤں کرسی کے اوپر رکھے ہوئے ہونگے۔ اور اس وقت پیغمبر ﷺ کو لائینگے اور آپ کو بھی پروردگار کے سامنے کرسی پر بٹھلادیں گے۔ لوگوں نے حمیدی سے پوچھا کہ جب پیغمبر ﷺ کرسی پر بیٹھے ہونگے۔ تو اس وقت خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہونگے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اور اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن جب خداوند تعالیٰ مومن کو حساب کے واسطے اپنے پاس بلائیگا۔ تو اس وقت اس پر اپنا پہلو رکھ دیگا۔ تاکہ لوگوں کی نگاہ سے وہ پوشیدہ ہو جائے۔ اس روایت پر جو دلیل عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کی ہے کہ میں نے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مومن کو خداوند تعالیٰ ارشاد فرمائیگا۔ کہ اے میرے بندے تو نے جو فلاں فلاں گناہ کئے ہیں ان کو جانتا ہے اور وہ تم کو یاد ہیں؟ یہ کلمہ دو دفعہ فرمائے گا۔ اس کے بعد وہ بندہ خدا کی درگاہ میں عرض کریگا۔ کہ اے پروردگار اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں مجرم اور گنہگار ہوں۔ جب اس طرح خداوند تعالیٰ بندہ کی زبان سے اقرار کرائیگا اور اس کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ اب میں ہلاک ہوا۔ تو اس وقت خدا ارحم الراحمین فرمائے گا۔ کہ میں نے تیرے ان گناہوں کو دنیا میں بھی چھپایا تھا۔ اور آج بھی بخش دیتا ہوں۔ اور حساب کرنے سے مراد یہ ہے کہ خداوند کریم اپنے بندہ کو اس کے اعمال کے ثواب اور عذاب کی مقدار سے آگاہ کرے گا۔ اور اس کو اس کے گناہوں سے مطلع کرے گا۔ اور ان کے فوائد اور نقصانات سے واقف کرے گا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ ایک ترازو سے۔ جس کے دو پلے اور ایک چوٹی ہو گی۔ نیکیوں اور بدیوں کا وزن کرے گا۔ اور ان فرقوں کو اس سے انکار ہے فرقہ معتزلہ 'فرقہ مرجیہ' فرقہ خارجیہ یہ لوگ ترازو کے وجود کے معتقد نہیں اور کہتے ہیں کہ ترازو سے مراد میزان عدل ہے اعمال کا تولنا نہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے کلام اور پیغمبر ﷺ کی حدیث سے اس قسم کے لوگ کاذب ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (قیامت کے دن ہم عدل کے واسطے ترازو رکھیں گے اور کسی پر کسی چیز میں ظلم نہیں ہو گا۔ اگر کسی کی رائی کے دانہ کے برابر بھی نیکی ہوئی تو وہ بھی اس کو دی جائے گی اور ہم ہی حساب کرنے کے واسطے کافی ہیں۔ اور پھر فرمایا ہے کہ جس آدمی کے عملوں کا پلڑا بھاری ہو گا۔ وہ ہمیشہ اپنی زندگی خوشی سے بسر کرے گا اور جس کا پلڑا ہلکا ہو گا۔ وہ دوزخ میں رہے گا۔

اور اگر کوئی عدل کی تعریف سبکی اور گرانی کرنی چاہے تو یہ ٹھیک نہیں۔ یہ ترازو اللہ جل شانہ کے اپنے ہاتھ میں ہو گی۔ کیونکہ بندوں کے حساب کو خداتعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ نور بن سمعان کلابی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ترازو خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہو گی۔ ایک گروہ کو تو خداوند تعالیٰ بلند کریگا۔ اور ایک گروہ کو پست کریگا۔ اور حذیفہ بن الیمان روایت کرتے

ہیں۔ کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ترازو رکھی جاوے گی۔ اور ایک پلڑے میں ایک شخص اور دوسرے میں اس کے اعمال رکھے جاویں گے اور اس کے عملوں کا پلڑا ہلکا ہو گا۔ اور جب اس کو دوزخ کی طرف لے جائینگے تو پیچھے سے اس کو ایک آواز دینے والا یہ کہے گا۔ کہ تم اس کے لے جانے میں جلدی نہ کرو۔ اس کی ایک چیز تولنے والی باقی رہ گئی ہے۔ وہ چیز کلمہ توحید ہو گا۔ جب اس کو لاکر اس کے سبک پلڑے میں رکھیں گے۔ تو وہ اس وقت بھاری ہو جائیگا اور پھر اس کی نسبت یہ حکم دیا جائیگا۔ کہ اب اس کو بہشت میں لے جاؤ۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو ترازو کے پس لاکھڑا کریں گے۔ اور ننانویں فردیں کاغذ کی بھی لائینگے۔ ان میں اس آدمی کے نیک اور بد عمل لکھے ہونگے اور ہر ایک فرد اتنی لمبی ہو گی۔ جتنی کہ آدمی کی نگاہ کام کرتی ہے۔ اور ان فردوں کو ترازو میں رکھ دیں گے۔ ایک طرف بدی کی فردیں ہو نگی اور ایک طرف نیکی کی۔ پس بدی کا پلڑا بھاری ہو گا۔ اور اس کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا۔ اور جب وہ جانے کے واسطے منہ پھیریگا۔ تو خداوند کریم کی طرف سے اس کو ایک شخص آواز دیگا۔ کہ اس کے لے جانے میں جلدی نہ کرو۔ اس کی ایک چیز تولنے سے باقی رہ گئی ہے اور انگوٹھے کے اوپر کی پوری کے برابر ہے۔ اور آپ اپنے انگوٹھے کی نصف پوری پکڑی اور کہا کہ وہ کلمہ شہادت ہے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس لئے اس کو لاکر نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیں گے۔ اور اس کے رکھنے سے نیکیوں کا پلڑا بدیوں کے پلڑے سے بھاری ہو جائے گا۔ اور یہ پلڑا خداوند کریم کی رحمت سے بھاری ہو جائے گا۔ اور جو بدیاں ہو نگی ان کی صورت بڑی بھونڈی سی ہو گی۔ اور ان کو تاریک پلڑے میں رکھا جائیگا۔ اور خداوند کریم کے عدل سے یہ پلڑا ہلکا ہو جائیگا۔ اور اس کا ہلکا پن دوسرے پلڑے کے جھک جانے سے معلوم ہو گا۔ اور کہا گیا ہے کہ جس ترازو کا ذکر ہوا ہے وہ دنیا کی ترازو کی مانند نہیں ہے۔ اور ایمان اور شہادت کا کلمہ پلڑے کے بھاری ہونے کا سبب ہے اور شرک کا ہونا اس کی سبکی کا باعث ہے جس کا پلڑا بھاری ہو تا ہے وہ اپنے مالک کو بہشت میں پہنچاتا ہے۔ اور جس کا پلڑا ہلکا ہو تا ہے وہ اپنے مالک کو دوزخ میں پھینکتا ہے۔ اور اس دوزخ کا نام ہاویہ ہے۔ اور وہ زمین کے نیچے کی تہ میں ہے۔ پس جس آدمی کے نیک عملوں کا پلڑا بھاری ہو گا۔ وہ بہشت میں رہے گا اور خوشی سے زندگی بسر کریگا۔ اور جس کا پلڑا ہلکا ہو گا۔ اس کی ماں ہاویہ دوزخ ہے یعنی اس کے آرام اور بازگشت کی جگہ جلانے والی آگ ہے جس کا نام ہاویہ ہے۔ اور عملوں کے تولنے میں لوگوں کا حال تین قسم پر منقسم ہو گا بعض تو وہ ہونگے۔ کہ بدیوں سے ان کی نیکی کا پلڑا بھاری ہو گا۔ ان کو تو بہشت میں پہنچا ئینگے۔ اور ایک گروہ کے وہ لوگ ہونگے۔ کہ نیکیوں کی نسبت ان کی بدیاں بھاری ہو نگی۔ انہیں دوزخ میں پھینک دیں گے۔ اور تیسرے گروہ کے لوگ وہ ہونگے۔ کہ ان کی نیکیوں اور بدیوں کے دونوں پلڑے برابر ہونگے۔ ان کو اعراف میں لے جائیں گے خداوند کریم ان کا حال پوچھیگا اور جب چاہیگا تب ہی ان کو بہشت میں داخل کردے گا۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے (اعراف پر آدمی ہونگے) اور اوپر جو ذکر کیا گیا ہے کہ اعمالنامہ کی ننانویں فردیں تولی جائینگی۔ اس کا طریقہ یہ ہے جو رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگوں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ لیکن جو لوگ مقرب ہیں۔ وہ حساب کے بغیر ہی بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک بہشتی کے ساتھ ستر ہزار طفیلی ہوں گے۔ اس باب میں ایک مشہور حدیث وارد ہے اس کو ملاحظہ کرو۔ اور جو لوگ کافر ہونگے وہ حساب کے بغیر ہی دوزخ میں جائینگے۔ اور بعض مومنوں کا یہ حال ہو گا کہ ان کا حساب آسانی سے ہو جائے گا۔ اور پھر ان کو بہشت میں جانے کے واسطے حکم دیدیں گے۔ اور بعض مومن ایسے ہونگے کہ ان کے حساب کی نسبت ان سے جواب طلب ہو گا۔ اور اس کا فیصلہ خداوند کریم کے اختیار میں ہو گا۔

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا ۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ (جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا۔ اس کا آسانی سے حساب ہو جائے گا) اور فرمایا ہے ہر ایک آدمی کی گردن میں قیامت کے دن اعمالنامہ لٹکایا جائیگا اور وہ اعمال نامہ کھلا ہوا دیکھے گا اور اس کو حکم ہو گا کہ تو اپنی اس کتاب کو پڑھ اور آج تیری جان ہی حساب لینے والی تیرے لئے کافی ہے اور حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم ساری دنیا کا حساب لے گا۔ مگر جس آدمی نے خداوند کریم کے ساتھ شریک ٹھیرایا ہو گا اس کا حساب نہیں لے گا اور اس کی نسبت حکم ہو گا۔ کہ اس کو سیدھا دوزخ میں بھیج دو۔

بہشت اور دوزخ کے وجود کا ذکر

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بہشت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ اور یہ دونوں گھر ہیں۔ ایک کو خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کے ثواب اور

انعام کے واسطے بنایا ہے جو اس کے فرمانبردار بندے اور ایماندار ہیں۔ اور دوسرا ان کی سزا اور عذاب کے واسطے ہے جو گنہگار اور سرکش ہیں۔ اور یہ دونوں سزائیں جب سے پیدا کی گئی ہیں تب سے باقی ہیں۔ اور ان کو کبھی فنا نہیں اور یہ بہشت وہی ہے۔ جس میں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اور شیطان مردود رہا کرتے تھے اور پھر اس سے نکالے گئے (مشہور قصہ ہے) اور معتزلہ اس سے انکار کرتے ہیں اس لئے یہ لوگ بہشت میں نہیں جائیں گے اور مجھ کو اپنی عمر کی قسم کہ ان لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں ہی رہنا پڑیگا۔ کیونکہ یہ لوگ اس کے وجود کو نہیں مانتے اللہ عزوجل کے تابعدار بندوں کے واسطے آگ میں جلنے کا حکم لگاتے ہیں ستر سال تک ایک کبیرہ گناہ کے بدلے۔ اور خدا کی کلام اور رسول ﷺ کی حدیث ان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہشت جس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہے پرہیزگاروں کے واسطے تیار کی گئی ہے اور اللہ نے فرمایا ہے کہ اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے واسطے تیار کی گئی ہے اور جو چیز تیار کی جائے اس کی نسبت ہر ایک عقل مند یقین کرتا ہے کہ وہ موجود ہے پس اس بیان سے معلوم ہوتا ہے یہ دونوں مخلوق ہیں اور موجود ہیں۔ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب میں بہشت میں گیا تو ناگہاں ایک جاری نہر پر میرا گذر ہوا۔ جس کی دونوں طرف موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے اس کے آب رواں کو ہاتھ سے چھوا معلوم ہوا کہ وہ کستوری ہے خوشبودار' میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ وہ کوثر ہے جو اللہ جل شانہ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول بہشت کس چیز سے بنائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک چاندی کی۔ اور ان میں گارا خوشبودار مشک کا ہے اور اس کے سنگریزے یاقوت اور مروارید کے ہیں اور زمین اس کی ایسی خوشبودار ہے جیسی کہ زعفران اور ورس خوشبودار ہوتی ہے۔ کوئی بہشت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ ہی اس میں رہے گا اور کبھی نہیں مریگا۔ اس میں خوش رہیگا اور کبھی کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوگا۔ ان کے کپڑے کبھی پرانے نہ ہونگے اور اس کی جوانی کبھی فنا نہ ہوگی۔ اور اس کے سوا دوزخ اور بہشت کے پیدا اور موجود ہونے اور اس میں ہمیشہ کی نعمت اور اس کے غیر فانی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ بہشت کا سایہ اور اس کی ماکولات ہمیشہ ہیں اور فرمایا ہے کہ بہشت کی نعمتیں نہ ختم ہونے والی ہیں اور نہ ان سے بہشتیوں کو کوئی رکاوٹ ہوگی۔ اور بہشت کی نعمتوں میں بڑی آنکھوں والی حوریں بھی شامل ہیں خداوند کریم نے ان کو ہمیشہ ہی بہشت میں رہنے کے واسطے پیدا کیا ہے نہ وہ فناء ہونگے اور نہ مریں گے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں ایسی حوریں ہیں جو اپنی نظروں کو نیچے رکھتی ہیں اور ان سے پہلے کسی جن اور انسان نے ان کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت کی حوریں خیموں میں حفاظت میں رہتی ہیں۔

اور ام سلمہؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے ایک دفعہ رسول خدا سے اللہ جلشانہ کے اس قول كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُوءِ الْمَكْنُوْنِ کے معنے پوچھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان کی صفائی ایسی ہوگی جیسے موتی سیپ میں صاف اور روشن ہوتا ہے اور آپ نے یہاں تک فرمایا۔ کہ حوریں کہتی ہیں کہ ہم یہاں ہمیشہ رہنے والی ہیں اور ہم کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور ہم ہمیشہ خوش رہنے والی ہیں اور کبھی ہم کو دکھ نہیں ہوگا۔ اور ہم ہمیشہ قیام رکھنے والی ہیں۔ اور کبھی سفر کی ہم کو حاجت نہیں اور ہمیشہ ہی ہم خوش اور راضی رہتی ہیں اور نہ ہی کبھی کوئی غم اور غصہ لاحق ہوتا ہے اور راستی کے ساتھ ہم اپنے گھر رہتی سہتی ہیں اور جب بولتی ہیں سچ بولتی ہیں۔ اور پیغمبر سچ بولنے والے ہیں اور آپ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ ہمیشہ رہینگی اور کبھی نہ مریں گی۔ اور معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف پہنچائے تو وہ حور جو آخرت میں اس کی زوجہ ہوگی وہ اس عورت کو کہتی ہے کہ خدا تم کو ہلاک کرے تو اس کو دکھ نہ دے یہ تو دنیا میں تھوڑے دن کے واسطے ہی تیرے پاس مہمان ہے۔ جلدی ہی تجھ سے الگ ہو کر میرے پاس آنے والا ہے۔ پس اس بیان سے ثابت ہے کہ بہشت اور دوزخ کو فناء نہیں۔ اور نہ ہی وہ چیز فناء ہوگی جو ان میں موجود ہے اور جن کو خداوند کریم اس میں داخل کریگا ان میں سے پھر کسی کو وہاں سے نہیں نکالیگا اور اس کے رہنے والوں کو موت نہیں آئیگی۔ اس سے محفوظ رہیں گے اور جو ان کو نعمتیں دی گئی ہیں وہ بھی کم نہیں ہونگی بلکہ وہ دن بدن بڑھتی ہی جائینگی اور حق جلشانہ جو احکم الحاکمین ہے حکم دیگا کہ موت کو دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک دیوار پر رکھ کر مار ڈالو۔ اور جب موت کو مار دیا جائیگا۔ تو بعد میں ایک آواز دینے والا آواز دیکر کہیگا۔ کہ اے بہشت کے رہنے والو اب تم ہمیشہ جیتے رہوگے اور کبھی تم کو موت نہیں آئیگی اور اے دوزخ کے رہنے والو۔ تم بھی دوزخ میں ہمیشہ رہوگے اور مروگے نہیں۔ یہ پیغمبر ﷺ کی صحیح روایت سے بیان ہوا ہے۔

رسول مقبول محمد مصطفےٰ ﷺ کی فضیلت کا ذکر

سب اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ محمد مصطفےٰ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم خداوند تعالیٰ کے رسول اور سب رسولوں کے سردار ہیں اور نبوت ان پر ختم ہے اور وہ تمام انسانوں اور جنوں کی ہدایت کے واسطے بھیجے گئے ہیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے سب انسانوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے۔ "اور تم سب جہاں والوں کے واسطے رحمت ہو۔" ابن امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب پیغمبروں پر خداوند تعالیٰ نے مجھ کو بزرگی اور برتری عطاء کی ہے چار چیزوں سے سب لوگوں کی طرف مجھ کو بھیجا ہے آگے حدیث کا ذکر کیا۔ کہ رسول مقبول کو ایسے معجزے عطا کئے گئے ہیں۔ کہ دوسروں کو ویسے نہیں دئے گئے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ معجزوں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ اور ان معجزوں میں سے ایک قران شریف ہے جس کا نزول خاص طور پر ہوا ہے۔ قرآن مجید کی نظم ایسی ہے کہ وہ کلام عرب کے تمام نظموں سے الگ ہے اور اس کی ترتیب اور بلاغت اور فصاحت ایسی ہے کہ تمام فصیح اور بلیغ لوگوں کی فصاحت اور بلاغت سے کئی درجے بڑھی ہوئی ہے۔ عرب کے تمام فصیح قرآن کی سی فصیح کلام لانے سے عاجز رہ گئے ہیں۔ اور ویسی ایک سورت بھی بیان کرنے سے قادر نہیں ہوسکے جبکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہہ دو کہ اے محمد مصطفےٰ تو مخالفوں سے کہہ دو کہ قرآن کی مانند دس سورتیں لائیں اور وہ اس کی مانند کوئی سورت نہیں لاسکیں گے اور فرمایا ہے (کہ اے پیغمبر تو ان کو کہہ کہ قرآن کی مانند فصاحت اور بلاغت میں ایک سورت بھی لائیں اور وہ نہ لاسکیں گے) اور فرمایا ہے کہ تم قرآن کی مانند کوئی سورۃ لاؤ باوجود کہ فصاحت اور بلاغت میں اپنے زمانہ کے لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے پھر بھی قرآن کی مانند سورۃ لانے سے عاجز آگئے اور جب نہ لاسکے تو آنحضرت ﷺ کی فضیلت ان پر ظاہر ہو گئی اور ثابت ہو گیا۔ کہ قرآن محمد ﷺ کا معجزہ ہے جیسا کہ عصا موسیٰ علیہ السلام کے واسطے معجزہ تھا جب موسیٰ علیہ السلام رسالت کے واسطے بھیجے گئے تو اس وقت زمانہ میں بڑے کامل فن جادوگر موجود تھے اور جب حضرت موسیٰ ان کے پاس ہدایت کے واسطے گئے تو انہوں نے اپنے سحر سے بیشمار سانپ نمودار کئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ان کے آگے پھینک دیا اور وہ ایک بڑا اژدہا بن کر ان سب کو نگل گیا۔ اس سے تمام ساحر ذلیل اور خوار ہو کر گمراہی سے پھر گئے اور سجدہ کر دیا اور جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ آپ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور کوڑھی اور مادر زاد اندھے تندرست اور بینا ہو جاتے تھے۔ جس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے اس وقت بڑے بڑے حاذق اور دانا طبیب موجود تھے اور طبابت کے علم اور فن میں ان کو اس قدر مہارت تھی کہ انسان کے رنج اور بیماری کو جڑ سے اکھاڑ دیا کرتے تھے اور باوجود اس قدر مہارت کے ہونے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کرسکے اور جب ان کو طبابت میں اپنے سے بہت لائق اور فائق پایا تو سب ان کے مطیع ہو گئے۔ اور ان کی فرمانبرداری کا حلقہ اپنی گردنوں میں ڈال لیا۔ پس جس طرح مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اسی طرح قرآن مجید محمدؐ مصطفےٰ ﷺ کا معجزہ ہے جس کی فصاحت اور بلاغت کی مثال لانے سے سب عاجز رہ گئے ہیں۔

اور آنحضرت ﷺ کے اور بھی معجزے ہیں جیسے انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا اور تھوڑے سے طعام سے ایک بڑے گروہ کا سیر ہو جانا۔ اور زہر ملے ہوئے گوشت کا کلام کرنا اور یہ کہنا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے مجھ سے نہ کھائیے اور چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ اور کھجور کے درخت کا رونا۔ اور اونٹ کا باتیں کرنا۔ اور درخت کا چل کر آنا وغیرہ۔ آپ کے معجزوں کی تعداد ایک ہزار تک ہے جیسا مذکور ہوا۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ مصطفےٰ سے ایسے معجزے کیوں صادر نہیں ہوئے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا یا جیسے کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور دوسرے معجزے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہ ہو محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت کے لوگ ان کو جھٹلائیں اور اس سے پہلے نبیوں کی امت کی مانند ان پر بھی خداوند تعالیٰ کا عذاب اور غضب نازل نہ ہو جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (پہلے نبیوں کی مثل کو میں نے اس واسطے نہیں بھیجا کہ پہلی امتوں کے لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر پیغمبر ﷺ بھی کوئی ویسا ہی معجزہ لاتے جیسا کہ پہلے نبی لائے تو لوگ ان کو یہی کہتے کہ تو کوئی نئی اور عجیب چیز نہیں لایا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی معجزے لائے تھے تو اب ان کی پیروی ہی کرتا ہے اور جب تک تو کوئی ایسا معجزہ نہ دکھلائیگا جس کو دوسرے نبیوں نے ظاہر نہیں کیا۔ تب تک ہم تجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ اسی واسطے اللہ جلشانہ نے ہمارے پیغمبر کو سب سے بڑا اور انیا معجزہ دیا۔ کہ سب لوگ ان پر ایمان لائے ہیں۔

محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت کی فضیلت اور بزرگی

اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ محمد ﷺ کی امت باقی تمام امتوں سے بہتر ہے اور افضل امت وہ ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ اور آپ سے بیعت کی اور آپ کی تابعداری کی۔ اور آپ کے سامنے کفار سے لڑے اور آپ کی عزت اور مدد کی۔ اور اپنی جان اور مال کو آپ پر فدا کیا۔ اور پھر اس زمانہ کے لوگوں میں سے بہتر وہ ہیں جو حدیبیہ میں رسول مقبول ﷺ کے ہمراہ تھے اور آپ سے وہ بیعت کی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایک ہزار چار سو مرد تھے اور اہل حدیبیہ سے بہتر وہ ہیں جو جنگ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اور یہ تین سو تیرہ آدمی تھے جو اصحاب طالوت کے شمار کے برابر ہیں۔ اور ان سے بہتر وار خیزران کے ۴۰ مرد ہیں جو عمرؓ بن خطابؓ کے ساتھ اسلام لائے تھے اور پھر ان سے بہتر دس ۱۰ مرد ہیں جن کے واسطے آنحضرت ﷺ نے گواہی دی ہے کہ یہ لوگ قطعی بہشتی ہیں اور ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالرحمن بن عوفؓ۔ سعدؓ۔ سعیدؓ۔ ابوعبیدہ بن جراحؓ اور پھر ان دس میں سے چاروں خلیفے زیادہ نیکو کار اور افضل ہیں۔ اور پھر ان چاروں سے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اور ان کے بعد اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ اس جہان سے رحلت فرما گئے تو آپ کے بعد تیس ۳۰ سال تک ان چاروں خلیفوں میں خلافت قائم رہی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ دو سال اور کچھ اوپر ہے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ دس سال ہے اور حضرت عثمانؓ نے بارہ سال خلافت کی ہے اور حضرت علیؓ نے چھ برس تک۔ اور آپ کے بعد معاویہؓ خلیفہ ہوئے اور ان کی خلافت انیس سال تک رہی۔ اور اس سے پہلے جب حضرت عمرؓ خلیفہ تھے اس زمانہ میں معاویہؓ بیس برس تک شام کے حاکم رہے تھے اور چاروں اماموں کی خلافت کا کام آپس کے اتفاق اور رضامندی سے ہوتا تھا۔ اور ہر ایک ان میں سے اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بزرگ شمار کیا گیا ہے۔ اور ان کی خلافت تلوار کے زور اور غلبہ اور قہر سے نہیں ہوئی اور نہ ان میں سے کسی نے آپ سے بہتر سے یہ خلافت چھینی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق (راضی ہو اللہ ان پر اور اللہ کا سلام اور برکتیں ہوں ان پر) کی خلافت تمام مہاجرین اور انصار کی رضامندی اور آپس کے اتفاق سے ہوئی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت رسول مقبول ﷺ نے وفات پائی اور اس وقت خطیب انصار میں سے اٹھے اور کہا کہ ایک آدمی ہم سے امیر ہو اور ایک تم میں سے۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت کہا کہ اے جماعت انصار تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں کا امام بنایا تھا انہوں نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے بہتر کون ہے جو اب ان لوگوں کی امامت کرے۔ اس وقت انصار نے جواب دیا۔ کہ معاذ اللہ اگر ہم ابوبکرؓ سے پیشقدمی کریں اور ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ابوبکرؓ کو جس مقام پر کھڑے ہو کر امامت کرنے کے واسطے فرمایا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ اس جگہ سے ان کو ہٹایا جائے۔ سب نے کہا کہ ہمارے دل تو نہیں چاہتے۔ کہ ان کو ان کی جگہ سے ہٹایا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں۔ پس انصار اور مہاجرین نے بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اور حضرت علی اور زبیر اس بیعت میں

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ جب بیعت ختم ہو گئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے اور تین دن تک انہوں نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا۔ کہ اگر کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ اس نے مجھ سے کراہت کے ساتھ بیعت کی ہے تو میں اپنی بیعت کو واپس لے لیتا ہوں یہ سن کر سب سے پہلے حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آپ سے جو عہد کیا گیا ہے اس کو کوئی توڑ نہیں سکتا اور نہ کوئی اس سے پھر سکتا ہے۔ کیونکہ جس کو رسول مقبول ﷺ آگے کھڑا کر جائیں۔ کون ہے جو اس کو پیچھے کرے۔ اور لوگوں سے یہ مستند بات معلوم ہوئی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے واسطے حضرت علیؓ بہت ہی بڑے ساعی تھے۔ عبدالرحمن بن لکواء روایت کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پاس آیا اور آ کر آپ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے خلافت کے باب میں آپ سے کوئی عہد کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس باب میں بہت کچھ سوچا ہے اور اس سے یہی معلوم ہوا ہے کہ اسلام کے بازو نماز ہے۔ پس ہم راضی ہوئے اپنے دنیا کے معاملہ میں اس پر جس پر راضی ہوئے اللہ اور رسول ہمارے دین کے بارے میں۔ اور ہم نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا امیر بنایا۔ کیونکہ اپنی بیماری کے دنوں میں رسول مقبول ﷺ نے نماز فریضہ کی اقامت کے واسطے ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا جب آپ کی بیماری کے دنوں میں حضرت بلال خدمت میں حاضر ہو کر اقامت نماز کی اطلاع دیتے تھے۔ تو رسول مقبول ﷺ ان کو فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اور اپنی زندگی کے وقت میں آنحضرت ﷺ ابوبکرؓ کے حق میں ایسی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ جس سے صحابہ کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلافت کے زیادہ لائق ہیں۔ اور ایسا ہی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان

اور حضرت علیؓ کے حق میں معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے بھی ہر ایک اپنے اپنے وقت میں خلافت کے لائق اور مستحق تھا۔ ابن بطوطہ اپنے اسناد میں روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول مقبول ﷺ سے سوال کیا گیا۔ کہ آپ کے بعد ہم کس کو خلیفہ بنائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ تو اس کو امین پاؤ گے۔ دنیا کا تارک اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والا۔ اور اگر عمرؓ کو خلیفہ بناؤ گے۔ تو اس کو ایسا قوی اور امین پاؤ گے۔ کہ خداوند تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں اس کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں ہو گا۔ اور اگر علی کو امیر بناؤ گے تو اس کو سیدھے راستے پر چلنے والا اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھلانے والا پاؤ گے۔ اس لئے سب کے سب پہلے پہل حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر متفق ہوئے۔

اور ہمارے امام ابی عبداللہ احمد بن حنبل سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت نص جلی اور اشارات سے ثابت ہے اور امام حسن بصری اور محدثوں کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ معراج کی رات میں جب میں نے خداوند کریم سے عرض کی۔ کہ میرے بعد علی بن ابی طالب کو خلیفہ بنایا جائے۔ تو فرشتوں نے مجھ کو جواب دیا۔ کہ اے محمد ﷺ کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور تیرے بعد خلیفہ ابو بکرؓ ہو گا۔ اور ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہو گا۔ اور خلافت کے زمانہ میں تھوڑے ہی دن زندہ رہے گا۔ اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ خدا دنیا سے رخصت ہونے لگے تو کوچ کرنے سے پہلے انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ ابو بکرؓ میرے بعد حاکم ہونگے اور ان کے بعد عمرؓ ہونگے۔ اور ان کے بعد عثمان اور ان کے بعد تم ہو گے۔ اور جس وقت ابو بکرؓ نے اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا تو اس وقت اصحاب جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر آپ کی بیعت کی اور امیر المومنین آپ کا نام رکھا۔ اور عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اصحابوں نے ابو بکرؓ کو کہا کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو ہمارے اوپر امیر مقرر کیا ہے اور ان کے مزاج کی سختی سے آپ واقف ہیں۔ قیامت کے دن آپ پروردگار کو اس کا کیا جواب دو گے۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ میں اس وقت یہ عرض کروں گا۔ کہ خداوندا میں نے ان لوگوں پر اس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے جو تیرے بندوں میں سے بہتر بندہ ہے اور حضرت عثمانؓ ابن عفانؓ کی خلافت اصحابوں کے اتفاق اور ان کی رضامندی سے مقرر ہوئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنے بعد اپنی اولاد کو خلافت سے محروم کر دیا تھا۔ اور چھ اصحاب ذیل کی ایک مجلس شوریٰ نے مقرر کی طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص۔ عثمان۔ علیؓ۔ عبدالرحمٰن ابن عوف۔ اور بعد میں طلحہ اور زبیر اور سعد تینوں علیحدہ ہو گئے۔ اور عثمان اور عبدالرحمٰن اور حضرت علی شامل رہے اور عبدالرحمٰن نے حضرت علی اور عثمان کو کہا کہ میں تم دونوں میں سے ایک کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنوں کے لئے پسند کرتا ہوں۔

پس اس نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا۔ اور ان کو کہا کہ میں خدا اور رسول خدا کے احکام کی بجا آوری کے واسطے تمہیں مسلمانوں کا حاکم تجویز کرتا ہوں۔ تو خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد کی ذمہ داری اٹھا اور جب ہم تیری بیعت کریں۔ تو لوگوں کو نصیحت کر۔ اور مسلمانوں کے حقوق کے ادا کرنے میں کوشش کرو۔ اور وہی سیرت اور روش اختیار کرو جو خدا کے رسولؐ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ نے اختیار کی تھی۔ جب حضرت علیؓ نے یہ سنا تو ان کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو میں اس سیرت اور روش پر قدرت نہ پاسکوں۔ اس لئے آپ نے خلافت کو قبول نہ کیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰنؓ نے عثمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور جو حضرت علیؓ سے گفتگو کی تھی وہی ان سے کی۔ عثمانؓ نے آپ کی اس تجویز کو منظور کر لیا۔ اور جب قبول کر لیا۔ تو عبدالرحمٰنؓ نے آپ کے ہاتھ کو مسح کیا اور ان کی بیعت کی اور ان کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی۔ اور پھر باقی سب لوگوں نے بیعت کی۔ اور اس طرح سب کے اتفاق سے حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر کئے گئے۔ اور پھر آپ نے آخری دم تک سچائی اور دیانت سے اس کام کو نبھایا۔ اور ان کے عہد خلافت میں لوگوں کو کوئی ایسا موقع نہیں ملا۔ کہ آپ کے حق میں طعن اور تشنیع کرتے اور نہ ہی ان کے قتل کرنے کا کسی کو کوئی بہانہ ہاتھ آیا۔ مگر فرقہ رافضیہ کو اس سے اتفاق نہیں ہے اس گروہ کے لوگ آپ کو بے جا تہمت لگاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو ہلاک کرے اور حضرت علیؓ کی خلافت بھی دین کے بزرگوں اور اصحابوں کے اتفاق سے قائم ہوئی ہے۔ ابو عبداللہ بن بطہ محمد بن حنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب عثمانؓ کو لوگوں نے گھیر لیا تھا۔ اس وقت میں حضرت علیؓ کے پاس موجود تھا اسی اثناء میں ایک آدمی آیا۔ اور اس نے حضرت علیؓ سے کہا کہ وہ وقت قریب ہے کہ امیر المومنین عثمانؓ کو مار ڈالا جائے گا یہ سنتے ہی حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور جب اٹھے تو میں نے ان کی کمر کو پکڑ لیا۔ کیونکہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ خود نہ ہلاک ہو جائیں۔ حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ تم مجھ کو چھوڑ دو۔ تیری ماں نہ ہو۔ میں نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ اس وقت حضرت عثمان کے ہاں گئے اور جب گھر میں آپ کو جا کر دیکھا۔ تو اس وقت عثمانؓ مارڈالے جا چکے تھے۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر میں چلے گئے اور

اندر جا کر گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ لوگ آپ کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور دروازہ کو اکھاڑ ڈالا اور آپ سے کہا کہ عثمانؓ کو تو مار ڈالا گیا ہے۔ اور خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اور اس کام کے واسطے آپ سے زیادہ کوئی لائق آدمی ہم کو معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ تم مجھ کو خلیفہ نہ بناؤ۔ میں تمہارے لئے وزیر ہوں امیر سے بہتر انہوں نے جواب میں عرض کی کہ خدا کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ آپ سے زیادہ ہم کسی کو اس کام کے لائق نہیں دیکھتے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ جیسا تم کہتے ہو۔ اگر ایسا ہی ہے تو تم چھپ کر مجھ سے بیعت نہ کرو۔ میں مسجد میں جاتا ہوں کہ اگر کسی کو مجھ سے بیعت کرنی منظور ہے وہ آئے اور علانیہ مجھ سے بیعت کرے۔ اس لئے آپ مسجد کی طرف گئے۔ اور وہاں لوگوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی اور ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور پھر آپ شہادت پانے کے وقت تک سچے اور برحق امام رہے۔ بخلاف خوارج کے جو کہتے ہیں کہ وہ ہرگز امام نہ تھے ہلاکت ہو ان کے واسطے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ طلحہ اور زبیرؓ اور عائشہؓ اور معاویہؓ سے جو حضرت علیؓ کی جنگ ہوئی ہے تو ہم کو مناسب نہیں کہ ان کے جھگڑوں اور ان کی آپس کی نفرت اور لڑائی کی نسبت گفتگو اور رائے زنی کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے معاملہ کو جانتا ہے اور وہی قیامت کو ان کے دل صاف کر دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ بھی کینہ ان کے سینوں میں تھا قیامت کے دن ہم اس کو نکال دیں گے اور اس وقت وہ بھائی بھائی ہو جائینگے اور آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے) اور حضرت علیؓ اس لڑائی میں حق پر تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ وہ امام برحق ہیں۔ کیونکہ صحابہ اہل حل اور عقد نے ان کی امامت اور خلافت پر اتفاق کیا تھا۔

پس اس کے بعد جو شخص ان کی اطاعت سے باہر ہوا۔ اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کے واسطے مستعد ہوا۔ وہ امام سے باغی اور اس کے حکم سے نکل گیا۔ اور اس کے ساتھ لڑائی کرنا جائز ہوا۔ اور معاویہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ نے جو آپ سے جنگ کی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ آپ سے حضرت عثمانؓ کا قصاص مانگتے تھے جو ظلم سے قتل ہوئے تھے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا تھا مانگتے تھے وہ حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔ اس لئے ہر ایک نے اس جنگ کے باب میں جو تاویل کی ہے وہ بجائے خود صحیح اور درست کی ہے۔ اور ہمارے واسطے بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی گفتگو سے اپنی زبان کو بند رکھیں۔ اور ان کے معاملہ کو خدا کے سپرد کریں۔ کیونکہ وہ احکم الحاکمین اور خوب فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہم اپنے نفسوں کو عیبوں سے پاک کرنے میں مصروف ہوں اور اخلاق ذمیمہ کو اپنے دلوں سے دور کریں اور حضرت حسنؓ کے خلافت کے ترک کر دینے کے بعد معاویہ ابن سفیانؓ پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور ثابت ہے اور حضرت حسنؓ نے جو خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلمانوں میں فتنہ اور فساد اٹھیگا۔ اور خونریزی ہو گی۔ اور حضرت حسنؓ کے ایسا کرنے سے رسول مقبول ﷺ کا قول بھی سچا ہو گیا۔ جو آپ نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے کہا تھا۔ کہ میرا یہ فرزند سردار ہے ان کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح اور اتفاق کی بنیاد ڈالیگا۔ اس لئے معاویہ کو جو خلافت پہنچی تھی وہ حضرت حسنؓ کے سپرد کر دینے سے پہنچی تھی اور جس سال میں یہ خلافت مقرر ہوئی تھی اس کا نام سال جماعت رکھا گیا تھا کیونکہ اس میں سب لوگوں کے درمیان اتفاق ہو گیا تھا۔ اور مخالفت درمیان سے اٹھ گئی تھی۔ اور سب نے اتفاق سے حضرت معاویہؓ کی فرمانبرداری قبول کی۔ اور اس موقع پر یہ دونوں فریق ہی خلافت کے دعویٰ دار تھے کوئی تیسرا فریق موجود نہ تھا۔ کہ وہ مخالفت کرتا اور جو دونوں گروہ حاضر تھے۔ ان میں آپس میں صلح ہو گئی تھی اور حضرت معاویہؓ کا خلیفہ ہونا آنحضرت ﷺ کے ایک قول سے بھی ثابت ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ اسلام کی چکی پینتس چھتیس یا سینتیس برس تک چلتی رہے گی اور یہاں چکی سے مطلب اسلام کی قوت اور تقویت کا ہونا مقصود ہے۔ اور تیس ۳۰ سال سے جو پانچ برس زائد بیان ہوئے ہیں۔ اس سے حضرت معاویہؓ کا زمانہ مراد ہے کیونکہ جب چاروں اصحابوں کی خلافت کا زمانہ گذر گیا۔ جو تیس ۳۰ سال تک رہا۔ تو اس کے بعد معاویہؓ کی خلافت قائم ہوئی تھی۔ اور معاویہؓ نے انیس ۱۹ سال تک خلافت کی ہے۔ اور تیس ۳۰ سال حضرت علیؓ کی خلافت تک گذر چکے تھے۔ اور ہم حضرت پیغمبر ﷺ کی سب بیویوں پر بہت نیک ظن رکھتے ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ تحقیق سب مومنوں کی مائیں ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام کے ذریعہ جو ہم ہر روز پڑھتے اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔ جناب صدیقہؓ کو ملحدوں کے اس ناپاک کلام سے جو انہوں نے آپ کے حق میں کہی تھی پاک کیا۔ اور ایسا ہی رسول مقبول کی بیٹی حضرت فاطمہ خدا ان سے ان کے خاوند اور اولاد سے راضی ہو۔ سب جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اور حضرت فاطمہؓ سے اسی قدر محبت اور تکریم رکھنی واجب ہے جس قدر کہ ان کے باپ ﷺ کے ساتھ۔ حضرت پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ سے اسی قدر محبت اور تکریم رکھنی واجب ہے۔ جس قدر کہ ان کے باپ ﷺ کے ساتھ۔ حضرت

پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ میرا ایک ٹکڑا ہے جو چیز فاطمہؓ کو رنج دیتی ہے وہ مجھ کو بھی رنج پہنچاتی ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور ان کی ثناء اور تعریف کی ہے اور یہ مہاجر اور انصار ہیں جنہوں نے دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اللہ جلشانہ نے ان کی شان میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے مکہ کے فتح ہونے سے پہلے اپنے مال کو خرچ کیا۔ اور کافروں کے ساتھ جنگ کی وہ مرتبہ میں بڑے ہیں ان سے جنہوں نے مکہ کے فتح ہونے کے بعد اپنے مال کو خرچ کیا۔ اور کافروں کے ساتھ لڑائی کی۔ اور یہ جتنے لوگ ہیں ان سب سے خداوند کریم نے وعدہ کیا ہے کہ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک کام کئے ہیں ان کو ہم زمین میں خلیفہ بنائیں گے جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔"

اور فرمایا ہے کہ "جو دین ان کے واسطے پسند کیا ہے اس دین کو ہم مضبوط کریں گے۔ اور ان کا خوف اور خطرہ امن اور راحت سے بدل دیا جائے گا۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جو لوگ رسول مقبول ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں اور وہ رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں" تا آخیر آیت تک کہ "کھیتی کسانوں کو خوش لگتی ہے اور کفار کو غضب میں لاتی ہے اور خداوند تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ محمدؐ خدا کا رسولؐ ہے اور جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں جعفر ابن محمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں سختی اور آسانی اور غار اور خیمہ میں ساتھ ہونے والے سے مراد حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں اور کافروں پر سخت ہونے سے مراد حضرت عمرؓ بن خطاب ہیں۔ آپس میں نرم دل ہیں سے مراد حضرت عثمانؓ بن عفان ہیں۔ اور رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے سے اشارہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی طرف ہے۔ اور اللہ کی رضامندی اور اس کے فضل کے خواہاں طلحہؓ اور زبیرؓ مددگاران رسول اللہ ہیں اور اس فقرہ سے مراد کہ ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدہ کے اثر سے ظاہر ہے۔ سعدؓ۔ سعیدؓ عبد الرحمٰنؓ بن عوف اور ابو عبیدہؓ بن جراح ہیں۔ اور ان دس بزرگوں کی صفت توریت اور انجیل میں اسی طرح آئی ہے اور جس طرح کھیتی اپنا خوشہ نکالتی ہے سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور اللہ نے اس زراعت کو حضرت ابو بکرؓ سے قوت بخشی۔ اور یہ حضرت عمرؓ کے باعث پلی اور موٹی ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے ذریعہ اپنے تنوں اور اپنی شاخوں پر کھڑی ہوئی۔ اور کھیتی خوبصورت دکھلائی دیتی ہے بباعث حضرت علیؓ کے اور کفار جلتے ہیں اور ان کو جناب پیغمبر صاحب ﷺ اور ان کے اصحابوں پر غصہ آتا ہے اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کے درمیان جو اختلاف واقعہ ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا واجب ہے اور ان کے حق میں برے کلمات کہنے سے پرہیز کیا جائے اور واجب ہے ان کے فضائل اور نیکیاں بیان کی جائیں۔ اور ان کا معاملہ جو کچھ ہوا ہے خدا تعالیٰ کے سپرد کیا جاوے۔ اور جو مخالفت حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور عائشہؓ اور معاویہؓ کے درمیان واقع ہوئی ہے وہ بھی ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے اور ہر ایک بزرگ کو اس کے درجے کے مطابق اس کو بزرگ جاننا ہے مناسب ہے جیسا کہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اور جو لوگ ان کے پیچھے آتے ہیں کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش اور ہمارے مومن بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے گذرے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں کوئی برائی ان کی نسبت نہ آوے۔ اے ہمارے پروردگار تو ہی ہے شفقت کرنے والا اور تو ہی رحم کرنے والا ہے) اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "یہ ایک گروہ تو گذر چکا اور جو کچھ انہوں نے کیا۔ کمایا۔ ان کا جواب ان کے اپنے ذمہ ہے اور جو کچھ تم کرو گے اس کے تم ذمہ دار ہو گے اور تم سے تو ان کے کاموں کی نسبت نہیں پوچھا جائے گا"۔ اور پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے اصحابوں کا ذکر کیا جائے تو اس وقت تم کو خاموش ہو رہنا چاہئے۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحابوں میں جو اختلاف پڑے اس میں تم کچھ بحث نہ کرو اگر تم میں سے خدا کے راستہ میں کوئی شخص کوہ احد کے برابر سونا خرچ کرے وہ میرے صحابہ کے ایک مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نصف مد کے ثواب کو بھی نہیں پہنچتا۔ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ خوشخبری ہو اس شخص کو جس نے مجھ کو دیکھا اور نیز اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھ کو دیکھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ پس جس نے میرے اصحاب کو گالی دی۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے مجھ کو چن لیا ہے اور پسند کیا ہے اور میرے واسطے میرے یار بھی چن لئے ہیں اور پسند کر لئے ہیں۔ ان کو میرا مددگار بنایا ہے۔ اور ان کو میرے سسر اور رشتہ دار بنایا۔ اور آخیر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا۔ کہ وہ اصحابوں کے رتبہ کو کم کرے گا۔ خبردار تم نے ان کے ساتھ ہرگز کھانا پینا نہیں ہرگز ان کے ساتھ نکاح کرنا کرانا نہیں۔ اور ان کے ساتھ نماز بھی نہ پڑھنی۔ اور ان پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھنی اور ان پر لعنت کرنی حلال ہے۔ جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ مقبول نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے مجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی۔ وہ کبھی دوزخ میں نہیں جائیگا۔ روائت کی ابو ہریرہؓ نے کہ پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو نظر عنایت سے دیکھا- اور کہا کہ جو عمل تم چاہو کرو- تحقیق میں نے تم کو بخش دیا- اور ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں- تم ان میں سے جس کسی کی کلام پکڑو گے ہدایت پاؤ گے- ابن بریدۃؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- کہ میرے اصحابوں میں سے جو کوئی جس حصہ زمین میں فوت ہوا- وہ وہاں کے لوگوں کی شفاعت کریگا- اور سفیان بن عینیہؓ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اصحابوں کے حق میں کوئی بے جا کلمہ کہا- تو وہ بدعتی اور گمراہ ہو گا- اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے- کہ مسلمانوں کے اماموں اور ان کی پیروی کرنے والوں کی بات مانی جائے اور ان کی فرمانبرداری کی جائے وہ لوگ خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار اور خواہ عادل ہوں یا ظالم ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں- اور وہ امام جس کو اپنا جانشین اور نائب بنائے اس کی پیروی اور فرمانبرداری کریں- اور اہل سنت کا اس پر بھی اتفاق ہے- کہ اس بات کو یقینی مان لینا بھی جائز نہیں ہے- کہ فلاں اہل قبلہ قطعی بہشتی ہے یا دوزخی خواہ وہ پورا تابعدار ہو یا گنہگار- اور چاہے گمراہ اور تباہ کار ہو اور چاہے سیدھے راستے پر چلنے والا مگر اس آدمی کی نسبت یہ یقین کر لینا درست ہے جس کی بدعت اور گمراہی پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اطلاع مل چکی ہو- اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبیوں کے معجزے اور ولیوں کی کرامتیں حق ہیں اور اس پر بھی سب متفق ہیں- کہ گرانی اور ارزانی بھی خداوند کریم کی طرف سے ہے نہ مخلوق میں سے کسی کی طرف سے نہ کسی بادشاہ اور نہ حاکم کے اختیار میں ہے- اور نہ کسی ستارے کی تاثیر کو اس میں کچھ دخل ہے جیسا کہ فرقہ قدریہ اور نجومی کہتے ہیں- انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گرانی اور ارزانی خدا کے لشکروں میں سے دو لشکر ہیں- ایک کا نام رغبت ہے اور دوسرے کا نام ہیبت یعنی خوف ہے اور جب خداوند کریم چاہتا ہے کہ گرانی ہو سوداگروں کے دلوں میں اس کی رغبت ڈال دیتا ہے اور وہ اشیاء کو بند کر رکھتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ ارزانی کرنا چاہتا ہے تو سوداگروں کے دلوں میں ہیبت یعنی خوف ڈال دیتا ہے اور وہ ان چیزوں کو اپنے ہاں سے نکال دیتے ہیں- اور ہر ہوشیار دانا مومن کے واسطے بہتر ہے کہ آیات اور احادیث کے جو ظاہری معنے ہوں ان کی پیروی کرے اور تابعدار بنے اور نئی باتیں نہ نکالے اور نہ اپنی طرف سے کمی بیشی کرے اور نہ بہت تاویلیں نکالے ایسا نہ ہو کہ بدعت اور گمراہی تیار کرے اور پھر اس سے ہلاک ہو جائے- عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ تم پیروی کرو- اور بدعت اختیار نہ کرو- اور یہی تمہارے لئے کافی ہے- معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جو باتیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں ان کے جستجو سے بچو اور یہ بھی مت کہو کہ فلاں چیز کیا ہے- جب مجاہد کو معاذؓ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ یہ کیا ہے مگر اب سے ایسا نہیں کہیں گے- اس لئے ہر ایک مومن کو سنت اور جماعت کی پیروی کرنی واجب ہے- پس سنت اس طریقہ کو کہتے ہیں- جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چلے- اور جماعت وہ بات ہے- جس پر چاروں اصحابوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اتفاق کیا ہے- اور یہ لوگ سیدھا راستہ دکھلانے والے ہیں- کیونکہ ان کو سیدھا راستہ دکھلایا گیا ہے- ان سب پر خداوند کریم کی رحمت ہو- اور مناسب یہ ہے کہ اہل بدعت کے ساتھ مباحثہ میل جول نہ کیا جاوے- اور نہ ان کو سلام کہے- کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اہل بدعت کو سلام کرتا ہے گویا وہ ان سے دوستی رکھتا ہے- کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم آپس میں سلام پھیلاؤ تاکہ تمہارے درمیان محبت بڑھے اور بدعتیوں کے ساتھ نہ بیٹھو- اور نہ ہی ان کے قریب جاؤ- اور ان کے کسی خوشی کے وقت یا ان کے عید کے دن ان کو مبارکباد نہ کہو- اور اگر یہ لوگ مر جائیں تو ان پر جنازہ کی نماز نہ پڑھو- اور اگر کہیں ان کا ذکر ہو- تو ان کے حق میں رحمت کے کلمے نہ کہے جائیں بلکہ ان لوگوں سے دور رہیں اور ان سے دشمنی رکھیں اور یہ دشمنی خداوند تعالیٰ کے واسطے ہو اور اس اعتقاد سے ہو کہ اہل بدعت کا مذہب جھوٹا ہے اور ان کی دشمنی سے ہم کو بڑا ثواب اور بہت اجر ملے گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا- کہ اگر کوئی اللہ کے واسطے اہل بدعت کو اپنا دشمن سمجھے اور دشمنی کی نظر سے ان کو دیکھے تو خداوند کریم اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دئے گا اور اگر کوئی شخص اہل بدعت کو خدا کا دشمن جان کر ان کو ملامت کرے تو خداوند کریم قیامت کے دن اس کو امن اور ایمان میں رکھے گا-

اور جو شخص اہل بدعت کو ذلیل اور خوار رکھے اللہ جلشانہ اس کو بہشت میں سو درجے بخشے گا- اور جو آدمی بدعتی سے کشادہ پیشانی یا ایسی طرح سے پیش آئے جس سے وہ خوش ہو تو اس شخص نے اس چیز کی حقارت کی- جو اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے- اور ابی مغیرہؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں- کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ جلشانہ اہل بدعت کے اعمال قبول نہیں کرتا- جب تک وہ بدعت سے باز نہ آئیں- اور فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں- کہ اگر کوئی آدمی اہل بدعت کے ساتھ دوستی کرے تو اس کے نیک عملوں کو خداوند تعالیٰ ضائع کر دیتا ہے اور اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے اور جس وقت کہ کوئی شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے تو اللہ جلشانہ

اس کو بخش دے گا۔ اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہی ہوں۔ اور جب تو کسی بدعتی کو راستے میں آتا ہوا دیکھے تو اس راستہ کو چھوڑ دے اور دوسرے راستے سے ہو کر چلا جا۔ فضیل بن عیاضؒ نے کہا ہے کہ سفیان بن عینیہ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بدعتی کے جنازہ کے پیچھے جائے تو جب تک وہ واپس نہ آئے خدا کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے اور تحقیق رسول مقبول ﷺ نے بدعتی پر لعنت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو آدمی دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے یا بدعتی کو اپنے ہاں پناہ دے اس پر خداوند تعالیٰ اور اس کے سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت نازل ہوتی ہے۔ اور اس کے صرف اور عدل کو خداوند تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ اور صرف سے فرض مراد ہے اور عدل سے مراد نفل ہے۔ اور ابوایوب بجستانی روایت کرتے ہیں۔ کہ جب کوئی آدمی کسی کو سنت نبوی ﷺ کی خبر دے اور وہ آگے سے یہ جواب دے کہ آپ اس سنت کو اپنے پاس رہنے دیں اور مجھ کو اس سے اطلاع دیجئے کہ قرآن میں کیا حکم دیا گیا ہے تو اس صورت میں وہ آدمی گمراہ ہے۔

اہل بدعت کی پہچان

یہ بات بھی سمجھ رکھو۔ کہ اہل بدعت کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ اہل بدعت اہل حدیث کی غیبت کرتا ہے۔ اور زندیق کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو حشویہ جھوٹا کہتا ہے۔ اور قدریہ اہلحدیث کو مجبرہ کہتا ہے اور جہمیہ کی علامت ہے کہ وہ اہل سنت کا نام مشبہ رکھتے ہیں اور رافضی اہل حدیث کو ناصبیہ کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ اور یہ سب لوگ یہ سب کچھ اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کو اہل سنت سے تعصب اور دشمنی ہے۔ اور اہل سنت کا نام صرف ایک ہی ہے یعنی اہل حدیث اس کے سوا اور کوئی نام ان کا نہیں۔ اور بدعتی جو اہل سنت کے لقب رکھتے ہیں۔ وہ ان کے نام سے بالکل نہیں ملتے۔ جیسا کہ اہل مکہ نے پیغمبر ﷺ کے نام ساحر۔ شاعر۔ دیوانہ۔ آسیب رسیدہ۔ اور کاہن رکھتے تھے اور حالانکہ ان کو رسول مقبول ﷺ کے ناموں اور آپ کی صفتوں سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اللہ جلشانہ اور اس کے فرشتوں اور جنوں اور انسانوں اور اس کی تمام مخلوقات کے نزدیک رسول مقبول ﷺ کا نام رسول اور نبی ہے اور آپ سب عیبوں سے پاک ہیں خداوند کریم فرماتا ہے کہ دیکھو تیری شان میں یہ لوگ کیسی تمثیلیں لاتے ہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور کبھی سیدھے راستے پر نہیں آئینگے۔

پس یہ آخری مختصر بیان ہے اس تالیف کا جو ہم نے خداوند تعالیٰ کی پہچان اور اہل سنت کے عقیدہ کی نسبت اپنی طاقت کے مطابق بیان کیا ہے اور ان کو اور فصلوں میں بھی ہم بیان کریں گے تاکہ وہ آدمی ان باتوں سے بے خبر نہ رہے جو خداوند تعالیٰ کی راہ پر چلنا چاہتا ہے ایک فصل میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ بندوں کی جو صفات اور ان کے اخلاق ہیں ان کو خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان باتوں کو بیان کیا ہے جو اہل اسلام کو ضرر اور نقصان دینے والی ہیں اور ان کا مذکور ہوا ہے جن کا خداوند تعالیٰ کی شان میں بیان کرنا ناجائز ہے اور وہ جو جائز ہیں۔ اور دوسری فصل میں ان لوگوں کا بیان ہے جو بادیہ گمراہی میں پریشان پھرتے ہیں اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جزا اور حساب کے روز ان لوگوں کی حجت باطل ہے۔

پہلی فصل

ان صفتوں کا بیان جن کا خدا کی طرف منسوب کرنا جائز ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ اور وہ صفتیں یہ ہیں نادانی۔ شک۔ تردد۔ غلبہ ظن۔ سہو۔ نسیان۔ اونگھ۔ نیند۔ بیماری۔ غفلت۔ عجز۔ موت۔ بہراپن۔ گونگاپن۔ اندھاپن۔ شہوت۔ نفرت۔ خواہش۔ غصہ۔ غم۔ افسوس۔ غمگینی۔ حسرت۔ رنج۔ لذت۔ نفع۔ ضرر۔ آرزو۔ قصد۔ جھوٹ۔ اور یہ بھی روا نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کا نام ایمان رکھا جائے۔ اس کے خلاف فرقہ سالمیہ کہتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کا نام ایمان رکھنا کلام الٰہی سے روا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (جو کوئی کفر کرے ساتھ ایمان کے اس کے سب عمل ضائع ہو گئے) اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ جو شخص ایمان کے وجوب سے انکار کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے ان احکام اور نور الٰہی سے کفر کیا جو رسول اللہ کے ذریعہ ہم کو پہنچے ہیں۔ اور کسی کو یہ کہنا بھی جائز نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کسی کا مطیع ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ جہان کی عورتوں کے حمل پیدا کرنے والا ہے۔ اور نہ کوئی اس کی حد ہے اور نہ انتہا اور نہ وہ آگے نہ پیچھے نہ نیچے نہ قبل اور نہ بعد۔ اس کی کوئی طرف بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ذات میں چگونگی کو دخل ہے یہ صفتیں اس کی شرع میں نہیں آئیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ خداوند کریم نے عرش پر قرار پکڑا ہے جیسا کہ قرآن اور حدیثوں میں مذکور ہوا ہے جتنی طرفیں ہیں ان کا پیدا کرنے والا خدا ہے اور کمیت اور کیفیت ان دونوں صفتوں سے پاک ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ خداوند تعالیٰ کو شخص کہنا جائز ہے یا نہیں۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کو شخص کہنا جائز ہے اور جن کا یہ عقیدہ ہے

وہ اس حدیث کو سند میں بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے روایت کی ہے کہ رسول مقبول نے فرمایا ہے (کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں اور نہ کوئی شخص زیادہ محبت کرنے والا عذر خواہ سے بہ نسبت اللہ کی) اس گروہ کے آدمی اس حدیث کے معنے یہ کرتے ہیں کہ اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ہے۔ اور گنہگاروں کے عذروں کو دوست رکھنے میں بھی اس سے کوئی زیادہ نہیں ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ خدا کو شخص کہنا جائز نہیں وہ اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ خبر کا لفظ شخص کے معنوں میں صریح نہیں ہے۔ اس لئے احتمال ہے کہ اس حدیث کے معنے یہ ہوں لَا اَحَدَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ اللہ خدا کے سوا کوئی اغیر نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے یہ نام رکھنے جائز نہیں۔ فاضل عتیق فقیہ۔ فہیم۔ فطن۔ محقق۔ عاقل۔ موقر۔ طبیب اور بعض کا یہ قول کہ خدا کو طبیب کہنا جائز ہے اور اس کو عادی نہیں کہنا چاہئے کیونکہ عادی کا لفظ منسوب بہ عاد ہے اور عاد مخلوق ہے اور خدا کو مطیق بھی نہ کہا جائے کیونکہ خداوند کریم طاقتوں کے پیدا کرنے والا ہے اور طاقتوں کی انتہا ہے اور خدا کی ذات کی کوئی انتہا نہیں۔ اور اس کو محفوظ بھی نہ کہا جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ حافظ ہے اور خداوند کریم کی صفت مباشرت کے ساتھ درست نہیں۔ اور نہ ہی یہ کہ خدا تعالیٰ کسب کرنے والا ہے کیونکہ کسب خود اس کی قدرت سے پیدا ہوا ہے ان تمام صفتوں سے خدا تعالیٰ پاک ہے۔ کوئی آدمی خدا تعالیٰ کو نیست نہ کہے۔ کیونکہ وہ قدیم ہے مگر اس قدم کی صفت سے نہیں ہے جو ذات پر زائد صفت ہے اور خدا کے وجود کا کوئی آغاز نہیں ہے اور ابن کلاب اس بیان کا خلاف کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ خدا قدم کی صفت کے ساتھ قدیم ہے اور وہ باقی ہے کبھی فناء نہیں ہو گا۔ اور خداوند تعالیٰ بے انتہا معلومات کے ساتھ دانا ہے اور بے انتہا مقدورات کے ساتھ قادر ہے اور معتزلہ کو بھی خلاف ہے۔ اس گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب صفتیں انتہا پذیر ہیں اور جن صفتوں سے خداوند تعالیٰ کو موصوف کرنا روا ہے وہ یہ ہیں۔ خوش ہونا۔ ہنسنا۔ غصے ہونا۔ خفا ہونا۔ راضی ہونا۔ تحقیق ہم نے ان کو پہلے باب میں بیان کیا ہے وہ موجود ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو اس نے اپنے پاس پایا) اور یہ وصف بھی جائز ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کوئی شے ہے۔ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے "شہادت دینے والی چیزوں سے کونسی شے زیادہ بزرگ ہے کہہ تو خداوند تعالیٰ۔" خداوند کریم کو نفس اور ذات اور عین کہنا بھی جائز ہے مگر آدمی کے اعضاء کے ساتھ اس کو تشبیہ نہ دی جائے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہنا جائز ہے کہ خداوند تعالیٰ (ہے) بغیر معین کرنے حد کے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے (ہر چیز کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہر چیز پر خدا تعالیٰ نگہبان ہے وہ قدیم ہے۔ وہ باقی ہے جس کی انتہا نہیں۔ قادر ہے۔ قدرت کے ساتھ موصوف ہے۔ طاقت کے ساتھ موصوف ہے۔ دانا ہے۔ قوی ہے۔ محکم ہے۔ معلوم کرنے والا ہے۔ کیونکہ یہ سب صفتیں عالم کے معنے کی طرف رجوع ہوتی ہیں اور شرح اور لغت اس صفت کی مانع نہیں ہے بلکہ ایک شاعر کہتا ہے کہ اے اللہ میں تو نہیں جانتا اور تو جانتا ہے خدا تعالیٰ دیکھتا ہے اور اس کی ضمیر بھی عالم کی طرف راجع ہے وہ اپنی مخلوق اور اپنے بندوں سے واقف ہے یعنی ہر ایک کو جانتا ہے وہ واجد یعنی عالم ہے اور خداوند کریم خوبصورت ہے اور اس کو خوبصورت کہنا جائز ہے اور وہ اپنے بندوں کو بھی خوبصورت بنانے والا ہے اور وہ اپنے بندوں کو ان کے عملوں کی جزا دینے والا ہے لغت میں دین کے معنی حساب کے ہیں اور محاورے میں بھی آتا ہے کہ جیسا کوئی کریگا ویسا پائیگا اور وہ دین کے دن کا مالک ہے یعنی حساب کے دن کا۔ اس نے اپنے بندوں کے واسطے شریعت بنائی ہے۔ اور لوگوں کو دعوت دی ہے کہ عبادت کرو اور شریعت پر قائم رہو اور شریعت کو ان کے اوپر فرض کر دیا ہے اور لوگوں کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ان کے موافق ان کو جزا دیتا ہے اور مقدار سے خدا کی صفت کرنی بھی روا ہے۔ فرمایا ہے (ہر چیز کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے) یعنی اس اندازہ کے موافق جو ہمارے علم میں تھا اور ہر چیز کو اس کام کے واسطے مقرر کیا ہے جس کے وہ لائق تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے راستہ دکھلایا ہے جیسا کہ اس آیت میں وارد ہے ہم نے لوط کو یہ خبر کردی ہے کہ اس کی عورت اس کے اہل کے سوا عذاب کے درمیان پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔ تقدیر اور مقدر کے معنوں میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کی ذات اس سے پاک ہے اور اس کی شان اس سے بہت بزرگ ہے۔ اور خدا تعالیٰ شفیق ہے کیونکہ وہ لوگوں پر شفقت اور رحمت کرتا ہے اور خوف کھانے والا اور غمگین نہیں ہے اور خداوند کریم کو رفیق کہنا بھی روا ہے ان معنوں سے کہ وہ اپنی مخلوق پر رحمت اور مہربانی کرتا ہے نہ ان معنوں سے کہ چیزوں کو ثابت رکھنے اور درستی اور سلامتی کے واسطے فکر کرنے والا ہے اور خداوند تعالیٰ سخی ہے اور اس کا جواز اسی وجہ سے ہو جس سے کہ اس کو کریم اور جواد کہنا جائز ہے کیونکہ ان سب اسموں کے معنے اپنی مخلوق پر فضل اور احسان کرنا ہے اور سخی کے لفظ سے سستی اور نرمی کا ارادہ نہیں کیا گیا جیسا کہ اس قول میں لغت میں استعمال کیا گیا ہے اَرْضٌ سَخِیَّۃٌ زمین ست اور نرم ہے وَقِرْطَاسٌ سَخِیٌّ اور کاغذ نرم ہے اور خداوند کریم کو ان صفات سے موصوف کرنا روا ہے حکم کرنے والا۔ منع کرنے والا۔ مباح کرنے والا۔ روکنے والا۔ چیزوں کو حرام کرنے والا۔ حلال کرنے والا۔ فرض کرنے والا۔ لازم کرنے والا۔ واجب کرنے والا مستحب کرنے والا۔ راستہ دکھلانے والا فیصلہ کرنے والا حاکم اور جیسا کہ پہلے

بیان ہوا ہے اسی طرح خدا کو ان صفتوں سے بیان کرنا جائز ہے۔وعدہ کرنے والا۔ڈرانے والا۔مذمت کرنے والا۔تعریف کرنے والا۔خطاب کرنے والا۔بات کرنے والا کہنے والا۔اور یہ جتنے نام ہیں۔ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کلام کی صفتوں سے موصوف ہے اور ان معنوں کے رو سے کہ جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہے اس کے نیست کرنے والا ہے خداوند تعالیٰ کی یہ صفت کرنی کہ وہ نیست کرنے والا ہے روا ہے اور حق تعالیٰ کو یہ کہنا بھی جائز ہے کہ وہ کرنے والا ہے کیونکہ جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہے وہی ہے جو اس کو کرنے والا ہے۔خدا تعالیٰ سب چیزوں کا خالق ہے اور ان کے ساتھ ملتبس نہیں۔ایک دوسرے کی مانند ہونا اور ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ جانا جسموں سے علاقہ رکھتا ہے خدا کی ذات اس سے پاک اور صاف ہے۔اللہ جل شانہ جاعل ہے کیونکہ ہر چیز کا فاعل اور کرنے والا ہے

جیسا کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے (ہم نے رات اور دن کو اپنی وحدانیت پر دلیل بنایا) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جعل کے معنے حکم کے ہوں جیسا کہ خدا نے ارشاد کیا ہے (اس کتاب کو ہم نے عربی زبان میں کیا ہے۔اور خداوند کریم تارک ہے۔کیونکہ جو فعل اس نے کیا ہے اگر وہ چاہتا ہے تو اس کو ترک کر دیتا ہے اور ایسا کرنا اس کی قدرت میں ہے اور ممکنات اور موجودات سب چیزوں پر اپنی عام قدرت سے اختیار رکھتا ہے اور یہ ان معنوں کے رو سے نہیں ہے کہ وہ خواہشوں کو ترک کر دینے والا ہے۔اور خداوند تعالیٰ ایجاد کرنے والا ہے۔کیونکہ وہ چیزوں کو اپنی قدرت سے پیدا کرتا ہے اور اسی طرح خداوند کریم موجد ہے اور ثابت کرنے والا ہے کیونکہ وہ اشیاء کو ثبات اور بقا عطاء کرتا ہے جیسا کہ ارشاد کیا ہے (جو لوگ ایمان لائے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ثابت رکھتا ہے) اور یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو ثابت رکھتا اور ام الکتاب اس کے پاس ہے یعنی لوح محفوظ) اور خداوند کریم عامل اور صانع ہے یعنی پیدا کرنے والا ہے اور خدا تعالیٰ مصنیب ہے۔

کیونکہ خدا کے جو افعال ہیں وہ اس کی خواہش کے موافق کمی اور بیشی کے سوا واقع ہوتے ہیں۔اور ہر ایک فعل کا نقصان اس کے حال کے موافق ہوتا ہے اور یہ اس کی حکمت پر مبنی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خداوند کریم افعال کی حقیقت پر زیادہ دانا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں۔کہ اس کا فعل حکم کرنے والے کے مطابق ہے اس صفت سے خداوند تعالیٰ پاک ہے یہ صفت اس کے بندوں کے واسطے ہی لائق ہے جو اس کے حکم کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔اور جس چیز سے ان کو منع کیا ہے اس سے باز رہتے ہیں اور اسی طرح جبکہ وہ تابع ہو اس کا جو اس کے اوپر اور اس کا سردار ہو اللہ تعالیٰ نے افعال کی صفت صواب کے ساتھ کرنا درست ہے کیونکہ وہ ذات حق اور ثابت ہے اور خداوند تعالیٰ ثواب دینے والا ہے اور نعمت دینے والا ہے اس معنی سے کہ وہ اس شخص کو بنا تا ہے جس کو ثواب انعام اور تعظیم دیگئی ہے اور خداوند تعالیٰ معاقب اور مجاز ہے کیونکہ جو لوگ گناہگار ہیں۔ان کو ان کے گناہوں کی جزا اور سزا دینے والا ہے اور وہ قدیم الاحسان ہے کیونکہ وہ ہمیشہ سے پیدا کرتا اور روزی پہنچاتا ہے۔اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے (وہ لوگ جن کو مجھ سے نیکی پہنچتی ہے) اور خداوند تعالیٰ دلیل ہے اور رہنمائی کرتا ہے اس پر امام احمد کی روایت کو بطور سند کے بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے امام احمد علیہ الرحمتہ سے کہا کہ میرا ارادہ طرطوس میں جانے کا ہے۔آپ میرے حق میں دعا فرمائیں۔اور دعا کا توشہ مجھے عنایت کر دیں۔امام صاحب نے اس کو فرمایا کہ تو یہ کہہ اے حیران آدمیوں کو راستہ دکھلانے والے مجھ کو ان لوگوں کے راستے پر رہنمائی کر جو سیدھے راستے میں چلنے والے ہیں اور مجھ کو اپنے نیک بندوں سے بنادے خداوند کریم کی صفت طبیب جائز ہے کیونکہ ابھی ابو رمثہ تمیمی روایت کرتے ہیں ایک دفعہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔اور اس وقت آنحضرت ﷺ کے کاندھے پر ایک ورم نظر آیا جو سیب کی مانند تھا۔میرے باپ نے آپ کی خدمت میں عرض کی میں طبیب ہوں اگر آپ حکم دیں تو آپ کی اس مرض کا علاج کیا جائے۔آپ نے فرمایا۔کہ طبیب اس کا وہی ہے۔جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور ابی سفر روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ بیمار ہو گئے اور جب اصحابوں کو خبر ہوئی۔تو مل کر آپ کے پوچھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔اور آپ کو کہا۔اگر آپ اجازت دیں تو کسی طبیب کو بلایا جائے آپ نے جواب دیا کہ طبیب نے مجھ کو دیکھ لیا ہے انہوں نے کہا اس نے کیا کہا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ کو یہ کہدیا ہے کہ جو کچھ میں چاہتا ہوں۔وہ کرتا ہوں۔اور ایسی ہی روایت ابو دردؓ نے بیان فرمائی ہے۔ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے اور لوگ آپ کی بیمار پرسی کو آئے اور پوچھا۔کہ آپ کو کس چیز کی شکایت ہے جواب دیا کہ اپنی گناہوں کی بیماری کی شکایت ہے اس کے بعد پوچھا کہ تجھے خواہش کس چیز کی ہے۔جواب دیا۔جنت کی خواہش رکھتا ہوں۔

پھر انہوں نے کہا کہ آپ کے واسطے طبیب بلائیں جواب دیا کیا اس نے مجھے بیمار کیا ہے اور خداوند تعالیٰ کو اس کے اوصاف سے یاد کیا جائے۔اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ان کو دعاء میں پڑھیں۔ان کا دعاء میں پڑھنا بہت بہتر ہے۔اور جو نام اللہ کے اس فصل

میں مذکور ہوتے ہیں۔اگر وہ پڑھے جائیں تو بھی جائز ہیں۔اور دعا میں ایسے نام نہ لئے جائیں جیسے کہ اے کافروں کو جزا دینے والے۔اے منافقوں کو جزا دینے والے۔اے کافروں کے مکر کی جزا دینے والے۔اے منافقوں کے فریب کی جزا دینے والے۔اے منع کی گئی چیزوں کو دشمن رکھنے والے۔اے غضب کرنے والے۔اے انتقام یعنی بدلہ لینے والے اے دین کے دشمنوں سے دشمنی کرنے والے۔اے نیست کرنے والے۔اے ہلاک کرنے والے۔اگرچہ یہ سب نام اس کی صفت کے ہیں۔مگر دعاء میں ان کو پڑھنا نامناسب ہے۔

فصل دوسری۔

گمراہ فرقوں کے بیان ہیں۔کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ البتہ تم پہلے لوگوں کے راہ پر ان کے قدم بقدم چلو گے۔اگر وہ ایک بالشت چلے ہیں تو تم بھی ایک بالشت چلو گے۔اور اگر وہ ایک ہاتھ چلے ہیں تو تم بھی ایک ہاتھ چلو گے۔اگر وہ ایک گز چلے ہیں تو تم بھی ایک ہی گز چلو گے۔اور اگر وہ سوسمار کی مانند بلوں میں گھسے ہیں تو تم بھی ان کی مانند ہی بلوں میں گھسو گے خبردار تمہارا حال وہی ہو گا جو بنی اسرائیل کا ہوا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جدا ہو کر اکہتر فرقے ہو گئے تھے۔اور یہ سب ہی گمراہی تھی صرف ایک گروہ اسلام پر باقی رہا تھا۔اور وہ ایک جماعت تھی۔اور اسی طرح بنی اسرائیل کے بہتر گروہ حضرت عیسیٰؑ سے الگ رہ گئے۔اور وہ بھی سب گمراہ ہو گئے۔مگر ان میں یہی صرف ایک فرقہ سیدھے راستے پر رہا اور وہ بھی ایک جماعت تھی پس تم بھی تہتر گروہ ہو جاؤ گے اور یہ سب گمراہ ہونگے۔مگر ان سب میں سے صرف ایک ہی فرقہ اسلام پر رہے گا۔اور عوف بن مالک اشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہونگے۔اور ان لوگوں میں سب سے بڑی بلا وہ فرقہ ہو گا۔جو دین کے کاموں میں اپنے قیاس اور عقل سے کام لینگے اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائینگے اور عبداللہ بن زید۔عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہو گئے۔اور ان میں سے ایک کے سوا باقی سب دوزخی ہیں۔اور قریب ہے کہ میری امت کے تہتر گروہ ہو جائیں۔اور ان میں سے ایک گروہ کے سوا باقی سب آگ میں جلیں گے اصحابوں نے آپؐ سے پوچھا کہ جو ایک گروہ بہشتی ہے اس کی کیا صفت ہے آپ نے فرمایا کہ جو اس طریق پر ہو گا۔جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔اور جس تفرقہ کا ذکر آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔وہ نہ تو آپ کے زمانہ میں ہوا اور نہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کے زمانوں میں ہوا۔بلکہ یہ اختلاف اصحابوں اور تابعینؒ کے وفات پا جانے کے کئی سال بعد ہوا ہے۔

اس وقت کے بعد جبکہ مدینہ کے ساتوں فقیہ مر گئے۔اور شہروں کے علماء اور فقیہ صاحبان دنیا سے چل گئے۔اور قرن بعد قرن اور کئی سال گذر گئے۔اور ان کے مر جانے اور اس دراز عرصہ کے گذر جانے سے علم مفقود ہو گیا مگر تھوڑی سی جماعت ان لوگوں کی باقی رہ گئی۔اور اس فرقہ کے لوگ نجات پائیں گے اور اللہ نے ان کے وجود سے ہی دین کو محفوظ اور نگاہ رکھا جیسا کہ عروہ۔عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ جن کو علم عنایت کرتا ہے ان سے چھینتا نہیں۔مگر یہ ضرور ہے کہ علم کو عالموں کے ساتھ قبض کرتا ہے اور جب عالم لوگ مر جاتے ہیں اور ان سے دنیا خالی ہو جاتی ہے تو پھر لوگ جاہلوں کو اپنے امام بناتے ہیں جو خود تو گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔اور ایک دوسری روایت عروہ اپنے باپ سے اور وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم نہیں چھینتا بلکہ علماء کو قبض کر لیتا ہے اور ان کے ساتھ ہی علم بھی چھین لیتا ہے اور اس طرح جب کوئی عالم نہیں رہتا تو لوگ جاہلوں کو اپنے امام بناتے ہیں اور ان سے سوال کرتے ہیں اور وہ فتویٰ دینے میں خود گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔اور کثیر بن عبداللہ بن عوف اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ البتہ حجاز میں دین واپس آئیگا۔جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ میں گھستا ہے اور البتہ حجاز میں اکثر لوگ دین کی اس طرح تلاش کریں گے جیسا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر ہرنوں کی تلاش کرتے ہیں۔البتہ دین غریب ظاہر ہوا۔اور بہت جلد پھر غریب ہو جائیگا۔اور غریبوں کیلئے یہ خوشخبری ہے۔لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اے رسول اللہ ﷺ وہ غریب لوگ کون ہیں۔آپ نے فرمایا کہ میرے بعد دین کو لوگ خراب کر دیں گے۔اور جو خراب شدہ سنتوں کو درست کریں گے وہ غریب ہی ہوں گے۔اور عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں میری ایک سنت کو لوگ نیست و نابود کریں گے اور

ایک بدعت کو رواج دیا کریں گے۔اور حارثؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول ﷺ نے ان فتنوں کا ذکر کیا جو آخر زمانہ میں پیدا ہونگے۔ حضرت علیؓ نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول مقبول اس فتنہ سے کیونکر خلاصی ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ سے کیونکہ وہ حکمت اور دین اور دنیا کی اصلاح پر شامل ہے اور وہ ایسی سیدھی راہ ہے کہ جو اس پر چلے گا۔وہ لوگوں کے بہکانے سے بہک نہیں سکیگا۔اور جب جنوں کی قوم نے اس کو سنا تو انہوں نے بھی کہا کہ ہم نے قرآن کو سنا ہے اور وہ تعجب میں لاتا ہے۔جس نے اس کلام سے کہا ہے اس نے سچ کہا ہے۔ اور جس نے اس کے ساتھ حکم کیا ہے۔اس نے انصاف کیا ہے۔اور عبدالرحمٰن بن عمرؓ عرباض بن ساریہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ہم نے پیغمبرؐ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔اور بعد میں آپ نے نصیحت کی۔وہ ایسی موثر اور رقت آمیز تھی۔ کہ ہمارے آنسو نکل پڑے۔اور اس سے دلوں میں خوف بھر گیا۔اور سوز اور گداز پیدا ہوا۔اس وقت ہم نے عرض کی کہ اے رسول مقبول ﷺ آپ کی یہ نصیحت ایسی معلوم ہوتی ہے۔گویا کہ آپ ہم سے رخصت اور وداع کرنے والے ہے آپ نے جواب دیا۔کہ میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ پرہیزگاری اختیار کرو۔اور اپنے حاکم کی اطاعت کرو۔چاہے وہ حاکم حبشی غلام ہی ہو۔جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا وہ میرے پیچھے دین میں بہت اختلاف دیکھے گا۔اور تم کو مناسب ہے کہ میری سنت پر قائم رہو۔اور خلفائے راشدین کی سنت پر جو میرے بعد سیدھی راہ دکھلانے والے ہیں۔اور اس کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔اور میرے دین میں کوئی نئی بات پیدا نہ کرو۔اس سے پرہیز رکھو یہ بدعت ہے۔اور کوئی بدعت ہو اس کا اختیار کرنا گمراہی ہے۔اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اس کی پیروی کرے گا جو لوگوں کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے تو پیروی کرنے والے کو وہی ثواب اور اجر ملے گا۔جو سیدھے راستے پر چلانے والے کو ملے گا۔اس کے اجر سے کچھ کم نہیں ہو گا۔اور جو آدمی اس کی پیروی کریگا۔ جو لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔تو اس کو بھی ویسی ہی سزا دی جائے گی۔ جیسی کہ گناہوں کی طرف بلانے والے کو ملے گی۔اور اس کے گناہوں میں بھی کچھ کمی نہیں ہو گی۔

تہتر گروہوں کا بیان

اصل میں تہتر گروہ دس گروہ ہیں اہل سنت۔خارجی۔شیعہ۔معتزلہ۔مرجیہ۔مشبہ۔جہمیہ۔ضراریہ۔بخاریہ۔کلابیہ پس اہل سنت ایک گروہ ہے۔اور پندرہ فرقے خارجیوں کے ہیں۔اور چھ فرقے معتزلہ کے ہیں اور بارہ فرقہ مرجیہ کے ہیں اور ۳۲ گروہ اہل شیعہ کے ہیں۔جہمیہ۔بخاریہ۔ضراریہ۔ کلابیہ۔ ہر ایک ان میں سے ایک ایک گروہ ہے اور تین گروہ اہل مشبہ کے ہیں۔پس یہ سب مل کر تہتر فرقے ہوئے جیسا کہ رسول مقبول نے ان کی خبر دی۔اور ان سب میں سے صرف ایک گروہ ہی ہے جو نجات پانے والا ہے اور وہ فرقہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔اور اہل سنت کا جو مذہب اور اعتقاد ہے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اس فرقہ ناجیہ کا نام قدریہ اور معتزلہ فرقہ کے لوگ مجبرہ رکھتے ہیں۔اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تمام مخلوقات اللہ جل شانہ کے ارادے اور اس کی قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔اور مرجیہ فرقہ کے لوگ اس کا نام شکاکیہ رکھتے ہیں۔کیونکہ یہ لوگ ایمان میں استثناء کرتے ہیں۔اور ہر ایک آدمی ان میں سے یہی کہتا ہے کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں جیسا کہ اوپر اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور رافضی لوگ اس ناجیہ فرقہ کا نام ناملیہ رکھتے ہیں۔کیونکہ اس فرقہ کا دستور ہے کہ جماعت کی رائے سے امام کو مقرر کرتے ہیں اور جہمیہ اور بخاریہ گروہ کے لوگ اس فرقہ کو مشبہ کہتے ہیں۔کیونکہ یہ فرقہ خداوند کریم کی ذات کے واسطے یہ صفتیں ثابت کرتا ہے۔علم۔قدرت۔حیاتی اور اسی قسم کی دوسری صفات۔اور باطنیہ فرقہ کے لوگ ناجیہ کو حشویہ بولتے ہیں کیونکہ اس کے لوگ رسول مقبول ﷺ کی حدیثوں اور اصحابوں کے آثار پر عمل کرتے ہیں۔مگر یہ جتنے نام ہیں ان میں سے کوئی بھی اس فریق کے لائق نہیں ہے۔اگر اس کا درست نام ہے تو وہ اہل سنت اور اصحاب حدیث ہے جیسا کہ بیان ہوا۔مگر دوسرے فرقوں کے نام خارجی اور لقب ضرور ہیں۔خارجی تو اس واسطے کہتے ہیں۔کہ وہ حضرت علیؓ کو امام نہیں مانتے اور حکمیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو موسیٰ اشعری اور عمر بن عاص کے حکم سے انکار کیا ہے۔جن کو حضرت علیؓ نے حاکم بنایا تھا۔جب ان دونوں نے انہیں حکم دیا۔تو جواب دیا کہ خداوند جلشانہ کے سوا اور کسی کے حکم کو نہیں مانیں گے۔اور ان کو حروریہ بھی کہتے ہیں۔یہ نام اس واسطے رکھا ہے کہ یہ زمین حرورا میں اترے تھے۔اور ان کو شرات بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا یہ بیان ہے کہ ہم نے اپنی جانوں کو خداوند تعالیٰ کے راستہ اور اس کی

مرضی میں بیچ دیا ہے اور ان کا نام مارقہ بھی ہے یہ لوگ دین سے باہر نکل گئے ہیں۔
اور رسول مقبول ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا ہے۔ یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جیسے کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اور وہ پھر دین میں واپس نہیں آئینگے۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جو دین سے باہر نکل گئے ہیں۔ اور اسلام سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور سنت اور جماعت سے بھاگ کر سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے ہیں اور سلطان وقت سے منحرف اور باغی۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے پاک نہاد اماموں پر تلوار کھینچی ہے اور ان کے خون اور مال کو حلال سمجھا ہے اور جنھوں نے اس گمراہی میں ان کی مخالفت کی ہے ان کو کافر کہتے ہیں۔ اور رسول خدا کے اصحابوں اور آپ کے خسروںؓ کو گالیاں دیتے اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ہمیشہ اصحابوںؓ سے بیزار رہتے ہیں اور کفر اور کبیرہ گناہ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جو ان کے خلاف کرے اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور قبر کے عذاب اور حوض اور شفاعت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور ان کا یہ مقولہ ہے کہ جن لوگوں کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ پھر ان میں سے کسی کو نہیں نکالیں گے اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایک دفعہ جھوٹ بولے یا صغیرہ یا کبیرہ گناہ کرے اور توبہ کرنے کے سوا اسی حالت میں مر جائے تو وہ کافر ہوتا ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ اگر پڑھتے ہیں تو اپنے گروہ کے امام کے ساتھ ہی پڑھتے ہیں اور نماز کے وقتوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ اور چاند کے دیکھنے سے پہلے ہی روزے رکھنے اور کھولنے شروع کر دیتے ہیں۔ اور بغیر اجازت ولی کے عورت کو دیکھنا اور اس سے نکاح کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اور متعہ کو جائز ٹھیراتے ہیں اور ایک درم کو دو درم کے بدلے ہاتھوں ہاتھ بیچ دینا حلال سمجھتے ہیں۔ موزے پہن کر نماز پڑھنی یا موزہ پر مسح کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ اور بادشاہ وقت کی فرمانبرداری اور قریش کی خلافت کے بھی قائل نہیں۔ اور خارجی لوگ اکثر ان مقاموں میں رہتے ہیں۔ عمان۔ موصل۔ حضر موت اور عرب کا گرد و نواح۔ اور ان لوگوں کے عقائد کی کتابوں کو عبداللہ بن زید۔ محمدؐ بن حرب۔ یحییٰ بن کامل۔ سعید بن ہارون نے بنایا ہے اور ان کے پندرہ فرقوں میں ایک فرقہ نجداتیہ کہلاتا ہے اور یہ نجد بن عامر حنفی کی طرف منسوب ہے اور یہ یمامہ کا رہنے والا تھا۔ اور یہ لوگ عبداللہ بن ناصر کے اصحاب ہیں اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک دفعہ جھوٹ بولے یا صغیرہ گناہ کرے اور اس پر جمار ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر کوئی زنا کرے یا چوری کرے یا شراب پئے اور اس پر اصرار نہ کرے تو وہ مسلمان ہے اور ان کا اعتقاد ہے کہ دنیا کو امام کی کوئی حاجت نہیں۔ قرآن کا جان لیناہی لوگوں کو کافی ہے اور ان خارجیوں میں سے ایک گروہ ازارقہ کہلاتا ہے اور نافع بن ارزق کے اصحابوں میں سے ہیں۔ یہ اس کے معتقد ہیں کہ ہر ایک کبیرہ گناہ کفر ہے اور جو آدمی کبیرہ گناہ کرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے اور دنیا کفر کا گھر ہے اور کہتے ہیں کہ ابا موسیٰ اور عمرو بن عاص خدا سے کافر ہو گئے ہیں۔ اور اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی امیر المومنین نے ان کو حکم دیا تھا۔ کہ تم ہمارے اور معاویہ کے معاملہ کے درمیان غور کرو۔ اور سوچو کہ رعیت کی مصلحت کس میں ہے اور انھوں نے اس بات میں غور کی۔ اور کہتے ہیں کہ مشرکوں کے لڑکوں کو مار دینا جائز ہے اور زانی یا زانیہ کے سنگسار کرنے کو حرام کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی پاک آدمی کو زانی ہونے کی تہمت لگائے تو اس کے واسطے کوئی حد مقرر نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی پاک محصن عورت کو زانی ہونے کی تہمت لگائے تو اس کے واسطے حد مقرر کر دیتے ہیں۔ اور خارجیوں کا ایک گروہ ابن فطریک سے منسوب ہے اور ایک گروہ عطیہ بن اسود سے۔ اور خارجیوں کا ایک گروہ عجاردہ کہلاتا اور یہ عبداللہ بن عجرو سے منسوب ہیں۔ اور ان کے بہت سے گروہ ہیں۔ اور یہ سب میمونیہ ہیں۔ اور یہ لوگ پوتیوں۔ نواسیوں۔ بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کرنا جائز سمجھتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔ اور کہتے ہیں کہ سورہ یوسف قرآن میں سے نہیں ہے یہ الحاقی ہے اور ان کا ایک فرقہ جازیہ ہے۔ اور ان کی علیحدگی کا باعث یہ ہے کہ ان کا مقولہ ہے کہ دوستی اور دشمنی خداوند تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں۔ اور پھر فرقہ جازیہ سے ایک فرقہ معلومیہ الگ ہو گیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ جو آدمی اللہ جلشانہ کو اس کے ناموں سے نہیں پہچانتا وہ جاہل ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ بندوں کے افعال مخلوق نہیں اور نہ قدرت افعال کے ساتھ ہے۔ اور ان پندرہ گروہوں میں سے ایک فرقہ کا نام مجہولیہ ہے۔ اس گروہ کے لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بعض اسماء الٰہی سے جان لے تو وہ جاہل نہیں بلکہ عالم ہے اور ان میں ایک گروہ صلتیہ کہلاتا ہے یہ عثمان بن صلت سے منسوب ہے اس کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی ہم میں سے اسلام قبول کرے۔ اور اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو وہ لڑکا مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ سن بلوغ کو نہ پہنچے اور اسلام کی دعوت قبول نہ کرے۔

جب بالغ ہو کر اسلام قبول کرے تو وہ مسلمان ہے اور ان میں سے ایک گروہ اخنسیہ کہلاتا ہے اور اخنس کی طرف منسوب ہے اس گروہ کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر مالک اپنے غلام سے زکوٰۃ لے لے۔ تو اس کو جائز ہے۔ اور جب غلام فقیر اور محتاج ہو جائے۔ تو اس کو بھی اپنی زکوٰۃ سے دینا روا ہے اور دو فرقے ان سے اور نکلے ہیں۔ ایک کا نام ظفریہ ہے اور دوسرے کا حفصیہ۔ ان دونوں گروہوں کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی خدا کو پہچان لے اور خدا کے پیغمبر اور بہشت اور دوزخ کو نہ مانے اور سارے گناہ کرے یہاں تک کہ قتل اور زنا کو بھی حلال جانے تو صرف خدا پر اعتقاد رکھنے سے ہی وہ شرک اور کفر سے پاک ہوتا ہے۔ اور شرک یہ ہے۔ کہ کوئی خدا کو نہ پہچانے اور اس کا منکر ہو۔ اور کہتے ہیں کہ لفظ حیران جس کو خداوند تعالیٰ نے اپنی کلام میں بیان فرمایا ہے۔ اس سے حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب مراد ہے کیونکہ یہ ان لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اہل نہرواں مقصود ہیں اور ان پندرہ فرقوں میں سے ایک فرقہ اباضیہ ہے ان کا یہ عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جو چیز اپنے بندوں پر فرض کی ہے وہ ایمان ہے اور ہر گناہ کبیرہ کفر نعمت ہے۔ کفر شرک نہیں۔ اور ان فرقوں میں سے ایک فرقہ بنیہ نکلا ہے یہ ابی بنیس سے منسوب ہے ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب تک کوئی یہ نہ جان لے کہ فلاں فلاں چیزیں خداوند کریم نے حرام کر دی ہیں اور فلاں فلاں حلال۔ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوتا اور اس فرقہ بنیہ میں سے ایک گروہ اور خارج ہوا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی آدمی ایسا گناہ کرے جس کا کرنا اس پر حرام ہے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کو پکڑ کر حاکم کے پاس لے جائیں اور وہاں جانے سے اس پر حد قائم ہو جائے۔ تو اس صورت میں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور ان سے ایک فرقہ شمراخیہ پیدا ہوا ہے اس کا یہ نام اس واسطے پڑا ہے کہ وہ عبداللہ بن شمراخ سے منسوب ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ماں اور باپ کا مار ڈالنا حلال ہے۔ اس حکم کا اعلان عبداللہ نے دار تقیہ میں کیا تھا۔ اور جب اس کا اعلان کیا تو اس حکم سے خارجی لوگ بیزار اور ناراض ہو گئے۔ اور ان گروہوں میں سے ایک بدعتیہ گروہ ہے۔ اس کے لوگ فرقہ ارزقہ سے موافقت رکھتے ہیں۔ مگر اس قول سے الگ ہیں۔ کہ صبح اور عشاء کی نماز دو دو رکعت ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیۡلِ الخ دن کی دونوں طرفوں کے درمیان اور رات کے نزدیک نماز کو قائم کرو۔" تحقیق نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ اور اس گروہ کے آدمیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے۔ کہ اگر کافروں کی عورتیں اور ان کے لڑکے لوٹ میں ہاتھ آ جائیں۔ تو اس وقت ان کو مار ڈالنا بھی روا ہے۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے کہ کافروں میں سے کسی سرکش کو زمین پر نہ چھوڑو۔ اور یہ خارجیوں کے جتنے فرقے ہیں۔ یہ سب حضرت علیؓ کو کافر کہتے ہیں۔ اور اس کے واسطے حجت یہ بیان کرتے ہیں کہ علیؓ نے ابو موسیٰ اور عاص کو لوگوں کی مصلحت کے واسطے اپنے اور معاویہؓ کے درمیان پنچ بنایا تھا۔ اور اگر کوئی آدمی گناہ کرے تو اس کو کافر ٹھیراتے ہیں اور فرقہ نجد کے لوگ ان کے اس عقیدہ سے موافقت نہیں رکھتے۔

شیعوں کا ذکر

شیعوں کے کئی نام ہیں ان میں سے بعض کو شیعہ اور بعض کو رافضی کہتے ہیں اور بعض کو غالیہ اور بعض کو طیارہ۔ ان کو شیعہ تو اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؓ کے پیرو ہیں۔ اور باقی سب خلیفوں پر حضرت علیؓ کو فضیلت دیتے ہیں۔ اور ان کو رافضی اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ اکثر اصحابوں کو نہیں مانتے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور زید بن علی کو ترک کرتے ہیں۔ جب زید نے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کو خلافت کے واسطے منظور کیا اور ان کو امام مان لیا۔ زید نے کہا کہ مجھ کو جن لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ ان کا نام رافضی رکھا گیا۔ اور بعض یہ فرق کرتے ہیں کہ شیعہ تو وہ ہے جو عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر بزرگی نہیں دیتا۔ اور جو علیؓ کو عثمانؓ سے افضل جانتا ہے وہ رافضی ہے۔ اور ان میں سے ایک گروہ قطعیہ کہلاتا ہے۔ جو موسیٰ بن جعفر کی موت کے وقت الگ ہو گئے تھے اور فرقہ غالیہ وہ ہے۔ جس کے لوگ حضرت علیؓ کی شان میں بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ اور خدا اور پیغمبر کی جو صفتیں ہیں حضرت علیؓ کو ان سے موصوف کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس گروہ کے عقائد کی کتابوں کو تصنیف کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔ ہشام بن حکم۔ علی بن منصور۔ ابو الاحوص۔ حسین بن سعید فضل بن شاذان۔ ابو عیسیٰ وراق۔ ابن راوندی اور یہ لوگ اکثر ان شہروں میں رہتے ہیں۔ قم اور قاشان۔ بلاد ادریس اور کوفہ

رافضی گروہ

اس کے تین فرقے ہیں-غالیہ- زیدیہ- رافضیہ اور پھر غالیہ کے بارہ گروہ ہیں-بیانیہ-طیاریہ- منصوریہ- غیریہ خطابیہ معمریہ- بزیعیہ- مفضلیہ- تناسخیہ- شریعیہ- سبائیہ- مفوضہ اور دوسرے فرقہ زیدیہ کی چھ شاخیں ہیں- جارودیہ- سلیمانیہ- تبریہ- نعیمیہ- یعقوبیہ اور چھٹا فرقہ یہ دنیا میں واپس آنے کا انکاری نہیں یعنی تناسخ کو مانتے ہیں- اور ابو بکرؓ اور عثمانؓ سے بیزار ہے اور رافضیہ گروہ چودہ فرقے ہو گئے ہیں- قطعیہ- کسائیہ- کربیہ- مغیریہ- محمدیہ- حسینیہ- نادسیہ- اسماعیلیہ قرامطیہ- مبارکیہ- شمیطیہ- عماریہ- مخطولیہ- موسویہ- امامیہ- رافضیوں کے سب گروہوں اور فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ امامت کا ثبوت عقل سے ہے حالانکہ امامت نص سے ثابت ہے اور جس قدر امام ہیں وہ تمام آفتوں اور غلطیوں سے پاک ہیں- اور سہو اور خطا سے بچے رہے ہیں اور جب اعلیٰ درجہ کا آدمی موجود ہو تو اس کے ہوتے ہوئے ادنیٰ درجہ کے آدمی کو امام بنانے سے انکار کرتے ہیں- جیسا کہ اماموں کے ذکر میں اوپر بھی بیان ہو چکا ہے اور بالاتفاق حضرت علیؓ کو باقی تمام اصحابوں پر بزرگی دیتے ہیں- اور ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اس سے آگاہ کیا ہے کہ میرے بعد حضرت علیؓ میرے خلیفہ ہونگے- اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور دوسرے اصحابوں سے بیزار ہونا- مگر بعض کو قبول بھی کرتے ہیں سوا اس کے جو فرقہ زیدیہ کی حکایت بیان کی گئی ہے- اور اس بات پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ رسول مقبول ﷺ کے بعد خلافت کا حق حضرت علیؓ کا تھا لیکن بعد میں ایسا نہیں کیا- اس واسطے سب لوگ مرتد ہو گئے ہیں- مگر چھ آدمیوں کو ان میں شامل نہیں کرتے- ان میں سے چار تو یہ ہیں- علیؓ- عمارؓ- مقداد بن اسود- سلیمانؓ فارسی دو ان کے سوا اور ہیں- اور اس فرقہ کا یہ قول بھی ہے کہ جب امام کو کوئی خوف ہو تو اس کے واسطے یہ کہدینا جائز ہے کہ میں امام نہیں- اس گروہ کا اعتقاد ہے کہ کسی چیز کے ظاہر ہونے سے پہلے خداوند تعالیٰ اس کو نہیں جانتا- اور ان کا یہ مقولہ ہے کہ حساب کے دن سے پہلے مردے دنیا میں واپس آجائینگے- مگر غالیہ گروہ کے لوگوں کو اس سے اتفاق نہیں- ان کا یہ قول ہے کہ کوئی قیامت نہیں اور نہ ہی حساب اور کتاب ہو گا- اور ان تمام کا یہ عقیدہ ہے کہ امام صاحب کو ایسا علم ہوتا ہے کہ جو چیز پچھلے زمانہ میں ہو چکی ہے اور آئندہ ہونے والی ہوتی ہے چاہے دنیا کے متعلق ہو اور چاہے دین کے متعلق ہر ایک کو جانتا ہے یہاں تک کہ سطح زمین پر جس قدر ٹھیکریاں اور مینہ کے قطرہ پڑتے ہیں ان کی تعداد بھی اس کو معلوم ہوتی ہے- اور درختوں کے جتنے پتے ہیں- ان کے شمار سے واقف ہے اور اماموں نے اپنے اپنے معجزے بھی دکھلائے جیسے کہ انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھلائے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ جس نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی ہے وہ کافر ہے اور اسی قسم کی اور بھی بہت سی باتیں کہتے ہیں- مگر فرقہ غالیہ کا عقیدہ ہے کہ جتنے پیغمبر ہوئے ہیں ان سب سے حضرت علیؓ افضل اور بہتر ہیں اور دوسرے اصحابوں کی مانند زمین میں دفن نہیں کئے گئے- بلکہ وہ بادلوں میں ہیں اور وہاں سے ہی اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑائی کریں گے اور جب اخیر زمانہ آئے گا تو اس وقت دنیا میں اتر آئیں گے اور اپنے تمام دشمنوں کو اور ان لوگوں کو جو آپ سے بغض رکھتے تھے سب کو قتل کر ڈالیں گے- حضرت علیؓ اور باقی جس قدر معصوم امام گذرے ہیں وہ مرے نہیں- یہ لوگ قیامت تک زندہ رہیں گے- کیونکہ موت ان کے پاس آ ہی نہیں سکتی-

اور ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ ہی پیغمبر ہیں صرف اتنی بات رہ گئی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان پر وحی نازل کرنی بھول گئے ہیں- اور ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ خدا ہیں- ان پر خدا کی اور تمام فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت تاقیامت رہے خدا ان کا نام و نشان اس جہان سے مٹا ڈالے- اور ان کی سبزیوں کو زمین سے دور کردے- اور ان میں سے زمین پر پھرنے والا کوئی باقی نہ رہے- کیونکہ یہ لوگ اپنے غلو میں بہت بڑھ گئے ہیں- کفر پر خوب جم گئے ہیں- اسلام کو چھوڑ بیٹھے ہیں- خداوند کریم اور قرآن اور تمام پیغمبروں کو نہیں مانتے جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں- ان سے خدا اپنی پناہ میں رکھے- اور فرقہ غالیہ سے بنانیہ نکلا ہے اور یہ بنان بن سمعان کی طرف منسوب ہے اور اس گروہ کی تمام جھوٹی اور لغو باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خداوند کریم کی شکل اور صورت ایسی ہے جیسی کہ انسان کی صورت ہے- حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت بزرگ و برتر ہے- اللہ جلشانہ فرماتا ہے (اس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے) اور فرقہ غالیہ سے ایک اور گروہ طیار نام نکلا ہے- اور یہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار کی طرف منسوب ہے اور یہ تناسخ کو مانتے ہیں اور اس کے قائل ہیں- کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح خدا کی روح ہی ہے خداوند تعالیٰ آپ آدم کے قالب میں اتر آیا ہے اور اس کی جدائی اسی تناسخ کے قائل ہونے میں ہے اور اس باب میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جب انسان مرتا ہے اور اس کی روح بدن سے نکلتی ہے تو وہ پہلے بکری کے بچہ میں داخل ہوتی ہے اور پھر

اس کے قالب سے نکل کر دوسرے قالب میں جاتی ہے اور اسی طرح ہر ایک قالب میں دور کرتی رہتی ہے۔ اور سب کے بعد پاخانہ کے کیڑے کے قالب میں جاتی ہے یا ان میں جو ان کیڑوں کی مانند ہوتے ہیں اور اخیر درجہ تناسخ کا ہے مگر بعض کہتے ہیں کہ گنہگاروں کی روحیں لوہے اور مٹی اور کچے برتنوں میں داخل ہوتی ہیں۔ اور وہاں وہ اپنے گناہوں کی مقدار کے موافق اس طرح عذاب بھگتی ہیں کہ کہیں وہ برتن کوٹے جاتے ہیں اور کہیں آگ میں پکائے جاتے ہیں۔ اور کہیں گلائے جاتے ہیں اور استعمال ہونے میں کہیں ذلیل ہوتے ہیں اور کہیں خوار ہوتے ہیں۔ ان حالتوں میں وہ روحیں اپنی گناہونگی سزا پاتی رہتی ہیں۔ اور فرقہ مغیریہ۔ یہ مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے۔ جس نے دعوئ نبوت کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ خداوند تعالیٰ نور ہے اور وہ آدمی کی صورت پر ہے اور مغیرہ کا دعویٰ تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ اور منصوریہ فرقہ ابی منصور سے منسوب ہے۔ ابی منصور کا یہ یقین تھا کہ میں آسمان کی طرف گیا ہوں اور خداوند تعالیٰ نے میرے سر کو چھولیا ہے اور اس کا یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ خدا کی مخلوقات میں سے سب کے پہلا آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسالت منقطع نہیں ہوئی۔ اور بہشت اور دوزخ کوئی نہیں اور اگر کوئی شخص ہم میں سے ہمارے چالیس دشمنوں کو مار ڈالے تو وہ بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ اور لوگوں کا مال کھالینا حلال جانتے ہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسالت کے بارے میں غلطی کی ہے اور یہ کفران کا اتنا بڑا ہے کہ اس کے برابر اور کوئی کفر نہیں۔ اور خطابیہ گروہ ابی خطاب سے منسوب ہے۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے۔ کہ امام نبی اور امین ہیں۔ اور ہر ایک زمانہ میں دو پیغمبر رہتے ہیں ایک پیغمبران میں سے بولنے والا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ایک چپ۔ چنانچہ محمد مصطفےٰ ﷺ پیغمبر ناطق ہوئے ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ چاپ۔ اور فرقہ مغیریہ کے لوگوں کا بھی یہی اعتقاد ہے اور یہ فرقہ خطابیہ سے نماز کے چھوڑ دینے کی زیادتی کے سبب الگ ہوئے ہیں۔ اور بزیعیہ اور بزیع سے منسوب ہے ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جعفرؓ خدا ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ خدا جعفرؓ کی سی صورت کا ہے خدا ان کو ہلاک کرے اور وہ کہتے ہیں کہ جعفرؓ کے پاس وحی نازل ہوتی ہے۔ اور وہ فرشتوں کے پاس چلا جایا کرتا تھا۔ خدا ان کو ہلاک کرے۔ اسی قسم کی ان کی لغو باتیں اور جھوٹی حکائتیں عجیب و غریب ہیں جو دفتر سا ہیں ان لغویات اور جھوٹی باتوں کے سبب یہ گروہ اس قابل ہے کہ اس کو خداوند تعالیٰ اسفل السافلین میں پھینکے۔ اور نیچے سے نیچے ہاویہ دوزخ کی آگ میں جلائے۔ اور فرقہ مفضلیہ مفضل صراف سے منسوب ہے۔ اس گروہ کے لوگ اپنے آپ کو پیغمبر بناتے ہیں اور سراسر جھوٹے ہیں۔

اور فرقہ شریعیہ شریع سے منسوب ہے۔ اس گروہ کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خداوند کریم پانچ آدمیوں کی صورت میں اترا ہے۔ محمد مصطفےٰ حضرت عباسؓ۔ حضرت علیؓ۔ جعفرؓ۔ عقیلؓ۔ سبائیہ فرقہ عبداللہ بن سبا سے نسبت رکھتا ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ نے وفات نہیں پائی۔ اور قیامت سے پہلے وہ پھر دنیا میں واپس آئیں گے۔ اور سید حمیدی اسی گروہ میں سے ہیں فرقہ مفوضیہ کا اعتقاد ہے کہ اللہ جلشانہ نے لوگوں کی تدبیر اماموں کے سپرد کی ہے اور تحقیق محمد مصطفےٰ کو خدا نے پیدائش عالم کی اور اسکی تدبیر کی قدرت دی۔ اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان میں سے خدا کی پیدا کی ہوئی کوئی بھی نہیں ہے اور ایسا ہی حضرت علیؓ کے حق میں کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے عالم کے پیدا کرنے کا کام ان کے بھی سپرد کیا ہے اور اس گروہ کے لوگوں کا یہ معمول ہے کہ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سلام پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ابر میں رہتے ہیں اور فرقہ زیدیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ زید بن علی کے قول کی تائید کرتا ہے کہ اس نے ابو بکرؓ اور عمرؓ کی خلافت کا جو حق سمجھا ہے وہ درست ہے۔ اور جارودیہ فرقہ ابی جارہ سے نسبت رکھتا ہے۔ اس گروہ کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ محمد مصطفےٰ کے وصی ہیں۔ اور وہ برحق امام ہیں۔ اور پیغمبر ﷺ نے آپ کی نسبت آپ کی صفت سے خبر دی تھی۔ آپ کے نام سے خبر نہیں دی اور ان کا اعتقاد ہے کہ امامت امام حسین تک ہے اور ان کے بعد کوئی امام نہیں۔ مگر کہ مجلس شوریٰ جس کے حق میں جو فیصلہ کرے وہی ٹھیک ہے اور سلیمانیہ فرقہ سلیمان بن کثیر سے منسوب ہے۔ زرقان لکھتے ہیں کہ اس گروہ کے لوگ امام برحق حضرت علیؓ کو قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ہم عصروں سے افضل ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت ناروا ہے جنہوں نے آپ سے بیعت کی ہے انہوں نے خطا کی ہے کیونکہ وہ اس کے مستحق نہ تھے کہ بیعت کے باب میں کسی دوسرے کے حق میں حضرت علیؓ پر سبقت کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ خطا امت نے کی ہے کہ اس نے مصلحت کو چھوڑ دیا اور تبریہ فرقہ ابتر سے منسوب ہے اور یہ اک آواز ہے جو اس نام سے یعنی ابتر سے ملقب کی گئی ہے۔ اس گروہ کے لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیعت درست تھی یہ خطاء نہیں تھی کیونکہ حضرت علیؓ نے امارت کو خود ترک

کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ان کو تردد ہے اس میں شک رکھتے ہیں کہ عثمان برحق امام ہیں یا نہیں ہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے کہ حضرت علیؓ اس وقت امام ہوئے ہیں۔ جب کہ ان سے بیعت کی گئی ہے نعیمیہ فرقہ نعیم بن یمان سے منسوب ہے اور اس گروہ کے لوگوں کو ابتریہ سے موافقت ہے لیکن حضرت عثمانؓ سے یہ لوگ بیزار ہیں اور ان کی امامت سے منکر۔ اور یعقوبیہ گروہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں برحق امام ہیں مگر رجعت کے منکر ہیں۔ اور یہ گروہ ایک یعقوب نامی آدمی سے نسبت رکھتا ہے اور اس کے بعض آدمی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں سے بیزار ہیں اور دنیا میں دوسرا باز گشت کرنے کے قائل ہیں۔

رافضیوں کا بیان

رافضی چودہ گروہ ہیں۔ ان کے پہلے فرقہ کا نام قطعیہ ہے اور اس گروہ کو قطعیہ اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے موسیٰ بن جعفر کی موت پر اپنے آپ کو الگ کیا اور اس کے قائل ہیں کہ امامت کا سلسلہ محمدؒ بن حنفیہ تک پہنچتا ہے اور وہ ہمیشہ کے واسطے امام ہے اور اس کے ظاہر ہونے کے منتظر ہیں۔ دوسرا گروہ کیسانیہ ہے۔ یہ کیسان سے منسوب ہے اس فرقہ کا اعتقاد ہے کہ محمدؒ بن حنفیہ امام ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے بصرہ میں اپنا جھنڈا امامت کھڑا کیا تھا۔ تیسرے گروہ کا نام کریبیہ ہے۔ یہ کریب سے منسوب ہے۔ چوتھا گروہ عمیریہ ہے اور عمیر ان کے اماموں میں سے ہے اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جب تک امام مہدی کا خروج نہیں ہوتا ہمارا امام عمیر ہے۔ پانچواں گروہ محمدیہ ہے۔ یہ محمدؒ سے منسوب ہے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ امامت کے لائق اور اس کے مستحق محمدﷺ ہیں جو عبداللہ بن حسن بن حسین کے بیٹے تھے اور انہوں نے بنی ہاشم کے برخلاف یہ وصیت کی تھی کہ ابی منصور امام ہوں جیسا کہ یوشع کے حق میں جو بنی اسرائیل میں تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اولاد اور ہارون کی اولاد کے برخلاف وصیت کی تھی۔ چھٹا فرقہ حسینیہ ہے یہ حسین سے منسوب ہے اور اس گروہ کے لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ابو منصور نے وصیت کی ہے کہ میرے بعد حسین بن منصور امام ہو۔ ساتویں گروہ کا نام ناوسیہ ہے۔ یہ ناوس بصری سے منسوب ہے جو اس فرقہ کے لوگوں کا سردار تھا۔ اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ جعفر صادق امام ہیں۔ اور ان کی موت کے قائل نہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ زندہ موجود ہیں۔ اور جو مہدی آخر الزمان ہونے والے مشہور ہیں۔ وہ وہی ہونگے۔ آٹھویں گروہ کو اسماعیلیہ کہتے ہیں۔ اس کا اعتقاد ہے کہ امام جعفر صادق زندہ نہیں ہیں وہ مرگئے ہیں اور ان کے بعد امام اسمٰعیل ہیں اور ان کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ وہ ملک کا مالک ہوگا اور مہدی آخر الزمان بھی وہی ہوگا نواں فرقہ قرامطیہ ہے یہ کہتے ہیں کہ امامت جعفر تک ہے ان سے آگے نہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر نے یہ کہا تھا۔ کہ محمد بن اسمٰعیل امام ہونگے اور محمد جیتا ہے مرا نہیں اور مہدی بننے کی فکر میں ہے دسواں فرقہ مبارکیہ ہے۔ یہ اپنے آپ کو مبارک سے منسوب کرتا ہے جو اس گروہ کے لوگوں کا سردار تھا ان کا یہ عقیدہ ہے کہ محمدؒ بن اسمٰعیل زندہ نہیں وہ فوت گیا ہے۔ اور اس کے مرنے کے بعد امامت اس کی اولاد میں باقی ہے۔ گیارھواں فرقہ شمیطیہ ہے اور یہ یحییٰ بن شمیط سے منسوب ہے۔ یہ شخص ان کا سردار تھا۔ اس گروہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت جعفر علیہ السلام امام ہیں۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد اور پوتوں اور پڑوتوں میں امامت باقی چلی آئی ہے بارھواں فرقہ عماریہ ہے اس کو فطحیہ بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کہتے ہیں امام جعفر کے بعد ان کا بیٹا عبداللہ امام ہے اور عبداللہ کے پاؤں بہت لمبے اور موٹے تھے اور اس گروہ کے لوگوں کی ایک کثیر جماعت ہے۔ تیرھواں گروہ ممطوریہ ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس گروہ کے لوگوں نے یونس بن عبداللہ سے جو قطعیہ فرقہ سے ہے مناظرہ کیا تھا اور اس کے جدا فرقہ قرار پانے کا باعث یہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر کو زندہ جانتے ہیں اس کی موت کا یقین نہیں کرتے۔ اور یونس ان کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ تم پلیدی اور نجاست میں بھیگے ہوئے کتے سے بھی زیادہ نجس اور ذلیل اور خوار ہو اور اسی واسطے ان کا یہ نام بھی مقرر ہوا ہے اور ان کو واقفہ بھی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امامت کا موسیٰ بن جعفر تک ہی یقین کرتے ہیں اور ان کے آگے امامت کے سلسلہ کو نہیں مانتے۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ موسیٰ زندہ ہے اس کو کبھی موت نہیں آئے گی اور وہی مہدی ہوگا۔ چودھواں گروہ موسویہ ہے اس کی وجہ تسمیہ اس گروہ کا موسیٰ سے منسوب ہوتا ہے۔ اس کو موسیٰ بن جعفر کے زندہ رہنے یا مرنے میں شک ہے۔

ان کا یہ مقولہ ہے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہیں یا مرگئے ہیں۔ اور اگر کوئی امام ہوا تو وہ موسیٰ ہی ہوگا۔ اور جو امامیہ گروہ کے لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں امامت کے مستحق محمد بن حسن عسکری ہیں اور ان کا قول ہے کہ مہدی آخر الزمان یہی ہونگے۔ اور زمین کو جو ظلم سے پر تھی۔ پھر اپنے عدل سے اسی طرح پر کریں گے جیسا کہ وہ ظلم سے لبالب بھری ہوئی تھی اور اہل زراریہ زرارہ کے اصحابوں میں سے ہیں اور زرارہ کا

دعو۔لویساہی ہے جیساکہ عمارہ نے دعویٰ کیا ہے مگر اس گروہ کا یہ مقولہ ہے کہ زرارہ نے عمارہ کے قولوں کو ترک کر دیا ہے اور عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے چند مسائل پوچھے تھے مگر عبداللہ ان کا جواب نہ دے سکے۔اس لئے اس کے بعد وہ موسیٰ بن جعفر کی طرف گیا۔رافضیوں کے گروہوں کو یہودیوں کے مذہب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے۔کیونکہ یہودیوں کا قول ہے کہ داؤد کی اولاد کے سوا اور کوئی شخص امامت کے لائق نہیں ہے اور رافضی کہتے ہیں کہ اولاد کے سوا دوسرا کوئی بھی امامت کے لائق نہیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ جب تک کانے دجال کا خروج نہ ہولے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتر کر نہ آجائیں۔تب تک یہ روا نہیں ہے۔کہ کوئی آدمی خدا کی راہ میں جہاد کرے اور رافضی کہتے ہیں کہ اس وقت تک جہاد کرنا ناجائز ہے جب تک کہ آخرالزمان امام مہدی نہ آجائیں اور غیبی سروش یہ گواہی نہ دے دے کہ مہدی آخرالزمان یہی ہیں۔اور یہود مغرب کی نماز کو یہاں تک دیر کر کے پڑھتے ہیں کہ ستاروں میں روشنی آجاتی ہے اور اسی طرح رافضی مغرب کی نماز میں دیر کرتے ہیں۔اور جب یہودی نماز پڑھنے لگتے ہیں تو وہ قبلہ سے ترچھے ہو کر پڑھتے ہیں اور رافضی بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔اور یہودی جب پڑھنے لگتے ہیں تو وہ ادھر ادھر ہلتے جلتے ہیں اور رافضی بھی اس طرح کرتے ہیں اور یہودی نماز پڑھتے ہوئے اپنے کپڑوں کو لٹکا دیتے ہیں اور اسی طرح رافضی بھی اپنے کپڑے لٹکاتے ہیں اور یہودیوں کا اعتقاد ہے کہ ہر مسلمان کا خون کرنا حلال ہے اور رافضی گروہ بھی ہر مسلمان کے خون کو اسی طرح حلال جانتے ہیں۔اور جب کسی عورت کا شوہر مرجائے تو یہودی اس کے واسطے عدت کا انتظار نہیں کرتے۔اور رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور تین طلاقوں کے دینے میں یہودیوں کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور رافضی بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔اور یہودیوں نے توریت میں تحریف کی ہے۔اور رافضیوں نے قرآن مجید میں ایسا کیا ہے۔یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی موجودہ ترتیب ٹھیک نہیں ہے ترتیب دینے کے وقت اس کو پہلے سے ہی الٹ پلٹ کر دیا گیا ہے۔جس ترتیب سے اتارا گیا تھا اس کو باقی نہیں رکھا۔اور جس طرح قرآن مجید کو پڑھتے ہیں۔اس طرح پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔کہیں اس کو گھٹا دیا ہے اور کہیں بڑھا دیا ہے اور جو یہودی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے فرشتوں میں سے وہ ہمارا دشمن ہے اور رافضیوں کے ایک گروہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے جو محمد مصطفےٰ ﷺ پر وحی نازل کی ہے اس میں وہ غلطی کھا گئے ہیں۔انہوں نے وحی حضرت علیؓ پر پہنچانی تھی مگر بھول کر محمد ﷺ پر پہنچا دی ہے۔یہ جھوٹے ہیں اور جھوٹ بکتے ہیں۔خداوند تعالیٰ ان مردودوں کو غارت کر دے۔

مرجیہ فرقہ کا ذکر

مرجیہ لوگوں کے تیرہ فرقے ہیں۔اور وہ یہ ہیں۔جہمیہ۔صالحیہ۔شمریہ۔یونسیہ۔یونانیہ۔بخاریہ۔غیلانیہ۔شیلیہ حنفیہ۔معاویہ۔مریسیہ۔کرامیہ۔مرجیہ اور اس گروہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی آدمی ایک دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لے۔اور اس کے بعد ساری عمر گناہ کرے تو پھر بھی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔اور ان کا مقولہ ہے کہ ایمان ہے ایک قول ہے اور اس میں عمل اور احکام شریعت داخل نہیں اور وہ قول صرف کلمہ توحید کا کہنا ہے اور اسی قدر ایمان ہے اور آدمیوں کا جو ایمان ہے اس میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی۔اور ایمان میں کوئی استثناء بھی نہیں ہے۔اگر کوئی آدمی زبان سے اقرار کرے اور عمل نہ کرے تو وہ مومن ہوتا ہے۔

جہمیہ فرقہ کا بیان

اس گروہ کے لوگ فہم بن صفوان سے نسبت رکھتے ہیں۔ان کا عقیدہ ہے۔کہ خدا اور رسول کا پہچاننا ایمان ہے اور اس چیز کا جاننا جو خدا کے پاس سے اتری ہے اور قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ جلشانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ باتیں نہیں کیں۔بلکہ ان کے سوا اور بھی کسی آدمی سے خدا نے کلام نہیں کی۔اور خداوند کریم کسی کو نظر نہیں آتا۔اور نہ ہی اس کے واسطے کوئی ٹھیرنے کی جگہ معلوم ہوئی ہے اور نہ کوئی اس کا تخت ہے نہ کوئی اس کے واسطے کرسی۔اور نہ ہی عرش پر وہ رہتا ہے اور نہ ہی اس کے قائل ہیں کہ قیامت کے روز میزان عدل کو نصب کریں گے اور قبر کا عذاب ہوگا۔اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بہشت اور دوزخ ازل سے پیدا نہیں ہوئی۔مگر پیدا کی جاتی ہے اور فنا بھی ہو جاتی ہے اور خداوند تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اپنے بندوں کے ساتھ باتیں کرے اور جب قیامت برپا ہوگی اس روز خداوند تعالیٰ ان کی طرف نظر نہیں

کریگا۔ جو اہل بہشت ہونگے اور جو لوگ بہشت کے رہنے والے ہونگے وہ خدا کو نہیں دیکھیں گے اور ایمان یہ ہے کہ آدمی دل سے اسے پہچانے۔ زبان سے اقرار کرنا ایمان نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ کی تمام صفتوں سے انکار کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کی ایسی باتوں سے بلند اور پاک ہے۔ ایک فرقہ ان کا صالحیہ ہے اس کو اس نام سے اس واسطے موسوم کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو حسین صالحی کے مذہب کا پیرو کہتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کر خدا کو پہچاننا ایمان کے اور خدا کو نہ پہچاننا کفر ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے۔ کہ خدا تیسرا ہے تینوں کا تو وہ کافر نہیں ہوتا مگر یہ کہتا بھی وہی ہے جو کافر ہوتا ہے اور ایمان ہی عبادت ہے۔ اس کے سوا اور کوئی عبادت نہیں ہے۔ ایک فرقہ یونسیہ ہے۔ یہ یونس بری سے منسوب ہے اس گروہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان اس کو کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری سے پہچانیں۔ اور اس کو دوست رکھیں۔ اگر کوئی آدمی ان میں سے ایک خصلت بھی ترک کردیگا تو وہ کافر ہو گا۔ ایک فرقہ شمریہ ہے۔ یہ ابو شمر سے منسوب ہے۔ اس گروہ کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ایمان یہ ہے کہ خدا کو پہچانیں اور اس کے روبرو عاجزی اور فروتنی اختیار کریں۔ اور محبت دکھلائیں اور زبان سے یہ اقرار کریں۔ کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے اور کوئی اس کی مانند نہیں۔

ان سب باتوں کا مجموعہ ایمان ہے۔ اور ابو شمر کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی آدمی کبیرہ گناہ کرے تو وہ مطلق فاسق نہیں ہوتا۔ مگر صرف اتنا کہتا ہوں۔ کہ وہ فلاں فلاں گناہ کرنے کا گنہگار ضرور ہے۔ ایک فرقہ یونانیہ ہے یہ یونان سے منسوب ہے۔ اس گروہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسولوں کو پہچانیں۔ اور زبان سے بھی اقرار کریں۔ اور جو کام از روئے عقل ناجائز ہیں۔ ان کا کرنا چھوڑ دیں۔ ایک فرقہ بخاریہ ہے۔ اس گروہ کے لوگ حسن بن محمد بن عبد اللہ بخاری سے منسوب ہیں۔ اس گروہ کے آدمی ایمان اس کو کہتے ہیں۔ خدا کو۔ اس کے رسولوں اور متفق علیہ فرائض کو جاننا خداوند کریم کی درگاہ میں عاجزی کرنی اور زبان سے بھی اقرار کرنا۔ اور اگر کوئی آدمی ان باتوں میں سے کسی بات کو ترک کردے۔ اور اس کے ترک کرنے پر دلیل موجود نہ ہو۔ تو وہ شخص کافر ہوتا ہے ایک فرقہ غیلانیہ ہے یہ غیلان سے منسوب ہے۔ اس کے لوگوں کو شمریہ گروہ سے موافقت ہے اور ان کے نزدیک ایمان یہ ہے۔ جتنی چیزیں ہیں وہ مخلوق ہیں اور خداوند تعالیٰ یگانہ اور بے مانند ہے اور دل سے ان باتوں کی تصدیق کرنی۔ اور زبان سے ان کا اقرار کرنا۔ اور زرقان اپنی ایک حکایت میں بیان کرتے ہیں۔ کہ غیلان کا یہ مقولہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا ہے اور یہ اقرار ہی اس کی تصدیق ہے ایک فرقہ شبیبہ ہے۔ یہ محمد ﷺ بن شبیب کے پیرو ہیں۔ اس کے لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان اس کو کہتے ہیں زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرے۔ اور اس کو اپنی ذات اور صفتوں میں یگانہ جانے۔ اور خدا کو جسم سے مشابہت دینے میں ان کو پرہیز ہے۔ اور محمد شبیب یہ عقیدہ رکھتا تھا۔ کہ شیطان میں ایمان تھا۔ مگر اس نے غرور کیا اور اپنے آپ کو بزرگ جانا۔ اس واسطے وہ کافر ہو گیا۔ ایک گروہ حنفیہ کا ہے۔ یہ ابی حنیفہ النعمان بن ثابت سے منسوب ہے اس گروہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان یہ ہے کہ خدا اور خدا کے رسول مقبول کو پہچانیں۔ اور زبان سے اس کا اقرار کریں۔ اور ان سب چیزوں پر جو خداوند تعالیٰ کے پاس سے نازل ہوئی ہیں ایمان لائیں۔ جیسا کہ برہوتی نے کتاب شجرہ میں بیان کیا ہے۔ ایک فرقہ معاذیہ ہے اس گروہ کے آدمی معاذ وصی سے منسوب ہیں۔ یہ شخص کہا کرتا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص خداوند کریم کی فرمانبرداری ترک کردے تو اس نے فسق کیا ہے مگر اس کو فاسق نہ کہا جاوے۔ اور فاسق نہ خدا کا دشمن ہے اور نہ دوست۔ ایک فرقہ مریسیہ ہے۔ یہ گروہ بشر مریسی سے منسوب ہے۔ اس گروہ کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ تحقیق تصدیق ایمان ہے اور تصدیق دل سے ہے اور اس کا اقرار زبان سے ہے۔ اور اس گروہ کے لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابن راوندی کچھ ایسا ہی کہا کرتا تھا۔ اور ان کا مقولہ ہے۔ کہ اگر آفتاب کو سجدہ کیا جائے تو یہ کفر نہیں ہے۔ مگر کفر کی علامت ہے۔

کرامیہ کا بیان

یہ گروہ ابی عبد اللہ بن کرام سے منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ زبان سے کلمہ شہادت کہنا ایمان ہے اور دل سے ماننا ضروری نہیں اور جو لوگ منافق ہیں وہ حقیقت میں مسلمان ہیں اور ان کا قول ہے کہ بندوں میں پہلے سے ہی یہ طاقت ہے کہ افعال کو صادر کریں۔ اور یہ اہل سنت کے قول کے برخلاف ہے کیونکہ اہل سنت کا یہ مقولہ ہے کہ استطاعت یعنی طاقت فعل کے نزدیک ہے اور یہ کہنا ناجائز ہے۔ بندوں کو فعل کرنے سے پہلے فعل کی طاقت ہے اور جن لوگوں نے اس گروہ کی عقائد کی کتابوں کو تصنیف کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابو الحسین صالحی۔ ابن راوندی محمد بن شبیب۔ حسین بن محمد نجار اور ان میں سے اکثر لوگوں کی جائے رہائش خراسان کے کنارے اور مشرقی شہروں میں ہے۔

معتزلہ اور قدریہ گروہ کا ذکر

یہ لوگ اس نام سے اس لئے موسوم ہوئے ہیں کہ انہوں نے حق سے کنارہ کرلیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی باتوں سے کنارہ کرلیا۔ کیونکہ کبیرہ گناہ کرنے والے پر لوگ مختلف حکم لگاتے تھے بعض کہتے تھے کہ جو آدمی کبیرہ گناہ کرتا ہے وہ مومن ہی رہتا ہے اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ عمل ایمان میں داخل نہیں۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ جو کبیرہ گناہ کرے وہ کافر ہوتا ہے (کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عمل ایمان کی جز ہے) اور واصل ابن عطاء نے ایک تیسری بات پیدا کی اور مسلمانوں سے جدا ہو گیا اور مومنوں سے کنارہ پر ہو گیا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ کبیرہ گناہ کرنے والا نہ تو کافر ہوتا ہے اور نہ ہی مومن رہتا ہے۔ پس اسی باعث ان کا نام معتزلہ ہوا۔ اور بعض لوگ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ بتلاتے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے حسن بصری کی مجلس سے کنارہ کشی کرلی تھی۔ اور جب کنارہ کیا تو اس وقت حسن بصری کی ان پر گذر ہوئی اور دیکھ کر ان کو فرمایا کہ یہ لوگ معتزلہ ہیں۔ اور اسی وقت سے ان کا یہ لقب ٹھہر گیا۔ اور یہ فرقہ عمر بن عبید کا پیرو ہے اور ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو عمر بن عبید پر غصہ آیا۔ لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ اس پر غصہ کرتے ہو جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ تم ایسے آدمی کے واسطے مجھ پر اعتراض کرتے ہو۔ جس کو خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ وہ آفتاب کو سجدہ کررہا تھا سوائے خدا کے۔ اور ان کو قدریہ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالیٰ کی قضاء قدر کو بندوں کے گناہوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی ان کے گناہ خدا کی تقدیر سے نہیں بلکہ ان کے اپنے نفسوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ بندوں کے فعل اپنی ذات سے متعلق ہیں اور قدرت اس میں کچھ دخل نہیں رکھتی۔ اور خداوند تعالیٰ کی صفتوں سے انکار کرنے کے بارے میں مذہب معتزلہ اور جہمیہ اور قدریہ مساوی ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے مذہبی اعتقاد کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

اور جن لوگوں نے ان کے مذہب کی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں ابو ہزیل۔ جعفر بن حرب خیاط۔ کعبی۔ ابو ہاشم۔ ابو عبد اللہ بصری۔ عبد الجبار بن احمد ہمدانی۔ اور اس مذہب کے اکثر آدمی ان مقاموں میں رہتے ہیں۔ عسکر۔ اہواز۔ جرم اور معتزلہ فرقہ کے چھ گروہ ہیں ہذلیہ۔ نظامیہ۔ معمریہ جبائیہ۔ کعبیہ۔ شمیہ اور یہ جتنے گروہ مذکور ہوئے ہیں سب ہی خداوند تعالیٰ کی صفتوں کے منکر ہیں مثلاً خداوند تعالیٰ کے علم۔ قدرت۔ حیاتی۔ سننے۔ دیکھنے کے منکر ہیں معاذ اللہ منہا اور اس کے قائل نہیں کہ خداوند کریم نے عرش کے اوپر قرار پکڑا ہوا ہے اور کہ وہ پچھلی رات کو آسمانی دنیا پر اترتا ہے وغیرہ وغیرہ اور اس بات میں ان کا اعتقاد ہے کہ کلام اللہ حادث ہے اور خداوند تعالیٰ کے ارادہ کو حادث کہتے ہیں۔ اور ان کا قول ہے۔ کہ جس کلام کو خدا نے غیر میں پیدا کیا ہے اسی کلام کو خود کیا ہے۔ اور اللہ ممکن چیزوں کو حادث ارادہ سے پیدا کرتا ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ جو چیز خدا کو معلوم نہیں ہے وہ بندوں سے چاہتا ہے اور جو چیز نہیں ہونے والی وہ طلب کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ کو غیر کی مقدرات پر قدرت نہیں۔ بلکہ ایسا ہونا محال ہے۔ اور بندوں کے جو افعال ہیں۔ ان کے پیدا کرنے والا خدا نہیں۔ بلکہ بندے آپ اپنے فعلوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ اور خداوند کریم اپنے بندوں کو جو روزی دیتا ہے وہ وجہ حلال سے دیتا ہے۔ حرام روزی ان کو نہیں دیتا۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ لازمی موت سے پہلے آدمی کو مار دیا جاتا ہے۔ اور اس کو مارنے والا وقت سے پہلے ہی اس کی موت کو اس پر لے آتا ہے۔ اور اگر کوئی موحد گناہ کبیرہ کرے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ مگر ایسا کرنے سے وہ ایماندار نہیں رہتا۔ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ کے واسطے اس کو آگ میں ڈالا جاتا ہے اور اس کبیرہ گناہ کے سبب اس کی جتنی نیکیاں ہوتی ہیں وہ سب باطل ہو جاتی ہیں اور رسول مقبول ﷺ کی شفاعت بھی اس کے حق نہیں ہوتی اس سے محروم رہتا ہے اور اس گروہ کے اکثر آدمی قبر کے عذاب اور میزان عدل کے منکر ہیں۔ اور بادشاہ کی اطاعت سے خروج جائز سمجھتے ہیں اور اس کے قائل نہیں کہ مردہ کو زندہ آدمی کی دعاء فائدہ دیتی ہے اور صدقہ اور دعا کے ثواب سے اس کو نفع پہنچتا ہے اور ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اللہ جلشانہ نے حضرت آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے باتیں نہیں کیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عرش کے اٹھانے والوں سے کچھ کلام نہیں کرتا اور ان کی طرف دیکھتا بھی نہیں جیسا کہ شیطان اور یہودیوں اور نصاریٰ سے خداوند کریم باتیں نہیں کرتا۔ اور ان کے ہر ایک گروہ کے الگ الگ احکام ہیں ایک فرقہ ' ہذلیہ ہے اس کا پیرو ابو ہذیل ہے اس گروہ کے لوگ اس کے قائل ہیں کہ خداوند تعالیٰ میں علم اور قدرت ہے اور وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اور اللہ جل شانہ کے کلام کا ایک حصہ تو غیر مخلوق ہے اور ایک حصہ مخلوق ہے اور جو غیر مخلوق ہے وہ لفظ کن ہے اور ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مخالفت نہیں رکھتا۔ اور خداوند تعالیٰ کی قدرت کی ایک انتہا ہے اور جب اس انتہا کو پہنچ جائے گی تو اس کے بعد وہ باقی نہ رہے گی۔ اور جو اہل جنت ہیں وہ حس اور حرکت نہیں کرتے۔ اور نہ ہی ان کو

حرکت کرنے پر کچھ قدرت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کو حرکت دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔اور بہشت کے لوگ مردہ اور معدوم ہیں اور فعل نہیں کر سکتے اس سے عاجز ہیں۔اور ان کا عقیدہ ہے کہ خداوند کریم ہمیشہ سننے والا نہیں رہے گا۔ایک فرقہ نظامیہ ہے۔اس کا پیرو طریقت میاں نظام ہے اس کا عقیدہ ہے کہ جتنی جمادی چیزیں ہیں۔وہ پیدائش کی خبر دیتی ہیں۔اور حرکت کا قائل نہیں۔مگر حرکت اعمادیہ کو مانتا ہے جیسے آنکھ کی پتلی کی حرکت ہے اور ان کا مقولہ ہے کہ انسان ہی روح ہے اس کے سوا دوسری کوئی چیز روح نہیں اور پیغمبر کو کسی آدمی نے آنکھ سے نہیں دیکھا۔اور کسی نے آپ کو دیکھا ہے تو آپ کے ظرف یعنی برتن کو دیکھا ہے اور برتن سے آپ کا جسم مقصود ہے اور اجماع امت کے ٹکڑے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دے تو اس کو پھر نماز کا دہرانا جائز نہیں ہے اور اجماع امت کا قائل نہیں اس سے انکار رکھتا ہے کیونکہ اس کا اعتقاد ہے کہ باطل پر بھی اجماع ہو سکتا ہے اور اس کا قول ہے کہ ایمان کفر کی مانند ہے اور طاعت معصیت کی طرح ہے اور پیغمبر کا فعل ایسا ہے جیسا کہ شیطان کا فعل ہوتا ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی خصلت حجاج کی خصلت کی مانند ہے اس گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ جتنے جاندار ہیں وہ سب ایک جنس ہیں اور قرآن کو جو معجزہ بیان کیا گیا ہے وہ ایسا معجزہ نہیں ہے کہ اس کی نظم کی مانند کوئی اور نہ کہہ سکے۔اور اگر ایک لڑکا دوزخ کے کنارہ پر کھڑا ہو تو خداوند تعالیٰ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ اس کو آگ میں جلائے یا دوزخ میں ڈالے یہ پہلا فرقہ ہے جس نے اہل قبلہ کو کافر کہا ہے اور ان کا یہ مقولہ ہے کہ جسم کے بے انتہا حصے کرنے ممکن ہیں۔اور بہشت میں سانپ ہیں۔بچھو نہیں۔ کنکھجورے ہیں اور اس میں کتے اور سور بھی رہتے ہیں۔

فرقہ معمریہ

اس گروہ کا پیر ایک شخص معمر نامی ہے۔اس کا عقیدہ ہے کہ افعال طبائع سے منسوب ہیں اور ان سے صادر ہو کر آگے پہنچتے ہیں۔اور یہ چیزیں خداوند تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نہیں رنگ لذت بو۔موت۔زندگی۔ان سب فعلوں کا تعلق جسم سے ہے اور یہ طبیعت سے پیدا ہوتے ہیں۔اور اس کا اعتقاد ہے کہ تحقیق قرآن جسم کا کام ہے اور وہ خدا کا کام نہیں کہ خداوند کریم قدیم نہیں ہے۔خدا کرے اس فرقہ کو موت سمیٹ لے اور اس امت سے دور ہی رکھے۔

فرقہ جبائیہ

اس کا پیر اور رہبر جبائی ہے یہ جماعت سے علیحدہ ہے اور اجماع امت کا قائل نہیں۔اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے فعلوں کے آپ خالق ہیں۔اور دنیا کی عورتوں کو خداوند کریم نے آپ ہی حمل کر ڈالا ہے تاکہ ان سے بچے پیدا ہوں۔اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا مطیع اور فرمانبردار ہے جو کچھ بندے کہتے ہیں وہی کرتا ہے اور اگر کسی آدمی نے قرض دینا ہو اور قرض خواہ سے آکر طلب کرے۔اور اس کو یہ جواب دے کہ انشاءاللہ میں تمہارا قرض کل ادا کردوں گا اور پھر وعدہ کے موافق ادا نہ کرے تو اس صورت میں اس کو انشاءاللہ تعالیٰ کہنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ گنہگار ہو جائے گا۔اور اس گروہ کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی پانچ درم چرالے گا تو وہ فاسق ہو جائے گا۔

فرقہ ہشمیہ

یہ فرقہ ابی ہاشم سے منسوب ہے۔اور یہ جبائی کا بیٹا تھا۔اس کا عقیدہ یہ ہے کہ جو فعل کرنے والا ہوتا ہے اس کو اپنے فعل پر قدرت ہوتی ہے۔اگر کوئی فعل کرے یا کرنا چاہے اور وہ ترک کرنے کے قابل ہو اور اس کو ترک نہ کرے تو اس فعل پر خدا کا عذاب ہوگا۔اور اگر کوئی آدمی سب گناہوں کو چھوڑ دے مگر ایک گناہ کو نہ چھوڑے اس کو توبہ سے مستثنےٰ رکھے تو اس صورت میں باقی گناہوں سے بھی اس کی توبہ درست نہیں ہوتی۔

فرقہ کعبیہ

ابی قاسم کعبی سے نسبت رکھتا ہے اور یہ بغداد کے معتزلہ گروہ کا پیرو تھا۔یہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ بینا اور شنوا نہیں ہے اور حقیقی

ارادہ سے بھی انکار رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ بندوں کے فعل کے واسطے اللہ کا ارادہ اس کا امر ہے اور اپنے فعل کے واسطے خدا کا ارادہ اس کا علم ہی ہے اور دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جو بالکل خالی ہو اور دنیا میں متحرک اجسام اس کی اسی پہلی سطح پر ہیں۔اس کے سوا باقی اپنے مقام میں غیر متحرک ہیں اور اپنے اس قول کے واسطے یہ دلیل لاتا ہے کہ اگر انسان کے بدن پر روغن کو مل دیں اور وہ حرکت کرے تو اس صورت میں وہی روغن متحرک ہوتا ہے جو ظاہر بدن پر ہے اور قرآن کو حادث کہتا ہے اور اس کے مخلوق ہونے کا منکر ہے۔

فرقہ مشبہ کا بیان

اس کے تین گروہ ہیں۔ہشامیہ مقاتلیہ واسمیہ۔ان تینوں فرقوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے کیونکہ خدا موجود ہے اور موجود وہی چیز ہوتی ہے جو جسم رکھتی ہے۔جس کا جسم نہیں وہ موجود نہیں ہے ان فرقوں کو روافظہ اور کرامیہ گروہوں سے پوری پوری مشابہت ہے۔اور جس آدمی نے ان کے عقائد کی کتابوں کو تصنیف کیا ہے اس کا نام ہشام بن حکم ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے جسم کے ثبوت میں بھی اس نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اور ہشامیہ فرقہ ہشام بن حکم سے ہی نسبت رکھتا ہے اس گروہ کے لوگ اس کے قائل ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا بدن ہے لمبا چوڑا اور موٹا اور نورانی۔ایک مقررہ اندازہ کے موافق چمکنے والا نور ہے اور ایسا صاف ہے جیسا کہ چاندی کا ٹکڑا صاف ہوتا ہے وہ متحرک اور ساکن بھی ہے اور اٹھتا بیٹھتا ہے۔اور ہشام سے حکایت کی گئی ہے خداوند کریم کے جسم کا اچھا اندازہ سات بالشت ہونا بہتر ہے اور ایک دفعہ ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ تیرا رب بڑا ہے یا احد پہاڑ۔اس نے کہا میرا رب بڑا ہے اور محرقہ مقاتلیہ مقاتل بن سلیمان سے نسبت رکھتا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور اس کا بدن اور اس کی صورت آدمی کے جسم اور صورت کی مانند ہے یعنی اس میں گوشت خون۔اعضا یعنی سر اور زبان اور گردن ہیں۔اور خدا کے یہ اعضا کسی چیز سے مشابہت نہیں رکھتے اور نہ کوئی چیز ان سے مشابہت رکھتی ہے۔

جہمیہ فرقہ

یہ جہم بن صفوان سے منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ انسان مجاز کے طور پر حقیقت کا مظہر ہے۔انسان سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں وہ اس کی جانب منسوب نہیں ہو سکتیں۔کیونکہ ان چیزوں کا فاعل اور موجد اصل میں انسان نہیں جیسے کہتے ہیں کہ درخت بڑھا اور میوہ دار ہوا۔اس میں بڑھانے اور میوہ دار ہونے کا فاعل درخت نہیں ہے۔اور وہ اس کا انکار کرتا تھا کہ خداوند تعالیٰ کوئی شے ہے اور اس کا اعتقاد تھا۔کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم نہیں حادث ہے اور اس بات کے کہنے سے منع کرتا تھا کہ خدا کو چیزوں کے پیدا ہونے سے پہلے ان کا علم تھا۔اور بہشت اور دوزخ دونوں یہ فنا ہو جائیں گے اور اللہ جل شانہ کی صفتوں کا منکر تھا۔اور اس گروہ کے لوگ شہر ترمذ میں بود و باش رکھتے ہیں۔اور بعض کہتے ہیں۔کہ مرو میں ہے اور جہم نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ان میں سے ایک کتاب خدا کی صفتوں کی نفی میں لکھی ہے اور مسلم بن احور مارواتی نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

ضراریہ گروہ

ضرار بن عمر سے نسبت رکھتا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ اجسام اعراض میں جمع ہوئے اور جمع ہو کر بعد میں جسم بن گیا ہے اور عرض جسم میں منتقل ہو سکتا ہے اور فعل پیدا کرنے سے پہلے انسان کو فعل پیدا کرنے کی طاقت حاصل ہے اور ابن مسعود اور ابی بن کعب کی قرات سے ان کو انکار ہے۔

نجاریہ فرقہ

یہ حسین بن محمد نجار سے منسوب ہے اس گروہ کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بندوں کے فعل کا فاعل خداوند بندہ اور دونوں ہیں اور خدا کی صفتوں کو نہیں مانتے اور معتزلہ لوگ ان کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ خدا کی صفتوں کے تو منکر ہیں مگر خدا کے ارادے سے ان کو انکار نہیں۔اس کو ثابت کرتے ہیں۔اور اس کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔اور نجاریہ گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتا ہے تو آپ ہی ارادہ کرتا ہے کسی کی تحریک سے ارادہ نہیں کرتا۔اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور بات کرنے سے وہ عاجز نہیں۔اور ہمیشہ بخشش کرنے والا ہے۔

اور یہ فرقہ ابن عون اور ابو یوسف کے مذہب پر ہے اور اکثر اس مذہب والے قاشان میں رہتے ہیں۔ کلابیہ فرقہ عبداللہ بن کلاب سے نسبت رکھتا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ خدا کی صفتیں نہ تو قدیم ہیں اور نہ حادث ہیں اور نہ خود خدا ہیں اور نہ اس سے جدا ہیں۔ اور ان کا مقولہ ہے۔ کہ ایک ہی حالت پر رہتا ہے اور خداوند کریم کی کوئی جائے قرار نہیں ہے۔ اور نہ ہی قرآن میں حروف ہیں۔

فرقہ سالمیہ

یہ گروہ ابن سالم سے منسوب ہے۔ اس کے لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا جو دیدار ہو گا۔ وہ محمدؐ کی امت میں سے ایک آدمی کی صورت پر ہو گا۔ اور تمام جن اور آدمی اور فرشتے اور حیوانات اور باقی ساری مخلوق اس روز اللہ تعالیٰ کو دیکھ لے گی۔ اور ہر ایک آدمی اپنے طور پر اس کے معنی لگا لے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ گروہ افترا پرداز ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (کوئی شے اس کی مانند نہیں ہے اور سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے) اور ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے اور وہ بھید ایسا ہے کہ اگر اس کو ظاہر کر دے تو عالم کی تدبیر باطل ہو جائے۔ اور اسی طرح ہر ایک پیغمبر کے واسطے ایک بھید ہے اگر اس کو ظاہر کر دیں تو انکی پیغمبری باطل ہو جائے اور علماء کے واسطے بھید ہے اگر ظاہر ہو جاوے تو علم باطل ہو جائے۔ اور ان لوگوں کا یہ کہنا لغو ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور اس کی تدبیر مضبوط اور حکمت پر مبنی ہے اس میں بطلان اور فساد کو ہرگز دخل نہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ کی تدبیر باطل ہے کفر ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کافر بھی دیکھیں گے۔ اور وہ ان کا حساب لے گا۔ اور شیطان مردود نے حضرت آدم کو دوسری دفعہ سجدہ کیا ہے مگر ان کا یہ قول قرآن مجید سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے خدا ارشاد فرماتا ہے۔ مگر شیطان نے سجدہ نہیں کیا۔ اس نے انکار اور تکبر کیا۔ اور کافروں میں سے ہو گیا۔ مگر شیطان سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا اور ان کا مقولہ ہے کہ شیطان بہشت میں داخل نہیں ہوا۔ اور کلام الٰہی سے ان کا قول بھی جھوٹا ثابت ہوتا ہے خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے شیطان بہشت سے نکل جا تو راندہ گیا ہے اور کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کا آنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے ہیں اور جب خداوند تعالیٰ نے کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی تو اس سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اچھا تصور کیا۔ اسی اثنا میں وحی آموجود ہوئی اور آکر کہا اے موسیٰ کیا تو اپنے آپ کو اچھا خیال کرتا ہے۔ اپنی آنکھ کو کھول اور دور تک نگاہ کر کے دیکھ۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے آنکھ کھول کر غور سے نگاہ کی۔ تو ان کو معلوم ہوا کہ ایک سو کوہ طور موجود ہیں اور ہر ایک کے اوپر ایک موسیٰ کھڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں کا یہ قول باطل ہے اس کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی میرے اوپر جھوٹی تہمت لگائے تو وہ اپنے واسطے دوزخ میں اپنی جگہ تلاش کرلے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے عبادت کرانا چاہتا ہے۔ اور یہ نہیں چاہتا کہ وہ گناہ کریں۔ اور ان کا یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے اس کے واسطے تو کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا اور فتنہ سے اس جگہ کفر مراد ہے اور فرمایا ہے اگر تیرا پروردگار چاہتا تو کفر نہ کرتے۔ اور ارشاد کیا ہے اگر خدا چاہتا تو وہ نہ لڑتے۔ اور اس گروہ کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت کے نازل ہونے اور جبرئیل کے آنے سے پہلے پیغمبرؐ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ اور اس میں قرآن شریف سے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ تو یہ نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ہی تو ایمان کو پہچانتا تھا اور فرمایا ہے کہ تو اس سے پہلے پڑھ نہیں سکتا تھا۔ ورنہ ہی اپنے داہنے ہاتھ سے تو لکھ سکتا تھا۔ اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ بندہ کی زبان سے اللہ تعالیٰ آپ قرآن شریف پڑھتا ہے اور اسی کی زبان سے لوگ قرآن کو سنتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ جلشانہ بندہ میں اتر آتا ہے اور اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ آواز سے پڑھتا ہے اور تلفظ کرتا ہے اور ایسا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ ہم اس سے خداوند تعالیٰ کے ہاں پناہ مانگتے ہیں اور ان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک مقام پر ہر ایک جگہ میں موجود ہے کوئی جگہ اس سے خالی نہیں۔ اور عرش اور فرش دونوں برابر ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں مگر یہ قول قرآن سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے عرش پر قرار پکڑا۔ اور اس نے نہیں کہا کہ اس نے زمین پر قرار پکڑا ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے حاملہ عورتوں کے پیٹوں میں یا پہاڑوں یا اور جگہوں میں قرار پکڑا ہے ان فرقوں کے مذہب اور اعتقاد کا جو حال بیان ہوا ہے وہ اختصار کے طور پر بیان ہوا ہے۔ اور ان گمراہ فرقوں کے مذہب کے ابطال میں کچھ مذکور نہیں ہوا۔ کیونکہ اس سے کتاب طویل ہو جاتی ہے۔ صرف ان کے وہی دلائل بیان کر دیئے ہیں جن کے باعث وہ دین سے الگ ہو گئے ہیں۔ خداوند کریم ہم سب لوگوں کو اور تم کو ان باطل مذہبوں کی برائی سے اور ان لوگوں کی برائی سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور اسلام پر اور نبی کی سنت پر دنیا سے لیجائے اور اپنی رحمت سے ناجی گروہ میں شریک کرے۔ آمین یارب العلمین۔

قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرنے کے بیان میں

یہاں قرآن کی نصیحتیں اور رسول مقبول کی حدیثیں جو پند کے باب میں وارد ہیں بیان کی جاتی ہیں چند مجلسوں میں تقسیم کرکے ان کا مذکور ہوتا ہے۔

پہلی مجلس۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جب تم قرآن پڑھو۔ شیطان سے خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگو۔" یہ آیت سورۃ نحل میں ہے۔ اور وہ مکہ میں اتری ہے مگر اس کی آخر کی تین آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اس سورۃ کی آیتوں کی تعداد ایک سو اٹھائیس ہے اور اس کے کلموں کا شمار ایک ہزار آٹھ سو اکتالیس ہے اور سات ہزار سات سو نو حروف ہیں مفسروں نے اس کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ مکہ میں تھے۔ صبح کی نماز میں آپ نے سورۃ والنجم اور واللیل پڑھی۔ اور جب اس مقام پر پہنچے کہ "جب تم لات اور عزیٰ منات کو دیکھو۔" تو اس وقت آپ کو اونگھ آگئی۔ اور اس حالت میں یہ عبارت شیطان نے آپ کی قرات میں ڈال دی۔ "یہ بہت بڑے غرانیق ہیں۔" ان سے شفاعت کی امید رکھی گئی ہے۔ اور غرانیق سے مراد بت تھے۔ اور جب مشرکوں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ سنا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ بتوں کی شفاعت کو مانتے تھے اور ان کا یہ مقولہ تھا۔ کہ وہ خداوند کریم کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس واسطے کہ ہم کو خداوند تعالیٰ کے نزدیک کردیں اور کافروں کا یہ قول تھا کہ یہ بت ایسے اجسام ہیں جو گناہ کی آلودگی سے پاک ہیں اور اسی پاکی کے باعث یہ پرستش اور عبادت کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔ اور بادشاہوں اور فرشتوں میں ایسی لیاقت نہیں کیونکہ وہ ارواح ہیں' اور وہ گناہوں سے آلودہ ہیں پس انہوں نے بتوں کو غرانیق کے ساتھ تشبیہ دی اور غرانیق زرپرندے ہیں۔ اور اس کا واحد غرنوق اور غرنیق ہے۔ اور یہ نام ان کا اس واسطے ہے کہ اوپر اڑتے ہیں اور آسمانوں تک بلند ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سفید دریائی پرندہ ہے۔ اور غرنوق کلنگ کو بھی کہتے ہیں۔ اور نازک اندام جوان کو بھی بولتے ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ کی کلام میں وارد ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں غرنوق قریش کی طرف دیکھتا ہوں اور وہ خون میں لوٹ رہا ہے۔ اور اس موقع پر غرنوق سے جوان مراد ہے۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ غرنوق سے مراد فرشتے ہیں اور ایک جماعت کفار فرشتوں کی پوجا کرتی تھی اور ان کا عقیدہ تھا کہ فرشتے ہمارے واسطے شفاعت کریں گے جب آنحضرتؐ سورۃ والنجم پڑھ چکے۔ تو اس کے بعد آپ نے سجدہ کیا اور مسلمان اور کافر جو جماعت میں حاضر تھے۔ وہ بھی سب سجدہ میں چلے گئے مگر ولید بن مغیرہ نے سجدہ نہ کیا۔ یہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اس نے تھوڑی مٹی اٹھا کر اپنے ہاتھ پر رکھ لی۔ اور اس کو پیشانی کی طرف لیجا کر اس پر سجدہ کرلیا۔ اور کہا کہ میں سجدہ کروں جس طرح ام ایمن اور اس کی ہم جلیسیں سجدہ کرتی ہیں اور ام ایمن رسول مقبول کی ایک خدمت گار تھیں۔ اور جب حنین کی لڑائی ہوئی تو ولید بن مغیرہ اس میں مارا گیا۔ پس یہ دونوں کلمے ہر مشرک کے دل میں واقع ہوئے اور یہ شیطان کا فتنہ تھا جو اس نے رسول مقبول ﷺ کی قرات میں طاغوتوں اور بتوں کے ذکر کے بعد ڈال دیا تھا۔

پس دونوں فریقوں نے ان کو سن کر رسول مقبول ﷺ کی پیروی میں سجدہ کردیا۔ اور اس سے کافروں اور مسلمانوں دونوں کو تعجب ہوا۔ مسلمانوں کو تو اس واسطے تعجب ہوا کہ ایمان لانے اور یقین کرنے کے بغیر ہی مشرکوں نے کیسے سجدہ کردیا۔ اور مشرکوں کے دل اس واسطے نبیؐ اور آپ کے اصحاب سے خوش ہوئے کہ انہوں نے آپ کی زبان سے وہ کلمے سنے جن کو شیطان نے ان کی قرات میں ملا دیا تھا۔ اور ان کے سننے سے یہ کہا کہ محمدؐ نے اپنے پہلے دین اور اپنی قوم کی طرف پھر رجوع کیا ہے۔ اور اس کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اور اسی سبب سے ہی انہوں نے سجدہ کیا تھا۔ اور اس میں ان کے خداؤں کی تعظیم تھی۔ اور جب شیطان نے ان کلموں کو مشہور کردیا اور عام و خواص میں حبش تک پہنچا دیا تو پیغمبرؐ اس کو سن کر ملول ہوئے اور جب رات ہوئی تو حضرت جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ اور آکر کہا کہ ان دونوں کلموں سے خدا کے ہاں میں پناہ مانگتا ہوں۔ میرے پروردگار نے ان دونوں کلموں کو نازل نہیں کیا۔ اور نہ ہی آپ کو ان کے کہنے کے واسطے مجھے حکم دیا گیا ہے۔ رسول مقبول ﷺ حضرت جبرئیل سے یہ سن کر بہت ملول ہوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے اس میں شیطان کی اطاعت کی اور اس کے کہنے کے موافق میں نے بھی ایسا کہا اور خدا کے کاموں میں شیطان کو شریک کردیا۔ پس جو کچھ شیطان نے ملایا تھا اللہ نے اس کو دور کردیا۔ اور آپ پر یہ آیت نازل فرمائی میں نے اس سے پہلے ایسا کوئی پیغمبر یا نبی نہیں بھیجا کہ جب اس نے میری کلام پڑھنی شروع کی ہو۔ تو شیطان نے اس میں کچھ دخل نہ دیا ہو یعنی ہر ایک کی قرات میں شیطان دخل دیتا رہا ہے "پس جو کچھ شیطان ڈالتا ہے اس کو اللہ دور کردیتا ہے اور اپنی آیتوں کو حق تعالیٰ مضبوط کرتا ہے اور اللہ دانا اور حکیم

ہے۔" اور جب اللہ جلشانہ نے رسول مقبول ﷺ کو شیطان کی بلا اور مکر اور فریب سے پاک اور صاف کر دیا۔ تو اس وقت مشرک اپنی گمراہی کے باعث آپ سے پھر گئے۔ اور خدا نے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا۔ کہ شیطان کے مکر سے پناہ مانگیں اور یہ آیت نازل کی۔ "جب تو قرآن پڑھے تو راندے گئے شیطان سے اللہ کے ہاں پناہ مانگ۔" عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت تو قرآن پڑھنے لگے تو کہہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یعنی شیطان لعین سے جو لعنت کے ساتھ راندہ گیا ہے اس سے پناہ مانگ۔ اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ شیطان پر اعوذ باللہ سے اور کوئی چیز زیادہ سخت اور دشوار نہیں اور ان لوگوں پر شیطان غلبہ نہیں پا سکتا جو خداوند تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور جو لوگ مشرک ہیں ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور جن آدمیوں نے خدا پر توکل اور بھروسہ کیا ہے ان کے نزدیک نہیں آسکتا۔ اور جو اپنے کاموں میں شیطان کے پیرو ہوتے ہیں۔ ان کو ضرور گمراہ کر دیتا ہے اور مشرکوں کو ان کا شرک زیادہ ہونے میں مدد دیتا ہے۔

اعوذ کے معنوں کا بیان

اعوذ کے معنی اللہ جل شانہ سے پناہ۔ مانگنی اور خلاصی چاہنی اور خدا کی طرف رجوع کرنا اور معاذ کے معنی جائے پناہ کہا جاتا ہے۔ پناہ لی اس نے ساتھ اس کے۔ وہ اس کے ساتھ پناہ لیتا ہے۔ پناہ لینا۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں جیسا کہ پناہ مانگنے کا حق ہے اور معاذ اللہ کے معنی میں خدا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اللہ کے ہاں پناہ لاتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ میری اس چیز سے جائے پناہ ہے۔ جس سے میں ڈرتا ہوں یعنی یہ مجھے خلاصی دینے والا اور مجھ سے دور کرنے والا ہے۔ پس گویا کہ بندہ خدا سے پناہ لیتا ہے تاکہ وہ اسے شیطان کے شر سے نگاہ رکھے۔ اور جب کوئی قرآن سے پناہ مانگتا ہے تو اس سے اس کو شفاء حاصل ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ استعاذہ کے معنی حرز اور قلعہ پکڑنا خدا کو۔ خدا تعالیٰ حضرت مریم کی ماں کی حکایت بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس نے کہا کہ "اے پروردگار میں اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں سونپتی ہوں" یعنی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان راندے گئے سے پناہ میں رکھ یعنی میں اللہ جل شانہ کو ان دونوں کا حرز اور قلعہ بناتی ہوں شیطان راندے ہوئے سے۔ اور شیطان شطن سے مشتق ہے اور شطن اس رسی کو کہتے ہیں جو لمبی اور پھلدار ہوتی ہے اور شطن دوری کو بھی کہتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان نیکی سے دور ہو گیا ہے اور بدی کرنے میں لمبا ہو گیا ہے اور بدی کرنے پر برقرار رہتا ہے پس جب کسی آدمی کو شیطان کہا جاتا ہے تو اس پر یہ مراد ہوتی ہے کہ اپنے کام میں ایسا ہے جیسا کہ شیطان ہے۔ اس سے ہر بری چیز کو شیطان سے مشابہت دی جاتی ہے مثلاً کہتے ہیں۔ کہ اس کا منہ شیطان کے منہ کی مانند ہے اور اس کا سر شیطان کے سر کی طرح ہے اور اس باب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس درخت کی شاخیں شیطانوں کے سرں کی مانند ہیں) اور درخت کو شیطانوں کے سروں سے اس واسطے مشابہت دی ہے کہ جتنے شیطان ہیں وہ سب سانپ ہیں اور ان کے سر بدنما اور ناہموار ہیں اور ان کی گردن کے بال ایسے ہیں جیسے گھوڑے کے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رؤس شیاطین ایک مشہور گھاس ہے اور رجیم کی لعنت کے ساتھ راندا گیا اور خدا کی درگاہ سے دور کیا گیا اور یہ سزا شیطان کو اس لئے دی گئی ہے کہ اس نے حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا اور اس باب میں خداوند تعالیٰ کے حکم کی نافرمانبرداری کی تھی۔ اور جب شیطان نے نافرمانی کا جرم کیا تو اس کے سبب سے فرشتوں نے اس کو نیزے مارے اور آسمانوں سے زمین پر پھینک دیا۔ پس ستاروں کے آتشیں شعلوں کی اس پر اور اس کی اولاد پر قیامت تک بوچھاڑ ہوتی رہے گی اور خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے (ان ستارں کو ہم نے شیطانوں کا دور کرنے والا بنایا ہے)

شیطان کا بیان

شیطان دور ہے اللہ سے تمام نیکیوں سے اور بہشت سے اور دوزخ کے نزدیک ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور اس کی اُمت کو ارشاد کیا ہے کہ تم راندے گئے شیطان سے جو رحمٰن سے دور ہے پناہ مانگو۔ تاکہ دوزخ کی آگ سے بچیں اور بہشت کے نزدیک ہو جائیں اور انصاف کرنے والے بادشاہ کے منہ کا دیدار نصیب ہو پس گویا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے شیطان مجھ سے دور ہے اور تو میرے نزدیک ہے اور ادب سے اپنے حال کو محفوظ رکھ۔ تاکہ شیطان کسی حیلہ اور مکر سے تیرے اوپر قبضہ نہ پالے اور اچھی طرح ادب کے حاصل کرنے کے اسباب یہ ہیں کہ انسان خدا کے حکموں پر عمل کرے اور منع کئے ہوئے کاموں سے باز رہے اور جان اور مال اور اہل اور اولاد اور تمام کاموں پر جو کچھ خداوند تعالیٰ کی تقدیر سے نازل ہو اس پر راضی ہو۔ پس اگر کوئی انسان ہمیشہ ان باتوں پر کاربند ہو اور ان کو اپنے اوپر لازم کر لے۔ اور ہمیشہ

ثابت قدمی سے ان پر عمل کرتا رہے گا تو وہ شیطان کے وسواسوں اور فتنہ سے بچا رہے گا اور نفس امارہ کے فسادوں اور اس کے دھوکوں سے محفوظ ہو گا اور قبر کے عذاب اور اس کی تنگی سے اور قیامت کے خوف اور اس کی سختی سے اور دوزخ کے عذاب اور اس کی نزدیکی سے بچا رہے گا اور آرامگاہ بہشت میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں رسولوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ ہمیشہ رہے گا اور یہ رفاقت نہایت اچھی ہے جو ہمیشہ ہر حال میں خدا کی نعمتوں کا لطف اٹھائیں گے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "اے شیطان میرے خاص بندوں پر تجھے غلبہ پانے کی قدرت نہیں۔" پس جب کسی بندہ کو ملک الملوک کی بارگاہ سے تمغہ بندگی عطا ہو جائے۔ تو پھر شیطان ضعیف حقیر ذلیل اس پر غالب نہیں آسکتا۔ ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں اس کے پاس نہیں آئے گا۔ اور گناہ کا وسوسہ اس کے دل کو آلودہ نہیں کرے گا۔ اور اگر شیطان اس بندہ کے پاس پہنچ بھی جائے تو پہنچتا ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس کو یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ جو آدمی نفس کی باطل شہوت کو چھوڑ دے اور حق کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ راہ پائے تو اس کو یہ رتبہ ملتا ہے کہ جب یہ بندہ مرجاتا ہے تو اس کی روح کو خداوند کریم کی درگاہ میں لے جانے کے واسطے فرشتے آپس میں جھگڑ پڑتے ہیں اور فرشتوں میں اس کا بزرگ نام پکارا جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے ایسے بندے پر فخر کرتا ہے (اس طرح ہم برائی اور بے حیائی کو اس سے دور کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے خالص بندوں میں سے ہے) اگر کوئی بندہ ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ شیطان مردود سے ضرور بچا رہتا ہے اور یہ بات بڑی ضروری ہے کہ بندہ شیطان سے ڈرتا ہے اور اس کی طلب سے باز آئے کیونکہ اللہ نے ارشاد کیا ہے کہ "شیطان سے ڈرتے رہو فرمایا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تم بھی اس سے دشمنی رکھو۔" "وہ اپنے گروہ کو اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ دوزخ میں وہ اس کے ساتھ جائیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے کیا تم اس کو سمجھتے نہیں ہو) اس لئے شیطان کی پیروی کرنی ہر ایک بدبختی اور رنج کی جڑ ہے اور اگر کوئی شیطان سے مخالفت کرے تو اس میں نیک بختی اور نعمت اور راحت اور ہدایت ہے اور عاقبت میں ہمیشہ آرام سے رہے۔

اعوذ کے فائدوں کا بیان

اعوذ پڑھنے میں پانچ فائدے ہیں ان میں ایک تو دین پر ثابت قدم رہنا ہے دوسرا شیطان کے شر اور تکلیف سے سلامت رہنا۔ تیسرا مضبوط قلعہ میں داخل ہونا اور حصول قرب۔ چوتھا ایسے مقام میں پہنچنا جہاں ہمیشہ امن ہے اور پیغمبروں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکو کاروں کی صحبت حاصل ہو۔ پانچواں یہ کہ زمین اور آسمان کے پروردگار کی مدد نصیب ہوتی ہے جیسا کہ پہلی کتابوں میں مذکور ہوا ہے کہ جب شیطان لعین نے خداوند تعالیٰ سے کہا کہ "میں تیرے بندوں کو آگے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے آکر بہکاؤں گا۔ اللہ جل شانہٗ نے اس کو جواب دیا کہ مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم میں اپنے بندوں کو اعوذ پڑھنے کا حکم دوں گا اور جب وہ اعوذ پڑھیں گے تو ان کی اس طرح حفاظت کروں گا کہ ان کے دائیں جانب تو اپنی ہدایت کر دوں گا اور بائیں طرف اپنی مہربانی کو اور ان کے پیچھے نگاہبانی کو کر دوں گا اور ان کے آگے اپنی نصرت کو اور اس صورت میں اے ملعون ان کو تیرا وسوسہ کوئی ضرر نہیں دے گا اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بندہ ایک دفعہ خداوند کریم سے پناہ مانگ لے تو اللہ جل شانہ اس کا تمام دن اپنی پناہ میں محفوظ رکھتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ تم استعاذہ کے ساتھ گناہوں کے دروازے بند کرو اور بسم اللہ کے ساتھ بندگی کے دروازے کھولو اور کہتے ہیں کہ ہر ایک مومن کے گمراہ کرنے کیواسطے شیطان مردود ہر روز تین سو ساٹھ لشکر بھیجتا ہے اور جب وہ بندہ خداوند کریم سے پناہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ دفعہ اس بندہ کے دل کی طرف نگاہ کرتا ہے اور ہر ایک نظر میں شیطان ملعون کے ایک لشکر کو ہلاک کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسی طرح سب لشکر ہلاک ہو جاتے ہیں۔

شیطان کے خوف کا بیان

جس چیز سے شیطان ڈرتا اور خوف کھاتا ہے وہ استعاذہ ہے اور شعاع نور عارفوں کے دلوں کی معرفت۔ پس اگر تو عارف نہ ہو تو استعاذہ کو اپنے اوپر پرہیزگاروں کی طرح اس وقت تک لازم پکڑ۔ جب تک کہ تجھ کو عارفوں کا مرتبہ حاصل نہ ہو جائے پس اس وقت تیرے دل کے نور کی شعاع شیطان کی قوت توڑ دے گی اور اس کے لشکر کو بھگا دے گی اور اس کی سبزیوں کو ہلاک کر دے گی اور اکھیڑ دے گی اس کے لشکر کو تیری ذات خاص اور اس وقت اکثر تو اپنے بھائیوں اور اپنے پیروؤں کا نگاہبان (کوتوال) بنایا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے

حق میں فرمایا ہے کہ اے عمرؓ تیرے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے اور فرمایا ہے کہ جس جنگل میں حضرت عمرؓ پہنچتے ہیں وہاں سے شیطان بھاگ کر دوسرے جنگل میں چلا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ شیطان جب حضرت عمرؓ کو دیکھا کرتا تھا تو دیوانہ ہو جاتا تھا۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جب شیطان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں آدمی سچا ہے اور میری دشمنی میں خوب مضبوط اور اس پر جما ہوا ہے تو ناامید ہو کر اس سے الگ ہو جاتا ہے اور اس کو بلانا چھوڑ دیتا ہے اور چھوڑ کر اور طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ چوری چوری چھپ کر اس کو تاکتا جھانکتا رہتا ہے (کہ اگر ذرا بھی غافل ہو) تو پکڑوں۔ پس ہر بندہ کو لازم ہے کہ سچ اختیار کرے اور شیطان لعین کے مکر اور فریب سے اچھی طرح ہوشیار رہے کیونکہ یہ قدیمی اور اصلی دشمن ہے اور اس مردود کے آنے کے بڑے بڑے باریک راستے ہیں اور انسان کے گوشت اور اس کی رگوں اور پٹھوں میں اس طرح گھس کر دوڑتا ہے جیسے ان میں خون چلتا ہے۔ روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ اپنے بڑھاپے میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ خداوندا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مجھے زنا کرنے اور خون کرنے سے بچائے رکھ۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں اور اب بھی زنا کرنے اور خون کرنے سے ڈرتے ہو آپ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ ڈروں۔ میرا شیطان اب تک تو زندہ ہے۔

شیطان سے بچنے کا علاج

جو ہتھیار شیطان سے جنگ کرنے کے واسطے انسان کو مدد دیتے ہیں۔ ان میں بہتر اور کار آمد ہتھیار کلمہ توحید ہے اور خداوند تعالیٰ غالب و بزرگ کو یاد کرنا جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے) جو آدمی کلمہ توحید کو پڑھ لیتا ہے وہ میرے قلعہ میں آجاتا ہے اور اس کو عذاب کا کوئی خوف نہیں رہتا اور فرمایا ہے کہ جس آدمی نے دلی خلوص سے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اور شیطان عذاب کا وسیلہ ہے۔ جب کوئی آدمی توحید کا کلمہ پڑھتا ہے اور اوامر اور نواہی پر عمل کرتا رہتا ہے تو شیطان چھپ کر اس کو دیکھتا ہے اور جب اس کو اس لباس میں آراستہ دیکھتا ہے تو پھر اس سے دور رہتا ہے اور آگے اس کے پاس نہیں جاتا اور وہ آدمی اس کے فتنہ اور فساد سے بچ رہتا ہے اور اس سے اسی طرح بچتا ہے جیسے کوئی میدان جنگ میں دشمن کے ہتھیار کی وار سے ڈھال کے ذریعے بچ جاتا ہے اور اسی طرح بسم اللہ کو بہت پڑھے کہ شیطان سے بچاؤ ہے۔ رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا شیطان ہلاک ہو جائے۔ میں نے اس کو کہا کہ ایسا نہ کہہ۔ اس طرح کہنے سے شیطان یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ میں بڑی بزرگی ہے اور پھر کہتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم میں اس آدمی پر غالب آگیا ہوں اس لئے تو یہ کہہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ کہنے سے شیطان دب جاتا ہے اور دب کر ایسا ہو جاتا ہے جیسے چھوٹی سی چیونٹی ہوتی ہے اور اگر کوئی آدمی خداوند کریم کے فضل کے سوا دنیاداروں کے مال کا طمع کرے اور ان کی تعریف کرے اور مال کے جمع کرنے میں مصروف ہو اور اس کی زیادتی کی فکر میں پڑ جائے اور اس کی تعریف کرے تو وہ آدمی ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے شیطان سے مدد مانگ لی ہے اور اس کے فرزند اور اس کا مال شیطان کا مال ہوتا ہے اور اس صورت میں شیطان اس مال سے ایک مالدار آدمی ہو جاتا ہے اور بادشاہ ہوتا ہے جس کا لشکر بھی ہے اور یہ جتنی باتیں ہیں سب ہی بندہ کی ناامیدی کی باتیں ہیں۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ وہ خدا غالب اور بزرگ سے طلب بے پرواہی کرے اور اس پر تکیہ اور بھروسہ کرے۔ ہر کام میں اور حال میں خدا بے نیاز کی درگاہ میں رجوع کرے اور جو چیزیں مشتبہ اور حرام ہوں ان سے پرہیز کرے۔ خلقت کا احسان نہ اٹھائے اور جو چیزیں حلال اور مباح ہیں۔ اگر وہ تھوڑی بھی میسر آجائیں تو ان پر ہی قناعت کرے اور خورد و نوش میں نفسانی خواہشوں اور حرص سے کام لینا ایسا ہے جیسے کوئی شخص رات کے وقت بغیر جستجو اور تحقیق کے لکڑیاں اکٹھی کرتا ہے اور جو آدمی حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ دوزخ کے کس دروازے سے وہ داخل ہوا۔ پس بندہ کو لازم ہے کہ پرہیزگار رہے یہاں تک کہ شیطان اس سے ناامید ہو جائے اور خدا کی مدد اور فضل سے وہ سلامت رہے اور اگر کوئی آدمی ایسا نہ کرے تو پھر شیطان اس کے دل اور سینہ میں جگہ پکڑ لیتا ہے۔ خداوند کریم فرماتا ہے (جو آدمی رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیر لیتا ہے ہم اس کے اوپر اس کے شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں) پس اس آدمی کا ہم نشین شیطان ہوتا ہے پس کبھی تو وہ اس کی نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے اور کبھی اس کو جھوٹی آرزوئیں دلاتا ہے جو بڑی دور دراز ہوتی ہیں اور کبھی نفسانی خواہش کے حرام اور حلال خیال اس کے دل میں وارد کرتا ہے اور کبھی اس کو نیکیوں کی طرف جلدی کرنے سے روکتا ہے اور سنت اور فرض کے ادا کرنے سے باز رکھتا ہے اور عبادت اور طاعت کرنے سے روک لیتا ہے پس وہ بندہ دونوں جہانوں کا زیاں کار ہو جاتا ہے اور قیامت کے روز اس کا حشر بھی شیطان کے ساتھ ہی ہو گا اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب آدمی کی عمر آخر کو پہنچتی ہے تو شیطان اس پر غلبہ

پالیتا ہے اور اس کے ایمان کو کھودیتا ہے اور وہ ہمیشہ شیطان کے ساتھ دوزخ میں رہے گا اور قیامت کے روز فرعون اور ہامان اور قارون کے ساتھ اٹھے گا۔ ہم ایمان کے زائل ہونے اور ظاہر وباطن سے شیطان کی فرمانبرداری کرنے سے خداوند تعالیٰ کے ہاں پناہ مانگتے ہیں۔

شیطان کے حالات

مقاتل زہری سے اور وہ حضرت عمرؓ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ ایک رات رسول مقبول کے اصحاب آپ کو تلاش کرتے ہوئے آئے اور یہ بھی ان میں تھے ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ۔ سلمانؓ عمار بن یاسرؓ اسی اثناء میں حضرت رسول مقبول ﷺ بھی نکل آئے اور آپ کے چہرہ پر موتیوں کی طرح پسینہ نمودار تھا جیسا کہ بخار سے ہوا کرتا ہے آپ نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا اور تین دفعہ فرمایا کہ اس ملعون پر خداوند تعالیٰ کی لعنت ہو اور پھر اپنے سر کو نیچے جھکالیا۔ حضرت علیؓ نے عرض کی کہ میرے ماں اور باپ آپ پر قربان اس وقت آپ نے کس پر لعنت کی ہے۔ آپ نے فرمایا شیطان لعین دشمن خدا پر اس مردود نے اپنی دم کو اپنی مقعد میں داخل کیا اور سات انڈے دیئے اور ان سے اس کے سات بچے پیدا ہوئے۔ اور ہر ایک ان میں سے اولاد آدم کے بہکانے کے واسطے مقرر ہوا ہے ایک کا نام تو مدحش ہے۔ اس کی تقرری عالموں پر ہے۔ جن کو یہ ہمیشہ ہوا وہوس کی ترغیب دیتا رہتا ہے اور ان کو مختلف قسم کی خواہشوں میں مبتلا رکھتا ہے اور دوسرے شیطان کا نام حدیث ہے اس کی تقرری نمازیوں پر ہے ان سے نماز پڑھنی بھلاتا ہے اور ان کو کھیل میں لگاتا ہے اور بہکاتا ہے اور جمائی اور اونگھ ان پر لاتا ہے اور ان میں یہاں تک ان کو مبتلا کرتا ہے کہ وہ سو جاتے ہیں اور پھر جب کسی سوئے ہوئے کو کہا جاتا ہے کہ تو تو سو گیا تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں سویا نہیں ہوں اور بے وضوہی نماز میں شریک ہو جاتا ہے پھر آپ نے فرمایا اس پاک ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کو اس کی نماز کے ثواب کا آدھا حصہ یا چوتھائی یا دسواں حصہ ہی ملتا ہو۔ بلکہ اس کی نماز کے گناہ اس کے ثواب سے بڑھ جاتے ہیں اور تیسرے شیطو نگڑے کا نام زلنبون ○ ہے اس کو بازاروں کا انتظام دیا گیا ہے۔ اس کا کام رات دن بازاروں میں رہنا ہے کہ لوگوں کو کم تولنے کی ترغیب دیتا ہے اور ان کو ہدایت کرتا ہے کہ خرید وفروخت میں جھوٹ بولو اور اپنے اسباب کو سجاؤ اور اس کی تعریفیں کرو تا کہ اسکو اپنے آپ سے رواج دے اور چلائے اور چوتھے کا نام بترو ہے۔ یہ لوگوں کو اسطرف آمادہ کرتا رہتا ہے کہ جب مصیبت میں گرفتار ہوں تو اس وقت اپنے گریبان کو پھاڑا کریں اور اپنے مونہوں کو نوچا کریں اور ہائے ہائے اور واویلا کیا کریں اور اپنے آپ کو کوسیں تا کہ مصیبت پر صبر کرنے سے جو ثواب ملتا ہے وہ ضائع ہو جائے۔ پانچویں شیطان کا نام منشوط ○ ہے۔ وہ لوگوں کو جھوٹ بولنے۔ نکتہ چینی کرنے اور لوگوں کے حق میں طعن وتشنیع کرنے اور چغلی کھانے کی تعلیم دیتا رہتا ہے تا کہ لوگوں کو گناہوں میں مبتلا رکھے۔ چھٹے شیطان کا نام واسم ○ ہے وہ مرد کی ذکر اور عورت کی سرین میں پھونکتا ہے تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زنا کریں۔ ساتویں شیطان کا نام اعور ○ ہے۔ وہ لوگوں کو چوری کرنا سکھلاتا ہے اور چوروں کو سمجھاتا ہے کہ اگر تم یہ چوری کرو گے تو اس سے تمہارا افاقہ دور ہو جائے گا۔ اور اپنا قرض بھی ادا کر سکو گے۔ اور اپنا بدن ڈھانپنے کے واسطے کپڑا بھی مل جائے گا اور پھر چوری کرنے کے بعد توبہ کر لینا۔ پس ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ ان بدذات شطونگڑوں سے ہوشیار رہیں اور کسی حال میں بھی ان سے غافل اور بے غم نہ ہوں اور رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ وضو پر بھی ایک شیطان مقرر ہے اس شیطان کو ولہان ○ کہتے ہیں۔ اس سے بھی خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگنی چاہیے اور رسول مقبول ﷺ کی حدیث میں وارد ہے کہ جب نماز کی صفوں میں کھڑے ہو تو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑا ہونا چاہیے تا کہ تمہارے درمیان شیطان نہ داخل ہو۔ اگر جگہ خالی رہے تو اس میں شیطان بکری کے بچوں کی مانند گھس جاتے ہیں۔ ابو حذیفہ نے ابوعبیدہؓ سے روایت کی ہے کہ بنات حذف جو اس حدیث میں وارد ہے اس سے مقصود بکری کے بچے ہیں اور عربی میں ان کو نقد بھی کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حذف اس بکری کو بولتے ہیں جو کان اور دم نہیں رکھتی اور جہاں یہ قسم پیدا ہوتی ہے اس موضع کا نام جرشی ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن عاص نے ایک دفعہ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میری نماز اور میری قرات اور میرے درمیان میں شیطان آکر داخل ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے اس شیطان کا نام خُنْزَب ہے جب تم اس کو دیکھا کرو تو خداوند کریم کے ہاں اس سے پناہ مانگا کرو اور تین دفعہ اپنے بائیں جانب تھوک دیا کرو۔ عثمان بن عاص کہتے ہیں کہ جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا تھا میں نے ویسا ہی عمل کیا اس سے وہ شیطان میرے پاس سے بھاگ گیا

ایک مشہور حدیث میں وارد ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ایک شیطان نہ رہتا

ہو- یہ سن کرلوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول مقبول آپ کے ساتھ بھی کوئی شیطان لگا ہوا ہے جواب دیا ہاں مجھ کو بھی ایک شیطان چمٹا ہوا ہے مگر مجھ کو خداوند تعالیٰ نے اس پر غالب کردیا ہے اور اب میں اس کے شر سے سلامت رہتا ہوں- اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جن لگا رہتا ہے لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے ساتھ بھی ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے مگر اللہ نے اس کو میرے تابع کردیا ہے اور وہ مسلمان ہوگیا ہے اور اب وہ مجھے نیکی ہی بتاتا ہے اور مذکور ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت کی تو آدم کی مانند اس کی بائیں پسلی سے اسکی ایک عورت کو پیدا کیا اور شیطان نے اس کے ساتھ جماع کیا اور وہ حاملہ ہوگئی اور پھر اس عورت نے اکتیس انڈے دیئے اور ان سے اس کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بڑھ کر جنگلوں اور دریاؤں میں پھیل گئی یہاں تک بڑھی کہ ہر ایک انڈے سے دس ہزار نر مادہ شیطان کے بچے پیدا ہوئے اور پہاڑوں' جزیروں اور ویرانوں اور جنگلوں اور دریاؤں اور ریگستانوں اور درختوں کی کوکھوں اور ان کے وسط میں بھر گئے اور نہ ہی کوئی چشمہ اور دوراہہ اور چوراہا اور حمام ان سے خالی رہا سب جگہ گھس گئے- ستر کی جگہوں اور گندگی کے مقاموں اور گڑھوں اور لڑائی کی جگہوں- ناقوسوں کی جگہوں میں قبروں گھروں محلوں صحرا نشینوں کے خیموں......... اور سب جگہوں میں شیطان داخل ہوگئے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم ابلیس اور اس کی اولاد کو میرے بغیر اپنا دوست بناتے ہو اور حال یہ ہے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں- ان ظالموں کے واسطے برا بدلا ہے اس لئے جس نے شیطان اور اس کی اولاد کی فرمانبرداری کی اور اسی حالت میں توبہ کرنے اور نصیحت پکڑ کر خبردار ہونے کے سوا مرگیا- وہ ہلاک ہوا اور وہ ہمیشہ شیطان کے ساتھ دوزخ میں رہے گا- انسان کو لازم ہے کہ اپنی ذات سے ہوشیار اور آگاہ رہے اور نفس کو شیطان اور بد کاموں سے بچائے رکھے اور جو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں ان سے اور شیطان کے لشکروں سے اپنے آپ کو الگ رکھے اور خدائے بے نیاز کی درگاہ میں توجہ کرے اور اس کے احکام کو بجالائے اور فرمانبرداری کی جو شرط ہے اس کو کماحقہ' ادا کرے اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو دانا اور خدا کو پہچانتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی رضامندی کے واسطے نیک عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں اور دل سے بارگاہ ایزدی میں راغب ہیں اور اس کے فضل کے امیدوار ہیں اور اس کے قہر اور غضب سے خائف ہیں اور دنیا سے الگ رہتے ہیں اور آخرت کے خواہشمند ہیں- رات کو قیام کرتے اور دن کو روزہ رکھتے اور رات دن عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور جو عبادت ان سے رہ گئی ہوتی ہے اس پر افسوس کرتے ہیں اور گریہ زاری کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کا یہی ارادہ ہوتا ہے کہ نیکی کریں اور گناہوں اور خطاؤں سے تائب ہوں اور اپنے پروردگار پر بھروسا کریں جو زمین اور آسمان کا خالق ہے اور مخلوقات کے رب پر لفظوں اور ساعتوں میں اعتماد کرتے ہیں اور دن رات اپنے معینہ وقت پر نماز ادا کرتے رہتے ہیں یہ لوگ دوزخ کے طوقوں اور زنجیروں سے اور دنیا کی آفت اور دوزخ کی آگ سے بچنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے ظاہر اور باطن میں شیطان کی مخالفت کی ہے اور خداوند کریم کے فرمانبردار بنے ہیں پس خدا بدلہ دینے والے احسان کرنے والے نے ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جیسا کہ اپنے پاک اور بے عیب کلام میں فرمایا ہے (پس خدا نے ان لوگوں کو اس دن کے شر سے بچایا اور خوشحالی اور تازگی بخشی- اور ان کے صبر کے عوض میں ان کو رہنے کے واسطے بہشت اور پہننے کو حریر کا کپڑا عطا فرمایا) اور دوسری جگہ فرمایا ہے (تحقیق پرہیزگار بہشت میں اپنے مقتدر بادشاہ کے پاس راستی کے مقام میں ہوں گے) اور دوسری جگہ فرمایا ہے (جو آدمی خدا کے روبرو کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے واسطے دو بہشتیں ہیں) اور تحقیق خداوند تعالیٰ نے اپنے اس شخص کے حق میں جو شیطان کے دھوکہ میں آگیا ہو اور پھر خدا سے ڈر کر اس کے فریب سے بچ گیا ہو- فرمایا ہے (تحقیق پرہیزگار لوگوں کے دلوں میں جب کبھی شیطان وسوسہ ڈالتا ہے- تو اس وقت وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور فی الفور ان کو حق اور باطل کی تمیز آجاتی ہے' اور فرمایا ہے (خدا کی یاد سے دلوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے اور ان سے تاریکی و غفلت کے پردے دور ہوجاتے ہیں اور زنگ ہٹ جاتا ہے اور اس کی یاد سے سب رنج دور ہوجاتے ہیں) اس لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا پرہیزگاری اور حرام کو ترک کردینے کی کنجی ہے اور خود پرہیزگاری آخرت کا دروازہ ہے جیسے سرکش نفس دنیا کا دروازہ ہے- خدا تعالیٰ فرماتا ہے (جو کچھ قرآن میں ہے تم اس کو یاد کرو شاید تم پرہیزگار بن جاؤ) تو اس نے بتایا کہ خدا کو یاد کرنے سے آدمی پرہیزگار ہوجاتا ہے-

انسان کے موکلوں کا بیان

عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ ہر وقت دو مشورہ دینے والے انسان کے دل میں موجود رہتے ہیں ان میں سے ایک تو ملکی صفت ہے جو آدمی کو نیک کاموں کی ہدایت کرتی ہے اور اس کو سیدھے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتی ہے اور دوسرا اس کا دشمن ہے جو اس کو برے کاموں کی

طرف راغب کرتا ہے اور حق اور نیکی سے روکتا ہے اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ انسان کے دل میں دو خطرے پیدا ہوتے رہتے ہیں ایک تو وہ خیال ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتا ہے اور دوسرا شیطانی وسوسہ ہے اور جو آدمی ان دونوں خطروں کو اس طرح برداشت کرے کہ جو خداوند کریم کی طرف سے ہو اس کو تو بجالائے اور جو شیطان کی طرف سے ہو اس کو دفع کردے تو ایسے بندے پر اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرماتا ہے۔ کلام خدا تعالیٰ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تفسیر میں مجاہد کہتے ہیں کہ بیچارے بندے کے دل میں شیطان بالکل چھاجاتا ہے اور جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو اس وقت شیطان ہٹ کر دور ہو جاتا ہے اور اگر خدا کی یاد سے ذرا بھی غفلت اختیار کرتا ہے تو پھر اس کے دل پر چھاجاتا ہے۔ اور مقاتل کہتا ہے کہ شیطان بصورت خنزیر آدمی کے دل سے چمٹا رہتا ہے اور اس کی رگوں میں اس طرح دوڑتا پھرتا ہے۔ جس طرح خون اور خداوند تعالیٰ نے اس کو انسان پر قبضہ دیا ہے پس اللہ جل شانہ کے اس قول (کہ انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے) سے یہ مراد ہے کہ خدا کی یاد سے آدمی غافل ہوتا ہے تو اس وقت شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور ہوتے ہوتے اس کے دل پر قبضہ پالیتا ہے اور جب انسان خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو شیطان اس کے بدن سے نکل جاتا ہے اور عکرمہؓ کہتے ہیں کہ خناس جو وسوسہ ڈالتا ہے۔ وہ مرد کی دونوں آنکھوں اور دل میں جاگزیں ہوتا ہے عورت جب سامنے آتی ہے تو اس کی آنکھوں میں ہوتا ہے اور جب پیٹھ پھیرتی ہے تو سرین اس کی جگہ ہوتی ہے۔

دل کے خطروں کا مذکور

انسان کے دل میں جو خطرے وارد ہوتے ہیں وہ چھ طرح پر ہیں۔ ایک خطرہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے دوسرا شیطان کی جانب سے۔ تیسرا خطرہ روح کی طرف سے اور چوتھا خطرہ فرشتہ کی طرف سے اور پانچواں عقل کی جانب سے اور چھٹا یقین کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس نفس کا خطرہ آدمی کو نفسانی خواہشوں اور شہوتوں کی طرف مائل کرتا ہے خواہ وہ حلال ہوں اور خواہ حرام اور شیطانی خطرہ اعتقاد میں اثر کرتا ہے اور ترغیب دیتا ہے کہ آدمی کفر اختیار کرے اور خدا کا شریک بنائے۔ گلہ کرے اور خداوند کریم پر تہمت وعدہ خلافی لگائے اور کہتا ہے کہ برے کام کرو اور توبہ کو اگلے دن پر اٹھا رکھ۔ اور ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے کہ جن سے دنیا اور آخرت میں ہلاکت نصیب ہو۔ یہ دونوں خطرے بہت ہی برے ہیں یہ انسان کو محض برائی کی طرف ہی ہدایت کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے دلوں میں ہی آتے ہیں۔ روح اور فرشتے کے خطرے حق اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا حکم کرتے ہیں اور ساتھ اس چیز کے جس میں دنیاوی اور اخروی سلامتی ہے اور موافق علم شریعت کے ہو۔ پس یہ دونوں خطرے محمود ہیں۔ اور خاص لوگوں کے دلوں سے کبھی گم اور محو نہیں ہوتے اور خطرہ عقل کبھی انسان کو نفس اور شیطان کی طرح حکم دیتا ہے اور کبھی روح اور فرشتے کے سے احکام دیتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی ہے کہ بندہ اپنے کام کو ہمت اور عقل اور درستی سے کرے اور نیک اور بد اور نفع اور ضرر میں تمیز کرے۔ خداوند تعالیٰ نے آدمی کے جسم کو اپنے احکام اور اپنے بے انتہا ارادوں کے نازل ہونے کا محل بنایا ہے اور عقل کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ نیک اور برے کاموں کو پہچانے اور اس کی نعمتوں اور نیک کاموں کی طرف متوجہ ہو اور شر اور عذاب اور صعوبت سے بچے۔ اور خطرہ یقین ایمان کی روح ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر علم کے نزول اور پیدا ہونے کا محل ہے اور یہ خاصہ ہے کامل یقین والے اولیاؤں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور ابدالوں کے واسطے کیونکہ ان لوگوں سے امر حق کے سوا اور کوئی فعل صادر نہیں ہوتا۔ اس کا ورود بہت پوشیدہ ہے اور آنا نہایت باریک اور تنگ ہے اور اس کا ظہور سوا علم لدنی اور غیب کی خبروں اور چیزوں کے رازوں کے نہیں ہوتا۔ یہ خطرہ ان لوگوں کو ہی عطا ہوتا ہے جو خداوند تعالیٰ کے محبوب اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ اور خدا کی ذات میں فنا اور ظاہری لوگوں (دنیاداروں) سے پوشیدہ ہیں۔ اور فرائض اور موکدہ سنتوں کے سوا باقی جس قدر ظاہری عبادت ہے اس کو باطنی عبادت سے بدل دیتے ہیں اور کبھی اس کو ترک نہیں کرتے اور دل سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمیشہ ہی خداوند کریم کے مراقبہ میں مستغرق رہتے ہیں ان کی تربیت اور نگاہبانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے جیسا کہ اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے (میرا دوست اللہ ہے جس نے مجھ پر کتاب اتاری۔ اور وہ نیک آدمیوں کو دوست رکھتا ہے) یعنی ان آدمیوں کا متولی اللہ جل شانہ آپ ہی ہے اور ان کی صلاحیت اور بہتری کو اس نے اپنے ذمہ لیا ہے اور وہ ان کے واسطے کافی ہے اور اس نے غیب کی باتوں کی طرف ان کے دلوں کو مشغول کردیا اور اس نے اپنے قرب کے جلوہ کے ساتھ ان کو منور کردیا۔ پس اپنی کلام کرنے کے واسطے ان لوگوں کو اس نے برگزیدہ کرلیا اور ان کو اپنی محبت کے واسطے مخصوص فرمایا۔ اور وہ اس کی محبت میں آرام اور قرار پکڑتے ہیں۔ نور معرفت میں ہر روز زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور حقیقی محبوب اور معبود سے دن بدن ان کو قرب ہوتا جاتا ہے۔ اور ایسی نعمتوں میں ہیں جو ختم ہونے والی نہیں اور ان پر بخشش

مبذول ہو رہی ہے۔ جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ اور ایسی خوشیوں میں ہیں جن کی انتہا نہیں اور جب ان کی مستعار حیاتی کے دن پورے ہو جاتے ہیں تو اس وقت اس فانی سرائے سے جاودانی ملک کی طرف بہت آمادگی کے ساتھ کوچ کرتے ہیں اور ان کو اسی طرح ملک جاودانی کی طرف لے جاتے ہیں۔ جیسے ایک دلہن کو تنگ گھر سے ایک کشادہ اور فراخ بالاخانہ کے اوپر چڑھا کر لے جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے لوگوں کے حق میں دنیا بھی بہشت ہی ہو جاتی ہے اور آخرت میں اس مزے میں ہوتے ہیں کہ خداوند کریم کے دیدار سے ان کی آنکھیں روشن اور ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ بغیر پردے اور دروازے کے خدا کا دیدار کرتے ہیں کہ ان کو کوئی روکنے والا دربان اور پاسبان نہیں اور کوئی وہاں مانع نہیں اور نہ ہی درگاہ میں کسی غیر کا احسان اٹھانا پڑتا ہے اور نہ ہی وہاں کوئی ظلم ہوتا ہے اور نہ کسی کو کوئی ضرر پہنچتا ہے۔ ان انعامات میں انقطاع اور اختتام بھی نہیں آتا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (پرہیز گار لوگ بہشت اور نہروں میں اپنے بادشاہ کے پاس جو صاحب قدر ہے راستی کے مقام پر ہیں) اور فرمایا ہے کہ جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں ان کو اس کا بدلہ بھی نیک ہی ملتا ہے یعنی بہشت ہوتا ہے اور اس میں بہشت کی حوریں اور خداوند تعالیٰ کا دیدار اس پر اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ عاقبت میں بہشت میں ان کی مدد کرتا ہے اور بزرگی اور سلامتی عطا فرماتا ہے اور رنج اور محنت سے ان کو نجات دیتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے دلوں کو دنیا میں برے عملوں سے پاک رکھا ہے اور خدا کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہیں کی۔ اسی واسطے عالم بقا میں بھی ان کو زیادتی کے ساتھ عوض دیا گیا ہے اور وہ زیادتی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ جس کو دیکھ دیکھ کر ہمیشہ فیض حاصل کرتے رہیں گے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنی روشن کتاب میں داناؤں کو اس سے خبر دی ہے۔

نفس اور روح کا بیان

نفس اور روح دو مقام ہیں۔ اول میں شیطانی وسوسے آتے ہیں اور دوسرے میں ملکی خیالات آتے ہیں۔ پس فرشتہ آدمی کے دل میں پرہیزگاری ڈالتا ہے اور شیطان نفس میں نافرمانی کے خیالات ڈالتا ہے اور نفس دل کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ اعضاء کو گناہوں پر لگائے اور ان سے گناہ کرائے اور انسان کے جسم میں دو خدمت گار مقرر ہیں۔ ایک عقل اور دوسری خواہش نفس اور یہ دونوں خادم ایک حاکم کے محکوم ہیں اور یہ توفیق اور اغوا ہے اور انسان کے دل میں دو چمکتے نور ہیں۔ ان میں سے ایک تو علم ہے اور دوسرا ایمان ہے اور یہ سب دل کے آلات ہیں۔ اور ان آلات کے درمیان دل بادشاہ کی مانند ہے اور یہ اس کے لشکر ہیں جو اس کی طرف آتے رہتے ہیں اور یا یہ کہو کہ دل آئینہ کی مانند روشن اور صاف ہے اور یہ آلات اس کے ارد گرد ہیں۔ اور جب دل ان کی طرف دیکھتا ہے تو وہ روشن ہو جاتے ہیں اور ان کو پالیتا ہے۔ یعنی وہ دل میں اپنا جلوہ ڈالتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ سے پناہ مانگنا

میں شیطان گمراہ اور برے خطروں اور نفس کے وسوسوں سے خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگتا ہوں جو عرش اور کرسی کا مالک ہے اور ان سب چیزوں سے امن چاہتا ہوں۔ ہر جن اور انسان کے فتنہ سے 'ریاکاری اور نفاق سے اور غرور اور تکبر اور اپنے آپ کو بزرگ جاننے سے' اسی طرح شرک اور سب بری خصلتوں سے جو دل میں پیدا ہوتی ہیں اور ہر ایک ایسی لذت اور شہوت سے جو نفس کو ہلاک کرنے والی ہے۔ اور ہر ایک بدعت اور گمراہی سے اور نفس کی ایسی خواہشوں سے جو جسم کو آگ میں لے جانے والی ہیں اور ایسے قول اور فعل اور فکر سے جو عرش کی غیبی باتوں کا اثر میرے دل میں نہ ہونے دے اور اسے ڈھانپ لے۔ اور نفس کی ایسی خواہش کی پیروی کرنے سے پناہ مانگتا ہوں جو گمراہ کرنے والی ہو۔ اور برے اخلاق اور نفس کی بری خاصیت سے اور میں شیطان پلید اور مردود سے اس بادشاہ کے ہاں پناہ مانگتا ہوں جو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے اور اس کی بندگی میں غافل ہونے کے عذاب سے اس کے ہاں پناہ مانگتا ہوں جو شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے اور دوست ہے اور جب وہ گنہگاروں پر غصہ فرمائے تو اس وقت کے اس کے قہر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس کے اس قہر سے امن چاہتا ہوں جب کہ وہ قیامت کے دن نافرمان لوگوں کو سخت پکڑے گا اور اپنی گناہ کی پردہ دری سے اس کے ہاں پناہ چاہتا ہوں اور جنگلوں اور دریاؤں میں گناہ کرنے سے امن کی درخواست کرتا ہوں۔ اور اپنے اصل اور فرع کو بھلا کر خداوند کریم کے سوا دوسری طرف مشغول ہونے سے امن چاہتا ہوں اور اپنی حماقت یعنی انجام پر نظر نہ کرنے سے امن چاہتا ہوں اور غرور کرنے اور فرمانبرداری اور عبادت اور نیکی کے ترک کر دینے سے امن چاہتا ہوں اور نیکی کے ترک پر قسم کھانے سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹی قسم کے کھانے اور گنہگاری اور برے انجام

سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے امن چاہتا ہوں کہ نیکی سے خالی رہوں اور موت کے برے خیالات آتے رہیں۔

شیطان کے ساتھ جہاد کرنے کا بیان

شیطان سے جہاد کرنا ایک باطنی کام ہے۔ یعنی دل اور ایمان سے ہوتا ہے پس تو شیطان کے ساتھ جہاد کرے گا تو خدا رحمٰن تجھ کو مدد دیگا۔ اور وہ بادشاہ جزا دینے والا تیرا تکیہ گاہ ہوگا اور اس پاک پروردگار احسان کرنے والے کے دیدار کا تو امیدوار ہوگا۔ اور جو کافروں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے وہ ظاہری ہوتا ہے اور ظاہری جہاد تلوار اور نیزہ سے کیا جاتا ہے اور اس میں بھی وہی دونوں جہانوں کا بادشاہ یار اور مددگار ہوتا ہے اور اس جہاد سے یہ امید ہوتی ہے کہ ہمیشہ کا بہشت عطا ہو۔ پس تو کافروں کے جہاد میں مارا جائے تو تجھ کو اس کے عوض میں ہمیشگی کا گھر یعنی جنت ملے گی۔ اور اگر تو شیطان کے ساتھ جہاد کر کے مارا جائے اور اس میں تیری عمر تمام ہو جائے اور مرتے دم تک تو شیطان کی مخالفت میں لگا رہے تو تیری جزا جہانوں کے پروردگار کا دیدار ہوگا جب تو اس سے ملاقات کرے گا۔ اور اگر کوئی کافر تجھے مار ڈالے تو اس صورت میں تو شہید ہوگا اور اگر تجھ کو شیطان مار ڈالے یعنی تو نے اس کی فرمانبرداری اور پیروی کی ہے اور اس سے ہلاک ہو گیا ہے تو اس صورت میں خدا تعالیٰ کے قرب سے دور پھینکا جائے گا۔ پس کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کی تو انتہا ہے اور وہ فنا ہوتا ہے اور نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرنے کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے) اور اس جگہ یقین سے مراد موت ہے اور خداوند تعالیٰ کا دیدار اور شیطان کی مخالفت اور ہوا و ہوس کے برخلاف کرنا عبادت ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ گمراہ اور شیطان کا لشکر دوزخ میں الٹے لٹکائے جائیں گے اور جب رسول مقبول ﷺ جنگ تبوک سے واپس آئے تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں اور بڑے جہاد سے آپ کی مراد نفس اور شیطان کا جہاد ہے۔ کیونکہ اس جہاد کی مدت بہت لمبی ہے اور اس کے خطرے زندگی کے آخر تک رہتے ہیں اور اس برے خاتمہ کا ہمیشہ ڈر ہوتا ہے۔

دوسری مجلس خداوند تعالیٰ کے قول کا بیان

اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔ خدا کے نام کے ساتھ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یہ آیت سورۃ نمل میں واقع ہے اور اس کا نزول مکہ **معظمہ** میں ہوا ہے اور اس میں ترانویں آیتیں ہیں اور ایک ہزار ایک سو انچاس کلمے ہیں اور چار ہزار سات سو ننانویں حروف ہیں۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا درود ہو اور سب نبیوں اور مسلمانوں اور صالح بندوں اور مقرب فرشتوں پر درود ہو۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لوگوں کے ساتھ بیت المقدس سے یمن کی طرف جا رہے تھے اور رستہ میں وادی نمل یعنی چیونٹیوں کے جنگل سے گذرے تو ان کے لشکر کے لوگوں کو پیاس لگی۔ اور انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پانی کی درخواست کی۔ اس وقت آپ نے ہدہد کو بلایا تاکہ اس سے پانی کا پتہ پوچھا جائے۔ اور کلنگ جو پرندوں کا بادشاہ ہے اس وقت حاضر تھا۔ اس سے آپ نے پوچھا کہ ہدہد کہاں ہے۔ اس کے ساتھ ایک ہدہد تو تھا مگر اس وقت وہ وہاں موجود نہ تھا اس لئے اس نے عرض کی کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں گیا ہے۔ اور مجھ سے پوچھ کر بھی نہیں گیا۔ اور ہدہد کے ذمہ پانی کا نشان دینا تھا جہاں کہیں پانی ہوتا تھا چاہے وہ زمین کی تہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ ہدہد اس جگہ پر اپنی چونچ رکھ دیتا تھا اور اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اس جگہ پر پانی موجود ہے اور اس قدر کھودا جائے تو پانی یہاں سے نکل آئے گا اور اس علم کے لئے ہدہد مخصوص تھا۔ دوسرے پرندے اس علم سے واقف نہ تھے اور جب ہدہد سے پانی کا پتہ پوچھا کرتے تھے تو اس وقت پہلے وہ ہوا میں بلند ہوتا تھا اور وہاں سے ہی یہ معلوم کر کے کہ پانی اس قدر دوری پر ہے وہ نیچے اتر آتا تھا اور وہاں اپنی چونچ کی نوک رکھ دیتا تھا۔ اور اس کے بعد آپ جنوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اس مقام کو کھودو اور یہاں سے پانی نکالو۔ اور وہ حکم کے موافق اس جگہ کنواں کھود کر پانی نکال لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حوض اور چشمے اس سے لبالب کر دیتے تھے اور مشکیں اور نہریں سب بھر لیتے تھے۔ اور جن اور آدمی اور چارپائے جس قدر لشکر کے ساتھ ہوتے تھے وہ سب پی کر پانی سے سیر ہو جاتے تھے اور اس کے بعد وہاں سے کوچ کر دیتے تھے۔ غرض جب آدمیوں کو پیاس لگی ہوئی تھی۔ اور وہ پیاس سے بیتاب تھے تو اس وقت ہدہد کی تلاش کی گئی اور جب وہ نہ ملا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس پر سخت غصہ آیا اور اسی غصہ میں آپ نے فرمایا کہ میں ہدہد کو سخت عذاب دوں گا۔ یعنی میں اس کے پر اکھاڑ ڈالوں گا۔ پس وہ ایک سال تک نہ اڑ سکے گا۔ یا

اس کو ذبح کروں گا اور اس کے بعد آپ نے اپنی قسم میں سے استثنا کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر ہدہد نے اپنی غیر حاضری کی نسبت کوئی معقول عذر اور روشن حجت بیان کی تو اس کا جرم معاف کیا جائے گا اور اس سے درگذر ہو گی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا معمول تھا کہ آپ جب کبھی کسی پرندے کو سخت عذاب کرتے تھے تو آپ اس کے سب پروں کو اکھیڑ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہدہد تھوڑی دیر ٹھہر کر آگیا۔ اور جب وہ آیا تو اس کے ہم جنسوں نے اس کو خبر کر دی کہ حضرت سلیمان تجھ پر خفا ہو رہے ہیں اور تم کو سخت عذاب دینے کے واسطے حکم دیا ہے۔ اس نے پوچھا کہ انہوں نے اس سزا میں کچھ استثنا بھی کیا ہے جواب دیا گیا کہ ہاں کیا ہے اس لئے ہدہد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آکر سامنے کھڑا ہو گیا اور سجدہ کیا اور حضرت سلیمان کے حق میں یہ دعا کی کہ خداوند تعالیٰ آپ کو ہمیشہ زندہ رکھے اور آپ کی بادشاہی دیر تک رہے اور اس کے بعد اس نے زمین کو اپنی چونچ سے کریدنا شروع کیا اور سر سے بھی حضرت سلیمانؑ کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کے بعد عرض کی کہ میں نے ایک ایسی جگہ کی سیر کی ہے جہاں اب تک آپ تشریف نہیں لے گئے اور مجھ کو ایک ایسی شئے معلوم ہوئی ہے جس کا آپ کو اس وقت علم نہیں ہے۔ اس گفتگو سے ہدہد کا مطلب یہ تھا کہ میں ایک ایسی چیز کی خبر لے کر آیا ہوں کہ جس کی خبر آج تک آپ کو جنوں نے نہیں دی اور نہ ہی اس کی خبر دینے میں انہوں نے آپ کی خیر خواہی کی۔ اور انسانوں کو بھی اس بات کا مطلق علم نہیں اور کہا کہ میں آپ کے پاس شہر سبا سے ایک عجیب خبر لایا ہوں۔ اور وہ یقینی ہے اور اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے اور وہ بعینہ اس کی مصداق ہے

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد
ہدہد خوشخبر از شہر سبا باز آمد

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ وہ کون سی خبر ہے جو لایا ہے۔ جواب میں گذارش کی کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو شہر سبا میں بادشاہی کرتی ہے اس کا نام بلقیس ہے۔ اور ابو سراح حمیریہ کی بیٹی ہے اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے اور وہ عالم بھی ہے اور بلاد یمن اور اس کے گرد و نواح کے جتنے شہر ہیں ان سب پر حاکم ہے اور جاہ و جلال کا سب سامان اس کے پاس موجود ہے اور بے شمار فوج اور گھوڑے رکھتی ہے اور دربار میں جلوس کرنے کے واسطے اس نے ایک عظیم الشان تخت بنوایا ہے جسکی اونچائی تیس ہاتھ ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ تخت اسی ہاتھ اونچا ہے اور اسی ہاتھ چوڑا اور جواہرات اور مروارید موتیوں سے مرصع ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ بلقیس اور اسکی قوم خداوند کریم کو چھوڑ کر آفتاب کی پوجا کرتے ہیں اور اسکے آگے نماز پڑھتے ہیں اور یہ مجوسیوں کا دین ہے بلقیس کو اور اس کے لشکر کو شیطان مردود نے برگشتہ کر دیا ہے اور خدا کو سجدہ نہیں کرتے حالانکہ پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے والا وہی ہے اور وہی زمین و آسمان کے بھیدوں کو جانتا ہے اور جو چیز چھپائی جاتی ہے۔ اس کو جانتا ہے اور جو کچھ تم زبان سے کہتے ہو اس کو سنتا ہے اور اس معبود برحق کے سوا جو عرش معظم کا پروردگار ہے اور کوئی عبادت کرنے کے لائق نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو کہا کہ تم پانی کا نشان بتلاؤ۔ اور میں تیری اس بات پر غور کرتا ہوں کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹ بولا ہے۔ ہدہد نے پانی کی طرف راہنمائی کی اور جب سب نے پانی پی لیا اور خوب سیر ہو گئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو بلایا اور بلقیس کے نام ایک خط لکھ کر اس کے حوالے کیا اور اس کے اوپر اپنی مہر لگائی اور ہدہد کے حوالہ کر کے اس کو کہا کہ تم میرے اس خط کو سبا کے لوگوں کے پاس لے جا اور جا کر ان کے آگے پھینک دے اور انتظار کر کہ وہ اس کا تم کو کیا جواب دیتے ہیں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ حکم نامہ داؤد علیہ السلام کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے میرے مقابلے میں تم اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھو اور مسلمان ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔ اور میری اطاعت قبول کرو۔ اگر تم جن ہو تو میرے پاس غلام بن جاؤ اور اگر انسان ہو تو میری فرمانبرداری کرو۔ اور میرے حکم کے بجالانے کو اپنے اوپر واجب اور لازم جانو۔

اس قصہ کا راوی کہتا ہے کہ جب ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا فرمان لیا۔ اور لے کر بلقیس کے پاس شہر سبا میں وارد ہوا تو اس وقت دن دوپہر تھا اور بلقیس اپنے محل میں خواب استراحت کے مزے لے رہی تھی اور محل کے تمام دروازے بند کئے ہوئے تھے اور کوئی شے بھی اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ دور دروازوں پر اور محل کے ارد گرد بھی نگاہبان اور محافظ مقرر کئے ہوئے تھے۔ اور اس کی قوم میں سے بارہ ہزار لڑاکے افسر اور سپہ سالار تھے اور ہر ایک کے ماتحت ایک ایک لاکھ فوج تھی یہ لشکر بچوں اور عورتوں کے علاوہ تھا اور اپنی قوم کے تمام کاموں اور ضرورتوں کا خود فیصلہ کرنے کے لئے ہر جمعہ میں ایک دن انکی طرف نکلا کرتی تھی اور اجلاس کے وقت اپنے مرصع تخت پر بیٹھتی تھی جو سونے کے

چار ستونوں پر رکھا ہوا تھا۔اور اس طرح بیٹھتی تھی کہ وہ تو سب کچھ دیکھ لیتی تھی اور اسکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا اور جب کوئی چاہتا کہ اسکی بارگاہ میں عرض و معروض کرے تو وہ اسکے تخت کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا تھا اور اپنے سر کو نیچا رکھتا تھا اور اس کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور سجدہ کرتا تھا اور اس کی تعظیم کی یہاں تک رعایت ہوتی تھی کہ جب تک وہ سر اٹھانے کے واسطے آپ اجازت نہ دے دیتی تھی وہ اپنا سر نہیں اٹھاتا تھا اور جب ان کی داد رسی سے فارغ ہوتی تھی تو بعد میں ملکی امور کے احکام نافذ فرماتی تھی۔اور اس کے بعد اپنے دولت خانہ میں چلی جاتی تھی۔اور کوئی اسکو اسی دن کے سوا دیکھنے نہ پاتا تھا اور اس کے قبضہ میں ایک وسیع ملک تھا۔اور جب ہدہد آپ کا حکم نامہ لے کر پہنچا اور دروازوں کو بند پایا۔اور اس کے محل کے چاروں طرف محافظ پہرے پر پھرتے ہوئے دیکھے تو بلقیس کے پاس پہنچنے کے واسطے راستہ تلاش کیا۔بہت تلاش کے بعد ایک سوراخ نظر آیا اس سے گذر کر ایک درجہ میں گیا اور اسی طرح اس سے سات درجے طے کئے اور اس کے بعد بلقیس کے تخت کے پاس پہنچا جو تیس ہاتھ اونچا تھا اور وہ اس کے اوپر چت لیٹی ہوئی پڑی تھی۔اور ایک چادر کے سوا جو اس کے ستر عورت کو ڈھانپتا تھا اور کوئی لباس اس کے اوپر نہیں تھا۔اور اس کا معمول یہی تھا کہ جب سونے کے واسطے جاتی تھی تو سارا لباس اتار دیتی تھی۔اور صرف ایک چادر اوڑھ لیا کرتی تھی۔راوی کہتا ہے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان کے حکم نامہ کو اس کے تخت کے کنارہ پر لے جاکر رکھ دیا اور خود سوراخ میں بیٹھ کر انتظار کی کہ بلقیس جاگے تو حکم نامہ پڑھ کر اس کا جواب دے اور بڑی دیر تک اس انتظار میں رہا۔پس جب دیر تک وہ نہ جاگی تو ہدہد نے خود پیش قدمی کی اور اپنی نوک سے اس کو جگا دیا اور جب جاگی تو اس نے اپنے پہلو میں ایک خط پایا۔اپنی آنکھیں ملیں اور اس کو پڑھا اور معلوم کیا کہ اس میں کیا لکھا ہے اور پھر اس فکر میں ہوئی کہ یہ میرے تک پہنچا کس طرح سے کیونکہ دروازے سب بند تھے اور اردگرد محل کے پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔اسی فکر میں باہر آئی۔نگاہبانوں کو اپنے محل کے گرد ہوشیار پایا۔نگاہبانوں سے پوچھا کہ تم نے کسی آدمی کو میرے پاس آتے ہوئے اور اس کو میرا خاص دروازہ کھولتے ہوئے دیکھا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ دروازے تو بدستور بند رہے ہیں اور ہم سب ہوشیاری سے حفاظت کر رہے ہیں۔اس کے بعد اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم نامہ کو کھولا اور اس کو پڑھا اور وہ خود لکھی پڑھی تھی اور پڑھ کر معلوم کیا کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے اور جب اس کو پڑھ چکی تو اپنی قوم کے بزرگوں اور امیروں کو بلایا۔اور جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا کہ میرے پاس ایک بزرگ نامہ پھینکا گیا ہے اور اس کے اوپر مہر لگی ہوئی ہے۔یہ نامہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے آیا ہے اور بسم اللہ سے شروع کیا گیا ہے۔اور اس میں یہ مضمون لکھا گیا ہے کہ تم مجھ سے سرکشی نہ کرو اور میری فرمانبرداری اختیار کرو۔اور مطیع ہو کر میرے پاس چلی آؤ۔تم میری قوم کے بزرگ ہو اب مجھے مشورہ دو کہ میں اس باب میں کیا کروں اور جب تک اس کام میں مشورہ ہو کر کوئی صلاح قرار نہ پا جائے گی میں کوئی دوسرا کام نہیں کروں گی۔ان آدمیوں نے جو حاضر ہوئے تھے۔عرض کی کہ ہم لوگ بڑے بہادر ہیں اور بڑے عزت دار۔اگر کوئی دشمن ہمارا مقابلہ کرے تو وہ نہیں کر سکتا۔اور تو ہماری سردار ہے ہم تمہیں کیا رائے دے سکتے ہیں اپنے کام میں تو خود دانا ہے اور اپنی تدبیر آپ اچھی طرح کر سکتی ہے ہم تو حکم کے بندے ہیں جو حکم دے گی ہم اس کو بجالائیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔خداوند کریم فرماتا ہے کہ حکم کرنا تیرے واسطے ہے جو مصلحت دیکھے اس کے مطابق حکم کرو اور ہم تیرے حکم کے فرمانبردار ہیں

اور بلقیس نے اس باب میں سوچا اور غور کرنے کے بعد کہا کہ جب بادشاہ بصورت مخالفت کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور ملک کے معزز لوگوں اور سرداروں کو ذلیل و خوار کرتے ہیں اور جب لڑائی کرنے کے بعد فتح یاب ہوتے ہیں تو اس ملک کے لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں اور جو مقابل میں کھڑے ہو کر لڑائی کرتے ہیں ان کو مار ڈالتے ہیں اور ان کو قید بھی کر لیتے ہیں اس لیے میرا ارادہ یہ ہے کہ تحفہ تحائف دے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس قاصدوں کو بھیجوں۔اور یہ انتظار کروں کہ قاصد کیونکر واپس آتے ہیں اور کیا خبر لاتے ہیں۔راوی کہتا ہے کہ اس نے تحفہ تحائف دے کر قاصدوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔اور وہ تحفے یہ تھے۔بارہ غلام تھے اور یہ غلام ایسے تھے کہ سب بے ریش تھے۔اور ان میں سے عورتوں کی علامتیں پائی جاتی تھیں۔عورتوں کی مانند ہی ان کی آواز تھی۔ویسے ہی اعضاء نرم تھے اور عورتوں کی مانند ہی ہاتھوں میں مہندی لگائی ہوئی تھی اور عورتوں کی طرح ہی مانگ نکالے ہوئے اور چوٹی پٹی درست کیے ہوئے تھے اور پوشاک بھی ویسی ہی پہنے ہوئے تھے جیسی کہ عورتیں پہنتی ہیں اور جاتے ہوئے بلقیس نے ان کو یہ فہمائش بھی کر دی تھی اگر تم سے کوئی بات پوچھیں تو اس کا جواب عورتوں کی مانند ہی دینا۔اور بارہ ہی لونڈیاں تھیں ان لونڈیوں کی آواز مردوں کی طرح بھاری تھی اور ان کے اعضاء بھی قوی تھے اور ان کے سروں کے بال تراش دیے اور مردوں کا لباس پہنا دیا۔اور فہمائش کر دی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر

ہو اور وہ تم سے کوئی بات پوچھے تو بے خوف و بے حجاب ہو کر ان کو جواب دو اور خدمت گاروں کے ہاتھ میں طبق دیئے۔ جو مشک اور عود اور عنبر سے پر تھے اور دودھ دینے والی بارہ اونٹنیاں بھیجیں اور دو عدد خرمہرہ یعنی کوڑیاں روانہ کیں ان میں ایک کوڑی میں تو پیچ در پیچ سوراخ تھا اور ایک میں کوئی سوراخ نہیں تھا اور ایک خالی پیالہ بھیجا اور اس ہدیہ کے ساتھ ایک عورت بھی بھیجی اور اسکو یہ نصیحت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہر ایک کام میں اچھی طرح غور کرے اور آپ کی ہر بات اچھی طرح یاد رکھ کر مجھے بتانا اور غلاموں اور لونڈیوں کو حکم دیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور میں جاؤ تو وہاں مودب ہو کر کھڑے رہنا اور اس وقت بیٹھنا جب وہ بیٹھنے کے واسطے خود حکم دیں۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام جابر بادشاہ ہوں گے تو وہ تم کو بیٹھنے کے واسطے حکم نہیں دیں گے اور مال دے کر ہم ان کو راضی کر لیں گے اور اس کے بعد ہی وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر بردبار دانا اور عالم ہوں گے تو تم کو بیٹھنے کا حکم دیں گے۔ اور قافلہ کی امیر عورت کو کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہنا کہ یہ جو سوراخ دار کوڑی ہے اس میں تاگا پروڈالو اور تاگا پرونے کے واسطے کسی انسان اور جن کی مدد نہ لو اور جو بے سوراخ ہے اس میں بغیر مدد لئے جن اور انسان کے سوراخ کرو اور لونڈیوں اور غلاموں میں تمیز کرو۔ اور خالی پیالی کو ایسے کف دار پانی سے بھر دو جو نہ زمین کا ہو اور نہ آسمان کا۔ اور بلقیس نے جو خط لکھا تھا اس میں ہزار طرح کے سوال بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو لکھے غرض قاصد یہ تحفے لے کر روانہ ہوئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچے تو اس ہدیہ کو پیش کیا اور سب باادب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تحفہ کو دیکھا مگر اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش نہ کی اور نہ ہی اپنے ہاتھ پاؤں ہلائے اور اس ہدیہ کی ذرا بھی پروانہ کی اور نہ ہی اس سے خوشی ظاہر کی اور نہ ہی اس کو خفیف اور حقیر سمجھا۔ قاصدوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بشرہ سے معلوم کیا کہ اس تحفہ سے نہ تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور نہ ہی ایسی توجہ پائی جاتی ہے جس سے قبولیت معلوم ہو اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے اپنے سر کو اٹھایا اور بھیجے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھا اور دیکھ کر ان کو فرمایا کہ زمین اور آسمان خدا کا ملک ہے خدا نے آسمانوں کو بلند کیا ہے اور زمین کو بچھا دیا ہے۔ تاکہ جو کوئی اس پر کھڑا ہونا چاہے وہ کھڑا ہو اور جو بیٹھنا چاہے وہ بیٹھ جائے اور پھر ان کو بیٹھنے کی اجازت دی راوی نے کہا کہ اس کے بعد جو عورت قافلہ کی امیر تھی وہ حضرت سلیمان کی طرف بڑھی اور وہ دو کوڑیاں جو بطور تحفہ ساتھ لائی ان کو پیش کیا اور عرض کی کہ آدمیوں اور جنوں کی مدد کے بغیر اس سوراخ دار کوڑی میں آپ تاگا پروڈالیں اور وہ دوسری طرف نکل آئے اور یہ دوسری کوڑی جو سوراخ کے بغیر ہے اس میں آدمیوں اور جنوں کی مدد کے بغیر اور کسی لوہے کے آلے کے بغیر آرپار سوراخ کر دو۔ اور اس کے بعد اس امیر عورت نے پیالہ پیش کیا اور گذارش کی کہ بلقیس بیگم نے درخواست کی ہے کہ اس پیالہ کو میٹھے پانی سے بھر دو اور پانی کفدار ہو۔ اور نہ آسمان کا ہو اور نہ زمین کا ہو۔ پھر اس عورت نے غلاموں اور لونڈیوں کو پیش کیا اور عرض کی کہ بلقیس نے کہا ہے کہ آپ ان لونڈیوں اور غلاموں کو الگ الگ کر دیں۔ پس اس وقت سلیمان علیہ السلام نے ملک کے بزرگوں کو طلب کیا اور جب سب حاضر ہو گئے تو سلیمان علیہ السلام نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو اس کوڑی میں اس طرح تاگا پرودے کہ وہ دائیں طرف سے ہوتا ہوا اس کوڑی کے بائیں طرف سے نکل جائے۔ اس وقت ایک کیڑا بولا (یہ کیڑا فصفصہ یعنی رطب میں رہتا ہے اور اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اس نے کہا کہ اے بادشاہ میں اس کام کو اس شرط پر کرتا ہوں کہ آپ فصفصہ میں میری روزی مقرر کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کر دوں گا۔ پس اس کیڑے نے دھاگہ اپنے سر پر لپیٹ لیا اور اس کوڑی میں سوراخ کرتا ہوا گھسا اور اس کو کرید تا ہوا بائیں جانب نکل آیا اور اس خدمت کے عوض میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فصفصہ میں اس کی روزی بھی مقرر کر دی۔ پھر دوسری کوڑی کی طرف آپ نے اشارہ کیا اور پوچھا کہ لوہے کے آلے کے بغیر اس میں کون سوراخ کر سکتا ہے اس کے واسطے ایک دوسرے سفید رنگ کے کیڑے نے سر اٹھایا یہ لکڑی میں رہتا تھا اس نے عرض کی کہ اے بادشاہ اس خدمت کو میں کروں گا مگر شرط یہ ہے کہ اس کے عوض لکڑی میں میری روزی مقرر کر دیں۔ آپ نے اس شرط کو قبول کیا اس کے بعد وہ کیڑا اس کوڑی میں داخل ہو گیا اور برما کی مانند اس کو چھید کرتا ہوا دوسری طرف سے نکل گیا۔ اس کے عوض میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی روزی لکڑی میں مقرر کر دی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہمارے عربی گھوڑے لا کر حاضر کرو۔ جب وہ حاضر کیئے گئے تو فرمایا کہ ان کو اس میدان میں دوڑاؤ۔ پس وہ دوڑائے گئے۔ اور جب دوڑتے دوڑتے تھک گئے تو پسینہ پسینہ ہو گئے تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ اس خالی پیالہ کو ان گھوڑوں کے پسینہ سے بھر دو۔ چنانچہ وہ پیالہ گھوڑوں کے پسینہ سے لبالب بھر گیا۔ ..... کف دار اور میٹھا پانی جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا وہ یہ ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب پانی لاؤ۔ اور خدمت گاروں کو کہو کہ وہ وضو کریں تاکہ

غلام اور لونڈی میں تمیز ہو جائے آپ کے فرمان کے موافق پانی حاضر کیا گیا۔ جب پانی آیا تو پہلے عورتوں نے ہاتھ دھونے شروع کیے۔ ہر ایک اپنے بائیں ہاتھ میں پانی لیتی تھی اور اس میں سے اپنی بائیں ہتھیلی پر پانی ڈال کر اس سے اپنا بایاں بازو دھوتی تھی اور پھر اس طرح دائیں ہاتھ میں پکڑ کر دائیں بازو کو دھوتی تھی پس اس طریق سے معلوم ہو گیا کہ یہ لونڈیاں ہیں ان سب کو آپ نے ایک طرف الگ کر دیا۔ اس کے بعد خدمت گار ہاتھ دھونے لگے انہوں نے پہلے اپنا دایاں ہاتھ دھویا اور اس کے بعد بایاں دھویا اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ غلام ہیں اس لیے آپ نے ان کو بھی الگ کر دیا۔ اور یہ تعداد میں بارہ تھے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان مسائل میں فکر اور غور کی اور ان کے ایک ہزار جواب لکھ دیئے پس یہ جوابات اور ہدیے قاصدوں کو دیئے۔ اور آپ نے ان سے کہا کہ کیا تم مال سے میری مدد کرنی چاہتے ہو لیکن یاد رکھو کہ جو کچھ خداوند کریم نے مجھ کو دے رکھا ہے یعنی پیغمبری اور بادشاہی یہ نعمت تمہارے مال سے کئی درجے بہتر ہے اور تمہارے بھیجے ہوئے ہدیے تم کو ہی خوش کر سکتے ہیں مجھ کو نہیں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو یہ نامہ لکھا اور ہدہد کے حوالے کیا اور اس کو حکم کیا کہ یہ بلقیس کے پاس لے جا۔ اور کہہ دے کہ ہمارے پاس بڑے جرار لشکر موجود ہیں ہم ان کو لے کر تیرے اوپر چڑھائی کریں گے اور تیرے آدمی ہرگز مقابلہ کی تاب نہیں لائیں گے۔ اور ہم ان کو سبا بستی سے نکال دیں گے۔ اور انہیں ذلیل و خوار کریں گے۔ اور پھر وہ ہمیشہ ہی ذلیل اور خوار رہیں گے۔ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس نامہ کو لیا۔ اور دوسری دفعہ جا کر بلقیس کو پہنچا دیا۔ اور اس کو پڑھا۔ اور بھیجے ہوئے قاصد بھی واپس آ گئے۔ اور جو کچھ وہاں دیکھا تھا اس کو بیان کیا اور سلیمان علیہ السلام نے جو جواب دیا تھا وہ بھی نکال کر بلقیس کو دکھلا دیا۔ اس وقت پھر بلقیس نے اپنی قوم کو بلایا اور سمجھایا کہ یہ آسمانی معاملہ ہے اس سے مقابلہ کرنا اچھا نہیں ہو گا۔ اور ہم میں اس کے مقابلہ کرنے کی طاقت بھی نہیں ہے اس کے بعد بلقیس اپنے تخت کے پاس آئی اور اس کو ساتویں کوٹھڑی میں بند کر دیا اور اس پر نگہبان مقرر کر دیئے کہ اسکی حفاظت کریں۔ اور آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس روانہ ہوئی اور ہدہد پہلے ہی سلیمان علیہ السلام کے پاس آ پہنچا اور آ کر عرض کی کہ بلقیس خود آ رہی ہے۔ جب حضرت سلیمانؑ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ملک کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اے سردارو! تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو بلقیس کے آنے سے پہلے اس کے تخت کو میرے پاس لا کر حاضر کر دے۔ کیوں کہ اگر بلقیس پہلے آ کر داخل اسلام ہو گئی اور اس کے ساتھ صلح کی بات ٹھہر گئی تو پھر میرے لیے اس کے تخت کا لینا حلال نہیں ہو گا۔ اس وقت ایک خبیث جن حاضر ہوا اس کا نام عمرو تھا اور جنوں میں سے یہ بڑا درشت اور سخت تھا۔ اس نے عرض کی کہ آپ کے اٹھنے سے پہلے ہی میں اس تخت کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دوں گا اور اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ اس سے پہلے کہ آپ کچہری سے اٹھیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ اور آپ کا یہ معمولی وقت دوپہر تک تھا۔ اور اس جن نے یہ بھی کہا کہ میں تخت کے لانے کی طاقت رکھنے کے سوا امانت دار بھی ہوں۔ یعنی اس تخت میں جو جواہرات 'موتی' زمرد' اور سونا چاندی جڑے ہیں ان کو احتیاط کے ساتھ کسی قسم کی خیانت کرنے کے بغیر آپ کے پاس پہنچا دوں گا۔ اور اس کی رفتار کا یہ حال تھا کہ جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی وہاں ہی وہ اپنا قدم رکھتا تھا۔ اس نے حضرت کے پاس اپنی رفتار کا ذکر کیا اور کہا میں جلد ہی تخت کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے بھی زیادہ جلدی کوئی لانے والا شخص ہو۔ پس ایک شخص عالم کتاب اللہ حاضر ہوا وہ اسم اعظم (یا حی یا قیوم) جانتا تھا اس نے عرض کی کہ میں خداوند کریم کی بارگاہ میں پہلے دعاء کرتا ہوں اور بعد میں قصد کرتا ہوں اور خداوند کریم کی کتاب میں بھی نگاہ ڈالتا ہوں اور پھر اس سے بھی پہلے لے آؤں گا۔ کہ جتنے میں تیری نظر تیری طرف واپس لوٹتی ہے

اس کے بعد سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھا اور دعا مانگنی شروع کی۔ اور یہ کہا۔ یا حی یا قیوم۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے پڑھنے سے انسان کی دعاء قبول ہوتی ہے اور جس کے وسیلے سے آدمی کی مراد حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ یا ذا الجلال والاکرام۔ راوی کہتا ہے کہ وہ تخت اس جگہ سے زمین کے نیچے غائب ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس سے باہر نکل آیا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ تخت اس چھوٹی کرسی کے نیچے سے ظاہر ہوا تھا۔ جس پر بڑی کرسی کے اوپر بیٹھتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے پاؤں رکھا کرتے تھے۔ اور جب جنوں نے دیکھا کہ تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گیا۔ تو انہوں نے حضرت کو کہا آصف تخت کو لے آیا ہے مگر اس کو یہ قدرت نہیں کہ بلقیس کو بھی لا حاضر کرے۔ آصف برخیا نے یہ کلام سن کر عرض کی کہ میں بلقیس

کو بھی لاکر خدمت میں حاضر کردوں گا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک محل تیار کیا جاوے اور اس میں ایک دیوان خانہ بناؤ۔ اور اس دیوان خانے کے آگے ایک شیشے کا صاف صحن تیار کرو اور اس طرح کی صنعت کاری اور صفائی ہو۔ اس میں سے رواں پانی دکھائی دے اور تیرتی ہوئی مچھلیاں نظر آئیں۔ اور دیکھنے کو ایک عمیق یعنی گہرا چشمہ دکھائی دے اور اس میں مچھلیوں کا جلوہ اس کو نظر آئے۔ اور پھر دیوان خانے کے صدر مقام پر ہماری کرسی بچھائی جائے۔ اور اردگرد اپنے اپنے قرینہ پر مصاحبوں کی کرسیاں چنی ہوئی ہوں اس لیے جیسا آپ نے ارشاد فرمایا تھا اس کے موافق ہی سب کاموں کی تعمیل ہوگئی اور جب کام ٹھیک ٹھاک ہوگیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے مصاحبوں اور رفیقوں کو لے کر تشریف لے گئے اور جا کر اپنی کرسی پر تو خود اجلاس کیا اور باقی پر مصاحب اور رفیق بیٹھ گئے۔ اور یہ سب جنس بشر میں سے تھے اور ان کے بعد جنات کی قوم کے لوگ بیٹھے باقی ان کے بعد شیطان شیطو نگڑے بیٹھ گئے آپ کے اجلاس کا یہی نقشہ تھا اور آپ کی یہ عادت تھی کہ جب دنیا کے شہروں کی سیر کرنا چاہتے تھے اور اس وقت آپ اپنی کرسی پر اجلاس فرماتے تھے اور مصاحب لوگ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ اور ہوا کو حکم ہوتا تھا کہ اس تمام جلسہ کو ہوا میں اٹھالے اس لیے ہوا اس کو آسمان اور زمین کی درمیانی فضا میں اٹھا کر لے جاتی تھی۔ اور اس جلسہ کے تمام لوگوں کو سیر کرواتی تھی۔ اور جب آپ یہ حکم دیتے تھے کہ اب جلسہ کو زمین پر اتار دو۔ تو اس وقت ہوا ٹھیر جاتی تھی اور اس تمام جلسہ کو زمین پر اتار دیتی تھی۔ اور اس طرح زمین پر اتر کر آپ ہر جگہ زمین کی سیر فرماتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ مجلس اسی طرح جما کرتی تھی جیسے کہ اس وقت بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار اس وقت میں امیروں اور ارکان دولت سے منعقد ہوتے ہیں۔ القصہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دیوان خانہ میں مجلس منعقد ہوئی اور سب اپنے اپنے قرینے پر بیٹھ کر دربار کی رونق کا باعث ہوئے تو اس وقت آصف برخیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خداوند کریم کی درگاہ میں سجدہ کیا۔ اور اسم اعظم پڑھ کر اللہ جل شانہ سے دعاء مانگی۔ اور اسم اعظم یہ پڑھا۔ "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" اسی اثنا میں اچانک بلقیس مجلس میں حاضر ہوئی اور آکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے روبرو کھڑی ہوگئی۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ وہ خضر تھے جو اسم اعظم کو جانتے تھے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کا نام ضبہ بن عاد تھا۔ اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کا داروغہ تھا جب آپؑ نے بلقیس کو اپنے آگے حاضر پایا تو فرمایا کہ یہ اللہ جل شانہ ' کی بخشش ہے اور اس نے مجھ کو آزمایا ہے کہ ملک اور دولت جو کچھ مجھ کو عطا ہوا ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہوں یا اس کی نعمت کا کفر کرتا ہوں اور جب میں ایسے آدمی کو دیکھوں جو مجھ سے بہت کم ہو مگر علم اور فضل میں وہ مجھ سے زیادہ ہے تو اس صورت میں مجھ کو خداوند تعالیٰ کا شکر بجالانا واجب ہے۔ اور جو کوئی خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کے واسطے ہی کرتا ہے۔ کیوں کہ اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے اور اگر کوئی کفر نعمت کرتا ہے تو میرا پروردگار بڑا بے نیاز اور بخشنے والا ہے اور وہ جلدی عذاب نہیں کرتا اور جب جنوں نے اس قصہ کو سنا اور اس کا سب حال معلوم کرلیا تو انہوں نے بلقیس کی شان میں سلیمان علیہ السلام کے سامنے بدگوئی کی تاکہ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف مکروہ اور ناپسند کریں کیوں کہ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ایسا نہ ہو حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس سے نکاح کرلیں۔ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے حال سے واقف ہوجائیں گے کیونکہ بلقیس جنات کے حالات کو اچھی طرح جانتی تھی اور اس کو اس علم کے حاصل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بلقیس کی ماں جنوں کی قوم سے تھی اس کی ماں کا نام عمیرہ تھا جو عمرو کی بیٹی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی ماں کا نام رواحہ تھا۔ اور وہ سکن کی بیٹی تھی جو جنوں کی ملکہ تھی۔ غرض جب جنوں کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں گذارش کی کہ ہم بادشاہ کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بلقیس دانا نہیں ہے وہ ناقص العقل ہے اور اس کے پاؤں بھی ایسے ہیں جیسے گدھے کے سم ہوتے ہیں اور اصل میں بلقیس کے پاؤں ضرور ٹیڑھے تھے اور ان پر بال بھی تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس کی عقل کو آزمانا چاہا۔ اور یہ بھی چاہا کہ اس کے پاؤں بھی دیکھوں۔ اس لئے آپ نے محل کے صحن میں شیشہ کا ایک صاف فرش تیار کرایا اور کاریگروں نے اس میں آب رواں کی ایک ایسی صورت بنائی کہ اس میں مچھلیاں اور مینڈک برابر دکھائی دیتے تھے۔ اور دیکھنے والوں کو یہ دھوکا ہوتا تھا کہ یہ بڑی عمیق اور گہری نہر ہے اور حکم دیا گیا کہ بلقیس کا جو تخت منگوایا گیا ہے اس میں بھی کچھ کمی بیشی کرکے اس کی ہیئت کو بدل ڈالو۔ اور یہ بھی اس لئے کیا تھا کہ اس کی عقل کو آزمائیں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے اور اس کے واسطے اس کے تخت کو متغیر کرو)

یعنی اس کے تخت کی ہیئت کو بدل ڈالو اور بعد میں دیکھو کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے کہ نہیں جب بلقیس محل کے اندر آئی تو حضرت

سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا۔ اس کو دیوان خانہ میں لے جاؤ جہاں میری کرسی بچھی ہے اور جب آدمی دیوان خانہ میں جانا چاہتا تھا تو اس کو اسی صحن میں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ جونکہ وہ بالا وضع میں تیار کیا گیا تھا اس کے سوا دوسرے راستے سے جانا ممکن نہ تھا۔ جب بلقیس وہاں سے گزرنے لگی تو اس نے دیکھا کہ میرے سامنے تو ایک بہت بڑا گہرا دریا پانی سے بھرا ہوا ہے اس نے اپنے دل میں کہا کہ سلیمان علیہ السلام چاہتے ہیں کہ مجھ کو اس میں غرق کردیں۔

اور آخر کار اس پر عمل کیا کہ حکم حاکم مرگ مفاجات دونوں ہاتھوں سے اپنے پائنچے اٹھائے اور اپنا قدم آگے بڑھایا اور جب اس شفاف اور صاف صحن سے گزرنے لگی تو اس کی سیمیں ساق میں بال دکھائی دیے گو اس کی ساق پر بال تھے مگر وہ حقیقت میں بڑی حسین اور خوب صورت اور پریزاد عورت تھی اور مخالفوں نے جو اس کے حق میں بہتان باندھا تھا اور باتیں بنائی تھیں وہ سب بے ہودہ اور جھوٹی تھیں اور بعد میں لوگوں نے بلقیس سے کہہ دیا کہ آئینہ بندی کا یہ محل اور اس کا اس قسم کا یہ صحن جو مہوش بے ریش آدمیوں کی مانند ہے اور گرد او ربال سے بالکل صاف اور پاک ہے یہ بنایا گیا ہے پس جب بلقیس کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو وہ بے خوف ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس چلی گئی۔ اور جب آپس میں خلا ملا ہوا تو اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی پنڈلیوں پر بال تو دیکھ لیے مگر نازک اور خوبصورت ضرور تھی اس کی نزاکت کی خوبی پر فریفتہ ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے سوال کیا کہ جیسا یہ تخت رکھا ہے کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے کچھ تو اس کو پہچانا اور کچھ نہ پہچانا۔ اور اپنے دل میں سوچا کہ میرا یہ تخت اس جگہ کیوں کر آگیا ہے اس کو تو میں ساتویں گھر میں چھپا آئی ہوں۔ اور اس پر نگہبان اور محافظ بھی مقرر کردیے گئے تھے اور آخر کو پہچان لیا۔ کہ یہ وہی تخت ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم کو پہلے سے ہی یقین تھا کہ اس کو پہچان لے گی اور بلقیس مجوسی دین پر تھی اور ہم مسلمان تھے اور اس کے بعد بلقیس نے سوچ سمجھ کر کہا کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے جو اپنے دل میں یہ خیال لائی ہوں کہ حضرت سلیمان علیہ السام نے میرے ڈبو دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اور بلقیس کے اس مقولہ سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ میں نے جو اب تک آفتاب کی پرستش کی ہے تو اس سے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اور اب حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائی ہوں یعنی اس کے ذریعے خداوند تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری اختیار کی ہے۔ اور پروردگار کی عبادت سے مخلص ہو کر مسلمان ہو گئی ہوں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس طرح بلقیس کو خداوند تعالیٰ کے سوا غیر کی بندگی کرنے سے باز رکھا اور عذاب سے بچالیا۔ اور جب کافروں کی قوم اور کفر سے الگ ہو گئی۔ تو حضرت نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اور بعد میں حکم دیا کہ اب نورہ بناؤ تو نورہ بنایا گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس دونوں نے اس نورہ کو لگایا۔ اور بالوں سے اپنی صفائی کی۔ اور پھر سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے چیزوں کا حال پوچھا۔ اور بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دریافت کیا۔ اور آپس میں خلوت کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلقیس حاملہ ہوئی۔ اور جب حمل کے دن پورے ہو گئے۔ تو بچہ جنا اور اس کا نام داؤد رکھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیاتی میں ہی داؤد اس جہان سے رحلت کر گئے۔ اور بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی انتقال کیا۔ اور آپ کی وفات سے ایک ماہ کے بعد بلقیس بھی وفات پا گئیں۔ کہتے ہیں کہ شام کے ملک میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ایک شہر عطا فرمایا ہوا تھا۔ اور وہ اس کے خراج پر اپنا گذارہ کرتی تھی۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے نکاح کرلیا تھا۔ تو ہم بستری کے بعد آپ نے بلقیس کو اس کے اپنے ملک میں ہی بھیج دیا تھا۔ اور وہاں وہ اپنے پہلے دستور کے موافق حکومت کرتی رہی اور حضرت سلیمان علیہ السلام مہینے میں ایک دفعہ بیت المقدس سے بلقیس کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔

عبرت حاصل کرنے کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو اس مجلس میں میں نے اس واسطے پورا بیان کردیا ہے۔ تاکہ ہر ایک عقلمند مسلمان اگلی امتوں کے نیک کردار بزرگوں اور بد کردار جاہلوں کے حالات سے نصیحت حاصل کرے۔ اور ان کے اعمال کے انجام سے عبرت پکڑے۔ عبادت اور نیک کرداری کے عوض اہل طاعت کو جو نعمت اور بزرگی اور جاہ و جلال عطا ہوا ہے۔ اور بد بختوں اور ظالموں کو اپنی بد بختی اور بدکاری کے عوض جو سزا ملی ہے۔ اور ذلت خواری نصیب ہوئی ہے۔ اگر وہ اس قصہ میں غور اور فکر کریں۔ اور اس کو اچھی طرح سنیں اور سمجھیں تو ان لوگوں کے واسطے اس میں بڑی عبرت ہے۔ اور خدا کی قدرت کا ملاحظہ کریں۔ کہ گذشتہ امتوں میں کس طرح اس نے اپنے دوستوں کو کفار کے ملک وغیرہ پر قابض کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے پروردگار اور حقیقی معبود کی سچے دل سے عبادت کی۔ اور اس کے فرمانبردار رہے۔ تو اس کے عوض میں ان کو جن اور بشر پر بادشاہی نصیب ہوئی۔ اور بلقیس اور اس کا ملک ان کے قبضہ میں آگیا۔ اور بلقیس کے تابع بارہ ہزار ایسے دلاور اور بہادر افسر

تھے کہ ان میں سے ہر ایک ایک لاکھ جنگی جوانوں پر حاکم تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں تو صرف چار لاکھ جنگی جوان ہی تھے اور ان میں سے دو لاکھ آدمی تھے۔ دو لاکھ جن 'غرض دونوں لشکروں کا فرق بخوبی ظاہر ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام بسبب اپنی اطاعت کے مالک بن گئے۔ اور بلقیس بباعث اپنے کفر اور بے فرمانی کے مملوک ہو گئی۔ پس اے لوگو! خوب یاد رکھو کہ اسلام غالب آتا ہے۔ اور مغلوب نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی غلبہ نہیں دے گا۔ اسی طرح تو بھی اللہ کے فضل سے جب ایمان لائے گا۔ تو دنیا میں اپنے دشمنوں سے امن میں رہے گا۔ اور آخرت میں جلتی آگ سے۔ وہ قیامت میں تیری خدمت گار بن جائے گی۔ اور جس طرح کوئی سیدھا راستہ بتاتا ہوا آگے آگے چلتا ہے۔ اسی طرح وہ تیرے آگے آگے چلے گی اور جس طرح خادم اپنے مالک کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔ اسی طرح وہ تیری تعظیم و تکریم کرے گی۔ اور مخاطب ہو کر یہ کہے گی کہ میں اپنے مالک کی فرمانبردار ہوں۔ مجھ کو جیسا حکم ہوا ہے۔ وہ بجالاتی ہوں اے حضرت آپ کے ایمان کے نور نے میری بھڑک کو سرد کر دیا ہے۔ اور نہایت نرم الفاظ میں کہے گی۔ کہ اے مومن تو بڑا بزرگ اور صاحب نور ہے۔ اور تجھ کو تیرے بادشاہ کی طرف سے خلعت فاخرہ پہنائی جاتی ہے۔ اور یہ تیرے لئے عزت و وقار کا تمغہ ہے۔ تو نوکروں اور غلاموں سب پر آپ کی عزت اور توقیر اور خدمت کرنی واجب ہے۔ اور جو لوگ نافرمان اور کافر ہوں گے غضب میں آکر ان سے وہ آگ اس طرح پیش آئے گی۔ جس طرح کوئی اپنے دشمن سے پیش آتا ہے۔ اور اس کو اپنے قابو میں کر کے اس سے اپنے کینہ کا بدلہ لیتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب دوزخ کی آگ دور سے کافروں کو دیکھے گی۔ تو وہ جوش میں آوے گی۔ اور کفار اس کی غضب ناک آوازیں سنیں گے۔ پس اگر تم یہ چاہتے ہو۔ کہ تم کو دنیا اور آخرت کی عزت حاصل ہو تو خداوند تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کی بے فرمانی سے باز آؤ۔ خداوند کریم کی رحمت سے تم کو عزت عطا ہو گی۔ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اگر کوئی عزت چاہتا ہے تو عزت خدا کے واسطے ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عزت خدا اور اس کے پیغمبروں اور مومنوں کے واسطے ہے مگر منافق اس بات کو نہیں سمجھتے۔

اے اخلاص اور ایمان کے مدعی اور دل سے منافق تیرا شرک اور نفاق تیری آنکھوں کے آگے ایک پردہ ہے۔ اس سے تم کو خداوند تعالیٰ کا جاہ اور جلال دکھائی نہیں دیتا۔ اور اس کے برگزیدہ رسول کے کمال اور مومنوں کی بزرگی نظر نہیں آتی۔ اگر تو ایمان اور اخلاص سے احکام شرعی کو بجا لاوے۔ اور دل سے خدا اور رسول کی عظمت اور اس کے جلال کا یقین کرے تو ہر ایک موذی کی ایذا سے نجات پا جائے تو شیطان کے مکر سے اور جنوں اور انسانوں کے آزار دینے سے بچ جائے۔ اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچا رہے گا۔ اور تو فتح مند اور تیرے دشمن ہمیشہ ذلیل اور خوار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہو گا۔ اور تم کو ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ اور فرمایا ہے کہ اگر تم سست نہ ہو جاؤ۔ اور صلح کی طرف بلاتے رہو تو تم غالب رہو گے۔ اور خداوند تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو گا۔ مگر تیرے دل پر غفلت چھائی ہوئی ہے اور اس پر زنگ آگیا ہے۔ اور سیاہی اور تاریکی اس پر آگئی ہے۔ ایسے دلوں کو حسرت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی۔

اس دن جب کہ قیامت کو سب دلوں کی تمام باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ وہ دن بڑے ہنگامے کا ہو گا۔ اس دن بڑا شور و غوغا ہو گا۔ وہ دن حق ہے۔ اس دن تم سب کے سب حاضر کئے جاؤ گے۔ کوئی چیز تم میں سے کہیں پوشیدہ نہیں رہے گی۔ اور چھپ نہ سکے گی۔ اس دن تمام لوگ گروہ گروہ ہو جائیں گے۔ اور ان کے اعمال نامے ان کے ہاتھوں میں جدا جدا دیئے جائیں گے۔ جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی ہو گی۔ وہ بھی اس میں لکھی ہوئی پائے گا۔ اور اگر کسی نے ایک ذرہ کے برابر بدی کی ہو گی تو وہ بھی اس میں درج کی ہوئی دیکھے گا۔ اور ذرہ غبار کے اس ریزہ کو کہتے ہیں۔ جو سورج کی شعاع میں سوئی کے سرے کے برابر نظر آتا ہے۔ اور کہتے ہیں اگر چار ذرے جمع کئے جائیں۔ تو وہ ایک رائی کے دانہ کے برابر ہوتے ہیں۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی چیونٹی کو ذرہ کہتے ہیں۔ اور وہ اس قدر باریک ہوتی ہے کہ وہ چلتی بھی معلوم نہیں ہوتی اور کہتے ہیں کہ ذرہ جو کا ہزارواں حصہ ہوتا ہے۔ اور عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا ہے کہ اگر تو اپنے ہاتھ کو زمین پر مارے اور پھر اس کو اٹھا دے تو جو چیز تیرے ہاتھ کو لگی ہے۔ وہی ذرہ ہے۔ پس جس دن تیرے اعمال تولے جائیں گے۔ اس دن تیرا کیا حال ہو گا۔ اس میں فکر کر کہ ان کا بھاری ہونا اور ان کا ہلکا پن اس وزن کے برابر بھی نہ چھٹے گا۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (جس دن حشر برپا ہو گا۔ اس روز ہم پرہیزگار لوگوں کو اپنے رحمٰن کی طرف بلائیں گے۔ اور وہ گروہ در گروہ ہو کر جائیں گے۔ اور جو لوگ گناہ گار ہوں گے۔ وہ پیاسے جہنم کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے۔ جو کچھ کسی کا پوشیدہ راز ہو گا۔ وہ اس دن ظاہر کیا جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ مومن ہیں اور یہ کافر ہیں۔ اور یہ لوگ صدیق ہیں اور یہ منافق موحد مشرکوں سے اور دوست دشمنوں سے پہچانے جائیں گے۔ اور حق پر چلنے والے اور جھوٹے دعوے کرنے والے میں فرق ہو جائے گا۔ پس اے مسکین تو اس روز کے خوف اور ہیبت سے ڈر کیونکہ تجھ کو معلوم نہیں کہ تو ان دونوں فرقوں میں کس فرقہ میں اٹھے گا۔ پس اگر تم نے خدا کی

فرمانبرداری کی اور اپنے عملوں میں خدا کا خوف کرتا رہا اور یہ ڈر رکھا۔ کہ وہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ اور جو کچھ ظاہر اور پوشیدہ میں کرتا ہوں اس کو دیکھتا ہے اور تو نے اپنے اعمال کو برائی سے بچایا۔ ان پرہیزگار لوگوں کے گروہ میں اٹھے گا۔ جو قیامت کے روز اپنے پاک پروردگار کے پاس حاضر ہوں گے۔ تو ان کے ساتھ تم کو بزرگی عطا ہو گی۔ اور سلامتی اور خوشی کی بشارت دی جائے گی۔ اور اگر تو اس کے برخلاف عمل کرے گا۔ تو پھر تو دوسرے ہلاک ہونے والے اور آگ میں جلنے والے گروہ میں شامل ہو جاوے گا۔ اور فرعون اور ہامان اور قارون کے ساتھ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے (جو آدمی یہ امید رکھتا ہے کہ مجھ کو اپنے پروردگار کی ملاقات ہو۔ اس کو کہدو کہ وہ نیک عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک نہ کرے) اس سے ظاہر ہے کہ نیک عمل کے سوا قیامت کے دن چھٹکارا نہیں ہو گا۔

بسم اللہ کی فضیلت کا بیان

جابر بن عبداللہؓ سے عطاء روایت کرتے ہیں۔ کہ جب **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** اتری تو اس وقت بادل مشرق کی طرف بھاگے اور ہوائیں ٹھہر گئیں۔ اور دریا نے شور کیا۔ اور چارپایوں نے سننے کے لئے کان لگائے۔ اور شیاطین آسمان سے نکالے گئے ور اللہ جل شانہ نے اپنے جلال اور اپنی عزت کی قسم کھائی۔ کہ اگر کسی چیز پر میرا نام پڑھا جاوے گا۔ تو اس کو شفا ہو جائے گی۔ اور جس چیز پر میرا نام لیا جائے گا۔ اس میں برکت ہو جائے گی۔ اور جو شخص **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** پڑھے گا وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اور ابی وائل عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی چاہے کہ مجھے دوزخ کے فرشتوں سے جو انیس ہیں نجات ملے تو اس کو چاہئے کہ **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** پڑھے۔ کیونکہ **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** کے انیس حروف ہیں۔ اور ہر ایک حرف ان فرشتوں کے بچنے کے واسطے ڈھال کا کام دے گا۔ طاؤس ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے رسول مقبول ﷺ سے بسم اللہ کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس نام اور اسم اعظم میں اس قدر نزدیکی ہے۔ جتنی کہ آنکھ کی سیاہی اور اس کی سفیدی میں ہے۔ اور انس بن مالکؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر کسی کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی ہو۔ اور وہ زمین پر گرا پڑا ہو۔ اور کوئی آدمی اس کو بلحاظ تعظیم اس خیال سے اٹھالے کہ وہ پاؤں کے تلے آکر نہ لتھڑے تو اس آدمی کا نام خداوند تعالیٰ کے نزدیک صدیقوں میں لکھا جاتا ہے۔ اور اگر اس کے ماں باپ عذاب میں ہوں تو اس میں تخفیف کی جاتی ہے۔ چاہے وہ مشرک ہی ہوں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جیسا ابلیس لعین تین دن رویا ہے۔ ویسا کبھی نہیں رویا۔ پہلے اس وقت رویا جب کہ وہ ملعون ہوا اور آسمان کے فرشتوں سے جدا کیا گیا۔ اور دوسری مرتبہ اس وقت رویا جبکہ محمد مصطفےٰ کا تولد ہوا اور تیسری مرتبہ اس وقت رویا جب کہ سورۃ فاتحہ اتری۔ کیونکہ اس کے پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ اور سالم بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** نازل ہوئی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت ہے کہ جو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ اور آپ نے فرمایا تھا۔ کہ جب تک میری اولاد بسم اللہ کو پڑھتی رہے گی۔ اور اس کا ورد رکھے گی۔ وہ عذاب سے بچی رہے گی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام پر اتارنے کے بعد پھر بسم اللہ اٹھالی گئی۔ اور اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر نازل کی گئی۔ اور آپ پر اس وقت نازل ہوئی تھی۔ جب آپ کو نمرود کے لوگوں نے گوپھنی میں بٹھا کر یہ چاہا تھا۔ کہ ان کو آگ میں ڈالیں۔ خداوند کریم نے اس آگ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی کردی تھی۔ اور اس کے بعد پھر بسم اللہ کو اٹھالیا گیا۔ اور بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر اس کو نازل کیا۔ اور جب آپ پر نازل ہوئی۔ تو اس وقت فرشتوں نے آپ کو مبارکباد دی۔ اور یہ عرض کی کہ خدا کی قسم اب سارے ملک پر آپ کی بادشاہت کامل ہو گئی۔ اور اس کے بعد بسم اللہ کو اٹھالیا۔ اور پھر مجھ پر بسم اللہ کو اتارا۔ اور جب آپ پر اتری تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اب میری اُمت کے لوگ قیامت تک اس بسم اللہ کو پڑھتے رہیں گے۔ اور جب میری اُمت کے لوگوں کے اعمال نامے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ تو اس وقت بسم اللہ کی برکت کے سبب سے نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے خطوں میں پہلے **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** لکھا کرو اور اس کو پڑھا بھی کرو۔

بسم اللہ کی بزرگی کی زیادہ مفصل تشریح

عکرمہؓ نے روایت کی ہے کہ اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے لوح اور قلم کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کے بعد حکم ہوا۔ کہ اے قلم لکھ اس

لئے لوح محفوظ پر قلم جاری ہوئی اور جو چیز قیامت تک ہونے والی تھی۔ اس کو لکھا یعنی پہلے قلم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو لکھا۔ اور اس سے اللہ جل شانہ نے لوگوں کو امن و امان دیا۔ مگر اس شرط پر کہ وہ اس کو ہمیشہ پڑھتے رہیں۔ اور ساتوں آسمانوں کے لوگوں اور جس قدر وہاں کے ذی رتبہ لوگ اور ہر اوقات بزرگ رہنے والے ہیں۔ اور مقرب فرشتے ہیں اور جتنے صف باندھے ہوئے طاعت میں کھڑے ہیں۔ اور تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہیں۔ بسم اللہ ان سب کا وظیفہ ہے۔ جب پہلے پہل حضرت آدم علیہ السلام پر بسم اللہ نازل ہوئی۔ تو اس وقت انہوں نے فرمایا کہ جب تک میری اولاد اس کا ورد کرتی رہے گی۔ وہ آفت سے بچی رہے گی۔ اور جب اس کو اٹھالیا گیا۔ اور پھر سورہ فاتحہ کے ساتھ اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ جب کہ آپ کو آگ میں ڈالنے کے واسطے گوپھنی میں بٹھلایا ہوا تھا۔ اور جب آپ نے بسم اللہ پڑھی تو خداوند تعالیٰ نے آگ کو ان پر سرد کردیا۔ اور آپ بسم اللہ کی برکت سے سلامتی کے ساتھ اس آگ سے باہر نکل آئے۔ اور اس کے بعد پھر اٹھالی گئی۔ اور بعد میں توریت کے ساتھ حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور جب آپ نے اس کو پڑھا تو اس سے فرعون اور ہامان اور اس کے تمام لشکروں اور جادوگروں اور قارون اور اس کی پیروی کرنے والوں سب پر غالب آگئے۔ اور جب اٹھ جانے کے بعد اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر نازل کیا۔ تو اس کے نزول کے وقت فرشتوں نے کہا اے داؤد کے بیٹے قسم خدا کی آج کے دن تیرے اوپر تیرا ملک تمام ہو گیا ہے۔ پس جب کبھی حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو کسی چیز پر پڑھتے تو وہ اس کی فرمانبردار ہو جاتی۔ اور جب اللہ جل شانہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بسم اللہ نازل کی۔ تو آپ کو ارشاد کیا کہ بنی اسرائیل کے قبیلوں میں اس کی منادی کرادے کہ جو آدمی اس آیت کو جس میں اللہ کی طرف سے امان دی گئی ہے سننا چاہے تو اس کو لازم ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے محراب میں حضرت سلیمان کے پاس آکر حاضر ہو جائے اس لئے جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے خطبہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو اس وقت عابد اور زاہد اور دانشمند اور راستے میں آنے جانے والے اور یعقوب کی تمام اولاد سن کر بڑی جلدی سے آپ کے پاس محراب میں آکر جمع ہو گئے۔ اور جب یہ سارے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ تو اس وقت حضرت سلیمان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ممبر پر چڑھ گئے۔ اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے امان کی آیت یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ اور سب لوگوں نے اس کو سنا تو بڑی خوشی سے سب نے کہا۔ کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ تو بیشک اللہ کا رسول ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام بسم اللہ کی برکت سے زمین کے سب بادشاہوں پر غالب آگئے۔ اور خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اسی بسم اللہ کی برکت سے شہر مکہ فتح کیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بسم اللہ اٹھائی گئی۔ اور پھر حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو آپ خوش ہوئے اور آپ نے اپنے حواریوں کو اس کے نازل ہونے کی خوشخبری دی اور خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ کہ اے بیٹے کنواری کے تم پر جو یہ آیت نازل کی گئی ہے۔ یہ آیت امان کی ہے۔ اور اس کا نام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ پس تم اکثر اس کو پڑھتے رہا کرو یعنی بیٹھتے' کھڑے' سوتے' جاگتے راستہ میں چلتے اور کسی اونچی جگہ چڑھتے یا اس سے نیچے اترنے کے وقت بھی اس کی تلاوت کرتے رہا کرو۔ پس تحقیق جس شخص کے اعمالنامہ میں یہ لکھا ہو گا۔ کہ اس نے آٹھ سو مرتبہ بسم اللہ پڑھی۔ اور وہ مومن اور اللہ کی ربوبیت کا قائل ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کردوں گا۔ اور اس کو بہشت میں داخل کردوں گا۔ پس ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ وہ ہر ایک دعاء اور ہر وظیفہ اور ہر نماز سے پہلے بسم اللہ پڑھا کرے۔ اگر وہ اس حالت میں مر جائے گا۔ جیسی کہ بیان ہوئی۔ تو وہ منکر اور نکیر کے خوف سے بچا رہے گا۔ اور موت کی تلخی بھی اس پر آسان ہو جائے گی۔ اور قبر میں تنگی کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ اور میری رحمت اس کے شامل حال رہے گی۔ اور اس کی قبر کو وہاں تک کشادہ کردوں گا۔ کہ جہاں تک اس کی نگاہ کام کرتی ہو گی۔ اور اس کو منور کردوں گا۔ اور جب اس کو قبر سے اٹھاؤں گا۔ تو سر سے پاؤں تک اسکے جسم کو سفید اور چہرے کو نورانی صورت میں اٹھاؤں گا اور اس صورت کا نور چمکتا دمکتا ہو گا۔ اور اس کا حساب کتاب بھی آسانی کے ساتھ کردیا جائے گا۔ اور جو اس کی نیکی کا پلڑا ہو گا۔ اس کو بھاری کردیا جائے گا۔ اور جب وہ پل صراط پر گذرنے لگے گا۔ تو اس کے آگے آگے نور کی مشعلیں روشن کی جائیں گی۔ اور وہ ان کی روشنی کے ساتھ بہشت میں جا داخل ہو گا۔ اور جو فرشتہ پکارنے والا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو حکم دے گا۔ کہ تو محشر کے میدان میں پکار کر کہدے۔ کہ یہ بندہ بڑا نیک بخت ہے۔ اور آمرزش ایزدی میں اس کو داخل کرلیا گیا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ یہ سب نعمت جو مجھ کو عطاء کی گئی ہے۔ یہ خاص میرے واسطے ہی ہے۔ حکم ہوا کہ ہاں یہ خاص تیرے واسطے ہی ہے۔ اور اس آدمی کے واسطے ہے جو تیری پیروی کرے گا۔ اور تیرے کہنے پر چلے گا۔ اور تیرے بعد یہ نعمت احمد کے واسطے ہے اور پھر اس عطیہ کبریٰ سے ان کی امت فیضیاب ہو گی۔ اور سب کو اس سے عام فیض حاصل ہو گا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا۔ تو اپنی پیروی کرنے والے لوگوں کو اس سے اطلاع دی۔ اور فرمایا کہ حق جل شانہ نے مجھے خوشخبری دی ہے۔ کہ

تیرے بعد ایک رسول آئے گا۔ اور اس کا نام احمد ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور بزرگی بیان کی۔ اور فرمایا کہ وہ ایسا ہو گا۔ یعنی آپ کا حلیہ بیان کیا اور پھر تمام عیسائی قوم سے آپ نے عہد اور پیمان لے لیا۔ کہ جب محمد ﷺ پیدا ہوں تو ان پر ایمان لاؤ۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر بلالیا اور ان کے اصحاب اور حواری اور باقی آپ کے دین کی پیروی کرنے والے دنیا سے چل بسے اور ان کی بجائے نئے نئے گمراہ لوگ پیدا ہو گئے۔ اور دوسرے آدمیوں کو بھی انہوں نے گمراہ کیا۔ اور دین مسیحی کو چھوڑ دیا۔

اور اس کی بجائے دوسرا مذہب اختیار کر لیا اور دین کے بدلے میں دنیا لے لی تو اس وقت نصاریٰ کے امان کی یہ مبارک آیت جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ان لوگوں کے سینہ سے اٹھائی گئی۔ اور ان کے دلوں سے بھلا دی گئی اور چند عیسائیوں کے دلوں میں جو انجیل مقدس پر عمل کرتے تھے۔ اس کا اثر باقی رہنے دیا۔ ان میں سے ایک کا نام بحیرہ راہب تھا۔ اور آخر کار اللہ جل شانہ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ اور جب سورۃ فاتحہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ تو اس وقت اس سورہ کے ساتھ پھر یہ آیت بھی نازل ہوئی۔ اور رسول مقبول ﷺ کے ارشاد کے موافق باقی سورتوں کی ابتدا بھی لکھی جانے لگی اور اب اسی طرح رسالوں اور کتابوں کے شروع میں بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کا نازل ہونا ایک بڑی فتح تھی۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ کہ مجھ کو اپنے جلال اور اپنی عزت کی قسم ہے کہ جو مسلمان یقین سے کسی کام کرنے سے اول اس کو پڑھے گا۔ تو میں اس کے اس کام میں برکت کروں گا۔ اور جس وقت کوئی مومن بسم اللہ پڑھتا ہے۔ تو اس وقت بہشت اس کے واسطے لبیک وسعدیک یعنی میں تیرے لئے حاضر ہوں) کہتی ہے اور خدا کی درگاہ میں عرض کرتی ہے کہ اے اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت سے اس بندہ کو مجھ میں داخل کر دے۔ پس جب بہشت کسی بندہ کے دخول کے واسطے اللہ سے عرض کرتی ہے تو اب اس کا بہشت میں داخل ہو جانا واجب ہو جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی دعا کے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جائے وہ خدا کی درگاہ سے رد نہیں ہوتی۔ اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب میری اُمت کے آدمی قیامت کے دن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے آئیں گے۔ تو اس سے ان کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ اور دوسری امتوں کے لوگ پوچھیں گے۔ کہ ان کا پلہ کیونکر بھاری ہو گیا کہ ہم ایسے کیوں نہ ہوئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لوگوں کے عملوں کو دوسروں پر کیوں ترجیح دی گئی ہے۔ ان کے پیغمبران کو جواب دیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لوگ کلام کرنے سے پہلے تین دفعہ خداوند تعالیٰ کا نام لیتے ہیں۔ اور وہ تینوں نام ایسے بزرگ ہیں کہ اگر ان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں سارے جہان کی برائیاں رکھی ہوں۔ تو خدا کے ناموں کی برکت سے ان ناموں والا پلہ بھاری ہو گا۔ اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس آیت کو ایسا بنایا ہے کہ وہ ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔ اور روا مدد کرنے والی اور فقیر کو مالدار بنانے والی ہے اور دوزخ کی آگ سے بچاتی ہے اور صورت کے مسخ ہو جانے اور زمین میں دھنسنے اور ہر ایک بلا سے بچاتی ہے۔ اگر کوئی آدمی اس کو پڑھتا رہے گا۔ تو وہ سب آفتوں سے بچا رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے معنی

عطیہ صوفی ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی مہربان ماں نے علم سیکھنے کے واسطے مکتب میں بھیجا معلم نے ان کو کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو آپ نے پوچھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا چیز ہے۔ استاد نے جواب دیا۔ لَا اَدْرِیْ یعنی میں نہیں جانتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ حرف ب سے تو خداوند تعالیٰ کی روشنی مراد ہے۔ اور حرف س سے اس کی پاک ذات کا بلند مرتبہ ہونا مراد ہے اور حرف م سے اس قادر مطلق اور شہنشاہ کی شہنشاہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر وراق نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور اس کے جتنے حروف ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حرف کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً حرف ب کے چھ معنی ہیں۔ پہلا اللہ تعالیٰ باری ہے یعنی عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات کا پیدا کرنیوالا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ دوسرا وہ بصیر ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی تمام مخلوقات کے اعمال پر دانا اور بینا ہے۔ اسکی وضاحت یہ ہے وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ تیسرا وہ باسط ہے یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک جس قدر مخلوق ہے۔ اس میں سے اللہ تعالیٰ جس کی روزی فراخ کرنی چاہتا ہے۔ اس کی روزی فراخ کرتا ہے اور جس کی تنگ کرنی چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کرتا ہے۔ چوتھا وہ باقی ہے۔ یعنی عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک جس قدر مخلوق ہے۔ وہ سب فنا ہونے والی ہے اور صرف خداوند تعالیٰ صاحب عزو جلال کی ذات باقی

رہے گی-پانچواں باعث یعنی قیامت کے دن عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک سب چیزوں کو دوسری دفعہ پیدا کرنیوالا ہے-اور جزا اور سزا کا دینے والا ہے وضاحت یہ ہے وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ اور چھٹا وہ بار ہے-یعنی اللہ تعالیٰ عرش سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوق پر احسان کرنے والا ہے-اور سب پر وہ مہربان ہے-اور حرف س کے پانچ معنی ہیں-پہلا سَمِیْعٌ ہے یعنی اللہ جل شانہ اپنی تمام مخلوقات کے بیان کو سنتا ہے-عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے-کہ اس کے بیان کو نہ سنتا ہو-اور سب کو جانتا ہے-(ترجمہ آیت-کیا وہ گمان کرتے ہیں-کہ ہم ان کے بھیدوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے-وہ سید ہے یعنی اس کو سرداری انتہا تک پہنچ چکی ہے عرش سے تحت الثریٰ تک اس کی وضاحت یہ ہے اَللّٰہُ الصَّمَدُ تیسرا خداوند تعالیٰ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ہے یعنی وہ جلد حساب لینے والا ہے اور چوتھا کہ وہ سلام ہے-یعنی خداوند تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوقات کو سلامتی عطا کی ہے اس کی وضاحت یہ ہے اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ-پانچواں وہ ساتر ہے یعنی خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کا خطا پوش ہے-گناہ بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور م کے بارہ معنی ہیں-خداوند سب مخلوقات کا بادشاہ ہے۔

وضاحت-اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ سب عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے-وہ مالک ملک اور بادشاہ ہے-عرش سے تحت الثریٰ تک۔

وضاحت-قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ-سب پر احسان اور بخشش کرنے والا ہے-

وضاحت-وَاللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ وہ سب سے بہت بزرگ ہے عرش سے فرش تک وضاحت ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ اپنے تمام بندوں کو امن و امان میں رکھتا ہے-

وضاحت-وَاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ اور سب کا نگہبان ہے اور سب کے حالات کو جانتا ہے-

وضاحت-اَلْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ سب مخلوقات پر قادر ہے بااقتدار بادشاہ ہے-

وضاحت-فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ اور ساری مخلوقات کی نگہبانی کرتا ہے-

وضاحت-وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا-جتنی چیزیں ہیں سب کو جانتا ہے-اپنے سب دوستوں کی عزت کرتا ہے بنی آدم کو اس نے بزرگی عطا کی ہے اور سب کو انعام دینے والا ہے جتنی اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہیں-ان کو بنی آدم پر تمام کیا ہے-اور ہر طرح سے خدا تعالیٰ بندوں پر احسان کرنیوالا ہے-

وضاحت-اِنَّ اللّٰہَ ذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ نعمتوں سے اپنی مخلوق کو صورتیں دینے والا عرش سے تحت الثریٰ تک-

اس کی وضاحت-اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ اس نے کیسی کیسی عمدہ صورتیں پیدا کی ہیں-اللہ تعالیٰ ایجاد کرنیوالا ہے-اور مصور حقیقی ہے اور جو اہل حقیقت ہیں انہوں نے کہا ہے کہ بسم اللہ کے معنی اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی کوئی کام شروع کرے تو اسکو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کرے اس سے ان کے قول اور فعل میں برکت ہو جائے گی-جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے مبارک کلام کے آغاز میں ہی فرمایا ہے-بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے اختلاف کے بیان میں

خلیل بن احمد اور عرب کے لوگوں کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے-اور خاص اسی کے واسطے موضوع ہے اور اس میں کسی اور کے وصف کی شرکت نہیں ہے-اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ کیا تو جانتا ہے کہ خدا کا کوئی اور ہم نام بھی ہے-یعنی اس کے سوا اور سب خداوند تعالیٰ کے نام خدا اور غیر خدا میں مشترک ہیں-وہ نام اور صفات حقیقت میں خدا کے ہیں-اور مجازاً اوروں پر بھی بولے جاتے ہیں-اور جو یہ نام ہے-بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خاص اللہ تعالیٰ کی ذات کے واسطے ہی مخصوص ہے کیونکہ اس میں خداوندی کے معنی ہیں اور جو باقی صفتیں اور معنی ہیں-وہ سب اس لفظ کے نیچے آ گئے ہیں-اللہ کے لفظ میں سے جب الف کو حذف کر دیا جائے تو للہ○ باقی رہ جاتا ہے-اور اگر پھر اس میں سے بھی لام کو حذف کر دیں تو لہ○ باقی رہتا ہے-اور اگر دوسرا لام بھی حذف کیا جائے تو ہو○ رہ جاتا ہے-اور اس لفظ کے اشتقاق میں اور بھی مختلف بیان وارد ہیں نضر بن شمیل کہتا ہے کہ یہ اسم الہ سے مشتق ہے اور تالہ کے معنی ہیں عبادت کرنا اور الہ کے معنی ہیں پرستش کیا گیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ نام الہ سے مشتق ہے اور اسکے معنی ہیں تکیہ کرنا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا لفظ الہت سے مشتق ہوا ہے-جس کے معنی فزع اور زاری کرنے کے ہیں-اور اس سے غرض یہ ہے کہ مخلوق خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں عاجزی اور زاری کے ذریعہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں

کے پورا ہونے کے واسطے درخواست کرتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی ضرورتوں اور حاجتوں کو رفع کرتا ہے۔ اور لوگوں کو پناہ دیتا ہے۔ اور اسی واسطے اس کا نام اللہ ہوا ہے۔ جیسا کہ اس شخص کو امام کہتے ہیں جس کے پیچھے نماز پڑھی جاتی ہے۔ پس سب لوگ اپنے نفع کے لئے اور نقصان سے بچنے کے واسطے ایک حیران پریشان مغلوب کی طرح اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور ابو عمرو بن علا کا یہ قول ہے کہ یہ اسم الہت فی الشے سے مشتق ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب بندہ اپنے کام میں حیران ہو جاتا ہے۔ اور اس نام کو یاد کرتا ہے۔ تو اس کا مطلب اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ انسان اللہ جل شانہ کی عظمت اور اس کے جاہ جلال اور اس کی صفتوں کے کمال کے معلوم کرنے سے عاجز اور حیران ہے۔ اور اسی واسطے اس کا یہ نام ہوا ہے۔ حیرت دلانے والا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے مکتوب کو کتاب بولتے ہیں۔ اور محسوب یعنی حساب کئے گئے کو حساب کہتے ہیں۔ اور مبرد یہ کہتا ہے کہ عرب کے قول کے موافق اللہ کا لفظ اس سے مشتق ہے الہت الی فلان یعنی میں نے اس کی طرف آرام پکڑا۔ گویا تمام مخلوق کو اسی کی یاد سے تسکین حاصل ہوتی ہے اور آرام ملتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (خبردار ہو اللہ کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں) اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل ولہ سے ہے جس کے معنی ہیں۔ کسی عزیز کے گم ہونے پر عقل کا جاتا رہنا۔ اور اللہ کا یہ نام اس واسطے پڑا ہے کہ اس کی محبت اور الفت میں لوگوں کے دل فریفتہ اور دیوانہ ہو رہے ہیں۔ اور اس کی یاد سے بہت خوشحال ہوتے ہیں اور اس کے بڑے مشتاق ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس اسم کے معنی ہیں پوشیدہ ہونا۔ اہل عرب جب کسی چیز کو دیکھ اور سمجھ لیتے ہیں۔ اور پھر وہ ان کی نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔ تو وہ اس کو لاہا بولتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ لَاهَتِ الْعَرُوْسُ تَلُوْهُ لُوْهًا جبکہ نئی بیاہی عورت پردہ میں چلی جاتی ہے۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ کی کنہ پوشیدہ ہے۔ اگرچہ اس کی ربوبیت نشانیوں اور دلائل سے ظاہر ہے۔ مگر اس کی کیفیت اور چگونگی کسی کے وہم و خیال میں نہیں آسکتی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس اسم کے معنی برتر کے ہیں۔ اور بلند ہونے والا ہے۔ اور یہ محاورہ ہے۔ لاہ یعنی بلند ہوا۔ اور آفتاب کو بھی اسی واسطے الاہۃ کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں نمونہ کے بغیر پیدائش پر قادر ہونا۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اس لفظ کے معنی سردار کے ہیں۔ یعنی صاحب اور ملک کا والی اور رحمٰن اور رحیم دونوں میں ایک قوم کا مقولہ ہے کہ ان کے معنی ہیں خداوند رحمت اور اس کی ذات پاک کی یہ دونوں صفتیں ہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ ان دونوں اسموں کے معنی ہیں۔ عقوبت کا ترک کرنا۔ اور خطا وار آدمی کی خطا کا معاف کرنا اور اس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا جو اس کا حقدار نہیں اور یہ دونوں اسم فعل کی صفتیں ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں اسموں میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ رحمٰن تو مبالغہ کے لئے ہے۔ یعنی اس کی رحمت نے ہر ایک عام و خاص چیز کو گھیر رکھا ہے۔ اور رحیم کا لفظ خاص ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ رحمٰن اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی صفت ہے جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ مومن کافر' نیکو کار بدکار سب کے ساتھ برابر اور یکساں سلوک کرتا ہے۔ اور اپنی ساری مخلوقات پر مہربان ہے۔ اور اسی نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی اس کو روزی دیتا ہے۔ اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ (ہر ایک چیز پر میری رحمت پہنچی ہے) اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے واسطے خاص کر رحیم ہے۔ کیونکہ ان کو دنیا میں اس نے سیدھی راہ دکھلائی ہے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور آخرت میں ان کو بہشت اور اپنے پر انوار دیدار سے ان کو سرفرازی بخشے گا۔

خداوند کریم فرماتا ہے۔ خداوند تعالیٰ مومنوں پر ہمیشہ مہربان ہے۔ پس لفظ رحمٰن کا خاص ہے۔ اور اس کے معنی عام ہیں۔ اور لفظ رحیم عام ہے۔ اور اس کے معنی خاص ہیں۔ یعنی رحمٰن کا لفظ خداوند تعالیٰ ہی کے واسطے مخصوص ہے۔ اور سوا خدا کے کسی دوسرے کا نام نہیں رکھا جا سکتا اور عام اس حیثیت سے ہے کہ ساری مخلوقات کو پیدا کرتا ہے۔ اور رزق دیتا ہے۔ نفع پہنچاتا اور نقصان سے بچاتا ہے۔ اور رحیم کے لفظ کے عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب کے واسطے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ فلاں آدمی رحیم ہے۔ اور خاص اس واسطے ہے کہ وہ خاص توجہ اور لطف اور توفیق پر رجوع دلاتا ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں اسموں کے معنی بہت باریک ہیں۔ اور ایک دوسرے سے زیادہ باریکی رکھتا ہے۔ اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ رحمٰن اس کو بولتے ہیں۔ جو دنیا کے لوگوں کے ساتھ مہربانی کرنے والا ہو۔ اور رحیم وہ ہے۔ جو اہل آخرت کے ساتھ مہربانی کرنے والا ہے اور ایک دعا میں ہے يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا يَا رَحِيْمَ الْاٰخِرَةِ اور ضحاک کا قول ہے۔ کہ رحمٰن کے معنی جو اہل آسمان پر مہربانی کرنے کے ہیں۔ اور اسی واسطے اللہ جل شانہ نے ان کو آسمان پر جگہ عطا کی ہے۔ اور ان کی گردنوں میں عبادت کا طوق ڈال دیا ہے۔ اور سب آفتوں سے ان کو دور رکھا ہے۔ اور تمام لذات اور کھانے پینے کی ہر ایک چیز کی خواہش اور حاجت سے ان کو بے پرواہ کر دیا ہے اور رحیم کے معنی دنیا کے لوگوں پر مہربانی کرنے والا۔ کیونکہ ان کی ہدایت کے واسطے ان کے پاس پیغمبر بھیجے اور کتابیں اتاری ہیں۔ اور عکرمہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ رحمٰن کے معنی تو ہیں ایک رحمت کرنے والا اور رحیم سو رحمت کرنے والے کو کہتے ہیں اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ

اللہ جل شانہ کی سو رحمتیں ہیں۔اور ان میں سے صرف ایک رحمت کو زمین پر نازل کیا ہے۔اور اسی کو اپنی ساری مخلوقات میں بانٹا ہے۔اور یہ لوگ جو ایک دوسرے سے نرمی اور شفقت اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔یہ اسی رحمت کا اثر ہے۔اور باقی ننانویں رحمتیں خداوند کریم نے اپنی ذات کے واسطے ہی خاص کرلی ہیں۔اور قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔اور ایک روایت میں ہے کہ ایک رحمت جو دنیا میں نازل کرکے بانٹی گئی ہے۔قیامت کے روز اس کو بھی اپنی خاص ننانویں رحمتوں میں ملالے گا۔اور پوری سو کرکے اپنے خطاکار بندوں پر لطف فرمائے گا۔اور فرمایا ہے کہ رحمٰن وہ ہے کہ اگر اس سے سوال کیا جائے۔تو وہ عطا کردے اور رحیم وہ ہے کہ اگر اس سے سوال نہ کریں۔تو وہ غضب میں آجائے اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بندہ خداوند تعالیٰ سے کچھ سوال نہ کرے تو اس سے اللہ جل شانہ غضبناک ہو جاتا ہے۔اور ایسا ہی ایک شاعر کہتا ہے۔کہ اگر تو خداوند تعالیٰ سے سوال کرنا ترک کرے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔اور بنی آدم سے جب سوال کیا جاتا ہے۔تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔اور رحمٰن کے معنی ہیں۔کہ اللہ جل شانہ ہر حال میں مہربان ہے اور وہ ایک نعمت عطا کرنے والا ہے۔اور رحیم کے معنی ہیں۔بلاؤں سے لوگوں کو محفوظ رکھنے والا۔اور رحمٰن کے معنی ہیں۔دوزخ کی آگ سے خلاصی دینے والا۔جیسا کہ اس نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے(اور تم آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے۔اور اس نے آگ سے تم کو بچایا۔)اور رحیم کے معنی بہشت میں داخل کرنے والا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے(تم امن اور سلامتی کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جاؤ)خداوند تعالیٰ لوگوں کے نفسوں پر رحم کرنے میں رحمان ہے اور ان کے دلوں پر رحم کرنے میں رحیم ہے۔اور اپنے بندوں سے غم اور سختی کے دور کردینے میں رحمان ہے۔گناہوں کے بخشنے میں رحیم ہے۔رحمٰن کیونکہ اس نے سیدھی راہ دکھلائی ہے۔اور رحیم ہے۔کیونکہ اس نے گناہوں سے بچایا ہے۔اور عبادت کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔اور خدا تعالیٰ گناہ کے بخش دینے میں رحمان ہے اگرچہ وہ کبیرے ہی ہوں۔اور وہ عبادت کے قبول کرنے میں رحیم ہے خواہ وہ عبادتیں پاک وصاف نہ بھی ہوں۔اور بندوں کے معاش کے واسطے جو چیزیں ضروری ہیں۔ان کے عطا کرنے میں رحمان ہے۔اور ان کے آخرت کے معاملات میں وہ رحیم ہے۔رحمٰن وہ ہے جو رحم کرے اور ضرر کے دور کرنے اور برائی کے ہٹانے پر قادر ہو۔رحیم وہ ہے جو سب کو روزی دیتا ہے۔اور روزی نہیں دیا جاتا۔تحقیق اللہ ہی رزق دینے والا۔صاحب قوت مضبوط ہے۔جو لوگ منکر ہیں۔ان پر وہ رحمان ہے اور اس پر رحم کرنے والا ہے جو اس کو اکیلا جانے کا ناشاکر پر وہ رحمان ہے۔شکر گذار پر وہ رحیم ہے۔رحمٰن اس کے واسطے ہے جو اس کا شریک بنائے۔اور رحیم اس پر ہے جو اس کے ایک ہونے کا قائل ہو۔

بسم اللہ کے فائدے

مسلمانوں کو لازم ہے کہ بسم اللہ پڑھیں تاکہ خداوند تعالیٰ ان کو معاف کردے یہ فائدہ تو زبان پر اس کے جاری ہونے اور لوگوں سے سننے میں حاصل ہوتا ہے۔اور جب خالق سے اس کو سنا جائے گا۔تو اس وقت کس قدر فائدہ ہوگا۔اور یہ نفع اس صورت میں ہے۔جب کہ دنیا کا غم باقی ہوتا ہے۔اور جب پروردگار ساقی ہوگا۔(تو کیسی لذت ہوگی)واسطہ سے سننے کی تو یہ خوشی ہے اور جب اس کو بے واسطہ سنا جائے گا۔تو اس وقت اس کی کس قدر لذت ہوگی۔اس دھوکہ بازی کے گھر میں تو اس کا سننا یہ سرور بخشتا ہے۔اس خانہ سرور ابدی میں اس کا سننا کس قدر مسرت دے گا۔یہ سننا تو شیطانی گھر میں ہے۔رحمٰن کی ہمسائیگی میں کیسا لطف ہوگا۔ذلیل اور خوار بندے کی زبان سے بسم اللہ کے سننے میں تو یہ عطا ہے۔اور جب اس کو علی الاطلاق شہنشاہ کی زبان سے سنا جائے گا۔تو کتنی بڑی حلاوت ہوگی۔یہ لذت تو صرف خبر کی ہے۔نظر کی کتنی بڑی لذت ہوگی۔شنیدہ کے بود مانند دیدہ مجاہدہ کی لذت تو یہ ہے۔جو بیان ہوئی ہے۔مشاہدہ کی کس قدر لذت ہوگی۔بیان کی تو اس قدر لذت ہے۔دیدار خداوند کی لذت تو کہیں سوا ہی ہوگی۔جب غائبانہ یہ مزا ہے۔تو حضوری اور دیدار بازی میں کیا کیا لطف ہونگے۔

بسم اللہ کے معنی

کہہ بسم اللہ یعنی میں اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔جس کی ذات والا صفات میں ضد کو دخل نہیں۔اس خدا کے نام سے جو شرکت سے پاک ہے۔اس خدا کے نام سے جو اولاد سے پاک ہے۔اس اللہ کے نام سے جو نورالانوار ہے یعنی تمام نور اس سے ظاہر ہوئے۔اس خدا کے نام سے جس نے ان لوگوں کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔جو نیک کردار ہیں۔اس خدا کے نام سے جس نے تمام مخلوق کو اپنی کامل قدرت سے پیدا کیا۔اور سب کے دلوں اور آنکھوں کو روشنی عطا کی۔اس اللہ کے نام سے جو نیک آدمیوں کے دلوں میں پچھلی رات کے وقت ہدایت کا نور ڈالتا ہے۔

اس خدا کے نام سے جو اپنے رازوں سے اپنے دوستوں کو واقف کرتا ہے۔اور ان کے دلوں کو اپنی رحمت کے انوار میں لپیٹتا ہے۔اور ان کو اپنی رحمت کے اسرار کا گنجینہ بنایا ہے۔اور خوف خطرے ان سے دور کر دیئے۔اور غیروں کی غلامی سے ان کو بچالیا۔اور ان کے دلوں سے گناہوں کے بھاری بوجھ اور زنجیروں کی ثقل اٹھادیئے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات نیکی اور فضل کے اوصاف سے موصوف ہے۔اور جو لوگ توبہ کرنے والے ہوں۔ان کے گناہوں کو بخش دینے والا ہے۔تو کہہ بسم اللہ اس کا نام ہے جس نے دریاؤں کو جاری کیا ہے۔اور درختوں کو اگایا اور ان کو بڑھایا پھولایا ہے۔یہ اس کا نام ہے۔جس نے شہروں کو اپنے ان بندوں سے آباد کیا ہے۔جو اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔اور ان کے ذریعہ شہروں کو ایسا مضبوط کیا ہے۔جیسا کہ پہاڑوں سے زمین کو اس کے رہنے والوں کے لئے گہوارہ کی مانند کر دیا ہے۔اور یہ خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ لوگ تعداد میں چالیس ہیں۔اور ان کو ابدال کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کو پاکی سے یاد کرتے ہیں۔اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر قرار دیتے ہیں ابدالوں کا گروہ دنیا کا حاکم ہے۔جب قیامت برپا ہوگی۔تو اس روز یہ لوگ خدا کے بندوں کی شفاعت اور سفارش کریں گے کیونکہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کو اپنی مخلوق کی مصلحت اور ان پر رحمت کرنے کے واسطے ہی پیدا کیا ہے۔

بسم اللہ کی برکت کا بیان

جو لوگ خدا کا ذکر کرنے والے ہیں۔ان کے واسطے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک بڑا ذخیرہ ہے۔اور صاحبان قوت کے واسطے بڑی عزت ہے اور عاجزوں کے لئے پشت پناہ ہے اور اس کے دوست کے لئے ایک نور ہے۔اور اس کے مشتاقوں کے واسطے ایک سرور ہے۔بسم اللہ روحوں کی راحت کا سبب ہے۔اور جسموں کے واسطے سب بلاؤں سے خلاصی کا موجب اور سینوں کا نور ہے۔اور تمام کاموں کے سر انجام کا باعث ہے۔اور بسم اللہ عارف لوگوں کے سر کا تاج ہے۔اور خدا کے واصلوں کے لئے ایک چمکتا دمکتا ہوا چراغ ہے۔اور جو خدا کے عاشق ہیں۔ان کو بسم اللہ غیر سے بے پرواہ اور بے نیاز کر دیتی ہے۔اور جس نے اپنے برگزیدہ بندوں کو عزت دی ہے۔اور ان کو فخر بخشا ہے۔اور نالائقوں کو ذلیل اور خوار کیا ہے۔بسم اللہ اس ذات کا نام ہے۔جس نے دوزخ کی آگ کو اپنے دشمنوں کے لئے انتظار کی جگہ بنایا ہے اور اس کا نام ہے جس نے اپنے دوستوں کے لئے جنت کا وعدہ کیا ہے۔یہ بسم اللہ اس خدا کا نام ہے۔جس کے نام میں تعداد اور شمار کو کوئی دخل نہیں۔اور یہ اس کا نام ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔اور اس کا نام ہے جو بغیر کسی کے سہارے اپنی ذات سے ہی قائم ہے۔اور ہر ایک سورت کے واسطے بسم اللہ ایک دروازہ ہے۔اور جس کی یاد سے خالی خلوت خانے آباد اور خوش و خرم ہیں۔بسم اللہ اس کا نام ہے۔جس کی عبادت کرتے ہیں۔اور اس کی نماز پڑھتے ہیں۔اور اس کا نام ہے۔جس کی طرف سارے آدمی نیک گمان رکھتے ہیں۔اور بسم اللہ اس کا اسم ہے۔جس نے آنکھوں کو بیداری عطا کی ہے۔اور سب چیزوں کو حکم دیا ہے کہ تم پیدا ہو جاؤ۔اور وہ ہو گئی ہیں۔اور بسم اللہ اس کا نام ہے۔جو ہاتھ لگانے سے پاک ہے۔اور اس کا نام جو سب سے بے پرواہ ہے۔اور اس کا نام ہے جو اندازہ اور قیاس سے بہت بزرگ اور بلند ہے۔کہہ بسم اللہ ایک ایک حرف کر کے تاکہ تجھ کو اس سے ہزار ہزار ثواب ملے۔اور خداوند تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دے۔اگر کسی نے زبان سے بسم اللہ پڑھی تو دنیا اس کی گواہ ہو جاتی ہے۔اور اگر کوئی دل سے پڑھے تو آخرت بھی اس کی گواہ ہوتی ہے۔اور جو آدمی پوشیدہ بسم اللہ پڑھتا ہے۔اس کا خدا گواہ ہو جاتا ہے۔بسم اللہ ایسی حلاوت ہے۔اگر کوئی اس کو پڑھے تو اس کا منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔اور ایسا کلمہ ہے جو اس کو کہتا ہے اس کے دل میں کوئی غم باقی نہیں رہتا۔جتنی نعمتیں ہیں وہ سب اس کلمہ پر تمام ہو گئی ہیں۔اس کے پڑھنے سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔اور یہ کلمہ رسول مقبول ﷺ کی اُمت کے واسطے ہی مخصوص کیا گیا ہے۔اور یہ کلمہ اتنا بڑا درجہ رکھتا ہے کہ جلال اور جمال دونوں کو جمع کرتا ہے۔جو بسم اللہ کا قول ہے یہ تو جلال در جلال ہے اور جو رحمٰن الرحیم ہے۔یہ جمال در جمال ہے۔سبحان اللہ جلال اور جمال کے ڈھیر کے ڈھیر جمع ہو گئے ہیں۔اب رہی صورت اور زندگی کی بات۔سو اس کی نسبت یہ لکھا ہے کہ جو آدمی تو جلال کا مشاہدہ کرتا ہے۔وہ تو ہلاک ہو جاتا ہے۔اور جو جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔اس کو تازہ زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔اور بسم اللہ ایک کلمہ ہے کہ یہ قدرت اور رحمت کے درمیان جامع ہے۔یعنی ان دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔اور قدرت نے طاعت کرنے والے اور فرمانبردار لوگوں کو جمع کیا ہے۔اور رحمت نے ان لوگوں پر رحم کر دیا ہے۔جو عاصی اور گنہگار تھے۔

بسم اللہ کی برکت میں اور زیادہ برکت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔بسم اللہ پڑھو جو بسم اللہ پڑھتا ہے وہ میری طاعت کرتا ہے۔وہ میری حضوری میں داخل ہو جاتا ہے۔اور پھر طاعت کے نور کے سبب سے اس کو معائنہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔اور جس کو معائنہ نصیب ہو جاتا ہے۔وہ سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔اور اس کی نعمت بیان کی محتاج نہیں ہے۔اس کا دل اسرار الٰہی سے لبالب ہو جاتا ہے۔اور بے انتہا علوم سے بھر جاتا ہے۔اور جو آدمی اپنے مطلوب کا وصال پالیتا ہے۔پھر وہ بڑے مزے میں ہو جاتا ہے۔اور اشکباری اور اضطراب سے چھوٹ جاتا ہے۔اور یہ ظاہر ہی ہے کہ جو آدمی جمال آرا جمال کو دیکھ لیتا ہے۔اس کو پھر یہ حاجت نہیں رہتی کہ کوئی اس کو اس کی خبر دے۔خدا پاک کی معلی بارگاہ میں جو شخص دخول پالیتا ہے۔پھر ساری عمر اس کے پاس اندوہ اور یاس اور حسرت نہیں آتے۔سب بھاگ جاتے ہیں۔اور اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔اور جو آدمی اپنے رفیق کی رفاقت سے سرفرازی حاصل کر لیتا ہے۔وہ فراق کے درد سے چھوٹ جاتا ہے۔اور خداوند کریم کی خدمت میں داخل ہو جانے سے ہجر کی آفت اور اشتیاق کا صدمہ نہیں رہتا۔اور جو دیدار کی دولت پالیتا ہے۔اس کے سوئے ہوئے بخت جاگ اٹھتے ہیں۔اور بد بختی اس سے دور ہو جاتی ہے۔

کہ بسم اللہ حرف ب سے باری ہے یعنی خداوند تعالیٰ سب کا پیدا کرنے والا ہے۔اور سین سے ستار گناہاں مراد ہے۔اور م سے منان مراد ہے۔یعنی اس کی بخششوں کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا عطا کرنے والا وہی ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ حرف ب سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔اور س سے مراد ہے کہ وہ آوازوں کا سننے والا ہے۔اور م سے مقصود ہے کہ وہ تمام دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔اور بعض نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔کیونکہ میں تم کو روزی دیتا ہوں۔پیاسوں کو پانی پلاؤ۔میں تم کو پانی پلاتا ہوں۔اور میری ہی طرف دھیان رکھو کیونکہ میں ہی باقی رہنے والا ہوں۔اور بعض کا قول ہے کہ حرف ب سے توبہ کرنے والوں کی آہ و بکا مراد ہے۔اور س سے عابدوں کے سجود اور ان کی تسبیح کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اور حرف م سے گناہگاروں کی معذرت کی طرف اشارہ ہے۔اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ کے معنی ہیں بلاؤں کا دور کرنے والا۔اور رحمٰن کے معنی ہیں عطیات کا بخشنے والا اور رحیم سے مراد گناہوں کا بخشنے والا ہے۔لفظ اللہ واسطے عارفوں کے ہے اور عابدوں کے لئے رحمٰن ہے اور گناہگاروں کے واسطے رحیم ہے۔اللہ وہ ہے جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔اور وہ احسن الخالقین ہے رحمٰن وہ ہے جس نے تم کو روزی دی ہے۔اور وہ تمام رزق دینے والوں میں سے بہتر رزق دینے والا ہے۔رحیم وہ ہے جو تم کو بخشتا ہے۔اور بخشنے والوں سے بہتر ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنے بندوں پر اس نے ساری نعمتیں پوری کر دی ہیں۔اور اسی واسطے اس کا نام اللہ ہے۔اور اپنے جود اور کرم سے رحمٰن اور رحیم ہے۔اللہ نے ہم کو ہماری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا ہے۔رحمٰن ہے کہ......... قبروں میں سے ہم کو نکالے گا۔اور وہ رحیم ہے۔کیونکہ اس نے ہم کو کفر کی تاریکی سے نکال کر اسلام کا نور دکھلایا ہے۔

خدا کی رحمت کے ہونے کا بیان

جس نے شیطان کی مخالفت کی اور گناہوں سے پرہیز کیا۔اور دوزخ کی آگ سے خوف کھایا۔اور خدا کے بندوں پر احسان کیا۔اور ہمیشہ خداوند تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا اور بسم اللہ کو پڑھا خداوند تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔جو آدمی خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔اور دل سے اس کی بارگاہ معلّٰی میں رجوع لاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ پر تکیہ کرتا ہے۔اور اللہ کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔اور بسم اللہ پڑھتا ہے۔اس پر خدا اپنی رحمت وارد کرتا ہے۔جو آدمی دنیا کو چھوڑتا ہے اور آخرت کی طرف رغبت رکھتا ہے۔اور تکلیف پر صبر کرتا ہے۔اور خدا کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے۔اور خدا کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔اور بسم اللہ پڑھتا ہے۔اس پر خدا کی رحمت ہوتی ہے۔اور جو بندہ بتوں کی پرستش اور شیطان کی اطاعت سے پرہیز کرتا ہے اور دنیا میں صرف قوت لایموت پر قناعت کرتا ہے۔اور اس خدا کے ذکر میں مصروف رہتا ہے۔جو ہمیشہ زندہ ہے۔اور کبھی نہیں مرے گا۔اور بسم اللہ پڑھتا ہے وہ ہمیشہ خوش رہے گا۔

مجلس۔خداوند تعالیٰ کے قول کا بیان

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! توبہ کرو تا کہ تم خلاصی پاؤ اللہ جل شانہ نے یہ خطاب اپنی مخلوقات سے کیا ہے۔عربی زبان میں توبہ کے معنی بازگشت کے ہیں۔جب یہ کہتے ہیں۔کہ فلاں آدمی نے ایسے کاموں سے توبہ کی ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ ان سے باز رہا ہے۔پس شروع میں توبہ کے معنی برے کاموں سے باز آکر نیک کاموں کی طرف توجہ کرنی ہوتی ہے۔اور گناہ اور معصیت کی نسبت یہ جاننا کہ یہ آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔اور خداوند تعالیٰ اور بہشت سے دور کر دیتے ہیں۔اور ترک معصیت بہشت میں داخل ہونے خداوند تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ میں۔پس

اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ کہ تم میری طرف پھرو اور نفسانی ہوا اور شہوت پرستی سے باز آؤ۔ ایسا کرنے سے قریب ہے کہ تم آخرت میں اپنے مقصود اور مطلوب کو میرے پاس پاؤ۔ اور پھر آئندہ کے واسطے ہمیشہ نعمت اور آرام میں بسر کرو۔ اور تم کو خلاصی مل جائے اور اپنے مطلوب کو پالو۔ اور نجات پاؤ اور بہشت میں جو نیکوں کے واسطے تیار کی گئی ہے داخل ہو جاؤ۔ اور اپنے بندوں کی طرف مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ بالخصوص خطاب کرتا ہے۔ کہ اے ایماندار مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف لوٹو اور اپنے سچے ارادہ سے توبہ کرو اور عنقریب اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کردے گا۔ اور تم کو ایسے بہشتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور توبہ نصوح کا یہ مطلب ہے کہ اس میں کسی طرح کی آمیزش نہ ہو۔ اور خاص اللہ کے واسطے توبہ ہو۔ لفظ نصوح نصاح سے مشتق ہے۔ جس کے معنی وہاگہ کے ہیں یعنی ایسی توبہ کر جس کو کسی غرض نفسانی سے تعلق نہ ہو۔ اور توبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے واسطے کرو ایسا نہ ہو کہ دل میں تو گناہوں کی خواہش ہو اور ظاہر میں یہ روبہ بازی اور فریب ہو۔ اور اپنے نفس کو ایسا دلا سانہ دو جس سے اس کو نافرمانی اور گناہ کرنے کے واسطے تسکین حاصل ہو۔ اگر انسان گناہوں کو ترک کرے تو خاص خدا کے واسطے ترک کرے جیسا کہ نفس امارہ کے واسطے گناہ کو اختیار کیا تھا۔ اسی طرح خدا کے واسطے ہی اس کو ترک کرے تاکہ نیکی پر خاتمہ ہو اور آخرت تک اس کی توبہ سلامت رہے۔ اور تمام اُمت پر واجب ہے کہ سب گناہوں سے توبہ کرلے اور اس پر تمام اُمت کا اجماع ہے۔ اللہ جل شانہ کئی ایک جگہ تائبوں کا ذکر فرماتا ہے۔ ایک مقام پر یہ فرمایا ہے (خدا توبہ کرنے والوں اور پاکوں کو دوست رکھتا ہے) اور ایک جگہ فرمایا ہے (اللہ تعالیٰ ان کو اس واسطے دوست رکھتا ہے کہ انہوں نے گناہ سے توبہ کی ہے۔ کیونکہ وہ گناہ ان کو خدا سے دور رکھنے والے تھے۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے (ان لوگوں کو خوش خبری دے جو توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں۔ خدا کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ رکوع کرنے والے ہیں۔ سجدہ کرنے والے ہیں۔ شرع کے مطابق حکم کرتے اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کو نگاہ رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو خوشخبری دے جو مومن ہیں۔ خدا تعالیٰ نے معلوم نام کا ذکر کیا ہے اور اس سے مراد تائب ہیں۔ اور اس کے بعد ان کی حمیدہ صفتیں بیان فرمائی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی گناہ سے تائب کہلاتا ہے۔ جو ان صفتوں سے موصوف ہو۔ اور ایسا شخص ایمان کی خوشخبری دینے کے لائق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مومنوں کو بشارت دے۔

وہ گناہ جن سے توبہ کرنے کا حکم ہے

گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک صغیرہ۔ دوسرے کبیرہ ان دونوں قسموں کے سب گناہوں سے توبہ کرنی لازمی ہے۔ کبیرہ گناہوں میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں۔ کہ کبیرہ تین ہیں۔ اور بعضوں نے ان کی تعداد چار کہی ہے۔ بعض سات کہتے ہیں۔ بعض نے نو بیان کئے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ گیارہ ہیں۔ اور جب ابن عباس کو معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد سات بیان کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ سات گناہ ستر گناہوں تک ہیں۔ اور فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے جن باتوں سے منع کیا ہے وہ سب ہی کبیرے گناہ ہیں۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ کبیرے گناہوں کی کوئی تفصیل نہیں پوشیدہ ہیں۔ جس طرح شب قدر اور جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ کسی کو معلوم نہیں۔ اسی طرح کبیرے گناہ بھی پردے میں ہیں۔ اور ان کا مبہم اور پردہ میں رہنا اس واسطے رکھا گیا ہے۔ کہ ان کی تلاش میں آدمی بہت کوشش کریں۔ اور ہر حال میں خدا کا خوف شامل حال رہے اور چھوٹے بڑے سب گناہوں سے آدمی پرہیز رکھیں اور بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ کبیرے گناہ وہ ہیں۔ جن کی سزا اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ فرمائی ہے اور بعض کہتے ہیں۔ کہ جن گناہوں پر حد واجب ہے۔ دنیا میں وہ کبیرہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کبیرے گناہوں کا شمار خداوند کریم ہی جانتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کبیرے گناہ سترہ ہیں۔ ان میں سے چار کا تعلق تو دل سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ خدا کے ساتھ غیر کو شریک کرنا۔ گناہ پر ہمیشگی کرنا خدا کی رحمت سے ناامید ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا اور چار زبان سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ جھوٹی گواہی دینا۔ پرہیزگار اور پردہ دار بی بی کو زنا کی تہمت لگانا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ اور جھوٹی قسم وہ ہوتی ہے' جو اس واسطے کھائی جاتی ہے کہ جھوٹ کو سچ بنائیں۔ یا اس کے ذریعے کسی مسلمان کا حق باطل کردیں یا ناحق کسی کا مال چھین لیں چاہے پیلو کے درخت کی مسواک ہی ہو۔ اور چوتھا جادو ہے۔ اور تین کبیرے گناہوں کا علاقہ پیٹ سے ہے۔ شراب پینا اور مست کرنے والی چیزیں کھانا۔ ظلم سے یتیم کے مال کو کھانا۔ جان کر سود کھانا۔ اور دو کبیرے گناہ شرمگاہ کے ہیں۔ ایک زنا۔ دوسرا لواطت اور دو کبیرے گناہ دونوں ہاتھوں کے ہیں۔ ایک ناحق خون کرنا۔ دوسرا چوری کرنا۔ اور ایک دونوں پاؤں کا گناہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ کافروں کی لڑائی سے بھاگ جائے۔ اس حالت میں کہ جب ایک مسلمان دو کافروں کے مقابلہ میں ہو اور دس مسلمان بیس کافروں کے مقابلہ سے اور سو دو سو کے مقابلہ سے بھاگیں۔ اور ایک کبیرے گناہ کا تعلق سارے بدن سے ہے۔ اور یہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ اور یہ اس طرح ہے۔ کہ اگر ماں باپ قسم کھادیں تو اس کو سچی نہ جانیں۔ اور اگر تجھے گالی دیں تو تُو ان کو مارے۔

صغیرے گناہوں کا بیان

صغیرے گناہ بے شمار ہیں۔ پس ان کی تعداد کسی کو معلوم نہیں۔ اور نہ ہر کوئی ان کو پہچان سکتا ہے۔ مگر مجھ کو بہ گواہی شرع شریف سے اور باطن کے نور سے جس قدر معلوم ہوا ہے۔ ان کو بیان کیا جاتا ہے۔ شرع اور شارع کا اصل مطلب یہ ہے کہ خدا کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور لوگوں کو گناہوں سے باز رکھیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ (ظاہری اور باطنی سب گناہوں کو چھوڑ دو) اور بعض صغیرے گناہ یہ ہیں خوبصورت آدمی کی طرف دیکھنا' چاہے مرد ہو اور چاہے عورت اور چاہے بے ریش لڑکے ہوں اور ان کے بوسے لینے اور ان کے ساتھ سونا۔ اگرچہ مباشرت کرنے کا ارادہ نہ بھی ہو تو بھی ایسا کرنا گناہ ہے کسی مسلمان بھائی کو گالیاں دینا چاہے ان گالیوں میں زنا کی بات نہ ہی ہو مسلمان بھائی کو مارنا یا اس کی غیبت کرنا۔ قذف کے علاوہ نکتہ چینی کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ اور ان کے سوا اور بھی بہت سے ہیں۔ ان گناہوں کا بیان بہت طویل ہے۔ اور جب کوئی بندہ کبیرے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو صغیرے بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اگر تم ان کبیرے گناہوں سے توبہ کرو جن سے تم کو منع کیا گیا ہے۔ تو ہم تمہارے سب گناہ معاف کر دیں گے۔ کوئی تم میں سے اپنے نفس کو ان گناہوں کا طمع نہ دے بلکہ سب کبیرے اور صغیرے گناہوں سے توبہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایک شاعر کہتا ہے کہ تمام کبیرے اور صغیرے گناہوں کو چھوڑ دے اور یہی تقویٰ ہے۔ ایسا ہوشیار ہو جیسا کہ وہ شخص ہوتا ہے جو کانٹوں والی زمین پر چلتا ہے اور ان سے بچنے کے لئے دیکھ کر چلتا ہے۔ پس صغیرے گناہوں سے بچتے رہو۔ ان کو حقیر نہ جان۔ کیونکہ چھوٹے چھوٹے کنکروں سے ہی بڑے بڑے پہاڑ بن جاتے ہیں۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ رسول مقبول ﷺ اپنے اصحابوں کے ساتھ ایک جنگل میں اترے۔ جس میں کوئی لکڑی نہ تھی۔ اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ اس میں کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحابوں کو فرمایا کہ لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اس میں لکڑی تو کہیں نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا کہ جو چیز تم پاؤ۔ اس کو حقیر نہ سمجھو۔ اور اس کو اٹھا کر ہمارے پاس لے آؤ۔ یہ سن کر ہر ایک آدمی لکڑی کی تلاش میں نکل گیا۔ اور جہاں جہاں کسی نے لکڑی کی قسم سے کچھ پایا۔ اس کو جمع کر لیا۔ اور رہوتے ہوتے ایک بڑا بھاری انبار لگا دیا۔ پس آپ اصحابوں کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور ان کو فرمایا کہ دیکھو حقیر چیزیں جمع ہو کر کتنی بڑی عظیم ہو جاتی ہیں۔ نیکی اور بدی کو بھی اسی طرح قیاس کر لو۔ صغیرہ گناہوں میں اور صغیرے ملتے جائیں۔ تو وہ بھی بڑا تو دہ ہو جاتا ہے اور اگر کبیرے گناہ میں اور کبیرے داخل ہوتے ہیں۔ تو وہاں بھی ایک بڑا انبار لگ جاتا ہے۔ اور یہی حال نیکی اور بدی کا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اگر کسی گناہ کو بندہ حقیر جانے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی آدمی اس کو بڑا خیال کرے تو وہ خدا کے نزدیک چھوٹا ہو جاتا ہے۔ پس تحقیق ایک مومن ایک چھوٹے گناہ کو بڑا جانتا ہے۔ کیونکہ اس کا ایمان بڑا کامل ہوتا ہے۔ اور معرفت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کی مانند جانتا ہے۔ جو اس کے سر پر ہو اور ڈرتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ یہ پہاڑ سر پر گر پڑے۔ اور منافق اپنے گناہوں کو ایسا جانتا ہے جیسا کہ ناک پر ایک مکھی بیٹھی ہو۔ کہ میں جب چاہوں گا۔ اس کو اڑا دوں گا۔ اور بعض علماء کا یہ قول ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میں جو گناہ کرتا ہوں کاش کہ (اس کی مانند کوئی دوسرا صغیرہ گناہ ہو۔ تو اس کا کہنا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اس کہنے سے اس کے ایمان میں نقصان آجاتا ہے۔ اور اس کی معرفت بہت سست ہو جاتی ہے۔ اور اس کے علم کی اس سے کمی اس سے سمجھ میں آتا ہے۔ کہ وہ خداوند کریم کے جاہ و جلال کو اچھی طرح نہیں سمجھتا اگر وہ اس کے جلال اور اس کی عظمت اور عزت سے بخوبی علم رکھتا۔ تو اپنے صغیرہ گناہ کو بھی کبیرہ جانتا۔ اور حقیر گناہ کو بڑا بزرگ گناہ سمجھتا جیسا کہ خداوند کریم اپنے کسی پیغمبر پر وحی نازل فرماتا ہے۔ کہ ہدیہ کی قلت کو نہ دیکھ یعنی اس کو حقیر نہ جان بلکہ اس کے بھیجنے والے کی عظمت اور بزرگی پر غور کر۔ اور کسی گناہ کو چھوٹا نہ جان بلکہ اسکی عظمت اور جاہ و جلال کی طرف جس کے روبرو تم کو جواب دہی کے واسطے کھڑا ہونا پڑے گا نگاہ کر۔ اور خدا کی درگاہ میں جس کا رتبہ بلند ہوتا ہے وہ کسی گناہ کو چھوٹا نہیں جانتا۔ اور جو خدا اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہوں۔ ان سب کو کبیرہ گناہ ہی خیال کرتا ہے۔ بعض صحابہؓ نے اپنے تابعین کو کہا ہے کہ بعض عمل تمہاری نظر میں بال سے بھی باریک دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ ہم ان کو رسول اللہ کے زمانہ میں ہلاک کرنے والے خیال کیا کرتے تھے۔ یہ اس لئے ہے کہ ان اصحابہ کو رسول مقبول ﷺ اور حق جل وعلا کے ہاں قرب حاصل تھا۔ اور یہی سبب ہے کہ اگر ایک عالم خفیف گناہ کرے تو وہ بڑا بزرگ گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی جاہل آدمی اس گناہ کو کر ڈالے تو وہ حقیر سمجھا جاتا ہے اور اس سے درگذر کی جاتی ہے۔ اور اس

عالم سے بسبب اس کے علم اور معرفت کے درگذر نہیں ہوتی۔ اس لئے ہر ایک آدمی کے واسطے توبہ کرنی فرض عین ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی آدمی نہیں جس کے اعضاء معصیت اور گناہوں سے خالی ہوں۔ اور اگر کوئی اعضاؤں کے ذریعے گناہ کرنے سے بچ رہتا ہے۔ تو اس کے دل میں گناہ کرنے کا قصد کبھی نہ کبھی ضرور ہی ہوا ہوتا ہے۔ اور اگر اس ارادہ سے بھی بچ رہا ہو تو شیطانی وسوسہ سے نہیں بچتا کیونکہ شیطان ہر وقت آدمی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ وہ اس کو خداوند کریم سے غافل کر دیتا ہے۔ اور وسوسہ میں ڈال دیتا ہے۔ اور اگر شیطان کے وسوسہ سے بچ جائے تو خداوند کی صفتوں اور اس کے افعال کے پہچاننے میں کوئی نہ کوئی قصور اور غفلت ہو جاتی ہے اور یہ سب مومنوں کے حالات اور مقامات کے لحاظ سے ہے پس ہر حالت کے واسطے عبادتیں اور گناہ اور حدیں اور شرطیں ہیں۔ اور ان کا نگاہ رکھنا طاعت ہے اور ان کا ترک کرنا اور ان سے غفلت کرنی گناہ ہے۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ توبہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اور توبہ یہ ہے کہ جو کجراہی اور گمراہی اختیار کی ہو۔ اس سے اس سیدھے راستے کی طرف پھر جائے جس کا شرع نے حکم دیا ہے اور اس مقام پر کھڑا ہو جس جگہ کھڑا ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اس منزل میں اترے جو اس کے اترنے کے واسطے تیار ہوئی ہے۔ اس لئے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے۔ جو توبہ کا محتاج نہ ہو۔ البتہ اس کی مقداروں میں فرق ہے۔ عام لوگوں کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے۔ خاصوں کی توبہ غفلت سے اور جو خاص الخاص ہیں ان کی اس سے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری طرف ان کا دل مائل نہ ہو۔ جیسا کہ ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ جو عام لوگ ہیں۔ ان کی توبہ تو گناہ سے ہے۔ اور جو خاص ہیں ان کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔ اور ابوالحسن نوری کہتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لے۔ پس جو آدمی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے اور جو غفلتوں سے ان میں بڑا فرق ہے اور اسی طرح ان میں بھی بڑا فرق ہے جو نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے۔ اور جو خدا کے غیر کے ساتھ دل لگانے اور اس کے ساتھ آرام پکڑنے سے توبہ کرتا ہے۔ پس پیغمبر بھی توبہ کرنے سے بے پرواہ نہیں ہوئے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ جو پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے دل میں زنگ آ جاتا ہے اور میں رات اور دن میں ستر دفعہ خدا سے آمرزش کی درخواست کرتا ہوں) اور جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل کھایا۔ جس سے آپ کو منع کیا گیا تھا۔ تو اسی وقت آپ کے بدن سے بہشتی لباس دور ہو گیا۔ اور آپ کی شرمگاہ ننگی اور ظاہر ہو گئی۔ ہاں مگر آپ کے سر کا تاج اور کلغی باقی رہ گئی۔ پس آپ نے شرم کی کہ یہ دونوں بھی ان سے لئے جائیں۔ پس حضرت جبرائیل تشریف لائے۔ اور انہوں نے پیشانی سے سلطانی تمغہ اور سر سے تاج کو اتار لیا۔ اور حکم ہوا کہ تم اور حوا دونوں میری ہمسائیگی سے دور ہو جاؤ۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو آدمی ہماری نافرمانی کرے گا۔ وہ ہماری ہمسائیگی کے لائق نہیں ہے۔ تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حوا کی طرف نگاہ شرم سے دیکھا اور زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ یہ پہلی ہمارے گناہ کی شامت ہے۔ کہ ہم اپنے حبیب کی ہمسائیگی سے نکالے گئے اور ہم ٹھنڈی عیش میں تھے۔ اور بڑی بادشاہی اور بڑے فضل اور عزت و ناز اور عالی مرتبہ اور اشرف اور ستھری اور امن والی اور اللہ سے بہت قریب والی جگہ سے نکالے گئے اور اب ہم محتاج ہوئے ہیں۔ کہ توبہ عاجزی اور زاری کریں اور اپنی مسکنت اور خواری کا اظہار اس رب العزت کی جناب میں کریں۔ پس اگر کوئی شخص توبہ سے بے پرواہ اور دشمن سے امن والا اور نفس کی شامت اور شیطان کے وسواس اور اس کے مکر سے بچنے کا حقدار ہو سکتا ہے اور اپنے مکان کے شرف اور پاکیزگی اور اللہ کے قرب اور مرتبہ کی نزدیکی کا فخر کر سکتا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام ہی تھے۔ اور جب وہ توبہ کرنے پر مجبور کئے گئے۔ اور انہوں نے اپنے گناہ کی مغفرت کی درخواست کی جیسا کہ اللہ جل شانہ اپنے مبارک کلام میں فرماتا ہے کہ آدم نے چند کلمے اپنے رب سے سیکھ لئے اور وہ توبہ کو قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع کیا اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا تو دوسرے آدمی اس سے کیونکر بے پرواہ ہو سکتے ہیں۔ اور حسن بن علیؓ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہ کی درگاہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو اس وقت سب فرشتوں نے مل کر حضرت آدم علیہ السلام کو مبارکباد دی اور حضرت جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل بھی آپ کے پاس تشریف لے آئے۔ اور آکر حضرت آدم کو یہ خبر دی کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ خداوند کریم نے آپ کی توبہ کو قبول کر لیا ہے۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جبرائیل اگر اس کے بعد مجھ سے سوال ہوا تو میرا کیا ٹھکانہ ہو گا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ کہ اے آدم تو نے اپنی اولاد کے واسطے رنج اور مشقت کو میراث میں چھوڑا ہے۔

اور اسی طرح توبہ کو بھی میراث دیا ہے۔ پس جو کوئی میری بارگاہ میں رجوع لائے گا تو میں اس کی توبہ کو قبول کر لوں گا جس طرح تیری توبہ قبول کی اور اس کے گناہوں کو بخش دوں گا۔ اور جنہوں نے گناہوں سے توبہ کی اے آدم بے شک میں قریب ہوں اور توبہ قبول کرنیوالا ہوں۔ نوحؑ

کا حال بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ لوگوں نے ان کو جھوٹا جانا اور انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا ان کی عزت پر غیرت' انہیں جھٹلانے اور ان کے ان پر سخت غضبناک ہونیکی بنا پر اہل مشرق اور اہل مغرب کو غرق اور فنا کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام دوسرے آدم علیہ السلام ہیں۔

کیونکہ طوفان میں غرق ہونے کے بعد ساری مخلوقات حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی ہے۔ اور جو لوگ طوفان میں نوح کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کے ہاں ہی اولاد ہوئی تھی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے باقی تھے۔ سام' حام یافث' طوفان کے بعد ساری دنیا ان تینوں کی اولاد سے ہی پھیلی ہے۔ اور باوجود اس بلند رتبہ کے حضرت نوح علیہ السلام نے خداوند کریم کی بارگاہ معلّٰے میں عرض کی۔ اے میرے پروردگار میں تیرے ہاں اس سے امن کی درخواست کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھ کو علم نہ ہو اور اگر تو آمرزش نہ کرے اور رحمت نہ کرے تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں جو زیاں کار ہیں۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی توبہ سے بے نیاز نہیں ہوئے۔ حالانکہ آپ کا اتنا بڑا رتبہ تھا۔ کہ خدا نے ان کو اپنی دوستی کے واسطے برگزیدہ کیا تھا۔ اور اپنی ملاقات کے واسطے ان کو چنا تھا۔ اور پیغمبروں اور نبیوں کا باپ ہونے کا ان کو فخر حاصل تھا۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ خدا نے ان سے اور ان کی اولاد کے بطن سے چار ہزار پیغمبروں کو پیدا کیا ہے۔ اور نبوت اور رسالت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور ہم نے ان کی اولاد کو باقی رکھا۔ اور یہاں تک آپ کو عالی شان اولاد سے فخر دیا تھا۔ کہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام وغیرہ وغیرہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اور پھر بھی آپ نے خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی مسکینی اور احتیاج کو ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ اپنے کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو یاد فرماتے ہیں۔ جو یہ ہے (جس خدا نے مجھ کو پیدا کیا ہے مجھے سیدھی راہ دکھلاتا ہے۔ وہی میرے کھانے پینے کی خبر لیتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو اس وقت مجھ کو اپنی قدرت کے شفاخانہ سے شفا عطا کرتا ہے۔ اور جو مجھ کو مارے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ میں اس کی عام رحمت سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ آخر آیت تک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے قول کو بھی اپنے کلام میں اللہ نے یاد کیا ہے۔ جو یہ ہے (ہم کو عبادت کی جگہ دکھلا اور ہماری توبہ قبول کر کیونکہ توبہ قبول کرنے والا تو ہی ہے اور تو ہی مہربان ہے) اور نہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توبہ سے بے پروائی ہوئی ہے۔ حالانکہ آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ اور قبولیت کا درجہ رکھتے تھے۔ خدا نے ان کو خاص اپنے ساتھ کلام کرنے اور دوستی کرنے اور پیغمبری کے واسطے ان کو برگزیدہ کیا تھا۔ اور ان کو قوی معجزے عطا کئے تھے۔ مثلاً ید بیضاء' عصا۔ نو نشانیاں۔ اور ان چیزوں کا ہونا جو آپ کو بیابان میں عطا کی گئی تھیں۔ جیسے نور کا ستون اور رات میں روشنائی کا نمودار ہونا اور ترنجبین اور مرغ وغیرہ کا آسمان سے نازل ہونا۔ جو من و سلویٰ سے بیان ہوا ہے اور ان کے سوا اور بھی بہت معجزے آپ کو دیئے گئے تھے اور آپ سے پہلے ویسے معجزے اور کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئے تھے۔ پھر بھی آپ فرماتے ہیں۔ اے پروردگار مجھ کو بخش دے اور میرے بھائی کو بخش اور ہم کو اپنی رحمت میں لے اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے) اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی توبہ سے مستثنیٰ نہیں رہے۔ آپ کی خدا کے ہاں یہ عزت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عظیم الشان بادشاہ بنایا ہوا تھا۔ آپ کے تینتیس ہزار پاسبان تھے۔ اور پانی بھی چلنے سے رک جاتا تھا۔ اور جن اور انسان بھی آپ کے ارد گرد صف باندھ کر کھڑے رہتے تھے۔ اور پھاڑنے اور کاٹنے والے جانور بھی ایک دوسرے کو آزار نہیں دیتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح اور تہلیل پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بزرگی اور عظمت عطا کی تھی کہ لوہا بھی آپ کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا تھا۔ اپنی روزی کماتے اور یہ سب کچھ اس واسطے تھا کہ ان کے رتبہ کی بزرگی ظاہر ہو اور ان کے ہر کام کی حفاظت ہو۔ باوجود اس شان کے پھر بھی آپ چالیس روز تک سجدے میں پڑے رہے اور خدا کی درگاہ میں رویا کئے اور یہاں تک روئے کہ آپ کے آنسوؤں کے پانی سے گھاس آگ پڑا۔ تب خداوند تعالیٰ نے ان پر رحم کیا۔ اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ (میں نے ان کی تقصیر کو بخشا اور ان کو ہماری بارگاہ میں قرب کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس کی بازگشت اچھی ہے) اور حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ رتبہ تھا۔ کہ ان کو ایک بڑی عظیم بادشاہت نصیب ہوئی تھی۔ اور ہوا بھی آپ کی فرمانبردار تھی۔ اور صبح سے دوپہر تک آپ کی ہوا خوری کی مسافت ایک مہینے کا راستہ تھا۔ اور زوال کے بعد بھی اسی قدر گشت فرمایا کرتے تھے۔ جیسی حکومت اور بادشاہت آپ کو حاصل ہوئی ہے ویسی آپ کے بعد کسی کو نہیں دی گئی۔ اور باوجود اس شان عظیم کے پھر بھی آپ صرف اتنے گناہ کے عوض میں خداوند تعالیٰ کے عذاب اور عتاب میں گرفتار ہو گئے۔ کہ چالیس روز تک ان کے محل میں ایک تصویر کی پرستش کی گئی تھی اور آپ کو اس سے اطلاع بھی نہ تھی اور عتاب میں آپ چالیس روز تک سلطنت سے

معزول کر دیئے گئے اور جب معزول ہوئے تو بڑی بے سرو سامانی اور پریشانی کے ساتھ بھاگے اور بھاگنے کے بعد جب آپ کھانا مانگنے کے واسطے کسی آدمی کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور اس کے پاس یہ ظاہر کرتے کہ میں داؤد کا بیٹا سلیمان علیہ السلام ہوں تو سن کر وہ آپ کے سر مبارک کو توڑ دیتا۔ اور اس پر یہ ہنسی کرتا تھا۔ کہ ایسا بے سرو سامان ایک فقیر آدمی ہے۔ اور کہتا ہے میں داؤد علیہ السلام کا بیٹا سلیمان علیہ السلام ہوں۔ اور آپ کے کہنے کا کوئی یقین نہیں کرتا تھا۔ ایک روز آپ ایک دروازہ پر گئے اور جا کر وہاں سوال کیا۔ وہاں سے آپ نکالے گئے اور اس کے علاوہ یہ ہوا کہ ایک عورت نے آپ کے منہ پر تھوک بھی دیا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک جگہ ایک بوڑھی عورت نے آپ کے سر پر ایک پیشاب کا بھرا ہوا آبخورہ انڈیل دیا۔ اور آپ اسی قسم کی ذلت اور خواری میں مبتلا رہے۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے ایک مچھلی کے پیٹ سے سلیمانی انگوٹھی کو نکالا۔ اور اس کو آپ نے اپنی انگلی میں پہنا پھر تو پرندے بھی آپ کے سر پر سایہ کرنے لگے۔ اور جن اور شیطان اور وحشی جانور سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور جن لوگوں نے آپ کی اہانت کی تھی۔ اور آپ کو مارا تھا۔ انہوں نے اس وقت آپ کو پہچانا اور آپ کی خدمت میں عذر خواہی کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے جو سلوک میرے ساتھ کیا میں اس کے سبب سے تم کو ملامت نہیں کرتا۔ اور اس عذر خواہی کے لئے تمہاری تعریف بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہوا۔ جس سے مجھے کوئی چارہ نہیں غرض جب انہوں نے توبہ کی تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی دولت اور عزت اور عظیم الشان بادشاہ اور سردار تھے۔ اور ایک ملک پر حکومت کرتے تھے۔ اور دنیا کے لوگوں کو اللہ جل شانہ کی عبادت کے واسطے ہدایت کیا کرتے تھے۔ پس اے مسکین تیرا اور تیرے غرور کا کیا حال ہو گا۔ حالانکہ تو غرور اور تکبر کے گھر میں ہے۔ شیاطین تجھ پر قابض ہیں۔ خلقت اور ہوس اور نفس اور خواہشات اور ارادوں اور وسواسوں کے دشمنوں کے لشکروں نے تجھ کو گھیرا ہوا ہے اور شیطان نے انکو زینت دے کر تیری نظر میں خوبصورت بنا رکھا ہے۔ اور تیرا یہ حال ہے کہ تو روزہ۔ نماز' زکوٰۃ' حج' اپنی ظاہر عبادتوں پر مغرور ہو رہا ہے۔ اور اپنے ظاہری اعضاؤں کو گناہوں سے باز رکھنے میں فخر کر رہا ہے۔ حالانکہ باطنی عبادتوں سے تیرا باطن بالکل خالی ہے۔ اور ان باتوں سے تیرا سینہ بالکل خالی ہے۔ پرہیز گاری' نرمی' تقویٰ زہد' صبر قضا و قدر پر راضی ہونا' قناعت' توکل تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور یقین کرنا' سینے کی سلامتی اور سخاوت نفس' خدا کے احسان کا شکر کرنا' نیک نیتی' حسن ظنی' خوش خلقی' حسن معاش حسن معرفت' حسن طاعت' صدق' اخلاص وغیرہ وغیرہ جنکی تشریح سے طول ہوتا ہے اور انکی جگہ بری خصلتوں سے تیرا سینہ بھرا ہوا ہے۔ اور تیرے دل میں گناہوں کے درخت کی جڑ مضبوط ہو رہی ہے۔ اور شاخ در شاخ ہو کر پھیل رہی ہے جو محنت اور بلا لانے والی ہے اور دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا باعث ہے۔ جیسے فقیری کا ڈر' اور خداوند تعالیٰ کی تقدیر پر ناراضی اور اس کے حکم اور مقدرات پر اعتراض اور قضاو قدر کے باب میں حاکم مطلق پر تہمت لگانی اور اس کے وعدوں کو جھوٹا جاننا اور ان میں شک کرنا۔ اور دل کا ویرانہ میل کچیل اور کینہ اور حسد اور نفاق اور حق پوشی سے آباد ہو رہا ہے۔ اور اگر کوئی جاہ و جلال کا ذکر کرے اور جھوٹی تعریف کرے تو اس کے سننے سے جامہ میں پھول جانا۔ اور اس فانی سرا کی عزت اور توقیر کو پسند کرنا اور اس پر مطمئن ہونا اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا اور ناک چڑھانا چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ تو خدا کا خوف کر۔ تو عزت کا غرور اس کو گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اور اس کہنے پر اس کو غصہ آتا ہے۔ اور احکام الہٰی کے بجالانے سے اس قسم کے لوگوں کو یہ چیزیں باز رکھتی ہیں۔ ننگ و ناموس کا خیال جاہ کی محبت' عداوت' بغض' بخل' دوسرے لوگوں کے مال میں طمع کرنا۔ لوگوں سے خوف اور رغبت کرنا' خوشی کرنا' بزرگ منش ہونا' امراء کی تعظیم کرنی' فقراء کی توہین کرنی' ناز اور تکبر' دنیا کی رغبت' دنیا کی عزت کا فخر' اگر کوئی اچھے کام کرتا ہے تو وہ خود ستائی کے واسطے کرتا ہے۔ اور لوگوں کے دکھانے اور سنانے کے واسطے۔ اور اگر کوئی حق بات کہے تو غرور کے مارے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور وہ کام کرتے ہیں۔ جو بے فائدہ ہوتے ہیں۔ اور بیہودہ باتیں بناتے رہتے ہیں جو بے فائدہ ہیں۔ کہیں لاف زنی ہو رہی ہے اور کہیں دوسرے لوگوں کے حال کی آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اسی حالت میں چھوڑ رکھنا جس پر ہے۔ حالانکہ عبادت کا منشاء ہے کہ اپنی حالت کی نگہبانی اور اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے اللہ کے احکام میں سستی کرنا اور مخلوق خدا کی عزت اور ان کے لئے دین میں سستی کرنا' اور اپنے عملوں پر مغرور ہونا اور ایسے کاموں میں جو خود کئے ہی نہیں۔ لوگوں کی تعریف چاہنا' لوگوں کے عیبوں کی تفتیش میں لگے رہنا۔ اور اپنے عیبوں سے چشم پوشی کرنا۔ خداوند کریم کی نعمتوں کو بھلا دینا' اور جو نعمت تجھ کو اللہ نے دی ہے۔ اس کی نسبت تو یہ نہیں کہتا کہ خداوند کریم نے تجھ کو عطا کی ہے بلکہ یہ کہ میں نے کمائی ہے۔ یا یہ فلاں فلاں شخص نے دی۔ جس کو اللہ نے ان کے تابع کر رکھا ہے۔ اور وہ صرف اس کی نعمت کے ظاہری اسباب ہیں۔ دنیا کی ظاہر باتوں پر تو عمل کرتے ہیں۔ اور خدا کی مقرر کی ہوئی حدوں اور اصولوں پر

نگاہ ہی نہیں پڑتی۔ اور جو کام کرتے ہیں اس کو بے جا کرتے ہیں۔ اپنے اپنے محل اور موقع پر نہیں کرتے۔ خوشی اور خرمی میں تو مستغرق ہیں۔ اور خدا کے خوف کو دل سے خارج کر رکھا ہے۔

اور یاد رکھیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں ہے۔ بڑی خرابی ہوگی۔ اور حکمت الٰہی کا نور بھی ان کے دلوں میں نہیں رہے گا۔ اور اس نور کا خارج ہو جانا بہت برا ہے۔ کیونکہ جس قدر نور زیادہ ہوتا ہے۔ اسی قدر ہی خداوند تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ اور جس قدر آدمی نور کے ساتھ الفت رکھے اور اس کو سمجھے اسی قدر ہی یہ نور آدمی کو دوسرے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور ہمیشہ کے واسطے نیک بختی اور ابدی رستگاری حاصل ہوتی ہے اور پوری نعمت ملتی ہے۔ کیونکہ جب انسان کو خوف کے مارے ذلت اور خواری نصیب ہوتی ہے۔ اور اس پر آدمی صبر اور شکر کرتا ہے۔ تو اس سے اس کو نیک بختی ملتی ہے۔ اور خدا کے دوستوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اور خدا کے برگزیدہ اور خالص لوگوں اور شہیدوں اور عالموں اور ان عارفوں میں جو اس کی تقدیر کو پہچانتے ہیں۔ اور پیغمبروں کے ابدالوں کے گروہ میں مل جاتا ہے۔ اور تیرا تو یہ حال ہو رہا ہے۔ کہ اگر تم کو اللہ کے دین میں مدد دینے کی ضرورت پڑے تو اس میں سستی کرتا ہے۔ اور ایسے آدمیوں سے مخالفت رکھتا ہے۔ جو دین کے مدد گار ہیں۔ اور خدا کے دوست ہیں۔ اور اس کے راستے میں قائم اور لوگوں کو خدا کی عبادت کی طرف دعوت کرنے والے ہیں۔ اور خدا کے عذاب سے اس کے بندوں کو ڈراتے ہیں۔ اور خدا کی رحمت اور اس کے بہشت کا وعدہ دیتے ہیں۔ دیکھو تمہارا کیسا چلن ہو رہا ہے۔ تم اپنی جنس کے آدمیوں سے ظاہر اور باطن میں دوستی اور موافقت رکھتے ہو۔ اور اس قسم کے لوگوں سے تمہاری دشمنی ہو رہی ہے جو خداوند کریم کے برگزیدہ ہیں۔ اور نیکوکار اور نیک کردار ہیں اور شکستہ دل ہیں اور یاد رکھو کہ رحمٰن کے ہم نشین وہی ہوتے ہیں۔ جو ہمیشہ سختی میں بسر کرتے ہیں۔ اور فرمانبرداری اور کمر اطاعت کو چست باندھے ہوئے ہیں اور اس کی نعمت پر شاکر ہیں اور خلوص عقیدہ کے خلعت کو اوڑھے ہوئے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے خاص بندے مشہور ہیں۔ اور دنیا کی عزت اور دولت کی ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس سے بے پرواہ ہیں۔ اور قبر کے عذاب اور اس کی تنگی سے امن میں ہیں۔ اور ان کو روز قیامت کے ہول اور حساب و کتاب اور تنہائی کا خوف اور خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔ اور وہاں ہر ایک طرح کی نعمتوں میں تازگی اور خوشحالی سے وقت کاٹیں گے۔ اور بہشت کی جتنی لطیف اور پاکیزہ چیزیں ہیں۔ وہ ان کی خواہش کے موافق ہر لحظہ ان کے پاس موجود رہیں گی۔ اور ان سب طرح کے لوگوں سے تیری مخالفت ہو رہی ہے۔ اور دنیا کی راحت اور نعمت اور دولت پر تو مغرور ہو رہا ہے۔ اور اس سے غافل ہو کہ تم سے پہلے ایسے ہی ناز پروردہ تھے جیسے کہ تم ہو وہ سب چل بسے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اس دار فانی سے کوچ کر جاؤ گے۔ کیسے کیسے لوگ ذی رتبہ اور باجاہ و جلال بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ اور دولت سے مالا مال مثلاً فرعون' ہامان' قارون' شداد' عاد' قیصر اور کسرے وغیرہ سب ہی فناء ہو کر فانیوں میں مل گئے ہیں۔ زمانہ نے ان کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور اپنے دام فریب میں پھنسا ہی لیا ہے۔ اور آرزوؤں نے خداوند کریم کی طرف سے ان کو بھی غافل ہی کر دیا۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا کہ اپنے آرام کے اسباب اور اپنے واسطے ہی مال کے جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور حق بات کو بھول گئے۔ یہاں تک کہ اچانک شہنشاہ علی الاطلاق کی طرف سے حکم قضا آپہنچا اور دم بھر کر اور آنکھ بند کر کے آگے چل بسے اور ان کی سلطنت برباد ہو گئی۔ اور مال اور خزانہ سب کچھ جاتا رہا۔ اور ان کے آرام کرنے کے نرم اور ملائم بسترے سب چھین لئے گئے۔ اور جن گھروں کو انہوں نے اپنے مضبوط قلعے سمجھا ہوا تھا۔ ان سے انہیں نکال باہر کیا۔ اور ملک اور دولت اور عزت جس پر مغرور اور مدعی ہو رہے تھے۔ ان کے عوض میں ان کو خواری اور ذلت نصیب ہوئی اور جو امانت انکے سپرد کی گئی تھی۔ اسکے مطالبہ سے بھی نہیں چھوٹیں گے اور عاریتہ لی ہوئی چیزیں جو انکے پاس امانت رکھی گئی تھیں۔

پس جس چیز کے یہ لوگ منکر تھے خداوند تعالیٰ سے وہ انکو پہنچ گئی یعنی عذاب کا ہونا اور اپنے افعال اور کردار پر بھی ان کو اطلاع دی گئی اور اس دار فانی میں جو کچھ کمایا تھا اس پر ان سے سختی سے حساب لیا گیا اور دوسرے کے حق کو چھینا جس کا انجام یہ ہوا کہ حاکم ازلی کی مجلس میں بڑی تنگی اور سختی کے ساتھ گرفتار کئے گئے۔ جیسا کہ دنیا میں یہ لوگ دوسروں کو ناحق قید کرتے تھے۔ اور ان کو سختی میں ڈال کر بڑے بڑے عذاب دیتے تھے اسی طرح ان کو بھی عذاب دیا گیا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو دوزخ میں ڈال دیا۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں کو دوزخ کی آگ میں جلایا۔ اور ان کی گردنوں میں آگ کے طوق ڈالے۔ اور ان کے پاؤں کو زنجیریں ڈالیں۔

اور ان کی خوراک زقوم اور ضریع بنائی جو ایک قسم کے کانٹے اور بڑے کڑوے ہیں۔ اور پینے کے واسطے ان کو گرم پانی دیا۔ اور جب

دوبارہ پیاس ہوئی تو ان کو دوزخی آدمیوں کے زخموں کی پیپ پلائی- غرض جو لوگ گذر گئے ہیں- کیا ان کے حالات تجھ کو نصیحت اور عبرت نہیں دلاتے- بہت بڑی نصیحت اور عبرت دیتے ہیں- ابھی تو وہ لوگ دولت اور ملک کے مالک تھے- اور ابھی وہ ان سے نکال باہر کر دیئے گئے اور وطن سے جلاوطن ہوئے اور کچھ کچھ یادگار باقی چھوڑ گئے- اور بعض کو یادگار چھوڑنی بھی نصیب نہ ہوئی اور جنہوں نے خدا کے بندوں پر ظلم کیا- اپنے محلوں میں بیٹھ کر بے چارے غریبوں کا منہ توڑا- ان کا سر توڑا- ان کی پیٹھ توڑی غریب اور مسکینوں کی آنکھیں جو ستم رسیدہ اور بلادیدہ تھیں- ان کے ظلم سے خون روئیں- اور بہت سے نیک کردار امیر تھے- جو ان کے ظلم سے خوار اور ذلیل ہو کر فقیر ہو گئے- بہت سی بدعتوں اور بری رسموں کو دنیا میں جاری کیا- بہت سے عقل مند اور حکیم اور دانا آدمیوں کے دلوں کو توڑا- اور ان کو غصہ دلایا- آخر ان کے حق میں خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں خدا پرست اور صاحب دل لوگوں نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان کے درد اور غم آلودہ دلوں پر خدا کریم نے رحم کیا اور ان کو دست تعدی سے بچانا چاہا- اس لئے ان کی دعاء قبول کی- اور مقرب فرشتوں نے ان مظلوموں کی آہ و زاری خدا تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی اور وہاں انصاف کے سوا ظلم کسی پر ہوتا ہی نہیں- اس واسطے اللہ جل شانہ نے ان کے دلوں میں نظر ڈالی- کیونکہ وہ دلوں کے حال سے بخوبی واقف ہے اور ان کے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا اور اس کو دیکھا بھالا ہوا ہے اس لئے خداوند نے فرشتوں کو جواب دیا کہ چاہے میں کچھ دیر کے بعد ہی مدد کروں مگر ان ستم رسیدہ لوگوں کی میں ضرور مدد کروں گا- اور ان ظالم اور نافرمان آدمیوں کو بیخ اور بن سے اکھاڑوں گا- اس لئے خداوند تعالیٰ نے ان سب ظالموں کو برباد کر دیا- تم دیکھتے ہی نہیں ہو کہ اب ان میں سے کوئی باقی ہے یا نہیں- کسی قوم کے لوگوں کو تو پانی میں غرق کر دیا ہے اور کسی قوم کے لوگوں کو زمین میں دھنسایا گیا ہے کسی پر پتھر برسائے اور اس کو ہلاک کیا- کسی قوم کی صورتوں کو مسخ کر دیا- اور ایک قوم کے لوگوں کے دل پتھر کی مانند سخت ہو گئے- اس لئے' ان کے دلوں پر کفر اور شرک کی مہر لگا دی اور زنگ آلود کر کے ان پر تاریکی ڈال دی- اور جب ان کا یہ حال ہوا تو اسلام اور ایمان کے نور نے بھی ان کے دلوں پر کوئی اثر نہ کیا- اور پھر خداوند تعالیٰ نے عذاب کے پنجہ میں بڑی سختی کے ساتھ گرفتار کر لیا اور ان کو جاں گداز اور آتشیں سرائے میں دھکیل دیا- جہاں ہر وقت ان کے پوست پگھلتے رہتے ہیں- اور پک کر گل جاتے ہیں- اور جب پہلا چمڑا اس طرح نیست و نابود ہو چکتا ہے- تو پھر نئے سرے سے ان کو نیا چمڑا دیا جاتا ہے- تاکہ پھر دوسرا عذاب بھی پہلی طرح ہی محسوس کریں- اور اسی طرح ہمیشہ کے واسطے دوزخ کی آگ میں عذاب پا رہے ہیں اور اس میں پڑے جلتے اور گلتے ہیں- اور جو ان کو طعام دیا جاتا ہے- وہ گلو گیر ہوتا ہے- اور دردناک عذاب ہے جو ہمیشہ کے واسطے ان کو نصیب ہوا ہے- جب تک آسمان اور زمین موجود ہے تب تک اسی عذاب میں ہی گرفتار رہیں گے- نہ ہی یہ مریں گے اور نہ ہی اس عذاب سے ان کا چھٹکارا ہو گا- پس ان کی ہلاکت اور ان کے عذاب کے دنوں کی کوئی حد اور انتہا مقرر نہیں ہے- اور ان کی گذران ایسی تنگی میں ہی ہے- اور کوئی ایسی خوشی نہیں ہے جو ان کے پاس آنے پائے ان کے سانس اور روح نہ نکل سکے گی- ہمیشہ جان کنی کی حالت میں گھٹ گھٹ کر پڑے بسر کرتے ہیں- ان کی جتنی امیدیں ہیں وہ سب منقطع ہیں آوازیں بند ہیں- کلیجے منہ کو آرہے ہیں چیختے چیختے گلے بیٹھ گئے ہیں- اور زبانیں گنگ ہو گئی ہیں- اور ہر وقت ان کے نام یہ فرمان الٰہی نازل ہو رہا ہے- کہ تم کوئی بات نہ کرو- اور چپ چاپ دوزخ کی غار میں چلے جاؤ- پس اے غریب بھائیو! تم خداوند کریم کے ہاں پناہ مانگو اور ان بدکار لوگوں کے سے کام نہ کرو- اور نہ ہی ان کا راستہ اختیار کرو- اور نہ ہی انکی پیروی کرو اور پھر توبہ کرنے کے سوا ہی مر جاؤ- اور غفلت اور بے خبری میں پکڑے جاؤ اور تجھ کو عذر اور کوئی جواب پیش کرنے کا موقع بھی نہ مل سکے اور خلاصی ہو- اسی طرح تجھ کو زاد راہ اور گزرنے کے وسائل آگے بھیجنے کی فرصت ہی نہ مل سکے- تو اس صورت میں تم کو بھی وہی عذاب بھگتنا پڑے گا- جو ان ظالم اور بے ایمانوں اور بدکاروں کو بھگتنا پڑا ہے-

توبہ کی شرطیں اور اس کی کیفیت

توبہ کی شرطیں تین ہیں- پہلی شرط تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے برخلاف جو فعل کئے گئے ہوں' ان سے پشیمان ہو جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پشیمانی توبہ ہے- اور اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا دل نرم ہو جاتا ہے- اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں- اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرو جو توبہ کرنے والے ہیں- کیونکہ وہ نرم دل ہوتے ہیں- دوسری شرط یہ ہے کہ ہر حالت اور ہر ایک ساعت میں گناہوں کو ترک کر دے- تیسری شرط یہ ہے کہ جو گناہ پہلے کر چکا ہے- پھر ان کی طرف رجوع نہ کرے اور ان کا ثبوت ابی بکر واسطی کے قول میں موجود ہے- جب آپ سے پوچھا گیا کہ خالص توبہ کی کیا علامت ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ جو آدمی توبہ کرنے والا ہو اس کے ظاہر اور باطن میں گناہ کا کوئی اثر باقی نہ رہے- اور جو آدمی خالص توبہ کرتا ہے- اس کو یہ پرواہ

نہیں ہوتی کہ رات اور دن کیونکر گزر رہے ہیں۔ اور گناہ پر نادم ہونے سے دل میں یہ قصد پیدا ہوتا ہے۔ کہ جو گناہ پہلے کر چکا ہوں ان کی طرف پھر رجوع نہ کروں اور ندامت کا باعث سابقہ گناہوں کا علم ہوتا ہے اور گناہ انسان اور معبود حقیقی کے درمیان اور دنیا کی خوشی اور آخرت کی سلامتی کے درمیان پردہ ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ گناہوں کے سبب سے بندہ اپنے رزق کثیر سے محروم کیا جاتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ زنا فقیری اور محتاجی پیدا کرتا ہے۔ اور بعض عارف لوگوں نے کہا ہے کہ اگر تو اپنی زندگی میں تغیر دیکھے اور رزق میں تنگی اور پریشانی معلوم کرے تو جان لے کہ میں نے اپنے مالک کے کسی حکم کو ترک کر دیا ہے۔ اور نفس امارہ کی پیروی کی ہے۔ اور جب لوگ تجھ پر زبان درازی اور دست اندازی کریں اور تیری جان اور اہل اور تیرا مال اور تیرے بال بچے معرض ہلاکت میں پڑ جائیں تو اس سے یہ سمجھ لے کہ میں نے خداوند کریم کے کسی منع کئے گئے کام کو کیا ہے۔ اور کسی کے حقوق کو چھینا ہے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے قدم بڑھایا ہے۔ اور آداب طریقت کو جلا دیا ہے۔ اور جب غم اور اندوہ اور سختی کا تیرے دل پر اجتماع ہو جائے تو اس سے یہ جان لے کہ تو نے تقدیر الٰہی اور قضاؤ قدر پر اعتراض کیا ہے۔ اور اس کے وعدہ کے خلاف ہوا ہے۔ اور خدا کے کاموں میں لوگوں کو شریک کیا ہے۔ اور اس کے اوپر تو نے اعتبار نہیں کیا۔ اور اس کی رضا پر راضی نہیں ہوا۔ اور اس کی تدبیر کو جو تیرے اور مخلوق کے درمیان کی ہے نہیں مانتا۔ پس جب تائب ان باتوں کو دیکھے اور ان میں غور کرے تو اس سے اس کے دل میں ندامت اور شرمندگی پیدا ہوتی ہے اور ندامت دل کا دردناک ہونا ہے۔ جب انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا مطلوب اور میری مرغوب چیز مجھ سے فوت ہو گئی ہے۔ تو اس سے اس کے دل میں حسرت اور افسوس بڑھتا ہے۔ اور گریہ زاری کرتا ہوا جاں گداز نالے نکالتا ہے جو دل کے درد سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ارادہ کرتا ہے کہ جن کاموں کے باعث مجھ پر یہ مصیبت آئی ہے اور جو زہر قاتل اور درندے اور جلانے والی آگ اور کاٹنے والی تلوار سے بھی زیادہ ضرر دینے والے ہیں۔ پھر ان کاموں کو ہرگز نہ کروں اور یقیناً جس طرح مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔ اسی طرح دوسری مرتبہ ایسے گناہوں سے بھی بچتا ہے۔ جو ایسے ضرر دینے والے اور ہلاک کرنے والے ہیں۔ غرض گناہوں میں تو کلی ہلاکت ہے اور عبادت اور طاعت میں کلی بقا ہے اور ہمیشہ کی سلامتی ہے اور دنیا اور آخرت کی نیک بختی، پس کیا ہی اچھا ہوتا اگر خداوند کریم گناہوں کو پیدا ہی نہ کرتا اور نہ ہوتے۔ بہت سی نفسانی خواہشیں ایسی ہیں کہ ان کی لذت تو صرف ایک لحظہ بھر رہتی ہے۔ مگر ان سے لمبے غم اور بڑی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور لمبی عمریں کوتاہ ہو جاتی ہیں۔ اور ان نفسانی شہوتوں کی شامت کے باعث بہت لوگ آگ میں جل کر ہلاک ہوتے ہیں۔ قصد وہ ارادہ ہے جو ندامت کے سبب گناہوں کے ترک کرنے کے واسطے انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر اس کے تدارک میں مشغول ہو جاتا ہے۔

اس ارادہ کا تعلق زمانہ حال سے ہے۔ اور ہر ایک حرام جس میں آدمی مبتلا اور آلودہ ہوتا ہے۔ اس کے ترک کرنے کا باعث بھی یہی ہے۔ اور اس ارادہ کا تعلق زمانہ مستقبل سے یہ ہے کہ انسان اپنے فرضوں کو ہمیشہ ادا کرتا ہے۔ اور نیک باتوں کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ تاکہ گذشتہ زمانہ کی تقصیروں کا معاوضہ ہو جائے اور خداوند اور اس کے رسول کی ہمیشہ فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور وہ مرتے دم تک نافرمانی اور عذاب کے خطرہ سے بچا رہتا ہے۔ اور گذشتہ زمانہ کی نسبت اس کے ارادہ کی صحت کی شرائط یہ ہیں کہ گذشتہ عمر کی طرف اپنا خیال دوڑائے اور یہ اندازہ کرے کہ سن بلوغ سے لے کر توبہ کرنے کے زمانہ تک کتنے سال اور مہینے گذرے ہیں۔ اور کتنے دن اور کتنی ساعتیں اور سانس گزرے ہیں۔ اور اس کے بعد اپنی عبادات کے تصور کا خیال کرے اور یہ خیال کرے کہ کون کونسے گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ پس جو عبادت ترک ہوئی ہو اگر وہ نماز ہے تو دیکھے کہ کیا میں نے اس کو بالکل پڑھا ہی نہیں اور اگر پڑھا ہے تو اس کے ارکان اور شرائط کو پورا کیا ہے یا نہیں۔ مثلاً وضو کے بغیر پڑھی ہے یا ناقص اور خلل والے وضو سے پڑھی ہے یا وضو کی شرطوں میں سے کوئی شرط رہ گئی ہے۔ جیسے نیت ہے یا کوئی واجب ترک ہو گیا ہے۔ جیسے کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا، منہ دھونا یا وضو کے اعضاء میں سے کسی کا نہ دھونا یا ناپاک کپڑا یا ریشمی کپڑا پہن کر نماز پڑھنی یا ایسے کپڑے اور زمین پر نماز پڑھنی جو غصب کیا گیا ہو یا کی گئی ہو۔ پس جو نمازیں اس حالت میں پڑھی ہوں یا ترک کی ہوں ان سب کو پھر قضا کرے بلوغ سے لے کر توبہ کے وقت تک پس نماز فرضوں کا قضاء کرنا شروع کرے اور پڑھتا رہے۔ یہاں تک کہ نماز حاضر کا وقت تنگ ہونے لگے۔ پس نماز حاضر کو ادا کرے۔ اور اسی طرح فوت شدہ نمازیں ادا کرتا رہے۔ یہاں تک کہ آخری نماز پڑھتا رہے۔ یہاں تک کہ اس نماز کا وقت تنگ ہونے لگے۔ جو امام کے ساتھ پڑھی ہے۔ تو اس کو اب اکیلا پڑھ لے۔ قضا کی ترتیب میں خلل نہ آئے۔ اور اگر امام کے پیچھے موجودہ وقت کی نیت کر کے جماعت میں پڑھی ہے۔ تو پھر اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دوسری دفعہ اس وقت کی نماز علیحدہ پڑھے۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور اگر ایسے لوگوں میں سے ہے۔ جن کے دین

میں خلط ملط اور فساد واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے بھی ان کے حال سے خبر دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ دوسرے لوگ وہ ہیں کہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ اور انہوں نے نیک عملوں میں برے عملوں کو ملا دیا ہے۔ نزدیک ہے کہ اللہ جل شانہ ان کی توبہ کو قبول کرے۔ ان لوگوں پر اگر ایمان غالب ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں تو وہ نیک عمل کرتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں نجاستوں اور حرام سے جو شرع میں منع ہیں پرہیز کرتے ہیں۔ اور اپنے دین میں بھی کامل احتیاط کرتے ہیں۔ اور کبھی بدبختی اس پر غالب آجاتی ہے اور شیطان اس کو پھسلاتا ہے تو وہ اپنی نماز میں نقصان کرنے لگتا ہے۔ اور شرائط اور ارکان اور واجبات کے بجالانے میں سست اور کاہل ہو جاتا ہے۔ بعض کو تو ان میں سے ادا کرتا ہے اور بعض کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور یا ایسا کرتا ہے۔ کہ ایک دن تو نماز کو پڑھ لیتا اور کئی کئی دن چھوڑ دیتا ہے اور ایسا کرتا ہے کہ رات اور دن میں ایک دو نمازیں پڑھ لیتا ہے۔ اور باقی سب چھوڑ دیتا ہے۔ پس اس کو اس باب میں غور و فکر کرنا چاہئے۔ اگر اس کو یقین ہے کہ جو نمازیں میں نے ادا کی ہیں۔ وہ شرعی احکام کے مطابق جائز طور پر ادا کی ہیں۔ تو اس صورت میں ان کی قضا کرنی ضروری نہیں۔ اور باقی کے واسطے قضاء جائز ہے اور اگر کوئی اولیت کو پسند کرے اور اپنے نفس پر شفقت اور مہربانی کرنا چاہتا ہے۔ تو اس پر یہ سختی اور دشواری کرے کہ سب نمازوں کی قضا سلسلہ وار پڑھے۔ اور ایسی احتیاط کرنی سابقہ گناہوں اور تقصیروں کا کفارہ ہے۔ اور ان کی اصلاح ہے۔ اور جو ایسا کرے گا۔ اس کو قیامت کے روز بڑے درجے ملیں گے۔ اور بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ مگر بہشت میں اسی صورت سے دخول ہو گا۔ کہ توبہ اور اسلام اور سنت پر مرے گا۔ اور اگر کوئی شخص فرضوں کی قضا سے فارغ ہو جائے اور اللہ اس کی عمر دراز کرے۔ اور اس کو ایک مدت تک مہلت دے اور اس کو اپنی خدمت کی توفیق دے۔ اور اس کو اپنی عبادت کے واسطے پسند کرے۔ اور اس کو اس پر قائم کرے اور اس کو اپنے محبوں کی جماعت میں شامل کرے۔ اور اس کو گمراہی سے بچائے۔ اور اس کو شیطان کی موافقت اور پیروی سے بچائے۔ اور نفسانی خواہشوں اور اس کی لذات سے بچے۔ اور وہ شخص دنیا کو پس پشت ڈالے اور عاقبت کا دھیان لگائے۔ تو وہ ان موکدہ سنتوں کو قضاء کرے۔ ان سب باتوں کا لحاظ رکھ کر جو فرضوں کے واسطے بیان ہوئی ہیں۔ اور اس کے بعد پھر تہجد اور رات کی نماز پڑھنی شروع کر دے۔ اور وہ وظیفے پڑھے جن کا بیان ہم انشاء اللہ کتاب کے آخر میں کریں گے۔

اور اگر سفر یا مرض میں یا عمداً روزے ترک ہو گئے ہوں یا رات کے وقت سہواً یا دیدہ دانستہ نیت نہ کی ہو تو ان سب روزوں کی قضاء کرے۔ اور اگر کوئی شبہ ہو تو اچھی طرح فکر کرے۔ اور جن کے ترک کا گمان غالب ہو ان کو تو قضاء کرے اور باقی چھوڑ دے اور اگر احتیاط منظور ہو تو سب کو قضاء کرے۔ اور اس کے لئے بہتر ہے۔ اور سن بلوغ سے لے کر توبہ کے وقت تک اگر دس سال مدت ہو تو قضا کے روزے دس مہینے رکھے۔ اور اگر یہ مدت بارہ سال ہو تو اس صورت میں ایک سال روزے قضا کرے یعنی ہر ایک سال کے واسطے ایک مہینہ اور وہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اور زکوٰۃ کے باب میں اس طرح کرے کہ اپنے تمام مال کا اس وقت سے حساب کرے۔ جب سے اس کا مالک ہوا ہے۔ اور ان برسوں کا حساب کرے بالغ اور عاقل ہونے کے زمانہ سے شمار نہ کرے کیونکہ لڑکے اور دیوانہ پر بھی زکوٰۃ ہمارے نزدیک واجب ہے۔ پس چاہئے حساب کر کے زکوٰۃ الگ کر لے اور حقداروں یعنی فقیروں غریبوں وغیرہ پر بانٹ دے اگر بعض برسوں کی زکوٰۃ تو ادا کی ہے۔ اور بعض کی نہیں کی ان میں سستی کر دی ہے۔ تو اس صورت میں ان سالوں کی ہی نکالے جن میں زکوٰۃ نہیں دی۔ اور زکوٰۃ کی قضاء بھی اسی طرح سلسلہ وار کرے۔ جیسا کہ نماز اور روزوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اگر کسی پر شرائط کے موافق حج کا ادا کرنا واجب تھا۔ اور اس نے اس کو ادا نہیں کیا۔ اس میں تقصیر اور سستی کی ہے۔ یا فقیر اور محتاج ہو گیا تھا۔ اور پھر مالدار ہو گیا ہے۔ اور حج کرنے پر اس کو قدرت ہوئی ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں اس کو حج کے واسطے نکلنا واجب ہے اور حج کا ارادہ بھی کرے اور اگر اس کے پاس اس قدر مال نہیں ہے کہ وہ حج کے اخراجات کے واسطے کافی ہو۔ مگر اس میں بدنی طاقت ہے تو وہ اس کو مفلسی کی حالت میں بھی حج کے واسطے نکلنا واجب ہے۔ اور اگر وہ بغیر مال کے حج کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو پھر کسب حلال اختیار کرے۔ اور جب توشہ اور سواری کے واسطے کافی کما لے۔ تو اس وقت حج کے واسطے چلا جاوے۔ اور اگر اس کو کسب کرنے پر قدرت نہیں ہے۔ تو مسلمانوں سے سوال کرے اور اگر وہ زکوٰۃ اور صدقہ کے مال سے اس کو دیں اور اس حج پر مقدور پائے تو حج کو جائے۔ اور ہمارے نزدیک صدقہ اور زکوٰۃ کا مال حج کرنے والے کو دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی آٹھ مصرفوں میں سے ایک ہے۔ خداوند تعالیٰ کا قول ہے کہ خدا کے راستے میں صدقے دیں۔ اگر کوئی حج کرنے کے بغیر مر گیا تو وہ عاصی گناہگار مرا۔ کیونکہ اس نے حج ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اگر کسی کو توشہ اور راستہ کا خرچ میسر آجائے تو اس پر فوراً حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی آدمی توشہ اور سواری پر قدرت رکھتا ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور باوجود اس کے حج نہ کرے۔ اور اسی حالت میں مر جائے تو اس کا مرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی یہودی یا نصرانی کا مرنا

یا کسی اور ایسے ہی دوسرے آدمی کے برابر ہے جو اسلام کے سوا کسی دوسرے دین میں ہو۔ اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اگر حج کرنے کے سوا مر جائے تو چاہے وہ یہودی دین میں مرے اور چاہے نصرانی دین میں برابر ہے۔ اور جو یہ ارشاد کیا گیا ہے یہ اس واسطے ہے کہ انسان حج کے حکم کو بجا لائے اور حج کے ضائع ہو جانے سے خوف کرے۔ ور اگر کوئی آدمی تائب ہو اور اس پر کفارے اور نذریں واجب الاداء ہوں تو وہ ان کے ادا کرنے کی کوشش کرے اور ان میں احتیاط کرے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اب اپنے گناہوں کی طرف خیال کرے اور فکر کرے کہ بالغ ہونے سے اس وقت تک میں نے اپنے کانوں اور زبان اور آنکھوں اور ہاتھوں اور پاؤں اور شرمگاہ اور بدن کے دوسرے اعضاء سے کون کون سا گناہ کیا ہے۔ اور جس قدر معلوم ہو ان کی مفصل فہرست اپنے نفس کے سامنے کھولے یہاں تک کہ اپنے سب صغیرے اور کبیرے گناہوں سے بخوبی واقف ہو جائے اور جو لوگ ان گناہوں کے کرنے میں اس کے ساتھ شریک رہے ہوں۔ ان کو بھی یاد کرے اور جس مقام پر بیٹھ کر گناہ کیا ہو اس مقام کو بھی یاد کرے اور جن گھروں میں دوسرے لوگوں کی نظروں سے چھپ کر گناہ کیا ہو۔ ان گھروں کو بھی یاد میں لائے۔ اور اس کا یہ خیال تھا کہ میں لوگوں کی نظروں سے چھپ کر گناہ کرتا ہوں۔ اور وہ غافل تھا کہ ایک ایسے شخص کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ جو کبھی نہیں سوتا۔ اور ان فرشتوں کی آنکھیں ذرا بھی نہیں سوتیں۔ جو آدمی کی نیکی اور بدی کا حال ہمیشہ دیکھتی رہتی ہیں۔ اور سب کچھ دیکھ کر اس کے اعمال نامہ میں لکھتے رہتے ہیں۔ ان فرشتوں سے کوئی بات اور کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہوتا۔ اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ ایک نگہبان نہ مقرر ہو' ہر ایک کے ساتھ ایک نگہبان مقرر کیا گیا ہے اور آدمی اس سے غافل ہوتا ہے۔ کہ خدا کے حکم کے موافق میرے اوپر دو نگہبان مقرر ہیں۔ جو سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو آگے لگا ہوا ہے اور ایک پیچھے ہے اور یہ دونوں خداوند تعالیٰ کے فرمان کے موافق اس آدمی کی حفاظت کرتے ہیں اور سانسیں بھی شمار کرتے رہتے ہیں۔ اور آدمی اس سے غافل ہے کہ اللہ جل شانہ تو ظاہری اور باطنی سب بھیدوں کو جانتا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ وہ اپنے کو دھیان میں لائے۔ اور ان کے حالات اچھی طرح دیکھے کہ میں نے جو گناہ کئے ہیں۔ وہ خدا سے ہی علاقہ رکھتے ہیں۔ یا خداوند تعالیٰ اور بندوں دونوں سے متعلق ہیں۔ اگر وہ گناہ بندوں سے متعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہی علاقہ رکھتے ہیں۔ جیسے زنا کرنا ہے' شراب کا پینا اور راگ سننا اور نامحرم کی طرف نگاہ کرنی ہے۔ اور نجاست کی حالت میں مسجد میں جانا۔ بے وضو قرآن مجید کو چھونا' بدعت کا معتقد ہونا تو اس صورت میں وہ ندامت اور افسوس کرے۔ اور خدا کی درگاہ میں عذر خواہی کے واسطے حاضر ہو اور توبہ کرے۔ اور اپنے گناہوں اور ان کی مدت کا شمار کرے اور ان کے عوض میں نیکی کرے اور ہر ایک گناہ کا بدلہ نیکی سے اس کی حیثیت کے موافق کرے کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ "نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔"

اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تو جس جگہ ہو وہیں خدا کا خوف کر اور ہر ایک بدی کے بعد نیکی کر جو اس بدی کو دور کر دے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک بدی کا کفارہ وہ نیکی ہے جو اس کی جنس سے ہو یعنی مشابہت میں اسکی نزدیکی اسی گناہ سے ہو نہ کسی دوسرے گناہ سے پس شراب پینے کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے عوض میں ایسا شربت پلائے جو حلال اور خوشگوار اور پاک اور طیب ہو اور اگر سرود سنے تو اس کا کفارہ قرآن اور حدیث کا سننا ہے اور جو صالح لوگ گزرے ہیں۔ ان کی حکایتیں سنے' اور اگر ناپاکی کی حالت میں مسجد میں بیٹھا ہے۔ تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کرے اور وہاں خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو۔ اور اگر بے وضو قرآن شریف کو چھوا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ کلام مجید کی بہت زیادہ بزرگی اور تعظیم کرے اور کثرت کے ساتھ پڑھے اور ہمیشہ طہارت کے ساتھ کلام اللہ کو ہاتھ لگائے اور قرآن مجید میں جو نصیحتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے اور کلام اللہ کی حرمت کرے اور اس پر عمل کرے۔ اور قرآن کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر مسلمانوں کے پڑھنے کے واسطے اس کو وقف کر دے۔ اور اگر کسی نے خداوند تعالیٰ کے بندوں پر ظلم کیا ہے۔ تو اس سے بھی وہ اللہ کی نافرمانی کرنے کا گناہ گار ہوا ہے۔ کیونکہ خدا نے ظلم کرنے سے اپنے بندوں کو ایسا ہی منع کیا ہے۔ جیسا کہ زنا کرنے اور شراب پینے اور سود کھانے سے منع فرمایا ہے۔ پس جو ظلم تو ایسے ہوں۔ کہ ان کا علاقہ خداوند تعالیٰ سے ہے۔ ان کا کفارہ تو یہ ہے کہ انسان نادم ہو اور حسرت کھائے اور خدا کی درگاہ میں توبہ کرے اور آئندہ کے واسطے ان گناہوں سے بچے رہنے کا پختہ ارادہ کرے۔ اور اس کے عوض نیک کام کرنے اختیار کرے۔ تاکہ کفارہ پورا ہو جائے۔

اور اگر کوئی لوگوں کو ایذا پہنچائے تو اس کا کفارہ ان لوگوں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اور ان کے حق میں نیک دعا کرنا۔ اور اگر کسی کو زبان سے ایذا دی ہو یا مارنے سے اس کو رنج پہنچایا ہو۔ اور وہ آدمی فوت ہو چکا ہے تو اس صورت میں اس کے حق میں رحمت کی دعا کرے۔ اور اس کے فرزند اور وارث باقی ہوں۔ تو ان سے بھی احسان اور نیک سلوک کرے۔ اور اگر کسی نے دوسرے کو اس کا مال چھین لینے سے ایذا دی ہے۔ اس صورت میں اللہ کے حقوق میں مداخلت ہوتی ہے۔ اس کا کفارہ صدقہ ہے۔ اور صدقہ اس مال سے دے جو حلال سے رکھتا ہو۔ اور اگر غیبت

کرنے یا چغلی کھانے یا عیب لگانے سے کسی کی آبروریزی کی ہے۔ تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے ایسا سلوک کیا ہے۔ ان کی تعریف کرے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اہل اسلام ہوں اور فرقہ سنت اور جماعت سے جو ستائش اور تعریف کے لائق باتیں ہوں۔ جن کو وہ جانتا ہے۔ ان سے نزدیکیوں اور مجلسوں اور مجمعوں میں ان لوگوں کی تعریف کرے اور کسی کا قتل کرنا خداوند تعالیٰ کے حقوق سے ہے۔ اس کا کفارہ غلام کا آزاد کرنا ہے۔ کیونکہ غلام کا آزاد کرنا گویا اس کا زندہ کرنا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مردہ پھر زندہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مملوک کو بھی مفقود کی طرح اپنے نفس پر قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اللہ ایک غلام کی مثال بیان کرتا ہے۔ جو کسی چیز پر قادر نہیں اس کی سب چیزیں اس کے مولا کے قبضہ اور قدرت میں ہوتی ہیں۔ اور مملوک کا تصرف اور اس کا ہلنا جلنا اور اس کا آرام سب کچھ اسکے مالک کے اختیار میں ہے۔ پس اس صورت میں اگر کوئی بندہ کو آزاد کرتا ہے تو گویا اس کو پیدا اور زندہ ہی کرتا ہے۔ پس گویا قاتل ایسے بندہ کو معدوم کرتا ہے جو خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور اس سے اس نے اللہ جل شانہ کی عبادت میں خلل ڈالا اور خداوند کا گناہ کیا اور جب اللہ کا گناہ کیا تو خدا اس کو حکم کرتا ہے کہ جو بندہ میری عبادت کرنے میں کم ہو گیا ہے۔ اس کو اس کا قائم مقام بنا دیا جائے تا کہ وہ میری عبادت کرے اور یہ بات اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ایسے بندہ کو آزاد کرے جو اس فوت شدہ آدمی کے مقابل ہو اور خدا کی عبادت کرے اور یہ کفارہ جو بیان ہوا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا کفارہ ہے اور بندوں کے حق میں جو مظالم کئے جاتے ہیں۔ وہ ان باتوں میں شامل ہیں قتل انسان لوگوں کے مال اور ان کی آبرو میں بیجا تصرف کرنا۔ لوگوں کی ذات پر ظلم کرنے سے ان کے دل کو دکھانا چاہے اتفاقیہ ہو اور چاہے دانستہ اور اگر کوئی شخص قتل انسان کا خطا کے طور پر سزاوار ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ قاتل کے رشتہ دار یا اس کا ولی مقتول کے مستحق کو مقتول کا خون بہا دیں اور یا سلطانی بیت المال سے خون بہا ادا کیا جائے۔ اور جب تک مقتول کا خون بہا ادا نہ ہو گا تب تک قاتل مقتول کے خون کے ذمہ سے باہر نہیں آ سکتا۔ اور خون بہا عاقلہ کی طرف سے ادا ہو اور یا بادشاہ وقت کے خزانہ سے ادا کیا جائے اور اگر قاتل کے رشتہ داروں میں کوئی آدمی خون بہا ادا کرنے والا نہیں ہے۔ اور سلطانی بیت المال بھی خالی پڑا ہے تو اس صورت میں قاتل سے خون بہا ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر مقتول کے رشتہ داروں میں کوئی موجود نہیں ہے۔ اور قاتل خون بہا ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو اس صورت میں اس کو ایک بندہ آزاد کرنا پڑے گا۔ اس کے سوا اس کو کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ اور اگر نفلی طور پر دیت ادا کرے تو یہ بہتر ہے کیونکہ ہمارے نزدیک قاتل پر دیت واجب نہیں ہے۔ مگر عاقلہ پر واجب ہے۔ اس لئے قاتل ذمہ دار نہیں ہے کہ وہ دیت کو ادا کرے

اور صحیح قول بھی یہی ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ اگر قاتل کے پاس مال ہو تو اس صورت میں اس پر دیت واجب ہوتی ہے۔ مگر قاتل عاقلہ نہ ہو۔ اور یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک دیت کا ادا کرنا پہلے قاتل پر ہی واجب ہوتا ہے اور اس کے رشتہ دار احسان اور تاوان کے طور پر دیت میں شریک ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی اس واسطے ہے کہ آپس میں بطور امداد یہ رسم جاری رہے۔ اور اس حالت میں عاقلہ ذمہ دار نہیں رہتی اور قاتل پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ خون بہا ادا کرے مگر یہ وجوب ایسی حالت میں ہے کہ وہ گناہ کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کے واسطے توبہ کرنی چاہتا ہے۔ اور پرہیزگار ہونے اور آدمیوں کے حقوق سے خلاصی پانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اگر کسی آدمی کو جان بوجھ کر قتل کیا ہے تو اس صورت میں قاتل کی خلاصی قصاص سے ہی ہوتی ہے۔ اس کے سوا نہیں ہوتی۔ اگر قتل انسان ہے تو اس کی بازپرس قاتل کے وارثوں سے کی جاتی ہے۔ اور اگر اس کے سوا کوئی اور ایذا پہنچائی ہے تو اس صورت میں ایذا پہنچانے والے سے ہی جواب دہی ہوتی ہے۔ اور اگر مظلوم آدمی وارث قاتل کی تقصیر کو معاف کر دیں اور قصاص لینے سے دست بردار ہو جائیں تو اس صورت میں اس سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر وارث مال لے کر معافی دینی چاہیں تو قصاص کے عوض میں مال کا خرچ کرنا جائز بیان کیا گیا ہے۔ مال کو خرچ کریں۔ اور تائب کو لازم ہے کہ آئندہ کے واسطے ایسے گناہوں سے باز رہے۔ اور اگر کوئی آدمی کسی کو مار ڈالے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں آدمی میرے مارنے سے مر گیا ہے۔ اور بعد میں معلوم ہو تو وہ قاتل کے ولی کے پاس جا کر اقرار کرے اور اپنی جان کو اس کی قدرت کے قبضہ میں سونپ دے۔ اور پھر مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر چاہے تو قصاص میں اس کی گردن مار دے اور چاہے تو خون بہا کے عوض میں مال لے کر اس کو معاف کر دے اور قاتل قتل کے جرم کو پوشیدہ نہ کرے۔ کیونکہ یہ گناہ ایسا ہے کہ صرف توبہ ہی سے ساقط نہیں ہوتا۔ اور اگر قاتل نے ایک جماعت کو قتل کیا ہے۔ اور ان کو متعدد جگہوں اور مختلف وقتوں میں مارا ہے۔ اور مقتولوں کی تعداد اس کو یاد نہیں رہی اور نہ ہی ان کے وارثوں کو جانتا ہے تو اس صورت میں کفارہ یہ ہے کہ سچے دل سے توبہ کرے اور نیک عمل کرنے شروع کرے۔ اور اللہ جل شانہ کی حدوں کو نگاہ رکھے اپنے نفس کو ان سے نہ گذرنے دے۔ اور نفس کشی کرے۔ یعنی اپنے نفس کو عذاب دے۔ اگر کوئی شخص اس پر ظلم کرے اور ایذا پہنچائے تو اس کو معاف کر

دے-اور غلام آزاد کرے-اور اپنے مال سے صدقہ دے اور دن رات بہت کثرت سے نفل پڑھے تاکہ جتنے زیادہ عمل کرے ان کا اجر قیامت کے روز مقتولوں کے جرم کے برابر ہو جائے ایسا کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے بخش دے گا-اور اس کو بہشت میں بھی جگہ عطا فرمادے گا-کیونکہ اس کی ذات بابرکات نے سب چیزوں کا احاطہ کیا ہوا ہے-اور سب مہربانوں سے وہ بہت زیادہ مہربان ہے اور جب قاتل مقتولوں کو نہ پہچانتا ہو اور نہ ہی ان کے وارثوں کو جانتا ہو تو پھر اس کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ میں نے لوگوں کو قتل کیا ہے-اور ان کو زخم لگائے ہیں-اور راہزنی کی ہے-کیونکہ جب ان کے حقداروں کو جانتا نہیں ہے-کہ کفارہ ادا کرے یا وہ اس کو معاف کردیں-تو پھر ذکر کرنے سے کیا فائدہ ہے-اس صورت میں ویسا ہی عمل کرے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے-اور اگر کوئی آدمی زنا کرے یا شراب پئے یا چوری کرے اور چرائے ہوئے مال کے مالک کو نہیں جانتا یا ڈاکہ زنی کرے اور اس طرح جس کو لوٹا ہے اس کو بھی نہیں پہچانتا یا عورت کا مقام مخصوص چھوڑ کر پچھلے راستے سے اس کے ساتھ جماع کرے-جس پر خداوند کریم کی حد اور تعزیر وارد ہوتی ہے-اور پھر ان گناہوں سے توبہ کرے تو اپنی توبہ کی صحت کے واسطے یہ لازم نہیں ہے کہ ان باتوں کو لوگوں میں جتلا کر اپنی رسوائی کرے اور پردہ دری کے باعث حاکم یا بادشاہ کی عدالت سے اپنے اوپر حد جاری کرائے بلکہ ایسا کرے کہ ان ساری باتوں کو خداوند تعالیٰ کے پردہ میں داخل کر کے چھپادے-اور اس حقیقی حاکم کی بارگاہ میں توبہ کرے اس گناہ سے-جس کو یہ خود یا اللہ جانتا ہے-اور ہر قسم کا مجاہدہ کرے یعنی بہت عبادت کرے-مثلاً دن کو روزہ رکھے اور مباحات سے تھوڑا فائدہ اٹھائے-اور لذیز اشیاء کا کم استعمال کرے-اور رات کا قیام کرے-اور کثرت سے قرآن پڑھے اور تسبیح و تہلیل بہت کرے اور اچھا پرہیز گار بنے وغیرہ وغیرہ-رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ایسی بے حیائی کے کام کرے تو اس کو لازم ہے کہ ان کو اللہ جل شانہ کے پردہ سے چھپادے اور اپنے گناہوں کو ہمارے پاس ظاہر نہ کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی باتوں کو ہمارے پاس بیان کرتا ہے-تو ہم کو لازم ہے کہ اس پر اللہ کی حدیں لگائیں یعنی سزادیں پس اگر کوئی ہمارے حکم کے خلاف کرے-اور حاکم کے پاس اقبال کرے تو حاکم کو لازم ہے کہ اس پر حد لگادے تو اس صورت میں اس کی توبہ درست ہو جاتی ہے-اور خداوند تعالیٰ کے ہاں بھی قبول پڑتی ہے-اور مجرم اپنے گناہ کے ذمہ سے باہر آجاتا ہے-اور گناہ اور اسکی آلائش سے بھی پاک ہو جاتا ہے-اور اگر کوئی شخص یہ جرم کرے "زبردستی کسی کا مال چھین لینا' چوری کرنی' ڈاکہ مارنا' امانت یا عاریت میں دی گئی چیز میں خیانت کرنی-کسی معاملہ میں مکر اور فریب کرنا' مثلاً بیع و شرا میں کسی عیب دار چیز کا عیب پوشیدہ کردینا-مزدور کی مزدوری کم دینی' مزدور کی مزدوری بالکل نہ دینی"

تو ان تمام صورتوں میں اس کا فکر کرے کہ میں نے ایسا کس زمانہ میں اور کس قدر کیا ہے-اور اس کی ابتداء بلوغ سے نہیں بلکہ خطا کے سرزد ہونے کے زمانہ سے خواہ وہ اس کے بالغ اور عاقل اور تمیز کے زمانہ میں ہوا ہو یا اس سے پہلے جبکہ وہ اپنے ولی یا وصی کی گود میں تھا-اور اس کا مال اپنے ولی کے مال میں خلط ملط ہو گیا ہے-اور ولی نے سستی سے اس کے مال کو جدا نہیں کیا یا اپنا مال اس سے الگ نہیں کیا پس ان دونوں صورتوں میں بلوغ کے بعد جب توبہ کرے تو حقدار کا مال اپنے مال سے نکال کر اس کے حوالہ کردے-اور شبہ یا حرام کے مال سے اپنے مال کو پاک اور صاف کرے-اور خیانت کرنے کے وقت سے توبہ کے دن تک ہر ایک تقصیر اور گناہ کا کفارہ بڑی احتیاط سے ادا کرے اور موت سے پہلے پہل اس کام کو کرے-ایسا نہ ہو کہ غفلت اور سستی میں رہے-اور اچانک اس کی موت آجائے-اور توبہ اور حساب کرنے کے بغیر ہی مرجائے-اور پھر کچھ ثواب حاصل نہ کر سکے اور اس کا اعمال نامہ پاک نہ ہو-گناہوں سے آلودہ رہے-اور جب قیامت کے روز خداوند تعالیٰ کے سامنے پیش ہو اور اس سے پوچھا جائے تو اس وقت وہ اپنی غفلت اور تقصیر کا کوئی جواب نہ دے سکے جو قابل پذیرائی ہو-اور ندامت اور پشیمانی کے سوا اس کو کچھ حاصل نہ ہو-اس وقت وہ چاہے گا کہ خداوند تعالیٰ کو راضی کروں-مگر اس کو راضی نہیں کر سکے گا-کیونکہ اس کی کوئی عذر خواہی قبول نہیں ہوگی-وہ مہلت مانگے گا مگر اس کو مہلت بھی نہیں دی جائے گی-وہ شفاعت چاہے گا-مگر کوئی اس کی شفاعت کرنی بھی قبول نہیں کرے گا-اور اس کو جواب دیا جائے گا-کہ زندگی بھر تو نے تقصیر کی ہے-غرور کیا ہے-بیداری اور ہوشیاری ہر حالت میں نفسانی آرزوؤں کے درپے اور ان میں حریص رہا ہے-امارہ نفس کی لذتوں اور شیطانی خواہشوں کی پیروی کی ہے-اور اپنے پروردگار کی اطاعت اور فرمانبرداری سے روگردانی' اطاعت میں تو کاہل رہا ہے-اور اس کے فرمان کے خلاف کرنے میں چستی اور چالاکی رکھی ہے-پس ایسے عملوں کے ہوتے ہوئے تیری عذر خواہی کیونکر قبول ہو سکتی ہے-اور اسی سبب سے ہی قیامت کے روز اس کا حساب لمبا ہو جائے گا-اور ہلاکت کے خوف سے اس کی زاری اور گریہ بڑھ جائے گی-اور ناامیدی کے باعث اس کی پیٹھ ٹوٹ جائے گی-اور سخت شرمندگی اور خجالت میں سرنگوں رہے گا-اس کی سب دلیلیں منقطع ہو جائیں گی اور جس قدر اس کی

نیکیاں ہوں گی۔وہ چھین لیں گے۔اور بدی کو دوچند کیا جائے گا۔اور جب اس کا فائدہ نقصان میں بدل جائے گا اور بالکل تہی دستی ہی رہ جائے گی۔تو اس وقت غضب الٰہی بھی اس پر آٹوٹے گا۔ ہرایک معاملہ میں سخت گیری ہوگی۔اور دوزخ کے فرشتے بھی آموجود ہوں گے۔اور اس کو پکڑ کر دوزخ میں لے جانے کے واسطے آگے دھرلیں گے۔اور پروردگار نے جو عذاب اس کے واسطے مقرر کیا ہے۔اس کی طرف اس کو دھکیل کر لے جائیں گے۔اور اس وقت اپنے نفس کو ہلاکت کے سپرد کردے گا۔اور دوزخ کے عذاب میں قارون اور فرعون اور ہامان کے ہم پلہ ہوگا۔اور اس کی یہاں تک نوبت پہنچنے کی وجہ یہ ہے کہ بندے جو ظلم کرتے ہیں۔وہ معاف نہیں ہوتے اور نہ ہی ان سے درگذر کی جاتی ہے۔کیونکہ ایک حدیث میں رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ کو خداوند تعالیٰ کے روبرو حاضر کریں گے۔اور اس کی نیکیاں پہاڑ کے برابر ہوں گی۔اگر وہ نیکیاں اس کے لئے سلامت رہیں تو وہ بہشتیوں میں سے ہوگا۔پس وہ لوگ آموجود ہوں گے۔جن پر اس نے ظلم کئے ہوں گے یعنی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی۔اور کسی کا مال چھینا ہوگا۔اور کسی کو مارا ہوگا۔تو جس قدر اس کی نیکیاں ہونگی۔وہ سب ایسے گناہوں کے عوض میں دی جائیں گی اور اس کے پاس ایک نیکی بھی باقی نہ رہے گی۔اس وقت خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں فرشتے عرض کریں گے۔کہ خداوند تعالیٰ اس کے پاس تو اب کوئی نیکی باقی نہیں رہی۔اور ابھی تک اور بہت سے طالبان حقوق باقی رہتے ہیں۔اللہ جل شانہٗ فرمائیں گے کہ جتنے دادخواہ باقی ہیں۔ان کی بدیاں لے کر اس شخص کی بدیوں میں بڑھادو۔اور اس کو دوزخ میں دے مارو پس دوسرے لوگوں کے گناہ کے بدلے وہ بطور قصاص ہلاک ہوگا۔اور اسی طرح مظلوم ظالم کی نیکی سے قیامت کے دن فائدہ اٹھائے گا۔کیونکہ ظالم کی نیکیاں تاوان کے طور پر مظلوم کے حق میں منتقل ہو جائیں گی۔حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اعمال ناموں کے تین دفتر ہیں۔ایک دفتر تو ایسا ہے کہ اس کو خداوند تعالیٰ بخش دے گا۔اور دوسرا دفتر ایسا ہے۔کہ اس کو نہیں بخشے گا۔اور تیسرا دفتر وہ ہے کہ اس کی کوئی چیز بھی نہیں چھوڑے گا۔پس پہلا دفتر جس کو خداوند تعالیٰ بخش دے گا۔وہ ہے جس میں بندہ کے وہ مظالم درج ہوتے ہیں۔جو وہ اپنی جان پر کرتا ہے۔اور وہ اس کے اور خداوند تعالیٰ کے درمیان ہی ہوتا ہے۔اور دوسرا دفتر جو نہیں بخشے گا وہ مشرک لوگوں کا ہے۔جو لوگ غیروں کو خدا کا شریک بناتے ہیں ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت کو حرام کردیا ہے۔اور دوزخ میں اس کی جگہ بنائی ہے۔اور تیسرا دفتر جس کی کوئی چیز بھی نہیں چھوڑے گا۔وہ بندوں کے ظلم ہیں۔جو ایک دوسرے پر کرتے ہیں۔ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم کو معلوم ہے کہ میری امت کے لوگوں میں سے قیامت کے دن کون مفلس ہوگا۔اصحابوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ہم تو اس کو مفلس کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نقدی نہ ہو اور نہ ہی اس کے پاس کچھ اسباب ہو۔رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری امت میں سے وہ آدمی مفلس ہوگا۔جو نماز اور روزہ کے ساتھ حاضر ہو۔اور رہا جو اس کے اس نے کسی کو گالی دی ہو اور زنا کرانے یا کرنے کی تہمت لگائی ہو اور یا کسی کا مال کھا گیا ہوگا۔اور یا کسی کا خون کیا ہوگا۔اور کسی کو مارا ہوگا۔اس آدمی کی نیکیاں اس سے لے کر دوسرے آدمی کو دی جائیں گی۔جو مظلوم ہوگا۔اور جب اس طرح اس کی ساری نیکیاں تقسیم ہو جائیں گی۔تو جس قدر مطالبہ باقی ہوگا۔اس کے عوض مظلوموں کی بدیاں اس پر اور بڑھادیں گے۔اور دوزخ کی آگ میں اس کو ڈال دیا جائے گا۔اس لئے گناہگاروں کو توبہ کرنی واجب ہے۔اور جہاں تک ہوسکے اس میں جلدی کریں۔ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جو لوگ توبہ کرنے میں تاخیر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی بہت وقت ہے توبہ کرلیں گے وہ ہلاک ہوں گے۔

ابن عباسؓ کے اس کلام (بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان گناہ تو کرتا جاتا ہے۔اور توبہ میں تاخیر کرتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ عنقریب توبہ کرلوں گا۔پس وہ اسی گناہ کی حالت میں مرجاتا ہے۔اور اس کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔لقمان حکیم نے اپنے لڑکے سے فرمایا ہے کہ اے میرے لڑکے کل کے روز تک بھی توبہ کرنے میں تاخیر نہ کر۔کیونکہ موت نزدیک ہے یہ اچانک آجائے گی۔اور تو غفلت میں ہی رہ جائے گا۔پس ہرایک آدمی پر توبہ کرنی واجب ہے اور چاہے صبح ہو اور چاہے شام کوئی وقت ہو توبہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔کہ اگر کوئی آدمی صبح کے وقت توبہ نہ کرے تو اس کو رات آجائے تو اس حالت میں وہ آدمی ظالم ہوتا ہے۔اور توبہ دو طرح پر ہے۔ایک توبہ بندوں کے حق میں اور یہ وہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔اور دوسری توبہ تیرے اور خداوند تعالیٰ کے درمیان ہے۔یہ تو زبان سے اور دل کی پشیمانی سے اور اس نیت سے پوری ہوتی ہے۔کہ میں پھر گناہوں کی طرف نہ لوٹوں گا جس طرح کہ اوپر اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔اور توبہ کرنے والا آدمی یہ کوشش کرے کہ میں پھر کبھی ظلم نہ کروں گا۔اور جہاں تک کرسکے کثرت سے نیکی کرے تاکہ قیامت کے روز جب اللہ جل شانہٗ قصاص کے واسطے میزان عدل میں رکھے تو اس کی نیکیاں اس قدر رہیں کہ وہ مظالم کے برابر ہو جائیں۔ان سے کم نہ رہیں۔اور اگر ایسا نہ کرے گا۔تو

دوسرے لوگوں کی بدیاں بھی اس کی گردن پر رکھی جائیں گی۔اور ہلاکت میں پڑے گا۔اور اس سے چھٹکارا پانے کے واسطے بھی کر سکتا ہے۔کہ اپنی تمام عمر کو نیکیوں میں ہی صرف کردے اور اگر مظالم کی مدت نیکیوں کے زمانہ سے بڑھ گئی تو پھر جو حال ہوگا۔وہ ظاہر ہی ہے۔اور موت ہر وقت انسان کی گھات میں لگی ہوئی ہے۔اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ امید کے حاصل ہونے اور خاص عمل کرنے اور نیت کی صفائی اور حلال لقمہ میسر آنے سے پہلے پہل ہی موت انسان کو آکر دبالیتی ہے۔اس لئے جہاں تک ہو سکے۔انسان کو واجب ہے کہ توبہ کرنے میں بہت ہی جلدی کرے۔اور جس قدر مظالم کئے ہوں کوشش کرے ایک ایک کو یاد کرے اور جن کے ساتھ ظلم کئے ہیں۔ان سب کے نام لکھ لے۔اور دنیا جہان میں پھر کر ان کی تلاش کرے اور ان سے معافی مانگ کر اپنے گناہ معاف کرالے اور یا ان کا کفارہ دے۔اور اگر ان لوگوں کو نہ پائے۔تو پھر ان کے وارثوں کو تلاش کر کے انہیں ادا کر دے اور باوجود ان سب باتوں کے خداوند کریم کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اسکی رحمت کا امیدوار رہے۔توبہ کرتا رہے اور جو بات ایسی دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے اور اس کی خوشنودی کا باعث نہیں ہے اس لیے اس سے بچے اور دور رہے اور خداوند تعالیٰ کی طاعت اور اس کی رضامندی میں ہر وقت چست اور تیز قدم رہے۔اور اگر اس حال میں ہی اس کی موت آجائے گی تو اس کا اجر اللہ پر ہوگا۔خداوند تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ (جو اس ارادہ پر اپنے گھر سے نکلے کہ خدا اور خدا کے رسول کی طرف ہجرت کر کے جائے اور اسی حال میں اس کو موت آجائے تو اس کا اجر خداوند تعالیٰ پر ہے۔اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متفق علیہ حدیث میں لکھا ہے۔کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں۔ان میں سے ایک شخص نے ننانویں آدمیوں کو مار ڈالا۔اور اس کے بعد اس نے ملک کے دانا لوگوں سے پوچھا کہ میں اس جرم کے دور کرنے کی کیا تدبیر کروں۔لوگوں نے ایک صحرانشین آدمی کی طرف اس کو راہنمائی کی کہ اس کے پاس جاؤ وہ اس راہب کے پاس حاضر ہوا۔اور اس کی خدمت میں گذارش کی کہ میں نے ننانویں آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔کوئی ایسی سبیل ہے کہ میری توبہ قبول ہو۔راہب نے جواب دیا کہ کوئی صورت نہیں۔یہ سن کر راہب کو بھی اس نے مار ڈالا۔اور سو خون پورے کر دیئے۔اس کے بعد اس قاتل نے پھر پوچھا کہ میری رہائی کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے۔یا نہیں۔لوگوں نے اسے ایک عالم بتایا۔پس اس کے پاس گیا اور عرض کی کہ میں نے ایک سو آدمی قتل کیا ہے۔کیا اب میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔اس نے کہا ہاں ہو سکتی ہے اور کون تیرے اور تیری توبہ کے درمیان آڑ ہو سکتا ہے۔تو فلاں زمین کی طرف جا وہاں اس قسم کے آدمی رہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ان کے ساتھ شامل ہو کر تو بھی عبادت کر اور اس بری زمین کی طرف مت آ۔پس وہ شخص اس زمین کی طرف روانہ ہوا جس کا اس کو پتہ بتایا گیا تھا۔اور جب ادھر جاتے جاتے اس نے آدھا راستہ طے کر لیا تو اچانک اس کو موت آگئی۔اب تو رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہو پڑا۔رحمت کے فرشتے تو اس کو نیک قرار دیتے اور عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔پس ایک اور فرشتہ جو انسان کی صورت میں تھا آنکلا۔پس ان دونوں نے اس کو اپنا حکم یعنی فیصلہ کرنے والا مقرر کیا۔اس نو وارد فرشتے نے کہا کہ یہاں سے دونوں جانب کی زمین کی پیمائش کی جائے جس طرف کی مسافت کم ہے۔اس طرف کے فرشتے اس کے روح کو قبض کریں۔اس لئے دونوں طرفوں کی زمین کی پیمائش کی گئی۔تو معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کی نیت سے جس طرف کو وہ جا رہا تھا۔اس طرف کی زمین کا فاصلہ دوسری جانب سے کم ہے۔اس لئے رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کرلی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ صالح لوگوں کے شہر کی طرف ایک بالشت قریب تھا۔پس وہ آدمی صالح لوگوں میں شمار ہو گیا۔اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے وحی نازل کی اس زمین کی طرف کہ تو دور ہو جا اور اس زمین کی طرف کہ تو قریب ہو جا۔پس فرمایا کہ اب ناپو جب انہوں نے ناپا تو ایک بالشت صالح لوگوں کی زمین قریب نکلی۔پس اس کی مغفرت ہو گئی۔اس سے ظاہر ہے کہ توبہ کی نیت کرنی اور اس کے پورا کرنے کے واسطے کوشش کرنی کس قدر مفید ہے اور نیکیوں کا پلہ بھاری ہونے کے سوا بھی خلاصی نہیں ہوتی۔چاہے ایک ذرہ کے برابر نیکی زیادہ ہو۔پس جو آدمی توبہ کرنے والا ہو اس کو اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ نیکیاں کرے اور بہت نفل پڑھے تاکہ ان کے ذریعہ قیامت کے دن اپنے جھگڑا کرنے والوں کو راضی کرے۔اور فرائض کو کامل کرے جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! تم بہت نفلیں پڑھو تاکہ وہ فرضوں کو کامل کردیں۔یا جیسا ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔کہ تم خداوند کریم کے ساتھ اپنا عہد صحیح اور پکا باندھو اس بات کا کہ ہم پھر ان گناہوں کی طرف کبھی نہیں پھریں گے۔اور جن گناہوں سے توبہ کی ہے ان جیسے دوسرے گناہ بھی کبھی نہ کریں گے۔اور جو قول اور اقرار کیا ہو۔اس پر ہمیشہ قائم رہو اور خداوند کریم سے مدد مانگو اور ان باتوں سے صالح بننے میں امداد لو۔گوشہ نشینی' خاموشی' کم کھانے' کم سونے' قوت حلال کے نگاہ رکھنے اور حرام سے پرہیز کرنے۔اور شبہ کی چیز سے بچنے سے اور کسب سے یا میراث سے ایسا مال ہاتھ آیا ہو کہ اس میں حرام کا

شبہ ہے۔تو اس کو اپنے حلال کے سرمایہ سے نکال دے۔اور اس حرام مال یا مشکوک سے کچھ نہ کھائے اور نہ اس سے کچھ پہنے۔کیونکہ حرام تمام گناہوں کا سر ہے' اور دین کی جڑ حلال کھانا' پرہیز گار رہنا' اور لقمہ کی صفائی ہے۔کیونکہ انسان کی نیکی اور بدی کے سرزد ہونے کا باعث لقمہ ہی ہے۔جو لقمہ حلال ہوتا ہے۔وہ نیکی پیدا کرتا ہے۔اور حرام لقمہ بدی پیدا کرتا ہے۔اور نیکی اور بدی کی بو اسی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔جیسی کہ کھانے کی ہوتی ہے۔جب دیگ میں کھانا پکایا جاتا ہے۔اور وہ پک جاتا ہے۔تو وہ آپ ہی اپنی خوشبو ظاہر کر دیتا ہے۔اور اس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے۔کہ اس دیگ میں فلاں قسم کا کھانا ہے۔پس انسان کو واجب ہے کہ فقہا اور علماء کی ہم نشینی اختیار کرے اور ان کی صحبت میں رہ کر دین کی باتیں سیکھے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور خداوند تعالیٰ کی راہ میں چلنا سیکھے اور ان کے ادب کی خوبی اور ان کے قیام اور قعود کو جو وہ فرمان الٰہی میں بجالاتے ہیں دیکھے اور اس پر عمل کرے۔اللہ جل شانہ کے رستہ میں چلنے کا جو طریق ہے اور جس کو یہ نہیں جانتا۔عالم لوگ اس کو اس سے واقف کر دیں گے۔ **سالکان طریق کا راستہ نامعلوم راستہ ہے۔اس میں رہنمائی کے بغیر کوئی ایک قدم بھی نہیں چل سکتا ہے۔اس میں چلنے کے واسطے ایک** مرشد کی ضرورت ہے۔جو سیدھا راستہ دکھلا دے۔اور وہ ہدایت کرنے والا ہادی ہو۔اور ایسی کشش رکھتا ہو۔جو انسان کو خدا کی طرف کھینچے اور تائب آدمی کو مجاہدہ کرنے کی کوشش اور اخلاص اور راستی کے سب راستوں سے آگاہ کرے۔اللہ جل شانہ فرماتا ہے (جو لوگ خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں دکھلاتے ہیں۔اور ہادی مطلق خاص خداوند تعالیٰ ہے۔جو آدمی سچے دل سے کوشش کرتا ہے اس کو اللہ جل شانہ اپنی ہدایت اور فضل سے محروم نہیں رکھتا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اپنے کسی بندہ پر ظلم و ستم کرنے والا ہے۔وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔اور زیادہ رحیم ہے اسکا اپنی مخلوق پر بڑا احسان اور بڑی مہربانی ہے۔اور رجوع کرنے والوں کو اس کی توفیق دینے والا ہے۔اور جو لوگ اس کی طرف منہ کرتے ہیں ان کو بڑی مہربانی سے اپنی طرف پکارتا ہے اور ان کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔وہ ارحم الرحمین ہے جو توبہ کرنے والے بندوں کو دیکھ کر اس طرح خوش ہوتا ہے جیسا کہ مہربان ماں اپنے بیٹے کو دور دراز سفر سے گھر میں آتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔خدا کے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے ایسا ہی خوش ہوتا ہے جیسا کہ وہ آدمی خوش ہوتا ہے جو کسی مہلک جنگل میں سفر کر رہا تھا اور اس کے ہمراہ اس کا وہ سواری کا جانور تھا جس پر اس کا کھانا۔پانی' کپڑے وغیرہ تھا اور اس کا وہ جانور اچانک گم ہو گیا۔اور وہ اس کی تلاش میں حیران اور سرگردان مارا مارا پھرتا رہا۔اور یہاں تک اس نے اس کی تلاش میں رنج اور مصیبت اٹھائی کہ اس کی جان لبوں پر آگئی۔اور پھر اس نے یہ خیال کیا کہ اب بہتر یہ ہے کہ جس جگہ سے میرا جانور گم ہوا ہے۔میری جان بھی وہیں نکلے۔اس ارادہ پر وہ اس مقام کو چل پڑا۔جہاں سے اس کا جانور کھو گیا تھا۔اور جب وہاں پہنچا تو نیند نے اس پر غلبہ کیا اور وہاں سو گیا اور جب وہ نیند سے جاگا۔اور اس کی آنکھ کھلی تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس کا وہ جانور مع لدے ہوئے سامان کے اس کے پاس موجود کھڑا ہے۔پس اس وقت میں جو خوشی ہوتی ہے۔وہ ظاہر ہی ہے) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ صدیق سے سنا وہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر بندہ کوئی گناہ کر ڈالے اور اس کے کرنے کے بعد اٹھ کر وضو کرے اور نماز کی دو رکعتیں پڑھے اور خداوند کریم سے اپنے گناہ کی آمرزش چاہے۔اور اس قسم کی آمرزش خداوند حقیقی کے وعدہ کے موافق ہو۔تو خداوند کریم اس کو بخش دے گا۔کیونکہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی برے عمل کرے اور اپنی جان پر ظلم کرے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے آمرزش چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پر مہربان اور بخشنے والا پائے گا۔اور چھینے ہوئے موجودہ مال کا یہ حکم ہے کہ اس کے معین مالک کے حوالہ کر دے بشرطیکہ وہ اس کو پہچانتا ہو یا اس کے وارث کے حوالہ کر دے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔اور اگر وہ مال کے مالک کو نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے وارث ملتے ہوں۔تو اس صورت حال میں وہ مال مالک کی طرف سے صدقہ کر دے۔اور اگر حلال مال میں حرام مال مل جائے اور ایسا ہی غصب کیا ہوا مال میراث کے مال میں شامل ہو جائے۔تو اس کا حساب کرے۔اور جس قدر ہو سکے کوشش سے حرام کو حلال سے الگ کر دے اور اس کو صدقہ میں دے دے۔اور جو باقی حلال مال رہ جائے اس کو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔اور بے عزتی کرنا کیا ہے وہ لوگوں کو گالی گلوچ دینا ہے روبرو۔تو اس گناہ کا اثر دلوں پر ہوتا ہے۔اور اسی طرح ان کی غیبت اور عیب گوئی کرنی۔اور غیبت یہ ہے کہ اگر وہ بات کسی کے روبرو کہی جاوے تو اس کو بری لگے۔اس کا کفارہ یہ ہے کہ جو غیبت وغیرہ کی ہے۔وہ سامنے بیان کر دے۔اور پھر اس سے معافی مانگے۔اور اگر ایک جماعت کی غیبت کی ہو تو ہر ایک کے پاس جائے۔اور بیان کر کے اس سے عفو کی درخواست کرے۔اور اگر کوئی آدمی ان لوگوں میں سے فوت ہو گیا ہو تو اس کا تدارک یہ ہے کہ بہت سی نیکیاں کرے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔اور جو یہ کہا گیا ہے کہ جو کچھ کسی

کی غیبت ہو وہ ہر ایک کے روبرو بیان کرے یہ اس صورت میں ہے کہ ان لوگوں کو معلوم ہو گیا ہو کہ اس نے ہماری غیبت کی ہے۔ اور اگر ان کو معلوم نہ ہوا ہو تو پھر کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ان کو خبر دے اور بعد میں معافی مانگے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ لوگ اپنی غیبت وغیرہ کے کلمے سنیں گے۔ تو اس سے ان کے دلوں کو رنج پہنچے گا۔ بلکہ ان لوگوں کے پاس جاوے جن کے پاس غیبت کی ہے۔ اور ان کے پاس اپنے آپ کو جھٹلا دے۔ اور جن کی غیبت کی ہے ان کی بڑی تعریف کرے۔

مظالم کے دفع کرنے اور ان کے عوض کا بیان

زیادتی کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ مجنی عنہ کو اپنی جنایت کی قدر معلوم کرائے اور یہ ضروری نہیں کہ تمام کی طرف اشارہ کرے اور اس سلسلہ میں مبہم معافی کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ سن لیگا کہ مجھ پر اس قدر ظلم ہوا ہے تو اس کا نفس ان کے بخش دینے پر راضی نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ یہ چاہے گا۔ کہ میں قیامت تک اس ظلم کا بدلہ لینا ملتوی رکھوں تاکہ اس روز اس کی نیکیاں لینے کا حقدار ٹھہروں یا اس لائق ہو جاؤں کہ اپنے گناہوں کا بوجھ ان پر ڈال دوں اور آپ ان سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اور اگر ایسے گناہ ہوں گے کہ اس نے اس کی لونڈی یا اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہو گا یا اس کا کوئی ایسا عیب ظاہر ہوتا ہے۔ جس سے اس کی ہتک ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں اس کے پاس بیان کرنے سے اس کو اور بھی آزار اور دکھ اور رنج پہنچے گا۔ ایسے موقع پر مناسب یہ ہے کہ اگر بیان کرنا پڑے تو اشارہ اور کنایہ سے بیان کر کے اس سے معافی مانگے۔ البتہ اس طرح مبہم بیان کرنے کا ظلم اس کی گردن پر ضرور باقی رہے گا۔ پس اس کو بہت نیکیوں کے ذریعہ اپنی گردن سے اتار دے جیسا کہ مردے اور غائب ظلم کے دور کرنے کا حال اوپر بیان ہوا ہے۔ اور کسی آدمی کی غیبت میں جو کل گناہ کئے جاتے ہیں اور مظلوم کو معلوم نہیں ہوتے۔ ان کو روبرو بیان کرنا لازم نہیں اگر ان کو بیان کرے گا تو مظلوم کا نفس ان کو بخش دینے پر جلدی سے کبھی راضی نہیں ہو گا۔ بلکہ بیان کرنے والا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالے گا۔ گویا اس صورت میں اظہار کرنے سے ایک جان جانے کا خوف ہے۔ اس لئے اس کے معاوضہ کا بہتر طریق یہ ہے کہ مظلوم کے ساتھ نرمی کرے اور اس کی مہموں اور غرضوں کو ادا کرے اور جہاں تک ہو سکے۔ اس میں کوشش کرے اور اس کی نسبت پوری دوستی اور مہربانی ظاہر کرے۔ اور اس کی خدمت گذاری کے وسیلہ سے اس کے دل کو اپنی طرف مائل کرے۔ کیونکہ آدمی دنیا میں احسان کا بندہ ہے۔ اگر کسی کو دوسرے کی بدی سے نفرت ہو جائے اور اس کے پاس سے بھاگے تو جب وہ نیکی اور حسن سلوک کو دیکھتا ہے۔ تو خود ہی اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور پھر جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ مجھ پر مہربان ہو گیا ہے۔ تو اس وقت اپنے حال کو اس کے پاس بیان کر دے۔ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔ اور اگر وہ دیکھے کہ اس طریق سے بھی حال کی گذارش کرنی اور معافی چاہنی مشکل ہے۔ تو پھر اس کا کفارہ یہ ہے کہ نیکیاں زیادہ کرے تاکہ قیامت کے دن نیکیاں اس گناہ کا معاوضہ ہو جاویں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ حکم دیتا ہے اور اس بات کو لازم کرتا ہے کہ گناہ کے عوض میں نیکیاں دی جائیں اور اگر کوئی نیکیوں کے لینے سے انکار کرے گا۔ تو دنیا میں اس کا جو مال تلف ہو چکا ہو گا۔ اس کو اپنے مال کے مثل ہی مال دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس کو قبول نہ کرے گا۔ اور خطا بھی نہ بخشے گا تو جیسا حاکم اپنے بیت المال میں اس مال کے جمع کر دینے کا حکم دیتا ہے خواہ مالک چاہے یا نہ چاہے ویسا ہی پھر احکم الحاکمین حکم دے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ وہ احکم الحاکمین ہے سب سے زیادہ عادل

پرہیزگاری کا بیان

جب کسی شخص کو ان ظلموں کی بازپرس سے جو اس نے بندوں پر کئے ہوئے رہائی پا جانے کا اطمینان ہو۔ اور خدا کی عبادت کے لئے فارغ ہو جاوے۔ تو یہ خاص حالت راستہ پرہیزگاری کا ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت میں پرہیزگاری ہی بندوں کے مواخذہ اور خدا کے عذاب سے رہائی پانے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اور قیامت کے روز یہی اس کے حساب کی تخفیف کا باعث ہو گا۔ کیونکہ قیامت کے دن حساب و کتاب بندوں کے ان حقوق کی نسبت اور ان معاملات کا ہو گا جو خلاف حکم شریعت اس نے کئے ہوں گے۔ اور جو شخص دنیا میں اپنے نفس کا حساب لیتا رہتا ہے۔ اور لوگوں سے اپنے حقوق لیتا اور ان کے حقوق ادا کرتا رہتا ہے۔ قیامت میں اس سے کیا حساب لیا جا سکتا ہے۔ جب یہاں ہی وہ قیامت کے حساب لئے جانے سے ڈرتا رہتا ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ خداوند تعالیٰ کو قیامت کے روز پرہیزگاروں کا حساب کرنے سے شرم آتی ہے) اور اسی واسطے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس سے پہلے کہ تم سے حساب طلب کیا جائے تم اپنی جانوں سے حساب کرو۔ اور اس سے پہلے کہ تمہارے عمل

تولے جائیں تم خود اپنے عملوں کا وزن کرو- اور آپ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ وہ ان باتوں کو چھوڑ دے جو غیر ضروری ہوں- اس حدیث میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ہر ایک کام میں ضروری باتوں کو ہی اختیار کرے جو غیر ضروری ہوں ان کی طرف نہ جائے اور احکامات شرعی کے احاطہ سے قدم باہر نہ رکھے جو راستہ شریعت بتادے اس پر تو چلے اور جو اس کے خلاف ہو اس کے نزدیک نہ جائے- اس سے دور رہے اور یہ رسول مقبول ﷺ کی حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے- آپ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم کو شک میں ڈالے- اس کو چھوڑ دو اور جس چیز میں تم کو شک نہیں ہے- اس کی طرف خواہش کرو آپ نے فرمایا ہے کہ مومن توقف کرنے والا سوچنے والا ہوتا ہے- اور منافق بے پرواہی سے سب کچھ نگل جاتا ہے- اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے تم نمازوں میں ایسے مشغول ہو جاؤ- کہ کمان کی مانند خمیدہ ہو جاؤ- اور اس قدر روزے رکھو کہ تمہارا بدن تانتوں کی طرح لاغر ہو جائے- اگر کافی پرہیزگار نہ بنو گے تو تم کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا- روایت میں ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ مومن تفتیش کرنے والا ہوتا ہے- اور رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اسباب کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا کھانا' پینا کہاں سے ہے- تو ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا- کہ دوزخ کے کس دروازے سے داخل ہوتا ہے- جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم میں سے ہرگز کوئی نہیں مرتا- جب تک وہ اپنی روزی کو پورا نہ کر لے- اس لئے تم روزی کے حاصل کرنے کے واسطے جلدی نہ کرو اور اللہ جل شانہ سے خوف کرو- اور اس کے تلاش کرنے میں نیکی سے کام لو- اور جو چیز تمہارے واسطے حلال ہے وہ لو اور جو حرام ہو اس کو چھوڑ دو- اور ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بندہ حرام حلال کماتا ہے اور اس سے صدقہ دیتا ہے تو اس کو اس میں کوئی اجر نہیں دیا جاتا اور اس قسم کے مال سے جو کچھ وہ خرچ کرتا ہے-

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ بدی کے ذریعہ بدی کو دور نہیں کرتا- مگر نیکی سے بدی کو دور کر دیتا ہے- اور عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے بندے جو چیز میں نے تیرے پر فرض کی ہے تو اس کو ادا کر- اس سے تو عابدوں میں سے زیادہ عابد ہو جائے گا- اور جو رزق میں نے تجھے کو دیا ہے اس پر قناعت کر- اس سے تو پرہیزگاروں میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو جائے گا- اور جس چیز سے میں نے تجھے منع کیا ہے- اس سے باز رہ اس سے تو سب سے زیادہ بے نیاز ہو جائے گا- اور رسول مقبول ﷺ نے ابو ہریرہؓ سے فرمایا ہے کہ تو پرہیزگاری اختیار کر- تاکہ تو بڑے عابدوں میں سے ہو جائے- اور حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی ایک مثقال بھر پرہیزگاری کرے- تو وہ ہزار مثقال نماز اور روزہ سے بہتر ہے- اور خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ جس قدر پرہیزگار لوگوں کو میرا قرب ہو سکتا ہے دوسروں کو نہیں ہو سکتا- اور آپ نے فرمایا ہے کہ چاندی کے ایک درم کا چھٹا حصہ خیرات کرنا چھ سو پاک حج سے خدا کے نزدیک بہتر ہے- اور بعض نے فرمایا ہے کہ یہ خیرات ستر مقبول حج سے بہتر ہے- اور ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن خدا کے ہم نشینوں میں وہ لوگ ہوں گے جو اہل تقویٰ اور صاحب زہد ہوں گے- اور ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں- کہ ایک حرام پیسہ کا ترک کرنا سو پیسہ خیرات کرنے سے بہتر ہے- اور ابن مبارک سے روایت ہے کہ وہ ملک شام میں تھا اور حدیث لکھا کرتا تھا- اس کا قلم ٹوٹ گیا- تو اس نے کسی سے عاریتہً ایک قلم مانگ لیا اور جب لکھ چکا تو قلم کو واپس دینا بھول گیا- اور اس کو اپنے قلم دان میں رکھ لیا اور جب وہاں سے لوٹ کر مرو میں آیا- تو اس قلم کو اپنے قلمدان میں دیکھا- اس کو دیکھتے ہی ارادہ کیا کہ شام میں واپس جا کر اس کے مالک کو قلم واپس دے دے- اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے پیغمبر ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے- اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں- اور بہت آدمی ہیں جو ان کو نہیں جانتے- پس جو آدمی شبہ سے پرہیز کرتا ہے وہ اپنے دین کو پاک کرتا ہے- اور آبرو کو بھی بچاتا ہے- اور جو مشتبہات سے پرہیز نہیں کرتا وہ حرام میں گرفتار ہو جاتا ہے- جو کسی کھیت کے نزدیک بکریاں چراتا ہے تو وہ غالباً قریب ہوتا ہے کہ اس کی بکریاں کھیت میں جا پڑیں- اور ہر ایک بادشاہ کے لئے چراگاہ ہوتی ہے- اسی طرح حرام بھی خدا کی چراگاہ ہے- اور تم اس سے آگاہ رہو کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ نیک ہوتا ہے- تو سارا بدن نیک ہوتا ہے- اور اگر وہ برا ہوتا ہے- تو تمام جسم بھی برا ہو جاتا ہے- تم کو اس سے خبردار رہنا چاہیے- اور وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے ابی موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ ہر ایک چیز کی ایک حد ہے اور اسلام کی حدیں پرہیزگاری اور تواضع اور صبر اور شکر ہیں- پس پرہیزگاری سب کاموں کی جڑ ہے- اور صبر دوزخ سے نجات ہے- اور شکر بجالانا بہشت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے ایک دفعہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ مکہ معظمہ میں تشریف لائے- اور وہاں آپ نے ایک لڑکے کو دیکھا جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی اولاد سے تھا- وہ

کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگائے ہوئے لوگوں کو وعظ کر رہا تھا۔ آپ اس کے روبرو کھڑے ہو گئے۔ اور اس سے سوال کیا کہ دین کا مدار کس پر ہے۔ اس نے جواب دیا پرہیز گاری پر۔ پھر پوچھا دین کی آفت کیا چیز ہے۔ اس نے جواب دیا طمع۔ پس حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت تعجب ہوا۔ اور ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ پرہیز گاری دو طرح پر ہے۔ ایک پرہیز گاری فرض ہے۔ اور دوسری ڈر کی ہے۔ پرہیز گاری فرض گناہوں سے باز رہنا اور بچنا ہے۔ اور پرہیز گاری ڈر کی اللہ تعالیٰ کے محارم کی شبہ والی چیزوں سے باز رہنا۔ اور عام لوگوں کو حرام اور شبہ دونوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یعنی اس چیز سے پرہیز گار رہیں۔ جس سے مخلوق کو رنج پہنچے اور اس پر شرعی مطالبہ عائد ہو اور خاص لوگوں کی پرہیز گاری ہر ایک ایسی چیز سے ہے جس میں نفس کی ایسی خواہش پوری ہوتی ہو جس میں اس کو لذت حاصل ہوتی ہو۔ اور خاص الخاص لوگوں کی پرہیز گاری اس سے ہے جس میں ان کے ارادہ اور رویت کو دخل ہو۔ پس عام پرہیز گاری ترک دنیا ہے۔ اور پرہیز گاری خاص ترک خیال بہت اعلیٰ ہے۔ خاص الخاص پرہیز گاری ہر چیز کا ترک جو سوائے خدا ہے۔ جو خالق اور پیدا کرنے والا تمام مخلوق کا ہے۔ یحییٰ بن معاد رازی کہتے ہیں کہ پرہیز گاری دو طرح پر ہے۔ ایک تو ظاہری ہے اور وہ یہ ہے کہ تو نہ ہلے جلے مگر واسطے اللہ کے اور دوسری باطنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تیرے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کی جگہ نہ ہو۔ اور یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو آدمی سب سے زیادہ باریکی سے پرہیز گاری کی طرف نظر نہیں کرتا۔ اس کو کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور اس کو عطائے بزرگ بھی نہیں ملتی۔ اور جو سب سے زیادہ باریکی سے پرہیز گاری میں نظر کرتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا رتبہ بلند ہوتا ہے اور فرمایا ہے کہ سونے اور چاندے میں پرہیز گاری کرنے کی نسبت گفتگو میں پرہیز گاری کرنی افضل ہے۔ اور سرداری کی حالت میں چاندی اور سونے سے پرہیز کرنے کی نسبت زہد اور تقویٰ افضل ہے۔ کیونکہ سرداری کی حالت میں زہد کرنا چاندی اور سونے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ تو ان دونوں کو سرداری حاصل کرنے میں خرچ کر ڈالتا ہے۔ اور ابو سفیان دارانی کہتا ہے کہ زہد پرہیز گاری کی ابتداء ہے۔ جیسا کہ قناعت رضاالٰہی کی نہایت ہے۔

اور ابن جلار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر درویشی کی حالت میں کسی کے ہمراہ پرہیز گاری نہیں ہے۔ تو وہ آدمی ظاہراً حرام کھاتا ہے۔ اور یونس بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ ہر ایک شبہ سے باز رہنا اور ہر لحظہ اپنے نفس کے ساتھ حساب کرتے رہنا پرہیز گاری ہے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ میں نے اس سے زیادہ آسان پرہیز گاری اور کوئی نہیں دیکھی کہ جو تیرے دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دے۔ اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ وہ چیز ہے۔ جو تیرے دل میں کھجلاوے اور تو مکروہ جانے کہ لوگ اس سے خبردار ہوں اور وہ اس وقت ہے کہ اس کی جانب سے سینہ پاک اور صاف نہ ہو یعنی تیرے دل میں اس کی جانب سے کچھ خلل ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ ایک خواہش ہے دلوں میں یعنی اگر کوئی چیز تیرے سینہ میں خراش پیدا کرے اور دل کو بے چین اور بے قرار کرے تو اس چیز سے تو پرہیز کر۔ اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم دل کی خراش سے اپنے آپ کو دور رکھو۔ کیونکہ یہ گناہ ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھ کو شبہ میں ڈالے اور جس میں تجھ کو شبہ نہ ہو اس کی طرف قصد کر۔ اور معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کی تعریف کرنے سے اپنی زبان کو محفوظ رکھ جیسا کہ مذمت کرنے سے کرتا ہے۔ اور بشر بن حارث حافی کا قول ہے کہ عملوں میں سے زیادہ سخت عمل تین چیزیں ہیں۔ قلت کی حالت میں بخشش کرنی۔ تنہائی میں پرہیز گار رہنا۔ اور جس آدمی سے خوف اور امید ہو اس کے روبرو سچ بولنا۔ روایت ہے کہ بشر بن حارث حافی کی بہن حضرت امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کی کہ اے امام میں اپنے کوٹھے کے اوپر سوت کاتا کرتی ہوں اور اس وقت ایک آدمی کی روشنی کا عکس میرے اوپر پڑتا ہے۔ اس روشنی میں مجھ کو سوت کاتنا روا ہے یا نہیں امام صاحب نے اس کو کہا کہ خداوند کریم تم کو بخشے تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں بشر بن حافی کی بہن ہوں۔ یہ سن کر امام صاحب رونے لگے۔ اور فرمایا کہ پرہیز گاری کا ظہور تمہارے ہی گھر سے ہوتا ہے۔ اس روشنی میں تم سوت نہ کاتو۔ اور علی عطارؒ کہتے ہیں کہ بصرہ کے بعض کوچوں میں میرا گزر ہوا۔ میں نے ان میں دیکھا کہ بوڑھے آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور لڑکے کھیل رہے ہیں۔ ان لڑکوں کو میں نے کہا کہ تم کو بوڑھے آدمیوں سے شرم نہیں آتی۔ ایک نے جواب دیا کہ ان سے شرم کیا آئے۔ ان میں پرہیز گاری کم ہے۔ اس واسطے ان کا خوف بھی نہیں ہے۔ اور مذکور ہے کہ مالک بن دینارؒ ۴۰ برس تک بصرہ میں رہے اور اتنے عرصہ میں ان کو جواز کے طور پر اتنی بات بھی نصیب نہیں ہوئی کہ وہاں کے درخت کا کوئی میوہ یا خرما کھائیں۔ یہاں تک کہ آپ کو موت نے آکر اٹھا لیا مگر میوہ نہ چکھا۔ اور جب خرما کا موسم گزر جاتا تھا۔ تو اس وقت آپ بصرہ کے لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ اے بصرہ کے لوگو خرما کے نہ کھانے سے میرا پیٹ کچھ گھٹ نہیں گیا۔ اور نہ ہی تمہارے پیٹ میں ان کے کھانے سے کچھ زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ ابراہیم بن ادھمؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ آب زمزم نہیں پیتے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس ڈول نہیں ہے اگر ڈول میرے پاس موجود ہوتا تو میں اس کو ضرور پیتا۔ روایت کرتے ہیں کہ جب

حارث محاسبیؒ کھانا کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے اور اس میں شبہ ہوتا تو آپ کی انگلیوں کی رگیں کھینچ جاتی تھیں۔ اور ان میں رعشہ نمودار ہو جاتا تھا۔ اور اس سے آپ کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ کھانا حلال نہیں ہے اور ذکر کرتے ہیں کہ جب بشر حافیؒ کے روبرو کوئی شبہ ناک چیز رکھی جاتی تھی۔ تو اس کی طرف آپ کا ہاتھ دراز نہیں ہوتا تھا۔ اور کہتے ہیں جب ابو یزید بسطامیؒ ماں کے پیٹ میں تھے اور شبہ ناک چیز ان کے سامنے آجاتی تھی اور وہ کھانے کے واسطے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتیں تو وہ کھانا ان کے آگے سے بھاگ جاتا تھا۔ اور اس کھانے تک ان کا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ اور آپ کے خاندان میں بعض ایسے آدمی بھی تھے کہ اگر ان کے سامنے مشتبہ کھانا آجاتا تھا تو اس سے ان کو بدبو آتی تھی۔ اور اس کے آنے سے وہ سمجھ لیتے تھے کہ وہ کھانا مشتبہ ہے اور اس کو ترک کر دیتے تھے۔

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر مشتبہ کھانے سے وہ کوئی لقمہ منہ میں رکھتے تھے تو وہ ان سے چبایا نہیں جاتا تھا۔ کیونکہ وہ ان کے منہ میں ایسا ہو جاتا تھا جیسے ریت ہوتی ہے۔ اور یہ ان لوگوں کے حال پر خداوند تعالیٰ کی مہربانی اور شفقت تھی۔ اور اس واسطے تھی کہ وہ مکروہ چیزوں سے بچے رہیں۔ اب ان لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ ہم اپنے نوالوں کو صاف کریں۔ اور وہی کھائیں جو حلال ہو اور حرام اور شبہ ناک چیزوں سے بچے رہیں تو خداوند کریم نے بھی ان کی مدد کی اور ان کو ایسی چیزوں سے نگاہ رکھا حرام اور مشتبہ چیزوں کے استعمال کرنے سے ان کو بچالیا۔ اور ان کو یہ قدرت اور طاقت دی کہ وہ حلال اور حرام کو پہچانیں جو بیچنے والا ہو اس سے بھی تحقیق سے لیں۔ کسب اور معیشت میں جو روزی بہم پہنچائیں تو وہ حلال سے پہنچائیں۔ اور اس کی اصل حقیقت پر واقف ہوں۔ اور مشتبہ چیزوں میں بھی ان کے واسطے ایک نشان کھڑا کر دیا۔ جب اس نشان کو دیکھیں تو اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں۔ اور جب اس نشان کو نہ دیکھیں تو اس کو کھالیں۔ اور یہ نشان ان پیشواؤں اور بزرگوں کو بھی عطاء ہوئے ہیں۔ جن کے حال پر خداوند کریم نے اپنی خاص عنایت کی ہے۔ اور اپنی رحمت اور رعایت ان کے حال پر شامل کی ہے۔ اور اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ اس میں دوسری مخلوقات کا کوئی خاص حق نہیں اور نہ ہی اس پر شرع کی باز پرس اور مطالبہ ہے تو اس صورت میں وہ عام مسلمانوں کے حق میں حلال ہے۔ اور سہل بن عبداللہ تستریؒ سے جب حلال کے باب میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ حلال وہ ہے جس میں اللہ جل شانہ کی نافرمانی نہ ہو۔ اور دوسری مرتبہ فرمایا ہے کہ صاف حلال وہ ہوتا ہے جس کے استعمال میں خداوند تعالیٰ کو بھول نہ جائے۔ پس جو حلال ہے وہ خدا کے حکم سے حلال ہے۔ اس واسطے حلال نہیں کہ وہ خود بخود حلال ہے۔ اگر بذاتہ حلال ہونے سے کوئی چیز حلال ہوتی تو مردہ کا کھانا کسی کے حق میں حلال نہ ہوتا۔ اور نہ ہی اس کا مال کھانا حلال ہے جو داروغہ نے حرام مال سے خرید کر واپس کیا ہو۔ یعنی داروغہ نے بیچنے والے سے حرام کے عوض حلال مال لیا ہو۔ اور پھر اس کو واپس کر کے اپنے دام پھیر لیے ہوں جو مومن اور پرہیزگار آدمی ہوتا ہے اس کو ایسا کھانا پس اس۔ سے ظاہر ہے کہ حلال اور حرام وہ ہے جس پر شرع نے حکم کیا ہے انسان کی اپنی تجویز سے حلال اور حرام نہیں ہوا۔ اور عین حلال کھانا پیغمبروں کے واسطے ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دعاء مانگتے ہوئے سنا۔ خداوندا مجھ کو حلال مطلق روزی عطا فرما۔ آپ نے اس آدمی کو فرمایا کہ اس قسم کی روزی خاص پیغمبروں کے واسطے ہی ہے۔ اور تو ایسی روزی خدا سے مانگ جس کے سبب سے تجھ کو عذاب نہ ہو اور شریعت میں ہے کہ اگر کافر ذمی۔ یہودی، نصاری، مجوسی، حرام چیزیں بیچنی چاہیں جیسے سور اور شراب وغیرہ ہیں تو ان کے بیچنے کی اجازت دے دینی چاہئے۔ اور ان سے دسواں حصہ قیمت کا وصول کرنا مقرر کر لیں۔ اور عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ان چیزوں کے بیچنے کی ان کو اجازت دے دو۔ اور ان کی قیمت کا دسواں حصہ ان سے لے لو۔ پس جو یہ دسواں حصہ لیا جاتا ہے تو اس کو کیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے مسلمان فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ حرام اور حلال کا تعلق انسان کی ذات سے نہیں ہے۔ یعنی ان چیزوں کو انسان نے آپ حلال اور حرام قرار نہیں دیا۔ اگر انسان کی ذات سے اس کا تعلق ہوتا تو شراب اور سور حرام ہیں ان کی فروخت کا دسواں حصہ بھی حرام ہوتا۔ اس کے حلال ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی دست بدست عقد اور بیع ظہور میں آئی ہے کیونکہ فرمایا ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان ہاتھوں ہاتھ کا فرق ہے۔ پس جو آدمی شریعت کا چراغ ہاتھ میں پکڑے اور شریعت کے رو سے لین دین کرے۔ اپنی طرف سے اس میں تغیر و تبدل نہ کرے۔ تو جان لینا چاہئے کہ اس نے شریعت کے راستے سے قدم باہر نہیں نکالا شریعت نے جس چیز کے لینے کی اس کو اجازت دی تھی وہ لی ہے۔ اور جس کی شریعت نے اجازت نہ دی وہ نہ لی۔ اپنی خورد و نوش میں جو تصرف وہ کرتا ہے۔ از روئے شریعت کے ہی طلب کرتا ہے۔ اور انسان پر یہ واجب نہیں آتا کہ وہ حلال مطلق کو یا اس حلال کو جسے اس کی طبیعت پسند کرتی ہے۔ طلب کرے کیونکہ انسان کو معلوم نہیں ہے کہ مجھے مل سکے گی ہاں اس صورت میں مل سکتی ہے کہ اگر خداوند کریم چاہے تو اپنے کرم اور اپنی رحمت سے اپنے دوستوں اور برگزیدوں کو عطا کر دے۔ اور خداوند کریم پر ایسا کر دینا مشکل نہیں ہے۔ اور طعام کے لحاظ سے لوگ تین قسم پر منقسم ہیں۔ ایک پرہیزگار دوسرے ولی۔ تیسرے عارف ہیں۔ جو پرہیزگار ہیں۔ وہ تو اس قسم کا حلال کھانا کھاتے ہیں۔ جن میں مخلوق کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس پر شریعت کا کچھ مطالبہ ہو۔ اور ولی کا طعام نفس امارہ کی خواہش سے بالکل دور ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ محض

خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اور عارفوں یعنی ابدالوں کے کھانے کو ہی لوگ جانتے ہیں ان کے کھانے میں ان کی اپنی خواہش کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اور وہ صرف تقدیر الٰہی ہوتی ہے۔ ان لوگوں پر ہمیشہ فضل الٰہی رہتا ہے۔ اور وہی ان کو روزی دیتا ہے۔ اور وہی ان کی راہبری کرتا ہے۔ اور اللہ جل شانہ ہی اپنی عام قدرت اور نافذہ مشیت سے سب کچھ اپنے لئے مہیا کرتا ہے اور اپنی نعمت سے ان کو مالا مال کر دیتا ہے۔ یہ خداوند کریم کے فضل میں اسی طرح پرورش پاتے ہیں۔ جس طرح شیر خوار بچہ مہربان ماں کی گود میں پرورش پاتا ہے۔ جب اس کو ایک درجہ کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ تو پھر بعد میں اگلے درجہ کا سرٹیفکیٹ اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد پھر اگلے درجہ کا اور اگر پہلے درجہ پر بیٹھ رہے اس میں کامیاب نہ ہو تو پھر اس کو آگے کوئی سرٹیفکیٹ نہیں دیتے۔ فیل کر کے اس کو نکال دیتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے درجہ بدرجہ سرٹیفکیٹ حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور پرہیزگاری کا کھانا اس کے حق میں مشتبہ ہوتا ہے جو نفس کی خواہش سے دور ہونے والا ہے۔ اور نفس کی خواہش سے دور ہونے والے کا کھانا اس کے حق میں مشتبہ ہوتا ہے جو اپنے قصد اور ارادہ کو اس بارہ میں دخل نہیں دیتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ مقربوں کی بدیاں بھی نیکوکاروں کی نیکیوں کے برابر ہوتی ہیں۔ پس مرید کے لئے شیخ کا کھانا مباح ہے اور شیخ کے لئے مرید کا کھانا حرام ہے۔

کہمش روایت کرتے ہے کہ ایک دفعہ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا۔ اور اس پر میں چالیس ۴۰ برس تک روتا رہا۔ آپ سے پوچھا گیا آپ نے ایسا کون سا گناہ کیا تھا۔ فرمایا کہ میرا ایک بھائی ملاقات کے واسطے آیا تھا۔ میں اس کے واسطے چھ درم کی ایک بھنی ہوئی مچھلی خرید لایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا۔ تو میں نے مٹی کا ایک ڈھیلا ایک ہمسایہ کی دیوار سے اکھیڑ لیا۔ اور اس سے اس نے اپنے ہاتھوں کو صاف کیا۔ اور مالک دیوار سے میں نے اجازت نہیں لی تھی۔ اور مذکور ہے کہ ایک آدمی ایک کرایہ کے گھر میں رہتا تھا۔ اس آدمی نے ایک رقعہ لکھا۔ اور اس کو اس مکان کی دیوار سے لگا کر خشک کرنا چاہا۔ جب وہ لگانے لگا تو اس وقت اس کو خیال آیا کہ یہ گھر تو کرایہ کا ہے۔ اس کے بعد اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ دیوار سے لگا کر خشک کر لو۔ اس لئے اس نے دیوار سے لگا کر خشک کر لیا۔ اس کے بعد اس کو ہاتف غیب سے آواز آئی کہ تم نے مٹی کو خفیف سمجھا ہے۔ عنقریب اس کے حساب کی درازی تم کو معلوم ہو جائے گی۔ لوگوں نے جاڑوں کے دنوں میں عتبہ کو دیکھا کہ ان کے بدن سے پسینہ جاری ہے۔ آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خداوند کریم کی ایسی جگہ میں نافرمانی کی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ جواب دیا کہ مٹی کا ایک ڈھیلا اس دیوار سے اپنے مہمان کے واسطے میں نے اکھیڑ لیا تھا۔ جس سے اس نے اپنے ہاتھ صاف کئے تھے۔ اور مالک دیوار سے میں نے اجازت طلب نہیں کی تھی۔

اور روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ایک دفعہ ایک دوکاندار کے پاس مکہ میں اپنا تھال گروی رکھا اور جب آپ اس کے چھڑانے کے واسطے گئے تو دکاندار دو طشت نکال لایا۔ اور کہا کہ ان دونوں میں سے اپنا تھال لے لو۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں تو اپنا تھال اس وقت نہیں پہچانتا۔ درہم اور تھال دونوں تو ہی رکھ پس دکاندار نے کہا۔ تمہارا تھال تو یہ ہے۔ میں نے آپ کو آزمانا چاہا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں تو اب تھال نہیں لیتا اور آپ تشریف لے گئے' اور مذکور ہے کہ رابعہ عدودیہ کی قمیض پھٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے سلطانی مشعل کی روشنی میں سیا۔ اور اس سے رابعہ کا دل گم ہو گیا۔ (یعنی کچھ عرصہ تک ان کے دل کی حالت درست نہ رہی۔ ان کو مشعل سلطانی کی روشنی میں قمیص کا سینا یاد آ گیا۔ پس انہوں نے اسے پھاڑ ڈالا۔ اس سے ان نے اپنا کھویا ہوا دل پھر پالیا۔ ایک بزرگ نے سفیان ثوریؒ کو خواب میں دیکھا۔ کہ انہیں دو پر عطا کئے گئے ہیں۔ اور ان پروں سے وہ بہشت میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک اڑتے پھرتے ہیں آپ سے پوچھا کہ یہ مرتبہ کیونکر حاصل ہوا فرمایا پرہیزگاری سے اور حسان بن ابی سنان کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ ساٹھ برس کروٹ کے بل نہیں سوئے اور نہ ہی اس عرصہ میں چرب کھانا کھایا۔ اور نہ ہی اس زمانہ میں آپ نے ٹھنڈا پانی پیا اور جب آپ فوت ہوئے۔ تو آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ خداوند کریم نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جواب دیا کہ بہت اچھا سلوک کیا مگر میرا بہشت میں جانا بند ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے عاریتاً ایک سوئی لی تھی۔ اور وہ واپس نہیں دی۔ اور عبدالرحمٰن بن زید کا ایک غلام تھا۔ جس نے کئی سال آپ کی خدمت کی تھی۔ اور چالیس برس عبادت کی تھی۔ مگر اس سے پہلے غلہ ماپنے کا کام کیا کرتا تھا۔ پس جب وہ مر گیا اس کو خواب میں دیکھا گیا۔ اور اس سے پوچھا کہ اللہ جل شانہ نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا ہے۔ جواب دیا کہ اچھا معاملہ ہی کیا ہے۔ مگر بہشت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چالیس پیمانہ گرد کے میرے ذمہ نکالے گئے ہیں۔ اور اسی کے باعث بہشت میں جانے سے مجھ کو بند کر دیا گیا ہے اور ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ ایک قبرستان میں تشریف لے گئے۔ اور ایک مردہ کی قبر پر جا کر اس کو پکارا۔ اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو زندہ کر دیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں باربردار تھا۔ اور لوگوں کا اسباب اٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز ایک آدمی کی لکڑیاں لے جا رہا تھا۔ اور ان سے میں نے ایک خلال توڑ لیا اور اس سے خلال کیا۔ جب سے مرا ہوں اسی کے مطالبہ میں مبتلا ہوں۔

پرہیز گاری کی تکمیل کا بیان

جب تک انسان دس چیزیں اپنے نفس پر فرض نہ کرے۔اس کی پرہیز گاری کامل نہیں ہوتی۔پہلی یہ ہے کہ اپنی زبان کو غیبت سے نگاہ رکھے۔خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو) دوسری بدگمانی سے پرہیز کرے۔خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (تم بہت بدگمانیوں سے پرہیز کرو۔کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہیں) اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم برے گمان سے دور رہو کیونکہ برا گمان ایک قسم کا جھوٹ ہے۔تیسری ٹھٹھا کرنے سے پرہیز کرو۔کیونکہ خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایک گروہ دوسرے کو ٹھٹھانہ کرے) چوتھی حرام سے آنکھوں کو بند رکھنا۔خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اے پیغمبر مومنوں کو کہدے کہ اپنی آنکھیں ممنوعات سے بند رکھیں۔پانچویں زبان سے سچی بات کہنی۔اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ (جب بات کرو تو انصاف کرو) یعنی سچ بولو چھٹی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا اپنے اوپر احسان مانو اور اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرو۔اور اس کو اچھا نہ سمجھو۔کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے (بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی راہ دکھلائی ہے) ساتویں یہ ہے کہ اپنے مال کو اس کے مستحقوں پر خرچ کرو۔اور ان کاموں یا لوگوں پر خرچ نہ کرو جو باطل ہیں یا جو اس کے مستحق نہیں کیونکہ اللہ جل شانہ (مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے۔(وہ لوگ خرچ کرنے والے ہیں۔نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں۔) یعنی گناہوں میں وہ خرچ نہیں کرتے اور خدا کے حکم کے مطابق خرچ کرنے سے نہیں رکتے۔آٹھویں یہ ہے کہ بلند مرتبہ اور بزرگی کی خواہش اپنے واسطے نہ کرے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔(آخرت کا گھر یعنی بہشت ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں۔جو دنیا میں بڑے بڑے مرتبوں کے حاصل کرنے کی خواہش نہیں رکھتے اور نہ فساد کرتے ہیں۔) نویں یہ ہے کہ اپنے وقتوں میں پانچوں وقت کی نماز ادا کرے۔اور رکوع اور سجود کو اچھی طرح بجالائے۔خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (تم نمازوں کی پابندی کرو۔خاص کر درمیانی نماز کی یعنی نماز عصر کی خدا کے تابعدار بن جاؤ۔) دسویں یہ ہے کہ سنت پیغمبر ﷺ کی پیروی کرو۔اور مسلمانوں سے ملے رہو۔خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔(اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے تم اس پر چلو یعنی سنت پر چلو۔اور دوسرے راہوں کو مت اختیار کرو۔اگر دوسرے راستوں میں داخل ہوگے۔تو تم خداوند تعالیٰ کے سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔)

بعض گناہوں سے توبہ کرنے کا بیان

اگر کوئی معلوم کرے کہ میں سب گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔کیونکہ ان سے بچنا ناممکن ہے تو وہ تھوڑے گناہوں سے ہی بچے اور جہاں تک ہو سکے بڑے گناہوں سے توبہ کرے کیونکہ کبیرے گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زبون ہیں ان سے خداوند کریم کا غضب اور غصہ بھڑک جاتا ہے اور جو صغیرے گناہ ہوتے ہیں۔وہ کبیرے گناہوں سے درجہ میں کم ہوتے ہیں اور اگر صغیرے گناہوں کو خداوند تعالیٰ بخش دے تو یہ اس کی بخشش کے زیادہ نزدیک ہیں۔اس لئے کبیرہ گناہ سے توبہ کرنی مشکل نہیں ہے۔پس اگر کوئی کبیرہ گناہ کو ترک کردے تو اس کے ایمان اور یقین اور دل میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔اور ہدایت کا نور اس کے دل میں روشن ہو جاتا ہے۔اور خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے واسطے اس کا سینہ کشادہ کر دیتے ہیں اور پھر صغیرے گناہ بھی اپنے آپ ہی چھوٹ جاتے ہیں۔اور گناہوں کی باریکیاں اور دل کے گناہ اور گناہوں کے حال اور مقام اور پوشیدہ شرک سب کچھ دور ہو جاتا ہے۔اور پھر اس کو ایسا حال اور مقام نصیب ہو جاتا ہے۔جہاں وہ وہی کام کرتا ہے جو اس کے کرنے کے لائق ہوتے ہیں۔اور جو کام کرنے والے نہیں ہوتے ان کو چھوڑ دیتا ہے۔اور جو آدمی اس سیدھے راستے میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا ذائقہ اور لذت چکھ لیتا ہے۔اور حق کے کاملوں کی صحبت کو اختیار کر کے اس میں ثابت قدم ہو جاتا ہے۔وہ اس بات کو اچھی طرح پہچان اور جان لیتا ہے۔پس انسان کو چاہئے کہ پہلے ہی پہلے کام کا وہ طریق اختیار نہ کرے جو اس کی غایت ہے اور مشکل ہو۔کیونکہ تم اس واسطے بھیجے گئے ہو کہ کاموں کو آسان کرو اس واسطے نہیں بھیجے گئے۔کہ کام میں ایسی مشکلات پیدا کرو کہ لوگوں کو نفرت ہو جائے۔بیشک یہ محکم دین ہے اس میں نرمی کے ساتھ چلو جس نے اس کو ترک کیا وہ سیدھے راہ سے بھٹک گیا۔اور کوئی اس کا رہبر بھی نہیں رہتا۔اور اگر کوئی آدمی بعض کبیرے گناہوں سے توبہ کرلے اور بعض سے نہ کرے کیونکہ جن سے توبہ کرتا ہے ان کو خدا کے نزدیک زیادہ سخت جانتا ہے۔اور سخت عذابوں کا باعث سمجھتا ہے۔جیسا کہ قتل انسان لوٹ اور خدا کے بندوں پر ظلم کرنا ان کی نسبت سمجھتا ہے کہ یہ بندوں کے گناہ ہیں اور بخشے نہیں جائیں گے۔اور جن سے توبہ نہیں کرتا اور ان کا تعلق

خدا اور بندں کے درمیان ہے۔ جیسے شراب پینا اور زنا کرنا۔ ان کی نسبت سمجھتا ہے کہ یہ جلدی بخش دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ شراب کے پینے سے تو توبہ کرے اور زنا سے نہ کرے۔ اس خیال سے کہ شراب سب بدیوں کی کنجی ہے۔ کیونکہ جب عقل دور ہو جاتی ہے۔ تو سب گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ اور مرتکب گناہ کو خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ زنا کی تہمت لگانی۔ گالی دینی۔ خدا کے ساتھ کفر کرنا۔ زنا کرنا۔ قتل کرنا۔ کسی کا مال چھین لینا۔ اور شراب سب گناہوں کی کان اور ان کی جڑ اور ماں ہے۔ اور جیسے کوئی آدمی صغیرہ گناہ یا گناہوں سے توبہ کرے۔ اور کبیرے گناہ پر اصرار کرے اور ریا غیبت کرنے اور حرام کی طرف نگاہ ڈالنے سے تو توبہ کرتا ہے۔ اور شراب پینے میں دلیر ہے۔ اس کا سخت عادی ہے۔ اور اس سے بڑی محبت رکھتا ہے اور اس کے واسطے اپنے نفس اور لوگوں کو یہ دم دیتا ہے۔ کہ میں تو اس کو دوا کے طور پر پیتا ہوں اور یہ میری دوا ہے اور دوا کے استعمال کا ہم کو حکم ہے۔ اس کو شیطان گمراہ کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں میں شراب کی خوبی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اس کو کہتا ہے کہ یہ بڑی مفید چیز ہے۔ اس کے پینے سے سرور آتا ہے۔ خوشی اور خرمی حاصل ہوتی ہے۔ غم اور تردد دور ہو جاتا ہے۔ جسم کو تندرستی اور رونق اور تازگی دیتی ہے۔ یہ ساری باتیں شیطان کی ابلہ فریبی ہیں۔ اس شیطان مردود نے ان بے وقوفوں کو شبہ میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ اس کے ضرر کو نہیں جانتے اور بھولے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اس کام کا انجام ہلاکت ہے اور اس سے بھی غافل ہیں۔ کہ شراب پینے سے دنیا اور مافیہا کی کوئی خبر نہیں رہتی۔ دین اور دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اور خداوند کریم کے عتاب اور عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کا وہی حال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم
نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

گناہوں سے توبہ کرنی صحیح اور جائز ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان سے کسی وقت خدا کی فرمانبرداری اور کسی وقت نافرمانی ظہور میں آہی جاتی ہے۔ اور ایسی حالتوں سے کوئی خالی نہیں اور جس قدر کسی مسلمان کو اللہ سے نزدیکی یا دوری ہوتی ہے۔ ویسا ہی اس سے طاعت یا گناہ کبیرہ یا صغیرہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ خداوند کریم کی حضوری اور اس کے قرب میں ہوتے ہیں۔ ان کو کبیرے اور صغیرہ گناہ کا فرق معلوم ہوتا رہتا ہے۔ پس جب ایک فاسق کہتا ہے کہ جب شیطان مجھ پر غالب آجاتا ہے۔ اور میرے دل میں بعض گناہ پیدا کرنے کی آرزو پیدا کر دیتا ہے۔ تو اس وقت میں مناسب نہیں جانتا کہ میں اپنے (ارادہ کے گھوڑے) کی باگ ڈھیلی کردوں اور اس کا تنگ بالکل دور کر دوں یعنی اپنی خواہش نفس جھٹ پٹ پوری کرلوں اور گناہ میں مبتلا ہو جاؤں۔ بلکہ اس وقت میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ بعض گناہ جو آسان اور سہل ہوں ان کو تو پہلے چھوڑ دوں اور پھر نفس کو باقی گناہوں کے ترک کرنے کے واسطے آمادہ کروں اور اس کے واسطے اپنے نفس پر قہر اور غضب کرتا ہوں اور شیطان سے لڑتا ہوں اور خداوند تعالیٰ پر امید رکھتا ہوں کہ وہ میری اس معاملہ میں مدد کرے کیونکہ وہ میرے حال کو دیکھ رہا ہے۔ اور بعض گناہوں کے کرنے سے مجھ کو خدا کے غضب کا خوف آتا ہے۔ اور اس کے واسطے ان گناہوں کو ترک کر دیتا ہوں۔ اور اگر نفس اور شیطان آسانی سے اس بات کو نہیں مانتے تو ان کے ساتھ جنگ کرتا ہوں۔ چونکہ خداوند کریم عاجزوں اور بیکسوں کا مددگار ہے امید ہے کہ وہ میری مدد کرے۔ اور توفیق دے اور میرے اور میرے باقی گناہوں کے درمیان پردہ کر دے۔ اور میں ان سے بچ جاؤں اور اگر اس طریق پر عمل نہ کیا جائے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو گناہ گار آدمی کی نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ اور دوسری سب عبادات اس کی درست نہ ہوتیں۔ کیونکہ اگر اس کو یہ کہا جائے کہ تو گناہ گار ہے اور تیرے گناہ خداوند تعالیٰ کی طاعت سے تجھ کو خارج کرتے ہیں خدا کے نزدیک تیری طاعت قبول نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عبادات غیر اللہ کی ہیں۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ عبادات تیری خداوند تعالیٰ کے لئے ہیں۔ تو تو تمام گناہوں کو ترک کر۔ کیونکہ اللہ جل شانہ کا اس باب میں ایک ہی حکم ہے۔ اگر کوئی گناہ کو ترک نہ کرے اور صرف نماز پڑھنے سے ہی خداوند تعالیٰ کی نزدیکی چاہے تو یہ محال ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی نے دو آدمیوں کے دو دینار قرض دینے ہوں۔ اور اس کو ان کے ادا کرنے کی طاقت بھی ہو۔ ان میں سے ایک کو تو اس نے ایک دینار ادا کر دیا۔ اور دوسرے کے دینے سے قسم کھائی کہ میں اس کو جانتا ہی نہیں، حالانکہ وہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس سے وہ ایک آدمی کے قرض سے تو بری ہو گیا۔ مگر دوسرے کے قرض

سے بری نہیں ہوا۔اس کے واسطے وہ پکڑا جائے گا۔اور یہی حال اس آدمی کا ہے۔جو بعض امور میں خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتا ہے۔ اور بعض میں نہیں کرتا ان سے روگردانی اور سرکشی کرتا ہے۔یہ آدمی خدا کی نافرمانی کا بیشک گناہ گار ہوتا ہے۔اور ایسا مسلمان ہے کہ اس کا ایمان ناقص ہے کیونکہ خدا کی اطاعت میں اس کا فرمانبردار ہے۔اور گناہ کرنے میں خدا کا مخالف ہے۔اور یہ عادت ان لوگوں کی ہے جو لوگ دین میں خلط ملط کردیتے ہیں ان لوگوں کی کبھی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ دین میں ان کی نفسانی خواہشیں ان سے دور ہوجاتی ہیں اور وہ گناہوں کو چھوڑدیتے ہیں یہ سب کچھ خداوند کریم کے اختیار میں ہے۔جو چاہے کرے ہماری پرہیزگاری ہمارے اختیار میں نہیں۔اور جس نے توبہ کی۔اگر وہ چاہے تو اس پر رحمت نازل کرے۔اور خداوند تعالیٰ اپنا فضل اور کرم اس پر نازل کرتا ہے۔جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

فصل۔ان احادیث اور آثار کا بیان جن میں توبہ کا ذکر ہے

جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے جمعہ کے دن ہم کو یہ خطبہ سنایا۔اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرو اور نیک کاموں کی طرف جلدی کرو۔اور سعادت مند بن جاؤ۔اور جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے۔اس کو ملاؤ۔اور بہت صدقہ دو۔اس سے خداوند تعالیٰ بھی تمہاری روزی میں برکت کرے گا۔اور لوگوں کو نصیحت کرو کہ نیک کام کریں۔اس سے خداوند کریم کی پناہ میں رہو گے۔اور برے کاموں سے لوگوں کو منع کرتے رہو اس سے خداوند تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔اور پیغمبر ﷺ اکثر زبان مبارک سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند کریم مجھ کو بخش دے اور میری توبہ قبول کر..... تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جب شیطان لعین بہشت سے نکال دیا گیا اور وہ زمین کی طرف پھینکا گیا۔تو اس نے کہا کہ خداوند کریم تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم جب تک انسان کے بدن میں جان رہے گی۔تب تک اس کو گمراہ کرتا رہوں گا۔اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم جب تک بندے غرغرہ نہ کریں گے یعنی جب تک آخری جان کنی کی حالت نہ پہنچے گی۔ان کی توبہ قبول کرتا رہوں گا۔محمد بن عبداللہ سلمی فرماتے ہیں کہ اصحابوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ میں بیٹھا تھا۔ان میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔کہ جو شخص اپنی موت سے آدھ دن پہلے توبہ کرے۔تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔اور دوسرے نے کہا جو غرغرہ سے پہلے توبہ کرلے خدا اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔محمد بن مطرف علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم پر میری رحمت ہے گناہ کرتا ہے۔پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے۔اور میں اس کو معاف کردیتا ہوں۔اور وہ پھر گناہ کرتا ہے اور پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے اور پھر میں اس کو معاف کردیتا ہوں نہ وہ گناہ کو ترک کرتا ہے اور نہ میری رحمت سے ناامید ہوتا ہے۔پس تم گواہ رہو۔میں نے اس کو بخش دیا۔انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور توبہ کرو۔تو رسول مقبول ﷺ روزمرہ دن میں سو دفعہ بخشش مانگا کرتے تھے۔اور یہ کہا کرتے تھے خداوند کریم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور توبہ قبول کرتے ہیں۔انسؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔اور عرض کی۔اے خدا کے رسول میں نے گناہ کیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ تم خداوند تعالیٰ سے بخشش مانگو۔اس نے عرض کی کہ میں گناہ سے توتوبہ کرتا ہوں۔مگر پھر گناہ کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ جب تو گناہ کرے تو توبہ بھی کر۔یہاں تک کہ شیطان لعین ہی گھاٹے میں رہے گا۔اس نے پھر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میرے اوپر بہت سا گناہوں کا بوجھ پڑا ہوا ہے۔آپ نے اس کو فرمایا کہ تیرے گناہوں کی نسبت اللہ جل شانہ کی بخشش بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔اور حسن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر تو توبہ نہیں کرتا۔تو خدا کی رحمت کی امید بھی نہ رکھ۔کیونکہ تو نے اس کے غضب کا خیال نہیں کیا اور نیک عملوں کو جن میں اس کی رضامندی اور آمرزش کی امید تھی ترک کردیا ہے۔اور نفس کی بیہودہ امید میں مغرور اور غافل رہا ہے۔اور جب خدا کا حکم تمہارے پاس آپہنچا تو اس کو تو نے نہ سنا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (بے ہودہ امیدوں نے تم کو فریب دیا۔اور آخر کار تم کو خدا کا حکم آپہنچا تو پھر تمہیں شیطان نے دھوکہ دیا) اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ (جس آدمی نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے اور سیدھی راہ اختیار کی میں اس کو بخش دیتا ہوں۔" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ہر چیز کو میری رحمت نے سمالیا ہے۔اور جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں۔میں ان کو لکھ لیتا ہوں اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔اور ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں۔میں ان کے نام بھی فہرست میں درج کرلیتا ہوں۔پس جو آدمی توبہ اور پرہیزگاری نہیں کرتا۔اور خدا کی رحمت اور بہشت کا امیدوار ہوتا ہے۔ وہ بڑا بے وقوف اور احمق ہے اور اس کا ایسا کرنا سراسر غرور ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور بہشت توبہ اور تقویٰ کے ساتھ مشروط ہیں۔اگر کوئی توبہ

اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو وہ خدا کی رحمت اور بہشت کا حقدار ہوتا ہے)

اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تحقیق مومن اپنے گناہوں کو ایک پہاڑ کی مانند خیال کرتا ہے۔ اور ڈرتا ہے کہ میرے سر پر آپڑے۔ اور فاجر اپنے گناہوں کو ایک مکھی کی مانند خیال کرتا ہے۔ جو ناک پر بیٹھی ہو۔ جب اس کو اشارہ کیا تو وہ اڑ گئی۔ اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندہ گناہ کرتا ہے۔ اور وہ گناہ اس کو بہشت میں داخل کرتا ہے۔ پس صحابہ نے پوچھا کہ گناہ اس کو بہشت میں کیونکر داخل کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گناہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ پس اس سے اس کو ندامت اور شرمندگی ہوتی رہتی ہے اور وہ خداوند تعالیٰ سے بخشش مانگتا رہتا ہے اور آخرکار اس طرح وہی گناہ اس کے بہشت میں داخل ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پرانے گناہ کو جس قدر نئی نیکی جلد سلب کر لیتی ہے۔ میں نے ایسی اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ بدیوں کو نیکیاں دور کر دیتی ہیں۔ پس جو خداوند کریم کو یاد کرنے والے ہیں اور بدیوں کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے واسطے یہ بڑی نصیحت ہے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ اور جب وہ توبہ کرتا ہے اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اور بخشش مانگتا ہے۔ تو وہ سیاہی اس کے دل سے دور ہو جاتی ہے۔ اور اگر توبہ نہیں کرتا اور گناہ سے ہاتھ نہیں ہٹاتا اور خدا کی آمرزش کا طلبگار نہیں ہوتا۔ تو اس کے گناہ کے اوپر اور گناہ چڑھ جاتا ہے اور اس کے دل کی سیاہی پر اور سیاہی جم جاتی ہے۔ اور اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے۔ اور مر جاتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ (ایسا نہیں ہے بلکہ وہ جو کام کرتے تھے ان کے باعث ان کے دلوں پر زنگ آگیا ہے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے توبہ کرنے اور مغفرت مانگنے کی نسبت گناہ کا چھوڑ دینا بہت آسان ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ موت کی غفلت کو غنیمت جانے یعنی موت آنے سے پہلے توبہ کر لے۔ حسن نے کہا کہ آدم بن زیاد کہتا تھا کہ تم میں سے ہر ایک یہ سمجھے کہ اس کی موت اس کے پاس حاضر ہو گئی ہے پس انسان کو لازم ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اور کہا (اے داؤد علیہ السلام تو ڈرتا رہ ایسا نہ ہو کہ تو غافل ہو اور میں تجھے پکڑ لوں) یعنی اس جہان سے اٹھا لوں اور تو حجت اور دلیل کے بغیر میرے پاس آئے۔ ایک صالح آدمی ایک دفعہ عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لایا۔ عبدالملک نے اس صالح آدمی کی خدمت میں گزارش کی کہ مجھ کو کوئی نصیحت کرو۔ اس صالح آدمی نے آپ سے پوچھا کہ اگر آپ کو موت آجائے تو آپ کے پاس موت کا کچھ سامان ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کوئی سامان نہیں۔ اس کے بعد صالح صاحب نے پوچھا کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری یہ حالت بدل جائے۔ اور تو اس میں خوش رہے۔ اس نے جواب دیا میں یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ صالح صاحب نے پھر پوچھا کہ مرنے کے بعد کوئی ایسا مکان ہے جس میں تم آرام اور خوشی سے رہو اس نے جواب دیا کوئی نہیں۔ اس کے بعد اس نے پھر پوچھا کہ تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تجھے موت آجائے اور تو غافل ہو عبدالملک نے جواب دیا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ اس کے بعد صالح نے فرمایا۔ کہ میں نے بھی ایسا کوئی دانا آدمی نہیں دیکھا۔ کہ جو خصلتیں اوپر بیان کی ہیں ان پر راضی ہو۔ اور پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ پشیمانی توبہ ہے۔ اور آپ نے ارشاد کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی گناہ کرے اور اس کے بعد جو کچھ اس نے کیا ہے۔ اس پر پشیمان اور نادم ہو تو یہ پشیمانی اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔ اور حسنؓ فرماتے ہیں کہ توبہ کے چار ستون ہیں (۱) زبان سے استغفار کرنا (۲) دل سے نادم ہونا۔ (۳) اعضاء سے گناہ ترک کرنا (۴) آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرنا۔ نیز حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ خالص توبہ یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کرے پھر اسے نہ کرے۔ اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اگر کوئی گناہ کے بعد خداوند تعالیٰ سے بخشش مانگے اور پھر اس گناہ پر قائم رہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے ٹھٹھا کرتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ خداوندا میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد پھر گناہ کرے۔ اور پھر توبہ کرے۔ تین دفعہ اور پھر چوتھی دفعہ پھر گناہ کرے تو اس کا یہ گناہ کبیرہ گناہ لکھا جائے گا۔ اور فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ تو اپنے نفس کا آپ ہی وصی بن اور لوگوں کو وصیتیں نہ کر۔ کیونکہ اگر لوگ تیری وصیت کو پورا نہ کریں گے۔ تو تُو ان کو ملامت نہیں کر سکے گا۔ وجہ یہ کہ تو نے اپنی زندگی میں اپنے نفس کو بھلا رکھا اور کوئی وصیت نہ کی۔ ایک شاعر کہتا ہے "دنیا تھوڑے سے فائدہ کی جگہ ہے۔ اس سے فائدہ اٹھالے یہ دنیا چند روزہ ہے۔ اس کو قیام نہیں۔ جس چیز کا تُو مالک ہے اسے اپنے جیتے جی آگے بھیج۔ امیر آدمی کی ہر کوئی پیروی اور فرمانبرداری کرتا ہے۔ تجھ کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ میں وصیت کر چلا ہوں۔ کیونکہ اگر وصیت پوری نہ ہوئی تو سب کچھ ضائع ہوا۔ ایک دوسرا شاعر کہتا ہے کہ اگر تو دوسرے کو نصیحت کرتا ہے کہ اس چیز کو چھوڑ دے تو پہلے اس کے ترک کرنے کے واسطے اپنے پر قادر ہو لے۔ جو کچھ تُو آج بوئے گا وہی کاٹے گا اور جیسا درخت آج لگائے گا حساب کے دن اسی کا میوہ کھائے گا۔

فصل

ابو امامہ باہلی روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ داہنے بازو والا فرشتہ بائیں بازو والے فرشتہ کا حاکم ہے۔ پس جب کوئی بندہ ایک نیک عمل کرتا ہے تو داہنے بازو والا فرشتہ دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب بندہ کوئی برا عمل کرتا ہے اور بائیں بازو کا فرشتہ اس کو لکھنے لگتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ اس کو کہتا ہے تو ابھی ٹھہر جا۔ پس وہ ٹھہر جاتا ہے اور چھ یا سات ساعت دن تک لکھنے میں تامل کرتا ہے اور اس عرصہ میں اگر وہ بندہ خداوند کریم سے بخشش مانگ لیتا ہے تو اس کو معافی مل جاتی ہے اور اس کے حساب میں کچھ نہیں لکھتا اور اگر وہ بندہ بخشش نہیں مانگتا تو اس کے حساب میں صرف ایک ہی بدی لکھتا ہے اور دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اگر بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو جب تک وہ دوسرا گناہ نہیں کر لیتا اس کا پہلا گناہ لکھا نہیں جاتا اور جب اسکے پانچ گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ایک نیکی کرتا ہے تو اس کی پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ پانچ نیکیاں پانچ گناہوں کے مقابلہ میں لکھی جاتی ہیں۔ اس وقت شیطان لعین بڑا افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ابن آدم پر کیونکر غالب آسکتا ہوں۔ اس کی تو ایک ہی نیکی میری ساری محنت اور مشقت کو برباد کر دیتی ہے۔ یونس ؒ حسن ؒ سے اور وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایسا کوئی بندہ نہیں جس پر دو فرشتے مقرر نہ ہوں اور داہنی طرف والا بائیں طرف کے فرشتہ پر حاکم ہے اور جب بندہ کوئی برا فعل کرتا ہے تو بائیں طرف کا فرشتہ داہنے طرف کے فرشتہ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا میں لکھوں۔ پس وہ کہتا ہے کہ ابھی کچھ دیر ٹھہر جا۔ یہاں تک کہ وہ پانچ گناہ کر چکے اور جب بندہ پانچ گناہ کر چکتا ہے تو پھر بدیاں لکھنے والا فرشتہ کہتا ہے کہ اب لکھوں۔ نیکیوں کا فرشتہ اس کو پھر جواب دیتا ہے کہ اتنی دیر تک اور ٹھہر جا۔ یہ بندہ ایک نیکی کر لے اور جب وہ ایک نیکی کر لیتا ہے تو اس وقت داہنے ہاتھ کا فرشتہ بائیں ہاتھ کے فرشتہ سے کہتا ہے کہ ہم کو خبر دی گئی ہے کہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے اس لیے پانچ نیکیوں سے تو پانچ بدیاں دور ہوئیں اور باقی پانچ نیکیاں اس کے حساب میں لکھ لیں اور فرمایا پس اس وقت شیطان چلاتا ہے کہ میں ابن آدم کو کب پہنچ سکتا ہوں اور یہ حدیثیں اللہ جل شانہ کے قول کے موافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس نے توبہ کی اور جو ایمان لایا اور جس نے نیک عمل کئے اس نے راہ پائی اور میں اس کو بخشنے والا ہوں۔ علی ابن ابی طالب ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال پہلے یہ آیت عرش کے اردگرد لکھی تھی (جو آدمی توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور نیکی کرتا ہے البتہ میں اس کو بخشنے والا ہوں کیونکہ یہ آدمی ہدایت پا لیتا ہے) اور یہ اللہ جل شانہ کے اس قول کے موافق ہے کہ (نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ نصیحت قبول کرنے والوں کے واسطے یہ نصیحت کافی ہے) ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ اس کو منظور فرما لیتا ہے۔ تو جو بدیاں اس نے توبہ سے پہلے کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو نگاہبان فرشتوں کی یاد سے بھلا دیتا ہے۔ اور ان کو بندہ کے وہ اعضاء بھی بھول جاتے ہیں جن سے اس نے گناہ کا کام لیا تھا۔ اور جس جگہ پر بندہ نے بیٹھ کر گناہ کیا تھا۔ وہ مقام بھی ان کو بھول جاتا ہے۔ اور آسمان پر جس جگہ اس گناہ کو درج کیا جاتا ہے وہ جگہ بھی فراموش ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن کوئی کسی قسم کا گواہ اس بندہ کے ساتھ نہیں ہوگا۔ جو اس کے خلاف شہادت دے اور روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والا اس آدمی کی مانند ہے۔ جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو۔ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اگر کوئی دن میں ستر دفعہ گناہ کرے۔ اور توبہ کرے تو وہ اس آدمی کی مانند ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ جو آدمی یہ کہتا ہے کہ میں خدا بزرگ سے بخشش مانگتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اور وہ زندہ اور قائم ہے اور میں اس کی طرف رجوع کر کے توبہ کرتا ہوں یہ کلمات تین دفعہ کہے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ چاہے اس کے گناہ اس کثرت سے ہی کیوں نہ ہوں جس قدر کہ سمندر کے جھاگ ہوتی ہے۔ اور ابن مسعود ؓ سے روایت ہے اور وہ کہتے ہیں کہ قیامت کو انسان اپنے نامہ اعمال کے اول حصہ میں گناہ دیکھے گا اور آخر حصہ میں نیکیاں۔ پس جب وہ اس کو پھر لوٹا کر دیکھے گا تو وہ سب کی سب نیکیاں ہی ہوں گی اور یہی مطلب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور یہ بات اسی توبہ کرنے والے کے واسطے ہوگی جس کے حق میں ازل سے توبہ اور اس کی قبولیت لکھی ہوگی اور بعض سلف صالحین نے کہا ہے کہ جس وقت کوئی بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اس کے گذشتہ گناہ نیکیاں ہی ہو جاتی ہیں اور اس لیے ابن مسعود ؓ نے بھی کہا ہے کہ قیامت کو بہت سے لوگ آرزو کریں گے کہ کاش ہمارے گناہ بہت ہوتے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (اپنے جن بندوں کی نسبت میں چاہوں گا ان کی بدیوں کو نیکیوں

سے بدل دوں گا) اور حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی ایسا ہے کہ اس نے اس قدر گناہ کئے ہیں کہ زمین اور آسمان کے درمیان سب ان گناہوں سے بھر گیا ہے اور پھر اس نے توبہ کی ہے تو خداوند کریم اپنی رحمت سے ان سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اسی واسطے حدیث میں بھی آیا ہے کہ اے آدم کے فرزند اگر تو زمین کی وسعت کے برابر گناہ کر کے میرے روبرو آئے تو پھر بھی میں تیرے ساتھ اپنی بخشش سے پیش آؤں گا۔

توبہ کا ایک اور بیان

عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ کوفہ کے نواح میں ایک مقام پر ایک دن میرا گزر ہوا۔ اتفاق سے ایک گھر میں میری نگاہ پڑی میں نے دیکھا کہ اس میں کئی ایک فاسق جمع ہیں اور شراب پی رہے ہیں اور ان کے پاس زاذان نامی ایک گویا بربط بجا رہا تھا اور نہایت خوش آواز کے ساتھ گا رہا تھا اور جب عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سرود کو سنا تو آپ یہ کہہ اٹھے کہ یہ کیا ہی اچھی آواز ہے۔

اگر اس آواز سے قرآن پڑھا جاتا تو کیا ہی بہتر ہوتا اور اپنے سر پر چادر اوڑھ کر آپ چلے گئے۔ اور زاذان کے کان میں بھی آپ کی آواز پڑی اور اس نے پوچھا کہ یہ کون حضرت ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ رسول مقبول ﷺ کے اصحاب میں سے عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ پھر پوچھا کہ یہ کیا کہتا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہتا تھا کیسی خوش آواز ہے۔ اگر اس سے قرآن پڑھا جاتا تو بہت ہی اچھا ہوتا جونہی اس نے یہ بات سنی اس کے دل میں ایک ہیبت آ گئی اور اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے بربط کو زمین پر دے پٹکا اور وہ ٹوٹ گیا اور پھر دوڑا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنی پگڑی گلے میں ڈال لی اور آپ کے سامنے زار زار رونا شروع کیا۔ پس حضرت عبداللہؓ نے اسے گلے لگالیا اور دونوں زار زار رونے لگ گئے پھر عبداللہؓ نے کہا کہ جس آدمی سے خداوند کریم محبت کرتا ہے میں اسکو کیونکر اپنا دوست نہ بناؤں۔ پس زاذان نے بربط توڑ ڈالی اور حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا اور قرآن سیکھا اور بہت کچھ علم سیکھا اور بڑا کمال حاصل کیا یہاں تک کہ علم میں اس وقت کا امام ہو گیا اور بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور سلمان فارسیؓ سے زاذان روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی بہت سی کتابوں میں آیا ہے کہ ایک گانے والی عورت تھی اور وہ بڑی بدکار تھی اور مردم فریب اور خوبصورت۔ اسکا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور وہ دروازہ کے سامنے ایک تخت پر بیٹھی رہا کرتی تھی۔ پس جو آدمی اس طرف سے گزرتا اور اس کو دیکھ لیتا وہ دیکھتے ہی اس کا شیدا اور فریفتہ ہو جاتا تھا اور وہ اپنے پاس کسی کو آنے کی اس وقت اجازت دیتی تھی جب دس دینار یا اس سے زیادہ نذرانہ اپنے خزانہ میں داخل کرا لیتی تھی۔ بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک عابد ایک دن اس کے کوچہ میں گزرا۔ اس کی نظر بھی اچانک جبکہ وہ تخت پر بیٹھی تھی جا پڑی اور دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ اور اب حضرت عابد صاحب ہیں کہ آہیں بھرتے پھرتے ہیں اور اپنے نفس سے خوب جنگ وجدل ہو رہا ہے۔ آخر ان کو اس کے سوا اور کوئی چارہ دکھائی نہ دیا کہ.....
مجیب الدعوات کی درگاہ میں ہاتھ اٹھالے اور دعا مانگے

بدل دے اور دل اس دل کے بدلے الٰہی تُو تو رب العالمین ہے

مگر اس ہرجائی نازنین نے عابد کے دل پر بڑا کاری زخم لگایا تھا اور علاج سے اس کا اندمال ناممکن تھا۔ اس لیے عابد صاحب کو اور کوئی بات نہ سوجھی کہ اپنا تمام مال اور متاع بیچ ڈالے اور اس طریق سے جو سرمایہ جمع ہو اس کو خرچ کر کے اپنی جان جاناں تک رسائی حاصل کرے اور جب اس کے چشمہ فیض پر حاضر ہوا تو درخواست کی کہ بارگاہ میں داخل ہونے کی جو فیس مقرر ہے لے لی جاتے اور اس میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے۔ اس نے حکم دیا کہ میری وکیل کے پاس روپیہ جمع کر دو۔ چنانچہ اس نے روپیہ وکیل کو دے دیا اور اس نے اس سے وعدہ کیا کہ فلاں وقت پر تشریف لائیں۔ چنانچہ حسب وعدہ وہ اس عورت کے پاس آیا اور وہ زیب اور آرائش سے آراستہ ہو کر تخت پر بیٹھی تھی۔ حضرت عابد صاحب بھی اس کے برابر تخت پر جا کر بیٹھ گئے اور اس سے دست درازی اور خوشی کرنے لگے کہ اچانک اللہ کی رحمت اس پر نازل ہوئی۔ اور اس کو اس کی پہلی طاعت اور عبادت کی برکت سے بچالیا۔ اس وقت عابد کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگرچہ میں لوگوں سے پوشیدہ ہوں۔ مگر اللہ جل شانہ عرش اعلیٰ سے میرے اس زبوں حال کو ہر صورت میں دیکھ رہا ہے۔ اگر میں حرام کاری میں مشغول ہوا۔ تو میرے جتنے عمل ہیں وہ سب تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ اس خیال سے اور خدا کے خوف سے اس کے دل میں خدا کا ڈر آ گیا تو وہ کانپ گیا اور اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ جب اس عورت نے عابد کا

یہ حال دیکھا کہ اس پر تو ایک ہیبت سی چھائی ہوئی ہے تو اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہو رہا ہے اور کس کا خوف ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اپنے اللہ جل شانہ سے خوف کر رہا ہوں۔ اب تُو مجھ کو جلدی اجازت دے کہ میں اس جگہ سے چلا جاؤں۔ عورت نے اس کو جواب دیا کہ افسوس تجھ پر۔ بہت سے لوگ ہیں جن کو اس چیز کی آرزو ہے۔ جو تجھے نصیب ہوئی ہے اور تو اس سے بھاگتا ہے اور روگردانی کرتا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ عابد نے جواب دیا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور جو مال میں نے تیری نائکہ کو دے دیا ہے وہ تجھ پر حلال ہے۔ اس کے بعد اس عورت نے اس کو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس لذت کا ذائقہ کبھی نہیں چکھا۔ عابد نے جواب دیا کہ ہاں نہیں چکھا۔ اس ماہ جبین نے اس سے پوچھا کہ عابد صاحب آپ رہتے کہاں ہو۔ اور آپ کا نام کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں فلاں گاؤں میں رہتا ہوں اور میرا نام یہ ہے۔ جب اس عورت کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو اس نے اس کو چلے جانے کی اجازت دے دی۔ پس وہ اپنی خرابی اور ہلاکت پر واویلا کرتا اور روتا ہوا وہاں سے نکلا۔ خدا کی قدرت اس عابد کے سبب اس عورت کے دل میں بھی خوف الٰہی نے اثر کیا۔ اپنے دل میں کہا کہ اس شخص نے ابھی گناہ کا ارادہ ہی کیا تھا کہ خوف الٰہی نے اس پر غلبہ پایا اور اس سے باز رہا۔ میرا رب بھی تو وہی ہے مجھ کو اپنے حال پر بہت ہی افسوس کرنا چاہیے کہ میں اتنے برسوں سے فسق و فجور اور بدکاری میں مبتلا ہوں اور ابھی تک تنبیہہ نہیں ہوئی اور خداوند کریم کا کچھ بھی خوف نہیں کیا۔ مجھ کو تو اس آدمی سے کہیں بڑھ کر خوف ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے اس عورت نے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں عاجزی اور توبہ کی اور پھٹے پرانے۔ میلے۔ کچیلے کپڑے پہن لیے اور عام لوگوں کی آمدورفت کا دروازہ بند کر دیا اور پھر جہاں تک خدا نے اس کو یاری دی وہ عبادت میں مصروف رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کو خیال آیا کہ اگر میں اس عابد کے پاس پہنچوں تو شاید وہ مجھ کو اپنے نکاح میں لے لے اور اگر ایسا ہو گیا تو میں اس کی خدمت میں رہ کر اچھی طرح دین کی باتیں سیکھوں گی اور خداوند تعالیٰ کی عبادت میں وہ میری مدد کرے گا اس لیے وہ عورت اس کی تلاش کرنے پر مستعد اور آمادہ ہو گئی اور جس قدر خدا نے چاہا اپنا مال اور خادم ہمراہ لے گئی اور پوچھتی پوچھاتی اس گاؤں میں پہنچ گئی۔ جس میں وہ عابد صاحب رہتے تھے۔ لوگوں نے عابد کو جا کر خبر دی۔ کہ ایک عورت آپ کو پوچھتی ہوئی یہاں آئی ہے۔ یہ سن کر میاں عابد بھی اس کے پاس آ گئے اور جب اس نے عابد کو دیکھا اور پہچان لیا۔ کہ یہ وہی صاحب ہیں تو اس نے اپنے چہرہ سے نقاب کو دور کر دیا تا کہ وہ بھی اسے پہچان لے۔ میاں عابد نے دیکھتے ہی جھٹ پہچان لیا اور اپنے اور اس کے درمیان جو معاملہ ہوا تھا وہ سب اس کو یاد آ گیا۔ عابد نے ایک چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی جان دے دی اور روح بدن سے چلتی ہوئی۔ جب اس عورت نے اس واقعہ کو دیکھا تو کہنے لگی کہ میں تو اس کی تلاش میں ماری ماری بڑی مشکل سے اس کے پاس پہنچی تھی اور اس نے مجھ کو دیکھ کر جان ہی دے دی ہے اس کے بعد کہا کہ اس عابد صاحب کے کنبہ میں سے کوئی ہے جو مجھ سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ ہاں ہے اس کا ایک بھائی ہے جو مفلس ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں۔ عورت نے جواب دیا کہ اس بات کی کچھ پروا نہیں۔ زندگی بسر کرنے کے واسطے میرے پاس مال بہت ہے۔ پس اس کا بھائی اس کے پاس آیا اور اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور اس عورت سے اس صالح آدمی کے ہاں سات بیٹے پیدا ہوئے اور وہ سب کے سب ہی بنی اسرائیل میں پیغمبر ہوئے ہیں۔ پس تو دیکھ کہ سچائی اور عبادت اور نیک نیتی میں کیسی برکت ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ جب راست گو اور نیک نیت تھے تو اس کے باعث زاذان کو اللہ تعالیٰ نے کیسی ہدایت کی اور اس کو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ تیری صحبت سے بدکار کو اسی صورت میں فائدہ ہو گا کہ تو خود بھی صالح اور نیک بخت ہو گا اور جب تک تیرے اپنے دل میں خدا کا خوف نہ ہو گا۔ تب تک خداوند تعالیٰ کے خاصوں میں سے نہیں ہو سکے گا۔

اپنی حرکات اور سکنات میں بناوٹ اور رنگ آمیزی کو دخل نہ دے۔ ہر وقت اور ہر لحظہ اللہ جل شانہ کو واحد حقیقی جانے اور اپنے اعتقاد کو سچا اور مضبوط رکھے اور خدا کی اطاعت کرے ایسا کرنے سے خداوند تعالیٰ تم کو توفیق دے گا اور تجھے مضبوطی اور استحکام حاصل ہو گا اور خدا تجھ کو نفس امارہ اور شیطان کی گمراہی اور جن اور بشر کی شرارت اور تمام گناہوں کی برائیوں اور سب بدعتوں سے حفاظت میں رکھے گا اور نامشروع چیزیں جو مشروع چیزوں میں شامل ہو کر رائج ہو جاتی ہیں اور خرابی ڈالتی ہیں وہ تیرے سبب سے دور ہو جائیں گی جیسا کہ اس زمانہ میں بھی ان کا رواج ہو رہا ہے۔ اگر کوئی برے کاموں سے لوگوں کو برا جانتا ہے اور اس سے منع کرتا ہے تو لوگ اس کو آزار دینے کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بری طرح سے پیش آتے ہیں۔ بڑا عظیم فساد اٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ مار دھاڑ کرتے ہیں۔ کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں۔ مال لوٹ لیتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس واسطے ہوتا ہے کہ ان سے سچائی کم اور ایمان یقین ناقص ہوتا ہے اور ہوا اور نفس

کا ان پر غلبہ ہوتا ہے۔اس زمانہ کے لوگوں میں یہ ساری برائیاں اب تک موجود ہیں۔حالانکہ ان کا دور کرنا ان پر فرض تھا۔ان کے لیے اپنے چڑے بڑے شغل ہیں۔دوسروں کو تو برے کاموں سے منع کرتے ہیں اور اپنا یہ حال ہے کہ فرض عین کو بھی چھوڑ رکھا ہے۔اور فرض کفایہ کی طرف دوڑ رہے ہیں۔کرنے والے مفید کاموں کو چھوڑ رکھا ہے۔اور نہ کرنے والے غیر مفید کاموں کو کر رہے ہیں۔پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے (آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ وہ بیہودہ کاموں کو چھوڑ دے) اور جو آدمی بری چیزوں کو اپنے آپ سے جلد دور کرنا چاہتا ہو۔وہ پہلے اپنے کو ملامت اور نفرین کرے اور ظاہری اور باطنی گناہوں سے نفس کو نصیحت کرے اور اس کو ان سے باز رکھے اور جب دیکھے کہ میرا نفس تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو گیا ہے۔تو اس وقت دوسرے کی طرف متوجہ ہو اور اس کو نہی عن المنکر کرے اس صورت میں نامشروع چیزیں اس کے اشارہ سے آسانی کے ساتھ اچھی طرح دور ہو جائیں گی جیسے عبداللہ بن مسعود کے سبب سے ایک میراثی نے نامشروع گانا چھوڑ دیا تھا اور بنی اسرائیل کے عابد کے اس سچے ارادہ کو دیکھو۔خداوند کریم نے اس کی عبادت کی برکت اور سچائی کے ذریعہ سے زانیہ سے نجات دی اور اس کو کبیرہ گناہ سے بچالیا۔اسی طرح خدا نے (حضرت یوسف علیہ السلام کو) نالائق فعل اور گناہ سے بچایا اور ان کے حق میں فرمایا کہ وہ میرے خالص بندوں میں سے ہے۔غرض عابد نے خلوت اور جلوت میں جو نیکیاں کی تھیں اور صدق دل سے طاعت بجالایا تھا وہ اس کے اور بدکار عورت کے درمیان آڑ ہو گئیں اور اس کو بچالیا اور وہ مکار عورت جو ایک مدت تک بدکاری میں گرفتار رہی تھی وہ بھی اپنے ارادہ کی راستی اور صدق کے باعث سے ہی فسق و فجور سے بچ گئی اور عابد کے مفلس بھائی تک پہنچی اور پھر اس عورت کے سبب اس کی مفلسی بھی دور ہو گئی اور خداوند تعالیٰ نے عورتوں میں سے اس مکار عورت کو نیک بخت بی بی بنادیا اور اس مفلس کو عطا کی اور اس کو مال دار بنایا اور دیکھو خدا کی شان ایسی عورت کو یہ شان دی کہ ایسے سات پیغمبروں کی ماں بننے کا فخر حاصل ہوا اس مفلس کلاش آدمی کو ایسی جگہ سے روزی عطا کی جہاں سے اس کو خیال میں بھی نہ سوجھی تھی۔پس اس سے ثابت ہے کہ جس قدر نیکیاں ہیں۔وہ سب خداوند تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری میں ہی حاصل ہوتی ہیں۔اور اس کی نافرمانی میں یہ سب برائیاں آجاتی ہیں۔خدا کرے نافرمانی کا بیج دنیا سے جاتا ہی رہے اور اگر ہم خداوند کریم کے نافرمان ہوں تو ہمارا وجود ہی معدوم ہو جائے۔

توبہ کی شناخت کا ذکر

توبہ کرنے والے کی پہچان چار چیزوں سے ہو سکتی ہے۔پہلی توبہ کرنے والا اپنی زبان کو قابو رکھے اور ان باتوں سے بچائے۔بیہودہ گوئی، غیبت، چغلی، جھوٹ، دوسری کسی کی دشمنی اور حسد اپنے دل میں نہ دیکھے تیسری برے آدمیوں سے الگ رہے تا کہ وہ اس کو اپنے مقصد سے ہٹ جانے کے باعث نہ ہوں اور اس کی نیت میں فتور نہ ڈالیں۔اور دل میں جو چیزیں توبہ کی خواہشوں کو قائم رکھنے والی ہیں ان پر ہمیشگی کرے کیونکہ اس کے سوا توبہ درست نہیں ہوتی اور جو چیزیں توبہ کو کامل کرنے والی ہوں ان کو اپنے دل میں زیادہ جگہ دے مثلاً خوف اور امید اس سے دل کی نیت مضبوط ہوتی ہے اور توبہ پر ثابت رہتا ہے اور افعال قبیحہ سرزد نہیں ہوتے۔اس لیے مناسب ہے کہ منہیات سے پرہیز کرے اور نفس امارہ کے بدلگام گھوڑے کی باگ کو کھینچے رکھے اور اس کی خواہشوں کی پیروی نہ کرے۔پس اس طرح جس گناہ میں فی الحال ہے۔اس سے جدا ہو جاتا ہے اور مضبوط نیت کرے کہ میں آئندہ ایسے گناہ نہیں کروں گا۔چوتھی توبہ کرنے والا ہر وقت موت کے واسطے تیار رہے۔اپنے گذشتہ گناہوں سے پشیمان ہوتا رہے اور اپنے خدا کی فرمانبرداری کی کوشش کرتا رہے۔اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس کی توبہ قبول ہوتی ہے اس کی پہچان ان چار چیزوں سے ہوتی ہے۔پہلی یہ کہ وہ فاسق اور گناہ گار لوگوں سے بالکل جدا ہو جاوے اور ان کا خوف اور ہیبت اپنے دل میں نہ پاوے اور نیک لوگوں سے میل ملاپ رکھے۔دوسری یہ ہے کہ ہر ایک طرح کے گناہ سے باز رہتا ہے اور عبادتوں کی طرف توجہ کرتا ہے تیسری یہ کہ دنیا کی خوشی اس کے دل سے دور ہو جائے اور آخرت کا فکر اور غم ہمیشہ اس کے دل میں رہے چوتھی یہ کہ رزق کی تلاش اور معاش کی فکر سے اس کا دل فارغ ہو۔کیونکہ اس کے پہنچانے کا ضامن خداوند تعالیٰ ہے اور خدا کی عبادت میں مشغول رہے۔پس جس میں یہ علامتیں ہوں وہ ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جن کی توبہ مقبول ہوتی ہے اور ان کے حق میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے (خداوند تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے) اور لوگوں پر چار باتیں اس کے لیے واجب ہو جاتی ہیں۔پہلی یہ کہ اس کو دوست رکھیں۔کیونکہ اس کو خدا دوست رکھتا ہے۔دوسری یہ کہ اس کے لیے دعائے خیر کریں کہ وہ اپنی توبہ پر قائم اور مضبوط رہے۔تیسری یہ کہ جو گناہ وہ پہلے کر چکا ہے ان سے اس کو شرمندگی نہ دلائیں کیونکہ پیغمبر ﷺ

فرماتے ہیں۔جو آدمی کسی کو فاحش عیب لگاتا ہے وہ اس کے گناہ کو تو دور کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ ضرور ہی یہ عیب لگانے والے کو اس گناہ میں ڈالے اور جو کوئی مومن کو کسی گناہ کی عار دلاتا ہے وہ دنیا سے نکلنے سے پہلے اس گناہ کا مرتکب ہوگا اور اس گناہ کے باعث وہ ذلیل و خوار ہوگا۔کیونکہ مومن جان بوجھ کر یہ ارادہ نہیں کرتا کہ میں گناہ میں مبتلا ہو جاؤں اور نہ ہی جان کر گناہ کرتا ہے اور نہ ہی اپنے مذہب کے رو سے اس کا اعتقاد ہوتا ہے کہ میں جائز فعل کرتا ہوں۔اور اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ گناہ کو شیطان بڑی زینت دے کر دکھلاتا ہے اور شہوت کی زیادتی اور تندی ہوتی ہے اور اس کا شوق بڑھتا ہے اور غفلت اور دھوکہ کی زیادتی ہو جاتی ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے (کفر گناہ اور نافرمانی کو تمہارے واسطے مکروہ چیز بنایا ہے) اور اللہ جل شانہ نے تم کو اس سے بھی خبر دے دی ہے کہ نافرمانی مسلمانوں کی دشمن ہے پس اگر کوئی مسلمان توبہ کرے اور خداوند کریم کی طرف رجوع لائے تو یہ روا نہیں کہ اس کو گذشتہ گناہوں کا عیب لگایا جائے بلکہ اس آدمی کے حق میں یہ دعا کرنی چاہیے کہ خدا اس کو اپنی توبہ پر ثابت قدم رکھے اور اس کو زیادہ توفیق دے اور محفوظ رکھے۔چوتھی یہ کہ اس کو اپنی صحبت میں رکھیں۔اس کے ساتھ اچھی اچھی باتیں کریں۔اس کو مدد دیں۔اس کی عزت کریں اور خداوند تعالیٰ اس کو چار چیزوں سے بزرگی عطا فرماتا ہے۔ایک یہ کہ اس کے گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے کہ گویا اس نے کبھی گناہ کئے ہی نہیں۔دوسری یہ کہ اللہ جل شانہ اس کو دوست رکھتا ہے۔تیسری یہ کہ شیطان اس پر غلبہ نہیں پاتا اور وہ اس کے شر سے بچا رہتا ہے اور چوتھی یہ کہ اس کو آخرت کے خوف سے امن اور امان دیتا ہے اور یہ باتیں موت سے پہلے ہی اس کو دنیا میں نصیب ہو جاتی ہیں۔کیونکہ خداوند تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے (ان لوگوں پر فرشتے اترتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور کوئی غم نہ کرو اور تم کو بہشت کی خوشخبری ہو۔کیونکہ تم لوگوں کو اس کا وعدہ دیا گیا۔

توبہ کے باب میں پیران طریقت کی باتیں

ابو علی دقاق کہتا ہے کہ توبہ تین قسم پر ہے۔اول گناہ سے پھرنا۔اس کا درمیان متوجہ ہونا ہے اور آخر اس کا خدا کی طرف لوٹنا ہے۔پس توبہ اس کا شروع ہے اور متوجہ ہونا درمیان ہے اور رجوع کرنا نہایت ہے۔پس جو آدمی خدا کے خوف اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اس ڈر کا مارا گناہ نہیں کرتا وہ تائب ہوتا ہے اور جو عذاب کے خوف اور ثواب کے طمع سے توبہ کرتا ہے وہ صاحب انابت ہوتا ہے اور جو صرف خدا کا حکم بجالانے کے واسطے توبہ کرتا ہے۔ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے نہیں کرتا وہ صاحب اوبت ہوتا ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنا مومن کی صفت ہے۔خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ اور رجوع کرنا مقرب اولیاء کی صفت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور لایا متوجہ ہونے والا دل۔" اور اوبت کی صفت پیغمبروں اور رسولوں کی ہے۔خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (ایوب) اچھا بندہ تھا۔تحقیق وہ رجوع کرنے والا تھا اور جنید علیہ الرحمتہ کا قول ہے کہ توبہ کے تین معنی ہیں یعنی توبہ یہ ہے۔اول اپنے گناہ پر پشیمان ہو۔دوسری جن گناہوں سے دور رہنے کے واسطے خداوند تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ان کو ترک کرے اور ان سے دور رہنے کی نیت کرے۔تیسری یہ کہ جو ظلم کر چکا ہے۔ان کا کفارہ کرنے کی کوشش کرے اور سہل بن عبداللہ تستریؒ کہتے ہیں کہ گناہ کا جلد ترک کر دینا توبہ ہے اور جنید کہتے ہیں کہ میں نے حارثؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے کبھی نہیں کہا کہ خداوند میں تجھ سے توبہ کی درخواست کرتا ہوں۔بلکہ یہ کہا کرتا ہوں کہ اے اللہ توبہ کی آرزو مجھ میں پیدا کر۔اور جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں ایک روز سری سقطی کے پاس آیا۔میں نے ان کا رنگ متغیر دیکھا اور پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔فرمایا کہ میرے پاس ایک جوان آیا اور اس نے توبہ کی نسبت مجھ سے کچھ سوال کیا۔میں نے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ نہ بھولے۔اس نے مجھ پر اعتراض کیا اور کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو بھول جاوے۔میں نے کہا کہ جو کچھ وہ جوان کہتا ہے وہ درست ہے۔اس نے کہا درست ہونے کی کیا دلیل ہے۔میں نے جواب دیا کہ جب آدمی رنج سے نکل کر راحت میں ہو۔تو پھر اسکا رنج اور تکلیف کی حالت کا یاد کرنا ظلم ہے۔پس وہ خاموش ہو گیا اور سہل بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو نہ بھولے

اور ایک دفعہ جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ توبہ کیا ہے فرمایا توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھول جائے اور ابو نصر سراج کہتے ہیں کہ سہلؒ تو اپنے قول میں مریدوں کے حال کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کبھی وہ اپنے فائدہ کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی اپنے نقصان سے بیزار ہو جاتے ہیں اور جنیدؒ اپنے قول میں ان لوگوں کی توبہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو محقق ہیں۔کیونکہ یہ اپنے گناہوں کو یاد بھی نہیں کرتے۔کیونکہ ان کے دلوں پر خدا

کی عظمت اور اس کے شان کا غلبہ رہتا ہے اور ہمیشہ اس کی یاد میں ہی مشغول رہتے ہیں اور ابو نصر سراجؒ کہتے ہیں کہ جنیدؒ کا قول رویمؒ کے قول کی مانند ہے۔ جب آپ سے توبہ کی نسبت سوال کیا گیا تو جواب دیا کہ توبہ یہ ہے کہ توبہ سے بھی توبہ کرے۔ یعنی توبہ کی یاد اس کے دل میں نہ آئے اور ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ عام لوگوں کی توبہ تو گناہوں سے ہوتی ہے۔ اور خاص لوگوں کی توبہ غفلت سے ہے اور ابوالحسن نوری کہتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ خدا کے سوا تو ہر ایک چیز سے ہٹ جاوے۔ عبداللہ بن محمد بن علیؒ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک گناہ سے توبہ کرنے والے۔ دوسرے غفلت سے توبہ کرنے والے۔ تیسرے نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرنے والے۔ اور ان تینوں کی توبہ میں فرق ہے۔ اور ابو بکر واسطیؒ کہتے ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں صاحب توبہ پر گناہ کا کوئی نشان باقی نہ رہ جائے اور جس کی خالص توبہ ہوتی ہے اس کو کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا کہ دن کیسا گزرا۔ اور رات کس طرح گزری۔ یحییٰ بن معاذ رازیؒ اپنی مناجات میں کہتے ہیں۔ اے اللہ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ میں نے توبہ کی اور تیری طرف رجوع ہوا۔ کیونکہ میں اپنی عادت کو جانتا ہوں اور گناہوں کے ترک کرنے کا بھی خود ضامن نہیں ہوتا۔ کیونکہ اپنی کم زوری سے میں واقف ہوں۔ البتہ اس امید پر کہ پہلے ہی دنیا سے چل بسوں گا یہ کہتا ہوں کہ میں گناہ کی طرف بازگشت نہ کروں گا۔ اور ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ دل سے گناہ کی بیخ اکھیڑ دینے کے بغیر توبہ کرنے والے جھوٹے ہیں اور ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین باوجود اس قدر فراخی کے تیرے اوپر تنگ ہو جائے اور تیرے لیے کوئی آرام کی جگہ باقی نہ رہے اور پھر تیرا نفس بھی تیرے اوپر تنگ ہو جائے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ باوجود فراخ ہونے کے زمین ان پر تنگ ہوئی اور ان کے نفس بھی ان پر تنگ ہوئے اور انہوں نے جان لیا کہ خدا کے عذاب سے کہیں جائے پناہ نہیں ہے اگر ہے تو اس کی طرف ہے اس لیے اللہ نے ان کے حال پر رحمت کی اور انہوں نے توبہ کی۔ اور ابن عطا علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ توبہ دو طرح پر ہے۔ ایک توبہ انابت ہے تو دوسری توبہ استجابت۔ توبہ انابت تو یہ ہے کہ بندہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر توبہ کرے اور توبہ استجابت یہ ہے کہ خدا کی عنایات سے شرمندہ ہو اور توبہ کرے۔ یحییٰ بن معاذ رازیؒ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے کے بعد ایک گناہ کرنا ان ستر گناہوں سے بدتر ہے جو اس نے توبہ سے پہلے کیے ہوں۔ ابو عمر انطاکیؒ کہتے ہے کہ علی بن عیسیٰ وزیر ایک عظیم لشکر میں سوار ہوئے غریب لوگ پوچھنے لگے کہ یہ کون آدمی ہے۔ راستے میں ایک عورت کھڑی تھی۔ اس نے کہا کہ تم کب تک یہ پوچھتے جاؤ گے کہ یہ کون ہے یہ ایک خدا کا بندہ ہے جو اس کی نظر سے گر گیا ہے اور اس نے اس کو اس حالت میں مبتلا کیا ہے۔ جس میں تم اسے دیکھتے ہو۔ علی بن عیسیٰ نے بھی اس عورت کی یہ بات سن لی اور اپنے گھر کو واپس جا کر وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور مکہ میں جا کر مجاور ہو گیا۔

مجلس۔ خداوند تعالیٰ کے قول کے بیان میں

"تم لوگوں میں سے خدا کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔" علماء تقویٰ کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے متقی کی حقیقت کے بیان میں خداوند تعالیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے۔ تحقیق "اللہ تعالیٰ تم کو عدل اور احسان کرنے کا حکم کرتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ اپنے اقربا کو دو اور تم کو منع کرتا ہے بے حیائی اور نامعقول باتوں اور سرکشی سے خداوند تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے۔ شاید تم نصیحت پاؤ۔" اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پرہیز گار وہ ہے جو شرک اور کبیرہ گناہ اور بے حیائیوں سے بچے۔ اور ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پرہیز گاری یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ جانے اور حسنؒ کہتے ہیں کہ پرہیز گاری وہ ہے کہ جس کو دیکھے کہے کہ مجھ سے بہتر ہے۔ عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ کعب احبارؓ سے پوچھا کہ پرہیز گاری کیا ہے۔ احبار نے فرمایا کہ کبھی تم کانٹوں والے رستے سے گزرے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہاں گزرا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ کس طرح گزرے ہو۔ جواب دیا کہ کپڑوں کے پھٹ جانے کا خوف کیا اس لیے گزرتے ہوئے دامن کو اٹھا لیا۔ کعبؓ نے فرمایا کہ پرہیز گاری کا حال بھی ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک شاعر نے ایک نظم میں بیان کیا ہے۔ کہ چھوٹے بڑے سب گناہوں کو چھوڑ یہی پرہیز گاری ہے۔ اور جیسے ایک کانٹوں والے رستہ میں چلنے والا ڈر کر چلتا ہے تو بھی اس دنیا میں ہر چیز سے ڈرتا رہ۔ اور چھوٹے گناہ کو حقیر نہ جان۔ کیونکہ پہاڑ سنگریزوں سے ہی بنے ہوئے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ دن کا روزہ اور رات کا قیام پھر ان میں کچھ اور بھی خلط ملط کر دینا پرہیز گاری نہیں بلکہ پرہیز گاری یہ ہے کہ جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے ان کو تو ترک کر دے اور جن کو فرض کیا ہے ان کو بجا لائے۔ اس پر جو کچھ اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے وہ نیکی ہی نیکی ہے۔ طلق بن حبیب سے لوگوں نے کہا کہ ہم کو تقویٰ کا پورا پورا بیان سناؤ۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق

عمل کرنا تقویٰ ہے۔ اس حال میں کہ خدا سے ثواب کی امید اور دل میں شرم ہو اور بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ خدا کی نافرمانی سے بچنا پرہیزگاری ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ خدا کے عذاب کے خوف کے سبب آدمی کے دل میں نور آجائے۔ بکر بن عبید اللہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب تک حرام اور شبہ سے آدمی کا کھانا پاک نہ ہو اور افراط اور تفریط سے اس کا غصہ پاک نہ ہو جائے تب تک وہ آدمی پرہیزگار نہیں ہوتا اور عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ پرہیزگار آدمی کے منہ میں دنیا میں ایک لگام دے دی گئی ہے جیسا کہ محرم آدمی کو زمین حرم میں لگام دی جاتی ہے اور شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ جو آدمی ایسے کام کو ترک کرے جس کے کرنے میں کوئی خطرہ نہیں اس خوف سے کہ وہ خطرہ میں نہ پڑ جائے وہ پرہیزگار ہے سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ بیان کرتے ہیں کہ پرہیزگار آدمی وہ ہوتا ہے کہ جس چیز کو اپنے نفس کے واسطے دوست رکھتا ہے اس کو دوسرے آدمیوں کے واسطے بھی دوست رکھے جنیدؒ کہتے ہیں متقی وہ نہیں جو لوگوں کے لیے وہ کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے بلکہ متقی اس کو کہتے ہیں کہ جس چیز کو وہ اپنے واسطے دوست رکھتا ہے۔ اس سے زیادہ دوسروں کے واسطے اس کو دوست رکھے اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے استاد سری سقطیؒ کو کیا پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ایک دوست نے ایک دن آپ کو سلام کیا۔ آپ نے تیوری چڑھا کر رنجیدگی سے اس کو سلام کا جواب دیا آپ سے پوچھا گیا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام دے اور دوسرا آگے سے جواب دے تو ان دونوں آدمیوں کے درمیان خداوند تعالیٰ سو رحمتوں کو تقسیم کرتا ہے۔ ان میں سے نوے تو اس کو دی جاتی ہیں جو کشادہ پیشانی سے سلام کرتا ہے اور دس اس کو ملتی ہیں جو کشادہ پیشانی نہیں ہوتا۔ میں نے چاہا تھا کہ نوے رحمتیں اس دوسرے کو ملیں۔ اس واسطے ناخوش ہو کر جواب سلام کا دیا ہے۔ محمد بن علی ترمذیؒ کہتے ہیں کہ پرہیزگار وہ ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو۔ اور سری سقطیؒ کہتے ہیں کہ جو آدمی اپنے نفس سے دشمنی رکھے۔ وہ پرہیزگار ہے اور شبلیؒ کہتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو خداوند تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ اور ایک راست گو کہتا ہے کہ اے لوگو آگاہ رہو کہ خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ سب باطل ہے۔ محمد بن حنیفؒ کہتے ہیں کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ جو چیز خدا سے دور رکھے اس سے کنارہ کشی کی جائے

اور ابو یزیدؒ کا قول ہے کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ اپنے فعل اور اعتقاد اور قول میں شبہوں سے بچے۔ جب بولے تو خدا کے واسطے بولے اور خاموش ہو تو خدا کے واسطے ہو اور ذکر کرے تو خدا کے واسطے کرے اور فضیلؒ کہتے ہیں کہ اس وقت تک بندہ پرہیزگار نہیں ہوتا جب تک اس کا دشمن اس سے ایسا بے خوف نہ ہو جائے جیسا کہ اس کا دوست اس سے امن میں ہے۔ سہلؒ کہتے ہیں کہ پرہیزگار وہ ہے جو نہ گناہ کر سکے اور نہ نیکی۔ مگر جو کچھ کرے وہ خداوند تعالیٰ کی مدد سے کرے اور بعض نے فرمایا ہے کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ جس جگہ جانے سے خدا نے منع کیا ہے وہاں پر کھڑا نہ ہو اور جہاں جانے کا حکم دیا وہاں سے غیر موجود نہ ہو اور بعض نے فرمایا ہے کہ پرہیزگاری پیغمبر ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے میں ہے اور بعض نے فرمایا پرہیزگاری یہ ہے کہ تیرا دل خدا کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔ تو آرزوؤں سے اپنے نفس کو پاک رکھے۔ لذتوں سے اپنے حلق کو بچائے۔ اپنے اعضاؤں کو برے کاموں سے نگاہ رکھے پس ایسا کرنے سے امید ہو سکتی ہے۔ کہ زمین و آسمان کے اللہ تک رسائی نصیب ہو۔ ابو القاسمؒ کہتے ہیں کہ خوش خلق ہونا تقویٰ ہے۔ اور بعض کا مقولہ ہے کہ پرہیزگاری کی پہچان کی تین چیزیں ہیں۔ جو چیز نہیں ملی اس کے واسطے اللہ پر بھروسا کرنا اور جو کچھ مل گیا ہے۔ اس پر راضی رہنا اور فوت ہو گئی چیز پر صبر کرنا اور بعض نے فرمایا ہے کہ ہوا اور ہوس کی پیروی نہ کرنے والا پرہیزگار ہے۔ مالکؒ کہتے ہیں کہ وہب بن کیسان نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ مدینہ کے بعض فقیہوں نے زبیر کے بیٹے عبداللہ کو لکھا کہ جن علامتوں سے اہل تقویٰ پہچانے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ بلا کے نازل ہونے کے وقت صبر کرتے ہیں۔ خدا کی قضا پر راضی ہوتے ہیں۔ جب نعمت ملے تو اس پر شکر کرتے ہیں۔ قرآن شریف کے حکموں کی فرمانبرداری کرتے ہیں میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ جب تک آدمی اپنے نفس کے ساتھ سخت حساب نہ کرے تب تک وہ پرہیزگار نہیں ہوتا اور نفس سے ایسا سخت حساب لے جیسا کہ بادشاہ ظالم کسی سے کرتا ہے اور بخیل آدمی اپنے شریک سے۔ ابو تراب کہتے ہیں کہ تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں ہیں۔ جب تک ان گھاٹیوں کو طے نہ کر لے تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا اور وہ گھاٹیاں یہ ہیں۔ نعمت پر سختی کا قبول کرنا۔ بہت پر تھوڑے کا قبول کرنا۔ عزت پر خواری کا قبول کرنا۔ آسودگی پر رنج کا قبول کرنا اور پانچویں گھاٹی یہ ہے کہ زندگی پر موت کو قبول کرے اور بعض بزرگ کہتے ہیں کہ تقویٰ کے کوہان پر آدمی اس وقت پہنچتا ہے جبکہ اس صفت سے موصوف ہو کہ جو چیز اس کے دل میں بھری ہے۔ اگر اس

کو نکال کر ایک طبق میں رکھیں اور تمام بازار میں اس کو پھرائیں تو وہ آدمی اس سے شرمندہ نہ ہو۔ یعنی اس کا اندر او رباہر یکساں ہو۔ اور فرمایا ہے کہ پرہیزگاری یہ ہے۔ کہ تُو اپنے دل کو خدا کے واسطے اسی طرح آراستہ کرے جیسا کہ لوگوں کے دکھلانے کے واسطے اپنے ظاہر کو آراستہ کرتا ہے۔ ابو درداؓ کہتے ہیں کہ آدمی چاہتا ہے کہ مجھ کو میری مرادیں دی جائیں اور خدا تعالیٰ نہیں دیتا۔ مگر جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے اور آدمی کہتا ہے کہ میرا فائدہ ہے اور میرا مال ہے اور خوف خدا اس چیز سے بہتر ہے جو اس نے حاصل کیا۔ مجاہدؒ ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا سے ڈرتا رہ۔ کیونکہ وہ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے اور جہاد کو اپنے اوپر لازم کرلے کیونکہ اسلام کی رہبانیت ہے اور خدا کو یاد کرتا رہ یہ تیرے واسطے نور ہے اور ابی ہر مزنافع بن ہر مز کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول! آل محمد کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک پرہیزگار۔ پس تمام نیکیوں کا مجموعہ پرہیزگاری ہے اور پرہیزگاری کی حقیقت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے عذاب سے اس کی فرمانبرداری کے ذریعے بچے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ڈھال کے ذریعہ بچا اور اصل تقویٰ یہ ہے کہ پہلے شرک سے بچے اور اس کے بعد برائیوں اور گناہوں سے بچے اور پھر شبہوں سے بچے اور اس کے بعد سب فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ اللہ جل شانہ کا فرمان اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ (ڈرو اللہ سے حق ڈرنے کا) کی تفسیر میں آیا ہے کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ خدا کی فرمانبرداری کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے۔ خدا کو یاد کیا جائے۔ اور اس کو نہ بھلایا جائے۔

اور سہل بن عبد اللہؒ کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مدد دینے والا نہیں اور کوئی راستہ دکھلانے والا نہیں مگر خدا کا رسول ﷺ اور پرہیزگاری کے سوا کوئی توشہ نہیں اور کوئی کام بغیر صبر کے نہیں۔ اور کتانی کہتے ہیں کہ دنیا آزمائش اور تکلیف میں بانٹی گئی اور بہشت پرہیزگاری میں تقسیم کی گئی اور جو آدمی اپنے اور خدا کے درمیان پرہیزگاری اور فکر سے کام نہیں لیتا اس کو کشف اور مشاہدہ نصیب نہیں ہوتا اور نصر آبادی کہتے ہیں کہ خدا کے سوا ہر ایک چیز سے بچنا تقویٰ ہے اور سہلؒ کہتے ہیں کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ میرا تقویٰ درست ہو جائے۔ وہ سب گناہوں کو چھوڑ دے اور نصر آبادی کا قول ہے کہ جو آدمی اپنے اوپر تقویٰ کو لازم کرلیتا ہے وہ اس بات کا مشتاق ہے کہ دنیا سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں۔ ان کے واسطے بہتر مکان آخرت ہے اور بعض بزرگ کہتے ہیں جس آدمی کی پرہیزگاری درست ہو جائے خداوند تعالیٰ اس کے دل پر دنیا کی روگردانی آسان کر دیتا ہے۔ ابو عبد اللہ رودباریؒ کہتے ہیں کہ جو چیز تجھ کو خداوند تعالیٰ سے دور کرنے والی ہو۔ اس کو چھوڑ دینے کو تقویٰ کہتے ہیں۔ ذوالنون مصریؒ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پرہیزگار وہ ہے جو اپنے ظاہر کو ایسی باتوں سے آلودہ نہیں کرتا جو شرع کے مخالف ہوں اور جو دل کو خدا سے غافل رکھیں۔ اور تسلیم اور اتفاق سے خدا پر شاکر رہتا ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ پرہیزگار آدمی کا ظاہر اور باطن ہے۔ اس کا ظاہر تو حدود شرع کی نگاہبانی کرنی ہے اور اس کا باطن نیت اور اخلاص ہے۔ ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنی مفید ہے۔ جن کے دلوں میں پرہیزگاری کی آرزو ہے اور جو اللہ جل شانہ کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں اور ابو حفص کہتے ہیں کہ حلال محض میں تقویٰ ہے۔ اس کے بغیر تقویٰ نہیں۔ اور ابو الحسین زنجانیؒ کہتے ہیں کہ جس شخص کا سرمایہ پرہیزگاری ہو اس کے نفع کے بیان کرنے سے زبانیں عاجز اور گونگی ہوتی ہیں اور رواسطیؒ کہتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ انسان اپنے تقویٰ سے دھوکے میں نہ پڑے۔ یعنی اپنے تقویٰ کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔ روایت کرتے ہیں کہ ابن سیرینؒ نے گھی کے چالیس مٹکے خریدے اور اس کے غلام نے ایک چوہا ایک مٹکے سے نکالا۔ ابن سیرینؒ نے پوچھا کہ اس کو تُونے کس مٹکے سے نکالا ہے۔ غلام نے جواب دیا مجھ کو تو اب یاد نہیں رہا۔ پس آپ نے تمام مٹکوں کا گھی پھینکوا دیا۔

اور بعض اماموں کی روایت کرتے ہیں کہ اگر ان کے قرضدار کا کوئی درخت ہوتا تھا تو وہ اس کے سایہ میں بھی نہیں بیٹھتے تھے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی آدمی قرض دار سے کسی قسم کا فائدہ اٹھائے تو وہ سود ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ بایزید بسطامیؒ ایک دفعہ جنگل میں گئے اور اپنے یار کے ساتھ کپڑے دھوئے۔ یار نے ان کو کہا کہ ان کو انگور کی دیوار پر پھیلا دو۔ جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ غیر کی دیوار میں میخ گاڑوں کہا درخت پر ڈال دو۔ بایزید نے کہا کہ درخت کی شاخیں کپڑے کے بوجھ سے ٹوٹ جائیں گی۔ یار نے کہا اذخر (گھاس) پر پھیلا دو۔ آپ نے فرمایا وہ چوپاؤں کا چارہ ہے۔ میں اس کو اس سے ڈھانپ دینا پسند نہیں کرتا۔ پس بایزید سورج کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنی پیٹھ پر کرتہ ڈال کر پکڑے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی ایک طرف سوکھ گئی۔ اور پھر اس کو الٹ دیا اور اسی طرح دوسری طرف کو بھی سوکھا لیا اور ابراہیم ابن ادھمؒ

سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک رات میں بیت المقدس کے ایک پتھر کے نیچے سوگیا۔ کچھ رات گزری تھی کہ دو فرشتے نازل ہوئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ دوسرے نے جواب دیا کہ ابراہیم ابن ادھمؒ ہے اور یہ وہ شخص ہے۔ جس کا خدا نے ایک مرتبہ گھٹادیا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا سبب ہے۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اس نے بصرہ میں ایک بنئے سے کھجوریں خریدیں تھیں اور بنئے کی ایک کھجور اس کی کھجوروں میں گر پڑی تھی ابراہیم ابن ادھمؒ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو پھر میں بصرہ کو واپس گیا اور اس شخص سے کھجوریں خریدیں اور ایک کھجور اس کی کھجوروں میں ڈال دی اور پھر بیت المقدس کو واپس آیا۔ اور اسی پتھر کی نیچے سویا۔ جب تھوڑی سی رات گزری۔ تو میں نے آسمان سے دو فرشتوں کو اترتے دیکھا اور ان میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ کون صاحب سوئے ہوئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ابراہیم بن ادھمؒ ہیں۔ اور یہ وہی شخص ہے۔ جس نے وہ چیز اس کی جگہ پر رکھ دی اور اس پر ان کے مرتبہ کو خداوند تعالیٰ نے پھر بلند کردیا ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پرہیزگاری کئی طرح پر ہے۔ ایک تو عام لوگوں کی پرہیزگاری ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہ سمجھا جائے۔ دوسری خاص لوگوں کا تقویٰ ہے۔ وہ یہ ہے کہ نفس کی ہوا اور ہوس سے جو گناہ ہوتے ہیں۔ ان کو چھوڑ دیں اور نفس امارہ کی تمام حالات میں مخالفت کریں اور خاص الخاص وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جن کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ چیزوں کی خواہش کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔ عبادتوں سے تجردفی النوافل کو ترک کر دیتے ہیں۔ اسباب پر بھروسہ نہیں رکھتے خدا کے سوا کسی دوسرے کی طرف مائل نہیں ہوتے اور نہ کسی سے دل لگاتے ہیں اور ایک خاص حال اور جگہ کا لازم پکڑنا ترک کر دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی اللہ کے غیر سے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے اور جو فرائض کے حکم ہوتے ہیں ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں' اور پیغمبروں کا تقویٰ ایک غیبی راز ہے اور اللہ کی طرف سے ہے کیونکہ خدا کی طرف سے اس کا ان کو الہام اور حکم ہوتا ہے اور نہ کرنے والے کاموں سے ان کو منع کیا جاتا ہے اور ان کو توفیق دی جاتی ہے اور ادب سکھایا جاتا ہے اور پھر خداوند کریم ان کو خوش کرتا ہے۔ ان کی بیماری کا علاج کرتا ہے۔ ان سے باتیں کرتا ہے۔ ان کی رہنمائی اور ہدایت کرتا ہے۔ ان پر عطا کرتا ہے۔ مبارک باد دیتا ہے۔ ان کو آگاہ کرتا ہے۔ انہیں بینائی عطا کرتا ہے۔ عام لوگوں کی عقل کی مجال نہیں کہ اس کو سمجھے۔ پس یہ تمام انسانوں سے الگ ہیں بلکہ فرشتوں سے بھی جدا ہیں مگر جو احکام اور امور ظاہر میں امت کے عام مومنوں سے تعلق رکھتے ہیں ان میں مخلوق کے ساتھ شریک ہیں اور جو ظاہری امور کے سوا باتیں ہیں۔ ان میں وہ لوگوں سے الگ ہیں اور جو یہ باطنی تقویٰ ہے ان میں سے کبھی کبھی تھوڑا سا حصہ یا کچھ چاشنی ان لوگوں کو ہی عطا کی جاتی ہے جو بزرگ اور ابدال اور پاک اور ولی لوگ ہیں اور اس کا بیان بڑا دقیق ہے۔ وہ زبان اور قلم سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عالم ظاہر میں اس کا ظہور ہی نہیں ہوتا۔ کان بھی اس باطنی بات کا کھڑاک نہیں سن سکتے اور ہماری قوت حس بھی اس کو تمیز کرنے سے عاجز ہے مگر کبھی کبھی کوئی بات جو پیغمبروں کی زبان سے نکل جاتی ہے یا کوئی کلمہ کسی وقت کہہ بیٹھتے ہیں تو وہ البتہ سنا جاتا ہے اور خداوند کریم بڑی نرمی کے ساتھ ان کو آگاہ کرتا رہتا ہے کہ پردہ کے اندر کام کرنے اور پردہ پوشی کرنی بڑی ضروری ہے۔ اس لیے یہ لوگ ہوشیار رہتے ہیں اور راز کو ظاہر نہیں کرتے اور اگر پردہ کے اندر کسی مقام پر بیٹھ کر کوئی بات ایسی ویسی کر ڈالتے ہیں تو بعد میں خداوند تعالیٰ سے اس کے واسطے آمرزش کی درخواست کر لیتے ہیں اور اپنی بات کے معنی بھی اور نکال لیتے ہیں اور وہ لوگوں کے فہم کے موافق بھی ہوتے ہیں۔ غرض ان کے راز کی باتیں بڑی باریک اور پوشیدہ ہیں ان کو خداوند کریم ہی جانتا ہے۔

پرہیزگاری کا بیان

جو آدمی پرہیزگاری کے راستے پر چلنا چاہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے بندوں کے مظالم سے پاک ہو۔ اور ان کے حقوق کو ادا کرے۔ اور پھر صغیرے اور کبیرے گناہوں سے بچے اور اس کے بعد دل کے گناہوں کے چھوڑ دینے میں مشغول ہو۔ کیونکہ یہی سب گناہوں کی اصل اور جڑ ہیں اور انہیں سے وہ سب گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ جو اعضاء سے تعلق رکھتے ہیں جیسے ریا۔ نفاق۔ خودپسندی۔ بڑائی۔ حرص۔ طمع۔ خلقت کا خوف اور لوگوں سے امید۔ طلب مرتبہ اور سرداری۔ اپنے ہم جنسوں پر پیش دستی کرنی وغیرہ وغیرہ جن کی تشریح طول اور طویل ہے اور ان پر غالب نہیں رہ سکتا جب تک نفس امارہ کی مخالفت نہ کرے اور اپنے ارادوں کے ترک کر دینے میں مشغول نہ ہو۔ اور خدا کے ساتھ کسی چیز کو اختیار نہ کرے اور نہ اس پر کسی کو پسند کرے۔ اور خدا کی مشیت میں اپنی تدبیر کو دخل نہ دے۔ کسی جہت اور سبب کو اپنا ذریعہ نہ خیال کرے۔ اور خدا کی پیدائش میں کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ اپنے سب کاموں اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردے اور تسلیم اور رضا اختیار کرے اور اپنے آپ کو عاجز

اور حقیر جانے اور اپنے آپ کو اس کے دست قدرت میں اس طرح خیال کرے جیسا شیر خوار بچہ ماں یا دائیہ کی گود میں ہوتا ہے یا جیسے مردہ شو؟ کے اختیار میں ایک مردہ ہوتا ہے۔ مردے بیچارے کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔اس کے سارے اختیار چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ کوئی اپنا ارادہ پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ غرض بندہ کی کلی نجات اسی طریق سے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ اس کی طرف کون سا راہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کہ ہاں صدق دل سے پناہ مانگے اور اسی سے محبت کرے اور اس کے حکم کی بھی فرمانبرداری کرے اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے۔ان سے بچے اور اپنے آپ کو اس کی قضا کے ہاتھ سپرد کردے۔ اور اللہ تعالیٰ کی جو حدیں ہیں ان کو نگاہ رکھے اور ہمیشہ اپنی حالت کا خیال رہے اور نجات کے باب میں بزرگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ جنید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب تک بندہ ارادت اور خلوص کے ساتھ اللہ کی طرف پناہ نہ پکڑے اور التجا نہ کرے اس کو نجات حاصل نہیں ہوتی۔ اور ان تینوں آدمیوں کے متعلق اس...... آیت میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باوجود کشادگی کے جب ان کے اوپر زمین تنگ ہوئی اور ان پر ان کے نفس تنگ ہوئے۔ اور ان کو یہ یقین ہو گیا کہ ہم کو خدا کے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ رویم کہتے ہیں کہ سچائی اور پرہیزگاری کے سوا کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے جن لوگوں نے اپنی رستگاری کے واسطے پرہیزگاری کی ہے ان کو خدا رستگاری دیتا ہے۔ جریریؒ کہتے ہیں کہ جس نے رستگاری پائی ہے۔اس نے اپنے وعدہ کے پورا کرنے سے ہی پائی ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ (جو خدا سے اپنا وعدہ وفا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو نہیں توڑتے الخ) اور عطاءؒ کہتے ہیں کہ کسی نے نجات نہیں پائی مگر جس نے پائی ہے حیا کے ثابت رکھنے میں پائی ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے (کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے) اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس نے نجات پائی ہے اس نے خدا کے حکم سے ہی پائی ہے۔ اور اس سابقہ قضا و قدر سے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ (یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں پہلے ہی سے ہم نے نیکی لکھ رکھی ہے) اور حسن بصری علیہ الرحمتہ کہتے ہیں۔ کہ کسی نے نجات نہیں پائی مگر اس نے جس نے دنیا اور اس کے اہل سے منہ پھیر لیا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ (دنیا کی زندگانی کچھ نہیں مگر کھیل اور بازی) اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے سارے گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔ اور جو لوگ خداوند کریم کے مقرب ہیں انکو یہ قرب ان کے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کئے ہیں اور پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ جب سے خدا نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔اس کی طرف نہیں دیکھا اور حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ نہ دیکھنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا کو چونکہ وہ برا جانتا ہے اس لیے نظر رحمت سے اس کی طرف نہیں دیکھتا پس یہ دنیا خدا اور بندہ کے درمیان ایک پردہ ہے اور اسی سے ہی کھرا کھوٹا پہچانا جاتا ہے اور جن لوگوں پر اس دنیا کا کچھ اثر باقی ہے ممکن نہیں کہ ان کو خدا پاک کی مناجات میں کچھ لذت حاصل ہو۔ کیونکہ یہ دنیا خداوند کریم سے ضد رکھنے والی ہے۔ اور اس کی دشمن ہے جس کو خدا دوست رکھتا ہے۔

توحید کا بیان

خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی توحید اور بندگی کی طرف بلایا ہے۔ ثواب کے وعدے دے کر اور عذاب سے ڈرا کر' اور ثواب کی رغبت دلائی ہے اور عذاب سے ڈرایا ہے اور لوگوں پر حجت قائم کرنے اور ان کے عذر دور کرنے کے لیے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور خوف دلایا اور زجر کیا ہے یعنی اس نے فرمایا ہے (ہم نے پیغمبروں کو بھیجا ہے جو بہشت کی بشارت دیتے ہیں اور دوزخ سے آدمیوں کو ڈراتے ہیں تاکہ پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کو کوئی حجت کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے) اور فرمایا ہے (اگر پیغمبروں کے بھیجنے سے پہلے ان کو عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہ بھیجا کہ ہم اس کی پیروی کرتے اور ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی ہم تیری آیتوں پر چلتے اور ایک دوسری جگہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تک ہم پیغمبر نہیں بھیجتے۔ کسی کو عذاب نہیں دیتے اور فرمایا ہے کہ (اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی نصیحت آئی اور جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے۔اس کے واسطے شفاء نازل ہوئی۔ اور سیدھا راستہ اور رحمت ان لوگوں کے واسطے ہے جو مومن ہیں) اور خوف کے دلانے اور ڈرانے کے واسطے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی پاک ذات سے ڈراتا ہے اور اپنے بندوں پر مہربان ہے اور اللہ نے فرمایا ہے۔ (اور تم جان لو کہ جو کچھ دلوں میں ہے اس کو خداوند تعالیٰ جانتا ہے پس تم اس سے ڈرو) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جان لو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہر ایک شئے کا جاننے والا ہے اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے عقلمندو۔ تم مجھ سے ڈرتے رہو اور فرمایا اللہ پاک نے اور بزرگ خدا سے ڈرو اور جان لو یقیناً۔ تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو) اور اللہ نے فرمایا کہ تم اس دن سے ڈرو جس دن تم خداوند تعالیٰ کی طرف

پھیرے جاؤ گے اور جو کچھ کسی نے کمایا ہے اس کی اس کو پوری پوری جزا دی جائے گی اور کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اس دن سے خوف کرو۔ کہ جس میں کوئی کسی کے واسطے کافی نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی عوض اور بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو شفاعت کچھ فائدہ دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے لوگو۔ تم اپنے پروردگار سے خوف کرو اور اس دن سے ڈرو کہ جس میں والد بھی اپنے بیٹے کی نجات کے واسطے کافی نہیں ہو گا اور نہ ہی لڑکا باپ کے واسطے کافی ہو گا اور خدا کا وعدہ سچا ہے پس تم دنیا کی زندگانی کا فریب نہ کھاؤ اور نہ ہی خدا سے فریب دینے والے کے فریب میں آؤ۔ اور اللہ فرماتا ہے۔ اے لوگو تم اپنے پروردگار سے ڈرو۔ کیونکہ قیامت کا زلزلہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ اور خدا نے فرمایا ہے۔
"اے لوگو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف کرو' جس نے تم کو جان واحد سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی۔ اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا سے ڈرو جس کے نام سے مانگتے ہو۔ اور قطع رحمی سے خوف کرو۔ خداوند تعالیٰ تم پر نگاہبان ہے" (یعنی تمہارے سب حال کو دیکھ رہا ہے) اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا (اے مسلمانوں تم خداوند تعالیٰ کے عذاب سے خوف کرو اور پکی بات کہو اور فرمایا (اے مسلمانوں خدا سے ڈرو اور ہر ایک آدمی اس چیز کو دیکھے جو اس نے کل کے واسطے آگے بھیجی ہے۔ اور خدا کے عذاب سے خوف کرو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو۔" وہ اس سے خبردار ہے فرمایا! تم اپنی جانوں کو بچاؤ اور اپنے اہل کو بھی اس آگ سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ اور گمان کرتے ہو کہ تم ہماری طرف نہ پھیرے جاؤ گے۔" اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ "کیا آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ یونہی (مہمل) چھوڑ دیا جائے گا" اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے "کیا بستیوں والوں کو یہ خوف نہیں رہا کہ رات کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ سوئے ہوئے ہوں یا اس بات سے بےخوف ہو گئے ہیں کہ ان پر چاشت کے وقت ہمارا عذاب آئے اور وہ کھیل میں مصروف ہوں۔" اے مسکین ان آیتوں کا تیرے پاس کیا جواب ہے۔ اور ان پر تو نے کیا عمل کیا ہے۔ پس کیا تو اپنے نفس کی ہوا و ہوس اور پلید شہوتوں سے باز رہا ہے جو تجھ کو دنیا اور آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں۔ اور خواری اور بدبختی کے گھر میں تجھ کو ڈالنے والی ہیں اس گھر کی آگ تجھ کو جلا دے گی اور اس کے سانپ اور بچھو اور کنکھجورے تجھ کو ڈسیں گے اور اس کے کیڑے تجھ کو کھائیں گے اور اس کے فرشتے اور نگہبان تجھ کو ماریں گے اور روز مرہ نئے نئے عذاب تجھ کو دیں گے اور تو اس میں فرعون اور قارون اور ہامان اور شیاطین کا ساتھی ہو گا اور اللہ ترغیب اس طرح دلاتا ہے اور جو آدمی خدا سے ڈرتا ہے۔ خدا اس کے واسطے نکلنے کی جگہ بنا دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو کوئی امید نہیں ہوتی اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "جو آدمی خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کی برائیاں اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کو بہت ثواب دیتا ہے" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے انسان تجھ کو کس چیز نے دھوکا دیا ہے۔ تیرے پروردگار کے متعلق وہ اللہ تو کریم ہے اس نے تجھ کو پیدا کیا اور تیرے اعضاء کو برابر اور درست بنایا" اور فرمایا خدا تعالیٰ نے "جو لوگ ایمان لائے ہیں کیا ان کے لیے ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل عاجزی سے خداوند تعالیٰ کا ذکر کریں۔" پس تحقیق خداوند تعالیٰ نے تجھ کو رغبت دلائی ہے کہ اس کا فضل اور رحمت مانگو اور اچھے رزق اور آرام اور دل کی تسلی کی درخواست کرو۔ اور اس واسطے تقویٰ کو لازم پکڑو اور اس پر ہمیشہ قائم رہو اور روشن راستہ پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔ اور واضح دلیلیں عطا کی ہیں اور اس کے بعد خداوند تعالیٰ ضامن ہوا ہے کہ تیرے گناہوں کو بخش دے گا اور تجھے بڑا اجر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو آدمی خدا کا خوف کرتا ہے اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور اس کو بڑا اجر دیتا ہے پھر خدا تعالیٰ تجھ کو خبردار کرتا ہے اور خواب غفلت سے جگاتا ہے اور اس کے راستہ سے تیرے اندھاپن کو دور کرتا ہے تاکہ سیدھے راستے پر چلے جاؤ۔ اور تمہارے کان بھی کھول دیتا ہے تاکہ اس کی آیات کو سنو اور فرماتا ہے۔ کہ "اپنے پاک پروردگار سے جس نے تم کو پیدا کیا اور کامل انسان بنایا کس نے مغرور کر دیا؟" اپنے کرم سے تیرے پاس اپنی تعریف بھی کر دی تاکہ اس کی جناب اور اس کے حکم سے منہ نہ پھیرے۔ اور اس کی قربت سے دور نہ بھاگ جائے اور اس کی عبادت کرنے کے سوا دوسری مخلوق کی طرف مشغول نہ ہو جائے۔ اور اس نے تم کو جتا دیا ہے۔ کہ ہم نے تجھے پیدا کیا و جود بخشا۔ اور تو کچھ بھی نہ تھا۔ اور تجھے زندہ کیا۔ حالانکہ تیرا کوئی پتہ نہ تھا تو مفلس اور فقیر تھا۔ تجھ کو مالدار کیا تو ناتوان اور کمزور تھا۔ تجھ کو توانا کیا اور تجھ کو بینائی دی تاکہ تو اپنے کام کی مصلحت کو دیکھے اور تو نادان تھا۔ تجھے دانائی عطا فرمائی۔ اور گمراہی کے بعد تجھ کو سیدھا راستہ دکھلایا پس تو کیوں غافل ہے اور اس کی رحمت سے جو عام اور بے حساب ہے۔ کس واسطے بخشش کی طلب نہیں کرتا وہ کونسی چیز ہے جو تجھ کو خداوند کریم کی اطاعت بجا لانے سے روکتی ہے۔ جس سے

تجھ کو اس دنیا میں بزرگی ملتی ہے۔اور انجام بخیر ہوتا ہے۔تجھے بلند مرتبے حاصل ہوتے ہیں۔کیا تو دنیا کی زندگی پر راضی ہو گیا ہے اور عمدہ اور بہتر چیزوں کا مبادلہ حقیر اور ذلیل چیزوں کے ساتھ کرتا ہے اور دنیا اور دنیا داروں اور اس کی ظاہری زینت اور مرتبہ کو جن کو بقا نہیں۔بہشت بریں پر ترجیح دیتا ہے اور پیغمبروں' صدیقوں' شہیدوں کی رفاقت پسند نہیں کرتا کیا تم نے جناب باری تعالیٰ کا قول نہیں سنا جو فرماتا ہے "کیا تم آخرت سے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے۔تو بس دنیا کی زندگانی کا اسباب آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑا ہے۔" اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (تم دنیا کی زندگانی کو زیادہ پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت اس سے بہت اچھی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی نافرمانی کرتا ہے اور دنیا کی زندگی کو اختیار کرتا ہے۔اس کی جگہ دوزخ ہے۔

دوزخ اور بہشت کا بیان

اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ دوزخ میں جانے کا سبب کفر ہے اور عذاب کی زیادتی اور دوزخ کے درجوں کی تقسیم برے عملوں اور برے خلقوں پر موقوف ہے اور بہشت میں جانے کا ذریعہ ایمان ہے اور بہشت کی نعمتیں اور اس کے درجوں کی تقسیم نیک عملوں اور عمدہ خصلتوں پر موقوف ہے۔خداوند کریم نے بہشت کو پیدا کیا اور اس کے اہلوں کو اجر اور ثواب دینے کے واسطے بہشت کو ان نعمتوں سے بھر دیا ہے اور دوزخ کو خدا نے پیدا کیا اور اس کو اس عذاب سے پر کیا ہے تاکہ اس کے رہنے والے عذاب کی سزا پائیں اور اس نے دنیا کو پیدا کیا اور اس میں اس نے طرح طرح کی آفتیں اور نعمتیں بھر دیں تاکہ دنیا داروں کا امتحان اور آزمائش کرے۔خلقت کو اسی خالق مطلق نے پیدا کیا ہے۔اور بہشت اور دوزخ کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔مگر یہ ابھی تک پردے میں ہیں۔کسی بشر نے ان کو نہیں دیکھا۔دنیا کی یہ دلفریب نعمتیں اور اس کی زحمتیں آخرت کی نعمتوں اور زحمتوں کا نمونہ ہیں اور ان کو ہر ایک شخص دیکھ اور چکھ رہا ہے اور خداوند شہنشاہ مطلق نے اسی زمین میں اپنے بندوں میں سے بادشاہ بھی پیدا کر دیئے ہیں جو دوسرے بندوں پر حکومت کرتے ہیں اور لوگوں کے دل ان کے رعب اور خوف کے مارے تھرتھراتے ہیں اور رعایا کی جان اور مال پر حکومت کرتے ہیں۔یہ ساری باتیں خداوند تعالیٰ کی تدبیر اور اس کی مملکت اور اس کی فرمان روائی کا نمونہ ہیں۔اللہ جل شانہ نے ان سب کی خبر قرآن میں دی ہے۔اور دونوں جہان کا وصف بیان کیا ہے۔اور اپنے ملک۔قدرت' تدبیر۔احسان اور اپنے کاریگروں کے اوصاف بیان کئے ہیں۔اور یہ مثالیں دے کر ان کو سمجھایا ہے۔مثلاً اللہ نے فرمایا ہے۔"ہم لوگوں کے واسطے مثالیں بیان کرتے ہیں۔ان کو نہیں سمجھ سکتے۔مگر عالم اور دانا۔" پس جو لوگ خدا کو جانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں وہی اسکی عنایت سے اس کی مثالوں کو سمجھتے ہیں۔اور مثال اس کو کہتے ہیں کہ جس چیز کو تم نے نہیں دیکھا اس کی بجائے کوئی دوسری چیز تم کو ایسی دکھائی جائے جو اس کی مانند ہو تاکہ اس نادیکھی ہوئی چیز کی اصلیت کو جس کی طرف تمہاری توجہ دلائی جاتی ہے تمہارا دل پہچان سکے جیسے کہ خبریں ملکوت کی۔اور دونوں جہان اور اس کے شہنشاہ کے معاملات کی خبریں۔پس دنیا میں جتنی نعمتیں اور لذتیں ہیں۔یہ سب بہشت اور اس کی لذتوں کا نمونہ ہیں اور ان کے سوا بہشت میں ایک اور ایسی چیز ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے۔اور نہ کسی کان نے سنا ہے۔اور نہ ہی اس کا کسی کے دل پر خیال گزرا ہے۔اور اگر اس نعمت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ کا نام بھی لیا جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔کیونکہ نام لینے سے وہ کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی نہ تو اس کو کسی نے دیکھا ہے۔اور نہ ہی اس کی دنیا میں کوئی مثال اور نمونہ ہے۔بہشت کے سو درجے ہیں۔اور ان میں سے تین درجوں کی تعریف کی گئی ہے۔ایک درجہ سونے کا۔دوسرا چاندی کا۔تیسرا نور کا ہے۔اور اس سے آگے زیادہ حال کچھ معلوم نہیں ہوا۔اور نہ ہی انسان کی عقل اس باب میں زیادہ کارگر ہو سکتی ہے اور اسی طرح سختی اور عذاب کی جو چیزیں دنیا میں ہیں وہ آخرت کے عذاب کے گھر کا نمونہ ہیں۔ان کے سوا کئی طرح کے اور عذاب ہیں۔جن کے سمجھنے سے عقلیں عاجز ہیں۔یہ سب عذاب ان لوگوں پر خدا کے غضب سے وارد ہوتے ہیں اور بہشت کی لذت اور نعمتیں اس کی رحمت سے حاصل ہوتی ہیں۔اور جو اس کے بندے اس کی دنیا کی مباح چیزیں کھاتے ہیں اور ان پر خدا کا شکر کرتے ہیں خداوند تعالیٰ ان کو اس کے عوض میں بہشت میں وہ چیزیں کھلائے گا جن کے سامنے دنیا کی چیزیں نہایت حقیر ہیں۔اور جو لوگ دنیا میں وہ چیزیں کھاتے ہیں جو مباح نہیں ہیں وہ اپنے نفسوں کو بہشت کے درجوں سے محروم رکھتے ہیں اور جو لوگ بہشت کے درجوں اور اس کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں ان پر بہشت حرام ہے۔اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی حرام ہے۔اہل بہشت کے واسطے بہشت میں عروسیں ہیں اور ان کے لیے ولیمے اور مہمانیاں ہیں اور عروسیں واسطے دعوت کے ہیں۔اور خداوند تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو بہشت

کی طرف بلایا ہے۔ تو اس واسطے بلایا ہے کہ ان کے جسموں کو از سر نو ہمیشہ کے واسطے تراوت اور تازگی عطا کرے۔ اور ہمیشہ کی عمریں بخشے اور بہشتیوں کی بیبیوں کے واسطے ولیموں کی دعوتیں ہیں۔ اور ان کی آپس کی زیارتوں اور ملاقاتوں کے واسطے ان کی مہمانیاں ہیں۔ تاکہ وہ آپس میں باتیں کریں اور ان کے واسطے جو وہاں آرام اور آسائش کے مقام ہیں۔ ان کا لطف اٹھائیں اور درخت طوبیٰ کے سایہ کے نیچے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھیں۔ کیونکہ وہاں پیغمبروں کی زیارت ہوگی اور یہ مسرت اور خوشی کا سبب ہوگا اور فرشتوں کی مجلسیں ان میں منعقد ہوں گی۔ ان سب پر خدا کا سلام ہو اور بہشت میں ان لوگوں کی سیر و تفریح کے واسطے بازار ہوں گے۔ اور نمازوں کے اوقات میں جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کو خوبصورت چیزیں اور مرغوب ہدیئے عطا ہوں گے۔ اور رات دن اور صبح شام ہر طرح کے کھانے پینے کی چیزیں اور ہر ایک قسم کے میوے ہر وقت موجود رہیں گے اور خداوند کریم کے ہاں سے ان کو ایسا رزق عطا ہوگا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا اور ان کو کوئی اس سے رکاوٹ نہ ہوگی بلکہ دن بدن خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس میں ترقی اور زیادتی ہی ہوتی رہے گی۔ اور چونکہ پہلے معمول سے زیادہ ان ماکولات اور مشروبات میں افزونی اور زیادتی ہوگی۔ پہلے ذائقہ کو جو چکھ چکے ہوں گے۔ بھول جائیں گے اور بہشتی لوگوں کے واسطے تماشاگاہ ہوگی۔ باغوں میں نہر کوثر کے کنارہ پر جس کی وہ سیر کریں گے اور اس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے لگے ہوئے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کا عرض ساٹھ میل کا ہوگا اس خیمہ کی مثال اس موتی سے ہو سکتی ہے۔ جس کا دروازہ نہ ہو۔ اور اس میں لونڈیاں ہوں گی جن کو نہ کسی فرشتہ نے اور نہ کسی بہشتی خادم اور حور نے دیکھا ہوگا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (اور ان میں خوب رو اور نیک خو بیویاں ہیں) اور جب خداوند تعالیٰ خود ان کی خوبصورتی کی تعریف فرماتا ہے تو پھر کس کو طاقت ہے کہ وہ ان کے حسن اور جمال کی صفت کا بیان کر سکے۔ پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے (یہ حوریں ایسی ہیں کہ خیموں میں محفوظ رکھی گئی ہیں۔

ماہرو لونڈیاں اور خوشخو حوریں پیدا ہوتی ہیں اور ان کا نور عرش سے ہے اور اس پر موتیوں کے خیمے لگائے گئے ہیں۔ جب سے یہ پیدا ہوئی ہیں اس وقت سے لے کر اب تک ان کو کسی نے نہیں دیکھا یہ سب ان خیموں میں ہی محفوظ رکھی گئی ہیں یعنی اپنے شوہروں کے واسطے احتیاط کے ساتھ قید کی گئی ہیں۔ پس ان کو ان کے شوہر ہی دیکھیں گے اور بہشتی اپنی بیبیوں کے ساتھ اس عالی قصر میں خوش ہوں گے اور جب تک خدا چاہے گا اس نعمت میں رہیں گے اور پھر جب خداوند کریم اس درجہ سے بھی ان کو اعلیٰ درجہ عطا کرے گا تو پھر اسے نئی نعمت عطا کرے گا اور خدا کی اس نعمت کا شکر کریں گے اور پکارنے والا بہشت کے درجوں میں پکار کر یہ کہے گا

کہ اے بہشت کے لوگو۔ یہ خوشی اور خرمی کا دن ہے۔ اس میں تازگی سے رہو اور اپنے دل کے غنچہ کو کھولو اور خوب آرائش کرو اور مزے لوٹو۔ اور اپنی آرام گاہوں سے نکلو اور سبزہ زار تماشاگاہ کی سیر کرو اور جب یہ وہاں سے نکلنے لگیں گے۔ تو ان کی سواری کے واسطے تیز رفتار گھوڑے حاضر ہوں گے۔ اور یہ بہشتی لوگ اپنے محل سرا سے نکلتے ہی گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے۔ اور ان کے گھوڑے بھی مروارید اور یاقوت سے مزین اور آراستہ ہوں گے۔ اور پھر سیر کے واسطے میدانوں اور باغوں میں جائیں گے اور یہ نہر کوثر کے کنارے پر ہوں گے۔ اور جب ان کے دل اس تماشا سے سیر ہو جائیں گے تو خداوند کریم ان کی رہنمائی کرے گا۔ کہ اب تم اپنے ان مکانوں اور ایوانوں کی طرف جاؤ۔ جو تم کو خلعت اور انعام میں دیئے گئے ہیں۔ اور جب یہ لوگ اپنے خیمے کے پاس پہنچیں گے تو وہاں جا کر کھڑے ہو جائیں گے کیونکہ ان کو اندر جانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا۔ اس لیے ان اللہ کے ولی اور مومن لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس خیمہ کو چاک کردیں گے اور اس میں دروازہ بنائیں گے۔ اور اس طرح دروازہ بنانے کا باعث یہ ہوگا کہ اس مومن کو معلوم ہو جائے گا کہ اس خیمہ میں جو بی بی رہتی ہے اس کے حال سے اب تک کسی کو آگاہی نہیں اور جب کوئی ان کے حال سے واقف ہی نہیں تو دیکھنا کسی کو کیونکر نصیب ہو سکتا ہے۔ اور اس مومن پر ظاہر کیا جاوے گا۔ کہ سرائے فانی میں ان حوروں کی بابت خدا نے جو وعدہ کیا تھا۔ اس کو پورا کر دیا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (تمہاری حور بیبیاں خیموں میں نگاہ اور محفوظ رکھی گئی ہیں) اور فرمایا ہے کہ (ان کو کسی جن اور انسان نے پہلے نہیں چھویا) اور بہشتی اپنی صاحب جمال بی بی کے ساتھ تخت پر بیٹھے گا جو آراستہ اور پیراستہ عالی شان ایوانوں میں بچھائے گئے ہوں گے اور پھر دعوت کتخدائی کا کھانا ان کے روبرو لا کر رکھا جائے گا اور اسکو بڑے ذوق اور شوق سے کھائیں گے۔ اور خدا کی عنایت شدہ شراب طہور سے پئیں گے اور تروتازہ طرح طرح کے میووں سے لطف اٹھائیں گے۔ خداوند تعالیٰ ان کو نئے نئے تحفے عطا فرمائے گا۔ اور ان کے جسم مرصع زیوروں اور فاخرہ لباسوں سے آراستہ اور پیراستہ ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ ان کو اس

طرح آراستہ اور پیراستہ کرے گا تو پھر نازنین عروسوں کی طرف متوجہ ہوں گے۔اور عیش اور آرام کا فائدہ اٹھائیں گے اور جب اس نشاط سے فراغت پائیں گے تو پھران مجلسوں میں شریک ہوں گے جو باغوں کی نہروں کے کناروں پر قائم ہوں گی اور ان میں گوناگوں ابریشمی فرش بچھے ہوئے ہوں گے اور اپنے اپنے سبز رفرفوں پر سوار ہوں گے۔اور ان پر تکئے لگائیں گے خداوند فرماتا ہے (سبز رفرف اور ابریشمی خوبصورت بستروں پر تکیہ لگانے والے ہوں گے) پس جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے خوبصورت فرمایا ہے اس کی دل لبھانے والی خوبصورتی کا کیا ٹھکانا ہے اور رفرف ایک ایسی چیز ہے کہ جب آدمی اس کے اوپر بیٹھتا ہے۔تو وہ ہنڈولے کی مانند دائیں بائیں اور نیچے اوپر حرکت کرتا ہے۔پس یہی بہشتی لوگ اپنی دلربا بیوی کے ساتھ اس رفرف پر بیٹھ کر جھولا جھولیں گے اور اس کے مزے اٹھائیں گے اور جب یہ حضرات رفرف پر سوار ہوں گے تو اس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی گانا شروع کردیں گے۔حدیث میں وارد ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی تمام پیدائش میں حضرت اسرافیل سے زیادہ اور کسی کو خوش آواز پیدا نہیں کیا اور جب یہ حضرت گانے لگتے ہیں تو اس وقت ساتوں آسمانوں کے جتنے رہنے والے ہیں وہ سب کے سب نماز اور تسبیح اور تہلیل سے ساکت (خاموش) ہو جاتے ہیں اور اس کا گانا سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب اللہ کے ولی ان رفرفوں پر سوار ہوتے ہیں۔تو اس وقت حضرت اسرافیل بھی شہنشاہ مطلق کی تسبیح اور تہلیل اور بھی زیادہ خوش آوازی سے گاتے ہیں۔اور بہشت کے جتنے درخت ہیں سب اس راگ کو سنتے ہیں۔کوئی خالی نہیں رہتا اور خوشی کے مارے پھول جاتے ہیں اور ایسا کوئی پردہ اور دروازہ نہیں رہتا کہ راگ کے سرور کی تاثیر سے بست اور کشاد کی حالت طاری نہ ہو اور ہر ایک حلقہ اور دروازے سے رنگارنگ کی آوازیں باہر آئیں گی اور چاندی اور سونے کے جتنے اس بہشت کے باغ ہوں گے۔ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں رہ جائے گا جس سے سرور کا نغمہ نہ نکلے گا۔اس بہشت کے جنگلوں سے گوناگوں بانسری کی آوازیں نکلیں گی اور حوروں کے دلفریب اور دلکش نغمے الگ سنائی دیں گے۔پرندے جدا اپنا راگ گا کر لطف بڑھائیں گے۔اس وقت خداوند کریم بھی فرشتوں کے پاس وحی بھیج کران کو حکم دے گا کہ میرے بندوں کو یہ بات سنادو کہ تم نے دنیا میں شیطان کا راگ سننے سے اپنے کانوں کو پاک اور صاف رکھا تھا یہ اس کا عوض ہے۔اس کے بعد فرشتے خوش الحانی اور روحانی آواز سے فرمان الٰہی کے موافق جواب دیں گے اور ان کی جتنی آوازیں ہوں گی وہ سب آپس میں ایک ہی سر میں مل کر ایک بڑی آواز بن جائے گی اور پھر خداوند تعالیٰ فرمائے گا۔اے داؤد! میرے عرش کے پایہ کے پاس آکر کھڑا ہو اور میری عظمت اور میرے جلال کا راگ گا۔حضرت داؤد علیہ السلام فرمان کے موافق عرش کے پایہ کے پاس حاضر ہوں گے اور بڑی خوش آواز سے حمد و ثنا گائیں گے اور آپ کی ایسی خوش آواز ہوگی کہ باقی سب آوازیں اس کے آگے ماند پڑ جائیں گی۔اور اس سے ان آوازوں کی بڑی زیب و زینت ہوگی۔اور راگ کی لذت دوبالا ہوگی۔اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ وہ باغ بناؤ سنگار دیئے جائیں گے)

اور یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ ایک روضہ لذت اور سرود کا ہے جب اہل بہشت ان روضوں میں ہوں گے اور اس کی لذات اور سرود سے لطف اٹھا رہے ہوں گے تو اللہ جل شانہ کے حکم سے ان پر بہشت عدن کا ایک دروازہ کھل جائے گا اور اس دروازہ سے روحانی لوگوں کی آوازیں نکلنی شروع ہوں گی۔جو بہشتوں کے درجوں تک رب کریم کی بزرگیوں کا اظہار کریں گی اور باغ عدن کے گل و ریحان کی خوشبو پراگندہ ہو کر بہشتی لوگوں کے دل اور دماغ کو معطر کردے گی اور جانفزا نسیم جس سے عنبر کی لپٹیں آرہی ہوں گی پھر ایک نور کا شعلہ اٹھے گا۔اور اس سے تمام باغ اور اس کی نہریں روشن ہو جائیں گی۔اور اس کی جگمگاہٹ کا عالم یہاں تک ہوگا کہ عرش سے لے کر فرش تک سب کچھ نور ہی نور ہو جائے گا۔اور اس ذوق اور شوق کے مستمند لوگوں کو اوپر کی طرف سے خداوند کریم کی آواز آئے گی السلام علیکم اے خداوند تعالیٰ کے عاشقو' اور محبو اور ولیو اور بارگاہ لم یزل کے برگزیدہ لوگو اور اے بہشت کے رہنے والو! تم نے اپنی اس تماشا گاہ کو کیسا پایا۔یہ دن تمہارا میرے ان دشمنوں کے نیروز کے بدلے ہے جنہوں نے دنیا کا ایک دن مقرر کیا۔تاکہ دنیا کی نعمتوں سے اپنی جانوں کو تازگی بخشیں۔انہوں نے اپنی بدبختی کے باعث اپنے آپ کو تاریکی میں پھنسایا اور اس دن کی لذت سے محروم رہ گئے اور دنیا کی خواہش اور تجارت سے ان کو نقصان پہنچا۔ان لوگوں نے صبر نہ کیا۔اگر صبر کرتے تو وہ بھی اس نعمت کبریٰ اور عطیہ عظمیٰ کو پہنچ جاتے۔ان آدمیوں نے ان کے خلاف کام کئے ہیں جنہوں نے فرمانبرداری اور عبادت کی ہے۔اس لیے آج یہ اپنے کئے کا عذاب بھگتیں گے۔انہوں نے دنیا کی نعمتوں اور نفسانی لذتوں کی رغبت کی۔اس لیے جو چیز انہوں نے دنیا میں طلب کی تھی وہ ان سے منقطع ہوگئی اور اس کی بجائے ذلت اور خواری نصیب ہوئی اور جن لوگوں نے صبر کیا اور عبادت کی۔ان کو بہشت عطا کیا گیا۔بہشت کا حریری لباس

ملا۔ جنت کی تماشا گاہیں ملیں۔ اور آخر خداوند کریم نے ان کو اپنا سلام بھیجا اور کہا کہ یہ دن تمہارا نیروز ہے اور میری زیارت کا دن ہے اور میرا بہشت عدن تمہارے واسطے زیارت گاہ اور تماشا گاہ ہے۔ اور دنیا میں بہت مدت تک میں نے تمہارے حال کی حفاظت اور نگرانی کی ہے۔ کیونکہ تم ہمیشہ میری اطاعت اور بندگی میں مشغول رہے ہو۔ اور جو لوگ گردن کش اور مغرور تھے وہ لہو اور لعب میں مشغول رہے اور گناہگاری کی اس واسطے آج کے دن وہ حیران اور پریشان ہو رہے ہیں یہ متمرد اور سرکش لوگ دنیا کے اسباب پر خوشی کرتے تھے اور اسے حاصل کر کے خوش ہوتے تھے اور تم نے ہماری عزت اور بزرگی کا لحاظ اور پاس کیا اور ہماری حدوں کو نگاہ رکھا اور میرے عہد کی رعایت کی۔ اور میرے حقوق سے ڈرتے رہے اور اہل جنت کو دکھلانے کے واسطے دوزخ کا بھی ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ اس سے بھڑکتے ہوئے شعلے اور دھواں اٹھتا ہو گا اور اہل دوزخ کی زاری اور ان کا نالہ اور فریاد بلند ہوتی ہو گی اور بہشتی آدمی اپنے مقاموں سے جہاں اپنی اپنی مجلسیں جمائے ہوں گے ان دوزخیوں کے حال کو دیکھیں گے۔ اپنے حال میں تو وہ خوش اور محفوظ ہوں گے لیکن جب ان کو اس حال میں ملاحظہ کریں گے۔ کہ ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنی سیاہ بختی کی بلا میں گرفتار۔ تو وہ اور بھی خوش ہوں گے اور کہیں گے کہ اچھا ہوا ہم نے خداوند تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تھی اور جب دوزخی اہل بہشت کے سبز تختوں کی طرف نگاہ کریں گے تو یہ رشک اور حسرت کھائیں گے اور اپنے دل ہی دل میں جلیں گے اور ان کے ہاں خواہش کریں گے کہ ہماری فریاد رسی کریں اور ان کو نام لے لے کر بلائیں گے

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنتی لوگ اپنے کئے کے سبب خوش ہیں اور ان کی بیبیاں درختوں کے سایہ میں آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے جلوس فرما ہیں۔ میوے اور بہشت کی تمام نعمتیں جو چاہیں اس کے واسطے موجود ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر سلام ہے اور اے گناہ گارو! تم آج کے دن ان سے جدا ہو جاؤ۔ اے بنی آدم تم سے میں نے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔ اور میری عبادت کرو کیونکہ یہ سیدھی راہ ہے۔ پس دوزخ کی آگ بھڑک اٹھے گی اور کافروں کی جماعت الگ کی جائے گی۔ اس وقت ان کے نالے اور پکار بند ہو جائے گی اور دوزخ کے جزیروں میں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ ان جزائر میں جاویں گے تو بچھو جن کے ڈنگ درخت کھجور کے تنے کی مانند ہیں ان کو دوڑ کر کاٹیں گے۔ پھر آگ کا سیلاب ان پر رواں چڑھ آوے گا۔ یہ سیلاب سراسر خدا کا غضب ہو گا۔ یہ ان کافروں کو بہا لے جائے گا اور آگ کے دریاؤں میں غرق کر دے گا اور خداوند کریم کی طرف سے ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ یہ وہ دن ہے۔ جس کے بارے میں تم میرے ساتھ عظیم جنگ کیا کرتے تھے۔ اور میری نعمت سے سرکشی کرتے تھے اور اس پر عبادتوں اور غموں کی جگہ یعنی دنیا میں خوش ہوتے تھے۔ اور اس کا تم ان نعمتوں سے مقابلہ کرتے تھے جو ہم نے آج اپنے فرمانبرداروں کے لیے تیار کی ہیں اور یہ نعمتیں اب تم کو نہیں ملیں گی۔ پس جو کچھ تم نے دنیا میں پسند کیا۔ آج اس کا عذاب چکھو اور جو لوگ اہل بہشت ہیں اور تم سے الگ کئے گئے ہیں وہ ولیموں کے طعاموں کی لذتیں اٹھائیں گے اور طرح طرح کے میووں اور تازہ بتازہ کھانوں میں مصروف ہوں گے جو لوگوں کو ہدیے دیئے گئے ہیں۔ باکرہ حسین ان کی ہم صحبت ہوں گی۔ بیٹھنے کے واسطے تخت ہیں۔ اور رنگ برنگ کا گانا ہے جو بڑی خوش الحانی سے سن رہے ہیں۔ ان لوگوں پر میرا سلام ہے۔ اور میں لطف اور کرم سے ان کے ساتھ پیش آتا ہوں اور دن بدن ان کی نعمت زیادہ کرتا ہوں جس کی کوئی حد نہیں تاکہ وہ میری اس عظیم نعمت سے خوشحال رہیں۔ اور ہمیشہ ان کو زیادہ سے زیادہ لذت حاصل ہوتی رہے۔ پس اے بہشت کے لوگو تمہارا یہ دن میرے دشمنوں کے اس دن کا عوض ہے۔ جس میں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے تھے اور خوش ہوتے تھے اور اپنے بادشاہوں کو ہدیہ بھیجتے تھے۔ اور وہ ان کے ہدیہ کو قبول کرتے تھے وہ تو آج کے دن محروم ہوئے ہیں اور تم اپنے مقصد کو پہنچ گئے ہو۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھ کو خوش آواز سے بہت رغبت ہے کیا بہشت میں بھی خوش آوازیں ہوں گی۔ پیغمبر نے جواب دیا کہ ہاں ہوں گے۔ جس خدائے پاک کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشت کے درختوں کے پاس وحی بھیجے گا اور ان کو حکم کرے گا کہ تم میرے بندوں کو راگ اور گانا سناؤ۔ کیونکہ وہ دنیا میں میری عبادت اور میرے ذکر میں بہت مشغول رہے ہیں۔ اور سارنگی اور چنگ سے روگردانی رکھی ہے۔ پس اس وقت بہشت کے درخت ایسی عمدہ سریلی آوازوں سے پروردگار کی تسبیح اور تقدیس کے گیت گائیں گے جیسا کہ خلقت نے کبھی اسے پہلے نہ سنا ہو گا ابی قلابہؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول کیا بہشت میں رات بھی ہو گی۔ آپ نے فرمایا کس چیز نے تم کو اس سوال پر انگیختہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے واسطے صبح اور شام

بہشت میں رزق ہو گا۔ میں نے سمجھا کہ صبح اور شام کے وقتوں کے درمیان رات ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ بہشت میں رات نہیں ہے مگر وہ ایک روشنی اور نور ہے اس سے صبح اور شام کا وقت معلوم ہو گا اور دنیا میں جن جن وقتوں میں وہ نمازیں پڑھتے تھے۔ ان ان وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تازہ بتازہ ہدیے ان کو ملیں گے اور فرشتے ان لوگوں پر سلام بھیجیں گے۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ مجھ کو یہ ہمیشہ کی زندگی ملے اور ہمیشہ کی یہ لذت عطا ہو۔ اس کو لازم ہے کہ پرہیزگاری کی حدوں کو نہ توڑے انہیں محفوظ رکھے اور پرہیزگاری کی ان شرطوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں بیان کر دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے "یہ نیکی نہیں ہے کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف منہ پھیرو۔ لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو خدا تعالیٰ پر ایمان لایا اور قیامت کے دن اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو سچا جانا اور اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر اپنے قریبیوں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور سائلوں اور بردے آزاد کرنے پر خرچ کیا اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دی اور عہد کر کے ان کو پورا بھی کرتے ہیں۔ اور ضرر اور سختیوں میں صابر رہتے ہیں اور خدا سے خوف رکھتے ہیں یہی لوگ صادق اور پرہیزگار ہیں۔" اور ان پر اسلام کی حدوں کا قائم رہنا اور اس کے ارکان کا بجالانا لازم ہے

اور حضرت حذیفہؓ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ) اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' عمرہ' جہاد' امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور جو آدمی ان حصوں میں سے کوئی حصہ نہیں پاتا۔ وہ سخت نقصان پاتا ہے۔ عاصم احولؒ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا اسلام ایک قوی درخت کی مانند ہے۔ اس کی جڑ خدا پر ایمان لانا ہے اور پانچ وقت کی نمازیں اس کی شاخیں ہیں اور رمضان کے روزے اس کا پوست ہے۔ اور حج اور عمرہ اس کا چنا گیا میوہ ہے اور وضو اور غسل جنابت اس درخت کے واسطے پانی ہے۔ اور ماں باپ کی اطاعت اور صلہ رحمی اس درخت کی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں اور خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا اس کے پتے ہیں اور نیک کام اس کا میوہ ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کا ذکر اس درخت کا رگ و ریشہ ہے اور رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ جس طرح بغیر سبز پتوں کے درخت کی زیبائش نہیں ہوتی۔ اسی طرح گناہ سے بچنے اور نیک عمل کرنے کے بغیر اسلام کو بھی زینت حاصل نہیں ہوتی۔

بہشت اور دوزخ اور ان چیزوں کا بیان جو ان میں رہنے والوں کے واسطے تیار کی گئی ہیں

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں۔ جب تمام مخلوق ایک میدان میں جمع ہو گی کہ ان پر ایک تاریکی کا عالم طاری ہو گا اور وہ ایسی سیاہی ہو گی کہ ایک کو دوسرا دکھائی نہیں دے گا اور تمام مخلوق اس سخت تاریکی میں سر وقد کھڑی ہو گی۔ اور ان لوگوں اور خداوند کریم کے درمیان ستر برس کی راہ کا فاصلہ ہو گا۔ اچانک اس سخت تاریکی کے عالم میں اللہ جل شانہ اپنے فرشتوں پر جلوہ ڈالے گا۔ اور حشر کا میدان خدا کے نور سے جگمگا اٹھے گا۔ اور تاریکی جاتی رہے گی سب جگہ خدا کا نور پھیل جائے گا۔ فرشتے اس وقت عرش کے گرد طواف کر رہے ہوں گے۔ اور اپنے خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہوں گے۔ اس وقت خدا کی تمام مخلوق صف باندھ کر کھڑی ہو گی اور ہر ایک امت کے لوگ اپنے اپنے مقام پر جہاں مودب کھڑے ہوں گے۔ وہیں ان کے اعمال نامے سامنے کئے جائیں گے اور عدل کی میزان کو بھی حاضر کریں گے۔ اور فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اس ترازو کو پکڑے گا۔ کبھی اونچی کرے گا اور کبھی نیچی۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ اس حالت میں اچانک درمیان سے بہشت کا پردہ اٹھا دیں گے اور حشر کے میدان کے نزدیک ہو جائے گا اور اس پر بہشت کی ہوا چلے گی اور مسلمانوں کو کستوری کی مانند معطر کرے گی اس وقت بہشت اور بہشتی لوگوں کے درمیان پانچ سو برس کے راستہ کا فاصلہ ہو گا اور اس کے بعد دوزخ کا پردہ اٹھایا جائے گا اور اس میں سے ہوا اور سخت دھواں نکل کر پھیل جائے گا۔ اور گناہ گار اس کی بدبو پائیں گے۔ حالانکہ دوزخ اور ان لوگوں کے درمیان پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہو گا اس کے بعد دوزخ کو حاضر کیا جاوے گا۔ جو ایک بڑی زنجیر سے کھینچ کر لائی جائے گی۔ دوزخ پر انیس فرشتے چوکیدار ہوں گے اور ہر ایک چوکیدار کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مددگار ہوں گے ہر ایک چوکیدار اپنے مددگاروں سمیت اس کو کھینچتا ہوا لا رہا ہو گا اور کچھ نگاہبان اس کے دائیں بائیں پر چلے آتے ہوں گے اور ہر ایک فرشتے کے ہاتھ میں ایک تچھی ہو گی۔ اور جب فرشتہ دوزخ کو پکارے گا تو وہ رواں ہو گی اور نیچے اوپر سانس بھی لے گی اور اس کی آواز گدھے کی طرح ہو گی۔ اور اس کا پیٹ بہت سیاہ ہو گا اور اس میں سے دھواں نکلتا ہو گا اور شعلے اٹھتے ہوں گے وہ اہل دوزخ پر بہت غصہ کر رہی ہو گی۔ اس حالت میں اسے حشر کے میدان میں بہشت اور موقف کے درمیان کھڑا کریں گے۔ پس وہ لوگوں کی طرف دیکھے گی۔ نظر اٹھا کر اور ایسا معلوم ہو گا کہ اہل محشر پر حملہ کرتی ہے۔ اور ان سب کو کھا جانے کو ہے اور اس کے نگہبان

اس کو روکیں گے۔ اور اس کی زنجیروں سے اسے کھینچے رکھیں گے اگر اس کو چھوڑ دیں تو مومن اور کافر سب کو اسی وقت چٹ کر جائے۔ اور جب یہ دیکھے گی کہ میں خلقت پر حملہ کرنے سے روکی گئی ہوں تو غصہ سے جوش میں آئے گی اور اس قدر جوش کی سختی ہوگی کہ پھٹتی ہوئی معلوم ہوگی اور پھر دوسری دفعہ شور کرے گی اور اپنے دانتوں کو پیسے گی۔ جب لوگ اس کے دانتوں کی آواز سنیں گے تو خوف کے مارے کانپ جائیں گے اور ان کے دل بے اختیار ہو جائیں گے۔ عقل جاتی رہے گی۔ آنکھوں میں اندھیرا آ جائے گا۔ دل حلقوں تک پہنچ جائیں گے۔ اور ایک شخص نے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول دوزخ کی کیا تعریف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دنیا کی زمین کی مانند ہے۔ لیکن اس سے ستر حصے بڑی ہے۔ اور اس کا رنگ سیاہ اور تاریک ہے اور اس کے سات سر ہیں اور ہر سر میں تیس دروازے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کی لمبائی میں تین رات دن کے راستے کا فاصلہ ہے اور اس کا اوپر کا ہونٹ اتنا موٹا ہے کہ ناک کے نتھنوں سے ملا ہوا ہے اور نیچے کا نیچے لٹکا ہوا ہے اور اس کی ناک کے ہر ایک سوراخ میں ایک رسی اور ایک بڑی زنجیر پڑی ہے۔ اور ستر ہزار سخت اور تند خو فرشتوں نے اس کو قابو کیا ہوا ہوگا اور ان فرشتوں کے منہ سے دانت نکلے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں آگ کے انگاروں کی مانند دہکتی ہوں گی اور ان کے رنگ ایسے ہوں گے جیسے آتشیں شعلے اور انکی ناک کے سوراخوں سے دھواں اور شعلے اٹھتے ہوں گے اور یہ ہر وقت مستعد ہوں گے کہ جونہی خدا کا حکم ہو اس کو بجالائیں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس وقت دوزخ اللہ جل شانہ کے ہاں درخواست کرے گی کہ مجھ کو سجدہ کی اجازت ملے خدا اس کو اجازت عطا کرے گا وہ سجدہ کرے گی۔ اور جب تک اللہ چاہے گا سجدہ میں پڑی رہے گی۔

پس اللہ تعالیٰ اس کو حکم دے گا کہ سجدے سے اپنا سر اٹھا فرمان کے موافق وہ اپنا سر اٹھائے گی اور یہ کہے گی۔ میں اس خدا کی تعریف کرتی ہوں جس نے مجھے اس واسطے بنایا ہے کہ میرے ذریعے اپنے نافرمانوں سے بدلہ لے اور مجھ سے بدلہ لینے والی کوئی چیز پیدا نہیں کی اور ہموار تیز اور چرب زبان سے کہے گی کہ یہ حمد خدا کے لائق ہے اور بلند آواز سے بجالائے گی اور اس کے بعد بڑے زور سے شور مچائے گی اور جتنے مقرب فرشتے اور پیغمبر ﷺ مرسل اور دوسرے اس جگہ کھڑے ہونگے ان میں سے کوئی ایسا باقی نہ رہے گا۔ جو خوف کا مارا زانو کے بل نہ گر پڑے گا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ فریاد کرے گی اس دفعہ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے یہاں تک کہ کوئی قطرہ باقی نہ رہے گا۔ پھر تیسری دفعہ فریاد کرے گی اور پھر ایک آدمی یا جن۔ جس کے بہتر پیغمبروں کے عملوں کے برابر بھی عمل ہوں گے تو وہ بھی یہی خیال کرے گا کہ اس نے مجھ کو گھیر لیا۔ میں اس سے نہیں بچ سکوں گا پھر چوتھی مرتبہ فریاد کرے گی۔ اس دفعہ خوف کے مارے سب چیزیں خاموش ہو جائیں گی۔ کوئی بول نہیں سکے گی۔ اور جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور ابراہیم خلیل اللہ عرش کو پکڑے ہونگے اور خوف کے مارے یہی پکار رہے ہونگے۔ نفسی، نفسی مجھے ہی بچائیو میں اور کچھ بھی نہیں مانگتا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دوزخ آگ کی چنگاریاں اگلنی شروع کرے گی۔ اور ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی اور ہر ایک چنگاری اتنی بڑی ہوگی جتنا کہ مغرب کی طرف سے اٹھا ہوا ایک بڑا بادل ہوتا ہے اور لوگوں کے سروں پر ان چنگاریوں کی بوچھاڑ ہوگی اور اس کے بعد دوزخ پر پل صراط بچھا دیں گے اور اس کے لیے سات سو پل بنائے جائیں گے ہر ایک کے درمیان ستر سال کے راستے کی دوری ہوگی اور بعض کا یہ قول ہے کہ پل صراط کے بھی سات طبقے ہیں اور پہلے طبقے سے دوسرے تک پانچ سو سال کے راستے کی چوڑائی ہے۔ اور دوسرے سے تیسرے تک بھی اسی قدر اور اسی طرح باقی طبقوں میں بھی اسی قدر فاصلہ ہے۔ اور ساتواں درجہ نہایت فراخ اور بہت ہی سخت اور گرم ہے اس میں حد سے زیادہ گڑھے ہیں اور اس کا گہراؤ بہت دور دراز تک ہے۔ اور اس میں رنگ برنگ کے عذاب ہیں۔ اور جو اس کی آگ کی چنگاریاں ہیں۔ وہ دوسرے طبقوں سے ستر حصے بڑی ہیں۔ اور ہر نزدیک والا طبقہ دائیں بائیں بلندی میں آسمان کی طرف اس قدر بلند ہے جتنی کہ تین میل کے فاصلہ کی بلندی ہوتی ہے۔ اور ہر ایک طبقہ اپنی گرمی اور چنگاریوں کی کثرت اور طرح طرح کے عذابوں کے لحاظ سے اپنے اوپر کے طبقے سے ستر حصے زیادہ ہے۔ اور ہر ایک طبقہ میں دریا اور ندیاں جاری ہیں۔ اور پہاڑ اور درخت ہیں۔ ہر ایک پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار برس کا راستہ ہے۔ اور ہر ایک طبقے میں ستر پہاڑ ہیں۔ ہر ایک پہاڑ میں ستر ہزار درے ہیں اور ہر درے میں ستر ہزار ہی تھوہر کے درخت ہیں۔ اور ہر ایک درخت سے ستر شاخیں نکلی ہوئی ہیں۔ اور ہر شاخ پر ستر سانپ اور بچھو رہتے ہیں۔ اور ہر سانپ کی لمبائی تین کوس تک ہے اور ہر ایک بچھو ایک بڑے اونٹ کے برابر موٹا ہے۔
اور ہر درخت پر ستر ہزار میوے لگے ہیں۔ ان میووں کا ہر ایک دانہ شیطان کا ایک سر ہے اور ہر میوے میں ستر کیڑے بھرے ہیں۔ اور ہر ایک کیڑہ ایک تیز پرتابی کے برابر ہے اور بعض میووں میں کیڑے نہیں ہیں لیکن ان میووں میں کانٹے ہیں اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخ کے

سات دروازے ہیں اور ہر ایک دروازے میں ستر ستر جنگل ہیں اور ہر جنگل کی لمبائی ستر سال کا راستہ ہے۔ اور ستر ہزار ہی ہر ایک جنگل میں شاخیں ہیں اور ہر ایک شاخ میں ستر ہزار گڑھے ہیں اور ہر گڑھے میں ستر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف کی لمبائی ستر برس کا راستہ ہے اور ہر ایک شگاف میں دراڑیں ہیں۔ اور ہر ایک دراڑ میں ستر ہزار اژدھے بھرے ہیں اور ہر اژدھے کے منہ میں ستر ہزار بچھو ہیں۔ اور ہر ایک بچھو کی پیٹھ میں ستر ہزار مہرے ہیں اور ہر ایک مہرے میں زہر بھرا ہے جو ایک پہاڑ کے برابر ہے۔ ہر ایک کافر اور منافق کو اس زہر کا مزا چکھنا پڑے گا اور آپ نے فرمایا ہے۔

کہ جب لوگ زانو کے بل گرے پڑے ہوں گے اور دوزخ بے تاب ہو کر ان پر اس طرح حملہ کرنے کو ہو گی۔ جیسے کہ ایک مست اونٹ۔ تو اس وقت ایک پکارنے والا بلند آواز سے پکارے گا اور پیغمبر اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ سب اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد تمام مخلوق حاضر کی جائے گی اور جو جو مظالم کیے ہوں گے ہر ایک کو انکا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ پھر سب لوگوں کو پیش کیا جاوے گا۔ اس دفعہ ارواح اور اجسام آپس میں جھگڑیں گے اور اجسام روحوں پر غلبہ پالیں گے۔ تیسری دفعہ پھر خداوند کریم کے پیش ہوں گے اور اعمال نامے آپ ہی اڑ کر ہر ایک کے ہاتھوں میں آجائیں گے۔ بعض لوگوں کو تو دائیں ہاتھوں میں ملیں گے اور بعض کو بائیں ہاتھوں میں اور بعض کو پیٹھ کی طرف سے دیئے جائیں گے جن لوگوں کو دائیں طرف سے ملے گا ان کو اللہ جل شانہ کی طرف سے نور بھی عطا ہو گا اور فرشتے ان کو بزرگی اور خرمی کی مبارک باد دیں گے۔ یہ لوگ بسبب بزرگی اپنی کے خدا کی رحمت کے ساتھ پل صراط سے خوش خوش گزر جائیں گے اور جب اپنے بہشتوں کے دروازوں پر پہنچیں گے۔ تو ان کے دربان وہاں آکر حاضر ہو جائیں گے اور آتے ہی آداب بجالائیں گے اور بہشتی لباس اور تیز رفتار گھوڑے اور مرصع زیوران کے لائق اللہ جل شانہ کی طرف سے ان کے پیش کریں گے۔ پس بہشتی اپنے اپنے گھروں میں جدا جدا جائیں گے۔ اور اپنے اپنے محلوں میں خوشیاں منائیں گے اور وہاں اپنی بیبیوں کے پاس جائیں گے اور وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے۔ جن کو ان کی آنکھوں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اور جن کی تعریف سے یہ لوگ عاجز ہوں گے۔ اور جن کا خیال ان کو خواب میں بھی نہ گزرا ہو گا۔ غرض یہ اپنے اپنے محلوں میں داخل ہو کر بہشتی کھانے کھائیں گے اور پئیں گے اور لباس اور زیور سے خوب آراستہ اور پیراستہ ہوں گے اور اپنی بیبیوں سے بغل گیر ہوں گے اور اس معلومہ مدت تک جو خداوند کریم نے ان کے واسطے مقرر کردی ہے عیش و عشرت کے مزے لوٹیں گے اور اس اللہ کی حمد اور ثناء اور شکر گزاری کریں گے جس نے ہمیشہ کے واسطے ان کے سب غم و اندوہ دور کردیئے ان کی گھبراہٹ ان سے دور کر کے ان کو امن دے دیا۔ اور ان کا حساب ان پر آسان کردیا اور ان کو یہ توفیق دی گئی کہ وہ خداوندی عطا کا شکر ادا کریں اور اپنے حقیقی پروردگار کی حمد و ثنا کریں۔

کیونکہ اس نے ان کو سیدھی راہ دکھلائی اور یہ نعمت عظمیٰ عطاء کی اور اگر خداوند کریم ان کو سیدھی راہ نہ دکھلاتا تو یہ کبھی منزل مقصود تک نہ پہنچتے پس ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہو گی بسبب اس کے جو وہ اپنے ساتھ دنیا سے نیک توشہ لائے خدا پر ایمان لائے اس پر یقین کیا۔ اس کے خوف اور عذاب کو سچا سمجھا اس کی طرف رجوع کیا۔ اس کی طاعت کی طرف رغبت کی۔ پس اس وقت نجات پانے والوں نے نجات پائی اور کافر ہلاک ہوئے اور جن لوگوں کو بائیں ہاتھ کی طرف سے اعمال نامے ملے اور جن کو پشت کی طرف سے دے دیئے گئے۔ ان لوگوں کے منہ کالے ہوں گے اور ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور ان کے سینوں پر داغ دیئے جائیں گی۔ ان کے جسم پھول جائیں گے اور ان کے چمڑوں میں ورم ہو جائیں گے اور وہ اپنے واسطے ہلاکت مانگیں گے جب یہ لوگ اپنے اپنے اعمال ناموں کو اور ان میں اپنے گناہوں کو دیکھیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے جس قدر کبیرے اور صغیرے گناہ کیے تھے وہ سب ان میں درج ہیں۔ کوئی گناہ درج ہونے سے باقی نہ رہ گیا۔ ان کے دل کالے ہو جائیں گے اور بدگمانی ان پر غلبہ پالے گی۔ اور خوف اور اندوہ بڑھ جائے گا۔ یہ لوگ سرنگوں ہوں گے اور ان کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ گردنیں نیچے ہو جائیں گی اور یہ دزدیدہ نگاہوں سے آگ کی طرف دیکھیں گے اور ان کی آنکھیں اس سے ہٹتی نہیں۔ کیونکہ ان پر بڑا خوفناک حادثہ آنے والا ہے۔ اس لیے اس کی طرف ان کی ٹکٹکی بندھ جائے گی اور وہ حادثہ ان لوگوں کو سخت غمگین کرنے والا اور دم بند کرنے والا اور بہت ڈرانے والا اور خوار کرنے والا ہو گا۔ ان کے دلوں میں حد درجہ کا غم ڈالے گا اور آنکھوں سے خون رلائے گا۔ اس وقت یہ لوگ اپنے پروردگار کے بندے ہونے کا اقرار کریں گے اور اپنے گناہوں کو قبول کرلیں گے اور یہ اقراران کو اس امر کا مستحق کرے گا کہ ان کی حجت قطع ہو جائے اور بدبختی اور غم اور تنگ اور عذاب اور آگ میں گرفتار ہوں۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس وقت اس قوم کے لوگ اپنے پروردگار کے روبرو زانو کے بل بیٹھے ہوں گے اور اپنے گناہوں کا اقبال اور اقرار کرتے ہوں گے اور ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور کوئی چیز ان کو بھائی نہیں دے گی۔ ان کے دلوں پر خوف اور ہراس

چھایا ہوا ہو گا اور بدن اور جان کانپتی ہو گی اور خوف کے مارے کوئی بات چیت نہ کر سکیں گے اور آپس میں ان کے رحم کا سلسلہ بھی کٹ گیا ہو گا اور نہ ہی ایک دوسرے سے کوئی تعلق رکھے گا۔ اس دن کوئی کسی اپنے رشتہ دار کی پرواہ نہ کرے گا اور نہ کوئی ایک دوسرے کو کچھ پوچھے گا اور ان کی جانوں میں مصیبت اور اندوہ بھرا ہو گا اور اس کی اصلاح غیر ممکن ہو گی اور اس وقت وہ بازگشت کی خواہش کریں گے۔ مگر ان کو جواب نہیں دیا جائے گا اور جس بات کو جھوٹ جانتے تھے اس کو یقین کر لیں گے۔ ان لوگوں کو اس قدر پیاس دامن گیر ہو گی مگر سیراب نہیں ہو سکیں گے۔ بھوکے ہوں گے مگر سیر نہیں ہو سکیں گے اور بدن سے ننگے ہوں گے مگر ان کو کپڑا میسر نہیں آئے گا۔ حد درجہ کے مغلوب ہوں گے اور کوئی آدمی ان کی یاری اور مدد نہیں کرے گا۔ غمگین ہوں گے اور خوشی اور خرمی سے بالکل الگ ان کو اپنی جانوں میں گھاٹا ہو گا۔ اہل اور عیال میں نقصان زدہ ہوں گے۔ ان کے مالوں اور کسبوں میں خسارہ ہو گا اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب لوگ اس حالت میں ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ دوزخ کے نگاہبان اور ان کے مددگاروں کو حکم دے گا کہ اب تم دوزخ سے باہر آؤ۔ اور اپنے ہتھیار یعنی زنجیر اور طوق اور کوڑے اٹھالاؤ۔ اور فرشتے پہلے ہی دوزخ کے کناروں پر خداوند تعالیٰ کے حکم کے منتظر کھڑے ہوں گے۔ کہ جو فرمان صادر ہو اس کو بجالائیں۔ پس جب یہ بدبخت لوگ ان فرشتوں اور ان زنجیروں اور کوڑوں کو دیکھیں گے تو حسرت کے مارے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے۔ اور اپنی انگلیوں کو چبائیں گے۔ اور اپنی ہلاکت کے واسطے پکاریں گے۔ ان لوگوں کے آنسو جاری ہوں گے اور ہاتھ پاؤں بھی کانپتے ہوں گے۔ اور ان کو کسی بھلائی کی امید باقی نہیں رہے گی۔ اس وقت خدا تعالیٰ حکم دے گا۔ (ان دوزخی لوگوں کو پکڑلو اور ان کی گردنوں میں طوق ڈال دو اور سخت زنجیروں سے ان کو جکڑ کر دوزخ میں دھکیل دو) رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو خداوند تعالیٰ دوزخ میں ڈالنا چاہے گا۔ موکلوں کو حکم دے گا کہ ان مردودوں کو پکڑلو۔ اس حکم کو سنتے ہی ستر فرشتے دوڑ کر دوزخیوں کو پکڑلیں گے اور مضبوط زنجیروں سے ان کو خوب جکڑ دیں گے۔ ان کی گردنوں میں تو بھاری بھاری طوق ڈال دیں گے اور ان کے نتھنوں میں زنجیریں ڈالیں گے اور پیشانی کے بالوں سے ان کو پکڑ کر کھینچیں گے اور اس طرح گھسیٹ گھسیٹ کر ان لوگوں کو جمع کریں گے۔ اور پشت کی طرف ہو کر ان کے پاؤں کو کھینچیں گے اور ان صدموں سے ان کی پیٹھیں ٹوٹ جائیں گی۔ آپ نے فرمایا۔ جب ان لوگوں کو یہ عذاب دیا جائے گا تو ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور ان کی گردنوں میں ورم پڑ جائے گی۔ اور ان کی گردنوں کے گوشت جل جائیں گے اور ان کی رگوں کا گوشت چھٹ چھٹ کر گر پڑے گا۔ اور ان کی گردنوں میں جو آتشیں طوق پڑے ہوں گے۔ ان کی گرمی سے ان کے دماغ پکنے لگیں گے۔ اور مغز پگھل کر بدن پر پھوٹ نکلے گا اور بہتا ہوا پاؤں تک جا پہنچے گا اور چمڑے گل جائیں گے اور گل کر گر پڑیں گے۔ اور ان کے بدن پر نیل پڑ جائیں گے۔ اور وہ پک جائیں گے اور ان میں سے پیپ جاری ہو گی اور جب ان لوگوں کو یہ آتشیں طوق پہنائے جائیں گے تو ان سے ان کی گردنیں کندھوں سے لے کر کانوں تک بھر جائیں گی اور ان کے کان جل جل جائیں گے اور ان کے ہونٹ بھی کٹ جائیں گے اور اس قدر شور اور فریاد کریں گے کہ ان کی زبانیں اور ان کے دانت منہ سے باہر نکل پڑیں گے اور ان کے طوقوں سے آتشیں شعلے نکلتے ہوں گے۔ اور ان کی گرمی ان کی رگوں اور پٹھوں اور ان کے خون میں اثر کر گئی ہو گی اور یہ طوق جو فدار ہوں گے اور ان کے جوف میں بھی آگ دہک رہی ہو گی اور اس کی گرمی دلوں کے اندر جا گھسی ہو گی اور اس سے دلوں کی کھال جل جائے گی اور ان سے دور ہو جائیں گی۔ اس گرمی کے مارے ان کا دم گلے میں گھٹتا ہو گا اور آوازیں بند ہو جائیں گی اور بدن کے پوست فنا ہو جائیں گے۔ اور جب ان کا یہ حال ہو گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو اب دوزخ کے کپڑے بھی پہنادو۔ حکم ہوتے ہی دوزخی کپڑے لے کر فرشتے حاضر ہو جائیں گے اور ان کو پہنادیں گے۔ ان کپڑوں کی رنگت سیاہ ہو گی۔ اور ان سے گندی بو آتی ہو گی۔ اور بڑے سخت اور درشت ہوں گے اور ان میں اس درجہ کی گرمی ہو گی کہ اگر ان کو دنیا میں کسی پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ پہاڑ ہی گل کر بہہ جائے۔

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ دوزخ کے خزانچیوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو اب اپنی اپنی رہنے کی جگہ میں پہنچادو اور اس وقت ان کے واسطے اور زنجیریں لائی جائیں گی اور وہ پہلے سے لمبی اور موٹی ہوں گی۔ ہر ایک فرشتہ ایک ایک زنجیر کو لے گا اور ان میں ایک ایک گروہ کے آدمیوں کو مضبوط جکڑلیں گے اور اس زنجیر کے دوسرے سرے کو ہر ایک فرشتہ اپنی گردن میں لپیٹ لے گا اور دوزخی لوگوں کی طرف پیٹھ کر دے گا اور دوزخ کی طرف منہ کر کے ان کو گھسیٹتا ہوا چل پڑے گا اور دوزخی بیچارے اپنے اعمال کی شامت میں جتلا منہ کے بل اس کے پیچھے گھسیٹتے ہوئے جا رہے ہوں گے اور ہر ایک گروہ کے پیچھے ستر ہزار فرشتے لگے ہوں گے۔ ان فرشتوں کے ہاتھ میں لوہے کی قمچیاں ہوں گی اور

ان کو مارتے ہوئے جارہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ دوزخ کے دروازے پر پہنچیں گے۔ جب وہاں پہنچیں گے تو فرشتے ان کو وہاں کھڑا کردیں گے اور ان سے کہیں گے کہ یہ آگ وہی ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ اب بتلاؤ یہ جادو ہے۔ اس کو دیکھتے ہو یا نہیں۔ اب تم اس آگ کے اندر چلو اور اپنے کیئے کی سزا پاؤ۔ چاہے تم اس مصیبت میں صبر کرو اور چاہے نہ کرو۔ تم کو اپنے کیئے کی سزا بھگتنی پڑے گی اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس وقت ان لوگوں کو دوزخ کے دروازہ پر کھڑا کیا جائے گا تو دوزخ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس سے پردہ اٹھادیا جائے گا اور دوزخ اس وقت جوش میں آئے گی اور اس کے شعلے بلند ہوں گے اور بڑا سخت دھواں ان سے اٹھے گا اور ان شعلوں سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہوں گی۔ ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی۔ اور یہ شرارے آگ برساتے ہوئے آسمان کی طرف اتنی دور تک اڑتے ہوئے جائیں گے۔ جس قدر ستر سال کے فاصلہ کی راہ ہوتی ہے اور اتنی دور پر جاکر وہاں سے لوٹیں گے اور ان بدبخت لوگوں کے سروں پر بوچھاڑ کی مانند آگریں گے۔ ان سے ان کے سر کے بال جل جائیں گے اور ان کے سروں کی کھوپڑیاں نکل پڑیں گی (اور ان کے صدموں سے ان کے سر ٹوٹ جائیں گے) جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد ان لوگوں کو دوزخ اونچی آواز سے پکارے گی کہ اے اہل دوزخ اب تم میری طرف آجاؤ۔ اے اہل دوزخ اب تم میری طرف آجاؤ۔ میں اپنے خداوند کریم کی عزت کی قسم کھاکر کہتی ہوں کہ میں تم سے ضرور بدلہ لوں گی اور اس کے بعد کہے گی کہ میں اس پروردگار مطلق کی حمد وثنا کرتی ہوں۔ جس نے مجھ کو اس قدر غضب ناک بنایا ہے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ اے میرے اللہ مجھ میں گرمی زیادہ کردے اور پھر گرمی کے اوپر اور بھی گرمی بڑھادے اور میری سوزش کی قوت میں اور بھی زیادہ قوت بھر دے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس دوزخ سے فرشتے نکلیں گے اور ان لوگوں کو گروہ در گروہ پکڑ کر منہ کے بل دوزخ میں پھینک دیں گے اور وہ سر کے بل دوزخ کی گہرائی میں چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے سر دوزخ کے پہاڑوں سے ٹپک کر کے جا ٹکرائیں گے۔ اور یہ ستر سال کے راستے کی دوری پر جا ٹپکیں گے۔ اس عرصہ میں ستر دفعہ ان کا پوست بدلا جائے گا (تاکہ باربار عذاب کو محسوس کریں) اور دوزخ کے پہاڑوں پر کھانے کے واسطے جو ان کو پہلا لقمہ ملے گا وہ تھوہر ہوگی کانٹے دار اور نہایت کڑوی اور سخت گرم۔ اس لقمہ کو یہ چباتے ہی ہوں گے کہ عذاب کے فرشتے آموجود ہوں گے۔ ان کے ہاتھ میں لوہے کی قمچیاں ہوں گی اور آتے ہی ان کو مارنا شروع کردیں گے۔ اتنے زور سے کہ ان کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اس کے بعد ان لوگوں کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے سر کے بل دوزخ میں پھینک دیں گے اور ستر سال کا راستہ دوزخ کی گہرائی میں چلے جائیں گے اور جاتے جاتے پھر ان پہاڑوں کے دروں میں جا پہنچیں گے اور اس اثنا میں ستر دفعہ ان کا پوست پھر بدلا جائے گا اور زقوم کا لقمہ جو ان کے منہ میں ڈالا جائے گا وہ ابھی تک ان کے منہ میں باقی ہی ہوگا۔ اس کو نگل ہی نہیں سکیں گے اور لقمہ اور دل دونوں گلے میں جمع ہوجائیں گے۔ اور اس سے ان کا دم بھی بند ہوجائے گا۔ اس سے وہ چلائیں گے اور پانی مانگیں گے اور ان پہاڑوں کے دروں میں ندیاں اور نہریں جاری ہیں۔ اور ان کا پانی دوزخ میں پڑتا ہے۔ اس حالت میں یہ تمام دوزخی لوگ ان ندیوں کی طرف جائیں گے اور پیاس کے مارے ان ندیوں میں منہ کے بل گر جائیں گے

اور جب ان سے پانی پئیں گے تو وہ اس قدر گرم ہوگا کہ ان کے منہ کا پوست گل کر ان ندیوں میں گر جائے گا۔ اور اس پانی کو پی نہیں سکیں گے۔ اور جب ان نہروں پر ان کی یہ گت بنے گی۔ تو وہاں سے بھاگنا چاہیں گے اور جب بھاگنے کا ارادہ کریں گے تو جھٹ دوزخ کے فرشتے آموجود ہوں گے اور باوجود اس کے کہ وہ منہ کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ دوزخ کے فرشتے آتے ہی ان کو مارنے لگ جائیں گے۔ یہاں تک ماریں گے کہ ان کی ہڈیاں چور چور ہوجائیں گی اور اس کے بعد ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ لائیں گے اور رباہرلا کر پھر دوزخ میں ڈال دیں گے اور وہ اوندھے منہ ایک سو چالیس برس کی راہ تک آتشیں شعلوں اور ان کے سخت دھوئیں میں عذاب بھگتتے ہوئے چلے جائیں گے۔ اور دوزخ کے نالوں میں اترنے سے پہلے ہر ایک آدمی کا پوست ستر دفعہ بدلا جائے گا۔ اور فرمایا کہ دوزخ کی یہ ندیاں چشموں میں جاکر ختم ہوتی ہیں۔ اور ان سے ان کو پینے کے واسطے پانی ملے گا اور وہ پانی ایسا گرم ہوگا کہ اس کے پینے سے ان کے پیٹ جل جائیں گے اور ان میں قرار نہیں پکڑے گا اور اس سے اللہ جل شانہ ساٹھ دفعہ ان کے چمڑے بدلے گا۔ اور فرمایا کہ جب دوزخیوں کی انتڑیوں میں وہ پانی جائے گا۔ تو ان کو کاٹ ڈالے گا اور وہ اس کی گرمی میں گل کر پاخانہ کے مقام سے بہتی ہوئی باہر آئیں گی اور جو پانی اندر باقی رہ جائے گا وہ جابجا ان کی رگوں میں سرایت کرجائے گا۔ اور ان کے گوشت کو جلادے گا اور ان کی ہڈیوں کو بھی توڑ کر پگھلادے گا اور اسی اثناء میں دوزخ کے فرشتے بھی آپہنچیں گے اور ان لوگوں کے منہوں اور سروں اور ان کی پیٹھوں کو قمچیوں سے ماریں گے اور ہر ایک قمچی کی تین سو ساٹھ شاخیں ہوں گی اور جس وقت ان کے سروں پر ماریں گے تو ان کی کھوپڑیاں اکھڑ

جائیں گی اور ان کی پیٹھوں کو مار مار کر توڑ ڈالیں گے اور پھر منہ کے بل ان کو آگ میں گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے۔ یہاں تک کہ دوزخ کے عین درمیان میں پہنچ جائیں گے۔ ان کے چمڑوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور ان کے کانوں اور ناک کے سوراخوں سے بھی آگ کی لپٹیں شعلہ مارتی ہوئی نکل رہی ہوں گی۔ اور ان کی ہڈیوں میں شگاف ہو جائیں گے اور بدن میں زخم پڑ جائیں گے اور ان زخموں سے پیپ بہتی ہوگی اور ان کی آنکھیں نکل کر ان کے رخساروں پر لٹکتی ہوں گی۔ اور ان کو شیطانوں اور ان جھوٹے خداؤں کے ساتھ تنگ مکان میں بند کر دیا جائے گا۔ جن کی یہ عبادت کرتے تھے اور جن سے یہ فریاد رسی کرتے تھے (اور جب ان پر عذاب کی اس قدر شدت ہوگی) تو اس وقت یہ دعا مانگیں گے کہ خداوند ہم کو ہلاک کر دے اس وقت حکم ہوگا کہ ان کا مال لاؤ اور اس کو دوزخ کی آگ میں گرم کرو۔ پس ان کا مال لایا جائے گا اور دوزخ کی آگ میں گرم کریں گے اور اس سے ان کی پیشانی اور ان کے پہلوؤں پر داغ دیں گے اور بعد میں ان کی پیٹھوں پر اس کو رکھ دیں گے اور وہ ان کی پیٹھ کو توڑ کر پیٹ میں سے ہوتا ہوا دوسری طرف نکل جائے گا۔ یہ دوزخی شیطانوں کے نزدیکی ہوں گے اور ان کے گناہوں کے پتھر جو ایک پہاڑ کی مانند ہوں گے۔ ان کے اوپر رکھے جائیں گے۔ تاکہ یہ بڑے سخت عذاب میں گرفتار ہوں۔ اور اس واسطے کہ ان کے جسموں میں عذاب کی زیادہ گنجائش ہو۔ ان کے قد و قامت بڑھ جائیں گے۔ یہاں تک کہ ہر ایک آدمی کی لمبائی ایک مہینے کا راستہ ہوگی اور اس کی چوڑائی پانچ روز کے راستے کے برابر ہو جائے گی اور موٹائی تین رات کی مسافت کے برابر ہو جائے گی اور ان میں سے ہر ایک کا سر اقراع کے برابر ہو جائے گا۔ یہ شام کی سرحد میں ایک پہاڑ ہے۔ اور ہر ایک دوزخی کے منہ میں بتیس دانت ہوں گے۔ ان میں سے بعض تو سر سے نکلے ہوئے ہوں گے اور بعض داڑھی کے نیچے سے نکلے ہوئے ہوں گے اور اس کی ناک مثل ایک بڑے اونچے ٹیلے کی ہوگی۔ اور اس کے سر کے بالوں کی لمبائی اور موٹائی صنوبر کے درخت کی مانند ہوگی۔ اور اتنے گھنے بال ہوں گے جس قدر دنیا کے جنگل ہوتے ہیں اور ہر ایک دوزخی کا اوپر کا ہونٹ اوپر چڑھا ہوا ہوگا اور نیچے کا نوے ہاتھ نیچے لٹکا ہوا ہوگا۔ اور ہاتھ دس روز کی راہ کے برابر ہوں گے اور ان کی موٹائی اس قدر ہوگی جس قدر کہ ایک دن کے راستے کی مسافت ہوتی ہے اور اس کی ران (درقان پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کے چمڑے کی موٹائی چالیس ہاتھ ہوگی یہ وہاں کے ہاتھ ہوں گے اور اس کی پنڈلی کی لمبائی پانچ رات کے راستے کے برابر ہوگی۔ اور اس کی موٹائی ایک دن کی راہ کی مسافت اور آنکھ کا ہیولہ کوہ حرا کی طرح ہوگا۔ یہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے۔ ان دوزخیوں کے سر پر گلایا ہوا تانبا ڈالا جائے گا اور اس سے آتشیں شعلے اٹھیں گے۔ اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے اس کی قسم ہے کہ اگر دوزخی ایسی حالت میں باہر آجائے کہ اس کو ان زنجیروں سے کھینچ رہے ہوں۔ جس میں ان کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں اور گردن میں طوق پڑے ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں اور مخلوق اس کو دیکھ لے تو دیکھتے ہی بے اختیار بھاگ اٹھے۔ اور ایسی جگہ جا چھپے جہاں وہ دکھائی نہ دے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخ کی گرمی اور اس کے غم اور غصے اور ہر طرح کے عذابوں اور جگہوں کی تنگی سے ان لوگوں کا گوشت سیاہ ہو جائے گا۔ اور ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اور دماغ جوش مارتا ہوگا اور بھیجا پگھل کر بدنوں پر بہتا ہوگا اور جہاں سے گزرے گا جلاتا ہوا گزرے گا اور ان کا ہر ایک جوڑ علیحدہ ہو جائے گا اور پیپ ان سے جاری ہوگی۔ ان کے بدن میں کیڑے پڑ جائیں گے اور وہ جسم کو کھائیں گے اور کھا کھا کر اس قدر موٹے ہو جائیں گے جیسا کہ گدھا ہوتا ہے اور ان کیڑوں کے ناخون عقاب اور کرگسوں کی مانند ہوں گے۔ اور یہ ان کے پوست اور گوشت میں بہت جلد کھپ جائیں گے۔ اور ان کو کاٹیں گے اس کے صدمے سے یہ شور و غل مچائیں گے اور وہ کیڑے اس طرح بھاگتے ہوں گے جیسے خوف کھایا ہوا وحشی جانور بھاگتا ہے۔ یہ کیڑے ان کا گوشت ہی کھائیں گے اور انہیں کا خون پئیں گے۔ کیونکہ اسکے سوا ان کی اور کوئی خوراک نہیں ہوگی۔ اس کے بعد ان لوگوں کو فرشتے پکڑ لیں گے اور آگ کے انگاروں اور پتھروں پر ان کو منہ کے بل گھسیٹیں گے یہ انگارے تیز اور تیر کی مانند نوک دار ہوں گے۔ اور گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے دریا کی طرف لے جائیں گے۔

اس دریا کی لمبائی ستر سال کے راستے کے برابر ہوگی اس دریا کے پہنچنے تک ان کا ہر ایک جوڑ جدا جدا ہو جائے گا اور ہر روز زیادہ عذاب محسوس کرنے کے لیے ستر ہزار دفعہ ان کے چمڑے کو بدل دیا جائے گا۔ اور جب ان کو لے کر دوزخ کے اس دریا کے نگہبانوں کے پاس جائیں گے۔ تو وہ جھٹ ان کو اس میں ڈال دیں گے اور پھر پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اس آگ کے دریا میں پھینک دیں گے یہ دریا اس قدر گہرا ہے کہ کوئی اس کی تہہ کو ناپ نہیں سکتا۔ اس کی گہرائی وہی جانتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہے کہ دوزخ کے دریا کے سامنے دنیا کا دریا ایک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ جو اکثر دریاؤں کے کنارے پر جاری ہوتا ہے جب دوزخی اس دریا میں ڈالا جائے گا اور اس کے عذاب کو چکھیں

گے توان میں سے بعض بعض کو یہ کہیں گے کہ جس عذاب کو ہم نے پہلے بھگتا ہے وہ اس کے مقابلے میں ایک خواب تھا۔ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو اس دریا میں ایک دفعہ غوطہ دیا جائے گا اور پھر نکال کر اس کو جلتے ہوئے ستر باع (گز) کی دوری پر پھینک دیں گے۔ اور ہر کلاج آفتاب کے نکلنے اور اسکے غروب ہونے کے راستے کی دوری کے برابر ہے۔ اس کے بعد پھر اس کو فرشتے قمچیاں مارتے ہوئے لے آئیں گے اور اس دریا میں ڈبو دیں گے۔ اور اس قدر نیچے غوطہ کھائیں گے جس قدر کہ ستر سال کے راستے کی دوری ہوتی ہے اور اس عرصے میں اسی آتشیں دریا میں سے کھائیں پئیں گے اور پھر ایک سو چالیس برس کے بعد اس پانی میں سے اوپر کو ابھریں گے اور جب کوئی آدمی ذرا دم لینا چاہے گا تو جھٹ فرشتے دوڑتے ہوئے اس کے پاس آجائیں گے اور اپنی قمچیوں سے ان کو ماریں گے۔ اور اس عذاب کے سوا یہ ہو گا کہ جب وہ سر اوپر کریں گے تو ستر ہزار قمچیاں اور ان کے سر پر پڑیں گی اور پھر ستر سال تک دریا میں غرق کئے جائیں گے۔ اس کے بعد رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس آگ کے دریا میں اس وقت تک رہیں گے جب تک خدا ان کو اس میں رکھنا چاہے گا۔ ان کے گوشت اور پوست دریا کے نہنگوں کا طعام ہوں گے صرف روحیں باقی رہ جائیں گی اور کتنے تک اس دریا کی موج مارتی ہوئی نہروں پر بہتی پھریں گی۔ اس کے بعد وہ دریا ان کو اپنے خشک کنارے پر پھینک دے گا۔ اس کنارے پر ستر ہزار غار ہیں اور ستر ہزار ہی دراڑیں ہر ایک غار میں ہیں اور ہر ایک دراڑ میں ستر سال کی راہ کا فاصلہ ہے اور ستر ہزار ہی اژدھے ہر ایک دراڑ میں بھرے ہیں اور ہر ایک اژدھے کی لمبائی ستر گز ہے اور ہر ایک اژدھا میں ستر دانت ہوں گے اور ہر ایک دانت میں..... زہر کا ایک تودہ موجود ہے۔ اور ہر ایک اژدھے کے منہ کے اندر ہزار بچھو بھرے ہوئے ہیں اور ہر ایک بچھو کی پیٹھ پر ستر ستر مہرے ہیں اور ہر ایک مہرے کی پیٹھ میں زہر کا تودہ جمع ہو رہا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ روحیں جس قدر دریا سے نکلتی ہیں اور ان غاروں کی طرف آتی ہیں اور یہاں ان کو نئے سرے سے جسم اور پوست اور آہنی زیور دیا جاتا ہے اس کے بعد یہ سانپ اور بچھو ان لوگوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور ایک ایک کو ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو چمٹ جاتے ہیں اور دوزخیوں کو کاٹتے ہیں اور یہ ان کے عذاب پر صبر کرتے ہیں۔ اس کے بعد گھٹنوں تک چڑھ آتے ہیں اور پھر ہوتے ہوتے گلے کی ہنسلی تک آپہنچتے ہیں۔ اور یہاں سے بھی آگے بڑھ کر گردن کی ہڈی تک بڑھ جاتے ہیں اور پھر ناک کی سوراخوں میں آگھستے ہیں اور ہونٹ اور زبان اور کانوں میں بھی لپٹ جاتے ہیں اس وقت یہ لوگ نالہ و فریاد بلند کرتے ہیں اور کوئی ان کا فریاد رس نہیں ہوتا اس لیے اس کے سوا ان کا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ کہ دوزخ کی طرف بھاگیں۔ پس دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں اور جا کر اوندھے سیدھے اس میں گر پڑتے ہیں۔ وہاں ان کے گوشت کو سانپ کھاتے اور ان کا خون پیتے ہیں اور بچھو اپنے ڈنگ سے عذاب دیتے ہیں اور ان کے زہر سے ان کا گوشت گل کر گر پڑتا ہے اور ہر ایک جوڑ الگ الگ ہو جاتا ہے اور جب ان کو دوزخ میں گرایا جاتا ہے تو ستر برس تک دوزخ کی آگ سانپ اور بچھوؤں کے زہر کے سبب سے ان کو جلا نہیں سکتی اور اس عرصہ کے بعد ان کو ستر سال تک آگ جلاتی رہتی ہے۔ اور جب ان کا پہلا چمڑہ جل جاتا ہے تو پھر بعد میں نیا بدل دیا جاتا ہے۔ اور دوزخی کھانا مانگتے ہیں اس لیے فرشتے ان کے واسطے کھانا لاتے ہیں۔ اس کھانے کا نام ولیمہ ہے۔ اور یہ لوہے سے بھی زیادہ خشک اور سخت ہوتا ہے وہ اس کو ہر چند چباتے ہیں لیکن نگل نہیں سکتے۔ لاچار ہو کر اس کو منہ سے اگل دیتے ہیں اور بھوک کی شدت کے سبب اپنے ہاتھ کاٹ کر کھانے لگ جاتے ہیں۔ پہلے انگلیاں چٹ کرتے ہیں پھر ہتھیلیاں کھاتے ہیں۔

ان کے بعد آگے کھانے لگتے ہیں اور کہنیوں تک بازو کو کھا جاتے ہیں پھر کھاتے کھاتے کندھوں تک سب نوش کر لیتے ہیں۔ صرف سر اور کندھے باقی رہ جاتے ہیں۔ اس کے بعد کندھے کے آس پاس جہاں تک منہ پہنچتا ہے جو کچھ پاتے ہیں اس کو کھاتے ہیں پھر اگر ان کا منہ جہاں نہیں پہنچ سکتا وہاں بھی پہنچتا تو ان کو بھی کھا جاتے اس کے بعد دوزخ کے فرشتے انہیں آکر پکڑ لیتے ہیں اور زقوم کے درخت کے آہنی کانٹوں میں پسلیوں کی طرف سے لٹکا دیتے ہیں۔ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ اس درخت کی ہر ایک شاخ میں ستر ہزار دوزخی لٹکائے جائیں گے اور باوجود اتنے گوشت کے اس شاخ میں ذرا بھی خم نہیں آئے گا اور جب وہ اس طرح سروں کے بل لٹکے ہوئے ہوں گے تو دوزخ کی آگ بھی ان کے نیچے بھڑکائی جائے گی اور ان کے منہ میں دوزخ کی اس آگ کی گرمی ستر سال تک پہنچتی رہے گی۔ اس سے ان کے تمام جسم گل جائیں گے۔ اور صرف ان کی روحیں رہ جائیں گی اور پھر ان کو نئے سرے سے تازہ جسم اور چمڑہ دیا جاتا ہے اس کے بعد ان کو انگلیوں کے سرے سے لٹکایا جاوے گا اور ان کے نیچے آگ کے شعلے بھڑکائے جائیں گے اور یہ آگ ان کے پاخانہ کے مقام سے گزر کر ان کے دلوں کو جا چاٹے گی اور ستر سال تک اس کے شعلے ناک کی سوراخوں اور منہ اور کانوں سے نکلتے رہیں گے ان کی ہڈیاں اور گوشت سب کچھ گل سڑ جائے گا۔ صرف روحیں باقی رہ جائیں گی اور پھر انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور

نئے سرے سے پوست اور ہڈیاں درست کی جائیں گی- اس کے بعد ان کو آنکھوں کے بل لٹکائیں گے اور اسی طرح ان کو ہمیشہ عذاب دیا جائے گا۔

اور اس کے بعد موت ان کے ہر ایک جوڑ میں آئے گی مگر وہ مریں گے نہیں اور اس کے بعد ان کو اور بھی بہت سخت عذاب دیا جاوے گا- جب یہ سب عذاب بھگت چکیں گے تو ہر ایک دوزخی کے پاس فرشتے آ موجود ہوں گے- اور ہر ایک کو زنجیروں میں باندھ کر اس کے قیام کی جگہ میں منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے- اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے دوزخ میں عملوں کے موافق گھر بنائے گئے ہیں بعض کو تو ایسے محل دیئے جائیں گے جو لمبائی میں ایک مہینے کا راستہ رکھتے ہیں اور انکی چوڑائی بھی اسی کی مانند ہے یہ محل آگ کے ہونگے جو ان کے لیے روشن کی جاتی ہے اور اس گھر میں مالک گھر ہی رہتا ہے اس کے سوا اور کوئی اس کے پاس تشریف نہیں لاتا ہے اور بعض کو ایسے گھر دیئے جاتے ہیں کہ ان کی لمبائی اور چوڑائی انیس راتوں کے راستے تک ہے اور ان لوگوں کی محل سراؤں کے درجے گھٹتے اور تنگ ہوتے جاتے ہیں ایک دوزخی کو ایک روز کے راستے کے برابر لمبا چوڑا گھر بھی ملتا ہے اور ان کو اپنے گھروں کی کشادگی کے موافق عذاب بھی ملتا ہے- بعض کو چت گرا کر عذاب دیتے ہیں بعض بیٹھے بیٹھے عذاب بھگتتے ہیں بعض زانو کے بل گرے ہوئے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں- بعض کھڑے کھڑے عذاب پاتے ہیں- اور بعض کو الٹا اور پیٹ کے بل اوندھا کر کے عذاب دیا جاتا ہے اہل دوزخ کے لیے جتنے گھر ہیں عذاب کی شدت سے یہ ان پر بہت تنگ ہوتے ہیں اور نیزہ کی نوک سے بھی تیز ہوتے ہیں اور ان دوزخیوں میں سے بعض کے ٹخنوں تک آگ ہوگی اور بعض کی رانوں تک اور بعض کمر تک آگ میں گھرے ہوں گے اور بعض کی ناف تک پہنچی ہوگی اور بعض گلے کی ہنسلی تک آگ میں دھنسے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ ان کو آگ نے غرقاب بھی کر لیا ہوگا اور جب یہ آگ جوش مارے گی اور ان کو گردش دے گی تو ایک مہینے کی راہ کے برابر انہیں اپنی تہہ میں دھنسا لے جائے گی اور دوزخی لوگ جب اپنے اپنے گھروں میں پہنچتے ہیں تو اپنے نزدیکیوں اور قریبیوں سے بھی ملتے ہیں اور زار زار روتے ہیں- یہاں تک کہ روتے روتے ان کے سارے آنسو ختم ہو جاتے ہیں- اس کے بعد ان کی آنکھوں سے خون آنے لگتا ہے- اور اس قدر بہتا ہے کہ اگر اس میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو البتہ تیرنے لگ جاویں- پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخی ایک دن دوزخ کی تہہ میں جمع ہوں گے اور پھر کبھی جمع نہ ہوں گے اور اس دن خدا کے فرمان کے موافق ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے دوزخ کے لوگو سب اکٹھے ہو جاؤ نیچے اوپر دور نزدیک کے رہنے والے سب اس آواز کو سنیں گے اور اس آواز دینے والے کا نام حشر ہے- اس لیے یہ لوگ دوزخ میں جمع ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ نگاہبان بھی ہوں گے اور یہ دوزخی وہاں جمع ہو کر آپس میں مشورہ کریں گے- ان میں جو ضعیف اور عاجز ہوں گے وہ مغرور اور متکبر دوزخیوں کو کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے تابع تھے کیا تم خدا کے اس عذاب سے کچھ ہمارے واسطے کفایت کر سکتے ہو- مغرور دوزخی ان کو جواب دیں گے کہ ہم تو سب اپنے حال میں گرفتار ہیں-

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے جو حکم فرمایا تھا وہ صحیح اور درست تھا اس کے بعد مغرور دوزخی ان عاجزوں کو کہیں گے کہ تم ہم سے مدد مانگتے ہو- تمہیں خوشی اور خرمی نہ ہو اسکے جواب میں لوگ کہیں گے کہ ہم کو بھی خوشی اور خرمی نہ ہو کیونکہ تمہارے سبب سے ہم غریبوں کو بھی عذاب ملا ہے اور ہمارا آرام دکھ سے مبدل ہوا ہے اس کے بعد ضعیف لوگ دعاء مانگیں گے اے خداوند کریم جن کے واسطے ہم اس عذاب میں گرفتار ہوئے ہیں ان کو دوزخ کے اس عذاب سے دوگنا عذاب دے یہ سن کر مغرور دوزخی ان کو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سیدھا راستہ دکھاتا تو ہم تم کو بھی اسی پر چلاتے- ضعیف کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو تم نے رات دن مکر اور فریب کیا اور ہم کو بھی کہا کہ خداوند کریم کے ساتھ کفر کرو اور اس کے شریک بناؤ- اس لیے ہم تم سے بیزار ہیں اور تمہاری اس بات سے بیزار ہیں جس کی طرف تم دنیا میں ہم کو بلاتے تھے- پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد دوزخی لوگ اپنے نزدیکی شیطانوں سے مخاطب ہوں گے اور انہیں لعنت ملامت کریں گے تم نے ہم کو گمراہ کیا اور اس عذاب میں ڈالا شیطان ان کو بلند آواز سے جواب دیں گے کہ دوزخ کے لوگو- خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا- اور تمہیں اپنی طرف بلایا تھا- مگر تم نے اس کے وعدے کو جھوٹا جانا اور خود ہی اس کی طرف نہ گئے اور جو ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا وعدہ تھا اور تمہارے اوپر ہمیں کو اس کے سوا اور کوئی قدرت بھی نہ تھی- کہ تمہیں باطل کی طرف دعوت کرتے تم نے آپ ہی باطل پر ہمارا حکم مان لیا ہمیں ملامت کرنی بیجا ہے ہمیں ملامت نہ کرو- اپنے کئے پر اپنے آپ کو ملامت کرو- اور اب ہم تمہارے فریاد رس نہیں اور نہ ہی تم سارے فریاد رس ہو کیونکہ ہم تمہیں آج کا فر کہتے

ہیں۔ تم نے خداوند کریم کو چھوڑا اور اس کی بجائے ہماری عبادت کی۔ اس کے بعد ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا۔ کہ ظالم لوگوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اس لیے یہ ضعیف اور عاجز دوزخی بھی مغرور اور متکبر دوزخیوں پر لعنت کریں گے۔ اور مغرور ان مسکینوں اور شیطانوں کو لعنت کریں گے اور شیطانوں سے مخاطب ہو کر کہیں گے۔ کہ اگر ہمارے تمہارے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ تمہاری نزدیکی آج ہمارے لیے برائی کا باعث ہے۔ اور دنیا میں بھی تم ہمارے برے نائب تھے اس کے بعد یہ دوزخی لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ آؤ اب دوزخ کے خزانچیوں کے پاس چلیں شاید وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ اور ایک ہی دن کا عذاب ہم سے ہلکا ہو جائے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو ہر حالت میں عذاب دیا جائے گا۔ اور دوزخ کے خزانچی ان کو ستر سال کے بعد جواب دیں گے اور اس وقت ان سے یہ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس پیغمبر ﷺ نہیں بھیجے گئے تھے۔ دوزخی جواب دیں گے کہ ہاں بھیجے تو گئے تھے۔ اس کے بعد خزانچی کہیں گے کہ ہم تو کچھ نہیں کر سکتے تم خدا کے ہاں دعاء کرو۔ اور کافروں کی دعا گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں۔ جب ان کو معلوم ہو گا کہ وہ دوزخ کے خزانچی ہمارے واسطے سفارش نہیں کر سکتے تو ان کے سردار کے پاس جائیں گے جو دوزخ کا مالک ہے اور اس کو جا کر کہیں گے کہ اے مالک تو ہمارے لیے خدا کے ہاں دعا کر کہ وہ ہم کو موت ہی دے۔ اس کے جواب دینے میں مالک اتنا عرصہ تامل کرے گا جتنا کہ دنیا کو قیام ہے اور جب اتنے عرصے کے بعد جواب دے گا تو یہ دے گا۔ کہ تم بہت زمانے تک اس جگہ ٹھہرے رہو گے۔ اور تم کو موت نہیں آئے گی۔ اور جب مالک دوزخ کے ہاں سے بھی ناامید ہوں گے تو وہ خداوند کریم سے فریاد کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ سے نکال لے اگر ہم پھر کوئی خطا کریں گے تو ظالم ہوں گے اور تیری اگر نافرمانی کریں گے تو بڑے ظالم ہوں گے۔ اللہ جل شانہ ستر سال تک ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دے گا اور اس عرصہ کے بعد ان سے خطاب کرے گا اور وہ بھی اس طرح جس طرح کتوں کو دھتکارتے ہیں اور ان کو کہے گا دور ہو جاؤ اور میرے ساتھ کوئی کلام نہ کرو۔ جب ان کو معلوم ہو گا کہ خداوند تعالیٰ بھی ہمارے اوپر کچھ رحم نہیں کرتا تو یہ دوزخی ایک دوسرے کو کہیں گے کہ چاہے ہم اس عذاب کے مارے روئیں اور چاہے صبر کریں برابر ہے۔ ہماری خلاصی کی کوئی صورت نہیں نہ کوئی ہماری سفارش کرنے والا ہے اور نہ کوئی دلسوز اور غم خوار یار ہے۔ اگر اس عذاب سے کسی طرح چھوٹ جاتے تو ہمیشہ کے واسطے ایمان پر قائم اور ثابت قدم رہتے مگر رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد فرشتے ان کو پکڑلیں گے اور پکڑ کر اپنے اپنے مکان پر لے آئیں گے۔ اور جب وہاں پہنچیں گے تو ان کے پاؤں کانپ رہے ہوں گے اور حجت منقطع ہو گی اور عذاب ہی عذاب دکھائی دے گا جو پروردگار نے انکے واسطے مقرر فرمایا ہو گا اور اس کی رحمت سے ناامیدی ہو گی اور سخت ملال اور اندوہ کا عالم طاری ہو جائے گا اور بڑی رسوائی اور خواری ان پر نازل ہو گی اور اپنے کھوئے گئے وقت پر دست افسوس ملیں گے اور اپنی اور اپنی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے واسطے اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔ کیونکہ ان کو اور کوئی چارہ نہیں ہو گا۔ اور یہ بوجھ ہلکا نہیں ہو گا اور نہ ہی اس سے کچھ کم کیا جائے گا۔ دوزخ کے لوگوں کے عذاب کی تعداد زمین کے ذروں اور دریا کے قطروں سے بھی بہت زیادہ ہے اور دوزخیوں کے نگاہبان ایسے ہیں کہ ان کا حکم ان پر ہر وقت جاری رہتا ہے اور بڑے سخت کلام ہیں اور بڑے بڑے جسم اور لحیم اور شحیم دیو ہیکل آدمی ہیں اور ان کے منہ سے بجلی کی مانند چمک نکلتی ہے اور آنکھیں انگاروں کی مانند دہکتی ہیں۔ اور ان کا رنگ آگ کی مانند سرخ ہے۔ اور ان کے دانت لمبے لمبے اور ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اور ان کے ناخن ایسے ہیں جیسے بیل کے سینگ ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں لمبی لمبی جلتی ہوئی قمچیاں ہوتی ہیں اور اگر ان کو کسی پہاڑ پر مار دیں تو وہ پہاڑ بھی ٹکڑے ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور ان کو ان گنہگار لوگوں کے بدن پر مارتے ہیں اور ان کی آنکھیں ان کے صدموں سے خون روتی ہیں۔ اگر یہ دوزخی لوگ فرشتوں کو بلاتے ہیں تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیتے اور اگر روتے ہیں تو ان پر کچھ رحم نہیں کھاتے

اور رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کے لوگوں پر ہر روز ابر محیط آتا ہے اور ان پر چھا جاتا ہے اور اس بادل میں ایسی بجلیاں ہیں کہ وہ آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں اور اس میں کڑک ہے کہ وہ پیٹھوں کو توڑ دیتی ہیں اور اس قدر تاریک ہے کہ اس کے اندھیرے سے نگاہبان دکھائی نہیں دیتے۔ جب یہ ابر ان لوگوں پر چھا جاتا ہے تو اس وقت سخت اور گریہ میں لانے والی آواز سے ان پر آواز مار کر کہتا ہے کہ اے دوزخ کے لوگو تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے اوپر پانی برسایا جائے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہاں ہم ٹھنڈا پانی چاہتے ہیں اس کے بعد وہ ابر برستا ہے۔ مگر پانی برسانے کی بجائے وہ پتھر برساتا ہے جو ان کے سروں پر پڑتے ہیں اور ان کے سر کے کاسہ کو توڑ کر پاش پاش کر دیتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر تک یہ پتھر برسا کر

دوسری دفعہ گرم پانی اور کوئلے اور تازیانے اور لوہے کے کانٹے برساتا ہے اور اس کے بعد سانپ اور بچھو اور کیڑے مکوڑے اور گرم پانی کی بوچھاڑ نازل کرتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس وقت دوزخ کے دریا گرمی سے جوش مارتے ہیں تو اس وقت بڑی غضب ناک موجیں اچھلتی ہیں۔ اور دوزخ کے پہاڑوں اور اس کے گڑھوں اور اہل دوزخ سب کو غرق کر لیتی ہیں مگر دوزخی ان میں مرتے نہیں اور اس کے بعد اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ گناہ گاروں پر اور ان کے سوا جو کچھ دوزخ میں بھرا ہوا ہے۔ اس پر دوزخ اپنا بڑا غصہ کرتی ہے۔ اور لمبی لمبی سانسیں لے کر سب کو نگل جاتی ہے اور یہ چیزیں لیے ہوئے ان سے پیش آتی ہے آگ کے شعلے' سیاہ دھواں' گرم ہوا' گرم پانی' حرارت' شورش' سختی کیونکہ ان لوگوں پر اپنے پروردگار کا عذاب ہوتا ہے۔ ہم خداوند کریم سے برے عملوں اور دوزخ اور اہل دوزخ کی نزدیکی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ اے ہمارے پالنے والے ہم کو دوزخ کے حوضوں کے پاس نہ لیجا اور اس کے طوق ہماری گردنوں میں نہ ڈال اور نہ ہی ہم کو دوزخ کے کپڑے پہنا اور نہ ہی ہم کو کھانے کے واسطے زقوم دے اور نہ ہی اس کا گرم پانی اپنی رحمت اور اپنے کرم سے صحیح اور سلامت پل صراط سے ہم کو پار اتار دے اور دوزخ کے شعلوں اور شراروں سے ہم کو محفوظ رکھ اور اس کے دھوئیں اور اس کے عذاب کی سختی سے دور فرما آمین یا رب العالمین۔ اور رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دوزخ کے دروازوں میں سے ایک چھوٹا سا دروازہ ہی مغرب کی جانب سے کھول دیں تو اس کی گرمی اس قدر ہو گی کہ مشرقی جانب کے پہاڑ بھی اس طرح جل کر گداز ہوں گے جیسے آگ پر پگھل کر تانبا بہہ جاتا ہے۔ اور اگر دوزخ کی چنگاریوں میں سے ایک چنگاری بھی اڑ کر مغرب میں جا پڑے تو اس کی گرمی سے مشرقی لوگوں کے دماغ بھی پکنے لگ جائیں گے۔ اور ان کا بھیجا پھوٹ کر بدن پر بہہ نکلے گا۔ اور دوزخی لوگوں کا کم سے کم عذاب یہ ہے کہ آگ کی جوتیاں ان کو پہناتے ہیں اور وہ ان کے کانوں اور ناک کے سوراخوں سے باہر نکل رہی ہوتی ہیں اور ان کے دماغ گرمی سے جوش میں ہوتے ہیں اور جو لوگ دوزخ کے متصل رہتے ہیں ان کو دوزخ کے پتھروں پر ڈالا جاتا ہے اور وہ پتھر گرمی سے اس قدر تپے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ ان پر گرمی کے مارے تڑپتے ہیں۔ جیسے کہ بھاڑ میں بھنتے ہوئے دانہ تڑپتا ہے اور جب اس حالت میں ایک پتھر سے لڑھکتے ہیں تو پھر دوسرے پتھر پر جا گرتے ہیں پس اسی طرح سے جتنے اہل دوزخ ہیں ان سب کو اپنے برے عملوں کے موافق عذاب دیا جاتا ہے ہم خداوند تعالیٰ سے برے عملوں سے اور ان کی طرف بازگشت کرنے سے پناہ مانگتے ہیں اور اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی شرم گاہوں کو نگاہ نہیں رکھتے وہ اپنی شرم گاہوں سے دوزخ میں لٹکائے جائیں گے اور وہ اتنی دیر تک لٹکے رہیں گے جتنا عرصہ دنیا کو قیام ہے اور ان کے جسم سڑ اور گل کر بہہ جائیں گے صرف روح ہی باقی رہ جائے گی اور اس وقت ان کو اتار کر ان کو نیا چمڑا اور نئی ہڈیاں دی جائیں گی اور پھر پہلی طرح ہی عذاب دیں گے اور ستر ہزار فرشتے ان کو ماریں گے اور جس قدر زمانہ دنیا کا ہے۔ اتنی دیر تک ان کو مارتے رہیں گے

اور جو لوگ چوری کرتے ہیں۔ ان کے جوڑوں کو ایک ایک کر کے کاٹیں گے اور جب اس طرح عذاب کو محسوس کرتے ہوئے سب جوڑ کٹ جائیں گے تو پھر نئے سرے سے انکو درست کر دیا جائے گا۔ اور پھر کاٹنا شروع کریں گے اور پہلی طرح عذاب پائیں گے اور اس کے سوا یہ بھی ہو گا کہ ہر ایک چور کے پاس ستر ستر ہزار فرشتہ آوے گا اور بڑے بڑے چھرے ہاتھ میں لیے ہوں گے۔ اور ان کو عذاب دیں گے اور جو لوگ جھوٹی گواہی دیتے ہیں وہ اپنی زبانوں کے ساتھ لٹکائے جائیں گے پھر ہر ایک کو ستر ستر ہزار فرشتے کوڑوں سے ماریں گے اور ان کے بدن پگھل جائیں گے اور صرف روحیں ہی باقی رہ جائیں گی۔ اور جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں ان کو عذاب دیا جائے گا کہ ان کو دوزخ کی غاروں میں بند کر دیں گے اور ان میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہوں گے اور آگ کی چنگاریوں اور شعلوں اور سخت دھوئیں سے بھری ہوئی ہوں گی۔ اور ان تمام چیزوں سے عذاب دیئے جائیں گے اور ہر ایک ساعت میں ان کے بدن اور پوست کو ستر دفعہ از سر نو پیدا کیا جاوے گا اور جابروں' ظالموں' مغروروں کو آگ کے صندوقوں میں ڈال دیں گے اور ان کو مقفل کر دیں گے اور ان صندوقوں کو دوزخ کے سب سے نیچے کے درجہ میں پھینک دیں گے اور اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک کو ہر ایک ساعت میں ننانوے قسم کا نیا نیا عذاب دیا جائے گا اور ہر روز ہزار دفعہ ان کے مونسوں کی نئی جلدیں تبدیل ہوں گی۔ اور جو لوگ غنیمت کے مال سے چرا لیتے ہیں۔ اس چوری کی گئی چیز کو فرشتے دوزخ کے دریا میں ڈال دیں گے۔ اور اس کے بعد چوروں کو حکم ہو گا کہ جو چیز تم نے چرائی ہے اس کو حاضر کرو اور ان کو کہا جائے گا کہ اس دریا میں غوطہ لگاؤ اور اس کو نکال لاؤ اور اس دریا کی تہہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ اس کی گہرائی کو وہی جانتا ہے جس نے اس آگ کے سمندر کو پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا

کہ یہ لوگ اس میں غوطہ لگائیں گے اور اتنی دیر تک اندر گھسے رہیں گے جب تک خداوند تعالیٰ چاہے گا اور جب اس سے سر باہر نکالیں گے اور چاہیں گے کہ ذرا دم لیں تو جھٹ ہر ایک آدمی کے سر پر ہزار فرشتے آموجود ہوں گے اور ان کے ہاتھوں میں لوہے کی قمچیاں پکڑی ہوئی ہوں گی اور وہ آتے ہی ان کو ان کے سروں پر مارنے لگ جائیں گے اور ہمیشہ ان آدمیوں کو ایسا ہی عذاب دیتے رہیں گے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ نے مقرر کیا ہے کہ دوزخ کے لوگ دوزخ میں چند حقبہ تک پڑے رہیں گے۔ اور یہ تو معلوم نہیں کہ یہ چند حقبہ کتنی مدت کے ہوں گے۔ مگر اس قدر معلوم ہے کہ اسی ہزار سال کا ایک حقبہ ہوگا۔ اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور ایک دن ان دنیا کے دنوں کے حساب سے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پس جو لوگ اہل دوزخ ہیں ان کے واسطے ہلاکت ہے۔ ان مونہوں کے لیے جو آفتاب کی گرمی پر صبر نہیں کرتے تھے۔ جب ان مونہوں کو دوزخ کی آگ جلائے گی اور وہ لوگ جو درد سر کے باعث سر میں صندل لگاتے تھے۔ جب دوزخ کا جلتا اور ابلتا ہوا پانی سروں پر ڈالا جائے گا۔ اور جو آنکھیں دنیا میں تھوڑا سا درد بھی برداشت کرنے کی متحمل نہ ہوتی تھیں۔ ان کے واسطے ہلاکت ہے اور ہلاکت ہے ان کانوں کو جو دنیا میں بے ہودہ باتیں اور قصے سن کر لذت پاتے تھے جب ان کے سوراخوں سے آگ کے شعلے نکلیں گے۔ ہلاکت ہے ان ناکوں کے سوراخوں کے لیے جو مردار کی بو سے نفرت کرتے تھے اور ان کو تھوڑی سی اذیت کا سہارا بھی نہیں ہو سکتا تھا جب ان سوراخوں میں آگ بھری ہوئی ہوگی۔ ہلاکت ہے ان گردنوں کے لیے جن کو ذرا سے بوجھ سے درد ہوتا تھا جب ان میں بھاری زنجیریں پڑی ہوں گی۔ ہلاکت ہے ان چمڑوں کے لیے جو سخت اور درشت کپڑوں میں صبر نہ کرتے تھے جب ان کو دوزخ کے سخت اور درشت کپڑے پہننے پڑیں گے جو دوزخ کی آگ سے بنائے گئے ہوں گے اور ان سے بدبو آتی ہوگی اور آتشیں شعلے نکلتے ہوں گے۔ ہلاکت ہے ان پیٹوں کے لیے جو ذرا کے درد پر صبر نہ کرتے تھے جب ان میں جوش مارتے ہوئے پانی کے ساتھ گرم زقوم اترے گی۔ اور ان کی انتڑیاں کاٹ کر گلا دے گی۔ ہلاکت ہے ان پاؤں کے لیے جو برہنگی کی حالت میں ایک قدم بھی چلنا پسند نہیں کرتے تھے جب ان کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی۔ پس ان کے واسطے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور طرح طرح کے عذاب خداوندا اس علم کی طفیل اور اپنے فضل کی طفیل ہم کو ان لوگوں میں سے نہ کرنا جو اہل دوزخ ہیں۔

دوزخ کا بیان

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخ پر سات پل باندھے ہوئے ہیں اور ایک پل سے دوسرے پل تک اس قدر فاصلہ ہے۔ کہ جس قدر ستر برس کی راہ ہوتی ہے۔ اور پل کی چوڑائی ایسی ہے جیسی کہ تلوار کی دھار کی (تیزی) ہوتی ہے اور جب اس کے اوپر سے لوگ گزرنے لگیں گے تو پہلا گروہ تو آنکھ پھیرنے کی سی تیزی کے ساتھ اس سے گزر جائے گا اور دوسرا گروہ اس طرح گزرے گا جیسے کہ بجلی اچک لے جانے والی گزرتی ہے اور تیسرے گروہ کے لوگ تیز ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور چوتھا گروہ اس طرح گزر جائے گا جیسے پرندے گزر جاتے ہیں اور پانچواں گروہ گھوڑوں کی مانند دوڑتا ہوا گزرے گا اور چھٹے گروہ کے لوگ اس طرح گزر جائیں گے جیسا کہ دوڑتا ہوا آدمی گزرتا ہے اور ساتویں گروہ کے لوگ پاپیادہ چلتے ہوئے گزر جائیں گے اور جب یہ سب گزر چکیں گے تو ایک ان میں سے اکیلا پیچھے رہ جائے گا۔ اس کو بھی کہا جائے گا تو بھی اس پل کے اوپر سے گزر جا وہ بھی گزرنے لگے گا اور جب وہ اپنے دونوں پاؤں پل کے اوپر رکھے گا تو اس کا ایک پاؤں کانپنے لگ جائے گا اس لیے وہ گھٹنوں کے بل چلے گا اور اس طرح سوار ہو کر اس پل کے اوپر چلنے لگے گا اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں اس کے پاؤں اور پوست تک پہنچیں گی۔ اور وہ پیٹ کے بل کشاں کشاں اس پل کے اوپر چلے گا۔ اور چلتے چلتے لڑکھڑا جائے گا اور ڈگمگائے گا۔ اس وقت وہ اپنے ہاتھوں سے پل کو لپٹ جائے گا اور اس کے بعد اس کو آگ بھی لپٹ جائے گی۔ اس کے بعد وہ چاہے گا کہ اس سے رستگاری حاصل کرے۔ اس لیے وہ پیٹ کے بل ہی کشاں کشاں گھسٹتا ہوا چلے گا اور اسی صورت میں دوزخ سے نکل جائے گا اور جب دوزخ سے نکل جائے گا۔ تو لوٹ کر دوزخ کی طرف نگاہ کرے گا اور اس وقت یہ کہے گا کہ جس پاک پروردگار نے مجھ کو تجھ سے رستگاری عنایت فرمائی ہے۔ وہ خدا پاک ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند کریم نے اپنے لطف اور احسان اور کرم سے میرے حال پر بڑی مہربانی کی ہے اور جو احسان آج تک اول سے آخر تک کسی پر نہیں کیا۔ وہ یہی ہے کہ مجھ کو اس پل صراط کے پنجہ سے خلاصی عنایت فرمائی ہے۔ اس کے بعد اس آدمی کے پاس ایک فرشتہ آئے گا اور وہ آکر اس کا ہاتھ پکڑے گا اور اس کو بہشت کے دروازہ کے سامنے ایک حوض پر لے جائے گا اور اس کو ہدایت کرے گا کہ اب تو اس حوض میں غسل کر اور اپنے بدن کو مل مل کر خوب صاف کر اور اس کا پانی بھی پی لے راوی کا بیان ہے کہ وہ آدمی اپنے جسم کو اس حوض میں دھوئے گا اور پانی بھی خوب سیر ہو کر پیئے گا۔ اس کے بعد اس آدمی پر بہشت کی ہوا چلے گی اور اس سے اس کا رنگ روپ بدل جائے گا اور خوب چمکنے لگے گا اور اس کے بعد فرشتے اس کو دوزخ کے

دروازے پر لے جاتے ہیں اور وہاں لے جا کر کھڑا کر دیتے ہیں اور اس کو حکم ہوتا ہے کہ جب تک تیرے واسطے اللہ جل شانہ کی بارگاہ سے حکم صادر نہ ہو تب تک اس جگہ کھڑا رہ۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ یہ شخص اہل دوزخ کی طرف نگاہ کرے گا اور ان کی آوازیں کتوں کی آواز کی طرح اس کو سنائی دیں گی انہیں سن کر یہ بھی رونے لگ جائے گا اور کہے گا اللہ دوزخیوں کی طرف سے میرا منہ پھیر دے اس کے سوا میری کوئی اور درخواست نہیں۔

فرمایا اس شخص کے کھڑا ہونے کی جگہ سے بہشت کے دروازے تک ایک ہی قدم کا فاصلہ ہوگا۔ یہ بہشت کی فراخی کو دیکھے گا۔ اس کے دروازے کی دو جانبوں میں اتنی مسافت ہوگی کہ جس قدر چالیس برس کے راستے کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ راستہ بھی تیز اڑنے والے جانور کا۔ اور فرمایا کہ یہ آدمی خداوند تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اے اللہ تو نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا ہے۔ کیونکہ مجھ کو دوزخ سے نجات دی ہے اور دوزخیوں کی طرف سے میرا منہ پھیر کر بہشت کی طرف کر دیا ہے۔ اور بہشت کے اور میرے درمیان فاصلہ بھی ایک ہی قدم کا ہے۔ اے میرے پروردگار اپنی عزت کے صدقے مجھ کو بہشت میں داخل کر دے۔ اس کے سوا تجھ سے میں اور کوئی چیز نہیں مانگتا کہ میرے اور اہل دوزخ کے درمیان بہشت کے دروازے کو ہی پردہ بنا دے تاکہ دوزخی لوگوں کی آواز مجھے سنائی نہ دے اور نہ ہی میں انہیں دیکھوں۔ اس لیے خداوند کریم کے ہاں سے اس کے پاس وہی فرشتہ آئے گا اور اس کو کہے گا کہ تو بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ پہلے تو تو نے یہ درخواست نہیں کی تھی اور یہ کہا تھا کہ میں اس کے سوا کچھ نہیں مانگتا۔ فرمایا پیغمبر ﷺ نے کہ وہ شخص کہے گا۔ کہ مجھ کو خدا کی بزرگی کی قسم ہے۔ کہ اب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ پس وہ فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اور اس کو بہشت میں لے جائے گا۔ اور وہاں چھوڑ کر آپ پروردگار عالم کی درگاہ میں جائے گا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وہ بندہ اپنے دائیں بائیں بہشت کو دیکھے گا اور اس کے سامنے ایک سال کی راہ ہوگی۔ اور میوہ دار درختوں کے سوا اس کو اور کوئی چیز نظر نہیں آئے گی اور اس میں اور درختوں کے درمیان بھی ایک ہی قدم کا فاصلہ ہوگا اور جب غور سے درخت پر نگاہ کرے گا تو اس کو معلوم ہوگا کہ اس کی جڑ سونے کی ہے اور شاخیں سفید چاندی کی ہیں۔ اور اس کے پتے بہت اچھے زیوروں کی مانند ہوں گے جو کسی نے دیکھے ہوں اور ان کا میوہ مکھن سے بھی زیادہ نرم ہوگا اور شہد سے زیادہ شیریں اور کستوری سے زیادہ خوشبودار۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص یہ سب دیکھ کر حیران رہ جائے گا اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ میرے پروردگار تو نے مجھے دوزخ سے نجات دی اور بہشت میں داخل کیا اور مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے اور میرے اس درخت کے درمیان ایک ہی قدم کا فاصلہ ہے۔ اب تو مجھے اس درخت کے پاس پہنچا دے۔ اور اس کے سوا میں تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتا۔ پھر فرشتہ آئے گا اور اس کو کہے گا کہ تو بڑا جھوٹا آدمی ہے تو نے تو پہلے یہ کہا ہے کہ میں اب کوئی سوال نہیں کروں گا اب تو زیادہ کیوں مانگتا ہے۔ اور اپنی قسم کے خلاف کیوں کرتا ہے تجھے قسم توڑنے سے شرم نہیں آتی اس کے بعد وہ فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اور اس کو ایک قریبی مکان کی طرف لے جائے گا اور جب اس پر نگاہ کرے گا تو وہ سراسر اس کو موتیوں کا دکھائی دے گا اور ایک سال کے راستے کی دوری پر ہوگا۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب وہ آدمی اس محل کو اپنے سامنے دیکھے گا۔ تو اس سے پہلے کی سب چیزوں کو خواب و خیال سمجھے گا اور اس کے اشتیاق میں بے قرار ہو جائے گا اور کہے گا اے اللہ اب میں تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتا صرف تو مجھ کو اس محل میں پہنچا دے۔ فرمایا پھر ایک فرشتہ فرشتوں سے آئے گا اور اسے کہے گا کہ تو اب بھی اپنے قول و قرار پر ثابت نہ رہا۔ کیا تو نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں اب اور کچھ نہیں مانگوں گا اور یہ اس کو زیادہ ملامت بھی نہیں کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہوگا کہ اس کا دل اس کے اختیار میں نہیں۔ اس کی جان ان عجائبات کو دیکھ کر نکل رہی ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ پھر یہ فرشتہ اس کو کہے گا کہ یہ محل تیرے ہی ملک میں ہے اور اس کے بعد یہ شخص اور جگہ نظر کرے گا تو اس کو گمان ہوگا کہ میں تو خواب و خیال دیکھ رہا ہوں مگر خاموش ہو رہے گا اور کچھ کہہ نہیں سکے گا

اور فرمایا رسول اللہ نے فرشتہ اس سے پوچھے گا کہ اپنے پروردگار سے اب کچھ اور بھی مانگتا ہے وہ جواب دے گا کہ اے میرے سردار میں نے اپنے خدا کی قسمیں کھائی ہیں اور زیادہ سوال کرنے سے ڈر لگتا ہے شرمندگی آتی ہے خداوند کریم اس کو ارشاد فرمائے گا کہ کیا اب تو راضی ہو گیا ہے۔ دنیا کے پیدا کرنے اور اس کے نیست کرنے تک میں اس سے دس گنا زیادہ انعام تجھ کو اور عطا کروں گا وہ بندہ جواب میں عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار کیا تو میرے ساتھ ہنسی کرتا ہے تو تمام جہان کے لوگوں کا پالنے والا ہے۔ خداوند کریم فرمائے گا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ جس چیز کی تجھے خواہش ہے تو مجھ سے مانگ لے اس کے بعد وہ بارگاہ عالی میں عرض کرے گا کہ اے خداوند کریم میں اب تجھ سے یہی درخواست کرتا ہوں کہ مجھ کو آدمیوں میں پہنچا دے۔ فرمایا پس وہ فرشتہ اس کے ہاتھ کو پکڑ لے گا اور اس کو بہشت میں لے جائے گا وہاں وہ ایسی چیزیں دیکھے گا کہ پہلے اس نے ویسی کبھی نہیں دیکھی تھیں ان کے دیکھتے ہی وہ سجدہ میں پڑ جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے اللہ تو نے مجھے روشنی عطا کی۔ اوپر سے فرشتہ پکارے گا کہ اپنا سر اٹھا یہ تیرے رہنے کی ہی جگہ ہے اور یہ تیری جگہوں میں سے بہت ادنیٰ درجے کی جگہ ہے۔ اس کے بعد وہ بندہ کہے گا کہ

اگر اس وقت خداوند تعالیٰ میری آنکھوں کی حفاظت نہ کرتا تو اس محل کے نور سے وہ خیرہ ہو جاتیں۔ اس کے بعد وہ اس محل میں داخل ہو جائے گا اور جونہی اس محل کے اندر جائے گا اس کی آنکھیں ایک اور آدمی سے دوچار ہوں گی جب اس کا منہ اور لباس دیکھے گا تو دیکھتے ہی چپ چاپ رہ جائے گا اور خیال کرے گا کہ یہ فرشتہ ہے وہ مرد اس کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ تجھ پر خدا کی سلامتی اور رحمت ہو زیادہ برکت داخل ہو اب وقت آگیا ہے کہ تو اس محل میں داخل ہو اس کے سلام کا جواب دے گا اور کہے گا کہ اے محل کے بندے تو کون ہے وہ جواب دے گا کہ میں تیری اس جگہ کا محافظ ہوں اور میرے جیسے اور بھی ایک ہزار تیرے نگہبان موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک تیرے ایک محل کا نگہبان ہے اور ہر ایک محل میں ایک ہزار خدمت گار موجود ہیں اور ہر ایک میں ماہ جبیں حور تیری زوجہ اس میں رہتی ہے اور اب تو اپنے دوسرے محل میں داخل ہونے کو ہے۔ اس کے بعد اچانک ایک دوسرے عالیشان محل میں اس کا گزر ہو گا۔ جو سفید مروارید سے بنایا گیا ہے۔ اس محل کے ستر کمرے ہوں گے اور ہر ایک کمرے کے ستر دروازے اور ہر ایک دروازے میں مروارید کا ایک قبہ کھڑا ہو گا۔ یہ اس محل میں داخل ہو جائے گا اور ان کی سیر کرے گا اور اس سے پہلے اس محل کو کسی دوسرے آدمی نے نہیں کھولا ہو گا وہیں اس کو سرخ جواہر کا ایک قبہ نظر آئے گا اس کی لمبائی ستر ہاتھ ہو گی اور ستر ہی اس کے دروازے ہوں گے اور ہر ایک دروازے سے سرخ جواہر کے کمرے میں ایک راستہ ہو گا یہ کمرے اس کی لمبائی میں ہوں گے اور ہر ایک کمرے میں ستر دروازے ہیں اور ہر ایک کمرہ سرخ رنگ کے ایک ہی طرح کے جواہر کا ہے اور ہر ایک کمرے میں عروسوں کی مانند بجی سجائی اس کی جوروئیں تختوں پر بیٹھی ہوں گی۔ جب یہ اس کمرے کو جائے گا تو جاتے ہی ایک پری پیکر حور سے ملے گا وہ اس کو سلام کرے گی اور یہ سلام کا جواب دے گا اور اس کے بعد سکتے کے عالم میں خاموش ہو کر کھڑا رہ جائے گا وہ عورت اس سے کہے گی کہ اب وقت آگیا ہے کہ تو میری زیارت کرے اور میری صحبت سے بڑا حظ اٹھائے کیونکہ میں تیری بی بی ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب وہ اس کی شکل کو دیکھے گا تو اس کی صورت کی صفائی اور پاکیزگی اس درجہ تک ہو گی کہ اس کو اپنا چہرہ اس میں ایسا ہی دکھائی دے گا جیسا کہ آئینہ میں سے نظر آتا ہے۔ اس عورت نے ستر بہشتی لباس پہنے ہوں گے اور ہر لباس اپنے رنگ اور اپنی صورت میں الگ ہی ہو گا اور یہ لباس بھی ایسے صاف اور نورانی ہوں گے کہ ان میں سے حور کی ہڈیوں کے اندر کا گودہ بھی نظر آتا ہو گا اور نگاہ اس سے ایسی پیوستہ ہو گی کہ واپس نہیں آسکے گی۔ کیونکہ اس کے ہر جلوہ میں ہزار دو ہزار ناز اور کرشمہ جلوہ گر ہو گا اور ہر ایک حور کا یہی عالم ہو گا۔ پس بہشتی بزرگواروں کی جوروئیں یہ حوریں ہیں اور یہ حضرات ان کے خاوند۔ اور فرمایا ہے کہ اس محل کے تین سو ساٹھ دروازے ہیں اور ہر ایک دروازے کے اوپر مروارید کے تین سو ساٹھ محل بنے ہیں یہ مروارید اور یاقوت اور لعل اور ہیرے اور ہر ایک قسم کے جواہر سے ہیں۔ پس یہ حضرات اس محل میں رہیں سہیں گے اور مزے کریں گے اور جب اپنے محل سے باہر نکلیں گے تو گویا یہ اپنے ہی ملک کی سیر کر رہے ہوں گے اور جہاں تک ان کی نگاہ کام کرے گی سب جگہ ان کو اپنا ہی ملک نظر آئے گا اور اس محل کی درازی سو برس کے راستے کے برابر ہے اور ہر ایک محل کے دروازے پر پہنچنے کے وقت ان کے پاس فرشتے ہیں اور آکر انہیں سلام کرتے ہیں اور خداوند کریم کی طرف سے انہیں تحفہ دیتے ہیں اور ہر ایک فرشتے کے پاس ایک ایک تحفہ موجود ہو گا اور ہر ایک کا تحفہ دوسرے سے الگ اور نرالا ہی ہو گا اور آخر وقت میں بھی ہر روز تحفے اور ہدیے لے کر فرشتے آموجود ہوں گے اور انہیں سلام کہیں گے اور اس روایت کی تصدیق میں خدا پاک کا کلام گواہ ہے

اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اہل بہشت نے اس شخص کا نام مسکین رکھا ہے اور یہ اس واسطے کہ ان کے مکانات اس کے مکان کی نسبت بہت ہوں گے حالانکہ اس غریب کے اسی ہزار خدمت گار اس کی خدمت میں موجود ہوں گے جو صرف کھانا کھلانے پر مقرر ہونگے جب اس کو کھانا کھانے کی حاجت ہو گی تو سرخ یاقوت کے خوانچوں میں لا کر اس کے سامنے رکھیں گے اور ہر ایک خوان یاقوت زر مروارید اور زمرد سے بنا ہو گا۔ اس کے پائے مروارید کے ہوں گے اور اس کی ایک طرف کی لمبائی بیس میل کے فاصلے کی ہو گی اور ان خوانچوں میں رنگ برنگ کے ستر قسم کے کھانے ہونگے اور جب کھانے لگے گا تو وہی خدمت گار سامنے کھڑے ہوں گے اور ہر ایک خدمت گار کے ہاتھوں میں ایک کاسہ کھانے کا اور ایک پیالہ پینے کی چیز کا ہو گا ہر ایک کاسے اور پیالے کے کھانے اور پینے کی چیز کی لذت اور شیرینی ایک دوسرے سے جدا ہو گی اور پہلے میں کھانے کا جو مزا پائے گا وہی اس دوسرے میں پائے گا مگر رنگ اور صورت میں وہ بالکل الگ ہوں گے اور جب آگے سے کھانا اٹھایا جائے گا تو خدمت گار کو بھی اس کھانے اور شربت سے حصہ دیا جائے گا۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے اس سے بلند درجے ہوں گے وہ اس کی زیارت کریں گے مگر وہ ان کی زیارت کے واسطے نہیں جائے گا اور جتنے اعلیٰ مدارج والے بہشتی ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی خدمت میں آٹھ لاکھ خدمت گار حاضر رہیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک کھانے کا رکاب ہو گا اور ایک شربت کا اور یہ کھانے اور شربت مختلف قسم کے ہوں گے اور جب طعام اٹھایا

جائے گا تو خدمت گاروں کو بھی حصہ دیا جائے گا اور ہر ایک کے واسطے ستر حوریں اور دو آدمی زاد عورتیں ہوں گی اور ہر ایک بیوی کا سبز یاقوت کا ایک محل ہو گا اور سرخ یاقوت سے جڑاؤ اور منقش اور ہر محل میں ستر ہزار دروازے ہوں گے اور ہر ایک دروازے میں ایک قبہ موتی کا ہو گا اور ایسی کوئی عورت نہیں ہو گی جو ستر ہزار لباس نہ پہنے ہو گی اور ہر ایک لباس ستر ہزار رنگ کا ہو گا جو ایک دوسرے سے نہیں ملتا ہو گا اور ہر ایک بیوی کے روبرو ستر ہزار لونڈی خدمت کے واسطے موجود ہوں گی۔ اور ستر ہزار ہی اس کی مجلس میں ہوں گی۔ ان خدمت گاروں میں سے کوئی اپنے کام اور خدمت سے غافل نہیں ہو گا اور جب ہر ایک بی بی کے سامنے کھانا لایا جائے گا تو ستر ہزار لونڈیاں ہی کھانے کے رکاب اور شربت کے پیالے ہاتھوں میں لیے حاضر ہوں گی اور یہ کھانے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ کوئی دوسرے سے ملتا نہیں ہو گا۔ اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کبھی کسی شخص کو یہ خواہش ہو گی کہ اپنے کسی ایسے دوست کا حال دریافت کرے جس سے وہ دنیا میں خدا کے لیے دوستی رکھتا تھا تو اس وقت یہ خواہش کرے گا کہ میرے فلاں بھائی کا کیا حال ہے کہیں وہ ہلاک تو نہیں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دلی خواہش سے آگاہ ہو گا اور فرشتوں پر وحی نازل کرے گا اور ان کو حکم دے گا کہ میرے اس بندے کو سیر کراؤ اور اس کو اس کے بھائی کی طرف لے جاؤ۔ ایک اونٹ لایا جائے گا اور اس اونٹ کے اوپر نور کے نمدوں کا پالان رکھا ہو گا۔ فرشتہ آکر اسے سلام کہے گا اور وہ اس کا جواب دے گا اس کے بعد وہ فرشتہ کہے گا کہ آیئے اور اس اونٹ پر سوار ہو جایئے اور اپنے بھائی کی زیارت کے واسطے چلیئے پس وہ بندہ اونٹ پر سوار ہو گا اور بہشت میں سیر کرتا ہوا ایک ہزار سال کے راستے تک کا فاصلہ طے کرے گا اور اس مسافت کو اتنے عرصہ میں طے کرے گا جتنے میں تم میں سے کوئی آدمی ایک تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر ایک کوس تک جاتا ہے۔ پس یہ شخص اپنے بھائی کے پاس پہنچ جائے گا اور اس کو سلام علیک کہے گا وہ سلام کا جواب دے گا اور مرحبا کہے گا اور پوچھے گا کہ اے بھائی خداوند کریم کا شکر ہے جس نے ہم دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ایسی خوش آواز سے اس کی حمد و ثنا کریں گے جیسی کسی انسان نے نہ سنی ہو پس اس وقت خداوند کریم ان کو کہے گا کہ اے میرے بندو یہ عمل کرنے کا وقت نہیں بلکہ دعاء کرنے کا وقت ہے اگر کچھ مانگنا چاہتے ہو تو مانگ لو جو کچھ مانگو گے وہ تمہیں عطا کروں گا اس کے جواب میں وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم دونوں بھائیوں کو اس درجے میں ہی جمع رکھ۔ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست قبول کرے گا اور اس جگہ ان کی نشست گاہ مقرر فرمادے گا اور یہ جگہ مروارید کا خیمہ ہو گی اور اس کے سوا ان کی بیویوں کے لیے بھی ایک جگہ ہو گی۔ پس اس میں وہ کھائیں گے پئیں گے اور ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں گے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب ایک آدمی ایک نوالہ اپنے منہ میں ڈالے گا اور اسی اثناء میں دوسرے کھانے کی طرف بھی خیال کیا جائے گا تو اس کا مزا اور ذائقہ بھی منہ میں ڈالے ہوئے نوالے میں آجائے گا۔

رسول مقبول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول بہشت کی زمین کس چیز کی ہے آپ نے فرمایا سفید رنگ کے نرم پتھر چاندی سے اس کو ہموار کیا گیا ہے اور اس کی خاک کستوری کی ہے اور اس کے پشتے زعفران کے بنائے گئے ہیں اور اس کی دیواریں مروارید اور یاقوت اور سونے اور چاندی کی بنی ہوئی ہیں اور اس قدر نورانی اور مصفا ہیں کہ باہر سے اندر کی طرف دکھائی دیتی ہیں اور اندر سے باہر کی جانب نظر آتی ہے اور بہشت کے جتنے محل ہیں سب کا یہی حال ہے اندر سے باہر کی چیز اور باہر سے اندر کی چیز نظر آجاتی ہے اور بہشت میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہو گا جو ایک ازار نہ پہنے ایک چادر نہ اوڑھے گا اور یہ لباس بغیر تراشنے اور سینے کے بنائے جائیں گے اور ہر ایک کے سر پر مروارید کا ایک تاج ہو گا اس میں موتی اور یاقوت اور زبرجد جڑاؤ ہوتے ہوں گے اور اس کے سر پر سونے کی دو زلفیں ہوں گی اور سونے کا ایک ہار گردن میں ہو گا جو موتیوں اور سبز یاقوت سے جڑا ہوا ہو گا اور ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں تین کنگن پہنے ہوئے ہوں گے۔ ان میں سے ایک تو سونے کا ہو گا اور ایک چاندی کا ایک موتیوں کا اور ان کے سروں پر جو تاج ہیں ان میں سے ہر ایک کے نیچے موتیوں اور یاقوت کی ایک ایک جھالر لٹکتی ہو گی اور انہوں نے جو بہشتی لباس پہنا ہوا ہو گا اس پر ایک تنگ کوٹ بھی پہنتے ہوں گے اور اس کے اوپر ریشم کا ایک اور کوٹ بھی ہو گا اور نفیس نفیس صدریاں ہوں گی اور مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے۔ اس کا استر دیباج کا ہو گا اور ابرا بھی خوبصورت اور منقش ہو گا۔ اور تختوں پر بیٹھے ہوں گے یہ فرش کے اوپر بچھے ہوئے ہوں گے اور سرخ یاقوت سے بنے ہوئے ان کے پائے مروارید کے ہوں گے اور ہر ایک تخت پر ایک ہزار فرش ستر ستر رنگ کا ہو گا اور ایک دوسرے سے مختلف اور ہر ایک تخت کے آگے ایک ہزار بچھونے بچھے ہوئے ہوں گے۔ ان میں سے بھی ہر ایک بچھونا ستر ستر رنگ کا ہو گا اور یہ رنگ بھی آپس

میں ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے اور ہر ایک تخت کے دائیں طرف صندل کی ستر ہزار کرسیاں رکھی ہوئی ہوں گی اور ویسی ہی دوسری طرف۔
پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے جتنے لوگ ہیں چاہے وہ ذی مرتبہ اور بلند درجے کے ہیں اور چاہے کم درجے کے سب لمبائی میں حضرت آدم کے قد کے برابر ہوں گے اور حضرت آدم کا قد ساٹھ گز تھا اور بہشتی سب جوان اور بے ریش ہونگے ان کی آنکھیں سیاہ ہوں گی اور سر کے بال بہت ہی سیاہ اور ان کی عورتیں بھی سب ایک ہی مقدار کی ہوں گی جب ان لوگوں کے واسطے یہ سامان ہو جائے گا تو اس وقت بہشت میں ایک پکارنے والا پکارے گا۔ اور اونچے درجے والے اور نزدیک اور دور والے سنیں گے اور وہ کہے گا کہ کیا اب تم اپنے اپنے گھروں میں راضی اور خوشی ہو اور وہ سب کہیں گے کہ خداوند کریم نے ہم کو اچھی اور بزرگ جگہ میں اتارا ہے ہم یہاں خوش ہیں اور اس جگہ سے دوسری جگہ میں جانا نہیں چاہتے اور نہ ہی اس کے عوض میں کسی دوسری چیز کی درخواست کرتے ہیں ہم اپنے رب کے پڑوس میں رہ کر خوش ہیں اے اللہ جو کچھ پکارنے والے نے پکار کر کہا ہے ہم نے اسکو سن لیا۔ ہمیں اب آرزو ہے تو یہ ہے کہ تیرا انور دار چہرہ دیکھیں تو ہمیں اس کی زیارت کرادے کیونکہ اس کی زیارت سے سب سے بڑا درجہ اور ثواب ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ جس بہشت میں اجلاس کرے گا اور اپنے بندوں سے ملاقات فرمائے گا۔ اس کا نام دارالسلام ہے اس کو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تم اپنے آپ کو بنا سنوار کر خوب آراستہ کرو اور میرے بندوں کی زیارت کے لیے آمادہ ہو جا۔ پس وہ اس فرمان کو سنتے ہی اس پر عمل کرے گی اور اپنے آپ کو بنا سنوار کر جھٹ فارغ ہو جائے گی اور اللہ جل شانہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ میری زیارت کے واسطے میرے بندوں کو بلالاؤ۔ فرشتے یہ حکم سنتے ہی خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے باہر آکر بلند اور خوش آواز سے پکاریں گے کہ اے خدا کے دوستو اور اس کے محبوبو اب آکر اپنے خداوند کریم کی زیارت کرو۔ جب اس جانفزا مژدہ کو سنیں گے تو ان میں سے ہر ایک اپنے اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر پشتوں کے سائے میں آکھڑے ہوں گے۔ یہ تودے سفید کستوری اور زرد زعفران سے بنے ہیں اور یہ بہشتی لوگ دروازے پر آکر اپنا سر جھکاویں گے اور سلام کریں گے اور دروازے پر کھڑے ہو کر بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگیں گے۔ ان کو اجازت مل جائے گی جب یہ اندر جانے لگیں گے اور دروازے میں داخل ہونے کا قصد کریں گے تو اس وقت عرش کے نیچے سے باد بہاری بھی چلے گی اس ہوا کا نام مثیرہ ہے ۔ یہ کستوری اور زعفران کے تودوں کو جڑ سے اٹھالے گی اور ان کو لیے ہوئے بہشتی لوگوں کے گریبانوں اور سروں اور کپڑوں میں داخل ہو جائے گی۔ اس وقت یہ لوگ اپنے پروردگار کے عرش اور کرسی کی طرف نگاہ کریں گے وہاں سے ان کو ایک چمکتا ہوا نور نظر آئے گا اور یہ خداوند کریم کے تجلی فرمانے کے بغیر ہو گا۔ اس کے بعد یہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے خداوند کریم تو پاک ہے اور فرشتوں اور جبریلؑ کا پروردگار پاک ہے۔ بزرگی اور بلندی تیرے ہی لائق ہے۔ ہماری آنکھوں میں قوت دے اور اپنا دیدار دکھا اس کے بعد اللہ جل شانہ حکم دے گا کہ نور کے پردوں کو اٹھا دو۔ اس لیے پردے اٹھا دیئے جائیں گے اور ایک پردے کے بعد دوسرا پردہ اٹھے گا اور اسی طرح ہوتے ہوتے ستر پردوں تک نوبت پہنچے گی اور ہر ایک پردہ دوسرے پردے سے نور میں ستر حصے زیادہ بڑھا ہوا ہو گا۔ اس کے بعد اللہ جل شانہ اپنے بندوں پر جلوہ ڈالے گا اور جونہی ان پر پڑ تو پڑے گا وہ سب سجدے میں گر جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا۔ اس وقت تک سجدے میں پڑے رہیں گے اور سجدے کی حالت میں یہ کہیں گے کہ تو پاک ہے اور ہمیشہ کے لیے ستائش اور تسبیح تیرے لیے ہی ہے تُونے ہم کو دوزخ کی آگ سے بچایا اور بہشت میں داخل کیا یہ کیا ہی اچھا گھر عطا کیا ہے ہم تو اس سے پورے طور پر راضی ہوئے اور تو ہم سے راضی ہو۔ خداوند کریم ارشاد فرمائے گا۔ جیسا کہ راضی ہونے کا حق ہے۔ میں تم سے ویسا ہی راضی ہوا ہوں اور اب یہ تمہارے کام کرنے کا وقت نہیں ہے یہ تازہ نعمت حاصل کرنے کا وقت ہے اگر تم کچھ اور بھی مانگنا چاہتے ہو تو مانگ لو۔ میں تم کو اور بھی زیادہ عطا کردوں گا۔ پس یہ لوگ منہ سے تو کچھ نہیں کہیں گے اور اپنے دل میں یہ آرزو کریں گے کہ جو چیز ہم کو دی گئی ہے وہ ہمارے پاس ہمیشہ کے واسطے رہے۔ اللہ جل شانہ ارشاد فرمائے گا کہ جو کچھ تم کو دیا گیا ہے۔ یہ ہمیشہ کے واسطے تمہارے لیے ہے اور اس میں اور بھی زیادہ کردوں گا۔ جب بندے خداوند کریم کا یہ فرمان سنیں گے تو تکبیر کہتے ہوئے اپنے سر کو اٹھائیں گے۔ مگر خداوند کریم کے سامنے اپنی آنکھیں نہیں اٹھا سکیں گے۔ کیونکہ نور کی زیادتی سے ان کی آنکھوں میں چکا چوند کا عالم ہو جائے گا اور جلسہ کا نام پروردگار کے عرش کا مشرقی قبہ رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ جل شانہ ان لوگوں کو فرمائے گا کہ اے میرے بندو۔ اے میرے ہمسایو۔ اے میرے برگزیدہ لوگو اے میرے دوستو اور میرے ولیو اور میری تمام مخلوق کے بہتر اور میرے فرمانبردارو۔ تم کو خوشی ہو۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ کے عرش کے آگے نور کے

منبر رکھے ہوئے ہوں گے اور ان ممبروں کے پاس نور کی کرسیاں بچھی ہوئی ہوں گی اور کرسیوں کے نزدیک فرش بچھے ہوئے ہوں گے اور ان فرشوں کے اوپر گاؤ تکیے لگے ہوں گے اور ان کے آگے مسندیں رکھی ہوں گی۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ رب العزت فرمائے گا کہ آؤ اور اپنی بزرگ جگہوں پر بیٹھو۔ پس رسول ﷺ بڑھیں گے اور ان منبروں پر بیٹھ جائیں گے اور ان کے بعد باقی جتنے پیغمبر ﷺ ہیں آگے بڑھیں گے اور اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے اور ان کے بعد نیکو کار لوگ آگے بڑھیں گے اور جا کر اپنے مسند پر بیٹھ جائیں گے۔ پس نور کے خوانچے ان کے آگے لا کر رکھے جائیں گے اور ہر ایک خوانچے پر ستر رنگ کے دستر خوان ہوں گے۔ جن میں مروارید اور یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ جل شانہ خدمت گاروں کو حکم دے گا کہ ان مہمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس لیے ان خوانچوں پر مروارید اور یاقوت کے ستر ہزار رکاب لا کر لگا دیں گے اور ہر ایک رکاب میں ستر رنگ کا کھانا ہو گا پس اللہ تعالیٰ ارشاد کرے گا کہ اے میرے بندو کھانا شروع کرو اس لیے یہ سب لوگ کھانا شروع کریں گے اور جب تک اللہ جل شانہ چاہے گا وہ کھانے میں مصروف رہیں گے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ جو کچھ ہم دنیا میں پہلے کھاتے تھے اس کھانے کے آگے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے وہ تو خواب و خیال ہی ہو گیا اس کے بعد خداوند کریم اپنے خدمت گاروں کو حکم دے گا کہ اب تم میرے مہمانوں کو شراب پلاؤ (اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جو شراب ان کو پلائی جائے گی وہ شراب طہور ہی ہو گی) اور پھر کہیں گے کہ ہماری شراب دنیاوی تو اس کے آگے خواب ہی تھی اس کے بعد خداوند کریم ارشاد کرے گا کہ اے میرے خدمت گارو۔ تم ان کو کھانا تو کھلا چکے ہو اور شراب بھی پلا دی ہے۔ اب ان کو بہشت کے میوے بھی کھلا دو۔ اس حکم کے ہوتے ہی طرح طرح کے میوے بھی لا کر ان کے پاس حاضر کر دیں گے اور ان کو یہ بہشتی لوگ مزے سے کھائیں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے کہ جو میوے ہم دنیا میں کھاتے تھے وہ تو ان کے آگے خواب ہی تھے۔ اس کے بعد پھر ایک خدمت گار کو حکم ہو گا ان کو کھانا بھی کھلایا گیا ہے اور شراب بھی پلایا گیا ہے اور میوے بھی خوب سیر ہو کر کھا چکے ہیں۔ اب انکو بہشت کا لباس اور زیور بھی پہنا دو۔ اس لیے لباس اور زیور لائیں گے اور ان کو پہنائیں گے اور یہ بہشتی لباس کو دیکھ کر ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہمارا دنیاوی لباس اور زیور تو اس کے سامنے کچھ حقیقت بھی نہیں رکھتا اور جب یہ لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سے ان پر سرد ہوا بھی چلائے گا اور اس ہوا کا نام مثیرہ ہے۔ یہ ہوا عرش کے نیچے سے اپنے ساتھ مشک اور کافور اڑا لائے گی۔ اور ان بہشتی لوگوں کے کپڑوں اور گریبانوں اور سروں کو خوشبو سے غبار آلود اور خوشبودار کرے گی اور اس کے بعد طعام کے خوانچے جو ان کے آگے رکھے گئے تھے اٹھا لیے جائیں گے

اور پھر باری تعالیٰ کی بارگاہ سے ارشاد ہو گا کہ اے میرے مقبول بندو۔ اگر کچھ اور بھی مجھ سے مانگنا چاہتے ہو تو مانگ لو۔ مجھے اس کے دینے میں کوئی دریغ نہیں ہو گا فوراً تم کو عطا کر دوں گا اور جس قدر مانگو گے اس سے زیادہ دوں گا یہ کلام سن کر عرض کریں گے کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم تجھ سے اب یہی درخواست کرتے ہیں کہ تو ہم پر راضی اور خوش رہ خداوند تعالیٰ جواب میں فرمائے گا کہ اے میرے بندو میں تم سے اب راضی ہوں....... اس کے بعد وہ لوگ سجدہ میں پڑ جائیں گے اور خداوند کریم کی تسبیح اور تکبیر کہیں گے اور جب سجدہ میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ اے میرے بندو اپنے سر کو اٹھاؤ یہ عمل کرنے کا وقت نہیں ہے۔ یہ تو ترو تازگی اور نعمت حاصل کرنے کا وقت ہے بہشتی لوگ اپنے سر کو اٹھائیں گے اور اس وقت ان کے منہ اپنے پروردگار کے نور کے پر تو سے خوب چمک دمک رہے ہوں گے۔ اس کے بعد خداوند کریم ان لوگوں کو فرمائے گا کہ اب تم اپنے اپنے مقام پر واپس چلے جاؤ۔ اس لیے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے باہر نکلیں گے اور ان کے خدمت گار سواریاں لیے ہوئے پہلے ہی حاضر ہوں گے اور ہر ایک آدمی اپنے اونٹ اور گھوڑے پر سوار ہو جائے گا اور اپنے مقام کو چل پڑے گا اور اس کے ساتھ ستر ہزار غلام ایسی ہی سواری پر ہو گا اور جب اس جلوہ اور شان کے ساتھ اپنے محل میں داخل ہو گا تو جاتے ہی اپنی بی بی کی طرف بڑھے گا اور وہ بھی آگے سے استقبال کے واسطے اٹھ کر کھڑی ہو جائے گی اور اس کو مرحبا کہے گی اور کہے گی اے دوست خوش آمدی۔ اس وقت تو تیرے اوپر بڑی خوبی اور نور نمودار ہے اور لباس بھی پر تکلف پہنا ہوا ہے اور اس سے خوشبو آتی ہے اور رنگ برنگ کے زیوروں سے بھی آراستہ پیراستہ ہے آپ تشریف لائیے اور جس وقت میں تم سے الگ ہوئی تھی اس وقت تو میں نے تمہارے پاس اس سامان کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بعد بلند آواز سے ایک فرشتہ پکار کر کہے گا اے بہشت کے لوگو ہمیشہ اس میں اسی طرح رہو گے اور ہمیشہ تازہ بتازہ نعمتیں تم کو عطا کی جائیں گی اور ہر ایک دروازہ سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور آ کر ان کو یہ کہیں گے کہ جو تم نے رنج اٹھایا تھا۔ اس کے باعث اب تم کو ہر ایک عیب اور نقصان سے

سلامتی ہو اور آخرت کی یہ سرائے اچھی ہے اور تمہارے پروردگار نے تم کو سلام کہا ہے اور ساتھ ہی کھانے، شربت اور لباس اور زیور بھی لائیں گے اور اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں سو درجے ہونگے اور ہر دو درجے کے درمیان ایک ایک امیر ہو گا اور بہشت کے لوگ ان کی بزرگی اور فضیلت کو دیکھیں گے اور اس بہشت میں زرد زعفران اور مشک سفید کے بہت سے پہاڑ موجود ہوں گے اور بہشتی لوگ کھانا کھائیں گے تو کستوری سے زیادہ خوشبودار ڈکار لیں گے اور پانی پئیں گے اور ان لوگوں کو نہ پاخانہ آئے گا اور نہ پیشاب اور نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ان کی ناک سے پانی نکلے گا اور یہ لوگ کبھی بیمار بھی نہیں ہوں گے اور نہ ہی ان کے سر میں درد ہو گا اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے بلند مرتبہ اور کم مرتبہ لوگ جب کھانا کھانے لگیں گے تو پہلے دو ساعت اپنی اپنی مسند پر تکیہ لگائیں گے اور جب ایک دوسرے سے دو دو ساعت کے واسطے جدا ہوں گے اور چار ساعت کے واسطے اپنے پیدا کرنے والے کی بزرگی بیان کریں گے اور دو ساعت تک ایک دوسرے کی ملاقات میں مصروف ہوں گے اور بہشت میں رات دن بھی ہوں گے اور وہاں کی رات کی تاریکی دنیا کے دن سے ستر حصے زیادہ روشن ہو گی اور پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جنت کے لوگوں میں سے سب سے کم درجے کا وہ آدمی ہو گا کہ اگر تمام جن اور انسان اس کے مہمان ہوں تو اس کے اپنے محل میں ہی اتنی کرسیاں اور فرش اور تکیے موجود رہتے ہیں کہ یہ سب ان پر بیٹھ سکیں اور ان کے لیے کھانے اور شربت اور خدمت گار ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اس کو اتنی تکلیف بھی نہ ہو جتنا کہ کسی کے ہاں ایک مہمان کے آنے سے ہوتی ہے اور پیغمبر نے فرمایا ہے کہ بہشتوں کے درختوں کے تنے سونے کے ہوں گے اور بعض درختوں کے چاندی کے اور بعض کے یاقوت کے اور بعض کے تنے زمرد کے ہوں گے اور ہر ایک درخت کی شاخیں ایسی ہوں گی جیسے کہ ان کے تنے۔ اور ان کے پتے عمدہ کپڑوں کی مانند ہوں گے جنہیں تم نے دیکھا ہو گا اور ان کا میوہ مکھن سے زیادہ نرم ہو گا اور شہد سے زیادہ میٹھا اور ہر ایک درخت پانچ سو برس کے راستے کی لمبائی رکھتا ہو گا اور درخت کے تنے کی موٹائی ستر برس کی راہ ہو گی جب کوئی آدمی اپنی آنکھ اٹھا کر اس درخت کو دیکھے گا تو شاخوں کی انتہا اور میووں تک اس کی نظر کام کرے گی اور سب کچھ دیکھ سکے گا اور ہر ایک درخت میں ستر ہزار طرح کے میوے ہوں گے جو ذائقہ اور رنگ میں مختلف ہوں گے اور جب بہشتی کسی میوے کو کھانا چاہیں گے تو اس کی شاخ آپ ہی جھک کر اس کے پاس آجائے گی اور یہ میوہ اس شخص سے پانچ سو سال یا پچاس برس کی راہ یا اس سے کچھ کم دوری پر ہو گا اور جب وہ اپنے ہاتھ سے اس کو توڑنا چاہے گا تو توڑ سکے گا اور اگر وہاں تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچ سکے گا تو اپنے منہ کو پھیلا دے گا اور وہ میوہ ٹوٹ کر اس کے منہ میں گر پڑے گا اور جب اس شاخ سے وہ میوہ ٹوٹ جائے گا تو خداوند کریم اس سے بہتر دوسرا میوہ اس میں پیدا کر دے گا اور جب وہ خوب سیر ہو جائے گا تو وہ شاخ اپنے اصلی مقام پر واپس چلی جائے گی اور بعض درختوں میں میوے کی بجائے خوشے لٹکتے ہوں گے جن میں حریر اور باریک ابریشم اور موٹے ابریشم اور قرمزی رنگ کا لباس رکھا ہوا ہو گا اور بعض درختوں پر مشک کے نافے اور کافور کی تھیلیاں لٹک رہی ہوں گی۔ اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے لوگ ہر جمعہ کے دن خداوند کریم کی زیارت کریں گے اور فرمایا ہے کہ اگر جنت کا ایک تاج آسمان سے لٹکایا جاوے تو اس کی روشنی سے آفتاب کی روشنی غائب ہو جائے اور فرمایا ہے کہ بہشت میں محل ہوں گے جن میں میٹھے پانی اور دودھ اور شراب اور شہد کی چار چار نہریں بہتی ہوں گی اور جب کوئی ان میں سے پی چکے گا تو اس پر مشک کی مہر لگائی جائے گی اور جس نہر سے پئے گا اس میں بہشت کے چشموں کی ملاوٹ ہو گی جن کے نام یہ ہیں زنجبیل، تسنیم، کافور اور خاص خالص چشمہ اس سے خدا کے خاص لوگ ہی پئیں گے

اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ حکم کرتا کہ تم ایک دوسرے کے کاسوں سے پیو۔ تو وہ کاسوں کو اپنے منہ کے ساتھ ہی لگائے رکھتے کبھی پیالہ منہ سے جدا نہ کرتے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے آدمی ایک دوسرے آدمی کی ملاقات کے واسطے ایک ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ راستے تک جائیں گے اور جب اپنے بھائیوں کی ملاقات کر کے واپس آئیں گے تو جلدی ہی پہچان کر اپنے مکانوں میں داخل ہو جائیں گے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بہشتی خداوند کی زیارت سے شرف یاب ہوں گے۔ اور پھر وہاں سے لوٹیں گے تو خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے انہیں ایک ایک انار سبز عطا ہو گا۔ اس انار میں ستر دانے ہوں گے اور ہر ایک دانہ ستر ہزار رنگ رکھتا ہو گا اور یہ سب آپس میں مختلف ہوں گے۔ کوئی ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہو گا اور خدا کی زیارت کر کے واپس آتے ہوئے جب بہشت کے بازاروں سے گزریں گے تو ان کی اچھی طرح سیر بھی کریں گے مگر ان میں کچھ خرید و فروخت نہیں ہو گی۔ مگر بازاروں میں یہ چیزیں موجود ہوں گی زیور اور لباس باریک اور موٹی ابریشم اور سونے سے ملمع کیا ہوا اور منقش حریر جن میں مروارید اور یاقوت کی جھالریں لگی ہوئی ہوں گی اور مرصع تاج۔ ان میں

سے جس کی جو خواہش کرے گا اور جس قدر اٹھا سکے گا لے لے گا اور ان بازاروں میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی۔ اس بازار میں آدمیوں کی شکلوں کی مانند خوبصورت تصویریں بھی ہوں گی اور ان کے گلوبندوں میں یہ لکھا ہوا ہوگا کہ اگر کوئی یہ چاہے کہ اس کی صورت میرے جیسی ہو جائے تو خداوند تعالیٰ ویسی ہی اس کی صورت بنادے گا پس جو آدمی وہاں کی صورت کی خواہش کرے گا تو اللہ تعالیٰ ویسی ہی اس کی صورت بنادے گا اور جب اس جگہ کی سیر کر کے یہ لوگ اپنے اپنے دولت خانوں میں آئیں گے تو ان کے غلام صف بستہ پہلے ہی کھڑے ہوں گے۔ اور ان کو سلام اور مرحبا کہتے ہوں گے اور ہر ایک غلام اپنے مالک کے آنے کی خوشخبری اپنے ساتھ والے غلام کو دے گا یہاں تک کہ وہ خوشخبری اس کی بیوی تک پہنچ جائے گی پس اس خوشی سے وہ بہت ہلکی ہو کر دروازے پر آکھڑی ہوگی اور جب وہ دروازہ پر پہنچ جائے گا تو وہ اس کا استقبال کرے گی اور اس کو سلام اور مرحبا کہے گی۔ اور دونوں ایک دوسرے کا معانقہ کریں گے اور اسی حالت میں اپنی نشست گاہ میں جا پہنچیں گے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر بہشت کی عورتوں میں سے ایک عورت ظاہر ہو جاوے تو کوئی مقرب فرشتہ اور پیغمبر مرسل علیہ السلام ایسا نہ ہوگا جو اس کے حسن پر فریفتہ نہ ہو جائے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اہل بہشت جب کھانا کھا چکیں گے اور اس کے بعد جو شراب پئیں گے وہ ایسی اچھی ہوگی کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ اس کا نام طہور دہاق ہے جب اس شراب سے ایک دفعہ پی لیں گے تو جو کچھ انہوں نے کھایا پیا ہوگا وہ سب ہضم ہو جائے گا اور ان کے ڈکار سے کستوری کی خوشبو آئے گی اور اس کے کھانے سے ان کے پیٹوں میں کوئی درد وغیرہ نہیں ہوگا اور جب یہ شراب پی لیں گے اور پھر ان کو دوسرے کھانے کی آرزو پیدا ہو جائے گی اور ہمیشہ اسی طرح مزے سے کھاتے پیتے رہیں گے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے بہشت میں سفید یاقوت کے چارپائے بھی پیدا کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ تین بہشتیں ہیں ایک کا نام جنت ہے اور دوسری کا عدن' تیسری کا دارالسلام ہے۔ جنت بہشت عدن سے ستر اربے حصے کم ہے اور جنت کے جتنے محل ہیں وہ باہر سے تو سونے کے بنے ہوئے ہیں اور اندر سے زبرجد کے ہیں۔ اور ان کے برج سرخ یاقوت کے ہیں اور ان کے بالاخانے موتیوں کی لڑیاں ہیں۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے لوگوں میں سے ہر ایک بہشتی جب اپنی بی بی کے پاس جائے گا تو سات برس تک اس کی خلوت میں فائدہ اٹھائے گا اور وہ نہیں پھرے گا اس سے یہاں تک کہ اس کی دوسری بی بی دوسرے نفیس محل سے اس کو آواز دے گی اور پکار کر کہے گی کہ اب میری باری ہے آپ میرے پاس تشریف لائیں اور اپنے وصال کی دولت سے بہرہ یاب کیجئے وہ مرد اس کو کہے گا کہ تو کون ہے وہ جواب دے گی کہ میں وہی ہوں جس کے حق میں (اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ ان کے واسطے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کون سی چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے) یہ سنتے ہی جھٹ وہ اس عورت کے پاس چلا جائے گا اور سات سو برس تک اس کے ہاں کھائے گا پئے گا اور اس کا ہم صحبت ہو گا۔

اور پیغمبر نے فرمایا ہے کہ بہشت میں خدا نے ایک ایسا درخت پیدا کیا ہوا ہے۔ کہ اگر سات سو برس تک ایک سوار اس کے سایہ میں چلا جائے تو پھر بھی اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا اور اس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اس کی شاخیں ایسی ہیں کہ ہر ایک شاخ میں بہت سے شہر آباد کئے گئے ہیں اور ہر ایک شہر دس ہزار میل میں بستا ہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک اس قدر فاصلہ ہے کہ جس قدر کہ مشرق مغرب میں ہے اور محلوں سے سلسبیل کی نہریں ان شہروں میں بہتی ہیں اور اس درخت کا پتا اتنا بڑا ہے کہ ایک عظیم گروہ کے سایہ کرنے کے واسطے ایک ہی پتا کفایت کر سکتا ہے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بہشتی مرد اپنی بی بی کے پاس جائے گا تو وہ اس کو کہے گی کہ مجھ کو اس خداوند کی قسم ہے جس نے تیرے سبب مجھے عزت بخشی ہے بہشت میں کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھ کو تجھ سے زیادہ محبوب ہو۔ اور اس کو اس کا مرد بھی ایسا ہی کہے گا راوی کہتا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ کوئی ان کی پوری تعریف نہیں کر سکتا اور نہ ہی لوگوں کے دلوں پر ان کی کیفیت محسوس ہو سکتی ہے اور نہ ہی کانوں نے ان کا پورا حال سنا ہے اور بہشت میں ایسی چیزیں موجود ہیں کہ مخلوقات میں سے کسی کی نظر میں کوئی پڑی ہی نہیں اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ صرف خدا کے واسطے آپس میں دوست ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہشت عدن کے ایک بالاخانہ پر بلائے گا۔ یہ بالاخانہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہو گا اور اس کی موٹائی ستر ہزار برس کا راستہ ہو گا۔ اس بالاخانہ میں ستر ہزار گھر ہوں گے اور ہر ایک گھر میں ایک محل ہو گا اور یہ بہشت کے لوگوں کے گھروں سے اوپر ہو گا اور ان گھروں کے دروازوں کے اوپر نور سے یہ لکھا ہو گا کہ یہ ان لوگوں کے گھر ہیں جو صرف اللہ کے واسطے ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جب ایسے شخصوں میں سے کوئی شخص اپنے محل سے سیر کے واسطے نکلے گا تو بہشت کے محلوں کے لوگ اس سے نور حاصل کریں گے اور وہ ان سے ایسا ہی منور ہوں گے جیسا کہ اہل دنیا آفتاب سے اور جب بہشت کے لوگ اس کے

چہرے کو دیکھیں گے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف خدا کے واسطے دوسرے سے دوستی رکھتے تھے اور پھر اچانک اس کا منہ ایسا روشن ہو جائے گا جیسا کہ چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔

اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے لوگوں کے حسن کی فضیلت ان کے خدمت گاروں کے حسن و جمال پر ایسی ہی ہو گی جیسے چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر ہوتی ہے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ بہشتی عورتیں جب کھانا کھا چکیں گی تو نہایت سریلی لمبی آوازوں سے یہ گائیں گی کہ ہم ہمیشہ بہشت میں ہی رہنے والی ہیں۔ نہ ہمیں موت آئے گی نہ ہمیں کسی قسم کا ڈر اور خوف۔ ہم ہر طرح سے امن میں رہیں گی اور ہیں۔ اور ہم راضی ہیں ہم کو کبھی غصہ نہیں آئے گا۔ اور جوان ہی رہیں گی کبھی بوڑھی نہیں ہوں گی۔ جو ہم لباس پہنتی ہیں وہ ہمیشہ کے لیے ہمیں عطا کیا گیا ہے کبھی ہم برہنہ نہیں ہوں گی۔ ہم خوبصورت خوش شکل ہیں ہم بزرگ قوم کی بیبیاں ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشتی پرندوں کے ستر ستر ہزار پر ہوں گے اور ہر ایک کا الگ الگ رنگ ہو گا۔ ہر ایک پرندہ ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہو گا۔ اگر کوئی بہشت کے لوگوں میں سے ان کی خواہش کرے گا تو وہ آپ ہی بہشتی لوگوں کے پیالے میں آکر موجود ہو جائے گا اور آتے ہی اس کے پیالے کے اندر اپنے آپ کو جھاڑے گا اور ان سے ستر رنگ کے پکے ہوئے اور بھنے ہوئے کھانے اس پیالہ میں بھر جائیں گے یہ پرندے من سے زیادہ لذیذ ہونگے اور شیرینی میں شہد سے زیادہ میٹھے اور نرمی میں مکھن سے زیادہ ملائم اور ان کی سفیدی دہی سے بھی زیادہ سفید اور صاف ہو گی اور جب بہشت کے لوگ ان کھانوں کو سیر ہو کر کھا چکیں گے تو وہ پرندہ اپنے پر جھاڑتا ہوا پھر اڑ جائے گا اور اس کا ایک پر بھی کم نہیں ہو گا اور یہ پرندے اور بہشت کے چارپائے بہشت کے باغوں اور محلوں کے آس پاس چریں چگیں گے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشت کے ہر ایک آدمی کو ایک سونے کی انگوٹھی عطا کرے گا اس کو یہ ہمیشہ پہنے رہیں گے اور ان انگوٹھیوں میں مروارید اور یاقوت اور موتی لگے ہوئے ہوں گے اور یہ انگوٹھیاں ان کو اس وقت ملیں گی جب وہ خداوند تعالیٰ کی زیارت کے واسطے دار السلام میں حاضر ہوں گے اور فرمایا ہے کہ جب بہشت کے لوگ خداوند کریم کی زیارت سے شرف یاب ہوں گے تو وہاں ان کو کھانے کے واسطے نعمتیں اور پینے کی شرابیں عطا ہوں گی اور بہت فائدے اٹھائیں گے اور فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ داؤد علیہ السلام کو ارشاد کرے گا کہ اے داؤد علیہ السلام اپنی خوش آواز سے میری بزرگی بیان کر۔ داؤد علیہ السلام ایسی خوش آواز سے اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کریں گے کہ بہشت کی سب چیزیں سکتے کے عالم میں آجائیں گی اور بڑے ذوق اور شوق سے سنیں گے اور اس کے بعد خداوند کریم اپنے بندوں کو فاخرہ خلعت عطاء کرے گا اور عمدہ زیور سے ان کو افتخار بخشے گا۔ پھر وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے اور فرمایا ہے کہ ہر ایک اہل بہشت کے لیے ایک درخت ہو گا اس درخت کا نام طوبیٰ ہے۔ جب چاہیں گے کہ عمدہ اور نفیس کپڑے پہنیں تو اس درخت کی طرف جائیں گے اور اس کے غلاف کھولے جائیں گے۔ ان میں مختلف قسم کے چھ چھ خانے ہوں گے اور ہر ایک خانے میں ستر رنگ کے کپڑے موجود ہوں گے اور ہر ایک کی قطع وضع بھی الگ ہو گی۔ ان میں سے جس جوڑے کو کوئی پہننا چاہے گا اسی کو پہن لے گا۔ ان کپڑوں کا رنگ اور نزاکت لالہ کے پھول سے بھی زیادہ نرم اور شوخ ہو گی اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اہل بہشت کی عورتوں کے گلوبند میں یہ لکھا ہوا ہو گا۔ کہ اے بہشتی میں تیری محبوب ہوں اور تو میرا محبوب ہے مجھ کو تیری خدمت سے کوئی چارہ نہیں اور نہ ہی تو میری صحبت میں قصور کر سکتا ہے۔ میرے دل میں کسی طرح کی کوئی آلائش اور کدورت نہیں اور جب مرد اپنی عورت کے سینہ کی طرف دیکھے گا تو اس میں سے اس کے جگر کی سیاہی کو ہڈیوں اور گوشت کے پیچھے سے دیکھے گا۔ گویا عورت کا جگر مرد کے واسطے ایک آئینہ ہو گا اور مرد کا جگر عورت کے لیے آئینہ ہو گا۔ ان کا جگر ان کے بدن میں سے اس طرح دکھائی دے گا جیسے یاقوت سفید میں دھاگا۔ ان کی سفیدی مرجان کی سفیدی کی مانند ہو گی اور یاقوت کی طرح مصفا ہو گی۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھنے والے کو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ بہشت کی حوریں یاقوت اور مرجان ہیں اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور یہ اونٹ ایسے سبک اور تیز رفتار ہوں گے کہ ان کا پاؤں اتنی دور جا کر پڑے گا کہ جہاں تک نظر پڑے گی۔ عین انتہائے نظر پر قدم رکھنے کے وقت سم بھی در اور یاقوت سے پیدا کئے گئے ہوں گے اور ان کی جسامت ستر کوس کے برابر ہو گی اونٹوں کی مہاریں اور گھوڑوں کی باگیں مروارید اور زبرجد کی بنی ہوئی ہوں گی۔

خداوند تعالیٰ کے قول کا بیان

اللہ جل شانہ فرماتا ہے (اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دن کی برائی سے محفوظ رکھا اور خوشی اور تازگی ان کے آگے لایا آیت کے آخر تک) محفوظ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کو حساب کی سختی اور دوزخ کے خوف سے بچائے گا۔ اور قیامت کے دن انیس فرشتے دوزخ کو کھینچ کر قیامت کے میدان میں لائیں گے اور ہر ایک نگاہبان فرشتے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اس کو مدد دینے والے ہوں گے اور بڑے سخت اور درشت ہوں گے۔ ان کے بڑے بڑے دانت نکلے ہوئے ہوں گے اور ان کی آنکھیں آگ کے انگاروں کی مانند چمکتی ہوں گی اور ان کے رنگ آگ کے شعلے کی مانند سرخ ہوں گے اور ناک کے سوراخوں سے دھواں اور شعلے اٹھتے ہوں گے اور ہر وقت خداوند تعالیٰ کا حکم بجالانے کے لیے کمربستہ رہتے ہوں گے۔ دوزخ کے نگاہبان فرشتے اپنے مددگاروں سمیت زنجیروں سے جن میں سخت جکڑے ہوئے ہوتے ہیں دوزخ کو کھینچتے ہوں گے کبھی دائیں طرف کو گھسیٹتے ہوں گے اور کبھی بائیں طرف کو اور کبھی ہاتھوں میں آہنی گرز لیے ہوئے دوزخ کی پشت پر جا کھڑے ہوں گے اور ان سے اس کو دکھاتے ہوں گے اور بلاتے ہوں گے اس سے دوزخ چل پڑے گی اور غضب اور غصے کے مارے لوگوں پر پھنکار مارتی ہو گی۔ اس وقت اس سے بڑا سخت اور تاریک دھواں اٹھے گا اور شعلے بلند ہوں گے اور سخت آواز سے چلائے گی۔ پس اس طرح اس کو لا کر بہشت اور مخلوق کے کھڑے ہونے کی جگہ کے درمیان کھڑی کر دیں گے پس وہ اہل محشر کی طرف دیکھے گی اور چاہے گی کہ حملہ کر کے سب کو نگل جاوے۔ اس لیے نگہبان اس کو زنجیروں کے ساتھ بند رکھیں گے اور اگر چھوڑی جاوے گی تو کیا مومن اور کیا کافر سب کو آن کی آن میں چٹ جائے گی اور جب دیکھے گی کہ وہ روکی گئی ہے تو بڑا غضب ظاہر کرے گی اور جوش مارے گی اور اس کے جوش سے ایسا معلوم ہو گا کہ گویا پھٹنے کو ہے اس کے بعد وہ دوسری دفعہ ایک سانس لے گی اور اپنے دانت پیسے گی اور ان کی آواز سب لوگ سنیں گے اور ان کے دل کانپ اٹھیں گے اور دل پھٹ جائیں گے اور حواس باختہ ہو جاویں گے آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور کلیجے منہ کو آجائیں گے اس کے بعد پھر وہ دوسری سانس لے گی اس دفعہ جتنے فرشتے اور نبی مرسل اور حاضرین محشر ہوں گے خوف کے مارے سب گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ اس کے بعد ایک اور سانس لے گی تو اس سے سب کے آنسو نکل پڑیں گے یہاں تک کہ کوئی قطرہ آنکھوں میں باقی نہیں رہے گا۔ اس کے بعد تیسری دفعہ سانس لے گی تو جتنے آدمی اور جن ہوں گے اگرچہ ان کے عمل بہتر نبیوں کے عملوں کے برابر ہوں گے تو وہ بھی خیال کریں گے کہ وہ اس میں گرے اور اب انہیں نجات نہیں۔ پھر وہ چوتھی بار سانس لے گی اس دفعہ خوف کے مارے سب کی زبان بند ہو جائے گی اور جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور ابراہیم خلیلؑ اللہ بھاگ کر عرش کے پائیوں کے ساتھ لٹک جائیں گے اور نفسی نفسی پکاریں گے اور اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگیں گے اس کے بعد وہ بڑے بڑے انگارے پھینکے گی جن کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہو گی اور ہر ایک انگارہ اتنا بڑا ہو گا۔ جتنا کہ مغرب کی طرف سے ایک بڑا ابر محیط اٹھتا اور شہاب ثاقب کی طرح لوگوں کے سروں پر بوچھاڑ کرتا ہوا چلا جائے گا پس یہ وہ برائی ہے۔ جس سے قیامت کے دن خداوند تعالیٰ ان لوگوں کو بچائے گا جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہے جب انہوں نے خدا کے حق کو نگاہ رکھا تو اللہ تعالیٰ بھی اہل توحید اور اہل ایمان اور اہل سنت کو اس دن کی برائی سے بچائے گا اور اپنی رحمت کے ساتھ عذاب سے نگاہ رکھے گا ان کا حساب بھی ان پر آسان کرے گا اور بہشت میں داخل کرے گا اور پھر ہمیشہ بہشت میں رکھے گا اور کافروں 'مشرکوں اور بت پرستوں کو بہت بڑا عذاب ہو گا ان کی برائی پر برائی بڑھے گی۔ اور خوف پر خوف اور عذاب پر عذاب بڑھے گا اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ مومن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ان کے سامنے تازگی اور خوشی لایا) اللہ تعالیٰ یہ تازگی ان کے مونہوں پر عطاء کرے گا اور ان کے دلوں میں خوشی بھری ہو گی۔

اور وہ یہ ہے کہ جب مومن بندہ قیامت کے دن اپنی قبر سے اٹھے گا تو اپنے آگے ایک آدمی کو دیکھے گا اس کا منہ آفتاب کی طرح چمکتا ہو اور پیشانی خنداں ہو گی اور پاک نفس ہو گا سفید کپڑے اس نے پہنے ہوئے ہوں گے اور سر پر ایک تاج ہو گا۔ یہ مومن اس کی طرف دیکھتا ہی رہا ہو کہ وہ خود پاس آجائے گا اور کہے گا کہ اے خدا کے دوست تجھ پر سلامتی ہو اور سلام کہے گا وہ جواب دے گا اور پوچھے گا کہ بندے تو کون ہے کیا تو ایک فرشتہ ہے۔ اللہ کے فرشتوں سے وہ جواب دے گا کہ میں نہ بندہ ہوں نہ فرشتہ 'پھر وہ پوچھے گا تو کوئی نبی ﷺ ہے کہے گا خدا کی قسم میں نبی ﷺ بھی نہیں اس کے بعد وہ پھر پوچھے گا کہ کیا تو خدا کے مقربوں میں سے ہے۔ جواب دے گا کہ خدا کی قسم مقرب بھی نہیں ہوں۔ اس کے بعد پھر سوال کرے گا آخر کچھ تو ہو گا۔ تو کون ہے۔ وہ جواب دے گا کہ میں تیرا صالح عمل ہوں اور تجھ کو بہشت میں لے جانے کے لیے آیا ہوں اور اس واسطے

کہ تجھے دوزخ کی آگ سے نجات دینے کی خوشخبری دوں اس کے بعد وہ شخص کہے گا جس بات کی تو بشارت دیتا ہے کیا تو اس کو جانتا ہے وہ جواب دے گا کہ ہاں میں اس کو جانتا ہوں اس کے بعد وہ مرد کہے گا کہ اچھا جو کہنا چاہتا ہے کہہ۔ نیک عمل اس کے کہیں گے کہ تو میرے اوپر سوار ہو جا وہ بندہ اس کو کہے گا کہ خداوند تعالیٰ پاک ہے مجھ کو تیرے جیسے بزرگ آدمی پر سوار ہونا لائق نہیں ہے وہ نیک عمل کہیں گے کہ میں دنیا میں بڑی مدت تک تیرے اوپر سوار رہا ہوں اور اب خدا کی رضامندی سے یہ کہتا ہوں کہ تو میرے اوپر سوار ہو جا۔ اس کے بعد وہ بندہ سوار ہو جائے گا اور وہ نیک عمل اس کو کہیں گے کہ تو کوئی خوف نہ کر۔ میں تجھ کو بہشت میں لے جاتا ہوں اور تجھے اس کو دکھاؤں گا۔ اس سے اس بندے کو بڑی خوشی حاصل ہو گی۔ یہاں تک کہ خوشی کے مارے اس کا چہرہ منور ہو جائے گا اور اس کے دل میں بھی خوشی بھر جائے گی اور یہ خوشی خداوند تعالیٰ کے فرمان کے موافق ہی اس کو نصیب ہو گی اور جب کافر اپنی قبر سے اٹھے گا تو وہ اپنے سامنے ایک ایسا شخص دیکھے گا جو بڑا ہی بدشکل ہو گا۔ اس کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور بہت ہی سیاہ رو حتیٰ کہ سیاہ رات میں قبر کی سیاہی سے اس کی سیاہی زیادہ ہو گی اور اس کے کپڑے بھی سیاہ ہوں گے اور زمین پر گر زمارے گا اور رعد کی مانند کڑکے گا اور اس سے ایسی بدبو آئے گی جیسے گندے مردار سے آتی ہے وہ کافر اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے اور نفرت سے اس سے اپنا منہ پھیرنا چاہے گا۔ یہ حال دیکھ کر اس کو کہے گا۔ اے دشمن خدا تو میری طرف آ کہاں جاتا ہے تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں کافر اس کو کہے گا کہ خدا تجھے ہلاک کرے کیا تو شیطان ہے وہ جواب دے گا کہ خدا کی قسم میں شیطان نہیں ہوں۔ میں تو تیرا برا عمل ہوں۔ اس کے بعد کافر اس کو کہے گا کہ تجھ کو ہلاکت ہو تو مجھ سے کیا چاہتا ہے وہ جواب دے گا کہ میں تیرے اوپر سوار ہونا چاہتا ہوں۔ کافر جواب دے گا کہ خدا کے واسطے مجھ کو چھوڑ دے کیا تو لوگوں کے روبرو مجھ کو رسوا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہے گا کہ میں تو تیرے اوپر ضرور سوار ہوں گا۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو دنیا میں ایک مدت تک میرے اوپر سوار رہا اور آج میری باری ہے اس لیے میں تیرے اوپر سوار ہوں گا۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخر کار وہ آدمی اس کافر پر سوار ہو جائے گا۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول کی تفسیر۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے (اور کافر اپنی پیٹھوں پر اپنے اپنے گناہوں کو اٹھائیں گے۔ لوگو تم خبردار رہو۔ جس چیز کو کافر اپنی پیٹھوں پر اٹھائیں گے وہ بہت بری چیز ہے) پھر اپنے دوستوں کے حق میں فرمایا ہے (اور ان لوگوں کو خوشخبری دینے کے بعد ہم نے ان کو بہشت رہنے کے لیے اور ابریشم پہننے کے واسطے دیا۔ اور یہ اس کا عوض ہے کہ انہوں نے بلا پر صبر کیا اور حکم الٰہی کو بجالائے اور منع کی گئی چیزوں سے باز رہے اور قضاو قدر کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور جب ان لوگوں کو بہشت میں لے جائیں گے تو وہاں ان کو بہت نعمتیں ملیں گی از انجملہ ابریشم پہنیں گے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ بہشتوں میں یہ تختوں پر تکئے لگا کر بیٹھیں گے اور ان کے اوپر پردے پڑے ہوں گے یعنی بہشت میں نہ آفتاب کی دھوپ ہے اور نہ جاڑے کی سردی) اور بہشت میں جاڑا اور گرمی نہیں ہو گی اور دوسری جگہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے (اور ان کے اوپر درخت کے سائے نزدیک ہونے والے ہیں) اور بہشت کے لوگ جب میوہ کھانا چاہیں گے تو کھڑے بیٹھے۔ لیٹے جس حالت میں ہوں گے اسی حالت میں کھا سکیں گے۔ کیونکہ میوہ دار درخت ان کی خواہش کے موافق جھک کر ان کے نزدیک آجائیں گے اور پھر جس طرح ان کا جی چاہے گا۔ اسی طرح اس درخت کے میووں کو توڑ کر کھائیں گے اور جب کھا چکیں گے تو پھر وہ درخت سیدھے کھڑے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (انکی شاخیں جو جھک جانے کے لائق ہوں گی جھک جائیں گی) اور فرمایا ہے (اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے لے کر پھیریں گے) یہ آبخورے مدور شکل کے ہیں اور ان کو پکڑنے کی ڈنڈی نہیں ہو گی۔ اور فرمایا ہے (یہ کوزے شیشہ کے ہیں لیکن اصل میں چاندی کے ہیں) اور اس سے مطلب یہ ہے کہ جو دنیا کے شیشے ہیں وہ تو خاک سے بنے ہیں اور جو جنت کے شیشے ہیں وہ چاندی سے بنائے گئے ہیں اور کوزہ کے اندازہ کے موافق ہی بنائے گئے ہیں یعنی جس قدر آبخورے کا اندازہ ہوتا ہے اسی قدر ہی ہیں جیسے کمہار برتنوں کو اسی اندازہ کے موافق بناتا ہے کہ جس قدر قوم کو حاجت اور ضرورت ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہی ہے کہ ان کوزوں کو اندازہ کے موافق بنایا گیا ہے اور جس وقت پانی پیتے ہیں تو اس وقت کوزے میں کچھ باقی نہیں رہتا اور نہ ہی زیادہ پینے کی خواہش باقی رہتی ہے۔ پس یہ کوزے بالکل حاجت اور اندازہ کے موافق بنائے گئے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ (ان لوگوں کو بہشت میں شراب پلائی جائے گی) اور ان گلاسوں میں بہشتی لوگ جو شراب پیتے ہیں وہ ایسی شراب نہیں ہے جیسی کہ اس دنیا میں ہوتی ہے اور نہ ہی ان گلاسوں کی طرح وہ گلاس ہیں اور فرمایا ہے بہشت کی شراب سونٹھ سے ترتیب دی گئی ہے) یعنی اس میں سونٹھ بھی ملی ہوئی ہے اور فرمایا ہے (ایک دریا اس بہشت میں بہتا ہے اس کا نام سلسبیل ہے یہ بہشت عدن سے ہو کر سب بہشتوں میں جاتا ہے اور جتنے بہشت کے لوگ ہیں سب کو اپنی نعمت سے سیراب کرتا ہے) اور ارشاد فرمایا ہے (ان کے گرد ہمیشہ لڑکے پھرتے رہیں گے) اور لڑکوں سے مراد ہے کہ یہاں کے پھرنے والے بھی بوڑھے نہیں ہوں گے اور نہ ہی بالغ ہوں گے ایسے غلام ہوں گے جو ہمیشہ خوبصورت ہی

رہیں گے اور" فرمایا ہے کہ جب تو ان کو دیکھے گا تو اپنے دل میں گمان کرے گا کہ یہ موتی بکھرے ہوئے ہیں اور بے شمار ہوں گے اور فرمایا ہے کہ جب تو اس جگہ کو دیکھے گا یعنی بہشت پر تیری نگاہ جا پڑے گی تو وہ جگہ تم کو ایک عظیم ملک اور عظمت کی بھری ہوئی ایک کثیر جگہ نظر آئے گی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر ایک بہشتی کے واسطے یک بڑا محل ہو گا اور اس کے اندر ستر محل اور ہوں گے اور ہر ایک محل میں ستر ستر گھر ہوں گے اور ہر ایک گھر جو فدار مروارید سے بنا ہوا ہو گا آسمان کی طرف اس کی اونچائی ایک فرسنگ ہوگی اور اس کا عرض کوس در کوس ہو گا یعنی کئی کوس تک ہو گا اور اس میں چار ہزار سونے کے دروازے ہوں گے اور مروارید کی شاخوں اور یاقوت کا ایک تخت اس گھر میں رکھا ہوا ہو گا اور اس کے آس پاس چار ہزار سونے کی کرسیاں رکھی ہوں گی۔ ان کرسیوں کے پائے سرخ یاقوت کے ہوں گے اور اس تخت پر ستر بچھاؤنے ہوں گے اور ہر ایک بچھاؤنا جدا جدا رنگ کا ہو گا اور وہ بہشتی بائیں جانب پر تکیہ لگا کر بیٹھے گا۔ اس نے دیبا کے ستر پیراہن اوڑھے ہوئے ہوں گے جو اس کے جسم کے ساتھ خوب چسپاں ہوں گے اور ان کپڑوں کا ابریشم سفید رنگ کا ہو گا اور اس کی پیشانی پر ایک تمغہ بھی لٹکتا ہوا ہو گا وہ زمرد اور یاقوت سے مرصع ہو گا اور گوناگوں جواہرات اور رنگ برنگ مروارید اس میں لگے ہوئے ہوں گے اور اس کے سر پر ایک زریں تاج ہو گا اس کے ستر گوشے ہوں گے اور ہر ایک گوشہ میں ایک ایک مروارید ہو گا اور ہر ایک مروارید کی قیمت مشرق سے لے کر مغرب تک کی چیزوں کی قیمت کے برابر ہوگی اور اس کے ہاتھوں میں کنگن ہوں گے ایک تو سونے اور چاندی کا اور ایک کنگن مروارید کا اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں سونے اور چاندی کی انگوٹھیاں ہوں گی اور ان میں رنگ برنگ کے نگینے جڑے ہوئے ہوں گے اور دس ہزار غلام اس کے سامنے کھڑے ہوں گے یہ نہ کبھی نوجوان ہوں گے اور نہ بوڑھے اور اس کے آگے سرخ یاقوت کا خوانچہ رکھا جائے گا۔ اس دسترخوان کی درازی میل در میل ہوگی اور ہر ایک دسترخوان پر چاندی اور سونے کے ستر ہزار برتن ہونگے اور ہر ایک برتن میں ستر قسم کا کھانا رکھا ہوا ہو گا اور جب کوئی بہشتی لقمہ اٹھائے گا اور اس وقت اس کے دل میں کسی دوسرے قسم کے لقمہ کا خیال آئے گا تو اس لقمہ کی وہ حالت ہو جائے گی جس کی وہ آرزو کرتا ہو گا' اور جو غلام ان کے آگے کھڑے ہوں گے۔ انہوں نے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کے گلاس لیے ہوئے ہوں گے اور کچھ برتن ہوں گے جن میں.... پانی اور شراب ہوگی۔ پس ہر ایک ان میں سے چالیس آدمیوں کی خوراک کی قدر کھا جائے گا اور جب کھانوں سے سیر ہو جاویں گے تو پینے کے واسطے جس شربت کی خواہش کریں گے وہ حاضر ہوگی۔ اور سیر ہو کر پئیں گے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر ڈکار لیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ خواہشوں کا ہزار دروازہ ان پر کھول دے گا اور پھر اس قدر پانی پئیں گے کہ عرق عرق ہو جائیں گے اور اس کے بعد خداوند تعالیٰ ایک ہزار دروازہ خواہش کا ان کے دل پر کھول دے گا

پس یہ لوگ پھر کھانے اور پینے میں مصروف ہو جاویں گے اور خوش الحان پرندے بھی ان کے سامنے آکر صف باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے اور یہ اتنے بڑے ہونگے جتنا کہ اونٹ ہوتا ہے اور ایسی خوش الحانی سے گائیں گے جو دنیا کے ہر سرود سے زیادہ لذیذ ہو گا اور ہر ایک پرندہ اس وقت اپنے راگ میں یہ کہے گا اے خدا کے دوست میں حاضر ہوں مجھے کھا میں بہشت کے باغ کی فلاں فلاں جگہ چرتا رہا ہوں اور فلاں فلاں جگہ پانی پیا ہے۔ پس یہ لوگ ان پرندوں کی آوازوں کی طرف اپنے کان لگائیں گے اور جب ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیں گے پس وہ اس پرندے کی طرف دیکھے گا جو زیادہ خوش الحان اچھی تعریف گانے والا ہو گا۔ پس وہ اس کی آرزو کرے گا وہ پرندہ فوراً اس کے خوانچہ میں آکر گر پڑے گا اور وہ کچھ خشک گوشت ہو جائے گا اور کچھ بریان گوشت ہو جائے گا اور برف سے زیادہ سفید ہو گا اور شہد سے زیادہ شیریں پس وہ بہشتی اس کو کھائے گا اور جب وہ کھا کر سیر ہو جائے گا اور بس کرے گا تو وہ پرندہ جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی ہو کر اڑ جائے گا اور جس دروازہ سے آیا تھا اسی سے نکل کر اپنی جگہ پر چلا جائے گا اور جب وہ صاحب اپنے تخت پر اجلاس فرما ہو گا تو بیوی اس کے سامنے بیٹھی ہوگی اور اپنے چہرے کو اس کے چہرے میں دیکھے گا بسبب اس کی صفائی اور سفیدی کے اور اسی اثنا میں اس کے دل میں یہ شوق اور ولولہ پیدا ہو گا کہ اب حور و بیگم کے وصال کی لذت لینی چاہیے مگر رعب حسن اور شرم کے باعث خاموش رہے گا اور علانیہ کچھ کہہ نہیں سکے گا مگر حور بیگم بڑی عاقلہ ہوگی جھٹ اس بات کو تاڑ جائے گا اور جونہی اس راز کو معلوم کرلے گی فوراً آکر گلے میں لپٹ جائے گی اور بڑے ناز و انداز سے یہ کہے گی میرے ماں باپ تیرے قربان میری طرف دیکھئے تو سہی۔ میں تو آپ کے واسطے ہی ہوں اور آپ میرے واسطے ہیں۔ شرم کیسی ہے جب وہ اس طرح پیش آئے گی تو پھر تو وہ حضرت کشادہ پیشانی سے بے کھٹکے اختلاط میں مشغول ہو جائیں گے اور اس میں اس قدر قوت آجائے گی کہ جس قدر دنیا کے سو مردوں میں ہوتی ہے اور آخرت کے چالیس مردوں کے برابر اس کی قوت ہوتی ہے اور جب یہ بہشتی آدمی اس عورت سے نزدیکی کرے گا تو اس کو باکرہ پائے گا۔ اور جب دونوں وصال کے سرور سے سرمست ہوں گے تو اس میں اس قدر بیخود ہو جائیں گے کہ دونوں آپس میں چالیس دنوں تک بے ہوش پڑے رہیں گے اور جب حور بی بی کی

صحبت سے فارغ ہو گا تو اس وقت اس کو اس میں سے کستوری کی خوشبو آئے گی اور اس عورت کی طرف اس کی محبت اور خواہش دوچند ہو جائے گی اور اسی محل میں اسی طرح کی اور بھی چار ہزار آٹھ سو عورتیں بڑی حسین اور جمیل موجود ہوں گی اور ہر ایک عورت کے پاس ستر خدمت گار اور لونڈیاں ہوں گی اور حضرت علی ابن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی لونڈی یا خدمت گار دنیا میں آجائے تو اس کے حسن پر لوگ اس قدر فریفتہ ہوں کہ اس کے لینے کے واسطے آپس میں لڑ مریں یہاں تک لڑتے لڑتے فنا ہو جائیں اور حور عین کے بالوں میں اس قدر روشنی ہے کہ اگر وہ اپنی زلفوں کو دنیا پر کھول دے تو آفتاب کی روشنی اس کے آگے ماند ہو جائے۔ پیغمبر ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بہشت کے خادم اور مخدوم میں کیا فرق ہے جواب دیا کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے اس خدائے پاک کی قسم ہے کہ وہاں کے خادم اور مخدوم میں ایسا فرق ہے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند اور ستارے میں ہے اور آپ نے فرمایا کہ جس وقت بہشتی اپنے تخت پر جلوہ فرما ہو گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ستر بہشتی جامے دے کر ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجے گا۔ یہ حلے رنگ میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں گے اور بڑے نرم اور نازک یہاں تک کہ اس فرشتے کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہی غائب ہو جائیں۔ جب فرشتہ ان حلوں کو لیکر آئے گا اس کے ساتھ تسلیم اور رضامندی ہو گی تو اسکے گھر کے دروازے پر آکر کھڑا ہو جائے گا اور دربان سے اندر جانے کی اجازت مانگے گا اور کہے گا کہ خدا نے مجھے اس مکان کے مکین کے پاس جانے کے لیے بھیجا ہے وہ قسم کھا کر جواب دیتا ہے کہ میں تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرض نہیں کر سکتا لیکن میرے آگے ایک دربان ہے۔ اسے اطلاع کرتا ہوں۔ اس طرح ستر دربانوں کو اطلاع ہو گی اور درجہ بدرجہ باریابی ہوتی جائے گی اور اس کے بعد جا کر صاحب تخت کو خبر پہنچے گی۔ سب سے باہر کا دربان اس کی خدمت میں جا کر عرض کرے گا کہ اے خدا کے دوست اللہ کا رسول دروازے پر کھڑا ہے۔ اس کے بعد اس فرشتے کو اندر آنے کی اجازت ہو گی اور وہ حاضر ہو کر سلام کرے گا اور عرض کرے گا کہ پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور وہ تم سے راضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بہشتیوں کے حق میں حیات ابدی نہ لکھ دی ہوتی تو جس قدر ان کو خوشی ہو گی۔ اسے دیکھ کر انہیں شادی مرگ ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کی رضامندی بہت بڑی چیز ہے اور عظیم نعمت ہے اور فرمایا ہے اے محمد جب تو اس جگہ کو دیکھے گا تو تجھے عظیم نعمتیں اور بڑے بڑے ملک دکھائی دیں گے اور خدا کا رسول کبھی بہشت میں داخل نہیں ہو گا اور اگر ہو گا تو خدا کے حکم سے ہو گا اور فرمایا ہے۔ بہشتیوں کے جامے سندس سبز اور استبرق کے ہیں اور اس سے پارچہ دیبا مراد ہے اور نیچے حریر سفید کا چست جامہ ہو گا اور اوپر استبرق سبز کے کپڑے ہوں گے۔ فرمایا ہے کہ بہشتیوں کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور دوسری آیت میں آیا ہے (بہشت میں سونے اور مروارید کے کنگن پہنائے جائیں گے) پس یہ کنگن تین قسم کے ہیں۔

اور فرمایا ہے (ان کے پروردگار نے ان کو پاک شراب پلائی ہے اور وہ پاک شراب یہ ہے کہ بہشت کے دروازے پر ایک درخت ہے اور اس کے تنے سے دو چشمے نکلتے ہیں۔ جب مومن پل صراط سے گزر کر چشموں کی طرف جائے گا تو پہلے پہلے ایک چشمے میں داخل ہو گا اور وہاں غسل کرے گا۔ اس چشمے کے پانی سے کستوری سے بھی زیادہ خوشبو آئے گی اور اس کے قد کی اونچائی اتنی ہو گی جتنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا اور وہ ستر ہاتھ تھا۔ اور بہشت کی عورت اور مرد سب برابر قد کے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے موافق ان کی عمر ہو گی۔ یعنی تینتیس برس کے جوان ہوں گے اور کیا مرد اور کیا عورت حسن اور خوبی میں ایسے ہوں گے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام تھے اور جب دوسرے چشمے پر جائے گا اور اس کا پانی پیئے گا تو اس سے خداوند تعالیٰ اس کے دل سے کھوٹ۔ حسد دور کر دے گا اور کچھ اندوہ اور غم نہیں رہے گا اور جب اس چشمے سے باہر نکلے گا اس کا دل ایسا پاک اور صاف ہو گا جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا تھا اور اس کی زبان محمد رسول اللہ کی زبان ہو گی یعنی عربی زبان اور جب وہاں سے چل کر بہشت کے دروازے پر پہنچیں گے تو بہشت کے نگہبان ان کو یہ خوشخبری سنائیں گے کہ تم خوش اور خوشحال رہو بہشت کے لوگ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے اسکے بعد وہ نگاہبان انہیں کہیں گے کہ آپ بہشت کے اندر تشریف لائیں اور ہمیشہ اس کے اندر رہیں گے۔ پس جب بہشتی لوگ پہلے پہل بہشت کے دروازے میں قدم رکھیں گے تو دو فرشتے ان کے ساتھ ہوں گے اور وہ وہی دو فرشتے ہیں جو دنیا میں بھی ان کے ساتھ تھے اور جنہیں کراما کاتبین کہتے ہیں۔ اس کے بعد ایک فرشتہ ان کے سامنے آوے گا جس کے ساتھ سواری کا ایک چارپایہ ہو گا سبز یاقوت کا۔ اور اس کی باگ سرخ یاقوت کی ہو گی اور ایک پالان بھی اوپر ڈالا ہوا ہو گا اور اس کے آگے اور پیچھے مروارید اور یاقوت کی ایک جھالر لٹک رہی ہو گی اور اس کے دونوں پہلو چاندی اور سونے کے کام سے منقش ہوں گے اور اس فرشتے کے پاس جو ستر بہشتی حلے ہوں گے اور وہ اسے پہنائے جائیں گے اور ان کے سر پر مرصع تاج رکھا جائے گا اور ہر ایک کے ہمراہ دس ہزار زریں کمر غلام ہوں گے پس وہ فرشتہ کہے گا کہ اے

خدا کے دوست اس پر سوار ہو جا۔ یہ تمہارے واسطے ہی ہے اور ایسی سواریاں تیرے واسطے اور بھی بہت ہیں۔ پس بہشتی اپنی سواری پر سوار ہو جائے گا اور اس کے دو بازو ہوں گے اور وہ اس قدر فراخ گام ہو گا کہ اس کا ہر ایک قدم نظر کی انتہا پر جا پڑے گا۔ غرض بہشتی اپنے چارپایہ پر سوار ہو گا اور دس ہزار غلام زریں کمر ہمرکاب ہوں گے اور وہ دو فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں گے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے اور اس شان کے ساتھ وہ اپنے محل میں تشریف لائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس صورت میں جو کچھ میں نے تمہارے واسطے بیان کیا ہے تمہارے عملوں کے واسطے وہی تمہارے لیے بہتر تھا اور تمہارے کام تعریف کے قابل تھے اس لیے اللہ نے تمہارے کاموں کی تعریف کی اور ان کے عوض میں تم کو بہشت عطاء فرمائی۔

مہینوں کی بزرگی اور مبارک دنوں کے بیان میں

ماہ رجب کی بزرگیاں

اللہ جل شانہ فرماتا ہے "کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جس دن سے خدا نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے اس دن سے خدا نے چار مہینوں کو حرام بتایا ہے۔" اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ کی فتح سے پہلے ایک دفعہ مسلمان مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مارے خوف کے آپس میں کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو حرام کے مہینہ میں مکہ کے کافروں سے جنگ کرنے کا موقعہ آ پڑے پس اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جس دن پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تو اپنی کتاب یعنی لوح محفوظ میں مہینوں کی تعداد بارہ رکھی اور ماہ حرام چار ہیں۔ رجب۔ ذیقعد۔ ذی الحج، محرم۔ ان میں سے رجب کا مہینہ تو الگ ہے اور باقی تین سلسلہ وار پے در پے ہیں۔ یہ دین پکا ہے یعنی حساب صاف سیدھا پس ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو کیونکہ اللہ جل شانہ نے ان چار مہینوں کو حرام کیا ہے۔ چونکہ ان مہینوں کی بزرگی اور حرمت ثابت ہے اس سبب سے ہی ان مہینوں میں ظلم کرنے کی قطعی ممانعت کی گئی ہے۔ اگرچہ ظلم کرنا سب مہینوں میں منع ہے مگر ان میں بالخصوص ممانعت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اپنی نمازوں کی نگاہبانی کرو۔ خصوصاً وسط کی نماز پر۔" اس آیت میں اللہ جل شانہ درمیانی نماز کی حفاظت کے لیے حکم دیتا ہے اور وہ عصر کی نماز ہے اگرچہ نگاہ رکھنے کا لفظ سب نمازوں کو محیط ہے مگر خصوصیات کے واسطے وسط کی نماز کو مخصوص فرمادیا ہے یعنی اس کی نگاہداشت کو مقدم کیا ہے اسی طرح ان چار مہینوں کو بھی ظلم کرنے سے نگاہ رکھا ہے اور تاکید کی ہے کہ عرب کے مشرکوں میں سے ان مہینوں میں کسی کو نہ مارو۔ ہاں اگر وہ تم کو مارنا شروع کریں تو پھر تمہارا مارنا بھی جائز ہے ابو یزیدؒ روایت کرتے ہیں کہ ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی چھوڑ دینا اور وہ کام کرنے جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور اس کے سوا اور بزرگوں نے کہا ہے۔ کسی شے کا غیر محل میں رکھنا ظلم ہے۔ یعنی جو آدمی کسی کا حق کسی دوسرے کو دیتا ہے وہ ظالم ہے۔ یہ دونوں روائتیں آپس میں مشابہت رکھتی ہیں اور اللہ نے فرمایا ہے (تم مشرکوں کو مارو یعنی مکہ کے سب کافروں کو جیسے وہ لوگ تم کو مارتے ہیں) یعنی اگر حرام کے مہینے میں وہ تمہیں ماریں تو تم بھی مارو اور اس کو سمجھ لو کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں۔ خداوند کریم ان کی مدد کرتا ہے اور اہل تفسیر نے اس فقرہ کے معنوں (الدین القیم) میں اختلاف کیا ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ جو دین حق ہے وہ دین قیم ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ سچا دین دین اسلام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دین قیم وہ ہے جو کجی سے دور ہوا

ماہ رجب کی وجہ تسمیہ

رجب اسمائے مشتقہ میں سے ہے اور یہ ترجیب سے مشتق ہے اور ترجیب کے معنی تعظیم کے ہیں اہل عرب کا یہ محاورہ ہے رَجَبْتُ هٰذَا الشَّهْرَ جب کسی مہینے کو بزرگی دی جاتی ہے تو اس وقت اس محاورے کو استعمال کرتے ہیں اور حبابؓ بن منذر بن جموح بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ جس روز آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اس روز بنی ساعدہ کی بیٹھک میں اصحابہ کرامؓ جمع ہوئے اور مہاجرین اور انصار نے اس باب میں اختلاف کیا کہ امیر کسے مقرر کریں۔ ان دونوں گروہوں میں سے ایک کہتا تھا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے (یہ ایک مشہور قصہ ہے) اس سے حبابؓ کو غصہ آیا اور انہوں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور کہا کہ میں اس قبیلے کی وہ لکڑی ہوں جس سے پیٹھ کھجلائی جاتی ہے اور اپنے قبیلے کی وہ بزرگ کھجور ہوں جسے ستون سے کھڑا کیا جاتا ہے یعنی میں اپنی قوم میں عظیم اور صاحب عظمت ہوں اور اپنی قوم کا فرمانروا ہوں اور اس

روایت میں جو غُدَیْق کا لفظ وارد ہے یہ غدق کی تصغیر ہے اور غدق ایسی کھجور کو کہتے ہیں جس کا مالک گر پڑنے کے خوف سے اس کے نیچے ستون کھڑا کردے تاکہ وہ گر نہ پڑے اور رَجَبَۃٌ اس بنا کو کہتے ہیں جو خرما کے ارد گرد بناتے ہیں اور اس قول میں جُذَیْلُھَا الْمُحَلِّكُ جذیل جذل کی تصغیر ہے اور جذل درخت خرما کو کہتے ہیں جس سے خارش والا اونٹ کھجلاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جذل اس لکڑی کو کہتے ہیں جو اونٹوں کے باندھنے کی جگہ میں کھڑی کی جاتی ہے تاکہ اونٹ کے بچے اپنا بدن اس سے رگڑیں اور اپنی کھجلی دور کریں اور ابو زید یحییٰ بن زیاد فراء سے روایت کرتے ہیں کہ رجب مہینے کا نام رجب اس واسطے پڑا ہے کہ ان دنوں میں عرب کے لوگ خرما کے گرد ایک بنا ایسی کھڑی کردیتے ہیں جو ان کی شاخوں کو سہارا دیتی تھی اور آندھی سے خوشوں کو ٹوٹ جانے سے بچاتی تھی اور اسی واسطے اس بنا کے قائم کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے رَجَبْتُ النَّخْلَةَ تَرْجِيْبًا اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ خرما کے درخت کے ارد گرد کانٹے گاڑتے ہیں تاکہ لوگ توڑ نہ سکیں اور گرا پڑا خرما بھی بچا رہے۔اس باڑ کو ترجیب کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب زیادہ بوجھ کے سبب سے خرما کی شاخ جھک جاتی ہے تو ٹوٹنے سے بچانے کے واسطے اس کے نیچے ایک ستون کھڑا کرتے ہیں اُسے ترجیب کہتے ہیں اور بعض کا یہ مقولہ ہے کہ یہ عرب کے اس قول سے اخذ کیا گیا ہے رجبت شیئا یعنی میں نے اس کو ڈرایا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آمادہ ہونے اور سامان تیار کرنے کو ترجیب کہتے ہیں۔کیونکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے رجب کے مہینے میں ماہ شعبان کے لئے بہت سی نیکیاں تیار کی جاتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خدا کے ذکر کی تکرار اور اس کی بزرگیاں بیان کرنے کو ترجیب کہتے ہیں کیونکہ رجب کے مہینے میں خدا کی تقدیس اور تحمید اور تسبیح فرشتے بار بار پڑھتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ رجب کے لفظ میں بے کی بجائے بعض میم پڑھتے ہیں یعنی رجم پس اس صورت میں اس کے معنی ہنکانا ہے کیونکہ اس مہینے میں شیطان اور اس کے لشکر کو ہنکایا جاتا ہے تاکہ مسلمان کو دکھ نہ پہنچائیں اور رجب کے لفظ میں تین حرف ہیں (ر ج ب) "ر" سے خدا کی رحمت مراد ہے اور "ج" سے جود یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش اور "ب" سے بر یعنی اللہ تعالیٰ کی نیکی۔ پس اس مہینے میں اول سے آخر تک بندوں پر اللہ تعالیٰ کی تین بخششیں ہیں ایک تو عذاب کے سوا رحمت ہے اور دوسری بخشش ہے جس میں بخل کو کچھ دخل نہیں تیسری نیکی ہے جو ظلم سے بالکل پاک ہے۔

ماہ رجب کے اور ناموں کا بیان

رجب کے سوا اس مہینے کے اور نام بھی ہیں۔جو یہ ہیں۔رجب مضر، مُنْصِلُ الْاَسِنَّةِ شَهْرُ اللّٰهِ اَصَمُّ شَهْرُ اللّٰهِ الْاَصَبُّ شَهْرُ الْمُطَهَّرِ الشَّهْرُ السَّابِقُ الشَّهْرُ الْفَرْدُ۔اس مہینے کو رجب مضر اس واسطے کہتے ہیں کہ روایت میں آیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے اپنے بعض خطبوں میں بیان کیا ہے کہ زمانہ اپنی اس روش پر لوٹ آیا ہے جیسے کہ اس دن تھا کہ جس میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا اور سال بارہ مہینوں میں تقسیم ہوا ہے۔ان میں سے چار مہینوں میں ظلم کرنا حرام ہے اور حرام کے تین مہینے پے در پے اور وہ یہ ہیں ذیقعدہ۔ذی الحج۔محرم اور چوتھا مہینہ رجب ان سے الگ ہے اور وہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے یہ رجب مضر ہے اور اس کی تخصیص نسی کے باطل کرنے کے واسطے ہوتی ہے جسے عرب جاہلیت کے زمانے میں کیا کرتے تھے اور نسی یہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (نسی کفر میں زیادتی کرنے کے سوا اور کچھ نہیں جو لوگ کافر ہیں وہ اس سے گمراہ ہوتے ہیں) جاہلیت کے زمانے میں جب اہل عرب منیٰ سے باہر آنا چاہتے تھے تو اس وقت بنی قنان سے ایک آدمی اٹھتا تھا۔ اس کو نعیم کہتے تھے اور وہ اپنی قوم کا سردار تھا وہ اٹھ کر یہ کہا کرتا تھا کہ میں اپنی قوم میں مقبول ہوں مجھ میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی آدمی میرے حکم کو رد کرتا ہے اس کے جواب میں عرب کہا کرتے تھے کہ تو سچا ہے۔اس کے بعد اس سے درخواست کرتے تھے کہ ماہ محرم کی حرمت کو بدل دے یہ حرمت ماہ صفر میں مقرر کر اور محرم کا مہینہ ہمارے اوپر حلال کردے اور یہ خواہش اس واسطے کرتے تھے کہ پے در پے ہم پر مہینوں کی حرمت عاید نہ ہو کیونکہ ان تینوں مہینوں میں پے در پے حرام ہونے کے باعث لوٹ مار نہیں کرسکتے تھے اور ان کی گزراوقات لوٹ پر ہی تھی۔تو وہ ماہ محرم کو ماہ صفر میں منتقل کردیتا تھا اور یہ سال اسی طرح رہتا پھر آئندہ سال خود بخود محرم کی حرمت اور صفر کی اباحت لوٹ آتی تھی اس کو وہ انساء کہتے تھے۔پس نَسَآءَ اللّٰهُ فِیْ اَجَلِهٖ وَ اَنْسَآءُ اللّٰهُ اَجَلَهٗ کے یہی معنی ہیں اور پیغمبر ﷺ نے رجب کے مہینے کو دو صفتوں سے موصوف کیا ہے۔ ایک رجب مضر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ مضر کے لوگ ماہ رجب کی حد سے زیادہ تعظیم اور بزرگی کرتے تھے اور دوسری یہ کہ آپ نے اس کو جمادی اور شعبان میں مقید کردیا ہے اور یہ اس حرف سے کیا ہے کہ اس کو آگے پیچھے نہ کریں جیسا کہ محرم کو صفر کے ساتھ ہٹا کر بدل دیتے تھے۔ اس واسطے رجب مہینے کی بھی خاص کر قید لگادی ہے اور اس کی حرمت کو مضبوط کردیا

اور بعض کا یہ قول ہے کہ رجب کے مہینے کو جو مضر کہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض کافروں نے ایک قبیلے کے حق میں ان دنوں میں بددعا کی تھی اور بعد میں خدا نے ان کو ہلاک کر دیا اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی اس مہینے میں ظالموں کے حق میں بددعا کرے تو وہ قبول ہو جاتی ہے اور اسی واسطے جاہلیت کے زمانے میں اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ رجب سے پہلے ظالموں کے حق میں بددعا کرنے سے توقف کرتے تھے اور جب رجب کا مہینہ آ جاتا تھا تو اس وقت اپنے ظالموں کے حق میں خدا کی درگاہ میں بددعا کرتے تھے اور وہ قبول ہو جاتی تھی رد نہیں ہوتی تھی اور مُنْصِلُ الْاَسِنَّةِ اس واسطے کہتے ہیں کہ جب رجب کا مہینہ آتا تھا تو عرب کے لوگ اپنے تیروں کو ترکش میں رکھ لیتے تھے۔ اور تلواریں بھی میان میں ڈال لیتے تھے اور نیزوں کو کونے میں کھڑا کر چھوڑتے اور یہ اس مہینے کی تعظیم کے واسطے تھا اور جب تیر کو پیکان سے الگ کر لیتے تھے تو اس وقت نَصَلْتُ السَّهْمَ وَالسِّنَةَ کہتے تھے اور شہر اللہ الاصم اس واسطے کہتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تھا تو عثمان بن عفانؓ جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اس میں فرمایا کرتے تھے کہ اے مسلمانو۔ تم آگاہ رہو کہ یہ خدا کا بہرا مہینہ ہے اس میں زکوۃ دو۔ اگر کسی پر قرض ہے تو وہ قرض ادا کرے اور اگر کسی کا قرض کسی پر باقی رہ جائے اور چھوڑ سکے تو اس کو چھوڑ دے اور ابن انباری کہتے ہیں کہ اس مہینہ کا نام اصم اس واسطے رکھا گیا ہے کہ اہل عرب ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہا کرتے تھے اور جب رجب کا مہینہ آتا تھا تو اپنے ہتھیاروں کو رکھ دیتے تھے اور پیکان بھی تیر سے نکال لیتے تھے اس مہینہ میں ہتھیاروں کی آواز کہیں سنی نہیں جاتی تھی اور نہ ہی نیزوں کی چمک نظر آتی تھی اور اگر ایک نے دوسرے سے اپنے باپ کا بدلہ لینا ہوتا تھا اور رجب کے مہینے میں وہ اس کو دیکھ لیتا تھا تو اس سے انجان بن جاتا تھا اور ایسا سمجھتا تھا کہ گویا اس نے اس کو دیکھا ہی نہیں اور نہ اس کی خبر سنی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں اس مہینے کا نام اصم اس واسطے رکھا گیا ہے اس میں کسی پر خدا کا قہر اور غضب نازل نہیں ہوا۔ گذشتہ امتوں پر خداوند تعالیٰ نے اور سب مہینوں میں عذاب کیا ہے مگر اس مہینے میں کسی امت کو عذاب نہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھی اسی مہینے میں کشتی میں بٹھلایا تھا۔ اور وہ کشتی نوح علیہ السلام اور ان آدمیوں کو جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی پر چلائی اور اس میں حضرت نوح علیہ السلام نے روزے رکھے اور جو لوگ آپ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے انہیں بھی آپ نے فرمایا کہ تم بھی روزے رکھو۔ اور پھر خدا نے سب کو اس طوفان سے نجات دی اور مشرکوں کے شرک اور دین کے دشمنوں سے طوفان کے ذریعہ زمین کو پاک کر دیا۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اس روایت کے بیان کرنے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہبۃ اللہؒ سے ہم کو اس حدیث کی خبر ملی ہے اور وہ ابی حازمؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ سہل بن سعدؓ سے اور وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا اے مسلمانو! تم آگاہ رہو کہ رجب کا مہینہ ان مہینوں میں سے ہے جو حرام کئے گئے ہیں اور اس میں خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی پر سوار کیا اور اس میں انہوں نے کشتی میں روزے رکھے اور اپنے ساتھ والوں کو روزے رکھنے کے واسطے ارشاد فرمایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو خلاصی عطا کی اور ڈوبنے سے بچالیا اور کافروں کے غرق کر دینے سے زمین کو کفر اور نافرمانی سے پاک کیا اور اس مہینے کا نام اصم یعنی بہرہ اس واسطے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ تیرے ظلم اور خواری سے بہرا ہے اور اے مومن یہ تیری بزرگی کو سننے والا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے ظلم اور اس قسم کی لغزش سے اس کو بہرا کر دیا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ تیری ایسی گواہی نہ دے سکے اور تیرے ان نیک اور بزرگ عملوں کا گواہ بنے جو اس مہینے میں تجھ سے صادر ہوں اور اس ماہ کو اصب اس واسطے کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ اپنے بندوں پر اس مہینے میں رحمت نازل کرتا ہے ثواب دیتا ہے کرامت بخشتا ہے ایسا کہ کسی کی آنکھ نے ویسا انعام و اکرام نہ دیکھا ہو اور نہ ہی کسی کے کان نے سنا ہو اور نہ اس کا دل میں خیال بھی گزرا ہو۔ ان سب باتوں کی خبر شیخ امام ہبۃ اللہؒ اپنے اسناد میں اعمشؒ سے بیان کرتے ہیں اور وہ ابراہیمؒ سے اور وہ علقمہؒ سے اور وہ ابی سعید خدریؓ سے اور وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے مہینوں کا شمار اپنی کتاب میں بارہ بیان کیا ہے ان میں سے چار تو حرمت والے مہینے ہیں اور رجب خدا کا بہرا مہینہ ہے اور تین مہینے پے در پے ہیں جو یہ ہیں ذیقعدہ۔ ذی الحج۔ محرم اور رجب خدا کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے پس اگر کوئی رجب کے مہینے میں ایک روزہ رکھے اور وہ مسلمان ہو اور خدا سے آخرت کا طلب گار ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرتا ہے۔ اور بہشت بریں اس کو رہنے کے واسطے ملے گی اور جو رجب کے مہینے میں دو روزے رکھے گا اس کو دو حصے ثواب ملے گا اور ہر ایک حصہ وزن میں دنیا کے پہاڑوں کا ہوگا اور جو رجب کے مہینے میں تین روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان میں ایک خندق حائل کر دے گا اس خندق کی چوڑائی ایک سال کے راستے کے برابر ہوگی اور چار روزے

رکھے گا اس کو دنیا کی یہ بلائیں لاحق نہیں ہوں گی دیوانگی - برص - جذام ' فتنہ دجال اور جو رجب کے مہینے میں پانچ روزے رکھے گا اس کو قبر کے عذاب سے نجات مل جاتی ہے اور جو چھ روزے رکھے گا قبر سے نکلتے ہوئے اس کا منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا اور جو رجب کے مہینے میں سات روزے رکھے گا اس پر دوزخ کے ساتوں دروازے بند کیے جائیں گے یعنی ایک ایک روزے کی برکت سے ایک ایک دروازہ بند ہوتا ہے اور جو رجب کے مہینے میں آٹھ روزے رکھتا ہے اس پر بہشت کے آٹھ دوازے کھول دیئے جاتے ہیں - ان میں بھی ہر ایک روزے کے عوض ایک ایک دروازہ کھولتے ہیں اور جو نو روزے رکھے گا جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو یہ کہتا ہو گا - اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اس کا منہ بہشت کی طرف ہو گا اور اگر کوئی رجب میں دس روزے رکھے گا تو اس کے واسطے اللہ تعالیٰ پل صراط کے اوپر ہر ایک میل پر ایک فرش بچھا دے گا اور وہاں سے گزرتا ہوا وہ اس فرش پر آرام کرے گا اور جو آدمی اس مہینے میں گیارہ روزے رکھے گا وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو سب سے بہتر دیکھے گا - مگر جو اس کے برابر روزے رکھے یا اس سے زیادہ رکھے اور جو بارہ روزے رکھے ان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دو حلے پہنائے گا اور ہر ایک حلہ ساری دنیا سے بہتر ہو گا اور جو آدمی تیرہ روزے رکھے گا وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو گا اور اس کے آگے ایک خوان لا رکھیں گے اور وہ اس میں سے کھائے گا حالانکہ اور لوگ سختی میں گرفتار ہوں گے اور جو آدمی اس مہینے میں چودہ روزے رکھے گا اس کے عوض اس کو اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا فرمائے گا جس کو نہ کسی نے دیکھا ہو اور نہ سنا ہو اور نہ ہی اس کے دل میں اس کا خیال آیا ہو اور جو آدمی ماہ رجب میں پندرہ روزے رکھے گا اس کو اللہ تعالیٰ امن پانے والے لوگوں میں کھڑا کرے گا اور جو مقرب فرشتہ اور مرسل نبی اس کے پاس سے ہو کر گزرے گا وہ اس کو مبارک باد دے گا اور یہ کہے گا کہ تجھے خوشی نصیب ہو تو ان لوگوں میں سے ہے جن کو امن دیا گیا ہے اور دوسری روایت میں پندرہ سے زیادہ روزے رکھنے کا ذکر آیا ہے جو آدمی اس مہینے میں سولہ روزے رکھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں شریک کردے گا - جو سب سے پہلے اس کی زیارت کرنے والے ہوں گے اور وہ شخص خداوند کریم کو دیکھے گا اور اس کا مبارک کلام بھی سنے گا جو آدمی سترہ روزے رکھے گا اس کے لیے پل صراط پر ہر ایک میل پر ایک آرام گاہ تیار کی جاتی ہے اور جب وہ وہاں سے گزرنے لگتا ہے تو اس میں آرام کرتا ہے اور جو ماہ رجب میں اٹھارہ روزے رکھے گا - قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبے کے سامنے اس کا قبہ ہو گا

اور جو اس مہینے میں انیس روزے رکھتے اس کو اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی نشست گاہ کے روبرو بہشت میں ایک محل عطا کرے گا اور جب یہ روزہ دار وہاں جائے گا تو یہ ان کو سلام کہے گا اور وہ اس کو سلام کہیں گے اور اگر کوئی رجب کے مہینے میں بیس روزے رکھے گا تو اس کو آسمان سے ایک شخص پکار کر کہے گا کہ اے بندے اس سے پہلے تو جو کچھ کر چکا ہے - اللہ تعالیٰ نے وہ سب تجھے معاف کر دیا اب جب تک زندگی باقی ہے اس میں تو نئے سرے سے نیک عمل کر اور رجب کے مہینے کو مطہر اس لیے کہتے ہیں کہ جو اس میں روزے رکھتا ہے وہ گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہو جاتا ہے اور شیخ امام ہبتہ اللہ بن مبارک سقطیؒ نے روایت کی ہے اور وہ حسن بن احمد بن عبد اللہ المقریؒ سے اور وہ ہارون بن عنترہؒ سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں - پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ رجب کا مہینہ بڑا بزرگ مہینہ ہے - اگر کوئی آدمی اس مہینے میں ایک روزہ بھی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک ہزار سال کے روزوں کا ثواب عطاء کرتا ہے اور جو شخص اس مہینے میں دو روزے رکھے گا اس کے اعمال نامے میں خداوند تعالیٰ دو ہزار سال کے روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جو تین روزے رکھتا ہے اس کو تین ہزار سال کا ثواب ملتا ہے اور جو سات روزے رکھے گا اس پر دوزخ کے دروازے بند کئے جائیں گے اور جو آدمی اس مہینے میں آٹھ روزے رکھتا ہے - اس کے لیے بہشت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ جس دروازے سے چاہے اسی سے بہشت میں داخل ہو اور جو آدمی اس مہینے میں پندرہ روزے رکھتا ہے - اس کی سب برائیاں نیکیوں سے بدل جاتی ہیں - اور پکارنے والا آسمان سے پکار کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے اب نئے سرے سے عمل کر - اور جو اس سے بھی زیادہ روزے رکھتا ہے اس کو اجر بھی اس سے زیادہ ملتا ہے اور امام شیخ ہبتہ اللہ بن مبارکؒ اپنے اسناد میں یونسؓ سے اور وہ حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی رجب کے مہینے میں ایک روزہ رکھتا ہے اس کا ایک روزہ تیس سال کے روزوں کے برابر ہے اور شیخ امام ہبتہ اللہ حسن بن احمد بن عبد اللہ مقریؒ سے اور وہ علا بن کثیرؒ سے اور وہ مکحولؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ابو درداءؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کیسے ہیں - انہوں نے جواب دیا کہ جاہلیت کے زمانے میں جاہلوں نے بھی اس مہینے کو بزرگی دی ہے اور اسلام نے بھی اس مہینے کو

فضیلت دی ہے اور جو آدمی اس مہینے میں ثواب اور اطاعت اور خدا کی رضامندی کے لئے دلی خلوص سے ایک ایک روزہ بھی رکھے تو وہ روزہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کے غضب کو دور کر دیتا ہے اور دوزخ کا ایک دروازہ اس پر بند کیا جاتا ہے اور اس روزہ کا اس قدر ثواب روزہ دار کو عطا ہوتا ہے کہ اگر ساری زمین کے برابر سونا کر دیا جائے تو وہ بھی اس ثواب کے برابر نہیں ہوتا اور دنیا کی جتنی چیزیں ہیں ان سب کا اجر بھی اس ثواب کو نہیں پہنچتا۔ اگر روزہ رکھنے والا رات کے وقت دس دعائیں بھی کرتا ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہیں اور اگر نہ مانگے تو اس کے واسطے عاقبت کا ذخیرہ کیا جاتا ہے اور یہ نیکیاں بہتر ہوتی ہیں۔ ان سے جو خدا کے دوستوں اور برگزیدوں کو ملتی ہیں جو دعاء کرتے ہیں اور جو آدمی اس مہینے میں دو روزے رکھتا ہے اس کو ایسے دس آدمیوں کا ثواب ملتا ہے جو صدیق ہوتے ہیں اور عمر بھر نیک کردار رہتے ہیں اور اس کی شفاعت ایسی ہی قبول کی جائے گی جیسی کہ صدیقوں کی اپنے گروہ میں مقبول ہوتی ہے اور آخر کو صدیقوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو گا اور ان کی رفاقت میں رہے گا اور جو آدمی ماہ رجب میں تین روزے رکھتا ہے اس کو بھی پہلے آدمی کے موافق ثواب عطاء ہوتا ہے اور جس وقت یہ روزہ افطار کرنے لگتا ہے اس وقت اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کا حق میرے اوپر واجب ہو گیا ہے اور مجھ کو یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ شخص مجھے دوست رکھتا ہے۔ اے فرشتو! تم گواہ رہنا کہ میں نے اس بندہ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے اور جو آدمی اس مہینے میں چار روزے رکھتا ہے اس کو بھی وہ ثواب عطاء ہوتا ہے جو تین روزے رکھنے والے کو ہوا ہے۔ اور ان صاحب دلوں کا ثواب ملتا ہے جو بہت سی توبہ کرتے ہیں اور جتنے رستگار ہوتے ہیں۔ ان سب سے پہلے اس کو اعمال نامہ دیا جاتا ہے اور جو شخص ماہ رجب کے پانچ روزے رکھتا ہے اس کو خداوند تعالیٰ حشر کے دن اٹھائے گا اور اس کا منہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہو گا اور اس قدر نیکیاں لکھی جائیں گی کہ جس قدر عالج کی ریت ہے۔ عالج ایک ریگستانی مقام کا نام ہے اور جب وہ بہشت میں داخل ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کو فرمائے گا کہ جو کچھ مانگنا چاہتا ہے وہ مانگ لے۔

اور جو آدمی اس مہینے میں چھ روزے رکھے گا اس کو یہ ثواب بھی ملے گا اور اس کے سوا یہ ہو گا کہ قیامت کے روز اس کو ایک ایسا نور دیا جائے گا جس سے اور لوگ بھی روشنی پائیں گے اور اس کا حشر ان لوگوں میں ہو گا جو امن پانے والے ہوں گے اور حساب کے بغیر وہ پل صراط کے اوپر سے گزر جائے گا اور والدین کی نافرمانی کرنے سے بچا رہے گا اور اس سے محفوظ رہے گا کہ وہ اپنے عزیزوں سے پیوند قطع رحمی اور قیامت کے روز اللہ جل شانہ اپنی بابرکت اور پاک ذات کے ساتھ اس پر توجہ فرمائے گا۔ اور جو آدمی ماہ رجب کے سات روزے رکھے گا اس کو وہ ثواب ملے گا جو اس سے پہلے کو ملا ہے اور اس کے سوا یہ ہو گا کہ اس کے اوپر دوزخ کے سات دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور خداوند تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دے گا اور بہشت میں داخل ہونا اس کے واسطے واجب کر دیا جائے گا۔ اور اس کو یہ بھی کہہ دیں گے کہ تو بہشت میں جس جگہ رہنا چاہے وہاں مزے سے رہ اور جو آدمی رجب کے مہینے میں آٹھ روزے رکھتا ہے اس کو بھی اس سے پہلے آدمی کا سا ثواب عطاء ہوتا ہے اور آٹھ دروازے بہشت کے بھی اس کے واسطے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ جس دروازہ سے داخل ہونا چاہے اسی سے بہشت میں داخل ہو جا اور جو کوئی رجب کے نو روزے رکھتا ہے اس کو بھی اس پہلے آدمی کی مانند ثواب ہوتا ہے اور اس کے اعمالنامہ کو علیین میں اٹھا لیا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کا حشر ان لوگوں میں ہو گا جو امن پانے والے ہوں گے اور جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو اس وقت اسکی صورت ایسی نورانی ہو گی کہ اس کے نور سے دوسرے لوگوں کو روشنی پہنچے گی اور دوسرے آدمی اس کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ یہ تو کوئی خداوند تعالیٰ کا برگزیدہ پیغمبر ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی کلی رضا حاصل ہو جائے گی اور اس کی خاص تعریف ہو گی اور دوسروں کی نسبت اس کو دس گنا زیادہ اجر بھی عطا ہو گا اور اس گروہ کے لوگوں میں شامل ہو گا جن کی بدیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ کے ان مقربوں میں شمار ہو گا۔ جو خداوند تعالیٰ کے راستہ میں عدل کرتے ہیں اور ان لوگوں کی مانند ہو جاتا ہے۔ جو ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اور وہ بھی اس حالت میں کہ وہ روزہ دار ہو۔ نماز ادا کرنے والا۔ صابر۔ خداوند تعالیٰ سے ثواب کا طالب ہے اور جو آدمی رجب کے مہینہ میں بیس روزے رکھتا ہے اس کو پہلے آدمی سے بیس حصے زیادہ ثواب ملتا ہے اور ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبہ میں ہیں اور کبیرہ گناہوں کے باب میں اس کی اس قدر سفارش قبول ہو گی جس قدر کہ بنی ربیعہ اور مضر کے قبیلہ کے لوگوں کی تعداد ہے اور جو آدمی ماہ رجب کے تیس روزے رکھتا ہے اس کو پہلے آدمی سے تیس حصے زیادہ ثواب ملتا ہے اور آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کہ اے خدا کے دوست تجھے خوشخبری ہو کہ ان روزوں کے عوض خداوند نے تم کو بزرگی عطاء کی ہے اور بڑی عظمت دی ہے اور پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگی خداوند تعالیٰ کا مبارک دیدار ہے اور وہ سب سے زیادہ معظم اور

مکرم ہے اور یہ دیدار اس کو پیغمبروں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکوکار لوگوں کے ہمراہ نصیب ہوگا اور یہ رفیق بھی اچھے ہیں تجھے خوشی ہو جب کل کو قیامت کے دن پردے دور کیے جائیں گے تو اس دن خداوند کریم سے تم کو بڑا عظیم ثواب ملے گا اور جب یہ آدمی مرنے لگتا ہے اور موت کا فرشتہ اس کے پاس آکر حاضر ہوتا ہے تو جان نکلنے کے وقت خداوند تعالیٰ بہشت کے حوضوں سے اس کو ایک شربت پلاتا ہے تاکہ موت کی سختی اس پر آسان ہو جائے اور موت کا درد اور اس کا صدمہ محسوس نہ ہو اور جب قبر میں جاتا ہے تو وہاں ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے اور ہمیشہ اپنی قبر میں اور میدان قیامت میں سیراب رہتا ہے اور پھر یہ پیغمبر ﷺ کے حوض پر آپہنچتا ہے اور جب اپنی قبر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کو رخصت کرنے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ اونٹ ہوں گے مروارید اور یاقوت اور جڑاؤ زیوروں کے اور ان کے ہمراہ بیش قیمت اور فاخرہ لباس ہوں گے اور آتے ہی اس کو کہیں گے کہ اے خدا کے دوست توقف نہ کر اور جلدی کر اپنے خدا کی طرف روانہ ہو جس کے واسطے تو سارا سارا دن پیاسا رہا اور جس کے واسطے تو نے اپنا جسم لاغر کر لیا اور یہ پہلا شخص ہوگا جو داخل ہوگا۔ جنت عدن میں رست گاروں کے ساتھ اور یہ ایک بزرگ اور بڑی عظیم رست گاری ہے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اگر روزہ کی حالت میں اپنی طاقت کے موافق یہ آدمی صدقہ بھی دے دے گا تو وہ دور ہے دور ہے دور ہے۔ آپ نے تین مرتبہ یہ لفظ کہا اگر ساری دنیا کے لوگ جمع ہو جائیں اور اس بندہ کے اجر اور ثواب کا اندازہ کریں تو اس کے ثواب کا دسواں حصہ بھی شمار نہ کر سکیں اور عبداللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر ماہ رجب میں کوئی مومن اس اعتقاد سے کہ یہ خدا کا مہینہ ہے اور اصم ہے کسی مسلمان کی مشکل کو حل کرے تو اس کے عوض میں خداوند تعالیٰ اس کو بہشت میں ایک محل عطا کرے گا اور اس کی لمبائی اس قدر ہوگی جس قدر کہ نظر کی انتہا ہوگی پس اے مسلمانو تم رجب کے مہینے کی حرمت کرو اور اس کی تعظیم کرو تاکہ اللہ جل شانہ تم کو ہزار بزرگی عطا کرے۔

عقبہ بن سلامہ بن قیسؓ راوی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی رجب کے مہینے میں صدقہ دے گا تو خداوند تعالیٰ دوزخ کی آگ سے اس کو دور کر دے گا اور اس قدر دور کرے گا جیسے کوے کا بچہ اپنے گھونسلے سے اڑ کر الگ ہوتا ہے اور پھر عمر بھر اڑتا ہی چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اڑتے اڑتے بوڑھا ہو جاتا ہے اور پھر اسی حالت میں مر جاتا ہے اور لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ کوا پانچ سو برس کی عمر کا ہوتا ہے اور ماہ رجب کو سابق اس واسطے بولتے ہیں کہ جتنے حرمت والے مہینے ہیں ان سب سے پہلا یہ ہے اور فرد اس واسطے اس کا نام رکھتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں یعنی حرمت والے مہینوں سے جدا رہتا ہے۔ تو ابن یزیدؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے حج او رو داع کے خطبہ میں فرمایا کہ اے مسلمانو تم خبردار ہو زمانہ اپنی اصلی ہیئت پر پھر لوٹ آیا ہے یعنی جس روز خدا تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے اس دن بارہ مہینے مقرر کیے ہیں اور ان میں سے چار مہینے حرمت والے بنائے ہیں تین پے درپے آتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ذیقعد، ذی الحج، محرم اور رجب مفرد اکیلا ہے اور یہ جمادی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

ماہ حرام کا بیان

عکرمہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماہ رجب تو خدا کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے اور موسیٰ بن عمران راوی ہیں کہ انس ابن مالک کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے اندر ایک نہر بہتی ہے اور اس کا نام رجب ہے اور یہ دودھ سے سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے اگر کوئی آدمی ماہ رجب میں ایک روزہ بھی رکھے تو اللہ جل شانہ اس آدمی کو اس نہر سے پانی پلاتا ہے اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ بہشت میں ایک ایسا محل ہے کہ اس میں وہی لوگ جاتے ہیں جو رجب کے مہینے میں روزے رکھتے ہیں ان کے سوا دوسرے آدمی اس میں داخل نہیں ہوتے اور ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے رمضان کے بعد دوسرے مہینوں میں پورے ماہ کا ہرگز روزہ نہ رکھا مگر رجب اور شعبان کے مہینوں میں رکھے اور انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی حرام کے مہینوں میں جمعرات اور جمعہ اور سنیچر کے دن روزے رکھتا ہے خداوند تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اس کا نام دفتر میں لکھ لو اور اس کے حق میں نو سو برس کی عبادت کا ثواب بھی درج کر دو اور آپ نے فرمایا ہے کہ ماہ رجب تو برائی کے ترک کرنے کے واسطے ہے اور شعبان کا مہینہ عمل اور عہد پورا کرنے کے لیے اور رمضان سچائی اور صفائی کے لیے ہے نیز رجب توبہ کرنے کا مہینہ ہے اور شعبان محنت کے واسطے بھی ہے اور ماہ رمضان قربت حاصل کرنے کے واسطے اور رجب حرمت کے لیے ہے اور شعبان ماہ خدمت ہے اور

رمضان نعمت حاصل کرنے کا مہینہ ہے اور رجب عبادت کا مہینہ ہے اور شعبان زیادہ کوشش کرنے کے واسطے ہے اور ماہ رمضان زیادتی حاصل کرنے کے لئے اور رجب میں نیکیاں دوگنی ہوتی ہیں اور شعبان میں بندہ کی برائیاں دور ہوتی ہیں اور رمضان میں خداوند تعالیٰ کی کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے اور ماہ رجب نیکی میں آگے بڑھنے والوں کا مہینہ ہے اور شعبان نیکی میں متوسط چلنے والے لوگوں کا مہینہ ہے اور ماہ رمضان گناہ گاروں کی بخشش کے واسطے ہے۔

اور ذوالنون مصری علیہ الرحمتہ کہتے ہیں۔ کہ رجب کا مہینہ آفتوں کے ترک کرنے کے واسطے ہے اور شعبان عبادت کے واسطے ہے اور رمضان کرامتوں کے دیکھنے کے لیے ہے پس جو آدمی آفتوں کو نہیں چھوڑتا اور بندگی اور اطاعت کو اختیار نہیں کرتا اور کرامتوں کا منتظر نہیں رہتا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو بیہودہ چلتے ہیں اور ذوالنون مصریؒ نے فرمایا ہے کہ ماہ رجب تو کھیتی بونے کا مہینہ ہے اور شعبان میں اس کھیت کو پانی دیتے ہیں اور رمضان اس کھیت کے کاٹ لینے کا مہینہ ہے اور ہر ایک آدمی کاٹنے کے وقت وہی چیز کاٹتا ہے جو پہلے بوتا ہے اور جو کچھ پہلے کرتا ہے اس کا اس کو عوض دیا جاتا ہے اور جو آدمی اپنی کھیتی کو ضائع کرتا ہے اس کو کھیت کاٹنے کے وقت پشیمانی اور شرمندگی کے سوا اور کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور اس کی امید کے برخلاف اس کا انجام برا ہوتا ہے اور بعض صالح لوگوں نے فرمایا ہے کہ سال تو ایک درخت ہے اور رجب کا مہینہ اس کے پتے نکلنے کا ہے اور شعبان کے مہینے میں اس درخت کو پھل آتا ہے اور رمضان میں اس کا میوہ چننے کا وقت ہے اور فرمایا ہے کہ ماہ رجب کو خداوند تعالیٰ نے اپنی بخشش کے واسطے مخصوص کر دیا ہے اور شعبان کو شفاعت کے واسطے مخصوص فرمایا ہے اور ماہ رمضان کو اس سے خصوصیت دی ہے کہ اس میں نیکیاں دوگنی کریں اور لیلتہ القدر کو خداوند تعالیٰ نے اپنی رحمت کے نازل کرنے کے واسطے مخصوص کیا ہے اور عرفہ کا روز دین کے کامل ہونے کے واسطے جیسا کہ خداوند کریم فرماتا ہے (آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو تمہارے واسطے کامل کر دیا) اور جمعہ کا دن مستمند اور عاجز لوگوں کی دعاؤں کے ------- قبول ہونے کے واسطے مخصوص ہے اور عید کے دن میں مومن آدمیوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی اور خلاصی نصیب ہوتی ہے۔ مازنیؒ حسین بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے۔ رجب کے مہینے میں تم روزے رکھو اس مہینے کے روزے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ ہے اور سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی رجب کے مہینے میں ایک دن بھی روزہ رکھے گا تو گویا اس نے ایک ہزار سال کے روزے رکھے اور ایسا ہو گیا ہے کہ گویا اس نے ایک ہزار بردے آزاد کر دیئے اور اگر ماہ رجب میں صدقہ دیتا ہے تو اس کا صدقہ ہزار دینار کے برابر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے بدن کے بالوں کے برابر ہزار نیکی لکھ دیتا ہے اور ہزار درجہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے اور اس کی ہزار بدیاں دور کر دیتا ہے اور اس کے ہر ایک دن کے روزے اور ہر ایک صدقہ کے عوض میں ہزار حج اور ہزار عمرہ کا ثواب اس کو مرحمت کرتا ہے اور بہشت میں ایک ہزار گھر بنا دیتا ہے اور ہر ایک میں ہزار محل اور ہر ایک محل میں ہزار حجرے ہیں اور ہر ایک حجرہ میں ایک ہزار خیمے ہیں اور ہر ایک خیمے میں ایک ہزار حور ہے اور ان کو جو خوبصورتی اور روشنی عطا کی گئی ہے وہ آفتاب سے ہزار درجہ زیادہ ہے۔

ماہ رجب کے اگلے دن اور پچھلی رات کی بزرگی

رجب کے مہینے میں اول روز روزہ رکھنے اور اول رات خدا کی درگاہ میں قیام کرنے میں بڑی بزرگی ہے۔ امام شیخ ہبتہ اللہ سقطیؒ اپنے اسناد میں انسؓ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تھا تو پیغمبر ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ رجب اور شعبان میں ہم پر برکت نازل فرما اور ہم کو رمضان تک پہنچا اور شیخ ہبتہ اللہؒ نے اپنے اسناد میں میمون بن مہرانؒ سے روایت کی ہے اور وہ ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی رجب کے مہینے میں پہلے روز روزہ رکھتا ہے وہ گویا سارے مہینے کے روزے رکھ لیتا ہے اور اگر کوئی سات روزے رکھے تو سات دروازے دوزخ کے اس پر بند کر دیئے جاتے ہیں اور اگر کوئی آٹھ روزے رکھے تو اس کے واسطے آٹھ دروازے بہشت کے کھولے جاتے ہیں اور جو آدمی دس روزے رکھتا ہے اس کی برائیاں نیکیوں سے بدل جاتی ہیں اور جو آدمی اس مہینے میں اٹھارہ دن روزے رکھے گا اس کو آسمان سے ایک پکارنے والا کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پہلے سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ اب آئندہ کے لیے نیک عمل شروع کر۔ اور شیخ امام ہبتہ اللہ سلامہ بن قیسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ماہ رجب کے پہلے دن کا روزہ رکھے تو اللہ جل شانہ اس کے ساٹھ برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اگر کوئی پندرہ دن روزے

رکھے تو قیامت کے دن اس کا حساب آسان ہو گا اور جو اس مہینے میں تیس روزے رکھتا ہے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے اس بندے پر خوش ہو گیا ہوں اور اس کو عذاب نہیں کروں گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے ارطات کے بیٹے حجاج کو جو بصرے کا حاکم تھا ایک خط لکھا اور بعض کہتے ہیں کہ ارطات کے بیٹے عدی کو لکھا تھا اور وہ یہ تھا کہ سال بھر میں چار راتوں کا نگاہ رکھنا تیرے اوپر واجب ہے کیونکہ ان راتوں میں خدا اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور وہ یہ ہیں کہ ماہ رجب کی پہلی رات۔ شعبان کی درمیانی رات، رمضان کی ستائیسویں رات۔ عید الفطر کی رات اور خالد بن معدانؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سال میں پانچ ایسی راتیں ہیں کہ اگر کوئی ان پر ہمیشگی کرے اور ثواب کی امید رکھے اور ان کی نسبت جو وعدہ کیا گیا ہے اس کو سچا جان کر ان میں شب بیداری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں داخل کرے گا۔ پہلی رجب کی رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے دونوں عیدوں کی راتوں میں قیام کرے مگر دنوں میں روزہ نہ رکھے اور شعبان کی درمیانی رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے اور عاشورہ کی رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے۔

مبارک اور بزرگ دن کا بیان

علماء نے ان راتوں کو جمع کیا جن میں تمام رات قیام کرنا مستحب ہے تو انہوں نے کہا کہ ان چودہ راتوں میں شب بیداری کریں، ماہ محرم کی پہلی رات، عاشورہ کی پہلی رات، ماہ رجب کی پہلی رات، رجب کی درمیانی رات، رجب کی ستائیسویں رات، ماہ شعبان کی درمیانی رات، شب عرفہ۔ دونوں عیدوں کی راتیں۔ ماہ رمضان وہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں ہیں اور اسی طرح مستحب ہے کہ ان سترہ دنوں میں عبادت کریں۔ عرفہ کا دن۔ عاشورہ کا دن۔ شعبان کا درمیانی دن۔ جمعہ کا دن۔ دونوں عیدوں کے دن اور ذوالحجہ کے دس معلومہ دن اور تشریق کے دن۔ یعنی ذی الحج کی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں تاریخ اور سب دنوں میں سے جمعہ اور کل رمضان کے مہینے کی نسبت زیادہ تاکید کی گئی ہے حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر جمعہ کا دن سلامتی سے گزر جائے گا تو سب دن سلامتی سے گزر جاتے ہیں اور اگر رمضان کا مہینہ سلامتی سے گزر گیا تو گویا سارا سال ہی سلامتی سے گزرا۔ اور ان دنوں کے بعد بہتر دن یہ ہیں۔ دوشنبہ، پنج شنبہ۔ ان دنوں میں بندوں کے اعمال نامے اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھا لیے جاتے ہیں۔

دعاؤں کا بیان

مستحب ہے کہ رجب کی پہلی رات میں نماز سے فارغ ہو کر آدمی یہ دعا پڑھے۔ اے اللہ جو لوگ تیرے پیش ہونے والے تھے وہ اس رات تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے اور قصد کرنے والوں نے تیری حضوری کا ارادہ کیا اور امیدواروں نے تیری بخشش اور تیرے احسان کی امید کی اس رات میں تو دعا قبول فرماتا ہے اور جن پر چاہتا ہے ان پر احسان کرتا ہے اور جو بندہ تیری عنایت سے محروم رہا وہ تیری رحمت سے بہت دور ہو گیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیری ہی رحمت اور تیرے فضل کا امیدوار ہوں اے میرے مالک اگر تو نے اپنے کسی بندے پر اپنا فضل کرم کیا ہے اور بخشش فرمائی ہے تو محمد ﷺ پر بھی درود اور رحمت بھیج اور میرے اوپر بھی بخشش کر۔ تو جہان اور جہان کے تمام لوگوں کا پالنے والا ہے اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب کا معمول تھا کہ وہ سال کی چار راتوں میں اپنے نفس کو عبادت میں مصروف رکھتے تھے رجب کے مہینے کی پہلی رات عید الفطر کی رات۔ عید الضحیٰ کی رات۔ ماہ شعبان کی درمیانی رات اور ان راتوں میں آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ محمد ﷺ اور ان کی آل پر درود اور رحمت نازل کر یہ لوگ حکمت کے چراغ ہیں اور نعمت کے صاحب ہیں اور پاکی کی کانیں ہیں اور ان کے ساتھ مجھ کو ہر ایک بدی سے نگاہ رکھ اور اچانک اور غفلت میں مجھ سے مواخذہ نہ کر اور انجام کار مجھے پشیمانی اور افسوس نہ دے اور مجھ سے راضی ہو۔ تیری بخشش ظالموں کے واسطے مخصوص ہے اور میں ظالموں کے گروہ میں سے ہی ہوں۔ خداوند مجھے وہ چیز عطا کر جو ایذا نہیں دیتی اور وہ چیز بخش جو مجھے فائدہ دے۔ تیری رحمت فراخ ہے اور تیری حکمت بڑی عجیب ہے مجھے راحت اور کشادگی عطا فرما اور اپنی نعمت پر شکر کرنے کی طاقت دے اور عافیت اور پرہیزگاری اور صبر عنایت کر اور اپنے دوستوں کے نزدیک مجھے راستی اور لطف فرما اور سختی کے بعد آسانی دے اور میرے اہل اور فرزندوں اور میرے بھائیوں پر جو تیرے راستے میں چلنے والے ہیں اور مسلمانوں کے فرزندوں اور لڑکیوں پر اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر اپنی رحمت کو عام کر اور سب کو اس میں شامل فرما۔

ماہ رجب کی نماز کا بیان

امام شیخ ہبتہ اللہ بن مبارک سقطیؒ محمد بن احمد محاملیؒ سے اور وہ علیؒ ابن محمد اسماعیل بن محمد صفارؒ سے اور وہ سعد بن نصر بن منصور بزازؒ سے اور وہ سفیان بن عیینہؒ سے اور وہ اعمشؒ سے اور وہ طارق بن شہابؒ سے اور وہ سلمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے ماہ رجب میں چاند دیکھا اور فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر کوئی مومن اور مومنہ رجب کے مہینے میں تیس رکعت نماز پڑھے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور تین دفعہ قل ہو اللہ اور تین دفعہ قل یا الکافرون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کردے گا اور اس کو اس قدر ثواب عطا کرے گا کہ جس قدر کہ مہینہ بھر روزے رکھنے والے آدمی کو ملتا ہے اور آئندہ سال کے نماز گزار لوگوں میں اس کا نام لکھ لیا جائے گا اور ہر روز اس کے اعمال نامے میں اتنا عمل لکھا جائے گا کہ جس قدر بدر کے شہیدوں میں سے ایک شہید کو ملا ہے اور ہر ایک روزے کے عوض میں اس کو ایک سال کی عبادت کا ثواب بھی عطا کرے گا اور ایک ہزار درجے بھی بڑھا دیں گے اور اگر کوئی سارا مہینہ روزے رکھے گا اور مہینہ بھر یہی نماز ادا کرے گا اور اس کو خداوند کریم دوزخ کی آگ سے نجات دے دے گا اور بہشت اس کے حق میں واجب کردے گا اور اس کو خداوند کریم کا قرب بھی نصیب ہو گا اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ثواب مذکور ہوا ہے جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو اس کی خبر دی ہے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول مقبول ﷺ ایک ایسی علامت ہے کہ اس سے مشرک اور منافق لوگوں اور تمہارے درمیان فرق ہو گا اور تمہاری تمیز ہو سکے گی۔ کیونکہ جو نماز تو پڑھے گا وہ منافق نہیں پڑھتے۔ سلمانؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس نماز کو کیونکر ادا کروں اور کس وقت پڑھوں۔ آپ نے فرمایا کہ مہینے کے اول میں دس رکعت پڑھ اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ قل ہو اللہ اور تین دفعہ قل یاایھا الکافرون اور جب سلام پھیرے تو اپنے دونوں ہاتھ دعا کے واسطے اٹھا اور یہ دعا پڑھ۔ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور وہ یگانہ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی شریک اور ملک اسی کا ہے اور اسی کے واسطے ہی حمد ہے وہ زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ آپ ہمیشہ کے واسطے زندہ ہے اس کو کبھی موت نہیں آتی اور نیکی اس کے ہاتھ میں ہے اور ہر ایک چیز پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ اے خداوند کریم تو بڑا ہی قادر ہے تو جس کو چاہے دے دے اور جس کو تو دیتا ہے کوئی آدمی اس کو منع نہیں کر سکتا اور جس سے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور اگر تیری مرضی کے سوا کوئی کوشش کرے تو اس کی کوشش بیکار جاتی ہے

پس جب یہ دعا پڑھ چکے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر مل لے اور اس مہینے کے درمیان میں دس رکعتیں پڑھے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور تین دفعہ سورۃ اخلاص اور سورۃ کافرون پڑھے اور جب سلام پھیر چکے تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ کہے خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی اور سچا معبود نہیں ہے اور خداوند کریم یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اسی کے لیے ہے اور اسی کے واسطے ہی حمد ہے وہی سب کو زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ خود ہمیشہ زندہ ہے اور کبھی اس کو موت نہیں آئے گی اور جس قدر نیکی ہے وہ سب اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور اپنی صفت میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا اپنی نظیر وہ آپ ہی ہے اور خداوند تعالیٰ اپنی نظیر میں یکتا اور بے مانند ہے اور بے نیاز ہے اور وہ اکیلا ہے اس کی کوئی بیوی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اولاد ہے اور جب یہ دعا پڑھ چکے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر مل لے اور اس مہینے کے اخیر میں دس رکعتیں پڑھے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور تین دفعہ قل ہو اللہ اور تین دفعہ ہی سورۃ قل یاایھا الکافرون اور جب سلام پھیر چکے تو دعا کے واسطے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ کہے خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ ملک اسی کے لیے ہے اور حمد کے لائق وہی ہے اور وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں نیکی ہے اور ہر چیز پر وہ قدرت رکھتا ہے اور ہمارے سردار پر جو محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور ان کی پاک آل پر خدا کا درود ہو اور خدا پاک کی مدد کے سوا زور اور قوت حاصل نہیں ہوتی پھر جس چیز کی تجھے حاجت ہو خداوند کریم کی درگاہ سے اس کی درخواست کر تیری دعا قبول ہو جائے گی اور تیرے اور دوزخ کے درمیان اللہ جل شانہ ستر خندقیں بنادے گا اور ہر ایک خندق کا چوڑاؤ اس قدر ہو گا کہ جس قدر زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے اور ہر ایک رکعت کے عوض میں ہزار ہزار رکعت کا ثواب تیرے لیے لکھیں گے اور دوزخ کی آگ سے آزادی لکھی جاوے گی اور پل صراط سے با آسانی گزر ہو جائے گا اور سلمانؓ کہتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے اس بیان سے فراغت پائی تو میں سجدے میں گر پڑا اور رونے لگا۔ اور خداوند کریم کا شکر ادا کیا بسبب اس کے کرنے سے ثواب کی اس قدر زیادتی آپ کی زبان مبارک سے سنی یہ روایت کتاب العد

بالسنہ میں ہے۔

ماہ رجب میں پنج شنبہ کے روزے اور اول جمعہ کی رات میں نماز کی بزرگی

شیخ ابوالبرکات ہبتہ اللہ سقطیؒ نے قاضی ابوالفضل جعفر بن یحییٰ بن کمالؒ مکی سے اور وہ عبداللہ حسین بن عبدالکریم بن محمد جزریؒ سے اور وہ ابوالحسن علی بن عبداللہ جہضمؒ ہمدانی سے اور وہ ابوالحسن علی بن محمد بن سعیدؒ السعدی بصری سے اور وہ اپنے والدؒ سے اور وہ عبداللہ صفائیؒ کے بیٹے سے اور وہ حمید الطویلؒ سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ رجب تو خدا کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ رجب خدا کا مہینہ ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مہینہ پروردگار کی رحمت کے واسطے مخصوص ہے اور اس میں جدال اور قتال کرنا حرام ہے اور خداوند تعالیٰ نے اس مہینے میں نبیوں کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اور اپنے دوستوں کو دشمنوں کی شرارت اور ان کے فساد سے نگاہ رکھتا ہے اگر کوئی آدمی اس ماہ میں روزہ رکھے تو اس کی نسبت تین باتیں خداوند تعالیٰ پر واجب ہو جاتی ہیں ایک تو یہ کہ پہلے وہ جس قدر گناہ کر چکتا ہے ان کو بخش دیتا ہے۔ دوسری یہ کہ باقی عمر میں اس کو گناہ کرنے سے محفوظ رکھتا ہے اور تیسری یہ کہ قیامت کے روز اس کو تشنگی اور پیاس سے بچاتا ہے۔ یہ سن کر ایک بوڑھی عمر کا ضعیف آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میں تو پورا مہینہ روزے نہیں رکھ سکتا کیونکہ معذور ہوں۔ آپ نے یہ سن کر اس کو فرمایا کہ تو پہلے دن روزہ رکھ لے اور پھر مہینے کے درمیانی دن میں ایک روزہ رکھ لے اور ایک ہی روزہ مہینے کے آخری دن میں رکھ لے اس سے تجھے اس قدر ثواب عطا ہو گا کہ جس قدر دوسرے لوگوں کو مہینہ بھر روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے مگر اس بات کو یاد رکھ کہ ماہ رجب میں جو پہلے جمعہ آتا ہے اس کی رات کو غافل نہ ہو جانا۔

کیونکہ فرشتوں نے اتفاق کر کے اس رات کا نام لیلتہ الرغائب رکھا ہوا ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ جب تین حصے رات گزر جاتی ہے تو آسمان اور زمین کے تمام فرشتے کعبے اور اس کے گردونواح میں جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکی طرف دیکھتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے فرشتو۔ جس چیز کی تمہیں خواہش ہے وہ مجھ سے مانگ لو تب سب فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خداوند ہماری آرزو یہ ہے کہ ماہ رجب میں جتنے لوگوں نے روزے رکھے ہیں ان سب کو بخش دے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ رجب کے پہلے پنج شنبہ میں جو آدمی روزہ رکھتا ہے اور مغرب و عشا کے درمیان نماز پڑھتا ہے یعنی جمعہ کی رات میں نماز کی بارہ رکعتیں ادا کرے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور تین دفعہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ اور بارہ دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور ہر دو رکعت کے درمیان فرق کرنے کے واسطے سلام پھیرے اور نماز سے فارغ ہو کر ستر دفعہ میرے اوپر درود بھیجے اور اس میں یہ کہے کہ پروردگار محمد نبی امی اور اس کی آل پر درود بھیج اور سلام اور پھر ایک سجدہ کرے اور اس میں ستر دفعہ یہ کہے فرشتوں اور روحوں کا پروردگار بہت منزہ اور پاک ہے اور اس کے بعد ستر دفعہ سر اٹھا کر یہ کہے اے پروردگار بخش دے اور رحم کر اور میرے ان گناہوں سے درگزر کر جو تو جانتا ہے کیونکہ تو غالب اور بزرگ ہے اور پھر دوبارہ سجدہ کرے اور جو کچھ پہلے سجدہ میں کہا تھا وہی کہے پھر سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے اس کی قسم ہے کہ ایسا کوئی مرد یا عورت نہیں ہے جو اس طرح نماز پڑھے اور خداوند تعالیٰ اس کے سارے گناہ نہ بخش دے اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ اور ریگستان کے ذروں اور پہاڑوں کے وزن اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں اور قیامت کے دن اس کے خاندان میں سے سات سو آدمیوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس پہلی رات ہی اس کی نماز کا ثواب اس کی قبر میں آئے گا اور کشادہ پیشانی اور فصیح زبان سے کہے گا۔ اے میرے دوست تجھے خوشخبری ہو تو نے ہر ایک سختی سے نجات پائی وہ شخص کہے گا کہ تو کون ہے تیرے جیسا خوبصورت آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی کا ایسا شیریں کلام سنا ہے جیسا کہ تیرا ہے اور نہ تیری سی خوشبو کسی سے سونگھنے میں آئی ہے وہ جواب دے گا میں تیری اس نماز کا ثواب ہوں جو تو نے فلاں رات فلاں مہینے فلاں سال میں پڑھی تھی۔ آج کی رات تیری حاجت پوری کرنے کے واسطے تیرے پاس آیا ہوں۔ اور تیری اس تنہائی میں تیرا غم خوار ہوں اور تیری وحشت کو دور کرتا ہوں اور جب صور پھونکا جائے گا تو قیامت کے میدان میں تیرے سر پر سایہ کروں گا پس تجھے خوشخبری ہو کہ تیرا مالک تیری نیکی ضائع نہیں کرے گا۔

ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ کے روزے کی فضیلت

شیخ ابوالبرکات' ہبتہ اللہ سقطیؒ حافظ ابوبکر احمدؒ بن علیؒ بن ثابتؒ خطیب سے روایت کرتے ہیں اور عبداللہؒ بن علیؒ محمد بن بشیر سے اور وہ علیؒ بن عمر حافظ سے اور وہ ابوبکر نصیر جیشون بن موسیٰ خلال سے اور علی بن سعید دیلمی سے اور وہ ضمرہ بن ربیعہ قرشی سے اور وہ ابن شوذب سے اور وہ مطرق وراق سے اور وہ شہر بن حوشب سے اور وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ جو آدمی رجب کی ستائیسویں تاریخ روزہ رکھتا ہے اس کو ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب عطا ہوتا ہے اور یہ پہلا دن ہے جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغمبر کے پاس نازل ہوئے ساتھ پیغمبری کے اور ہبتہ اللہؒ اپنے اسناد میں حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رجب کی ستائیسویں کو عبداللہ بن عباسؓ اعتکاف کی حالت میں صبح کرتے تھے اور ظہر کے وقت تک نماز پڑھتے تھے اور ظہر پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر تک نفل پڑھا کرتے تھے اس کے بعد چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ الحمد اور ایک دفعہ معوذتین اور تین دفعہ اِنَّا اَنْزَلْنٰا اور پچاس دفعہ قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے اور عصر تک دعا مانگتے رہا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ پیغمبر ﷺ بھی اس روز ایسا ہی کیا کرتے تھے اور ہبتہ اللہؒ اپنی اسناد میں ابو سلمیٰؓ سے اور ابی ہریرہؓ سے اور وہ سلمان فارسیؓ سے خبر دیتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماہ رجب میں ایک رات اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ اگر کوئی اس دن میں روزہ رکھے اور اس رات نماز میں قیام کرے تو اس شخص کو اس قدر ثواب ملتا ہے کہ جس قدر سو برس کے روزہ دار کو اور اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا کہ سو برس کے شب بیدار کو اور یہ رات ماہ رجب کی آخری تین راتوں میں سے ایک رات ہے اور یہ دن وہ ہے جس میں اللہ کے رسول مقبول ﷺ پر پیغمبری نازل ہوئی تھی۔

روزوں کے آداب

جو آدمی روزہ رکھے اس کو گناہوں سے بچنا لازم ہے اپنے روزے کو خدا کے خوف سے پورا کرے۔ شیخ ہبتہ اللہ نے حسن بن احمد بن عبداللہ فقیر حنبلیؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ محمد بن احمد حافظؒ سے اور وہ حسین بن جعفر واعظؒ سے اور وہ احمد بن عیسیٰ بن مسکنؒ سے اور وہ ابن اسحاقؒ سے جو ملقب بالحسان تھے اور وہ اسحاق بن زریں راسبی سے اور وہ اسماعیل بن یحییٰؒ سے اور وہ مسعر بن کدامؒ سے اور وہ عطیہؒ سے اور وہ ابو سعید خدریؓ سے راوی ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ رجب کا مہینہ حرام مہینوں میں سے ہے اور چھٹے آسمان پر اس مہینے کے دن لکھے ہوئے ہیں اگر کوئی آدمی رجب کے دنوں میں ایک روزہ رکھے اور پرہیزگاری سے اس کو پورا کرے تو وہ روزہ اور وہ دن دونوں اس بندے کے لیے اللہ سے بخشش مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار اس کو بخش دے اور اگر پرہیزگاری کے ساتھ اس کا روزہ پورا نہیں ہوتا تو پھر اس کے لیے بخشش نہیں مانگتے اور اس شخص کو کہتے ہیں کہ تیرے نفس نے تجھے دھوکا دیا ہے اور اعرج حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزہ انسان کے واسطے ایک ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی آدمی روزہ رکھے تو وہ روزہ میں جہالت نہ کرے اور اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ اس کو یہ جواب دے کہ صاحب میں تو روزہ دار ہوں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ جو شخص جھوٹ اور بدعمل نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانے پینے ترک کرنے کی حاجت نہیں اور روایت ہے حسنؓ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دوزخ کی آگ سے بچنے کے واسطے انسان کے لیے روزہ ایک ڈھال ہے مگر ڈھال تب تک ہے کہ روزہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول یہ ڈھال کیونکر پھٹ جاتی ہے آپ نے فرمایا جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ کھانے اور پینے کے ترک کردینے سے روزہ نہیں ہے بلکہ فحش اور لغو باتوں کے ترک کردینے سے اور شیخ ابونصر محمدؒ بن بناء اپنے باپ شیخ ابو علی بن احمدؒ بن عبداللہؒ بن بناءؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ محمد حافظؒ سے اور وہ عبداللہؒ سے اور وہ جعفر بن محمد حمال سے اور وہ سعید بن عتبہؒ سے اور وہ بقیہ بن خلفؒ سے.........اور وہ محمد بن حجاجؒ سے اور وہ خاقانؒ سے اور وہ انس بن مالکؓ سے راوی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں روزے اور وضو کو توڑ دیتی ہیں اور وہ یہ ہیں جھوٹ۔ چغلی۔ غیبت۔ شہوت کی نظر سے دیکھنا۔ جھوٹی قسم کھانی

اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کا گوشت کھا کر دن گزارے تو وہ روزہ دار نہیں اور ابو نصر اپنے باپ سے اور وہ حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی غور سے عورت کی پشت پر

کپڑوں پر سے نظر کرے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے اور ابو نصر اپنی اسناد میں سلیمان بن موسیٰ سے راوی ہیں کہ جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی روزہ رکھے تو وہ یہ کرے کہ اپنے کانوں کو (نالائق باتوں کے سننے سے) بچائے اور اپنی آنکھوں کو (بری جگہ کے دیکھنے سے) نگاہ رکھے اور اپنی زبان کو جھوٹ اور حرام سے بچائے اور اپنے ہمسائیوں کو ایذا نہ دے اور بردباری اور آرام اختیار کرے اور روزے اور افطار کے دن کو برابر اور یکساں نہ کردے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ ان کو اپنے روزہ سے بھوک پیاس ہی نصیب ہوتی ہے اس کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ رات کے وقت عبادت کرتے ہیں اور اس قیام اور قعود سے ان کو شب بیداری ہی نصیب ہوتی ہے کچھ ثواب نہیں ملتا اور اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی ایسا ہے کہ اس کے کام سے عرش کانپ اٹھتا ہے اور خدا کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے اور یہ وہ آدمی ہے جو اپنے روزے اور نماز سے لوگوں کی خوشی چاہتا ہے یعنی دنیا حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے خداوند تعالیٰ کی رضامندی مقصود نہیں ہوتی اور اللہ کے رسول نے خبر دی ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہارا اچھا شریک ہوں اور اگر کوئی آدمی اپنے عمل میں میرے سوا دوسرے کو شریک کرے گا تو اس کا وہ عمل اسی دوسرے کے لیے ہوگا اور میں اس کو قبول نہیں کروں گا اگر قبول کروں گا تو اسی چیز کو قبول کروں گا جو خاص میری پاک ذات کے واسطے کی گئی ہوگی اے آدم کے فرزند میں قسمت بانٹنے والوں میں سے بہتر قسمت بانٹنے والا ہوں۔ جو عمل تو نے غیر کے واسطے کیا ہے اس کو دیکھ لے اس کا عوض اس پر واجب ہے۔ جس کے واسطے تُو نے کیا ہے اور پیغمبر ﷺ اپنی دعا مانگا کرتے تھے کہ اے میرے پروردگار میری زبان کو جھوٹ سے پاک کر اور میرے دل کو نفاق سے بچا اور میرے عمل کو ریاکاری اور آنکھوں کو خیانت سے پاک کر۔ کیونکہ تو آنکھوں کی خیانت کو اور ان چیزوں کو جو سینوں میں پوشیدہ ہیں جانتا ہے پس روزہ دار کو لازم ہے کہ ادب اختیار کرے اور ریا سے بچے اور اس کے روزے اور تمام عبادات کو نہ خلقت دیکھے اور نہ معلوم کرے تاکہ دنیا اور آخرت میں اس کو ٹوٹا نہ ہو اور شیخ ابو نصر اپنے باپ سے اور وہ ابو فراش سے اور وہ عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تمام عمر روزہ رکھا ہے مگر عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دنوں میں روزہ نہیں رکھا اور داؤد علیہ السلام نے بھی اپنی نصف عمر روزہ رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ میں تین دن روزے رکھا کرتے تھے۔ اس حساب سے گویا انہوں نے تمام عمر روزہ رکھا ہے (کیونکہ ہر ایک نیکی دس گنا زیادہ ہو جاتی ہے) اور تمام عمر افطار بھی کیا اور شیخ ابو نصر اپنی اسناد میں اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ محمد بن منکدر سے اور وہ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ صحرائی لوگوں میں سے ایک آدمی رسولِ مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ اے اللہ کے رسول آپ مجھے اپنے روزہ کی کیفیت بیان فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور جب حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کا یہ حال ملاحظہ فرمایا۔ تو اس آدمی کو ڈرایا اور جھڑکا اور گفتگو کرنے سے منع کر کے خاموش کرایا اور جب رسول مقبول ﷺ کا غصہ اتر گیا تو حضرت عمرؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے خدا کے رسول میں آپکے قربان جاؤں اگر کوئی سال بھر روزے رکھے تو اس آدمی کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ نہ اس نے روزہ رکھا ہے نہ افطار کیا ہے پھر حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اگر کوئی آدمی ہر ایک مہینے میں تین دن روزے رکھے تو اس کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ایسا ہے کہ گویا وہ تمام عمر ہی روزے رکھتا ہے پھر حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اے خدا کے رسول اگر کوئی آدمی دوشنبہ اور پنج شنبہ کے دن روزے رکھے تو اس کا کیا حال۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ پنج شنبہ کے دن لوگوں کے اعمال نامے آسمان پر لے جائے جاتے ہیں اور دوشنبہ وہ دن ہے۔ جس دن خدا نے مجھ کو پیدا کیا اور مجھ پر اسی دن وحی نازل ہوئی۔

روزہ افطار کرنے کا بیان

جب روزہ افطار کرنے کا وقت پہنچے تو اس وقت یہ پڑھے۔ میں خدا کے نام پر شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ میں نے تیرے واسطے روزہ رکھا ہے اور تیرے ہی رزق سے اب افطار کرتا ہوں تُو پاک ہے اور میں تیری تعریف کرتا ہوں اے اللہ تُو مجھ سے قبول کر کیونکہ تُو سب کچھ سننے والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ روزے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے رحمت کی درخواست کرتا ہوں جو سب کو شامل ہے۔ مجھ پر اپنی رحمت نازل کر اور ابی عالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ یہ کہا کرتے تھے اگر کوئی روزہ افطار کرنے کے وقت یہ کہے کہ اس خدا کے واسطے حمد ہے جو بزرگ اور غالب ہے اور اس خدا کے واسطے حمد ہے جو دیکھتا ہے اور نیکی کی توفیق دیتا ہے اور اس خدا کے واسطے حمد ہے۔ جو مالک اور قادر ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں جو مردہ مخلوق کو پھر زندہ کرے گا۔ تو اس آدمی کے سب گناہ معاف کئے جاتے ہیں

اور وہ اس طرح پاک اور صاف ہو جاتا ہے کہ گویا وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ مصعب بن سعیدؒ عبداللہ بن زبیرؓ سے اور وہ سعد بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ جب کسی صحابی کے پاس روزہ افطار کرتے تھے تو اس وقت آپ یہ فرمایا کرتے تھے۔ روزہ دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں اور نیکو کار لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔

ماہ رجب میں دعا کرنے کا بیان

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ماہ رجب میں دعاء کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کی لغزشیں بھی معاف ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی اس مہینہ میں گناہ کرے اس پر دو چند عذاب ہوتا ہے۔ امام ہبتہ اللہؒ قاضی ہناو بن ابراہیم نسفیؒ سے اور وہ عبدالقاہر بن عمر جزریؒ سے اور وہ ہبتہ اللہؒ سے اور وہ محمد بن فرخانؒ سے اور وہ احمد بن حسینؒ بن سعید انباری سے اور وہ ابراہیم بن فراشؒ سے اور وہ عمرو بن سمرہؒ سے اور وہ موسیٰ بن عباسؒ سے اور وہ اصبغؒ سے اور وہ بنانہؒ سے اور وہ حسین بن علیؓ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم طواف کر رہے تھے کہ اچانک ایک آواز آئی اور وہ یہ تھی کہ اے خدا جو تاریکیوں میں عاجزوں کی دعا قبول کرتا ہے اور غم اور بلا اور بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ تیرے مہمانوں نے خانہ کعبہ اور حرم کے گرد رات بسر کی ہے اور ہم دعاء کرتے ہیں اور اللہ پاک کی آنکھ نہیں سوتی۔ اپنے کرم اور فضل سے میری خطاء اور گناہ معاف کر دے اور سب مخلوق تیری رحمت کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے۔ اگر تیری رحمت نے گناہ گاروں کی دستگیری نہ کی تو کون گناہ گاروں پر نعمت بخشے گا۔ حسین بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت علیؓ نے مجھے فرمایا کہ اے حسینؓ کیا تو اس گناہ گار کا گریہ نہیں سنتا جو اپنے گناہوں پر رو رہا ہے اور اپنے رب کے سامنے اپنے نفس پر عتاب کر رہا ہے۔ چل کر اس کی تلاش کر۔ امید ہے کہ وہ تجھ کو مل جائے۔ اس لیے میں نے فوراً اس کی تلاش کی اور اچانک اس کو پالیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نیک رو اور پاک آدمی ہے اور اس کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی ہے۔ جب میں نے اس کو غور سے دیکھا تو اس کی دائیں جانب خشک ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ تجھے امیرالمومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب بلاتے ہیں۔ پس وہ گھسٹتا ہوا امیرالمومنین حضرت علی کے پاس آیا آپ نے اس شخص سے اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا کہ جو آدمی عذاب میں گرفتار ہو اور اپنے عیال کے حقوق ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس آدمی کا کیا حال ہو گا۔ آپ نے اس سے اس کا نام دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ میرا نام منازل بن لاحق ہے آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنا قصہ بیان کر۔ اس نے عرض کی کہ میں عرب میں لہو و لعب میں مشہور تھا اور میدان عرب کے گرد و نواح میں بے خوف ہو کر جس طرف کو چاہتا تھا اسی طرف کو گھوڑا دوڑایا کرتا تھا اور غفلت میں بے ہوش رہتا تھا۔ کبھی ہوش نہیں آتی تھی اور اگر توبہ کرتا تھا۔ تو وہ قبول نہیں ہوتی تھی یعنی اس پر ثابت قدمی نہیں رہتی تھی اور خدا کی طرف بازگشت مقبول نہیں ہوتی تھیں اور رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمیشہ گناہ کیا کرتا تھا اور میرا باپ شفیق اور بڑا نرم دل تھا وہ میری لغزشوں اور گناہوں سے مجھ کو خوف دلایا کرتا تھا اور فرمایا کرتا تھا اے بیٹا کہ خداوند تعالیٰ کی گرفت بہت ہی سخت ہے اور اس کا غضب اور قہر بڑا خوفناک ہے اور ایذا دینے والا ہے۔ جو آگ سے عذاب دیتا ہے اس کے حکم سے روگردانی نہ کر۔ اور بہت لوگ تیرے ظلم سے نالاں ہیں اور خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں انکے ہاتھ بلند ہو رہے ہیں اور تیرے مظالم کی فریاد کر رہے ہیں اور بہت سے مقرب فرشتے تجھ سے نالاں ہیں اور جن مہینوں اور دنوں میں جنگ کرنا حرام ہے تُو نے ان دنوں میں ظلم کیا ہے۔ میرا باپ تنبیہہ کے واسطے اکثر مجھ کو لعنت ملامت کیا کرتا تھا اور میں اپنے والد کو مارا کرتا تھا۔

آخر کار ایک دن میں اپنے والد کے پاس سے گزرا۔ اور انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ میں روزہ رکھوں گا مگر افطار نہیں کروں گا اور نماز پڑھوں گا اور نہیں سوؤں گا۔ پس آپ نے ایک ہفتہ بھر روزے رکھے اور پھر ایک اونٹ پر سوار ہو کر جو ابلق سرخ اور سفید تھا حج اکبر کے دن مکہ تشریف لائے اور جاتے ہوئے مجھے یہ کہا کہ میں خانہ کعبہ کی طرف جاتا ہوں اور وہاں تجھ پر خداوند تعالیٰ کے ہاں بددعا کروں گا۔ پس میرے والد جب مکہ میں تشریف لائے تو آتے ہی اس کے پردوں سے لپٹ گئے اور میرے حق میں بددعا فرمائی اور کہا اے اللہ دور سے حاجی لوگ تیری طرف آتے ہیں اور تیری بزرگ مہربانی کی امید رکھتے ہیں تو یگانہ ہے اور بے نیاز ہے اور میرا بیٹا منازل میری نافرمانی کرتا ہے اور اس سے باز نہیں آتا اس۔ لیے تو میرے حق کے واسطے میرے لڑکے سے مواخذہ کر اور اپنی بخشش اور برکت کے ذریعہ اس کے پہلو کو شل کر دے یعنی اس کا ایک پہلو مارا جائے اور فرمایا اے اللہ نہ تجھ کو کسی نے جنا ہے اور نہ ہی تو کسی کو جنتا ہے۔ میری اس دعاء کو قبول فرما۔ جس نے آسمان کو بلند کیا ہے اور پانی کو زمین سے نکالا ہے مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ ابھی تک اس کی دعاء پوری نہیں ہوئی تھی کہ میرا داہنا بازو شل ہو گیا او۔ میں

ایسا ہو گیا جیسے سوکھی لکڑی اور حرم کے ایک گوشہ میں گر پڑا۔ اور وہیں پڑا رہ گیا۔ صبح اور شام لوگ میرے پاس آتے اور گزرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ وہی آدمی ہے جس کے حق میں خداوند تعالیٰ نے اس کے باپ کی دعاء قبول فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ حال ہونے کے بعد تیرے باپ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین میں نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کی جب وہ مجھ سے راضی ہو گیا کہ جس جگہ میرے حق میں آپ نے بددعا کی ہے اب وہیں جا کر میرے حق میں نیک دعا کرو۔ تو انہوں نے میری اس درخواست کو قبول کیا اور وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ پس میرے والد ایک اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے جب وادی اراک میں پہنچے تو اس جگہ ایک درخت سے ایک پرندہ اٹھا اور سواری کی اونٹنی اس سے ڈری اور ڈر کر بھاگی اور میرے والد اس اونٹنی سے گر پڑے۔ اور گرتے ہی مر گئے اس کے بعد حضرت علیؓ نے اس کو فرمایا کہ میں نے رسول مقبول ﷺ سے ایک دعا سنی تھی۔ وہ میں تجھے سکھلاتا ہوں ایسا کوئی غمناک نہیں ہو گا کہ وہ اس کو پڑھے اور اس کا غم دور نہ ہو جائے اور کوئی رنجور ہو کر اگر اس کو پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کے رنج کو دور کر دیتا ہے۔ یہ سن کر اس نے عرض کی کہ وہ دعا آپ مجھے بتلائیں۔ پس آپ نے اس کو وہ دعا سکھلائی۔ حسین بن علیؓ کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے اس دعا کو پڑھا اور دوسرے روز ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بیماری سے شفا دے دی اور صحیح سلامت ہو کر ہمارے پاس چلا آیا گویا اس کو کبھی بیماری لاحق ہی نہ ہوئی تھی اور جب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے وہ دعا کس طرح پڑھی تھی۔ جواب دیا کہ جب "میری آنکھوں میں آرام آ گیا۔ اس وقت میں نے ایک دفعہ اور دوسری دفعہ اور تیسری دفعہ اس دعا کو پڑھا۔ اس کے بعد ایک پکارنے والے نے مجھے پکار کر کہا اللہ تعالیٰ تیرے لیے کافی ہے تو نے اسم اعظم پڑھ کر دعا مانگی ہے اور جب کوئی اس طریق سے دعا مانگتا ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے اور جو کچھ مانگتا ہے وہ اس کو دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ میں نے خواب میں اللہ کے رسول کو دیکھا اور وہی دعا ان کے سامنے پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا کے بیٹے علیؓ نے سچ کہا ہے کہ اس دعاء میں اللہ جل شانہ کا وہ اسم اعظم ہے جب اس کو پڑھ کر دعاء کی جاتی ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے اور جو سوال کیا جاتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے اس لیے پھر دوبارہ میری آنکھوں پر نیند غالب ہوئی اور پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ ان کی خدمت میں میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول اس دعا کو میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا تو کہہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تو پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اپنی قدرت سے تو نے آسمان کو بلند کیا ہے اور اپنی عزت سے زمین کے فرش کو بچھایا ہے۔ آفتاب اور ماہتاب میں تیری ہی بندگی کے نور چمک رہے ہیں۔ ہر مومن اور پاک نفس کے آگے تو ہی آنے والا ہے۔ اور اے ڈرنے والوں کو خوف سے آرام دینے والے۔ اے اللہ تیری ہی جناب میں لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو غلامی سے تو نے ہی نجات دی تھی۔ تیری بارگاہ معلے پر کوئی دربان نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس میں داخل ہونے کی اجازت ہے تیرا کوئی ہم صحبت نہیں اور نہ ہی نیابت کرنے والا کوئی تیرا وزیر ہے اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور پروردگار ہے کہ مخلوق اس کو یاد کرے تو ہی ہے جو لوگوں کی حاجتوں پر اپنے کرم اور اپنی بخشش سے نظر کرتا ہے محمد اور اس کی آل پر درود بھیج اور میرا سوال پورا کر دے کیونکہ تو ہر ایک چیز پر قادر ہے (اس شل آدمی کا بیان ہے کہ) اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے آپ کو بیماری سے صحیح سلامت پایا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس دعا کو تم لازم پکڑو۔ کیونکہ یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ عمر بن خطابؓ وغیرہ کے زمانے کی ایک طویل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی عقلمند اپنے گناہوں اور ظالموں اور مظلوم کی بددعا کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھے تحقیق پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے قیامت کے دن تاریکیاں ظلم ہی ہوں گی اور فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ اس کی درگاہ میں اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کو اس سے شرم آتی ہے کہ اس کی دعا کو رد کر دے اور اس کو خالی ہاتھ واپس لوٹا دے۔ دعا کے بعد فی الفور دنیا میں ہی اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے یا قیامت پر اس کو موقوف رکھتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ اس بات میں فرماتے ہیں کہ

کرم بین ولطف خداوندگار۔ گناہ بندہ کرد است واو شرمسار۔ اور نظامی علیہ الرحمۃ کا یہ مقولہ ہے تو گفتی ہر آنکس کہ در رنج و تاب۔ دعائے کند من کنم مستجاب ایک اور عربی کے شعر کا اس باب میں یہ مضمون ہے کہ اے فلاں تو دعا کو سنتا ہے اور اس کو حقیر جانتا ہے۔ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ دعاء نے کیا اثر کیا ہے رات کے تیر خطا نہیں جاتے اور ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے اس وقت پر دعاء کا پورا ہونا لازمی ہے

شعبان کے مہینے کی فضیلت اور آدھی رات کی برکتوں کا بیان

شیخ ابو نصر محمد اپنے باپ علی حسین سے اور وہ ابو الحسن علی بن عمر بن حفص بن جعفر مقری سے اور وہ ابو الفتح حافظ سے اور وہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ شافعی سے اور وہ اسحاق بن حسن سے اور وہ عبد اللہ بن سلمہ سے اور وہ مالک بن انس سے اور وہ ابی نصر مولی عمر بن عبد اللہ سے اور وہ ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے اور وہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی زوجہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ جب خدا کے رسول مقبول ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے۔ تو مجھے یہ گمان ہوتا تھا کہ اب اپنے روزے کو کبھی افطار نہیں کریں گے اور جب افطار کرتے تھے تو پھر مجھ کو ایسا خیال ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ ہی نہیں رکھیں گے اور رمضان کے سوا کسی مہینے میں میں نے آپ کو پورے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور رمضان کے سوا شعبان کے مہینے میں جسقدر روزے رکھتے تھے اس سے زیادہ کسی اور مہینے میں نہیں رکھتے یہ صحیح حدیث ہے اور اس کو بخاری نے عبد اللہ بن یوسف سے بیان کیا ہے اور وہ مالکؒ سے اور وہ ابو نصرؒ سے اور وہ محمد سے اور وہ اپنے باپ سے اسی سند کے ساتھ وہ ہشام بن عروہ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ آپ روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ نہیں افطار کریں گے اور افطار کرتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ روزہ نہیں رکھیں گے اور عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ رسول مقبول ﷺ شعبان میں روزہ رکھنے کو بہت دوست جانتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے آپ سے پوچھا کہ شعبان کے روزوں کو آپ دوست رکھتے ہیں۔ اس کا کیا باعث ہے آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ جن لوگوں نے اس سال میں مرنا ہوتا ہے ملک الموت ان کے نام کو اس مہینے میں لکھ لیتا ہے اس لیے مجھ کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اگر میرا نام بھی اس فہرست میں لکھا جائے کو ہو تو اس وقت میں روزے سے ہوں اور ابو نصرؒ محمد سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ عطا ابن یسارؒ سے اور وہ حضرت ام سلمہؓ سے راوی ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ رمضان سے بعد جس قدر شعبان میں روزے رکھتے تھے اتنے کسی اور مہینے میں نہیں رکھتے تھے اور یقیناً جو اس سال میں مرتا ہے۔ اس کا نام شعبان کے مہینے میں زندوں کی فہرست میں نکال کر مردوں کی فہرست میں داخل کیا جاتا ہے اور تحقیق البتہ کوئی شخص سفر کرتا ہے حالانکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں ہوتا ہے اور ابو نصر اپنے باپ سے اور وہ ثابت سے اور وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ روزوں میں سے بہتر روزے کون سے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ شعبان کے روزے واسطے تعظیم روزوں رمضان کے اور وہ ابو نصر سے اپنے باپ معویہ بن صالح سے اور وہ عبد اللہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ پیغمبر ﷺ کے نزدیک شعبان کا مہینہ زیادہ دوست ہے اور یہ رمضان شریف کی قربت کے سبب سے ہے اور عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی شعبان کے آخری دوشنبہ کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا یعنی آخری دوشنبہ اس ماہ کا تا کہ آخری دن مہینے کا اس واسطے کہ ماہ رمضان سے پہلے ایک دو دن روزہ رکھنا منع ہے اور انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ شعبان نام اس واسطے پڑا ہے کہ اس میں بہت سی نیکیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اور رمضان کا اس واسطے رمضان نام رکھا گیا ہے کہ اس میں سب گناہ سوختہ کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بہتر پیدائش

اللہ جل شانہ فرماتا ہے (جس چیز کو چاہتا ہے اسے پروردگار پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے برگزیدہ کرتا ہے) اللہ جل شانہ نے اپنی پیدائش میں سے چار چیزوں کو چنا ہے پھر ان میں سے ایک کو سب فرشتوں میں سے چار کو برگزیدہ کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام' میکائیل علیہ السلام' اسرافیل علیہ السلام' عزرائیل علیہ السلام اور پھر ان میں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو۔ اور نبیوں میں سے برگزیدہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ اور پھر ان میں سے حضرت محمد ﷺ کو چن لیا ہے۔ اور صحابہ میں سے برگزیدہ کیا ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ اور پھر ان میں سے حضرت ابو بکرؓ کو برگزیدہ کیا ہے اور مسجدوں میں سے برگزیدہ کی گئی ہیں۔ مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد مدینہ شریف۔ مسجد طور سینا اور ان میں سے مسجد حرام کو برگزیدہ کیا ہے اور دنوں میں سے سب سے بہتر ہیں۔ عید الفطر' عید الاضحیٰ' عرفہ اور روز عاشورہ۔ اور پھر ان میں سے عرفہ کے دن کو ترجیح دی ہے اور راتوں میں سے شب برات۔ شب قدر۔ شب جمعہ۔ شب عید پسند کی ہیں اور پھر ان چاروں میں سے شب قدر کو زیادہ فضیلت دی ہے اور مقاموں میں سے چار مقاموں کو فضیلت دی ہے مکہ' مدینہ' بیت المقدس' مساجد الشائی اور پھر ان میں

سے مکہ کو بزرگی دی اور پہاڑیوں میں سے چار پہاڑوں کو بزرگی دی ہے۔ احد۔ سینا۔ لکام اور لبنان اور پھران میں سے طور سینا کو برگزیدہ کیا ہے اور دریاؤں میں ان چاروں کو فضیلت دی ہے۔ جیحون۔ سیحون۔ فرات اور نیل اور پھران سے فرات کو افضل کہا ہے اور مہینوں میں سے چار مہینے برگزیدہ کئے ہیں۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ محرم اور پھران میں سے شعبان کو زیادہ بزرگی بخشی ہے اور اس کو نبی ﷺ کا مہینہ قرار دیا ہے اور جس طرح محمد ﷺ سب پیغمبروں سے افضل ہیں اسی طرح ان کا مہینہ بھی سب مہینوں سے افضل ہے اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رجب خدا کا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے اور شعبان گناہ سے کنارہ کرنے والا ہے اور رمضان آدمی کو پاک کرتا ہے اور پیغمبر نے فرمایا ہے کہ شعبان۔ رجب اور رمضان کے درمیان ایک مہینہ ہے اور اس کی فضیلت سے لوگ غافل ہیں۔ اس مہینہ میں بندوں کے عمل اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اس لیے میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ جب میرے عمل اٹھائے جائیں تو اس وقت میں بھی روزے سے ہوں۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماہ رجب کی بزرگی باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی کہ سب کلاموں پر قرآن شریف کی بزرگی ہے اور شعبان کی بزرگی باقی سب مہینوں پر ایسی ہے جیسی کہ تمام نبیوں پر مجھ کو بزرگی دی گئی ہے اور رمضان کی بزرگی باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی کہ تمام مخلوقات پر خدا کی بزرگی ہے اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ کے بزرگ اصحاب جب شعبان مہینہ کا چاند دیکھا کرتے تھے تو اس وقت قرآن پڑھا کرتے تھے اور اپنے مال سے مسلمان زکوٰۃ بھی نکالتے تھے تاکہ غریب اور مسکین لوگ اس سے آسودہ ہوں اور رمضان کے روزے رکھنے کے لیے انہیں قدرت ہو جاوے اور حاکم قیدیوں کو بلاتے تھے ان میں سے جو شرع کی حد جاری کرنے کے قابل ہوتے تھے ان پر حد جاری کی جاتی تھی اور باقی لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے اور سوداگر بھی اس مہینے میں اپنا قرضہ ادا کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو جو کچھ وصول کرنا ہوتا تھا اسے وصول کر لیتے تھے اور جب ماہ رمضان کا چاند نظر آتا تھا تو لوگ غسل کرتے اور اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔

شعبان کا بیان

لفظ شعبان میں پانچ حرف ہیں۔ ش۔ ع۔ ب۔ ا۔ ن۔ اور ان پانچوں میں ایک ایک بزرگی کی طرف اشارہ ہے۔ ش سے تو شرف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ع سے عُلُوّ بلندی کی طرف اشارہ ہے اور ب سے بِرّ یعنی نیکی کی جانب اور الف سے الفت کی جانب اور ن سے نور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر بڑی بڑی عطائیں ہوتی ہیں اور ان پر نیکیوں کا دروازہ کھولا جاتا ہے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ خطائیں معاف کی جاتی ہیں۔ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ محمد ﷺ پر جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں کثرت سے درود بھیجتا ہے اور نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے لیے یہ مہینہ خاص کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو۔ تم بھی اس پر درود بھیجو اور سلام جو بھیجنے کے لائق ہیں) اللہ تعالیٰ کے درود سے رحمت مراد ہے اور فرشتوں کے درود سے شفاعت اور استغفار اور مسلمانوں کے درود سے دعاء اور ثناء اور مجاہد کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے درود بھیجنے سے یہ مراد ہے کہ اللہ نیکی کی توفیق دے اور گناہ سے محفوظ رکھے اور فرشتوں کے درود سے مدد اور نصرت مراد ہے اور مسلمانوں کے درود سے مراد پیروی کرنی اور حرمت کرنی ہے اور ابن عطاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے نبی پر درود بھیجنا اس کے وصال کا ہونا ہے اور فرشتوں کی طرف سے دل کی نرمی ہے اور مسلمانوں سے فرمانبرداری اور محبت اور اس کے سوا یہ بھی کہا ہے کہ نبی پر خداوند تعالیٰ کا درود ان کی بزرگی اور حرمت کا اظہار کرتا ہے اور ان پر فرشتوں کے درود کا ہونا کرامت کا اظہار ہے اور امت کا درود شفاعت طلب کرتا ہے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک دفعہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔ پس ہر ایک عقل مند کو لازم ہے کہ اس مہینے میں غفلت نہ کرے اور ماہ رمضان کے استقبال کے لیے اس میں مستعد رہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور جو کچھ فوت کر چکا ہے اس کی تلافی میں مشغول ہو اور شعبان کے مہینے میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں الحاح اور زاری کرے اور صدق دل سے اس کی طرف رجوع ہو اور اس مہینے کے صاحب کی طفیل جو محمد ﷺ ہیں خداوند تعالیٰ سے رحمت مانگے تاکہ وہ اس کے فساد کو دور کرے اور اس کے باطن کی مرض کی دوا ہو۔ اور ان کاموں کو کل پر موقوف نہ رکھے کیونکہ اصل میں تین ہی دن ہیں ایک تو کل کا دن ہے جو گزر گیا اور دوسرا موجودہ دن ہے یعنی آج کا یہ کام کرنے کے واسطے ہے اور تیسرا آئندہ ہے یہ امید کا دن ہے اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ آئندہ دن میں میں سلامت رہوں گا یا نہیں۔ پس جو دن گزر گیا ہے وہ تو نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے ہے اور موجودہ دن غنیمت ہے اور آئندہ

دن خطرہ میں ہے شاید اس کو پائے یا نہ پائے ان تین مہینوں کا حال بھی ایسا ہی ہے رجب گزر جاتا ہے اور رمضان کی انتظار ہوتی ہے اور یہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے آنے تک میں زندہ رہوں گا یا نہ رہوں گا اور شعبان ان دونوں کے درمیان ہے یہ مہینہ حاصل ہو تو اس میں خدا کی عبادت اور اطاعت کرنے کو غنیمت جانو۔ پیغمبر ﷺ نے ایک دفعہ عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کو نصیحت کی۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں سے پہلے ان پانچ چیزوں کو غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی کو۔ بیماری سے پہلے تندرستی کو۔ فقیری سے پہلے تونگری کو شغل سے پہلے فراغت کو موت سے پہلے زندگی کو۔

شب برات کی فضیلت اور اس کی رحمت اور کرامت اور فضائل کا بیان میں جو اس رات کے ساتھ مخصوص ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روشن کتاب کی قسم میں نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل کیا ہے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حم سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا ہونا قیامت تک خداوند تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے اور پھر روشن کتاب کی قسم کھائی یعنی قرآن شریف کی اور فرمایا کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے اور وہ مبارک رات شعبان مہینے کی وسط ہے اور رات شب برات ہے اور اکثر مفسروں نے ایسا ہی بیان کیا ہے اور عکرمہ کہتے ہیں۔ کہ وہ رات شب قدر ہے اور خداوند کریم نے قرآن شریف میں بہت سی چیزوں کو مبارک نام سے موسوم کیا ہے۔ منجملہ ان کے قرآن بھی ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے (یہ ذکر مبارک ہے جس کو ہم نے بھیجا ہے یعنی قرآن اور اس کی برکتوں میں سے ایک برکت یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی قرآن پڑھے اور اس پر ایمان لائے تو وہ سیدھی راہ پالیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے اس کو نجات مل جاتی ہے اور اس کی برکتیں اس کے بزرگوں اور اس کے لڑکوں تک جا پہنچتی ہیں اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی قرآن پڑھے اور اپنا دلی خیال اس پر اچھی طرح جما دے تو اس کی برکت کے سبب سے خداوند تعالیٰ اس کے ماں باپ کے عذاب کو ہلکا کر دیتا ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ جل شانہ نے پانی کو بھی مبارک کہا ہے فرمایا ہے (ہم نے آسمان سے مبارک پانی اتارا) اور پانی میں بڑی برکت یہ ہے کہ اس پر سب چیزوں کی زندگی کا مدار ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے سب چیزوں کو پانی سے زندہ کیا ہے۔ کیا تم ایمان نہیں لاتے ہو) اور پانی میں دس لطافتیں بیان کی گئی ہیں رقت۔ نرمی۔ قوت۔ لطافت۔ صفائی۔ حرکت۔ طراوت۔ سردی۔ فروتنی۔ زندگی اور عقلمند مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ان لطافتوں کو پیدا کیا ہے۔ رقت قلب۔ نرمی خلق۔ بندگی کی قوت۔ لطافت نفس۔ عمل کی صفائی نیکی کی جانب حرکت۔ آنکھوں میں تری۔ گناہوں کی سردی۔ خلقت کے ساتھ فروتنی اور حق بات کے سننے سے زندگی پانی اور زیتون کو بھی خداوند تعالیٰ نے مبارک کہا ہے۔ فرمایا ہے (مبارک درخت زیتون سے) یہ وہی پہلا درخت ہے کہ جس کا حضرت آدم علیہ السلام نے میوہ کھایا تھا اور زمین کی طرف اتارے گئے اور اس درخت میں روغنائی ہے اور کھاتا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے (کھانے والوں کے واسطے یہ سالن کا کام دیتا ہے) اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مبارک درخت سے مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مبارک درخت قرآن ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ ایمان کا نام درخت مبارک ہے اور بعض کا مقولہ ہے کہ اس سے مومن کا نفس مراد ہے۔ جو خدا کی یاد میں آرام پکڑے۔ نیکی کا حکم کرے۔ خدا کے حکم کو بجالائے اور منکر چیزوں سے باز رکھے اور قضا و قدر پر شاکر ہو اور قسمت کے لکھے پر صبر کرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خداوند تعالیٰ نے مبارک نام سے یاد کیا ہے۔ حضرت کا مقولہ ہے میں جس جگہ ہوں اسی جگہ مبارک ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت یہ ہے کہ مریم علیہا السلام ان کی والدہ کے واسطے آپ کی دعا کی برکت سے سوکھے کھجور کے درخت سے تر میوہ پیدا ہوا۔ اور پانی کے چشمہ نے جوش مارا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (اس درخت کے نیچے مریم کو آواز دی کہ تو غمگین نہ ہو۔ اس درخت کے نیچے تیرے پروردگار نے پانی کا چشمہ نمودار کیا ہے اور اس خرما کے درخت کو ہلا اس سے پکی ہوئی کھجوریں تیرے واسطے گریں گی۔ پس تو ان کھجوروں کو کھا اور اس چشمہ سے پانی پی اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر اور مادر زاد اندھوں کو آپ نے بینا کیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کوڑھی آدمی کو شفاء عطاء ہوئی ہے۔ مردوں کو زندگی بخشی اور اس کے سوا اور بھی بہت سی خوبیاں اور معجزے دیئے اور اللہ تعالیٰ نے کعبہ کا نام بھی مبارک رکھا ہے اور ارشاد فرمایا ہے (آدمیوں کی عبادت کے واسطے جو پہلا گھر بنایا گیا ہے وہ مکہ مبارک میں ایک گھر ہے اور اس کی برکتوں میں سے

ایک برکت یہ ہے کہ جو آدمی اس گھر میں جاتا ہے اگر وہ گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا بھی ہو تو جب وہاں سے رخصت ہوتا ہے اس حالت میں ہوتا ہے کہ اس سے گناہوں کا بوجھ ہلکا کردیا جاتا ہے۔ یعنی اس کے سب گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (جو آدمی کعبہ میں آیا وہ امن میں ہو گیا) پس اگر کوئی آدمی خانہ کعبہ میں آئے اور وہ مسلمان ہے اور خداوند تعالیٰ سے ثواب کا طلب گار اور تائب ہے تو خدا تعالیٰ اس کو سب بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اور اس کو اپنی رحمت اور اپنے فضل سے بخش دیتا ہے۔

اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی اس گھر میں داخل ہو جائے تو اس کو کوئی ایذا اور مصیبت نہیں پہنچے گی اور کعبہ کی حرمت کے باعث شکار کا مارنا اور درخت کا کاٹنا حرم میں حرام ہے پس کعبہ کی حرمت اللہ تعالیٰ کی حرمت کی مانند ہے اور مسجد کی حرمت ایسی ہے جیسی کہ کعبہ کی ہوتی ہے اور مکہ کی حرمت مسجد کی حرمت کی مانند ہے اور مسجد حرام کی حرمت ایسی ہے جیسی مکہ کی حرمت ہے۔ جیسے فرمایا ہے کہ کعبہ اہل مسجد کا قبلہ ہے اور مسجد مکہ والوں کا قبلہ ہے اور جو خاص مکہ ہے اہل حرم کا قبلہ ہے اور حرم تمام دنیا والوں کا قبلہ ہے۔

جیسے کبد اور کمد بمعنی غم آیا ہے اور لازب اور لازم چسپد کے معنوں میں ہے (اور اس کا نام اس واسطے بھی مکہ رکھا گیا ہے کہ ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں اس جگہ خم ہوتی ہیں اور مکہ کے لغوی معنی بھی گردنوں کا جھکنا ہے) اور شب برات کا نام مبارک اس واسطے رکھا گیا ہے کہ اس رات میں لوگوں پر رحمت اور برکت اور خیر اور درگزر اور بخشش نازل ہوتی ہے ابو نصرؒ اپنے باپ سے اس کی خبر دیتے ہیں۔ اور وہ محمد ﷺ سے اور وہ عبد اللہؓ بن محمد سے اور وہ اسماعیلؓ بن عمرؓ بجلی سے اور وہ عمر بن موسیٰ وجہی سے اور وہ زیدؓ بن علی سے اور وہ اپنے باپوں سے اور وہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے اور وہ پیغمبر خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے شعبان کی درمیانی رات میں دنیا کے آسمان کی طرف اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے اور ہر ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے مگر ان لوگوں کو نہیں بخشتا۔ یعنی مشرک۔ کینہ رکھنے والا۔ قطع رحم کرنے والا۔ زنا کرنے والی عورت اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ یحییٰؒ بن سعید سے اور وہ عروہؓ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماہ شعبان کی درمیانی رات میں پیغمبر ﷺ میری چادر سے باہر نکلے اور خدا کی قسم نہ تو وہ ابریشم کی تھی۔ نہ قزکی' نہ کتان کی اور نہ خز کی اور نہ صوف کی۔ پوچھا گیا کہ وہ کس چیز کی تھی عائشہ نے جواب دیا کہ اس کا تانا بکری کے بالوں کا تھا اور بانا اونٹ کے بالوں کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے اس وقت خیال کیا کہ آپ ﷺ اپنی کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ اس لیے میں بھی اپنے بستر سے اٹھی اور گھر میں آپ کی تلاش کی۔ پس ناگاہ میرا ہاتھ خدا کے رسول کے پاؤں پر پڑ گیا اور اس وقت آپ سجدے میں تھے اور یہ دعاء پڑھ رہے تھے جو میں نے بھی یاد کرلی۔ اے اللہ میرا جسم اور دل تجھ کو سجدہ کرتا ہے اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور میں تیری نعمتوں کا شکر کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقبال کرتا ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں میں تیرے عذاب سے بچنے کے لیے تیری بخشش کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں اور تیرے غضب سے بچنے کے لیے تیری رضامندی کی پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے ہی تیرے عذاب سے امن میں رہنے کی درخواست کرتا ہوں اور میں تیری حمد اور ثنا کچھ بیان نہیں کرسکتا تو نے آپ اپنی ثنا کی ہے اور وہ تو ہی کرسکتا ہے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کبھی کھڑے ہوتے تھے اور کبھی بیٹھتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس سے آپ کے دونوں پاؤں میں ورم پڑ گئی اور میں ان پر چوک مارتی تھی اور اس وقت کہتی تھی کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں اور باپ آپ پر قربان کیا آپ کے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف نہیں ہو گئے اور کہتی تھی کہ کیا اللہ نے آپ سے یہ نہیں کہا وہ نہیں کہا۔ آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندوں میں سے نہ بنوں کیا تجھ کو معلوم ہے کہ اس رات میں کیا ہے۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ اس رات میں کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس رات میں آئندہ سال کی پیدائش و اموات لکھی جاتی ہے اور اسی رات ان کے رزقوں کی بھی تقسیم ہو جاتی ہے اور اس رات بندوں کے اعمال اور افعال آسمان پر لے جائے جاتے ہیں میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ایسا شخص کوئی نہیں ہے جو خدا کی رحمت کے بغیر بہشت میں جاسکتا ہے۔ جواب دیا کہ خدا کی رحمت کے بغیر بہشت میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔ میں نے پھر عرض کی کہ آپ بھی نہیں جاسکتے۔ فرمایا کہ میں بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں جاسکتا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے سر کے اوپر اپنے ہاتھ پھیرے اور اپنے منہ پر بھی ان کو ملا۔ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ محمد بنؒ احمد حافظ سے اور وہ عبد اللہؓ بن محمد سے اور وہ ابو

العباسؒ ہروی سے اور ابراہیمؒ بن محمد بن حسن سے اور وہ ابو عامرؒ دمشقی سے اور وہ ولیدؒ بن مسلم سے اور وہ ہشامؒ بن عمار سے اور سلیمانؒ بن مسلم وغیرہ سے اور وہ مکحول سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ تو جانتی ہے کہ یہ کون سی رات ہے جواب میں عرض کی کہ خدا اور خدا کا رسول ہی اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ ماہ شعبان کی درمیانی رات ہے اور اس رات کو تمام دنیاداروں کے جس قدر عمل ہوتے ہیں۔ وہ سب آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے اتنے بندوں کو دوزخ کی آگ سے نجات دیتا ہے کہ جس قدر کلب کی بکریوں کے بال ہوتے ہیں پس کیا تو مجھے آج رات کی اجازت دیتی ہے۔ کہا عائشہؓ نے میں نے کہا ہاں۔ پس پیغمبر ﷺ خدا نے نماز پڑھی اور ہلکا سا قیام کیا اور سورۃ فاتحہ اور ایک چھوٹی سی سورۃ پڑھی اور پھر آدھی رات تک آپ سجدہ میں پڑے رہے پھر کھڑے ہوئے اور جس طرح پہلی رکعت مختصر پڑھی تھی اسی طرح دوسری رکعت کو بھی مختصر ہی کر دیا اور پھر صبح تک سجدہ میں پڑے رہے اور میں آپ کو دیکھتی تھی۔ اور آپ سجدہ میں ایسے محو اور مستغرق ہوئے کہ مجھے یہ خیال ہو گیا کہ شاید خداوند تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض کر لیا ہے اور جب دیر حد تک بڑھ گئی اور زیادہ انتظار کرنے کی طاقت باقی نہ رہی تو اس وقت میں آپ کے پاس چلی گئی اور جا کر آپ کے پاؤں کے تلووں کو ملا اس سے آپ نے کچھ جنبش کی اور میں نے سنا کہ اس وقت آپ سجدہ میں پڑے ہوئے یہ کہہ رہے تھے اے اللہ تیرے عذاب سے تیری عفو اور تیری بخشش کے ہاں میں امن چاہتا ہوں اور تیرے قہر سے تیری رضا میں پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے ہاں امن کی درخواست کرتا ہوں۔ تیری ذات بزرگ ہے اور مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ میں تیری ثنا اور صفت کو بیان کروں جیسا کہ تو نے آپ اپنی ثنا اور تعریف کی ہے۔ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول رات کے وقت جو کچھ سجدہ میں آپ کہہ رہے تھے میں نے اس کو سنا ہے اور پہلے آپ سے کبھی ایسا نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا تھا وہ تو نے معلوم کر لیا ہے۔ میں نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا جو کلمے میں نے کہے ہیں ان کو سیکھ لے اور دوسرے آدمیوں کو بھی سکھلا۔ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا تھا کہ تم سجدے میں یہ کلمے پڑھو اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ عبد اللہؒ بن محمد سے اور وہ اسحاقؒ بن احمد فارسی سے اور وہ احمدؒ بن ابی شریح سے اور وہ یزیدؒ بن ہارون سے اور وہ حجاجؒ بن ارطات سے اور وہ یحییٰؒ بن ابی کثیر سے اور وہ عروہؒ سے اور وہ عائشہؓ سے راوی ہیں کہ عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک رات خدا کے رسول مقبول ﷺ میرے پاس سے گم ہو گئے اور میں ان کے پیچھے پیچھے ان کی تلاش میں نکلی پس ناگاہ میں نے ان کو بقیع میں پایا اس وقت آپ کا سر مبارک آسمان کی طرف تھا جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ کیا تجھے یہ خوف ہو گیا تھا کہ خدا کا پیغمبر اور اس کا خدا تجھ پر ظلم کرے گا۔ میں نے عرض کی کہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی کے پاس گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ شعبان مہینے کی درمیانی رات میں دنیا کے آسمان کی طرف توجہ کرتا ہے اور اس رات میں لوگوں کے اس قدر گناہ معاف کرتا ہے کہ ان کی تعداد قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ سے خداوند تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں (اور اس رات میں تمام مضبوط کام جدا کئے جاتے ہیں) یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں جس رات کا مذکور ہوا ہے وہ شعبان کی درمیانی رات ہے اس رات میں اللہ تعالیٰ سال بھر کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے اور جو لوگ مرنے والے ہوتے ہیں وہ زندہ آدمیوں سے الگ کئے جاتے ہیں اور خانہ خدا کا حج کرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی جدا کئے جاتے ہیں اور اس سے کچھ کم اور زیادہ نہیں ہوتا اور حکم بن کیسان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی درمیانی رات میں اپنی مخلوق پر نگاہ کرتا ہے درمیانی رات میں بندوں کے سال بھر کے اعمال خداوند تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور ایک شخص سفر کے واسطے نکلتا ہے یا ایک شخص نکاح کرتا ہے حالانکہ وہ زندوں کی جماعت سے نکال کر مردوں کی جماعت میں لکھے جاتے ہیں اور ابو نصر اپنے والد سے اور وہ مالکؒ بن انس سے اور وہ ہشامؒ بن عروہ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے فرمایا میں نے پیغمبر ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ چار راتوں میں خداوند تعالیٰ سب پر نیکیوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ راتیں یہ ہیں۔ عید الاضحیٰ کی رات۔ عید الفطر کی رات۔ وسط شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی عمریں اور ان کے رزق اور حج کرنے والے لکھتا ہے اور عرفہ کی رات نماز صبح کی اذان تک۔ اور سعید نے ابراہیم بن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ پانچ راتیں ہیں اور پانچویں رات جمعہ کی ہے۔

اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماہ شعبان کی وسط رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے کہا اے محمد ﷺ آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایئے کیونکہ یہ برکت کی رات ہے میں نے پوچھا کہ اس میں کیسی برکت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھولتا ہے اور ان سب لوگوں کو بخش دیتا ہے جو اس کا شریک نہیں بناتے ہیں مگران لوگوں کو نہیں بخشتا۔ ساحر اور کاہن اور ہمیشہ شراب پینے والا۔ سود خوری اور زنا پر اصرار کرنے والا۔ جب تک کہ یہ توبہ نہ کریں تب تک ان کی بخشش نہیں ہوتی اور رات کا چوتھا حصہ گزر گیا تو حضرت جبرئیلؑ پھر آئے اور کہا اے محمد رسول ﷺ اپنا سر بلند کیجئے۔ میں نے سر اوپر اٹھایا جونہی میں نے نگاہ کی دیکھتا کیا ہوں کہ بہشت کے سب دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور پہلے دروازے پر ایک فرشتہ کھڑا ہوا یہ پکار رہا ہے کہ جو شخص اس رات میں رکوع کرتا ہے اس کو خوشخبری ہو تیسرے دروازے پر فرشتہ کھڑا پکار رہا ہے کہ مبارک ہیں جنہوں نے اس شب میں خدا کا ذکر کیا ہے اور دوسرے پر ایک فرشتہ یہ کہہ رہا ہے کہ جو آدمی اس رات میں سجدہ کرتا ہے اس کو خوشخبری ہو اور چوتھے دروازے پر ایک فرشتہ کھڑا ہے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ جو لوگ اس رات میں ذکر کرتے ہیں ان کو خوشخبری ہو اور پانچویں دروازے پر ایک فرشتہ یہ آواز دے رہا ہے کہ جو آدمی اس رات میں خدا کے خوف سے زاری اور الحاح کرتا ہے اسے خوشخبری ہو اور چھٹے دروازے پر ایک فرشتہ یہ کہہ رہا ہے کہ اس رات میں تمام مسلمانوں کو خوشخبری ہو اور ساتویں دروازے پر ایک فرشتہ یہ پکار رہا ہے کہ کوئی سوال کرنے والا ہے' اگر ہے تو وہ سوال کرے اس کا سوال پورا کیا جائے گا اور آٹھویں دروازے پر ایک فرشتہ یہ کہہ رہا ہے کہ کوئی بخشش کی درخواست کرنے والا ہے اگر خدا کے ہاں سے بخشش کی درخواست کرے تو وہ بخش دیا جائے گا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ پہلی رات سے صبح ہونے تک کھلے رہیں گے اور بعد میں فرمایا اے محمد اللہ جل شانہ اس رات میں دوزخ کی آگ سے اس قدر اپنے بندوں کو نجات دیتا ہے جس قدر کہ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔

شب برات کا بیان

اس رات کو شب برات اس واسطے کہتے ہیں کہ اس رات میں دو بیزاریاں ہیں بدبخت رحمٰن سے بیزار ہوتے ہیں۔ اور دوستان خدا خواری اور گمراہی سے بیزار ہوتے ہیں اور روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا جب ماہ شعبان کی درمیان والی رات آتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے احوال پر نگاہ کرتا ہے مومنوں کو بخش دیتا ہے اور کافروں کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور جو لوگ شتر کینہ ہوتے ہیں ان کو بھی ان کے کینہ کی حالت میں ہی رہنے دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی کینہ وری کو ترک کریں اور فرمایا ہے کہ آسمان پر بھی فرشتوں کے لیے دو عید کی راتیں ہیں۔ جیسی مسلمانوں کے لیے دنیا میں دو عید کے دن ہیں۔ فرشتوں کی عید تو ان دو راتوں میں ہوتی ہے۔ شب برات۔ شب قدر اور مسلمانوں کی عیدیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن اور فرشتوں کی عیدیں رات کے وقت اس واسطے مقرر ہیں کہ وہ سوتے نہیں اور مسلمان سوتے ہیں۔ اس واسطے ان کی عیدیں دن کو مقرر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ شب برات کو ظاہر کیا ہے اور شب قدر کو پوشیدہ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی ہے۔ کہ شب قدر خدا کی رحمت اور بخشش کے نازل ہونے اور دوزخ سے آزادی حاصل کرنے کی رات ہے۔ اس لیے اس رات کو خداوند کریم نے چھپا رکھا ہے تاکہ سب لوگ اس رات پر ہی تکیہ اور بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور شب برات کو اس واسطے ظاہر کیا ہے کہ یہ رات قضا اور حکم۔ قہر اور رضا۔ قبولیت اور رد۔ نزدیکی اور دوری۔ سعادت اور شقاوت۔ کرامت اور پرہیزگاری کی ہے اس رات میں ایک آدمی کو تو نیک بخت کر دیتے ہیں اور دوسرے کو مردود بنا دیتے ہیں۔ ایک کو نیک عملوں کی جزا دے کر سربلند کرتے ہیں اور دوسرے کو خوار کر دیتے ہیں۔ ایک کو تو بزرگی دی جاتی ہے اور دوسرے کو اس سے محروم کیا جاتا ہے۔ ایک آدمی کو تو مزدوری دیتے ہیں اور ایک کو دھتکار دیتے ہیں۔ بس بہت لوگ اپنے کاروبار میں بازار میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے کفن دھوئے جا رہے ہیں اور وہ بازار میں پھر رہا ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کی قبریں کھودی جاتی ہیں اور وہ خوشی اور خرمی میں مشغول ہیں اور مغرور اور بہت سے چہرے ہنس رہے ہوتے ہیں جو عنقریب ہلاک ہونے والے ہیں اور بہت سے شاندار محل اپنی تکمیل کو پہنچتے ہیں اور ان کے مالک عنقریب فنا ہو کر خاک میں بسیرا کرنے والے ہیں اور بہت لوگ ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں مگر ان پر عذاب نازل

ہو تا ہے اور بہت لوگ خوشخبری کی امید رکھتے ہیں مگر آخر کار ان کو نقصان پہنچتا ہے اور بہت سے لوگ بہشت کے امیدوار ہوتے ہیں مگر انہیں دوزخ نصیب ہوتی ہے اور بہت سے لوگ وصل کی امید رکھتے ہیں مگران کے نصیب میں جدائی ہوتی ہے اور بہت سے لوگوں کو یہ امید ہوتی ہے کہ ہمیں بادشاہت حاصل ہوگی مگر خداوند نے انکے نصیب میں ہلاکت لکھی ہوتی ہے روایت کرتے ہیں کہ جب حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ یوم نصف شعبان میں اپنے گھر سے باہر نکلا کرتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح دکھائی دیتا تھا کہ گویا کوئی مردہ قبر سے نکل کر آیا ہے۔ لوگوں نے اس کا باعث دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میری مصیبت اس کی مصیبت سے کم نہیں جس کی کشتی ٹوٹ جائے اور آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے گناہوں کے مواخذہ پر یقین ہے اور اپنی نیکیوں سے ڈرنے والا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے عمل قبول ہوں گے یا رد کئے جائیں گے۔

شعبان کی درمیانی رات کی نماز کا بیان

ماہ شعبان کی درمیانہ رات میں نماز کی سو رکعتیں پڑھنے کے واسطے فرمایا ہے کہ ہزار دفعہ قل ہو اللہ پڑھی جاتی ہے یعنی ہر ایک رکعت میں دس دس دفعہ اور اس نماز کو نماز خیر کہتے ہیں اور اس کی برکت پھیلتی ہے اور اگلے زمانے کے صالح لوگ اس نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور اس کے پڑھنے کے وقت لوگ جمع ہو جاتے تھے اس نماز میں فضیلتیں اور برکتیں بہت ہیں اور ثواب بے شمار ہے۔ حسن بصریؒ رسول مقبول ﷺ کے تیس صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اس رات میں اس نماز کو ادا کرے تو خداوند کریم اس پر ستر نظریں ڈالتا ہے اور ہر ایک نظر میں اس کی ستر حاجتیں پوری کر دیتا ہے اور اس کی حاجتوں میں سے کم درجہ کی حاجت یہ ہوتی ہے کہ اس کی آمرزش ہو جاتی ہے اور اس چودھویں رات میں نماز کا ادا کرنا مستحب ہے جس کا بیان ماہ رجب کی فضیلتوں میں ہو چکا ہے۔ نمازی کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کو فضیلت اور بزرگی عطاء ہو اور ثواب ملے۔

ماہ رمضان کی فضیلت

اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے اے ایمان والو۔ تمہارے اوپر رمضان کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچو۔ حسن بصری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تم خداوند تعالیٰ کا یہ کلام سنو (اے لوگو جو ایمان لائے ہو) تو اس وقت اپنے کانوں کو اس طرف لگا دو۔ کیونکہ اس کے بعد خدا تعالیٰ کوئی حکم صادر کرتا ہے اور اس میں یا تو کسی کام کے کرنے کا حکم ہوتا اور یا کسی چیز کی ممانعت ہوتی ہے اور جعفر صادق کہتے ہیں کہ ندا کی لذت عبادت کی تختی اور رنج کو دور کر دیتی ہے اللہ جل شانہ ارشاد کرتا ہے (یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو) اس آیت میں حرف یا عالم کی ندا ہے اور ای منادا معلوم کا اسم ہے۔ اور ہا سے آگاہ اور خبردار کرنا مقصود ہے یعنی بلانے والے سے باخبر ہو اور لفظ الذین سے اس طرف اشارہ ہے کہ سابقہ اور قدیمی صحبت کو جانے اور لفظ آمنوا میں اس بھید کی طرف اشارہ ہے جو ندا کرنے والے اور ندا کئے گئے کے درمیان ہوتا ہے یہ دونوں ایک دوسرے کے دلی راز سے واقف اور باخبر ہوتے ہیں جب ایک طرف سے کوئی رمز کی جاتی ہے تو دوسری طرف اس کو جھٹ سمجھ جاتے ہیں اور جو یہ فرمان کیا ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ تو اس میں کُتِبَ یعنی لکھا گیا سے مراد ہے کہ رمضان کے روزے تمہارے اوپر فرض کئے گئے ہیں اور صیام مصدر ہے جیسے کہ عرب کا یہ محاورہ ہے کہ صمت صیاماً اور قمت قیاماً میں نے روزہ رکھا روزہ رکھنا اور کھڑا ہوا میں کھڑا ہونا اور اصل لغت میں لفظ صیام کے معنی بند رہنے کے ہیں جیسا کہ بولتے ہیں۔ صَامَتِ الرِّیْحُ اور یہ اس وقت بولتے ہیں جبکہ ہوا چلنے سے ٹھہر جائے اور جب چلتے چلتے گھوڑا ٹھہر جاتا ہے تو اس وقت یہ کہتے ہیں صَامَتِ الْخَیْلُ اور جب دن برابر ہوتا ہے تو اس وقت صَامَ النَّھَارُ بھی بولتے ہیں اور جب دوپہر کو آفتاب ساکت ہوتا ہے یعنی آسمان کے درمیان پہنچتا ہے اور وہاں کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت یہ کہتے ہیں قَامَ قَائِمُ الظَّھِیْرَۃِ ایک شاعر بھی اپنے ایک شعر میں اس مضمون کو ادا کرتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب ٹھہرتا ہے تو اس وقت دن برابر ہوتا ہے اور جب نیچے اترتا ہے تو اس وقت آفتاب کی شاخیں ظاہر ہوتی ہیں اور جب کوئی آدمی کلام کرنے سے بند ہو جاتا ہے تو اس وقت کہتے ہیں صام۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے حضرت مریم علیہا السلام کو کہ (خدا کے واسطے میں نے صوم (یعنی چپ) کی نذر مانی ہے) یعنی میں نے

خاموشی اختیار کی۔ پس شرعاً صوم کے معنی ہیں اپنی معتاد کھانے پینے اور جماع سے بند رہنا اور گناہوں کا ترک کرنا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ (جو لوگ تم سے پہلے تھے جیسا کہ ان پر لکھا گیا ہے) یعنی پہلے نبیوں اور ان کی امتوں پر فرض کیا گیا ہے ویسا ہی تجھ پر ہے اور آدم علیہ السلام ان میں سے پہلا ہیں۔ عبدالملک بن ہارون بن عنترہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں ایک دن دوپہر کے وقت پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ حجرہ میں تھے میں نے آپ کو سلام کہا اور آپ نے سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا کہ اے علیؓ جبرئیل علیہ السلام تم کو سلام کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ آپ پر اور ان پر بھی میرا سلام ہو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے نزدیک آجاؤ۔ میں آپ کے نزدیک ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام اس وقت میرے پاس موجود ہیں اور وہ تمہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر تم ہر ایک مہینے میں تین روز روزے رکھا کرو تو پہلے روزہ کے عوض میں دس ہزار سال کے روزوں کا ثواب عطا ہوگا اور دوسرے روزہ کے بدلے میں تیس ہزار سال کا ثواب اور تیسرے میں ایک لاکھ روزے کا ثواب دیا جائے گا۔ میں نے عرض کی اے رسول اللہ یہ ثواب میرے ہی واسطے مخصوص ہے یا سب لوگوں کے لیے آپ نے فرمایا کہ اے علیؓ خدا تعالیٰ نے یہ ثواب تم کو عطا کیا ہے اور اس کو بھی جو تمہارے بعد یہ کام کرے گا۔ میں نے عرض کی اے رسول اللہ وہ کونسے دن ہیں۔ فرمایا ایام بیض یعنی ہر ایک مہینے کی تیرھویں۔ چودھویں اور پندرھویں تاریخ۔ عنترہ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ان کو ایام بیض کیوں کہتے ہیں آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکال کر دنیا میں پھینک دیا تو آفتاب کی حرارت سے آپ کا جسم جل گیا اور رنگ سیاہ ہو گیا۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ اے آدم علیہ السلام کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیرا بدن سفید ہو جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں چاہتا ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تو ہر ایک مہینے کی تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کا روزہ رکھا کرو۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے جب پہلی تاریخ کا روزہ رکھا تو ان کے بدن کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا اور جب دوسرے دن کا روزہ رکھا تو اس سے بدن کے دو حصے سفید ہو گئے۔ اور جب تیسرے دن کا روزہ رکھا تو پھر ان کا سارا بدن سفید ہو گیا اور اسی واسطے ان دنوں کو ایام بیض کہتے ہیں۔

پس محمد ﷺ سے پہلے جن لوگوں پر روزے فرض ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ حسن بصریؒ اور مفسرین کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے اس قول میں عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کہتے ہیں کہ ان پہلوں سے قوم نصاریٰ مراد ہے کیونکہ ہمارا روزہ وقت اور قدر میں نصاریٰ کے روزہ کے مشابہ ہے۔ نصاریٰ پر بھی ماہ رمضان کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے اور ان کو ان کا رکھنا سخت مشکل معلوم ہوا۔ کیونکہ رمضان کبھی سردیوں میں واقع ہوتا اور کبھی سخت گرمیوں میں اور ان کو سفر اور دیگر معاش کے کاروبار میں سخت نقصان دیتے تھے۔ اس لیے اس قوم کے عالموں اور سرداروں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم ایسے مہینے میں اپنے روزے مقرر کریں کہ اس کا زمانہ معتدل ہو یعنی گرمی اور سردی کے مابین اس لیے انہوں نے ربیع کے موسم میں اپنے روزے مقرر کر لیے اور دس روزے ان پر اور بڑھا دیئے تا کہ وہ اس تغیر کا کفارہ ہوں۔ اس لیے ان کے واسطے چالیس روزے مقرر کئے گئے۔ اور پھر بعد میں اور بھی ان میں زیادتی ہوئی۔ ایک دفعہ ان کے ایک بادشاہ کے منہ میں درد ہوا۔ اس وقت اس نے نذر مانی کہ اگر میں اس درد سے اچھا ہو جاؤں تو اپنے روزوں میں ایک ہفتہ اور بڑھا دوں گا خدا نے اس کو صحت دی اس لیے صحت پانے کے بعد اس نے ایک ہفتہ کے روزے اور بڑھا دیئے اور جب یہ بادشاہ فوت ہو گیا تو جو بادشاہ اس کے قائم مقام ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ روزوں کو پچاس تک بڑھا دو۔ مجاہد کا بیان ہے کہ پھر اس کی رعیت میں وبا پھیل گئی اور ان میں سے بہت لوگ مرنے لگے اس لیے اس نے حکم دیا کہ جو روزے پہلے مقرر ہیں دس ان کے پہلے اور دس ان کے پیچھے اور زیادہ کر دو اور شعبیؒ کہتا ہے کہ اگر میں سال بھر روزے رکھوں تو جس روز مجھے شک پڑ جائے گا اس روز میں افطار کر دوں گا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ شعبی کی مراد شعبان کے روزوں سے ہے اور بعض نے کہا ہے رمضان کے روزوں سے مراد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ پر رمضان کے مہینے میں...... روزے رکھنے ایسے ہی فرض تھے جیسے کہ ہمارے اوپر فرض تھے اور بعد میں نصاریٰ نے اپنے روزے فصل ربیع میں مقرر کر لیے کیونکہ ان کو گرمی کے دنوں میں روزے رکھنے پڑتے تھے اور ان کے متحمل نہیں ہو سکتے اور تیس تک اپنے روزوں کی تعداد مقرر کر لی اور جب ایک قرن گزر گیا تو انہوں نے روزے رکھنے کے واسطے اپنی جانوں کو مضبوط بنایا اور ان تیس کے ایک پہلے اور ایک بعد میں بڑھا دیا اور پھر ہر قرن کے بعد پہلے روزوں پر زیادتی کرنی سنت قرار دی اور بڑھتے بڑھتے پچاس تک پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جو لوگ تم سے پہلے تھے ان پر روزے لکھے گئے تا کہ تم ڈرو یعنی کھانے اور پینے اور جماع کرنے سے خوف کرو اور مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خدا کے رسول اور تمام مسلمانوں پر عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا اور ہر ایک مہینے میں تین دن روزے رکھنا فرض کیے اور جب اللہ کے رسول ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو اس وقت بھی سب پہلے کی طرح ہی روزے رکھا کرتے تھے اور رمضان کے روزے جنگ بدر سے ایک مہینہ اور کچھ دن پہلے نازل ہوئے۔ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ایام گنتی کے یعنی رمضان کا مہینہ تیس دن کا ہے۔ اور یا انتیس دن کا ہے اور سعید بن عمرو بن سعید بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول مقبول ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں اور میری امت کے لوگ ناخواندہ ہیں۔ لکھنا پڑھنا اور حساب نہیں جانتے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ مہینہ اتنا ہے اور اتنا اور اتنے پورے تیس دن ہوتے ہیں اور مہینے کو جو شہر کہتے ہیں تو یہ اس کی شہرت کے واسطے بولتے ہیں اور یہ شہرت ہی سے ماخوذ ہے اور شہرت سفیدی کو بولتے ہیں

ماہ رمضان مبارک کی وجہ تسمیہ

رمضان کے مہینے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ رمضان خداوند تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اسی واسطے اس مہینے کو ماہ رمضان کہا گیا ہے جیسا کہ رجب کو شہر اللہ الاصم کہا ہے اور عبد اللہ اور جعفر صادق اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہینہ ماہ رمضان کا اللہ کا مہینہ ہے اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ رمضان کو صرف رمضان نہ کہو بلکہ جیسا اللہ تعالیٰ نے نسبت کی ہے۔ کہو۔ (شہر رمضان) اور اصمعی روایت کرتے ہیں کہ اس مہینہ کا نام اسواسطے رکھا گیا ہے کہ اس میں گرمی کے باعث اونٹ کے بچہ کے پاؤں گرم ہو جاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس مہینہ میں آفتاب کی حرارت سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں اور رمضاء گرم پتھر کو کہتے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا نام رمضان اس واسطے رکھا گیا ہے کہ اس میں گناہ سوختہ ہو جاتے ہیں۔ اور پیغمبر ﷺ نے بھی یہی روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ اس مہینہ میں آخرت کی فکر اور نصیحت کی حرارت سے دل متاثر ہو جاتے ہیں جیسے کہ آفتاب کی حرارت سے ریگستان اور پتھر جل اٹھتے ہیں اور خلیل کہتے ہیں کہ رمضان رمض سے مشتق ہے اور رمض ایک بارش کو کہتے ہیں جو خریف کے موسم میں برستی ہے اور ماہ رمضان بھی لوگوں کے دلوں اور جسموں کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اس لیے اس مہینے کا نام رمضان رکھا ہے۔

خداوند تعالیٰ کے فرمان کا ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا ہے) عطیہ بن اسود روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباسؓ سے اس کے معنی پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے معنوں میں شک ہے کیونکہ سب مہینوں میں قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے بھیجا تا کہ لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اس کو پڑھے) اور فرمایا ہے (اور کافروں نے کہا کہ قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا) اس کا جواب یہ ہے کہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے ایک ہی دفعہ قرآن اتارا گیا اور دنیا کے آسمان میں جو بیت العزت ہے اس جگہ اس کو رکھا گیا۔ اور جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا لیکر تیئیس سال میں رسول مقبول ﷺ کے پاس اترے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (قرآن کے نازل ہونے کے وقتوں کی میں قسم کھاتا ہوں) اور داؤد ابن ابی ہند کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ کیا ماہ رمضان میں ہی قرآن اتارا گیا ہے سب برسوں میں پیغمبر خدا پر نازل نہیں ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ کئی سالوں میں نازل ہوا ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ رمضان کے مہینے میں جبرئیل علیہ السلام جتنا کلام مجید رسول خدا ﷺ پر اترا ہوتا اسے دہرایا کرتے تھے اور جس قدر خداوند تعالیٰ کو منظور ہوتا تھا اسی قدر ہی آپ کو یاد رہتا تھا۔ اور باقی بھول جاتے تھے اور شہاب بن طارقؓ ابی ذر غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماہ رمضان کی تین راتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام پر ماہ رمضان کی چھ راتوں میں توریت کا ورود ہوا ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر رمضان کی اٹھارہ راتوں میں زبور اتری ہے۔ اور ماہ رمضان کی تیرہ راتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ پر ماہ رمضان کی چوبیس راتوں میں پورا فرقان مجید نازل ہوا ہے اور اس کے بعد حضرت خداوند تعالیٰ قرآن شریف کی یہ صفت فرماتے ہیں (یہ گمراہی سے نکال سیدھا راستہ دکھلانے والا ہے اور حلال اور حرام کو ظاہر کرنے والا ہے اور شرع کی حدوں اور راست احکام کا بیان کرنے والا ہے اور حق

ماہ رمضان کی خاص فضیلتوں کا بیان

ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ ابن فارسیؒ سے اور وہ ابو حامد احمد بن محمد بن جلودی نیشاپوری سے اور وہ محمدؒ بن اسحاق بن خزیمہ سے اور وہ علی بنؒ حجر سعدی سے اور وہ یوسفؒ بن زیاد سے اور وہ ہمامؒ بن یحیٰ سے اور وہ علیؒ بن زید بن جدعان سے اور وہ سعیدؒ بن مسیب سے اور وہ سلمانؓ سے خبر دیتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے ماہ شعبان کے آخر دن ہم پر خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو! بزرگ اور مبارک مہینہ تمہارے قریب آ پہنچا ہے اور اس مہینے کی ایک رات ہزار مہینہ سے بہتر ہے اور خدا نے اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں اور نفل پڑھنے کے لیے رات کے وقت قیام کرنا مستحب کیا ہے اگر کسی نے اس مہینے میں ایک نیکی کی یا کوئی فرض ادا کیا تو وہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے جو ماہ رمضان کے سوا ستر فرض ادا کرتا ہے اور یہ صبر کا مہینہ ہے اور اس صبر کا ثواب جنت ہے یہ مہینہ ایک دوسرے سے سلوک کرنے کا ہے۔ مسلمان کے رزق میں ترقی ہوتی ہے اگر کوئی اس مہینے میں کسی کا روزہ کھلوائے تو وہ اس کے گناہوں کے معاف ہو جانے کا ذریعہ بنتا ہے اور دوزخ کی آگ سے اس کو آزاد کرتا ہے اور اس کے اجر میں ہرگز کمی نہیں ہوتی۔

اس پر بعض اصحابوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں تو اس قدر طاقت نہیں ہے کہ روزہ داروں کے روزے کھلوائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب تو اس کو بھی ملتا ہے جو روزہ دار کا روزہ کھلوائے چاہے ایک کھجور سے ہی ہو یا پانی کے ایک گھونٹ سے یا دودھ کے ایک چلو سے۔ اور یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس کی ابتدا رحمت ہے اور اس کا درمیان مغفرت ہے اور اس کے آخر میں دوزخ کی آگ سے آزادی ہے پس اگر کوئی آدمی اس مہینے میں اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور دوزخ کی آگ سے آزاد فرمائے گا۔ اس مہینے میں چار خصلتیں زیادہ اختیار کرنی لازم ہیں۔ ان میں سے دو تو تمہارے پروردگار کو راضی اور خوش کرنے والی ہیں۔ اور دو ایسی ہیں کہ تم کو ان کے بغیر چارہ نہیں۔ پس وہ دو باتیں جن سے اللہ راضی ہے ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور دوسرا استغفار ہے اور دوسری دو باتیں جن کے بغیر چارہ نہیں ایک اللہ تعالیٰ سے بہشت مانگنا ہے اور دوسری دوزخ سے بچنے کے واسطے اس سے پناہ مانگا کرے۔ اگر کوئی آدمی روزہ دار کو اس مہینے میں سیر کر کے کھلائے گا۔ تو قیامت کے دن اس کو خدا تعالیٰ میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ اس کے بعد وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہو گا اور کلبی ابی نفرہ سے اور وہ ابی سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی پہلی رات میں آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور مہینے کی آخری رات تک بند نہیں کرتے۔ اگر کوئی مومن یا مومنہ عورت ان راتوں میں نماز پڑھتی ہے تو اس کے لیے خدا تعالیٰ ہر سجدے کے عوض میں ایک ہزار سات سو نیکی عطا کرے گا۔ اور یاقوت سرخ سے اس کا بہشت میں ایک گھر بنائے گا۔ جس کے ستر ہزار دروازے ہوں گے۔ اور یہ سب دروازے بھی سونے کے ہوں گے۔ جن میں سرخ یاقوت جڑے ہوں گے۔ پس جب مومن بندہ پہلے دن ماہ رمضان کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ رمضان کے اخیر تک اس کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے اور دوسرے ماہ رمضان کا کفارہ ہوتا ہے اور جتنے روزے رکھتا ہے ہر ایک روزے کے عوض بہشت میں اس کے واسطے سونے کا ایک محل تیار کرتا ہے۔ جس کا ہزار دروازہ ہو گا اور صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے واسطے بخشش کی دعاء مانگتے ہیں اور رات اور دن میں جس قدر سجدے کرتا ہے ان میں سے ہر ایک کے عوض بہشت میں ہر ایک کو ایک درخت عطاء ہو گا۔ جس کا سایہ اس قدر ہو گا۔ کہ اگر ایک سوار سو برس تک اس کے سایہ میں چلا جائے تو بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو۔ اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اعرج سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی طرف نظر کرتا ہے اور جب وہ اپنے کسی بندے کی طرف ایک دفعہ نظر کرتا ہے تو پھر اس کو کبھی عذاب نہیں کرتا اور ہر روز ایک کروڑ آدمیوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی بخشتا ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ سہلؓ سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو اس وقت بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور سب شیاطین کو بند کر دیتے ہیں۔ اور نافع بن بردہ نے ابی مسعود غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے

فرمایا۔ کہ اگر کوئی بندہ رمضان کے مہینے میں ایک روزہ بھی رکھے۔ تو اس کے عوض ایک حور عین کے ساتھ اس کا نکاح کیا جائے گا۔ اور یہ حوران حوروں میں سے ہوگی جو موتیوں کے خیموں میں پوشیدہ کی گئی ہیں۔ جیسا خداوند تعالیٰ ان کی تعریف کرتا ہے (خیموں میں حوریں پوشیدہ ہیں) اور ہر ایک حور پر ستر بہشتی حلے ہوں گے۔ اور ان میں سے ہر ایک لباس کا رنگ دوسرے سے جدا ہوگا اور ستر ہی طرح کی ان میں خوشبوئیں ہیں جو ایک سے ایک نہیں ملتی مروارید سے جڑاؤ اور یاقوت کے ستر تخت رکھے ہیں اور ہر ایک تخت پر ستر طرح کے بچھونے بچھے ہوئے ہیں اور ہر عورت کے لیے ستر ہزار خدمت گار اس کے کام کاج میں مصروف ہوں گے اور ستر ہزار خدمت گار بھی اس کے شوہر کی خدمت کرنے کے واسطے مقرر ہوں گے اور ہر ایک نے اپنے ہاتھ میں سونے کا ایک ایک پیالہ لیا ہوا ہوگا۔ اور اس میں اس قسم کا کھانا ہوگا۔ کہ اس کے ہر نوالے میں جدا جدا ذائقہ ہے اور اس کے شوہر کے واسطے بھی اسی طرح کا سب سامان موجود ہوگا۔ پس یہ اس روزہ کا عوض ہوگا جو اس نے ماہ رمضان میں رکھا اور جو نیک عمل کرتا ہے اس کا ثواب اور اجر اس کو علیحدہ ملے گا۔

رمضان کی برکتوں کا بیان

ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ محمدؒ بن احمد سے اور وہ عبد اللہؒ بن محمد سے اور وہ ابو قاسمؒ بن عبد اللہ ابن محمد سے اور وہ حسنؒ بن ابراہیمؒ بن یسار سے اور ابراہیمؒ بن محمد بن حارث سے اور وہ سلمہؒ بن شبیب سے اور وہ قاسمؒ بن محمد سے اور وہ ہشامؒ بن ولید سے اور وہ حمادؒ بن سلیمان دوسی سے اور وہ حسنؒ سے اور وہ ضحاکؒ بن مزاحم سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے واسطے بہشت کو ایک سال سے دوسرے سال تک پاک اور آراستہ کرتے ہیں اور اس کو سجاتے ہیں۔ اور جب ماہ رمضان کی پہلی رات آجاتی ہے تو اس میں عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اس کا نام مثیرہ ہے اور جب یہ ہوا چلتی ہے تو اس سے بہشت کے درختوں کے پتے اور دروازوں کے حلقے ہلنے لگ پڑتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک آواز نکلتی ہے اور یہ ایسی خوش ہوتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے بہتر کبھی کوئی آواز نہیں سنی ہوتی۔ اس رات میں حوریں اپنے آپ کو زیور اور لباس سے آراستہ کرتی ہیں اور بہشت کے بالاخانوں پر کھڑی ہو جاتی ہیں اور پکارتی ہیں کہ کوئی ہے جو خداوند کریم کی بارگاہ میں ان کے لیے درخواست کرتا ہو جس سے ان کا نکاح کیا جائے۔ اس وقت حوریں رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کونسی رات ہے وہ جواب دیتا ہے کہ یہ رمضان شریف کی رات ہے اور اس میں محمد ﷺ کی امت کے جس قدر روزہ دار ہیں ان کے واسطے بہشت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ خود حکم دیتا ہے کہ اے رضوان بہشت کے دروازے کھول دے اور اے مالک محمد ﷺ کی امت پر دوزخ کے دروازے بند کر دے اور جبرئیل کو حکم ہوتا ہے کہ اے جبرئیل زمین پر اتر۔ اور جس قدر سرکش شیطان ہیں ان سب کو زنجیروں سے جکڑ لو اور باندھ کر دریاؤں کے گردابوں میں انہیں ڈال دو تاکہ وہ میرے دوست محمد ﷺ کی امت کے روزہ داروں میں فساد نہ ڈالیں۔ اور ہر ایک رات میں تین دفعہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ کہ کوئی سوال کرنے والا ہے کہ وہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسکی حاجت پوری کروں کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں۔ کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔ اور ایسے غنی کو قرض دینے والا کون ہے جو نادار نہیں اور پورا ادا کرنے والا ہے ظلم نہیں کرتا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر روز رمضان کے مہینے میں جو لوگ دوزخ کی آگ میں سزا پانے کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں سے روزہ افطار کرنے کے وقت ایک کروڑ گنہگاروں کو معافی دیتا ہے اور جب ماہ رمضان میں جمعہ کا دن اور جمعہ کی رات آتی ہے تو اس دن رات کی ہر ایک ساعت میں اللہ تعالیٰ ہزارہا ایسے گناہگاروں کو بخش دیتا ہے جو دوزخ کی آگ میں سزا پانے کے مستحق ہوتے ہیں اور ماہ رمضان کے آخری روزے میں اتنے بندوں کو آزاد کرتا ہے جتنے کہ تمام رمضان میں آزاد کئے جاتے ہیں اور شب قدر کی رات میں جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے اور وہ حکم کے موافق فرشتوں کا ایک گروہ ساتھ لیے ہوئے زمین پر نازل ہوتا ہے۔ اس گروہ کے ہاتھوں میں سبز جھنڈا ہوتا ہے۔ اور زمین پر اترتے ہی اس جھنڈے کو کعبے کی پیٹھ پر گاڑ دیتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو بازو ہیں اور وہ شب قدر کی رات کو پھیلاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے بازوؤں کو پھیلاتے ہیں۔ تو مشرق اور مغرب کو گھیر لیتے ہیں اور اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ محمد کی امت میں پھیل جائیں اس سے وہ پھیل جاتے ہیں اور ہر ایک شب بیدار اور نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنے والے آدمی کے پاس آموجود ہوتے

ہیں تو ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام منادی کرتے ہیں کہ اے اولیاء کی جماعت اب تم یہاں سے کوچ کرو اس وقت وہ پوچھتے ہیں کہ اے جبرئیل اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی امت کی کون کونسی حاجتیں پوری کی ہیں وہ جواب دیتا ہے کہ ان پر رحمت کی نظر کی ہے اور ان کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور انھیں بخش دیا ہے مگر چار آدمیوں کو نہیں بخشا۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ نہیں بخشے جائیں گے اور وہ چار آدمی یہ ہیں دائم الخمر یعنی شراب پینے والا۔ دوسرا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا تیسرا سلسلہ رحم کو قطع کرنے والا چوتھا مسلمانوں سے قطع تعلق کرنے والا اور جب فطر کی رات آتی ہے جس کو جائزہ کی رات بھی کہتے ہیں تو اس صبح کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ تم ہر ایک شہر میں پھیل جاؤ۔ وہ زمین پر نازل ہو کر ہر ایک راستے پر کھڑے ہو جاتے ہیں آواز دیتے ہیں اور اس آواز کو جن اور انسان کے سوا سب سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے محمد کی امت کے لوگو۔ تم خداوند کریم کی طرف نکلو کیونکہ وہ تمہیں بہت بڑی عطائیں عنایت کرنے والا ہے اور تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اور جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا مزدوری ہے جس نے اپنا کام پورا کیا ہوتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے اللہ اور ہمارے سردار اس کو اس کی پوری مزدوری عطاء کر دے۔ اس کے جواب میں خداوند کریم ارشاد کرتا ہے کہ اے فرشتو تم گواہ رہنا اس نے ماہ رمضان کے جو روزے رکھے ہیں اور رات کے وقت قیام کیا ہے ان کے ثواب میں ان پر خوش ہوں اور راضی ہوں اور میں ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہوں اور اس کے بعد ارشاد کرتا ہے کہ اے میرے بندو۔ اگر تم نے کچھ اور بھی مجھ سے مانگنا ہے تو مانگ لو۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ آخرت اور دنیا کے واسطے جو کچھ تم مانگو گے میں تمہیں عطاء کر دوں گا اور جب تک تم مجھ سے ڈرتے رہو گے اس وقت تک تمہاری لغزشوں پر پردہ ڈالے رکھوں گا اور اصحاب حدود کے درمیان تم کو رسواء اور خوار نہیں کروں گا۔ تم بخشے بخشائے واپس جاؤ (اپنے گھروں کو) تم مجھ سے راضی ہوئے اور میں تم سے راضی ہوا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس بات کو فرشتے سن کر بڑے خوش ہوتے ہیں اور خداوند تعالیٰ جو انعام عنایت کرتا ہے روزہ افطار کرنے کے وقت محمد ﷺ کی امت کو اس کی خوشخبری دیتے ہیں اور ضحاک بن مزاحم نے بھی ابن عباس سے ایسی ہی روایت کی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور الفاظ دونوں حدیثوں کے ملتے جلتے ہیں۔ اور ابو نصرؓ اپنے باپ سے اور وہ نافع سے اور وہ ابو مسعود غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر لوگوں کو رمضان کی بزرگیاں معلوم ہوتیں تو اللہ سے سب یہی درخواست کرتے کہ رمضان کا مہینہ ایک سال تک رہے قبیلہ خزاعہ میں سے ایک شخص نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ہمارے پاس رمضان کی وہ بزرگیاں بیان فرماؤ۔ آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے آنے کے لیے ایک سال سے دوسرے سال تک جنت آراستہ ہوتی رہتی ہے اور جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو اس میں عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اور وہ بہشت کے درختوں کے پتے ہلاتی ہے جب حوریں اسے محسوس کرتی ہیں تو وہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہیں کہ اے پروردگار اس مہینے میں اپنے بندوں میں سے ہمارے جوڑے بنا دے تاکہ ان کے دیدار سے ہماری آنکھیں روشن ہو جائیں اور ان کی آنکھیں ہمارے جمال سے ٹھنڈی ہوں اور اس لیے ماہ رمضان میں روزے رکھنے والا کوئی بندہ ایسا باقی نہیں رہتا جس کا نکاح ان حوروں میں سے ایک حور کے ساتھ نہیں ہو جاتا جو چاند کی طرح چمکتے ہوئے چہروں سے موتیوں کے خیموں میں بیٹھی ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان حوروں کی صفت میں فرماتا ہے۔ بہشت میں حوریں ہیں جو خیموں میں محفوظ رکھی گئی ہیں۔" اور ہر ایک حور نے ستر بہشتی لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے رنگ میں دوسرے سے الگ ہوتا ہے اور ان لباسوں سے کستوری کی خوشبو آتی ہے اور ہر ایک حور کے واسطے ایک تخت رکھا ہے جو یاقوت اور مروارید سے مرصع ہے اور اس تخت کے اوپر استبرق کے ستر فرش بچھے ہیں۔ استبرق ایک ریشمی کپڑے کا نام ہے اور پھر ان تختوں کے آگے خوب آراستہ پیراستہ فرش بچھائے گئے ہیں۔ اور ہر ایک عورت کی خدمت کے واسطے ستر ہزار خدمت گار ہیں۔ یہ اس کے کام اور خدمت میں آمادہ رہتے ہیں اور اس حور کے شوہر کی خدمت کے لیے ستر ہزار خادم الگ ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہے اور اس پیالے میں اس قسم کا کھانا بھرا ہے کہ اس کے ہر لقمے میں ایک الگ ہی ذائقہ ہے۔ اور پھر سونے کے کنگن بھی اس کی بیوی کو عنایت ہوتے ہیں جو یاقوت سے مرصع ہیں۔ پس یہ انھیں لوگوں کے واسطے ہیں جو ماہ رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور روزوں کے سوا باقی

نیکیوں کا اجر جدا ہے۔ اور قتادہ نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ بہشت کے دربان رضوان کو پکارتا ہے وہ عرض کرتا ہے کہ میں کمربستہ فرمان کے لیے حاضر ہوں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ محمد کی امت کے روزہ داروں کے لیے بہشت کو صاف کرو اور اسے خوب زینت دو۔ اور اس کے دروازوں کو کھول دو اور جب تک رمضان کے تمام دن گذر نہ جائیں بہشت کا کوئی دروازہ بند نہ کرو۔ اس کے بعد دوزخ کے دربان کو آواز ہوتی ہے وہ بھی فوراً آواز دیتا ہے کہ میں حاضر ہوں اور آپ کے فرمان کے بجالانے کا منتظر ہوں۔ اس کو حکم ہوتا ہے کہ محمد کی امت کے روزہ داروں کے واسطے دوزخ بند کر دے اور جب تک رمضان کا مہینہ گزر نہ جائے دوزخ کا کوئی دروازہ نہ کھولو اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اے جبرائیل۔ وہ عرض کرتا ہے کہ میں حاضر ہوں۔ خداوند تعالیٰ اس کو فرماتا ہے کہ تم زمین پر جاؤ اور جس قدر شیطان سرکش ہیں۔ ان سب کو قید کر لو تاکہ وہ محمد ﷺ کی امت کے روزوں میں خلل نہ ڈالیں۔ اور ان روزوں کے افطار کرنے کے وقتوں میں کوئی خرابی پیدا نہ کریں اور پھر خداوند تعالیٰ آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت سے روزہ افطار کرنے کے وقت تک اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی بخشتا رہتا ہے اور ہر ایک آسمان پر خداوند تعالیٰ کے حکم کو مشتہر کرنے والا ایک فرشتہ ہے اس کا تاج تو خداوند تعالیٰ کے عرش کے نیچے ہے اور اس کے پاؤں ساتوں زمینوں کے نیچے ہیں اور اس کا ایک پر مشرق کے آخر میں پہنچا ہوا ہے اور ایک پر مغرب کے انتہا میں ہے اور وہ مرجان اور مروارید اور یاقوت اور جواہر سے مرصع ہیں یہ فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ کوئی ہے جو گناہ سے باز آنے والا ہو اور خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں رجوع لانے والا اگر ہے تو آئے اور توبہ کرے تاکہ اس کی توبہ قبول کی جائے اور دعاء کرنے والا دعاء کرے تاکہ اس کی دعاء کو قبول کیا جائے۔ اور کوئی مظلوم مدد کا طلب گار ہے تو اس کی مدد کی جائے۔ اور اگر کوئی بخشش کی درخواست کرنا چاہتا ہے تو کرے اس کو بخش دیا جائے گا۔ کوئی سوال کرنے والا ہے تو وہ سوال کرے اس کی حاجت کو پورا کیا جائے۔ اور ماہ رمضان کے تمام مہینے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا رہتا ہے کہ اے میرے غلاموں اور میری لونڈیو تم کو خوشخبری ہو۔ تم صبر کرو اور اس صبر پر ہمیشگی کرو۔ جلدی ہی تم کو رنج اور محنت سے خلاصی مل جائے گی اور اپنی رحمت اور اپنے قرب وجوار میں تم کو بلاؤں گا۔ اور شب قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک فرشتوں کے گروہ کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور ہر ایک بندہ کے واسطے جو خدا کی یاد میں کھڑا یا بیٹھا ہوتا ہے رحمت اور مغفرت کی دعاء کرتے ہیں۔ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو کلام کرنے کی اجازت دے دے تو وہ اس بندہ کو بہشت کی خوشخبری دے دیں جو رمضان کے مہینے میں روزے رکھتا ہے۔ اور عبداللہ ابن ابی اوفیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر روزہ دار سو جائے تو اس کا سونا بھی عبادت میں داخل ہے اور اس کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور جو وہ عمل کرتا ہے اس کا اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے اور اعمش ابی خثیمہؒ روایت کرتے ہیں کہ اصحابوں نے فرمایا ہے کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک اور ایک حج دوسرے حج تک اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ایک نماز دوسری نماز تک کفارہ ہیں جو کچھ انسان سے صادر ہوتا ہے مگر شرط ہے کہ کبیرہ گناہ سے پرہیز رکھے اور حضرت امیرالمومنین عمر بن خطابؓ روایت کرتے ہیں کہ تم کو ماہ رمضان کے آنے کی خوشخبری ہو۔ کیونکہ اس مہینہ میں سب نیکیاں ہیں اس کا دن تو روزہ ہے اور اس کی رات قیام ہے۔ اور جو آدمی اس مہینے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ خدا کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایمانداری کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینے میں روزے رکھتا ہے اور رات کے وقت قیام کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور ابی ہریرہؓ راوی ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے اگر کوئی آدم کا فرزند نیکی کرتا ہے تو اس کے اجر میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک اور نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں۔ اور روزہ کے باب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے واسطے ہی ہے اس میں بندہ اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کو ترک کرتا ہے اور میرے واسطے ہی کھانے اور پینے سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے اس لیے میں بھی اس کو اپنی عظمت اور اپنی شان کے موافق اجر عطا کرتا ہوں اور روزہ اس کے واسطے ایک ڈھال ہے۔ اور روزہ دار آدمی کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک تو روزہ افطار کرنے کے وقت اور دوسری پروردگار کا دیدار حاصل ہونے کے وقت اور اس کے برابر اور کوئی فرحت نہیں ہے۔ اور ابو البرکات سقطیؒ یزید بن

ہارونؒ سے اور وہ مسعودیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ماہ رمضان کی ایک رات میں اپنے نفلوں میں سورہ اِنَّا فَتَحْنَا پڑھے وہ آدمی اس سال میں تمام بلاؤں سے بچا رہتا ہے۔

ماہ رمضان کے حروف کا بیان

رمضان کے لفظ میں پانچ حروف ہیں اور ہر ایک حرف میں ایک طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ر میں تو اپنے پروردگار کی رضامندی کی طرف اشارہ ہے اور حرف میم میں خدا کی محبت کی طرف ایماء ہے اور حرف ض سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کا ضامن ہے۔ اور ا سے خدا کی الفت مقصود ہے اور ن سے خدا کا نور۔ تو یہ مہینہ رضامندی محبت ضمانت الفت نور بخشش اور عزت کا ہے اور یہ ان لوگوں کے واسطے ہی ہے جو خداوند تعالیٰ کے دوست اور نیکوکار ہیں۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ رمضان کے مہینے کی دوسرے مہینوں سے تشبیہ ایسی ہے جیسی کہ دل کی سینہ سے ہے اور نبی کی آدمیوں سے ہے اور حرم کی دوسرے شہروں سے ہے اور حرم میں دجال لعین نہیں جائے گا اور رمضان کے مہینہ میں سرکش شیطان جکڑے جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گاروں کے شفیع ہوں گے اور ماہ رمضان روزہ داروں کا شفیع ہو گا۔ اور مومنوں کے دل اس مہینہ میں معرفت اور ایمان کے نور سے آراستہ ہوتے ہیں اور ماہ رمضان کو قرآن پڑھنے کے نور سے آراستگی ہوتی ہے اور جو آدمی اس مہینہ میں نہ بخشا جائے گا اس کے حال پر بہت ہی افسوس ہے کیونکہ جب اس میں نہیں بخشا گیا تو وہ کب بخشا جائے گا پس توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے اور موت کی سختی کے وارد ہونے سے پہلے انسان کو لازم ہے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ کرے اور اللہ عزوجل کی جناب میں توبہ اور گریہ وزاری کرے ایسا نہ ہو کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور گریہ وزاری کا وقت ہاتھ سے جاتا رہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک رمضان کے مہینے میں میری امت کے لوگ ہمیشہ روزے رکھتے رہیں گے وہ کبھی خوار اور ذلیل نہیں ہوں گے اور ایک آدمی نے پیغمبر ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کس بات میں خواری اور ذلت ہے آپ نے فرمایا کہ ان باتوں میں کوئی رمضان کے مہینے میں حرام کا ارتکاب کرے یا کوئی برا فعل کرے۔ شراب پئے۔ زنا کرے۔ اگر ایسے فعل کرنے والا روزے رکھے تو اس کے روزے قبول نہیں ہوں گے۔ اور خداوند تعالیٰ اور خدا کے فرشتے اور باقی آسمان کے سارے لوگ آئندہ رمضان تک اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں اور اگر آئندہ رمضان کے آنے سے پیشتر ہی مر جائے تو اس کے لیے اللہ کے پاس کوئی نیکی نہیں۔

سرداروں کا بیان

کہتے ہیں کہ سب لوگوں کے سردار حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور عرب کے سردار محمد ﷺ ہیں۔ اور فارس کے سردار سلمانؓ ہیں۔ اور روم کے سردار صہیبؓ ہیں اور حبش کے سردار بلالؓ ہیں اور شہروں کا سردار مکہ مکرمہ ہے اور سب وادیوں کی سردار وادی بیت المقدس ہے۔ دنوں کا سردار روز جمعہ ہے اور سب راتوں کی سردار شب قدر ہے۔ اور تمام کتابوں کا سردار قرآن مجید فرقان حمید ہے اور قرآن کی سردار سورۃ البقرہ ہے اور سورۃ بقر کی سردار آیت الکرسی ہے اور تمام پتھروں کا سردار حجر اسود ہے۔ اور تمام کنوؤں کا سردار چاہ زمزم ہے اور سب عصاؤں کا سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے اور مچھلیوں کی سردار وہ مچھلی ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام رہے۔ اور تمام اونٹنیوں کی سردار حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے۔ اور تمام گھوڑوں کا سردار براق ہے اور تمام انگوٹھیوں کی سردار حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہے اور تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے۔

شب قدر کی فضیلت

خداوند تعالیٰ نے سورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنَا کو شب قدر کی بزرگی میں نازل فرمایا ہے اور اس سورۃ میں قرآن کے نازل فرمانے کی طرف اشارہ ہے یعنی خدا تعالیٰ نے لوح محفوظ سے اتار کر قرآن مجید کو دنیا کے فرشتہائے سفرہ کے پاس نازل کیا۔ اور فرشتگان سفرہ وہ ہیں جو فرشتوں میں محرری اور خط وکتابت کے عہدوں پر مامور ہیں اور اس رات میں لوح محفوظ سے خداوند تعالیٰ قرآن اسی قدر نازل فرمایا کرتا تھا جس قدر اس سال میں پیغمبر ﷺ پر بھیجنا ہوتا تھا۔ اور آپ پر جبرائیل علیہ السلام قرآن شریف نازل فرمایا کرتے تھے اور شب قدر تک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرتے رہتے تھے اور وہ وہی حصہ ہوتا تھا جو آسمان پر بارگاہ ایزدی سے نازل ہو چکتا تھا۔ اور "ابن عباسؓ وغیرہ دوسرے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ

الْقَدْرِ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سورۃ کو اور باقی تمام قرآن شریف کو ہم نے جبرائیل کی معرفت شب قدر میں محرر فرشتوں کے پاس بھیجا اور پھران کے ہاں سے تھوڑا تھوڑا ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اور روقتاً فوقتاً تیئس برس تک تمام مہینوں میں دن رات نازل ہوتا رہا ہے اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ) یہ شب قدر کی بزرگی اور اس کے مرتبہ کے واسطے فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اندازہ کرتا ہے اس رات ان کاموں کا جو اس سال سے آئندہ سال تک ہونے والے ہیں۔ اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ شب قدر کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کی نسبت تجھ کو حال نہ بتلاتا تو تجھے کیونکر معلوم ہوتا کہ اس رات کی تعظیم اور اس کی قدر کس قدر ہے اور خدا تعالیٰ نے جس چیز کو قرآن میں اس لفظ سے تعبیر کیا ہے وَمَآ اَدْرٰکَ اس کی اطلاع خود رسول مقبول ﷺ کو دے دی ہے اور جو لفظ مَایُدْرِیْکَ میں آیا ہے اس کی اطلاع آپ کو نہیں دی گئی۔ جیسے فرمایا ہے (اور تم کو کونسی چیز معلوم کرواتی) ہو سکتا ہے کہ قیامت نزدیک ہو مگر اس کا وقت نہیں بتلایا اور اس رات کو لیلۃ القدر سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی بزرگی اور حکمت کی رات۔ اور اس رات کو مبارک رات کہا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (قرآن کو ہم نے مبارک رات میں اتارا' اور یہ اسی واسطے کہ اس رات میں سال بھر میں جس قدر قرآن نے نازل ہونا ہوتا تھا۔ اس کو ایک ہی دفعہ الگ کیا جاتا تھا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس مہینہ میں جس قدر عمل کیا جاتا ہے وہ ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہیں آتی۔ اور کہتے ہیں کہ جس قدر اصحاب اس قول سے خوش ہوتے تھے "خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ" ویسے اور کسی قول سے خوش نہیں ہوتے تھے۔

اور ایک دن پیغمبر ﷺ نے اپنے اصحابوں کے پاس بنی اسرائیل کے چار شخصوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے اسی برس تک خداوند تعالیٰ کی عبادت کی ہے اور اس عرصہ میں ایک لحظہ بھی خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ اور ان چار پیغمبروں کا ذکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام' زکریا علیہ السلام' حزقیل علیہ السلام' یوشع بن نون علیہ السلام اور جب اصحابوں نے آپ سے اس حدیث کو سنا تو ان کو اس سے تعجب ہوا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور رسول مقبول ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ کو آپ کے اصحابوں کو اس سے تعجب ہوا ہے کہ ان شخصوں نے اسی برس تک خدا کی عبادت کی ہے اور اس عرصہ میں ایک لحظہ بھی اپنے پروردگار کے نافرمان نہیں ہوئے خدا تعالیٰ نے جو تجھے نعمت عطا کی ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے اور پھر آخر تک سورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنٰا پڑھی اور فرمایا کہ جس بات پر تیرے اصحابوں نے تعجب کیا ہے یہ اس سے بہتر ہے اور جب پیغمبر ﷺ نے اس بات کو سنا تو وہ بہت خوش ہوئے اور یحییٰ بن نجیح روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا آدمی تھا۔ کہ وہ ایک ہزار مہینہ تک خداوند تعالیٰ کے راستہ میں ہتھیار باندھے رہا اور نہ اتارے۔ جب رسول ﷺ نے اپنے اصحابوں سے یہ ذکر کیا تو ان کو اس سے تعجب ہوا۔ پس اللہ جل شانہ نے سورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنٰا نازل کی۔ اور فرمایا۔ کہ تمہارے واسطے یہ ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے کہ جن میں اس آدمی نے میری راہ میں ہزار مہینہ تک ہتھیار باندھے اور اس عرصہ میں ان کو کبھی نہیں اتارا۔ اور کہتے ہیں کہ اس آدمی کا نام شمعون عابد تھا جو بنی اسرائیل کی قوم میں سے تھا اور بعض کا قول ہے کہ اس آدمی کو شمسون کہتے تھے۔ اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اس سے مراد یہ ہے کہ آفتاب کے غروب ہونے سے فجر کے طلوع ہونے تک فرشتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ضحاک ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ روح ایک بزرگ فرشتہ ہے جو انسان کی صورت میں ہے اور عظیم الخلقت ہے اللہ جل شانہ اس کی شان میں فرماتا ہے کہ تجھ سے روح کی بابت پوچھتے ہیں۔ روح ایک فرشتہ ہے جو قیامت کے روز فرشتوں کی صف کے مقابلہ میں اکیلا کھڑا ہو گا یعنی سب کے برابر وہ ایک ہی ہو گا۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ جتنے فرشتے ہیں۔ ان سب سے یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس فرشتہ کا منہ تو انسان کی صورت پر ہے اور اس کا جسم فرشتوں کے جسم کی مانند ہے اور وہ تمام مخلوقات سے بہت بڑا ہے اور فرشتوں کی صف میں عرش کے نزدیک کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ شب قدر کی رات میں تمام فرشتے تو ایک صف میں ہوتے ہیں اور وہ اکیلا ہی ایک صف میں سماتا ہے۔ اور رات سلامتی کی رات ہے اور فجر تک کھڑے رہتے ہیں اور یاد جو دا س کے ان میں سستی اور ماندگی لاحق نہیں ہوتی اور لفظ مَطْلَعِ الْفَجْرِ لام کی کسرے مصدر ہے اس کے معنی نکلنا ہے اور اگر لام کی فتح سے پڑھی جائے تو اس صورت میں آفتاب کے نکلنے کی جگہ ہو گی اور بعض نے کہا ہے کہ سلام سے فرشتوں کا مقصود ہے جو زمین کے رہنے والوں پر وارد ہوتا ہے اور اس سلام کو فرشتے طلوع فجر تک بھیجتے ہیں۔

لیلتہ القدر کی تلاش

ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اس کی تلاش کرنی چاہئے۔ اور خاص کر ستائیسویں رات میں۔ اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ماہ رمضان کی آخر دس راتیں برابر ہیں کسی ایک کو دوسری پر فضیلت نہیں اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ زیادہ تاکید والی رات رمضان شریف کی اکیسویں رات ہے اور بعض کا قول ہے کی انتیسویں رات ہے اور عائشہؓ کا بھی یہی قول ہے اور ابو بردہ اسلمیؓ کہتے ہیں کہ شب قدر رمضان کی تیسویں رات ہے۔ اور ابوذرؓ اور حسنؓ کہتے ہیں کہ پچیسویں رات۔ اور حضرت بلالؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شب قدر ماہ رمضان کی چوبیسویں رات ہے۔ اور ابن عباسؓ اور ابی ابن کعبؓ کہتے ہیں ستائیسویں رات ہے اور اس پر دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اپنی اسناد میں ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں حضرت پیغمبر ﷺ کی خدمت میں اپنی اپنی خوابوں کا ذکر کیا کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ تمہیں جو پے در پے یہ خوابیں آتی ہیں یہ ستائیسویں رات میں واقع ہوئی ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے' جو اس کو تلاش کرے اور ابن عباسؓ عمرؓ بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شب قدر کے واسطے طاق عددوں میں غور کی تو مجھے معلوم ہوا کہ سات کا عدد اس کے واسطے سب سے زیادہ لائق ہے اور پھر سات کے عدد میں غور کی تو معلوم ہوا کہ آسمان سات ہیں اور زمینیں بھی سات ہیں اور راتیں بھی سات ہیں دن بھی سات ہیں اور سات ہی دریا ہیں اور صفا اور مروہ کے درمیان سات دفعہ دوڑتے ہیں اور کعبہ کے اردگرد سات دفعہ طواف کرتے ہیں اور سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں اور آدمی کی پیدائش بھی سات عضووں سے ہی ہوئی ہے اور آدمی کا رزق بھی سات دانے ہی ہیں اور انسان کے چہرے میں بھی خداوند تعالیٰ نے سات سوراخ بنائے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں دو کان۔ دو نتھنے۔ دو آنکھیں اور ایک منہ کا سوراخ ہے۔ اور حم کی سورتیں بھی سات ہی ہیں۔ اور الحمد کی آیتیں بھی سات ہیں۔ اور قرآن کی قرائتیں سات ہیں اور بار بار پڑھی جانے والی آیتیں بھی سات ہیں اور جب سجدہ کیا جاتا ہے تو وہ بھی سات اعضاء سے ہی کرتے ہیں اور سات ہی دوزخ کے دروازے ہیں اور سات ہی دوزخ کے نام اور طبقے ہیں۔ اور اصحاب کہف کی تعداد بھی سات ہے اور جب عاد کی قوم ہلاک ہوئی تو وہ بھی سات راتوں میں ہی ہوا سے ہلاک ہوئی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام جب قید ہوئے ہیں تو وہ بھی سات برس تک جیل خانہ میں مقید رہے اور وہ گائیں بھی شمار میں سات ہی ہیں جن کا ذکر سورۃ یوسف میں ہے اور وہ قحط بھی سات سال ہی رہی اور سات سال ہی فراخی اور کشادگی رہی۔ اور پانچ وقت کی نماز کی سترہ رکعتیں ہیں اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو اور نسب کی رو سے سات قسم کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور سات عورتیں ہی سسرال میں حرام ہیں۔ اور اگر کوئی کتا مٹی کے برتن میں منہ ڈال جائے۔ تو اس کے دھونے کے واسطے پیغمبر ﷺ نے سات دفعہ ہی ارشاد فرمایا ہے۔ جب دھوئے تو پہلی دفعہ مٹی سے دھوئے اور اس کے بعد صرف پانی سے دھوئے اور سورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ میں سلام تک ستائیس حرف ہیں۔ اور جب حضرت ایوب علیہ السلام بلا میں گرفتار ہوئے تو وہ بھی سات برس تک مصیبت میں مبتلا رہے۔

اور عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ نے مجھے اپنے نکاح سے سرفرازی بخشی ہے تو اس وقت میں سات برس کی تھی۔ اور نکلتی ہوئی گرمیوں کے دن بھی سات ہیں۔ تین دن تو ماہ شباط پھاگن کے ہیں۔ اور چار دن وہ ہیں جو آور (چیت) مہینے کے پہلے ہیں۔ پس یہ سات ایسے ہیں کہ یہ گرمیوں کو قطع کر دیتے ہیں۔ اور رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے لوگوں میں سے جو شہید ہوتے ہیں۔ وہ بھی سات قسم کے شہید ہیں۔ پہلے وہ جو خدا کی راہ میں مارے جائیں۔ دوسرے وہ جو طاعون کی بیماری سے مرتے ہیں۔ تیسرے وہ جو سل کی بیماری سے مریں۔ اور چوتھے وہ جو پانی میں ڈوب کر مر جائیں۔ پانچویں وہ جو آگ میں جل کر مر جائیں اور چھٹے وہ جو اسہال یعنی دستوں کی بیماری سے فوت ہوں۔ اور ساتویں وہ عورت ہے جو نفاس کی حالت میں فوت ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ اور وہ یہ ہیں آفتاب۔ چاشت کا وقت۔ چاند۔ دن رات۔ آسمان۔ اور جس نے آسمان اور زمین کو بنایا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قد کی لمبائی۔ بھی سات ہاتھ تھی اور یہ اس وقت کے ہاتھوں کے حساب سے تھی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا بھی سات ہاتھ لمبا تھا۔ پس اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سی چیزوں کو خدا نے سات سات بنایا ہے اور جب یہ شب قدر ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے تو اس اوپر کے بیان سے استدلال ہوتا ہے کہ یہ بھی ستائیسویں تاریخ کو ہو گی۔ اور اس آیت سے بھی "هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ" لفظ ھی ستائیس حروف کے بعد واقعہ ہوا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ماہ

رمضان کی ستائیسویں رات کو ہے۔

کیا شب جمعہ افضل ہے یا شب قدر

اس باب میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے کہ جمعہ کی رات بہتر ہے یا شب قدر۔ شیخ ابو عبد اللہ بن بطہؒ اور شیخ ابو الحسن جزریؒ اور ابو حفص عمرؒ برمکی کہتے ہیں کہ شب قدر سے شب جمعہ افضل ہے اور ابو الحسن تمیمی کہتے ہیں کہ شب قدر بہتر ہے کیونکہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ اور جس شب قدر میں قرآن شریف نازل ہوا ہے جو اس کے سوا باقی ہیں ان سے شب جمعہ بہتر ہے۔ اور اکثر علماء کا قول ہے کہ جمعہ کی رات سے شب قدر بہتر ہے اور ہمارے اصحابوں نے جو اس قول کو اختیار کیا ہے تو اس کا باعث یہ ہے کہ قاضی امام ابو علی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۔ اور اس رات کی جو یہ فضیلت ہے اسے کسی دوسری رات کے حق میں پیغمبر ﷺ نے بیان نہیں کیا اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس بزرگ رات اور روشن دن میں مجھ پر بہت کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو۔ اور اس دن اور رات سے جمعہ کی رات مراد ہے اور جو چیز برگزیدہ ہوتی ہے وہ سب سے بہتر ہوتی ہے اور جمعہ کی رات دن کے تابع ہوتی ہے اور جمعہ کے دن کی فضیلت شب قدر کے دن کی فضیلت سے زیادہ ہے اس لئے جمعہ کی رات بھی بزرگی میں شب قدر کی رات سے بڑھ کر ہے انسؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس طرح آفتاب جمعہ کے روز بزرگی سے طلوع کرتا ہے ایسا اور کسی روز میں نہیں طلوع کرتا اور سب دنوں سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک جمعہ زیادہ پیارا ہے اور ابو ھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جیسے آفتاب جمعہ کے دن میں طلوع اور غروب ہوتا ہے اس سے بہتر اور کسی دن میں طلوع اور غروب نہیں ہوتا اور ہر ایک جانور اس دن خدا تعالیٰ کی درگاہ میں عاجزی کرتا ہے مگر آدمی اور جن نہیں کرتے اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک دن کو اپنی اصلی حالت پر ظاہر کرے گا۔ اور جمعہ کے دن کو روشن اور چمکتا ہوا نکالے گا اور لوگ اس طرح جمعہ کے ارد گرد گھیرا ڈال لیں گے جیسے کہ شوہر کے پاس جانے والی دلہن کے ارد گرد گھیرا ڈالتے ہیں۔ جمعہ کا دن لوگوں کو روشنی دے گا۔ اور اس کی روشنی میں لوگ چلیں گے۔ جمعہ میں حاضر ہونے والے لوگوں کے رنگ برف کی طرح سفید ہوں گے اور ان سے کستوری کی خوشبو آوے گی۔ اور ایسے معلوم ہوں گے کہ یہ لوگ کافور کے پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور جن اور آدمی جتنے اہل محشر ہوں گے سب ان کو دیکھیں گے اور تعجب کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا جو یہ قول ہے (لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ) اس میں تمہارا کیا جواب ہے تو اس کے جواب میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ شب قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جمعہ کی رات ان میں داخل نہیں ہے اور مفسروں نے بھی اس آیت کی تفسیر یہی کی ہے کہ شب قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے مگر جمعہ کی رات ان میں شامل نہیں اور بہشت میں بھی جمعہ کی رات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن اپنی زیارت سے اپنے بندوں کو شرف یاب کرے گا اور دنیا میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کہ جمعہ کی رات تو آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتی ہے اور شب قدر کا یہ حال نہیں اس کا آنکھوں سے دیکھنا ایک ظنی امر ہے۔ اور تمیمی وغیرہ کے اس قول کو کہ جمعہ کی رات سے شب قدر بہتر ہے جنہوں نے اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ) ہزار مہینے کے تیراسی سال اور چار مہینے ہوتے ہیں اور مذکور ہے کہ پیغمبر ﷺ کی امت کے لوگوں کی عمریں آپ کے روبرو پیش کی گئیں جب آپ نے ان کو ملاحظہ کیا تو ان میں کمی پائی۔ اس لیے عمر بڑھانے کے واسطے اس کمی کے عوض میں ان لوگوں کو شب قدر عنایت کی ہے اور مالک بن انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک معتبر آدمی کی زبانی سنا ہے کہ پیغمبر ﷺ خدا نے فرمایا ہے کہ جس قدر پہلی امتوں کے لوگ تھے میں نے انکی عمروں اور اعمال ناموں کو ملاحظہ کیا جب میں نے غور سے دیکھا تو مجھے اپنی امت کی عمر کم معلوم ہوئی۔ اور پایا گیا کہ اپنی عمر کی کمی کے سبب سے پہلی امت کے لوگوں کے عملوں کو نہیں پہنچیں گے۔ اس لیے اللہ نے ان کو شب قدر عطا کر دی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے اور مالک بن انسؓ کہتے ہیں کہ سعید بن مسیبؓ نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی شب قدر کی عشا کی نماز میں حاضر ہو جائے تو وہ اس رات سے حصہ پا لیتا ہے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی مغرب اور عشاء کی نماز جماعت کی نماز کے ساتھ پڑھے تو وہ شب قدر سے اپنا حصہ ضرور حاصل کر لیتا ہے اور جو سورۃ قدر پڑھتا ہے تو گویا کہ وہ قرآن کا چوتھا حصہ پڑھ لیتا ہے اور رمضان کے مہینے کے آخری نماز عشاء میں سورۃ قدر پڑھنا مستحب ہے۔

شب قدر کے پوشیدہ رکھنے کا ذکر

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قطعی اور یقینی طور پر اس رات کی اطلاع کیوں نہیں دی جیسا کہ جمعہ کی رات کو صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاف طور پر اس لیے بیان نہیں کیا کہ کوئی بندہ اس پر بھروسہ نہ کرے اور اپنے دل میں یہ نہ ٹھان لے کہ ہم نے تو آج رات ایسی عبادات اور نیک عمل کئے ہیں جو ہزار مہینے سے بہتر ہیں۔ اس لئے ضرور ہی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا ہے اور خدا کی بارگاہ سے ہمیں بڑے درجے ملیں گے۔ اور بہشت کی نعمتیں عطاء ہوں گی اور اس خیال میں سست نہ ہو جاوئے اور آرام کے ساتھ بے خبر بیٹھ نہ رہے اگر ایسا کرے گا تو اس کی دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پا جاویں گی اور اس کو ہلاک کر دیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی اپنے بندوں کو ان کی عمر کے تمام ہونے سے ہرگز کچھ خبر نہیں دی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ اطلاع دے دیتا تو بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھتے۔ کہ ابھی مرنے میں بہت دن پڑے ہیں۔ اس وقت تک نفسانی شہوت اور دنیاوی لذت اٹھالیں۔ اور جب موت نزدیک آئے گی۔ تو اس وقت توبہ کر لیں گے اور اپنے رب کی عبادت اور بندگی اور نیکی کر کے مریں گے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی عمروں کی مدت ان سے پوشیدہ رکھی ہے تاکہ ہمیشہ خوف اور ڈر سے رہیں اور نیک کاموں کا شغل رکھیں اور ہمیشہ توبہ کرتے رہیں اور اپنے عمل کو درست رکھیں۔ پس جو آدمی ایسا کریں گے ان کو دنیا کی لذتیں بھی مل جائیں گی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں سے پانچ چیزوں کو پوشیدہ کیا ہے پہلی یہ ہے کہ لوگوں کی عبادت پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اور دوسرے گناہوں پر اپنے غضب اور غصے کو پوشیدہ رکھا ہے اور تیسری وسطیٰ نماز کو باقی نمازوں سے پوشیدہ رکھا ہے چوتھی یہ کہ اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے۔ پانچویں رمضان کے مہینے میں شب قدر کو چھپایا ہے۔

پانچ راتوں میں عبادت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پانچ راتیں عنایت کی ہیں۔ پہلی معجزہ اور قدرت کی رات ہے یہ وہ رات ہے۔ جس میں شق القمر کا معجزہ ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ساعت نزدیک پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا) اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے دریا کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور جب پیغمبر ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا تو اس سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور خدا کے رسول کے جتنے معجزے ہیں ان سب سے شق القمر کا معجزہ بڑا ہے اور دوسری رات وہ ہے۔ جس میں دعا قبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب ہم تیری طرف جنوں کی ایک جماعت کو پھیرتے ہیں تو وہ قرآن کو سنتے ہیں اور تیسری رات وہ ہے جس میں قضا وقدر جاری ہوتی ہے اور احکام جاری کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (مبارک رات میں ہم نے قرآن شریف کو اتارا اور ہم ڈرانے والے ہیں اس رات میں ہر ایک مضبوط کام جدا ہوتا ہے) اور چوتھی وہ ہے جس میں نزدیکی اور قرب حاصل ہوا ہے اور یہ معراج کی رات ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی) پانچویں رات سلام اور درود کی ہے خدا تعالیٰ کا قول ہے (اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ) آخر آیت تک اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم زمین پر جاؤ اور جو سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے ہیں۔ ان کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ یہ ستر ہزار فرشتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں نور کے جھنڈے ہوتے ہیں اور جب حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے اس لشکر کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں تو اترتے ہی اپنا جھنڈا زمین پر گاڑ دیتے ہیں اور فرشتے بھی اپنے جھنڈے ان چار مکانوں میں گاڑتے ہیں خانہ کعبہ کے نزدیک۔ حضرت محمد ﷺ کی قبر کے نزدیک۔ بیت المقدس کے نزدیک مسجد طور سینا کے نزدیک اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام سب فرشتوں کو حکم کرتے ہیں کہ تم سب ادھر ادھر پھیل جاؤ۔ پس ہر ایک گھر اور حجرے اور مکان اور کشتی میں جہاں کوئی مومن مرد یا مومنہ عورت ہو ہر ایک میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور جس گھر میں کتا یا سور یا شراب یا کوئی زانی یا زانیہ ہو یا جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ اور یہ سب فرشتے خدا کی تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہوتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واسطے بخشش کی دعاء کرتے ہیں۔ اور جب صبح ہو جاتی ہے تو پھر سب کے سب آسمانوں کی طرف چلے جاتے ہیں اور دنیا کے آسمان کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس جگہ سے آرہے ہو

اور خدا نے بندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے واسطے کیا کاروائی کی ہے اور کیا حکم دیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ پروردگار نے جو ارحم الراحمین ہے نیکوں کو بخش دیا ہے اور بدکار لوگوں کو نیک آدمیوں کی سفارش سے بخش دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جب آسمان کے فرشتے یہ سنتے ہیں تو اس سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہیں اور محمد ﷺ کی امت کو جو مغفرت اور خدا کی رضامندی عطا ہوتی ہے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں پھر وہ دوسرے آسمان پر جاتے ہیں اور اسی طرح ہر ایک آسمان کے فرشتے استقبال کے لیے آتے ہیں اور خوشی کرتے ہوئے آگے بڑھتے اور ساتوں آسمانوں تک یہی حال ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ اب تم اپنے مقاموں کو واپس لوٹ جاؤ۔ اس لیے سب رخصت ہو کر چلے جاتے ہیں اور سدرۃ المنتھی کے فرشتے بھی اپنے اپنے مکان پر چلے جاتے ہیں اور جب یہ اپنے مقام پر پہنچتے ہیں تو وہاں کے رہنے والے ان سے کہتے ہیں کہ تم کہاں تھے یہ انہیں ویسا ہی جواب دیتے ہیں جیسے کہ پہلے آسمان والوں کو دیا تھا یہ سنتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں اور یہاں تک خوش ہوتے ہیں۔ کہ ان کی خوشی کی آواز جنت الماویٰ میں جا پہنچتی ہے اور جنت عدن میں جاتی ہے اور فردوس بریں میں سنائی دیتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا عرش اس کو سنتا ہے اور خدا کا عرش اس نعمت کے عوض میں جو محمد ﷺ کی امت کو عطا ہوئی ہے خدا کی تسبیح اور تہلیل پڑھتا ہے اور اس کی حمد اور ثناء بیان کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ عرش سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ تو نے اپنی آواز کیوں بلند کی ہے وہ جواب میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے اللہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ محمد کی امت کے نیکوکاروں کو تو قیامت کے دن بخش دے گا اور بدکاروں کے حق میں جو وہ سفارش کریں گے اسے قبول کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے عرش تو سچ کہتا ہے محمد ﷺ کی امت کے واسطے میرے پاس بے شمار خلعت ہیں اور ان کے عطا کرنے کے لیے اتنی چیزیں ہیں کہ نہ تو انہیں کسی کی آنکھوں نے دیکھا ہے اور نہ کسی کے کانوں نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام شب قدر میں آسمان سے نازل ہوتے ہیں تو ہر ایک مسلمان کو سلام کہتے ہیں اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس وقت انسان کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور آدمی کا دل بھی نرمی اختیار کرلیتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو پڑتے ہیں اور روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ اپنی امت کے فکر سے بہت غم میں رہتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے محمد ﷺ تو کوئی غم اور رنج نہ کر۔ میں تیری امت کو دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ انہیں پیغمبروں کے درجے نہ دے لوں۔ اور انہیں سردار نہ بنالوں۔ نبیوں کے پاس تو فرشتے وحی اور پیغام لاتے تھے اور تیری امت کے لوگوں پر شب قدر میں فرشتوں کو بھیجتا ہوں۔

شب قدر کی علامات کا ذکر

اس رات کے پہچاننے کے واسطے یہ علامت ہے کہ نہ تو اس میں سردی ہوتی ہے اور نہ گرمی اور کہتے ہیں کہ اس میں کتے کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی۔ اور اس رات کی صبح کو جب آفتاب نکلتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس میں کچھ روشنائی نہیں ہے اور وہ ایسا نظر آتا ہے جیسا کہ طشت ہوتا ہے اور اس رات کی عجائب باتیں ان لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں اہل دل۔ اہل طاعت۔ اہل ولایت اور جس کو خدا دکھلانی چاہے اور ہر ایک کو اس کے اندازے اور حال اور مرتبے اور قرب کے موافق نصیب ہوتی ہے۔

نماز تراویح

پیغمبر ﷺ نے ایک رات ہی تراویح کی نماز پڑھی ہے اور بعض کا قول ہے کہ دو رات اور بعض یہ کہتے ہیں کہ تین رات نماز تراویح پڑھی ہے اور پھر پیغمبر خدا ﷺ صحابہ رضی اللہ عنھم کے پاس تشریف نہ لائے حالانکہ وہ آپ کے منتظر رہے اور اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس رات نکل آتا۔ تو تم لوگوں پر تراویح کی نماز فرض ہو جاتی۔ پس حضرت عمرؓ کی خلافت کے دنوں میں ماہ رمضان کا سارا مہینہ نماز تراویح پڑھی گئی اس واسطے یہ نماز انہیں کی طرف منسوب ہوئی۔ اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ ماہ رمضان کی رات میں نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی اور دوسرے آدمیوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ اور دوسری رات اس قدر لوگ مسجد میں جمع ہوئے کہ مسجد کا صحن تنگ ہو گیا مگر پیغمبر خدا ﷺ نہ نکلے اور صبح کی نماز کے وقت مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ رضی اللہ عنھم سے فرمایا کہ رات کے تمہارے جمع ہونے کا حال تو مجھے معلوم

تھا لیکن اس خوف سے نہیں نکلا۔ کہ یہ نماز بھی تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اور پھر تم اس کے ادا کرنے میں عاجز رہو۔ عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر ﷺ لوگوں کو یہ ترغیب دیا کرتے تھے۔ کہ رمضان کی رات میں قیام کریں۔ مگر اس پر قصداً ہمیشگی کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اور جب آپ وفات پا گئے تو آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے زمانے کے شروع تک یہی حال رہا۔

حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے ایک حدیث سن کر تراویح پڑھنی اختیار کی ہے اصحابوںؓ نے پوچھا۔ کہ وہ کونسی حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے پیغمبر ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے پاس ایک مقام۔ اس کا نام خطیرۃ القدس ہے اور وہ نور ہی نور ہے اور بے شمار فرشتے اس میں ہیں۔ وہاں وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ایک لحظہ بھی سستی نہیں کرتے۔ اور رمضان آتا ہے تو اس کی راتوں میں اپنے پروردگار سے زمین پر اترنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ انہیں اجازت عطاء کی جاتی ہے۔ اور پھر وہ زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ اور بنی آدم کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھتے ہیں اور جو آدمی ان فرشتوں سے چھو جاتا ہے۔ یا وہ خود کسی سے چھو جاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ کے واسطے نیک بخت ہو جاتا ہے۔ اور وہ پھر کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ جب یہ معاملہ ہے تو ہمارے لیے اس کا کرنا بہت مناسب اور زیادہ لائق ہے۔ اس کے بعد آپ نے سب لوگوں کو نماز تراویح کے لیے اکٹھا کیا۔ اور اس کو سنت ٹھیرایا۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے۔ کہ آپ ماہ رمضان کی اول رات میں گھر سے باہر آئے اور مسجدوں میں قرآن پڑھتے سنا۔ تو آپ نے فرمایا کہ عمرؓ کی قبر کو خداوند تعالیٰ روشن کرے۔ کیونکہ انہوں نے خدا کی مسجدوں کو قرآن سے روشنی دی ہے اور حضرت عثمان بن عفانؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ مسجدوں کے پاس سے گزرے۔ اور ان میں قندیلیں روشن ہو رہی تھیں۔ اور لوگ تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس حال کو آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح ہماری مسجدوں کو روشن و منور کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے۔ ایک روایت میں آیا۔ کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی خدا کے گھروں میں سے ایک میں بھی قندیل روشن کرے۔ تو جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔ تب تک فرشتے اس کے واسطے مغفرت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ اور اس کے اوپر درود بھیجتے ہیں۔ اور ان فرشتوں کی تعداد ستر ہزار ہوتی ہے۔ اور ابی ذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم نے پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ ماہ رمضان میں نماز ادا کی۔ اور جب رمضان کی تیسویں رات آئی تو خدا کے رسول ﷺ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی۔ یہاں تک کہ رات کا تیسرا حصہ گزر گیا۔ اور جب چوبیسویں رات آئی۔ تو اس میں آپ گھر سے نکل کر ہمارے پاس باہر تشریف نہ لائے۔ اور پچیسویں رات میں تشریف لے آئے۔ اور ہم کو نماز پڑھائی۔ یہاں تک آدھی رات اسی میں بسر ہو گئی۔ بعد میں ہم نے عرض کی کہ اگر ہم اس رات میں نفل ادا کریں تو ہمارے واسطے یہ ہر صورت میں بہتر ہوگا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی آدمی اس وقت تک امام کے ساتھ کھڑا رہے۔ جب تک وہ کھڑا ہو۔ تو اس کو پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔ اور چھبیسویں رات میں بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز نہ پڑھائی۔ اور ستائیسویں رات میں بھی حضرت پیغمبر ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے اور اپنے اہل کو بھی جمع کیا اور نماز ادا کی۔ اور یہاں تک نماز میں کھڑے ہوئے۔ کہ ہمیں یہ خیال ہوا۔ کہ ہم لوگوں سے فلاح فوت ہو گئی۔ ا

تراویح کا بیان

نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنی اور قرآن کو اس میں بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ خدا کے رسول نے تراویح میں قرآن کو بلند آواز سے پڑھا ہے۔ اور رمضان کی اس رات سے نماز تراویح کی ابتداء کرے۔ جس میں چاند دیکھے کیونکہ یہ رات رمضان میں داخل ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز تراویح پہلی رات سے ہی پڑھی۔ اور نماز تراویح بیس رکعتیں ہیں۔ اور ہر دو رکعت پر بیٹھے اور سلام پھیرے۔ اور تراویح پانچ ہیں۔ اور ان میں سے ہر چار کو ترویحہ کہتے ہیں۔ اور چاہے کوئی اکیلا پڑھے اور چاہے امام کے ساتھ ہر دو رکعتوں میں نیت کرے۔ یعنی یہ کہے میں دو رکعت نماز تراویح پڑھتا ہوں۔ اور مستحب ہے کہ ماہ رمضان کی پہلی رات میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ علق پڑھے۔ اور سورۂ علق یہ ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ " الخ اور ہمارے امام احمد بن حنبل کے نزدیک قرآن کی پہلی آیت یہی نازل ہوئی ہے۔ اور باقی سب اماموں کا قول بھی یہی ہے اور جب یہ سورۃ پڑھ چکے۔ تو اس کے بعد سجدہ کرے اور سجدہ سے اٹھ کر سورۃ بقر پڑھے اور امام کے واسطے تمام

قرآن پڑھنا مستحب ہے۔ تاکہ سب لوگ اس کو سنیں۔ اور امر و نواہی و پند اور نصائح اور زجر و توبیخ جہاں جہاں وارد ہو وہاں ٹھہر کر پڑھے۔ تاکہ سامعین خوب سمجھتے جائیں۔ اور اس قدر پڑھنا مستحب نہیں ہے۔ کہ ایک ختم سے زیادہ ہو جائے۔ اور سننے والوں کو دشوار گزرے۔ اور ان کو ملال اور تنگی لاحق ہو۔ اور جماعت میں داخل ہونے سے کراہت کریں۔ اور جب جماعت میں کھڑا ہونا ناگوار گزرتا ہے۔ تو اس سے اجر عظیم اور بزرگ ثواب جاتا رہتا ہے۔ اور اس کا باعث امام صاحب ہی ہوتے ہیں۔ اس کا گناہ بڑا ہو گا۔ اور وہ گناہ گاروں میں سے ہو جاوے گا۔ حضرت محمد ﷺ نے معاذؓ سے فرمایا تھا۔ اے معاذؓ کیا تو فتنہ ڈالنے والا ہے۔ اور آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا۔ جب کہ معاذؓ نے ایک قوم کے لوگوں کو نماز پڑھائی تھی۔ اور قرات کو لمبا کیا تھا۔ اور ایک آدمی نے تنگ آکر اپنی نماز توڑ دی۔ اور جماعت سے الگ ہو کر اکیلے نماز پڑھ لی۔ اور پھر پیغمبر خدا ﷺ کے حضور اس کی شکایت ہوئی۔ اور مستحب ہے کہ وتر کی نماز تراویح کے بعد پڑھے۔ اور پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری رکعت میں سورۃ کافرون پڑھے۔ اور تیسری میں سورۃ اخلاص کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی ترویحہ کے درمیان نفل پڑھے تو یہ مکروہ ہیں۔ اور یہ بھی مکروہ ہے۔ کہ دو مسجدوں میں تراویح پڑھے۔ اور ایک روایت کی رو سے یہ بھی مکروہ ہے کہ تراویح کے بعد نفلوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ کیونکہ یہ تعقب ہے۔ اور امام احمد حنبل کے نزدیک تعقب مکروہ ہے۔

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ وہ اس کو مکروہ جانتے تھے۔ اور آپ کا یہ دستور تھا کہ تھوڑا سا سو جاتے تھے۔ اور بعد میں اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جس قدر چاہتے تھے۔ وہاں تک نماز تہجد میں مشغول رہتے تھے۔ اور پھر خواب گاہ کی طرف جاتے تھے۔ اور رات کے اس اٹھنے کا ذکر خداوند تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے (رات کا اٹھنا بہت سخت ہے نفس کشی کے لیے اور بہت قوی بات ہے) اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ اگر تراویح کے بعد کوئی جماعت کے ساتھ نماز نفل پڑھے تو وہ جائز ہے مکروہ نہیں۔ لیکن اس میں دیر کرے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آخر رات کی فضیلت چھوڑتے ہو جب تم سو جاتے ہو وہ وقت مجھ کو بہت پیارا ہے اس وقت سے کہ جس میں تم جاگتے ہو۔

شب قدر اور ماہ رمضان کے خاتمہ کا بیان

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شب قدر میں روح یعنی جبرائیل علیہ السلام اور فرشتے اترتے ہیں۔ اور فرشتے ستر ہزار ہوتے ہیں۔ اور جبرائیل علیہ السلام ان کا امیر ہوتا ہے۔ اور جبرائیل علیہ السلام ان آدمیوں پر جو بیٹھے ہوں اور فرشتے ان پر جو سوئے ہوں سلام کہتے ہیں مگر خداوند تعالیٰ ان پر سلام کہتا ہے۔ جو کھڑے ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ اپنے ان مومن بندوں پر سلام پہنچاتا ہے جو اہل بہشت ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (پروردگار مہربان کی طرف سے سلام ہو) پس جب اللہ نے اہل بہشت پر سلام بھیجا ہے تو جائز ہے۔ کہ وہ دنیا میں بھی اپنے ان بندوں پر سلام بھیجے جو پاک ہوں۔ اور اس کی عبادت اور اطاعت میں مصروف مگر یہ سلام ان لوگوں کو ہی نصیب ہوتا ہے جن کے واسطے خداوند تعالیٰ نے اول روز میں ہی نیکی اور سبقت لکھ دی ہے۔ ان لوگوں کو خداوند تعالیٰ نے آپ ہی آخرت کی سعادت اور عنایت سے سرفراز اور سربلند کر دیا ہے۔ یہ لوگ مخلوق سے تو فنا ہو گئے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کے ساتھ باقی ہیں۔ اور اس سے آرام پاتے ہیں۔ غرض جب شب قدر آتی ہے تو اس میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہتی۔ جہاں ایک نہ ایک فرشتہ موجود نہ ہو۔ کوئی تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور کوئی سجدہ میں دعاء کر رہا ہوتا ہے اور یہ سب فرشتے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے حق میں دعاء کرتے ہیں۔ مگر گرجوں یا یہودیوں کی پرستش کی جگہ یا آتش کدہ یا بت پرستوں کا بت خانہ یا ناپاک جگہ میں فرشتے نہیں آتے۔ غرض سب فرشتے مومن لوگوں اور مومنہ عورتوں کے حق میں رات بھر دعائے خیر کرتے ہیں۔ اور جبرائیل علیہ السلام سب کو سلام پہنچاتے ہیں۔ اور ہر ایک سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور زبان سے بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر تو طاعت میں ہے تو تیرے اوپر سلام ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہے۔ کہ تیری عبادت قبول ہوئی۔ اور اگر تو معصیت میں ہے تو اس صورت میں آمرزش کی دعا کے ساتھ تیرے اوپر سلام ہے اور اگر تو سوتا ہے تو خداوند تعالیٰ کی رضا کے ساتھ تیرے اوپر سلام ہے۔ اور اگر تو قبر میں پڑا ہوا ہے۔ تو رحمت اور راحت کے ساتھ تجھ پر سلام ہے۔ اور یہ سب کچھ خداوند تعالیٰ کے فرمانے کے موافق ہے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (ہر چیز سے سلام ہے) اور بعض کا قول ہے۔ کہ فرشتے ان لوگوں پر ہی سلام بھیجتے ہیں۔ جو اہل طاعت ہوتے ہیں۔ اور گناہ گار لوگوں پر نہیں بھیجتے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو ظالم ہوتے ہیں اور بعض حرام خور ہوتے ہیں۔ اور

بعض قاطع رحم ہوتے ہیں۔ اور بعض سخن چین ہوتے ہیں۔ اور بعض یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کو فرشتوں کے سلام سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور آدمی کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کونسی مصیبت ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے مہینہ کو اپنے ہاتھ سے کھودے۔ کہ جس کے اول میں تو رحمت ہے اور اس کے درمیان میں مغفرت ہے۔ اور اس کے اخیر میں دوزخ کی آگ سے آزادی نصیب ہوتی ہے تیرے لیے اس رب کے فرشتوں کے سلام میں کوئی حصہ نہیں جو گناہ گاروں اور نیکو کاروں کا رب ہے یہ اس واسطے کہ تو رحمان سے دور ہو گیا ہے۔ اور ان لوگوں میں جا شامل ہوا ہے۔ جو نافرمان اور سرکش ہیں اور شیطان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے زیور پہنے ہوئے ہیں جو دوزخ کے راستے میں جا رہے ہیں۔ اور ان سے کوسوں دور ہیں جو بہشت کے راستے چلتے ہیں۔ اور تو ایسے عالی شان سلطان کی طاعت سے دور ہو گیا ہے۔

پس ماہ رمضان صفائی کا مہینہ ہے اور ان لوگوں کا مہینہ ہے جو اہل وفا ہیں اور خدا کا ذکر کرنے والے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں۔ اور اگر یہ مہینہ تیرے دل کی درستی نہ کرے گا۔ اور خداوند کریم کے گناہوں سے تجھ کو نہ بچائے گا۔ اور جو اہل بدعت اور گناہ گار ہیں۔ ان سے نگاہ نہ رکھے گا۔ تو پھر اور کونسی چیز تم کو بچائے گی۔ اور اس سے بہتر کونسی بات تجھ میں تاثیر ڈالے گی۔ اس صورت میں تجھ سے کسی نیکی کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ اور نہ ہی تجھ سے کوئی بدبختی باقی رہتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ نہ ہی تیری خلاصی کی کوئی صورت ہے۔ اے مسکین اور غریب بھائیو! (اب تم کو خبردار ہونا چاہئے خدا کی رحمت نازل ہو چکی ہے) خواب غفلت سے سر اٹھاؤ اور آنکھیں کھولو اور چونکہ جو نعمت اور عظمت تمہارے اوپر پہنچائی گئی ہے اس میں غور و فکر کرو اور جو بقیہ مہینے رہ گئے ہیں ان میں اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور استغفار پڑھو اور خدا تعالیٰ سے جو بڑا کارساز ہے آمرزش مانگو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ ممکن ہے کہ جن لوگوں پر خدا تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت نازل ہونے والی ہے تم بھی ان میں ہو جاؤ۔ اور رمضان شریف کو جو تمہارا بڑا یار غار ہے۔ آنسو بہاتے ہوئے زاری سے رخصت کرو۔ اور اپنے نفس کی شامت پر جان سوز نالے نکالو۔ اور اونچی اونچی آواز سے روؤ۔ کیونکہ آئندہ سال کو رمضان کی ملاقات ہونی شبہ میں ہے۔ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہوں گے کہ پھر وہ اس کو کبھی نہیں دیکھیں گے۔ اور بہت سے قیام کرنے والے ہیں جن کو پھر رمضان میں قیام نصیب نہیں ہو گا۔ اور جو لوگ عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے عمل کا اجر عمل کرنے کے بعد ملتا ہے اور ہم تو عمل سے فارغ ہو چکے ہیں پس کیا ہی بہتر ہو کہ ہم کو یہ معلوم ہو کہ بارگاہ ایزدی میں ہمارے روزے اور عبادت قبول ہو گئی ہے یا کہ اس کو الٹا کر ہمارے منہ پر مار دیا ہے۔ یعنی وہ مردود اور رد کی گئی ہے اور کاش کہ ہم کو یہ معلوم ہوتا کہ فلاں خوش نصیب آدمی کا عمل ہم سے مقبول ہو گیا ہے۔ تاکہ ہم اس کو مبارک باد دیتے اور ویسا ہی کرتے۔ اور جس بد نصیب کی یہ خبر ملتی۔ کہ اس کا عمل مردود ہوا ہے۔ اس کی تعزیت کرتے اور اس کے عمل سے پرہیز رکھتے۔ اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کا روزہ بھوک اور پیاس ہی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور بہت سے قیام کرنے والے ہیں کہ ان کو اپنے قیام سے صرف جاگنا ہی نصیب ہوتا ہے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اے ماہ رمضان تیرے اوپر سلام ہو اے ماہ قیام تیرے اوپر سلام ہو۔ اے ماہ ایمان تیرے اوپر سلام ہو۔ اے ماہ قرآن تیرے اوپر سلام ہو۔ اے نوروں کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو۔ اے مغفرت اور آمرزش کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو۔ اے مہینے کہ تجھ میں بہشت کے درجے حاصل ہوتے ہیں۔ اور دوزخ کی غاروں سے رستگاری ملتی ہے۔ تیرے اوپر سلام ہو۔ اور توبہ اور عبادت کرنے والوں کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو۔ اور عارفوں اور مجتہدوں کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو۔ اے امان کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو۔ کیونکہ تو گناہ گاروں کو گناہ گاری سے روکتا ہے اور عبادت کرنے والوں اور پرہیزگار لوگوں کا مونس اور انیس ہے۔ روشن قندیلوں اور روشن چراغوں پر سلام ہو۔ بیدار آنکھوں اور جاری آنسوؤں پر سلام ہو۔ اور تیرے محرابوں پر سلام ہو۔ آنسوؤں کے قطروں اور سوختہ دلوں کی آتش بار آہ پر سلام ہو۔ اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں شامل کر جن کے نماز روزے تو نے قبول کر لیے ہیں۔ اور ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے اور اپنی کامل رحمت سے ان کو بہشت بریں میں داخل کیا ہے۔ اور ان کے درجے بڑھا دیئے۔ آمین۔ یا ارحم الراحمین۔

عید الفطر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو شخص پاک ہوا۔ اور جس نے اپنے رب کا نام یاد کیا۔ اور نماز پڑھی بے شک اس نے نجات پائی اور خدا کے

اس قول کی تفسیر (قَدْ اَفْلَحَ) دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ فلاح سے مراد بہشت میں پہنچنا ہے اور آخرت میں آگ سے بچنا ہے۔ اور دنیا میں اس کی بلاؤں سے رہائی پائی اور دوسری یہ کہ دنیا میں اللہ کی توفیق سے اس کی فرمانبرداری کے سبب برکت اور نیک بختی کا حاصل ہونا اور آخرت میں بہشت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہونا۔ اور اللہ فرماتا ہے۔ "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" یعنی مومنوں کو رستگاری اور سعادت مندی حاصل ہوئی۔ اور اسی طرح فرمایا ہے۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" جو پاک ہوا اس نے خلاصی پائی۔ اور پاک ہونے سے یہ مقصود ہے۔ کہ اس کو زکوٰۃ دینے کی توفیق دی گئی ہے۔ اپنے ایمان کو بچائے رکھا ہے۔ گناہوں سے پرہیز کیا ہے۔ پس ان لوگوں کے واسطے تو نجات ہے۔ اور جو لوگ اپنے آپ کو پاک نہیں کرتے۔ ان کے واسطے رہائی پانے کی کوئی صورت نہیں۔ انہیں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے گناہ گار رستگار نہیں ہوتے۔ یعنی فلاح اور نیک بختی ان کے نصیب نہیں ہوتی۔ اور خدا کے اس قول (مَنْ تَزَكّٰى) کی تفسیر میں بعض عالموں نے اختلاف کیا ہے۔ ابن عباسؓ تو اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ پاک ہونے سے مقصود شرک سے پاک ہونا ہے۔ یعنی جو ایمان کے سبب سے شرک سے پاک رہا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ جو آدمی صالح ہو اور اس نے نیک کام کئے اور ان میں ترقی کرتا رہا۔ الاحوص کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد تمام مالوں کی زکوٰۃ دینی ہے۔ اور قتادہؒ اور عطاؒ کہتے ہیں کہ اس سے صرف فطر کی زکوٰۃ مقصود ہے۔ دوسری زکوتیں اس میں شامل نہیں اور خدا کے اس قول میں بھی (وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى) مفسروں نے اختلاف کیا ہے۔ ابن عباسؓ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کے معنی ہیں کہ انسان خدا کو واحد جانے اور پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں اپنے پروردگار کا نام تکبیر سے یاد کرے اور عید گاہ میں جا کر نماز پڑھے۔ اور وکیع بن جراح کہتے ہے۔ کہ ماہ رمضان کے لئے صدقہ فطر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز میں سہو کا سجدہ اور پیغمبر خدا ﷺ نے روزہ دار کے گناہوں سے پاک ہونے کے لیے صدقہ فطر فرض کیا۔ پس گویا اگر کوئی ماہ رمضان میں گناہ کرے یا کسی قسم کا نقصان سرزد ہو تو یہ صدقہ اس کا جبر کرتا ہے۔ یعنی گناہ سے اور لغو، فحش۔ جھوٹ۔ غیبت۔ سخن چینی اور مشتبہ چیز کے کھانے اور پینے اور خوب صورت عورتوں کی طرف نظر کرنے سے جو نقصان یا گناہ وارد ہوتا ہے یہ صدقہ اس کا بدلہ ہے۔ اور روزے کو کامل کرتا ہے۔ یہ روزے کی ایسی اصلاح کرتا ہے جیسی کہ توبہ اور استغفار گناہوں کی مصلح ہے۔ اور جس طرح نماز میں شیطان کے بہکانے سے نقص آتا ہے اور سجدہ سہو اس کی تلافی کرتا ہے۔ اور شیطان شرمندہ اور خوار ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی اس کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح روزے میں شیطان کے بہکانے سے روزہ میں جو گناہ اور بیہودہ گوئی ہوتی ہے۔ صدقہ فطر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مافات کی تلافی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمان بھائیوں کو شیطان کے مکر و فریب سے بچائے۔ اور دنیا کی آفات اور اس کی بلاؤں سے اور شیطان کا شکار ہونے سے محفوظ رکھے۔ اور اپنے احسان اور اپنی رحمت سے اپنی رحمت اور بخشش کی طرف پاکی اور صفائی کے ساتھ اس فانی دنیا سے اٹھالیا جائے۔ آمین یا رب العالمین۔

عید کا بیان

عید کا نام اس واسطے عید ہوا۔ کہ اس میں اپنے بندوں کو خداوند کریم نئے سرے سے خوشی اور سرور بخشتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس دن کو عید اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو احسان کا فائدہ پہنچتا ہے۔ اور بعضوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اس دن بندے گڑگڑانے اور رونے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت اور بخشش نازل کرتا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ اس دن بندے اپنی اصلی طہارت کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ جب خدا کی طاعت اور عبادت سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور فرض ادا کرنے کے بعد سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور جب رمضان کے روزے رکھ چکتے ہیں۔ تو پھر شوال کے چھ روزے رکھنے کی باری آتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ اس دن کو عید اس واسطے کہا گیا ہے۔ کہ اس دن مومنوں کو کہا جاتا ہے کہ تمہارے گناہ معاف ہوئے اور اب تم اپنے گھروں کی طرف واپس چلے جاؤ۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس دن کا نام عید اس واسطے رکھا ہے کہ اس دن میں ثواب عطاء ہوتا ہے۔ عملوں کی جزا ملتی ہے انعام اور عطا کی زیادتی ہوتی ہے۔ غلام اور لونڈیوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر چاہے نزدیک ہوں چاہے دور رونق بڑھاتا ہے۔ انہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے۔ گناہ سے خدا کی طرف بازگشت کرتے ہیں اور آمرزش کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور یہ ساری باتیں خوشی اور خرمی کا باعث ہیں۔ اور وہب بن منبہ کہتے ہیں

کہ خداوند کریم نے بہشت کو عید فطر کے دن پیدا کیا ہے اور طوبیٰ کا درخت بھی عید کے دن ہی بہشت میں لگایا گیا ہے اور جبرائیل علیہ السلام کو بھی عید کے دن ہی وحی پہنچانے کے لیے منتخب کیا ہے اور فرعون کے ساحروں کو جو ہدایت اور بخشش کا نور عطاء ہوا تو وہ بھی عید کے دن عطا ہوا۔

روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ عید فطر کے دن جب لوگ نماز پڑھنے کے لئے عید گاہ کی طرف جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اے میرے بندو تم نے میرے واسطے روزہ رکھا ہے اور میرے واسطے ہی تم نے نماز پڑھی ہے۔ اب تم بولو آمرزش کی خلعت لے کر رخصت ہو جاؤ۔ اور انس ؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رات کو جن لوگوں نے روزے رکھے ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں بخشتا ہے۔ اور پورا اجر عطاء کرتا ہے۔ اور عید کے دن کی صبح کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ تم زمین پر جاؤ۔ وہ حکم کے موافق زمین پر اترتے ہیں۔ اور راستوں پر اور عام مجمعوں اور چوراہوں اور بازاروں میں بڑی اونچی آواز سے پکارتے ہیں۔ کہ اس کو تمام مخلوق سوا جن اور انسان کے سن لیتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت تم اپنے پروردگار کی طرف نکلو۔ کہ وہ تمہاری کم قیمت متاع کے عوض میں تمہیں بہت بڑی عطا فرمانے کو ہے۔ اور کبیرہ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ پس جب آدمی نماز کے واسطے نکلتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ بندوں کی تمام حاجت اور مراد پوری کر دیتا ہے اور جو سوال کرتے ہیں ہر ایک قبول ہو جاتا ہے۔ کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ سب معاف کئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ بخشے ہوئے لوٹ جاتے ہیں اور ابن عباس ؓ کہتے ہیں۔ کہ شب فطر کا نام شب جائزہ ہے اور عید کے دن کی صبح کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہر ولایت میں پھیل جاؤ۔ اس لیے سب فرشتے زمین کی طرف اتر آتے ہیں اور فرمان ایزدی کے موافق ہر ایک گلی اور ہر ایک کوچہ میں کھڑے ہو کر پکارتے ہیں۔ جس کو انسان اور جنوں کے سوا باقی سب مخلوقات سن لیتی ہے اور پکار کر یہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت تم اپنے پروردگار کی طرف نکلو۔ وہ کریم اور کارساز تمہیں بہت بڑا ثواب دینے کو ہے۔ اور تمہارے کبیرہ گناہوں کو بھی بخش دے گا۔ پس سب لوگ نماز عید کے لیے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے۔ کہ میرے فرشتو۔ وہ جواب میں عرض کرتے ہیں کہ حکم کے بجالانے کے واسطے ہم سب حاضر ہیں۔ ہماری کمریں کسی ہوئی ہیں۔ اور بالکل تیار کھڑے ہیں جو ارشاد ہو فوراً بجالائیں گے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس مزدور نے اپنا کام پورا کیا ہو۔ اس کی کیا مزدوری ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار۔ اے ہمارے سردار۔ اے ہمارے مولا۔ اس کی مزدوری کا پورا اجر اس کو عطا کر۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم گواہ رہنا ان لوگوں نے جو روزے رکھے اور نمازیں پڑھی ہیں۔ ان کے عوض میں انہیں میں نے اپنی رضامندی اور مغفرت عطاء کر دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ کہ اے میرے بندو تم مجھ سے کچھ مانگ لو۔ اور مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ کہ جو شخص تم میں سے دنیا اور آخرت کے واسطے کوئی چیز مانگے گا میں وہ اسے عطاء کر دوں گا۔ اور تمہارے عیبوں اور تمہاری لغزشوں کو چھپا دوں گا۔ کیونکہ تم ہمیشہ میرے حکم پر عمل کرتے رہے ہو۔ اور جن لوگوں پر حدیں واجب ہوئی ہیں ان میں تم کو ذلیل اور خوار نہیں کروں گا۔ میں تمہیں ایسی حالت میں رخصت کرتا ہوں کہ جس میں تم بخشے گئے ہو۔ تم نے مجھ کو راضی کیا۔ اور میں نے تمہیں راضی کیا۔ ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ فرشتے اس کو سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ نے جو کچھ امت کو مرحمت فرمایا ہے۔ ہر ایک کو اس کی خوشخبری سناتے ہیں۔

عیدوں کی تفصیل

چار قوموں کی چار عیدیں ہیں۔ ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی عید۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پس ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف نظر کی اور کہا کہ میں بیمار ہوں۔" اس صورت سے کہ عید کے دن ابراہیم علیہ السلام کی قوم عید گاہوں میں جانے کو تھی اور ابراہیم علیہ السلام نے اس دن یہ بہانا کیا کہ میں بیمار ہوں۔ اور اس بہانے سے ان کے ساتھ نہ گئے اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ لوگ آپ کے دین میں نہ تھے۔ اور جب وہ سب باہر چلے گئے تو پیچھے سے آپ نے ایک کلہاڑا ہاتھ میں لیا۔ اور بت خانے میں جا کر ان کے سب بت توڑ ڈالے۔ اور جو سب سے بڑا بت تھا۔ اس کی گردن پر کلہاڑا رکھ دیا۔ جب لوگ عید گاہوں سے واپس آئے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ سب بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ اور بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمارے معبودوں کا ایسا حال کس نے کیا۔ (ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ جس بت کے کندھے پر کلہاڑا ہے۔ اس نے توڑے ہوں گے۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہ کیوں کر توڑ سکتا ہے یہ تو بے جان ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر

فرمایا۔ کہ جب اس کو اتنی طاقت نہیں ہے تو وہ تمہاری حاجتوں اور ضرورتوں کو کیونکر پورا کر سکتا ہے جیسا انہیں توڑنے کی طاقت نہیں رکھتا اسی طرح تمہیں بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔) یہ جواب سن کر اس قوم کے لوگ خاموش ہو گئے اور پروردگار عالم کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ جب قوم کے لوگوں نے حقیقی خدا کو چھوڑ کر اور چیزوں کو خدا مانا۔ تو اس سے ابراہیم علیہ السلام کو غیرت آئی۔ اور غصے میں آکر ان بتوں کو توڑ ڈالا۔ اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ پس یہ کام انہوں نے اپنے پروردگار کی دوستی کے واسطے کیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں اپنی دوستی سے سرفراز کیا۔ اور ان کے ہاتھ سے مردہ جانوروں کو زندگی بخشی۔ اور ان کی پشت سے نبی اور مرسل پیدا کئے۔ یہاں تک کہ انہیں محمد کے باپ ہونے کا فخر دیا جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں۔ اور دوسری عید قوم موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (تمہارے وعدے کا وقت زینت کا دن ہے) اور اس کو زینت کا دن اس واسطے کہا ہے۔ کہ اس میں فرعون اور فرعون کی قوم کو ہلاک کر دیا تھا جو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کے لیے خوشی کا باعث تھا۔ اور اسی واسطے یہ دن ان کے لیے عید کا مقرر ہوا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ بہت ساحر نکلے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تہتر تھے۔ اور ان کے پاس سات سو عصا اور رسیاں تھیں۔ اور ان عصاؤں میں پارہ بھرا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ اس نظارے کے لیے جمع تھے۔ یہاں تک کہ ایک بڑا ہجوم تھا۔ آفتاب کی تپش سے گرمی کی شدت تھی۔ اور لوگ اس میں کھڑے ہو کر قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب آفتاب کی حرارت تیز ہوئی۔ تو اس سے پارہ رواں ہوا۔ اور اس کے رواں ہونے کے ساتھ ہی جادوگروں کی لاٹھیاں جو رسیوں میں لپٹی ہوئی تھیں دوڑ پڑیں۔ جب لوگوں نے انہیں دیکھا۔ تو ان کو یہ گمان ہوا کہ یہ تو سانپ دوڑے جا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو خوف زدہ دیکھا۔ اور انہیں معلوم ہوا کہ جادوگروں کی اس چالاکی کو تو میری قوم کے لوگوں نے سچ مان لیا ہے۔ اور ان کا ایمان ناقص ہو گیا ہے تو انہیں خوف ہوا کہ کہیں یہ مرتد نہ ہو جائیں۔ مگر اس خوف کو آپ نے اپنی قوم سے چھپایا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد کیا۔ کہ تو اپنے عصا کو زمین پر پھینک دے۔ فرمان الٰہی کے موافق موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو زمین پر ڈال دیا۔ اور وہ زمین پر گرتے ہی اونٹ کے برابر ایک بڑا تند اور آتش فشاں اژدہا بن گیا۔ اور اس نے جادوگروں کے جادو پر بڑا خونخوار حملہ کیا۔ اور ان کی لاٹھیاں اور رسیاں جو کچھ اس کے سامنے آیا سب کو نگل گیا۔ اور پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ یہاں تک کہ جیسا تھا۔ ویسا ہی رہا۔ پیٹ ذرا بھی نہ پھولا۔ اور اس کی حرکت میں کوئی نقصان نہ آیا اور نہ کچھ لمبائی اور چوڑائی میں اضافہ ہوا یہ حرکت دیکھ کر جادوگر ڈر گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑے ان جادوگروں کا سردار شمعون تھا۔ وہ سردار مع تمام اپنی قوم کے بڑی عاجزی سے پیش آیا۔ اور عرض کی کہ ہم سب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے خدا پر ایمان لائے۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اے ہمارے پروردگار آسمان سے ہمارے اوپر ایک خوان بھیج جو اول سے آخر تک ہمارے لوگوں کے لیے عید اور تیری نشانی ہو) اس درخواست کی وجہ یہ تھی کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر تو خدا سے درخواست کرے کہ وہ آسمان سے ہمارے واسطے ایک خوان بھیجے تو وہ تجھے عنایت کر دے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ کہ اگر تم ایماندار ہو تو اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ اور یہ بلا نہ مانگو۔ اگر آسمان سے خوان نازل ہو گیا اور تم نے اس کو جھوٹ جانا۔ تو اس سے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہمیں بھوک ستا رہی ہے۔ ہم کھانا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہمارے دل آرام اور تسلی پائیں۔ اور جب ہماری اس خواہش کی تصدیق ہو گی۔ تو اس سے ہمارے دین میں اور بھی زیادتی ہو گی۔ اور ہم یقین کریں گے۔ کہ تو سچا نبی اور رسول ہے۔ جب ہم بنی اسرائیل کی طرف جائیں گے۔ تو ہم گواہی دیں گے کہ ہم کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایسا خوان عنایت ہوا۔ حواری وہ لوگ تھے۔ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے۔ تو وہ آپ پر ایمان لائے۔

یہ لوگ بیت المقدس میں رہا کرتے تھے اور کپڑے دھوتے تھے۔ اور نبطی زبان میں حواری دھوبیوں کو کہتے ہیں۔ اور یہ بارہ آدمی تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس گئے۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ کون تم میں سے میرا مددگار ہے اللہ کے واسطے تاکہ میں کفار اور گناہ گاروں کو ہدایت کروں۔ تو انہوں نے اپنی ارادت ظاہر کی اس لیے آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ اور ان کے پاس خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کی۔ ان لوگوں نے خدا کی راہ میں مدد دینے کا اقرار کیا اور کپڑے دھونے کا کام چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے۔ اور جہاں آپ جاتے تھے وہیں ساتھ

ساتھ یہ بھی پھرتے رہتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو عجائب امور اور معجزے صادر ہوتے تھے۔ انہیں دیکھتے رہتے تھے۔ اور جب بھوکے ہوتے تھے۔ تو اس وقت کھانے کی خواہش کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ اور زمین سے دو دو روٹیاں اٹھا کر ہر ایک کو دے دیا کرتے تھے۔ اور اسی قدر اپنے واسطے بھی لے لیتے تھے۔ اور جبرائیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے تھے اور ان کو عجائبات دکھلاتے اور ان کی تائید اور مدد کرتے تھے۔ اور بنی اسرائیل کو بھی قدرت ایزدی کے ویسے ہی عجائبات دکھلایا کرتے تھے۔ مگر ان میں کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ یقین اور تصدیق بھی نہیں کرتے تھے اور پہلے سے بھی دوری اور جدائی زیادہ ہو جاتی تھی۔ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے پانچ ہزار آدمی تھے۔ ان سب نے مع حواریوں کے آپ سے یہ سوال کیا۔ کہ ہم پر خوانچہ اتارلا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ آسمان سے کھانے کا ایک خوانچہ عنایت کر۔ تاکہ ہمارے اول اور آخر کے لوگوں کے لیے عید ہو یعنی ہمارے زمانے میں بھی لوگوں کے واسطے عید ہو۔ اور ان کے واسطے بھی عید ہو جائے جو ہمارے بعد ہوں۔ اور اس خوانچہ کا نزول ایک معجزہ ہو۔ اور اپنے فضل سے ایک خوان روٹیوں کا نازل کر۔ کیونکہ تُو روزی دینے والوں میں سے بہتر ہے۔ کوئی اور روزی دینے والا تجھ سے بہتر نہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں جلدی ہی تجھ پر مائدہ بھیجنے والا ہوں۔ اس کے نازل ہونے کے بعد اگر تم میں سے کوئی نعمت کا کفران کرے گا۔ تو میں اس کو ایسا عذاب کروں گا۔ کہ دنیا میں ویسا کسی کو عذاب نہ ہوا ہو گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک شنبہ کے دن بھنی ہوئی ایک مچھلی اور ایک ایک پتلی روٹی اور کھجور آسمان سے اتاری۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ خوان میں بھنی ہوئی مچھلیاں رکھی تھیں اور ان کی ایک طرف نمک اور دوسری طرف سرکہ تھا۔ اور اس خوان میں پانچ روٹیاں تھیں اور ہر ایک پر زیتون کا پھل تھا۔ اور پانچ انار اور کھجوریں تھیں۔ اور اس کے اردگرد اور ترکاریاں بھی تھیں۔ مگر کندنا نہ تھا۔ کیونکہ اس میں بدبو ہوتی ہے۔ اور بعض نے یہ کہا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک باغ میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی چیز موجود ہے۔ پس شمعون دو چھوٹی بھنی ہوئی مچھلیاں اور پانچ روٹیاں لایا اور ایک دو سرا ستو لایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مچھلیوں کو کاٹا۔ اور روٹیوں کو توڑا اور توڑ کر انہیں علیحدہ علیحدہ رکھا اور طہارت کی اور اس کے بعد نماز کی دو رکعتیں پڑھیں۔ اور اپنے پروردگار کی جناب میں دعا مانگی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ان پر نیند ڈال دی۔ اور وہ سو گئے اور پھر جب بیدار ہوئے۔ اور آنکھیں کھولیں اور انہوں نے کھانے کی ایک بڑی مقدار موجود پائی۔ جو تمام فوج کے سواروں اور پیادوں وغیرہ کو کافی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ خدا کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ مگر اٹھا نہ لیجانا۔ اور حلقے باندھ کر بیٹھو اس لیے انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پانچ ہزار آدمی کھانے والے تھے سب اس سے سیر ہو گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ہزار مرد تھے اور آٹھ سو اسی عورت اور مرد جو فقیر اور بھوکے تھے۔ جب سب کھا کر آسودہ ہوئے تو خدا کی حمد وثنا کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دسترخوان پر جس قدر کھانا پہلے موجود تھا۔ اسی قدر اس پر باقی پایا۔ اس میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس دسترخوان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

اور اس کو وہ دیکھ رہے تھے اور جس قدر فقیر تھے اس طعام کے کھانے کے بعد غنی ہو گئے۔ اور پھر مرتے وقت تک کبھی محتاج نہ ہوئے۔ اور جو لوگ اپاہج اور بیمار تھے وہ اس سے تندرست ہو گئے مقاتل کہتے ہیں کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ کہ تم سب نے کھانا کھا لیا ہے انہوں نے عرض کی کہ ہاں اس کے بعد فرمایا کھانے کو اٹھا کر نہ لے جانا جواب دیا کہ ہم نہیں اٹھائیں گے۔ مگر چوبیس زنبیلیں اس کھانے میں سے بھر لیں۔ اور اس معجزے کے بعد وہ سب کے سب ایمان لے آئے۔ اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ اور بعد میں اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے۔ یہ بنی اسرائیل کے یہودی لوگ تھے اور ان کے پاس وہ بچا ہوا کھانا بھی تھا جو انہوں نے زنبیلوں میں بھرا تھا۔ یہ اپنی قوم میں ہی رہتے تھے۔ اس لیے قوم کے لوگوں نے انہیں اسلام کی طرف سے پھیر دیا۔ اور کافر ہو گئے۔ اور خوان کے نازل ہونے سے بھی منکر ہوئے اس کفران کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا۔ یہ اس وقت سوتے تھے۔ اور اچانک اسی حال میں ان کی صورتیں سور کی مانند ہو گئیں۔ یہ سب مرد تھے۔ کوئی لڑکا اور عورت ان میں نہ تھی۔ اور اس قصے میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ تھوڑا سا خوان جو رکھا گیا تھا جب اس سے اتنی بڑی قوم سیر ہوئی ہے اور پھر بھی اس میں سے کچھ کم نہیں ہوا۔ تو سوچنا چاہئے کہ خدا کی رضا اور رحمت کا مائدہ کس قدر ہو گا۔ اس کی تو کوئی حد اور نہایت ہی نہیں ہو گی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو اپنی مخلوقات پر نازل کی ہے۔ اور اس کے

باعث سے وہ آپس میں مہربانی کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر رحم فرماتے ہیں۔ اور ننانوے رحمتیں خدا تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ان سب کو قیامت کے دن اپنے بندوں پر مرحمت فرمائے گا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ ایک بڑا بزرگی کا فرش بچھائے گا۔ اور اول سے آخر تک جتنے گناہ گار ہیں ان سب کے گناہوں کو اس کے کناروں پر اکٹھا کرے گا۔ اور یاد جو اس کے وہ فرش پر نہیں ہو گا۔ خالی رہے گا۔ اور اس خالی جگہ میں ابلیس اپنے ہاتھوں کو پھیلا دے گا۔ کیونکہ وہ اس خالی جگہ کو اپنا حصہ سمجھے گا۔ پس ہر ایک دانا آدمی کو خدا کی رحمت پر بالکل تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اس پر فریفتہ ہی نہ ہو جائے۔ اگر بخشش کی امید اس پر غلبہ کر جائے گی تو اس سے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ کوشش کر کے فرائض ادا کرے۔ اور اس کے امروں کو بجالائے۔ جو چیزیں منع کی گئی ہیں۔ ان سے باز رہے۔ اور اپنے سارے کام خدا کے سپرد کرے۔ اور اس کی درگاہ میں توبہ اور استغفار کرے۔ اور اس سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور اس قدر اور اتنا زیادہ بھی خوف نہ کرے۔ کہ خدا کی رحمت سے ناامید ہو جائے اور اتنا نڈر بھی نہ ہو جائے۔ کہ اپنا شیوہ حرام کاری اختیار کرے۔ اور حکم کو چھوڑ دے بلکہ ان دونوں میں ایک درمیانی راستہ اختیار کرے۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ مسلمان کو خوف اور امید اس طرح رکھنی چاہئے کہ اگر ان کو تولا جائے۔ تو ان دونوں کے پلڑے برابر ہوں۔ اور خوف اور رجا کو اس طرح برابر رکھے۔ جیسا کہ پرندے کے دونوں بازو برابر ہوتے ہیں۔ اگر پرندہ کا بازو ایک ہی ہو یا کسی میں نقص ہو تو وہ اڑ نہیں سکتا۔ اور چوتھی عید محمد ﷺ کی امت کی ہے۔ اور اس کا بیان پہلی مجلس میں ہو چکا ہے۔

مومن اور کافر آدمی کی عید

مومن اور کافر دونوں عید میں شریک ہیں۔ اور ہر ایک کے لیے عید ہے۔ مومن کی عید تو خداوند تعالیٰ کا راضی کرنا ہے اور کافر کی عید شیطان کا راضی کرنا ہے۔ اور جب مومن عید گاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس کے سر پر ہدایت کا تاج ہوتا ہے اور اس کی آنکھوں میں عبرت اور فکر کی علامت پائی جاتی ہے۔ اور اپنے کانوں میں حق بات کے سننے کی طاقت رکھتا ہے۔ خدا کی توحید میں اس کی زبان سے کلمہ شہادت جاری ہوتا ہے۔ اور اس کے دل میں معرفت اور یقین ہوتا ہے اور اس کے کندھوں پر اسلام کی چادر ہوتی ہے اور عبودیت اور بندگی کا کمربند اس کے کمر پر ہوتا ہے۔ اور محرابوں اور جامع مسجدوں میں بیٹھتے ہیں اور ان کا معبود وہی ذات ہے۔ جو تمام جہان اور مخلوقات کا پروردگار ہے۔ پس اس مومن کی طرف سے عاجزی اور انکساری اور سوال ہوتا ہے۔ اور خداوند کریم اس کو قبولیت کا خلعت عطاء کرتا ہے اور اپنی بخشش سے اس کو سرفراز اور سربلند فرماتا ہے اور اس کو بہشت اور عزت والے گھر میں داخل کرتا ہے۔ اور کافر اپنی عید گاہ میں جاتا ہے اور اس کے سر پر گمراہی اور نقصان کا تاج ہوتا ہے۔ اور اس کے کانوں پر غفلت اور پردہ کی مہر لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اس کی آنکھوں میں بھولنے اور شہوتوں کی علامات پائی جاتی ہیں۔ اور دوری اور بدبختی کی مہر ان کے منہ پر لگی ہوتی ہے۔ اور ان کے بیٹھنے کی جگہیں نصاریٰ کے عبادت خانے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں ہیں اور مجوس کے آتش کدے ہیں۔ اور ان کے معبود بت وغیرہ ہیں۔ اور آخر کو ان کی بازگشت دوزخ کی آگ ہی ہے۔

عید کی خوشی کا بیان

عید یہ نہیں۔ کہ نفیس اور عمدہ عمدہ کپڑے پہنیں۔ لذیذ اور خوشگوار کھانے کھائیں۔ اور خوبصورت عورتوں کو گلے لگائیں اور اپنی لذتوں اور خواہشوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اور دل کی ہوا اور ہوس نکالیں۔ عید یہ ہے کہ خدا کی درگاہ میں طاعت قبول ہو۔ اور عبادت کے قبول ہونے کے آثار پائے جائیں۔ اور گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہو اور برائیاں نیکیوں سے بدل جائیں۔ اور بزرگ درجوں کے عطاء ہونے کی خوش خبری ملے۔ اور خدا کی طرف سے **خلعتیں** اور عمدہ گھوڑے اور کرامتیں عطا کی جائیں۔ اور سینہ کینہ سے خالی ہو جائے۔ اور ایمان کے نور سے منور اور دل میں یقین کی نشانیاں قوی ہوں نور کی علامتیں ظاہر ہوں۔ اور دل سے زبان کے ذریعہ علوم کے دریا بہہ رہے ہوں۔ اور ہر ایک طرح کی فصاحت اور بلاغت اور حکمت سے انسان کا سینہ آباد ہو۔ ذکر ہے کہ عید کے دن ایک آدمی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خشک روٹی کھا رہے تھے۔ اس شخص نے عرض کی۔ کہ آج تو عید کا دن ہے۔ اور آپ سوکھی روٹی چبا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آج عید ان لوگوں کی ہے۔ جن کے روزے قبول ہوئے اور ان کی کوشش مشکور ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا۔ اور ہماری عید آج بھی ہے اور کل بھی ہماری عید ہے اور اس دن بھی ہماری عید ہے۔ جس دن ہم کوئی گناہ نہ کریں۔ اس لیے ہر ایک عقل مند آدمی کو

لازم ہے کہ وہ اپنی ظاہری آرائش کو نہ دیکھے اور اس کا پابند نہ ہو جائے۔ بلکہ عید کے دن عبرت پکڑے اور آخرت کی فکر کرے۔ اور عید کو قیامت کے دن کا نمونہ سمجھے۔ اور بادشاہی نرسنگے کی آواز سے قیامت کے صور کو یاد کرے۔ اور عید کی رات کو جب آدمی اس امید میں سو جائیں کہ صبح کے وقت ہم عید کی خوشیاں منائیں گے۔ تو اس سونے کی حالت کو دونوں نفخوں کا درمیانی وقفہ سمجھے۔ اور جب عید کے دن صبح کو دیکھے کہ ہر ایک طرح کے لباس اور رنگا رنگ کے زیور پہن کر لوگ عید گاہ میں جا رہے ہیں۔ تو اس وقت یہ خیال کرے کہ ان میں سے ایک تو خوش ہے اور یہ وہی ہو گا جو اہل طاعت ہے اور دوسرا جو اہل معصیت ہے وہ غم ناک اور اندوہ میں مبتلا ہے۔ پرہیز گار تو خوش خرم گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور جو گناہ گار اور مشرک ہے اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ اور حشر میں ان لوگوں کا یہ حال ہو گا کہ کسی کے تو پاؤں لڑکھڑا رہے ہوں گے۔ اور کوئی منہ کے بل اوندھا پڑا ہوا ہو گا۔ اور کوئی گھسٹتا ہوا چلا جا رہا ہو گا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس روز میں رحمان کی طرف پرہیز گاروں کو اٹھاؤں گا اس روز وہ اونٹوں پر سوار ہوں گے۔ اور جو لوگ گناہ گار ہوں گے وہ پیاسے دوزخ کی طرف جا رہے ہوں گے۔ اور زاہد اور عارف اور ابدال بڑی راحت اور بڑے آرام میں ہوں گے۔ اور اپنے حقیقی بادشاہ اور اپنے محبوب کے پاس عرش کے سایہ کے نیچے کھڑے ہوں گے۔

اور بعض بیٹھے ہوں گے اور بہشتی لباس اور بہشتی زیور اور خلعت پہنے ہوئے خوب آراستہ اور پیراستہ ہوں گے۔ اور ان کے چہرے طاعت اور معرفت کے نور سے خوب چمک دمک رہے ہوں گے۔ اور ان لوگوں کے آگے خوانچے رکھے ہوں گے۔ وہ ہر ایک طرح کے طعاموں اور میووں سے پر ہوں گے۔ اور مختلف قسم کی پینے کی چیزیں ہوں گی۔ اور جو باقی مخلوق ہو گی۔ وہ میدان حشر میں کھڑی ہو گی۔ اور ان کا حساب ہو رہا ہو گا۔ اور جب سب آدمیوں کا حساب ہو جائے گا۔ تو اس کے بعد جو خدا کی درگاہ کے مقبول ہوں گے۔ ان کو حکم ہو گا کہ تم بہشت میں اپنے اپنے مقاموں پر چلے جاؤ جن کا تم کو وعدہ بھی دیا گیا ہے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہشتی لوگوں کے واسطے بہشت میں وہ چیزیں ہوں گی جو ان کے دل چاہیں گے۔ اور جن سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک آئے گی۔ اور وہ ایسی چیزیں ہوں گی جن کو دنیا میں نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ کسی کو خیال میں کبھی آیا ہو گا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں۔ اس کا اجر دینے کے واسطے جو چیزیں ان کی آنکھوں میں ٹھنڈک کے لیے پوشیدہ رکھی گئی۔ اس سے کوئی دل واقف نہیں ہے۔) اور جو لوگ دنیا کے حریص ہوں گے۔ اور اس کی دولت اور عظمت کے خواہش مند وہ گریہ زاری اور رنج میں گرفتار ہوں گے۔ اور آخرت کی نعمت سے محروم ہوں گے۔ کیونکہ یہ لوگ دنیا میں حلال اور حرام اور مشتبہ چیزیں سب کچھ کھا گئے۔ اور ان سے پرہیز نہ کیا۔ حالانکہ ان کو بتلایا گیا تھا۔ کہ بہشت میں تمہارے واسطے مکان اور محل بنائے گئے ہیں تو اب ان میں نہیں جا سکے گا جب تک کہ ان حقوق کو ادا نہ کر دے جو اس کے ذمہ ہیں۔ اور کافر لوگوں کے واسطے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ ان کو طرح طرح کے عذاب ہیں اور قیدیں ہیں اور ذلت اور خواری ہے۔ اور ہمیشہ کے واسطے دوزخ میں قیام۔ اور جس وقت خدا کی مدح وثنا کے جھنڈے نصب ہوتے ہیں۔ تو اس وقت مسلمان اصحابوں کو حشر کے علم یاد آتے ہیں۔ اور یہ کہ ایک پکارنے والا اس وقت پکار کر یہ کہے گا۔ کہ اب خداوند تعالیٰ کا تمہارے نام پروانہ آگیا ہے تم اس کی زیارت کے واسطے دار السلام چلو۔ اور جب یہ لوگ خداوند تعالیٰ کی مخلوق کو کہیں جمع دیکھتے ہیں۔ اور ان کی صفوں پر نگاہ کرتے ہیں تو اس وقت ان لوگوں کو محشر کی صفیں یاد آتی ہیں۔ جن میں لوگ اپنے جبار اور قہار خداوند تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے۔ اور وہاں ان کے سربستہ راز ظاہر ہوں گے اور جب اپنی اپنی عید گاہوں سے پھرتے ہیں۔ اور اپنے اپنے گھروں یا مسجدوں یا دکانوں میں جا داخل ہوتے ہیں تو اس وقت ان کو میدان حشر کا وہ نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ جب کہ مخلوق اپنے حقیقی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گی۔ اور اپنے کیے کی جزا اور ثواب حاصل کرنے کے بعد بہشت یا دوزخ کی طرف جا رہے ہوں گے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (جب قیامت برپا ہو گی۔ تو اس روز لوگ گروہ گروہ ہو جائیں گے۔ اور بعض گروہ تو بہشت کی طرف جا رہے ہوں گے۔ اور بعض دوزخ کی طرف جاتے ہوں گے۔)

دس دنوں کی فضیلت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (صبح کی قسم ہے۔ اور دس راتوں کی قسم ہے۔ اور جفت اور طاق کی قسم ہے اور اس رات کی قسم ہے جو گزر جاتی ہے) اور یہ قسمیں عقل مند لوگوں کے واسطے ہیں۔ اور خدا کے اس قول "اَلْفَجْرِ" میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ابن عباسؓ تو یہ کہتے ہیں کہ فجر سے صبح کی نماز مراد ہے اور جو دس راتیں مذکور ہوئیں ہیں وہ ماہ ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں۔ اور جفت سے خلق اللہ مراد ہے۔ اور طاق اس ذات

سے مراد ہے جو وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ہے اور جو یہ فرمایا ہے کہ گزر گئی رات کی قسم ہے۔ اس میں داناؤں کی طرف ایک اشارہ ہے۔ جو عبرت پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس قسم کا جواب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ گھات میں ہے۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ فجر سے مراد نحر کے روز مزدلفہ کی صبح ہے اور مذکور بالا دس راتیں وہ ہیں جو عید الاضحیٰ کے اول میں آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نام دس راتیں اس واسطے رکھا۔ کہ وہ نو دن اور دس راتیں ہیں۔ اور جفت سے آدم اور حوا مقصود ہیں اور طاق سے مراد خداوند تعالیٰ ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور جو گزشتہ رات کی قسم کھائی ہے تو یہ عید کی رات ہے پس اس قول کے موافق اللہ تعالیٰ نے نحر کے دن کی قسم کھائی ہے اور ماہ ذی الحجہ کے دس دنوں کی قسم کھائی ہے اور آدم اور حوا کی قسم کھائی ہے اور اپنی بزرگ رات کی قسم کھائی ہے اور شب اضحیٰ کی قسم کھائی ہے اس سے فراغت پاچکا تو اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ دانا ہیں۔ ان کے واسطے اس قسم میں غور اور تعمق کا مقام ہے یعنی جو لوگ صاحب عقل و شعور ہیں۔ ان کے واسطے یہ قسمیں کافی ہیں۔ کیونکہ ان کا پروردگار گھات میں ہے۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ فجر سے دن مراد ہے اور اس سے دن مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ فجر دن کا اول ہی ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ جس فجر کی خدا نے قسم کھائی ہے اور اس سے دن مراد رکھا گیا ہے وہ دن خاص نحر کا دن ہے۔ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے چشموں سے جاری پانی کی قسم کھائی ہے زمین کی روئیدگی کی قسم کھائی ہے میوہ دار درختوں کی قسم کھائی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی انگلیوں سے جو پانی جاری ہوا تھا خدا نے اس کی قسم کھائی ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی قسم کھائی ہے۔ جو پتھر کو پھاڑ کر اس میں سے نکل آئی تھی۔ اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس پانی کی قسم کھائی ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے پھوٹ کر جاری ہو پڑا تھا۔ اور بعض کا قول ہے گناہ گاروں کی آنکھوں سے پشیمانی اور توبہ کے وقت جو آنسو نکلتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے اور بعض کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومن لوگوں کے دلوں کی معرفت کی قسم کھائی ہے

جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (مردہ کو ہم نے ایمان اور معرفت کے نور سے زندہ کیا ہے) اور فرمایا ہے (ان دس راتوں کی قسم ہے) جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ فجر اور دس راتیں جو مذکور ہوئی ہیں وہ عید الاضحیٰ کے دس روز ہیں اور ابن زبیرؓ اور ابن عباسؓ راوی ہیں کہ یہ ذی الحجہ کے دس روز ہیں اور ابن عباسؓ ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کے آخری دس دن ہیں اور مجاہد کا قول ہے کہ یہ دس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عشرہ کے ہیں جو تیس دن پر زیادہ ہوئے ہیں اور محمد بن جریر طبریؒ کہتے ہیں کہ جو عشرہ مذکور ہوا ہے وہ محرم الحرام کا عشرہ ہے اور شفع اور وتر کا جو قول مذکور ہے اس کے باب میں قتادہ اور سدی یہ کہتے ہیں۔ کہ شفع تو جنت کو کہتے ہیں اور وتر خداوند تعالیٰ سے مراد ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ شفع اور وتر آدم علیہ السلام اور حوا ہیں اور مقاتل کا بھی یہی قول ہے کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے طاق تھے اور پھر اماں حوا کے باعث جفت ہوگئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نماز اس سے مقصود ہے کیونکہ بعض نمازیں جفت ہیں اور بعض طاق ہیں۔ اور ربیع بن انس ابو العالیہؒ کہتے ہیں کہ طاق اور جفت مغرب کی نماز ہے اس کی دو رکعت تو جفت ہیں اور ایک رکعت طاق ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جفت نحر کا دن ہے کیونکہ وہ دسواں روز ہے اور طاق عرفہ کا روز ہے کیونکہ یہ نواں روز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شفع نحر کے بعد کے دو روز ہیں۔ اور وتر ان کے بعد کا تیسرا دن ہے اور خدا کا جو قول ہے (اور اس رات کی قسم ہے جب کہ وہ گزر جاتی ہے) اس کی نسبت بعض یہ کہتے ہیں کہ گزر جانے سے وہ وقت مراد ہے۔ جب کہ رات کی تاریکی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ خاص مزدلفہ کی رات ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہے جب کہ خدا کے اہل اس رات میں سیر کرتے ہیں۔ کیونکہ سرا کے معنی رات کا چلنا ہے اور جو یہ مذکور ہوا ہے کہ یہ قسمیں دانا لوگوں کے واسطے ہیں۔ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ اور حسنؓ اور ابو رجاؒ کہتے ہیں کہ ذی الحجہ سے ذی علم لوگ مراد ہیں۔ اور محمد بن کعبؒ کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو صاحب دین ہیں کیونکہ اس قسم میں خاص صاحب دین کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے اور اس مقام میں لفظ ھل کے معنی تحقیق کے ہیں۔ اور اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ فجر کی قسم ہے اور دس راتوں کی قسم ہے۔ اور فجر کے پروردگار کے حق کی قسم ہے اور راتوں کے پروردگار کی قسم ہے اخیر تک یعنی ہر قسم کے پہلے رب کا لفظ مقدر ہے اور اکثر مقام پر ایسا ہی واقع ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ آفتاب اور چاشت کی قسم ہے۔ آفتاب اور چلنے والے ستاروں کی قسم ہے اور آسمان برجوں والے کی قسم ہے اور اس کے سوا اور چیزوں کا صاحب۔

ماہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں انبیاء کی کرامتیں

حدیثوں اور آثاروں سے انبیاء کی جو کرامتیں معلوم ہوئی ہیں۔ بزرگوں کی زبان سے ان کی تشریح یہ ہے۔ شیخ ابوالبرکات روایت کرتے ہیں اور وہ شیخ حافظ ابو بکرؒ احمد بن علی ثابت خطیب سے اور وہ احمدؒ بن احمدؒ بن ذر قونہ سے اور وہ محمد بن عبد اللہ شافعی سے اور وہ محمد بن عبد اللہؒ بن عبد الرحمان سے اور وہ عمر بن عثمانؒ سے اور وہ ولیدؒ سے اور وہ ابن مبارکؒ سے اور وہ خالد حذار سے اور وہ عکرمہ سے اور وہ ابن عباسؓ سے کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ ذی الحجہ کے عشرہ میں حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور خداوند نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن انہیں اپنی رحمت سے سرفراز کیا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام اپنے گناہ کے مقر ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اس عشرہ میں ہی دوستی کا خلعت عنایت ہوا ہے اور اس عشرہ میں مہمانوں کی دعوت کے لیے آپ نے اپنا مال خرچ کردیا۔ اور اس بات پر آمادہ ہوئے کہ اپنے آپ کو آگ میں ڈالیں۔ اپنے فرزند کی قربانی دیں۔ اپنے دل کو خدا کی قربانی کے لیے حاضر کریں۔ اور خاص توکل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات پر ختم ہوا ہے اور اس عشرہ میں ابراہیم خلیل اللہ نے کعبہ شریف کی بنیاد ڈالی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد اٹھائی ہے۔"

اور اس عشرہ میں خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مناجات کی فضیلت لطف فرمائی ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا نے اسی عشرہ میں مغفرت بخشی ہے۔ اور اسی عشرہ میں ہی مباہات کی رات ہوئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کی صبح کو ہی پہلے پہل قرآن اترنا شروع ہوا ہے اور اس وقت خدا کے رسول صبح کی نماز پڑھنے کے قصد میں تھے۔ اور اسی عشرہ میں ہی رضوان کی بیعت کی ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (جب کہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے) اور وہ کیکر کا درخت تھا۔ اور جس دن حدیبیہ کی صلح ہوئی ہے اس روز یہ بیعت واقع ہوئی تھی۔ اور ایک ہزار چار سو یار آپ کے اس جگہ جمع تھے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ایک ہزار پانچ سو جمع تھے۔ اور جس نے سب سے پہلے بیعت کے واسطے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ ابو سنان اسدیؓ تھے۔ ان پر خدا کی رحمت اور برکت نازل ہو اور ان کے سوا تمام صحابہؓ اور ان کی پیروی کرنے والوں پر بھی خدا کی رحمت ہو۔ اور اس عشرہ میں ہی اونٹوں کے پانی پلانے کا دن ہے۔ اور عرفہ کا دن اور نحر کا دن اور حج اکبر کا دن بھی اسی میں آتا ہے

اور شیخ ابوالبرکات فضل بن محمدؒ سے اور وہ احمد بن علی حافظؒ سے اور وہ ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور دوسرے مہینوں سے بلحاظ حرمت کے ذی الحجہ زیادہ بزرگ ہے۔ اور شیخ ابوالبرکات فضل بن محمد قصار اصفہانیؒ سے اور وہ ابو سعید حسن بن علیؒ بن سعدان سے اور وہ عبد اللہ بن محمد وراقؒ سے اور وہ ابو بکر بزارؒ سے اور وہ ابو کامل فضل بن حسین خدرؒ سے اور وہ ابو عاصم بن بلالؒ سے اور وہ ایوبؒ سے اور وہ ابی زبیرؓ سے اور وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے دنیا کے جتنے دن ہیں۔ ان سب سے زیادہ بزرگ ذی الحجہ کے عشرہ کے دن ہیں۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ کیا جہاد کی بزرگی ان دنوں کی بزرگی کے برابر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاد بھی ان دنوں کے برابر نہیں ہے۔ مگر اس شخص کی بزرگی سے برابر ہے جس شخص نے اپنے منہ کو مٹی سے آلودہ کیا اور ابوالبرکات قاضی بن ابو مظفر هناد بن ابراہیم بخاری نسفی سے اور عطا ابن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے میں نے عائشہؓ سے سنا ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانے میں ایک شخص سرود سے بہت محبت رکھتا تھا اور جب ذی الحجہ کا مہینہ آتا تھا تو اس میں وہ ہر روز روزہ رکھتا تھا۔ لوگوں نے اس شخص کی حقیقت پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا۔ کہ اس شخص کو میرے پاس حاضر کرو۔ آپ کے فرمان کے مطابق اس شخص کو حاضر کیا گیا جب خدمت میں آیا تو آپ نے اس سے پوچھا۔ کہ تجھے کس چیز نے روزہ رکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ اے اللہ کے رسول یہ مشاعر اور حج کے دن ہیں۔ میرے دل نے ان دنوں میں یہ آرزو کی ہے۔ کہ حج کرنے والے لوگوں کی دعاء اور ثواب میں مجھے بھی شریک کر۔ اس لیے میں نے روزہ رکھنا مناسب جانا ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ کہ تجھے ہر دن کے روزے کے بدلے میں.......... سو (۱۰۰) غلام آزاد کرنے اور سو (۱۰۰) اونٹ قربانی بھیجنے کا اور خدا کے راستے میں سو (۱۰۰) گھوڑوں پر سوار کرنے کا ثواب عطاء ہو گا۔ اور ترویہ کے دن کے روزے کا ثواب تجھے اس قدر ملے گا۔ جتنا کہ ہزار غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ہزار اونٹوں کی قربانی بھیجنے اور ہزار گھوڑوں پر سوار کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور عرفہ کے دن کے روزے کا تجھے دو ہزار غلام آزاد

کرنے کا ثواب عطا ہو گا۔ اور دو ہزار اونٹ کی قربانی کا اور خدا کے راستے میں دو ہزار گھوڑوں پر سوار کرنے کا اور اس کے سوا ایک سال پہلے اور ایک سال پچھلے روزوں کا ثواب بھی ملے گا۔ اور شیخ ابوالبرکات سعید بن جبیر سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس قدر تشریق کے دنوں میں عمل خدا کی درگاہ میں پسندیدہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کسی دن کے عمل پسندیدہ نہیں ہیں۔ یاروں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا ثواب بھی ان روزوں سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں اور اگر کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال جہاد میں فدا کر دے۔ تو البتہ وہ ان روزوں کے عمل سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور شیخ ابوالبرکات احمد بن علی بن ثابتؒ حافظ سے اپنی سند کے ساتھ اور جبیر بن خالدؒ خزاعی سے اور وہ حفصہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں پیغمبر خدا ﷺ نے کبھی ترک نہیں کیا۔ عشرہ ذی الحجہ کے روزے۔ عاشورہ کے روزے اور ہر مہینے کے تین روزے یعنی بیض کے دن اور فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعت نماز۔ اور شیخ ابوالبرکات حمزہ بن عیسیٰ بن حسن وراق سے اپنی سند کے ساتھ اور وہ سعید بن مسیب سے اور وہ ابو ھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک جس قدر ماہ ذی الحجہ کے دس روزوں میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔ اس قدر اور کسی دن کی عبادت کا ثواب نہیں۔ اگر کوئی اس عشرہ میں ایک روزہ رکھے تو وہ سال بھر روزہ رکھنے کے ثواب کے برابر ہے۔ اور اگر کوئی ایک رات قیام کرے تو وہ ایک سال کے قیام کے برابر ہے۔ اور شیخ ابوالبرکات نے حسن بن احمد مقریؒ سے اپنی سند کے ساتھ اور وہ محمد بن منکدرؒ سے اور وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھے تو۔ اس کو ایک روزے کے عوض میں اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب ہوتا ہے اور سعید بن جبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ یہ کہا کرتے تھے کہ ذی الحجہ مہینے کی راتوں میں تم اپنے گھروں کے چراغ گل نہ کرو۔ اور اپنے خادموں کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ تم سو نہ جاؤ بیدار رہو۔ اور عشرہ ذی الحجہ کے روزوں میں آپ عبادت کرنے سے بہت خوش ہوتے تھے۔

عشرہ ذی الحجہ میں نماز کے آداب

شیخ ابوالبرکات نے شریف ابی عبداللہ محمد بن علی محمد بن یحیٰی مہدیؒ سے اپنی سند کے ساتھ اور انہوں نے ہشام بن عروہؓ سے۔ اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی آدمی عشرہ ذی الحجہ میں کسی دن خدا کی عبادت کرے۔ اور شب بیدار رہے۔ تو وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ کوئی ایک سال تک حج کرتا ہے۔ اور سال بھر ہی عمرہ کرتا ہے اور جو ان روزوں میں سے ایک روزہ رکھتا ہے۔ تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے تمام سال میں خدا کی عبادت کی ہے۔ اور شیخ ابوالبرکات محمد بن عبدالعزیز شاہدؒ سے اور وہ جعفر بن محمد علی بن حسینؓ سے اور وہ اپنے باپ محمدؒ سے اور وہ اپنے باپ علی بن حسین بن زین العابدینؒ سے اور وہ اپنے باپ حسینؓ سے اور وہ اپنے باپ علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ جب ذی الحجہ کا مہینہ آ جائے تو اس میں اپنی عبادت میں کوشش کرو۔ اس مہینے کے روزوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلت دی ہے۔ اور اس کی رات کو بھی ایسی ہی بزرگی دی ہے۔ جیسی کہ اس کے دن کو دی ہے۔ پس جو آدمی اس عشرہ کی کسی رات میں تہائی رات باقی رہتے نماز کی چار رکعتیں پڑھتا ہے۔ اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور ایک ہی دفعہ معوذتین اور تین دفعہ سورۃ اخلاص اور تین دفعہ آیتہ الکرسی پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اپنی دعاء میں یہ کہے اللہ تعالیٰ کبھی مرتا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے سوا دوسرا معبود ہے وہی پیدا کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسے خود موت نہیں آتی۔ مومن اور مشرک سب بندوں کو پالنے والا ہے۔ اور زیادہ حمد اسی کے لائق ہے کیونکہ وہ ہر حال میں پاک اور مبارک ہے۔ وہ بزرگ ہے برتر ہے پروردگار ہے ہر کون اور مکان میں اس کی قدرت بھری ہے اور ہر مکان میں اس کا علم ہے۔ اس کے پڑھنے کے بعد جس چیز کی دل میں خواہش ہو اسے طلب کرے تو خدا اسے پوری کر دیتا ہے اور اس کو اتنا اجر ملتا ہے۔ کہ گویا اس نے بیت اللہ شریف کا حج کر لیا اور خدا کے رسول ﷺ کی قبر کی زیارت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اور جو چیز خدا کی درگاہ سے طلب کرے۔ وہی اس کو عطاء کی جاتی ہے۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جسے وہ مانگے اور اسے عطاء نہ ہو۔ اور اگر عشرہ میں ہر ایک رات اسی طرح نماز پڑھے تو خدا تعالیٰ اس کو بہشت میں داخل کر دیتا ہے اور اس کی سب برائیاں معاف کی جاتی ہیں۔ اور پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کرو۔ کیونکہ تم بالکل کورے کے کورے رہ گئے ہو۔ اور جب عرفہ کے روز میں روزہ رکھے اور رات میں نماز پڑھے

اور اس میں وہی دعاء کرے جو مذکور ہوئی ہے۔ اور خدا کی درگاہ میں بڑی گریہ زاری اور عاجزی ظاہر کرے۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو تم گواہ رہو۔ میں نے اس بندے کو بخش دیا۔ اور بیت اللہ کے حاجیوں میں اس کو شریک کردیا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو اس بندے پر عنایت کرتا ہے۔ فرشتے اس کو اس کی خوش خبری سناتے ہیں۔

پانچ پیغمبروں کے لیے دس خاص چیزیں

پانچ پیغمبروں کے لیے دس باتیں پہلی حضرت آدم علیہ السلام کو اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے حوا کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ اور جب آپ کی آنکھیں کھلیں تو حوا کو اپنے پاس بیٹھے دیکھا دیکھتے ہی ان سے پوچھا کہ تو کس کے لیے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تیرے واسطے ہی ہوں۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے ارادہ کیا۔ کہ اس کو ہاتھ لگائیں تو ایک آواز آئی۔ کہ ابھی اس کو مت چھوؤ۔ پہلے ان کا مہر ادا کرلو۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے درخواست کی۔ کہ اے اللہ اس کا مہر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اس کا حق مہر یہ ہے کہ تو نبی آخر الزماں پر دس دفعہ درود بھیج اور دوسری دس چیزیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مخصوص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند کلموں سے آزمایا۔ اور انھوں نے ان کو پورا کیا) یہ دس سنتیں ہیں۔ ان میں سے پانچ تو سر سے تعلق رکھتے ہیں (۱) سر کے بالوں کی مانگ نکالنا (۲) مونچھوں کا کترانا (۳) مسواک کرنا (۴) کلی کرنا (۵) ناک میں پانی ڈالنا اور پانچ کا تعلق باقی جسم سے ہے (۱) ناخن کاٹنے (۲) موئے زیر ناف مونڈنے (۳) بغلوں کے بال اکھاڑنے (۴) ختنہ کرنا (۵) انگلیوں کا خلال کرنا) اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دس سنتوں کو ادا کیا۔ تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی دوستی کی خلعت سے سرفرازی بخشی۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اور (خدا تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا اور تیسری دس باتیں حضرت شعیب علیہ السلام کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اگر تو نے دس سال پورے کئے۔ تو تیری طرف سے احسان ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کی۔ اور یہ خدمت اجر شعیب علیہ السلام کی لڑکی کا مہر قرار پایا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نکاح میں آئی۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام دس سال تک روتے رہے یہاں تک کہ روتے روتے نابینا ہوگئے۔

اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی آنکھوں میں روشنی عطاء کی۔ اور ان پر وحی بھیج کر فرمایا۔ کہ اگر تو دوزخ کی آگ کے خوف سے رویا ہے تو میں نے تجھے اس سے بے خوف کیا اور اگر تجھے بہشت کی خواہش تھی اور اس واسطے رویا ہے کہ بہشت سے محروم نہ رہوں۔ تو میں نے تجھے بہشت عطاء کیا اور اگر میری رضامندی کے لیے رویا ہے۔ تو میں تجھ پر راضی ہوا۔ شعیب علیہ السلام نے کہا۔ کہ اے جبرائیل علیہ السلام نہ تو میں بہشت کی خواہش کے لیے رویا ہوں۔ اور نہ دوزخ کی آگ کے ڈر سے میں صرف محبوب حقیقی کے دیدار کے شوق کے واسطے رویا ہوں۔ اس پر یہ آواز آئی کہ اے شعیب تو حق پر رویا ہے جہاں تک رو سکتا ہے اور بھی رو اور اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ یہ دیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے بلند مرتبے والے نبی نے دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ اور یہ مرتبہ شعیب کو اسی واسطے ملا کہ اس نے صرف اپنے پروردگار کی محبت کے لیے گریہ زاری کی تھی۔ اسی واسطے اللہ نے انہیں کرامتیں دیں۔ ان کے درجے بلند کئے۔ انہیں اپنا قرب عطا کیا اور اپنے دیدار کی بزرگی بخشی۔ اور ایسی ایسی نعمتیں بخشیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہے اور نہ کانوں نے سنا۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گزرا۔ چوتھے دس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخصوص ہیں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا۔ اور دس اور ملا کر اس وعدہ کو پورا کیا) اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تم سے چند باتیں کروں گا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ پر توریت نازل کی۔ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیس روزے رکھے اور یہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور بعض نے یہ بھی کہا کہ یہ مہینہ ذیقعد کا تھا۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے اس وقت اپنے منہ میں ایک ٹکڑا زیتون کا رکھ لیا۔ تاکہ ان کے منہ سے بری بو نہ آئے۔ اور اس کی بجائے خوشبو نکلے۔ اس لیے بارگاہ ایزدی سے حکم صادر ہوا۔ کہ روزہ دار کے منہ سے جو بو آتی ہے وہ میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔ اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ تم محرم کے مہینے میں دس روزے رکھو اور ان کا آخری روزہ عشرہ یعنی عاشورہ کا روزہ ہے۔ اور جو ذی الحجہ کے مہینہ کا قائل ہے۔ اس کے قول کے موافق یہ روزے ذی الحجہ میں آتے ہیں۔

اور اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر قرب کے شرف سے سرفراز کیا۔ اور ان کو اپنی ہم کلامی کی عزت اور بزرگی عطاء کی۔ فرمایا (اور "جب موسیٰ وقت معین پر آیا۔ آیت کے آخر تک" اور پانچویں دس باتیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے (فجر کی قسم ہے اور دس راتوں کی قسم ہے) اور یہ ذی الحجہ کا عشرہ ہے اور اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے)۔

فصل عشرہ ذی الحجہ کی تعظیم

فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ان دنوں کی تعظیم کرے۔ تو خداوند تعالیٰ اس شخص کو دس بزرگیاں عطا فرماتا ہے اس کی عمر میں برکت آجاتی ہے اور اس کا مال بڑھ جاتا ہے اور اس کے عیال کی اللہ تعالیٰ نگہبانی فرماتا ہے اور اس سے جو برائیاں صادر ہوئی ہوتی ہیں ان کا کفارہ کرتا ہے۔ اور ان کی نیکیوں کو دوچند کر دیتا ہے اور موت کی سختی اس آدمی پر آسان ہو جاتی ہے اور تاریکی میں اس کو روشنی عطاء کی جاتی ہے اور ترازو میں اس کی نیکی کے پلہ کو خدا تعالیٰ بھاری کر دیتا ہے اور دوزخ کے درجوں سے اس آدمی کو رہائی اور نجات نصیب ہوتی ہے اور اس کے لیے بہشت کے درجوں کو خداوند تعالیٰ بلند کر دیتا ہے اور اگر کوئی ان دنوں میں صدقہ دے یعنی کسی غریب آدمی کو کچھ عطا کر دے تو اس کا یہ صدقہ دینا ایسا ہوتا ہے کہ گویا وہ سب پیغمبروں اور سب رسولوں کو صدقہ دیتا ہے اور اگر کوئی مریض ہو اور ان دنوں میں جا کر اس کی عیادت کرے۔ تو وہ گویا خدا کے دوستوں اور ابدالوں کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرتا ہے اور جو آدمی ان دنوں میں جنازہ کے ساتھ گیا۔ گویا وہ شہیدوں کے جنازہ کے ساتھ گیا۔ اور اگر کوئی کسی ننگے کو کپڑا دیتا ہے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس کو بہشتی جلے پہناتا ہے اور اگر کوئی ان دنوں میں کسی یتیم پر مہربانی کرتا ہے۔ تو اس کے عوض میں خداوند تعالیٰ عرش کے سایہ میں اس کو جگہ دے گا۔ اور جو آدمی کسی علم کی مجلس میں حاضر ہو تو وہ گویا نبیوں اور رسولوں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے اور وہب بن منبہؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو اس وقت آپ اپنے گناہ پر چھ روز تک روتے رہے ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی نازل فرمائی

اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنا سر جھکائے ہوئے غمگین اور اندوہ ناک بیٹھے ہوئے تھے۔ وحی نے کہا کہ اے آدم علیہ السلام خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے کہ تو اس وقت کس مشقت اور مصیبت میں ہے آپ نے عرض کی اے اللہ میری مصیبت تو بہت بڑی اور بے اندازہ ہے۔ گناہوں نے مجھ کو گھیر لیا ہے اور سعادت اور کرامت کے حاصل ہونے کے بعد خواری اور بدبختی کی سرائے میں مجھ کو پھینکا گیا ہے۔ میں ملک جاودانی میں تھا اور پھر مجھے سرائے فانی میں لایا گیا ہے پس اس حال کے ہوتے ہوئے میں کیوں گریہ وزاری نہ کروں وحی نے کہا اے آدم خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا میں نے تجھے اپنی ذات کے لیے پسند نہیں کیا تھا اور اپنی تمام مخلوقات سے تجھے برگزیدہ نہیں کر لیا تھا۔ اور اپنی کرامت عطاء کر کے میں نے تم کو خاص الخاص نہیں بنا دیا تھا اور میں نے اپنی محبت سے تیرے دل کو لبریز نہیں کیا تھا اور تجھ کو اپنے ہاتھ سے نہیں پیدا کیا تھا اور جس

تیرے گناہوں کو میں نے معاف کر دیا۔ اور
خدا کی درگاہ میں دعاء کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے
ر توبہ کی۔ اور اس کی برکت سے ہی اس کو
مان برداری اور پیروی کرے۔ وہ ان دنوں
تعالیٰ اسی طرح رحمت فرمائے گا۔ جیسا کہ
سے بدل جائیں گی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی۔ کہا کہ اے آدم میں نے تیری ضعیفی پر رحم کیا۔ اور میں نے تیری توبہ قبول کی۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے چند کلمے یاد کیے) یعنی ان کی دعاء کو قبول کیا۔ پس اسی عشرہ کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی طرف رجوع کیا او قبولیت کا درجہ عطاء ہوا اور جو آدمی خداوند تعالیٰ سے نافرمان ہو۔ اور ہوا و ہوس میں پڑ کر نفس امارہ کی فر میں اگر بازگشت کرے گا۔ اور فرمانبردار ہو کر خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گا۔ تو اس پر بھی اللہ حضرت آدم علیہ السلام پر رحمت نازل کی ہے۔ اس کے گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کی برائیاں نیکیو

اللہ تعالیٰ کی قسم کا بیان

س کی قسم کھائی ہے اور اس رات کی قسم
اور یہ آٹھ سیڑھیاں ہیں جو دوزخ کی پل
یمان کا حال پوچھیں گے۔ اگر مومن ہوا

"اللہ جل شانہ نے فجر کی قسم کھائی ہے۔ دس راتوں کی قسم کھائی ہے جفت اور طاق چیزو کھائی ہے جو گزر جاتی ہے۔ اس قول تک اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ "بے شک تیرا رب گھات میں ہے ہیں۔ اور جب بندہ پل صراط پر سے گزرنے لگے گا۔ اور پہلی سیڑھی پر پہنچے گا تو وہاں اس سے اس کے ا

ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے منسوخ ہوئی ہے۔ (پس جس قدر تم میں طاقت ہے اسی قدر ہی خداوند تعالیٰ سے خوف کرو) اور ارشاد کیا ہے (لوگوں کو حج کرنے کا حکم دے یعنی اے ابراہیم اپنی اولاد کو پکار اور ان کے سوا ان آدمیوں کو جو ایماندار ہیں حج کے واسطے پکار پیادہ اور سوار ہو کر وہ تیرے پاس آئیں گے۔ اور جو آدمی ضعیف اور لاغر ہو گا۔ وہ دور نزدیک کے ملکوں اور شہروں سے اونٹوں پر سوار ہو کر تیرے پاس آئے گا) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (جب خانہ کعبہ کی عمارت سے فارغ ہوا۔ اور کہا کہ الٰہی اس گھر کی کون خواہش کرنے والا ہے۔ اس وقت خدا کی درگاہ سے آپ کے نام حکم ہوا۔ کہ لوگوں کو حج کرنے کی ہدایت کر یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور صفا پہاڑی اسی پہاڑ کی جڑ میں ہے۔ وہاں آپ نے اونچی آواز سے پکارا اور پکار کر کہا۔ کہ اے لوگو اپنے اللہ تعالیٰ کا حکم مانو۔ کیونکہ وہ خانہ کعبہ کی حج کرنے کے واسطے تم کو حکم دیتا ہے ہر ایک مومن مرد اور مومنہ عورت جو زمین پر رہتی تھی۔ سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس آواز کو سن لیا۔ یہاں تک کہ مردوں کی پیٹھ میں اور عورتوں کے رحموں میں جو تھے ان کے کانوں میں بھی یہ آواز جا پہنچی۔ پس حضرت ابراہیم نے جو پکارا تھا۔ حج کے دن میں اس کا جواب یہ تلبیہ ہے۔ اور آپ نے اپنے پروردگار کے حکم سے ہی پکارا تھا۔

احرام اور لبیک کی فضیلت

جس آدمی نے حج کا احرام باندھا اور خانہ کعبہ کا قصد کر کے اس کی طرف گیا اس کی فضیلت اور بزرگی مجاہدؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھے۔ کہ اچانک یمن سے ایک گروہ آیا۔ اور ان لوگوں نے آ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ پر ہمارے ماں اور باپ فدا ہوں ہم کو حج کی فضیلتوں اور بزرگیوں سے مطلع فرماؤ۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی آدمی حج کے ارادہ پر اپنے مقام سے کوچ کرے یا عمرہ کا ارادہ کرے۔ تو جو قدم وہ اٹھاتا ہے۔ اور زمین پر اٹھتا ہے۔ تو ہر ایک قدم پر اس کے قدموں کی ٹھوکروں سے اس طرح گناہ جھڑتے ہیں جیسے کہ ہوا کے ساتھ درخت کے پتے گرتے ہیں۔ اور جب وہ مدینہ میں آجاتا ہے اور آ کر مجھے سلام اور مصافحہ کرتا ہے تو اس وقت فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور اس کو سلام کہتے ہیں۔ اور جب ذوالحلیفہ کے پانی پر پہنچ کر غسل کرتا ہے۔ تو اس سے خداوند تعالیٰ اس کو تمام گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اور جب وہ نئے کپڑے پہن لیتا ہے تو اس سے خداوند تعالیٰ اس کو نئے سرے سے نیکیاں لطف فرماتا ہے اور جس وقت لبیک کہتا ہے تو اس وقت خداوند کریم اس کو جواب دیتا ہے کہ تیرے کلام کو میں نے سن لیا ہے اور تیری طرف میں نے توجہ بھی کی ہے اور جب **مکہ معظمہ** میں داخل ہوتا ہے۔ اور طواف کرتا ہے اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ اس کو بہت سی نیکیاں عطا کرتا ہے اور جب عرفات میں کھڑا ہوتا ہے اور اونچی آواز سے اپنی حاجت کی درخواست کرتا ہے تو اس سے خداوند تعالیٰ فخر کرتا ہے اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کو کہتا ہے کہ اے آسمان کے رہنے والو تم میرے بندوں کی طرف نہیں دیکھتے ہو جو دور دور سے آئے ہیں اور ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور گرد آلود ہو رہے ہیں۔ اپنے مالوں کو ان لوگوں نے خرچ کیا ہے۔ اور اپنے جسموں کو انہوں نے تکلیف دی ہے مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال اور اپنے کرم کی قسم ہے کہ ان میں سے جو نیکوکار ہیں ان کے طفیل ان کے بدکاروں کو بخش دوں گا اور گناہوں سے ان کو ایسا پاک اور صاف کر دوں گا جیسے کہ کوئی ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور جس وقت یہ لوگ سنگریزے پھینکتے ہیں اور اپنے سر کے بال منڈواتے ہیں اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے شرف یاب ہوتے ہیں تو اس وقت عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا ان کو پکار کر یہ کہتا ہے کہ اب تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ تمہارے پہلے سب گناہ بخش دیئے گئے ہیں اور آئندہ کے واسطے نئے سرے سے عمل کرنے میں مشغول ہو جاؤ۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک اعرابی آدمی خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آ کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں حج کرنے کے واسطے گھر سے باہر نکلا تھا مگر مجھ سے حج فوت ہو گیا ہے اور میں محروم ہوں۔ اب میں کیا کروں کہ حج کرنے والے لوگوں میں شامل ہو جاؤں اور یا مجھے حج کا ثواب ہی مل جائے گا رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو فرمایا۔ کہ ابو قبیس کے پہاڑ کو دیکھ۔ اگر یہ تمام پہاڑ سرخ سونا بن جائے اور تیرے قبضہ میں آجائے۔ اور پھر تو اس تمام سونے کے پہاڑ کو خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو باوجود اس قدر خرچ کر دینے کے تجھے وہ مقام اور درجہ حاصل نہیں ہو گا جو حاجیوں کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ حج کرنے والا آدمی جب حج کے لیے سامان تیار کرتا ہے تو اس تیاری

ہرایک چیز کے اٹھانے اور رکھنے کے عوض میں اسے دس نیکیاں عطاء ہوتی ہیں اور اس کی دس برائیاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بڑھ جاتے ہیں۔ اور جب یہ شخص سوار ہو کر روانہ ہو جاتا ہے تو اس کی سواری کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے میں بھی اس کو ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ چیزوں کے اٹھانے اور رکھنے میں اور جب کعبہ کا طواف کرتا ہے تو اس سے تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور جب صفا و مروہ کے درمیان دوڑتا ہے تو اس سے بھی اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر جب عرفات میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور مشعرالحرام میں کھڑا ہونے سے بھی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ اور جب سنگریزے پھینکتا ہے تو اس عمل سے بھی اس کے گناہ دور ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس اعرابی سے خطاب کیا کہ کیا تو یہ چاہتا ہے۔ کہ تو حاجیوں کے درجے کو پہنچ جائے اور یہ کلمہ آپ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا تھا۔ یعنی تو ان کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ بیت الحرام کا طواف کر رہا تھا اسی اثناء میں میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں یہ گھر کیسا گھر ہے۔ آپ نے فرمایا اے علیؓ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی اس واسطے بنیاد ڈالی ہے کہ اس میں میری امت کے گناہوں کا کفارہ ہو۔ اس کے بعد میں نے پھر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یہ حجر اسود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک جوہر ہے اور اس کو بہشت سے لائے ہیں۔ اور اس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ چمکتی تھی۔ مگر مشرکوں کے چھونے سے اس کی چمکیلی روشنی سیاہی سے بدل گئی۔

اور ابن ابی ملیکہ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر روز اللہ تعالیٰ کی ایک سو بیس رحمتیں بیت الحرام پر نازل ہوتی ہیں۔ ان میں ساٹھ تو ان لوگوں کے لیے ہیں جو اس گھر کا طواف کرتے ہیں۔ اور چالیس ان کے واسطے ہیں جو خانہ کعبہ کے آس پاس اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ اور بیس انہیں عطاء کی جاتی ہیں جو خانہ کعبہ کی طرف صرف نظر ہی کرتے ہیں۔ اور زہری نے سعید بن مسیبؓ سے اور انہوں نے عمرو بن ابی سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس آدمی کو میں نے تیس سال تک تندرستی دی ہو۔ اور اس کی عمر درازی ہو اگر وہ تیس سال تک اس گھر کی زیارت کے واسطے نہ آئے تو وہ محروم ہے۔ اور ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں میں آپ کے ساتھ حج کو گیا۔ اور آپ مسجد میں آئے اور حجر اسود کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ اور پھر حجر اسود سے خطاب کر کے کہا۔ کہ ہر صورت میں تو پتھر ہے۔ نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ضرر۔ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا۔ تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین ایسا نہ کہو۔ یہ پتھر نقصان بھی دے سکتا ہے اور نفع بھی مگر نفع اور نقصان اللہ کے حکم سے ہے۔ اور اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ اس کو سمجھا ہوتا تو ہمارے سامنے ایسا انکار نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے ابو حسن آپ ہی فرمائیے۔ قرآن شریف میں اس کی کیا تعریف ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے اولاد پیدا کی تو انہیں اپنی جانوں پر گواہ کیا۔ اس سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ اس کے جواب میں سب نے اقرار کیا۔ تو ہمارا پیدا کرنے والا اور پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اقرار کو لکھ لیا اور اس کے بعد پتھر کو بلایا۔ اور اس صحیفے کو اس کے پیٹ میں بطور امانت کے رکھ دیا پس وہی پتھر اس جگہ اللہ کا امین ہے۔ تاکہ قیامت کے دن یہ گواہی دیوے کہ وعدے کا وفا ہوا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابوالحسن تیرے سینے کو خدا نے علم اور اسرار کا خزینہ بنادیا ہے اور ابو صالح ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ حج اور عمرہ کرتے ہیں وہ اللہ سے جو کچھ مانگتے ہیں ان کی دعاء قبول ہو جاتی ہے اگر آمرزش کی درخواست کرتے ہیں تو انہیں بخشش دیتا ہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ حاجیوں کو بخش دے اور اس کو بھی بخش دے جو حاجیوں کے لیے استغفار کرے۔ اور جس کی وہ آمرزش چاہیں انہیں بھی بخش دے۔ اور حسن روایت کرتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے فرشتے حاجیوں سے ملاقات کرتے ہیں اور جو شتر سوار ہوتے ہیں انہیں سلام کہتے ہیں اور جو لوگ گدھوں اور خچروں پر سوار ہوتے ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور پیادہ آدمیوں کے گلے ملتے ہیں۔ اور ضحاک کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی مسلمان آدمی جہاد کے ارادے سے گھر سے نکلے اور جنگ کرنے سے پہلے ہی اپنی سواری سے گر پڑے یا کوئی زہریلا جانور اس کو کاٹے یا کسی اور عارضے سے مرجائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان کعبے کی زیارت کے لیے گھر سے نکل جائے۔ اور منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی مرجائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں داخل کرتا ہے اور سفیان بن عیینہؒ ابی زناد سے اور وہ اعرج سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے

کہ اگر آدمی اس گھر کا حج کرے اور گناہ اور فسق اور جہل سے بچا رہے۔ تو گناہوں سے وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اور سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے اس گھر کی زیارت کی اور فسق فجور وغیرہ گناہوں سے بچا رہا۔ وہ ایسا ہو گیا کہ گویا ابھی پیدا ہوا ہے اور فرمایا کہ حج کے سبب سے تین آدمی بہشت میں جاتے ہیں۔ ایک حج کی وصیت کرنے والا ہے اور دوسرا اس وصیت کو جاری کرنے والا اور تیسرا وہ ہے جو اس کے موافق حج کرتا ہے اور عمرہ و جہاد کی نسبت بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ مذکور ہے۔ علی بن عبد العزیزؒ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابو عبید قاسم بن سلامؒ کے ساتھ ہم سفر رہا۔ جب موقف کی طرف آیا تو۔ جبل رحمت کی طرف پھرا۔ اور میں نے طہارت کی اور وہاں سے چلتا ہوا اس پہاڑ کے پاس اپنا خرچ بھول گیا۔ جب مازمین (دو تنگ جگہوں کا نام) میں آیا تو ابو عبید نے مجھے کہا کہ اگر میرے واسطے کچھ مکھن اور کھجوریں مول لے آؤ تو بہت ہی بہتر ہے۔ میں نے انہیں لانے کا ارادہ کیا۔ اور جب خرچ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ۔ وہاں بھول آیا ہوں اس لیے اس پہاڑ کی طرف لوٹا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو جس جگہ خرچ پڑا ہوا بھول آیا تھا اسی جگہ اسی طرح پڑا پایا جیسا کہ رکھا تھا۔ میں نے اسے لے لیا۔ اور وہاں سے لوٹا۔ اور پھرتے ہوئے جب اس وادی میں نگاہ کی تو اس کو بندروں سوروں اور دوسرے جانوروں سے بھرا ہوا پایا۔ مجھے اس سے خوف آیا مگر اسی حالت میں چل پڑا۔ ہر ایک جانور اپنی اپنی جگہ پر ہی رہا مجھے کسی نے کچھ نہ کہا اور صبح سے پہلے ہی ابو عبید کے پاس پہنچ گیا انہوں نے میرا حال پوچھا۔ میں نے ان سے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور بندروں اور سوروں وغیرہ جانوروں کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جو جانور تو نے دیکھے ہیں یہ بنی آدم کے گناہ تھے۔ جنہوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور اب ان کے پاس سے چلے گئے۔

ترویہ کے نام میں اختلاف

لوگوں نے اس نام میں اختلاف کیا ہے۔ ترویہ ماہ ذی الحجہ کا آٹھواں دن ہے۔ اس دن میں لوگ مکہ معظمہ سے نکل کر منیٰ کی طرف جاتے ہیں۔ اور زمزم کے پانی سے سیر ہوتے ہیں۔ اس واسطے اس کو ترویہ کہتے ہیں۔ اور ترویہ کا لفظ تَفْعِلَه کے وزن پر ہے۔ اور اہل عرب پانی پینے اور پلانے اور نہانے کو ارتوے بولتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس دن کا نام ترویہ اس واسطے ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس دن کی رات میں خواب آیا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں جب صبح ہوئی تو فکر میں پڑے۔ کہ کیا یہ خواب شیطان نے دل میں ڈالا ہے جو ہمارا دشمن ہے یا ہمارے دوست رحمان کی طرف سے۔ اس لیے تمام دن اسی فکر میں رہے۔ اور عرفہ کا روز آیا۔ تو خداوند تعالیٰ کا حکم پہنچا۔ کہ جو کام تجھے کرنے کے واسطے کہا گیا ہے اسے کر۔ اس وقت آپ نے جانا۔ کہ وہ خواب شیطان کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ دوست کی طرف سے ہے۔ اور اسی واسطے اس کا نام عرفہ کا دن متعین ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمان دیا کہ حج کرنے کے لیے لوگوں کو دعوت کر اور دعوت چار قسم پر ہے ایک تو بندوں کے لیے خدا کی دعوت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (خدا سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک سرائے سے دوسری سرائے کی دعوت دیتا ہے یعنی تکلیف کی سرائے سے تشریف کی سرائے کی طرف اور غیب کی سرائے سے مشاہدہ کی سرائے کی طرف اور فانی سرائے سے ہمیشہ رہنے والی سرائے کی طرف اور آزمائش کے گھر سے مولا کی سرائے کی طرف اور اس سرائے سے بلاتا ہے جس کے اول میں تو رونا ہے اور درمیان میں رنج اور دکھ اور اس کے آخر میں فنا اور جس کی طرف بلاتا ہے اس کے اول میں عطاء ہے اور اس کے درمیان میں رضا اور اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی لقاء ہے اور دوسری دعوت پیغمبر خدا ﷺ کی دعوت ہے۔ جو دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف ایسے کلمات سے بلا جو حکمت آمیز ہوں اور ان میں دل پسندیدہ حکمتیں ہوں آخر آیت تک) خدا کا پیغمبر جو دعوت کرتا ہے تو وہ سیدھے راستے کی طرف کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ میں ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہوں لیکن ہدایت میرے اختیار میں نہیں ہے یعنی خدا کے سوا کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور ابلیس گمراہ کرنے کے واسطے بھیجا ہے اور اس کے اختیار میں کسی کا گمراہ کرنا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کو تو دوست رکھتا ہے۔ اس کو تو راستہ نہیں دکھا سکتا مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو راستہ دکھاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں درخواست کی کہ اے اللہ میرے چچا ابی طالب کو ہدایت کر مگر خدا نے آپ کی اس درخواست کو قبول نہ کیا اور آپ کے چچا کو ہدایت نہ کی کیونکہ خدا تعالیٰ اس کو ہدایت کرنا نہیں چاہتا تھا اور اس وحشی کو جو حمزہ کا قاتل تھا خدا نے ہدایت کر دی کیونکہ اسے منظور تھا کہ اس کو ہدایت کرے اور خدا تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ سے فرمایا ہے کہ محمد تیرے ذمہ صرف لوگوں کو دعوت کرنی ہے اور فرمایا ہے کہ اے اللہ کے

رسول جو کچھ تیرے پاس بھیجا گیا ہے تو اس کو پہنچا دے) اور فرمایا ہے۔ "ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور بہشت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا۔ خدا کی طرف حکم کے موافق بلانے والا اور روشن چراغ آخر تک" یعنی تیرے ذمہ شفاعت کرنی ہے لیکن اس کا قبول کرنا اور ہدایت کرنی میرا کام ہے اور فرمایا ہے۔ جس کو اللہ چاہتا ہے اپنے نور سے اس کو اپنا سیدھا راستہ دکھلاتا ہے) اور فرمایا ہے اگر ہم چاہتے تو ہر ایک آدمی کو سیدھی راہ دکھادیتے) اور تیسری دعوت موذن کی ہے۔ یہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے حکم بجالانے اور نماز کی طرف بلاتا ہے خدا نے فرمایا ہے (جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے بلانے میں اس سے زیادہ اچھا کون ہے) اور جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے جو لوگ اذان دیتے ہیں اور لبیک کہتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے کہ جو کچھ دنیا میں کرتے تھے وہی کر رہے ہوں گے یعنی موذن تو اذان دیتا ہو گا اور لبیک کہنے والا لبیک کہتا ہو گا اور جہاں تک موذن کی آواز پہنچی ہو گی وہاں تک جتنی مخلوق ہو گی سب اس کی شفاعت کرے گی اور ہر ایک درخت چاہے سوکھا ہو چاہے ہرا اور ہر ایک پتھر جس نے اس کی آواز سنی ہو گی ہر ایک گواہی دے گا اور جس مسجد میں موذن اذان دیتا ہے اس میں جتنے آدمی نماز پڑھتے ہیں ہر ایک کے برابر اس کو ثواب ملتا ہے اور اذان اور اقامت کے درمیان موذن کے دل میں جس چیز کی خواہش ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی خواہش بھی پوری کر دیتا ہے یا تو دنیا ہی میں اس کو بہت سا اجر ملتا ہے اور یا ایسا ہوتا ہے کہ اس کے عوض میں اس کی برائیاں دور ہو جاتی ہیں اور یا آخرت پر موقوف رکھا جاتا ہے کہ وہاں اس کا بدلہ ملے۔

روایت ہے کہ ایک شخص رسول مقبول ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک ایسا ہی عمل فرمادیں۔ جس سے میں بہشت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا کہ اپنی قوم کا موذن بن تا کہ تیرے ذریعہ لوگ اپنی نمازوں میں جمع ہوں اس نے عرض کی کہ اگر مجھے یہ طاقت نہ ہو تو پھر کیا کروں آپ نے فرمایا اپنی قوم کا امام بن جا تا کہ لوگ تیرے پیچھے نمازیں پڑھیں اس نے عرض کی کہ اگر مجھے اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے فرمایا کہ نماز میں اول صف میں شریک ہونا لازم پکڑ۔ اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا ہے یہ آیت موذن کے شان میں ہی اتری ہے (جو آدمی لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے گفتار کی رو سے اس سے زیادہ نیک کون ہے) یعنی لوگوں کو بلاتا ہے کہ آؤ اور نماز پڑھو اور اذان اور اقامت کے درمیان نماز ادا کرتا ہے ابی امامہ باہلیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی اذان دیتا ہے تو جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے اسی قدر اس کو ثواب دیا جاتا ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کے برابر اور بھی اس کو ثواب عطاء ہوتا ہے اور ان کے اجر میں سے کچھ کمی اور نقصان نہیں۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک کوئی بیمار کسی مرض میں گرفتار رہتا ہے تب تک وہ خداوند تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے اور ہر روز اس کو ستر ہزار شہید کا ثواب ملتا ہے اور اگر شافی مطلق اس کو شفاء عنایت کر دیتا ہے تو اپنے گذشتہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے کوئی ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اگر خدا کی تقدیر سے فوت ہو جائے تو وہ حساب کے بغیر ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ موذن لوگ خداوند تعالیٰ کے دربان ہیں اور ہر ایک اذان کے عوض میں اللہ تعالیٰ ان کو ایک ہزار نبی کا ثواب عطا کرتا ہے اور امام خداوند تعالیٰ کے نائب ہیں ان کو ہر ایک نماز کے عوض میں ایک ہزار صدیق کا ثواب ملتا ہے اور علماء خداوند تعالیٰ کے وکیل ہیں قیامت کے دن ان کی ہر ایک حدیث کے عوض ایک ایک نور عطا ہو گا اور ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب عطا ہو گا اور علم سیکھنے والے مرد اور عورتیں خداوند تعالیٰ کے خادم ہیں۔ اس خدمت کے صلہ میں ان کو جنت عطاء ہو گی اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جس قدر لوگ لمبی گردنوں والے ہوں گے ان سب سے زیادہ لمبی گردنیں ان لوگوں کی ہوں گی جو اذان دینے والے ہوں گے اور پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی سات برس تک اذان کہے اور اپنی نیت بھی نیک رکھے تو اللہ جل شانہ اس شخص کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے اور رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اذان دینے والے کو اس قدر ثواب ملتا ہے کہ جہاں تک اس کی آواز کی لمبائی ہوتی ہے یعنی جہاں تک خشکی اور تری میں اس کی آواز پہنچتی ہے اس فاصلہ میں جس قدر چیزیں ہوتی ہیں وہ سب اس کی صداقت کی گواہی دیتی ہیں اور چوتھی دعوت وہ ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اور لوگوں کو حج کرنے کا حکم دے) اور اس کا ذکر پہلی مجلس میں ہم نے کر دیا ہے۔

عرفہ کے دن کی فضیلت

اس میں عرفہ کی بزرگی بیان کی جاتی ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے (آج کے دن میں نے تمہارے واسطے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا) اس آیت کا نزول عرفات میں ہوا ہے اور باقی سورۃ مدینہ منورہ میں اتری ہے اور اس سورۃ کا نام سورۃ مائدہ رکھا گیا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کردیا) یعنی حلال اور حرام کے جس قدر احکامات تھے وہ سب تم پر نازل کردیئے ہیں------اور اپنی نعمت کو تمہارے اوپر کامل کردیا ہے یعنی پورا احسان ظاہر کردیا ہے کہ کافر اور مشرک تمہارے ساتھ عرفات میں جمع نہیں ہوں گے اور میں تمہارے دین سے جو اسلام ہے راضی ہوا یعنی میں نے تمہارے واسطے دین اسلام پسند کیا۔ اور یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز نازل ہوئی تھی اور اس کے نازل ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی دن زندہ رہے اور اس کے بعد وفات پا گئے اور خداوند کریم کی رضا اور رحمت میں داخل ہو گئے عبداللہ بن عباسؓ نے بھی اس روایت کو بیان کیا اور دوسرے مفسر بھی ایسا ہی بیان کرتے ہیں اور محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس روز نازل ہوئی تھی جس دن مکہ فتح ہوا ہے اور جعفر صادقؒ کہتے ہیں کہ آج کا دن اس دن کی طرف اشارہ ہے جس دن نبی ﷺ بھیجے گئے ہیں اور ان کو رسالت ملی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اَلْیَوْمَ روز ازل کی طرف اشارہ ہے اور لفظ رضا سے ابد کی طرف اشارہ ہے اور بعض نے فرمایا ہے۔ کہ دو چیزوں سے دین کامل ہوتا ہے ایک تو خداوند تعالیٰ کی معرفت ہے اور دوسری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی اور اس کی فرمانبرداری کرنا ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دین امن اور فراغ بالی میں کامل ہوتا ہے کیونکہ امن میں خدا ضامن ہوتا ہے اور جب خدا ضامن ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ بے خوف ہو جاتا ہے اور اس کی عبادت کے واسطے اچھی طرح اس کو فراغت حاصل ہوتی ہے اور بعض کا قول ہے کہ دین کا کمال اس میں ہے کہ گناہوں سے انسان بیزار ہو اور سب چیزوں کو ترک کرکے خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور بعض کا قول ہے کہ دین کا کمال یہ ہے کہ حج کو عرفہ کے دن کی طرف پھیر دیا کیونکہ پہلے سال کے ہر مہینے میں لوگ حج کیا کرتے تھے اور بعد میں خداوند تعالیٰ نے حج کا ایک وقت مقرر کردیا اور وقت مقرر کرنے کے بعد اس کو فرض کردیا اور پھر اس آیت کو نازل فرمایا اور لفظ دین کئی معنوں میں آیا ہے جیسا خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں کئی جگہ فرماتا ہے ایک تو دین دنیا کے معنوں میں ہے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام بادشاہ کے دین میں اپنے بھائی کو پکڑ نہیں سکتے تھے یعنی اس کی دنیا اور عادت اور سیرت میں اور دین حساب کے معنوں میں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے اَلدِّیْنُ الْقَیِّمُ (درست دین) یعنی درست حساب اور جزاء کے معنوں میں بھی ہے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ قیامت کے دن ان کے عملوں کے موافق بدلہ دے گا یعنی ان کے عملوں کی جزا دے گا اور حکم کے معنوں میں بھی آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے (خدا کے دین میں تم کو لوگوں پر مہربانی پکڑ نہ لے) یعنی خدا کے حکم میں تم لوگوں کی رعایت نہ کرو اور دین عید کے معنوں میں بھی آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے (اور لوگوں کو چھوڑ دے جو اپنے دین کو بازی اور ایک بیہودہ کام قرار دیتے ہیں) یعنی عید کے دن کو بازی اور بیہودگی جانتے ہیں اور زکوٰۃ اور نماز کے معنوں میں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (وہ دین سچا ہے) یعنی نماز اور زکوٰۃ اور قیامت کے معنوں میں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وہ دین کے دن کا مالک ہے) یعنی قیامت کے دن کا۔ اور دین بمعنی شریعت ہے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (میں نے آج کے دن تمہارے دین کو کامل کیا) یعنی تمہارے دین کی شریعتوں کو پورا کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (آج کے دن میں نے تمہارے واسطے تمہارے دین کو کامل کیا) اور یہ امر ثابت ہے کہ قرآن کے سوائے باقی سارے صحیفے خداوند تعالیٰ نے ایک ہی دفعہ نازل کئے ہیں اور قرآن شریف تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے بعض نے سوال کیا ہے کہ نزول کے اعتبار سے ان میں سے بہتر کون ہے اس کا جواب یہی دیا گیا ہے کہ قرآن شریف بہتر ہے کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے ایک ہی دفعہ توریت کو نازل کیا تو اس کے حکموں کو بنی اسرائیل نے قبول کرلیا اور ان پر عمل تھوڑا کیا لیکن پھر اس میں امر اور نواہی کے باب میں جو حکم ہے ان کا بجالانا ان لوگوں پر گراں گزرا

اس لیے انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی یعنی ان سے روگرداں ہوئے اور قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا اور مسلمانوں کے لیے جو پہلا فرض جس کے کہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ یہ ہے خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے "محمد ﷺ اس کا رسول ہے" اور جب مسلمانوں نے اس کلمے کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ بہشت میں داخل کرنے کے لیے ان کا ضامن ہو گیا پس انہوں نے سنا اور اس کی اطاعت کی اس کے بعد حکم ہوا کہ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے فجر کی دو رکعت پڑھو اور دو رکعت آفتاب غروب ہونے کے بعد پڑھو اس کے بعد پانچوں وقت کی نماز کا حکم ہوا۔ اور ہجرت کے بعد جمعہ کی نماز کا حکم ہوا۔ پھر فرمان ہوا کہ زکوٰۃ دو پھر عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اس کے بعد فرمایا کہ ہر ایک مہینے میں تین روزے رکھو اور اس کے بعد ماہ رمضان کے روزے فرض کیے گئے اس کے بعد جہاد کا حکم ہوا اور پھر حج کرنے کے واسطے ارشاد کیا اور جب امر اور نواہی کے سب احکاموں سے فارغ ہو چکا تو رسول مقبول ﷺ پر حجۃ الوداع کے روز کہ جمعہ اور عرفہ کا دن تھا یہ آیت نازل ہوئی آج کے دن ہم نے تمہارا دین تمہارے اوپر کامل کیا یعنی تمہاری شریعت کو کامل کیا آیت کے اخیر تک' اور طارق بن شہابؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں سے ایک شخص حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور کہا کہ جس آیت کو تم پڑھتے ہو اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی اور ہمیں یاد ہوتا کہ فلانے دن اتری ہے تو اس دن کو ہم عید کا دن مقرر کرتے حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے جواب دیا وہ یہ ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ آخر آیت تک یہ سن کر حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جس جگہ اور جس دن کو یہ آیت نازل ہوئی ہے میں اس کو تحقیق سے جانتا ہوں اس کا نزول عرفہ کے روز جمعہ کے دن ہوا اور رسول مقبول ﷺ اس وقت عرفات میں کھڑے تھے اور یہ دونوں دن خدا کی حمد بجالانے کے ہیں اور ان میں سے ہر ایک ہمارے واسطے عید کا دن ہے اور جب تک کچھ نہ کچھ مسلمان باقی رہیں گے تب تک وہ اس دن کو عید کا دن تصور کریں گے

عرفہ کے معنی

علماء نے اس کے معنی اور توجیہ میں اختلاف کیا ہے۔ جس کی بناء پر کھڑے ہونے کے دن کو عرفہ کہتے ہیں اور کھڑے ہونے کے مقام کو عرفات بولتے ہیں ضحاک کہتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر پھینکے گئے تو آپ (ہند) سراندیپ میں اترے اور حوا ان سے الگ جدہ میں گریں۔ اس لیے حضرت آدم علیہ السلام حوا کی تلاش میں پھرتے رہے اور حوا حضرت آدم علیہ السلام کی تلاش میں اور ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہوئے دونوں عرفہ کے روز مقام عرفات پر جمع ہوئے۔ اور ایک دوسرے کو پہچان لیا اور اس واسطے اس مکان کا نام عرفات رکھا اور اس دن کا نام عرفہ رکھا گیا اور سدی کہتا ہے کہ اس کا نام عرفات اس واسطے رکھا گیا ہے کہ جب حضرت ہاجرہ نے ہجرت کی تو اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر سارہ خاتون کے پاس سے نکل آئیں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ جب تشریف لائے تو انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو نہ دیکھا اور حال پوچھا سارہ خاتون نے ہاجرہ کا حال بیان کیا سنتے ہی حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیلؑ کی تلاش کے واسطے گئے اور دیکھتے بھالتے عرفات میں ان کو مع ہاجرہ کے پالیا اور ان کو پہچان لیا اور اس سبب سے اس مکان کا نام عرفات ہوا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے روانہ ہونے لگے تو سارہ خاتون نے ان کو غیرت سے قسم دی کہ ہمارے پاس واپس آنے تک اپنے گھوڑے سے نہ اترنا اس لیے جب ابراہیم علیہ السلام اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس پہنچے تو بدستور گھوڑے پر سوار رہے اور اسی حالت میں ہی واپس لوٹ آئے اور اس کے بعد ایک سال تک سارہ خاتون نے ان کو باہر نہ جانے دیا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ خاتون سے درخواست کی کہ ہم کو باہر جانے کی اجازت دو انہوں نے جانے کے واسطے آپ کو اجازت دے دی اس سے آپ گھر سے باہر نکلے اور پھرتے پھراتے مکہ پہنچے اور مکے کے دامن میں آپ چل رہے تھے اور دوڑ رہے تھے کہ آپ کو کوہ عرفات کے درمیان رات کی اخیر تہائی میں خدا کا حکم پہنچا اور صبح ہوتے ہی آپ نے شہر اور ریاستوں کو پہچان لیا اور اس پہچاننے کی وجہ سے ہی اس مقام کا نام عرفات رکھا پھر عرض کیا یا اللہ اپنا گھر بنا اس شہر میں جو تجھے سب شہروں سے زیادہ پیارا ہے۔ جس کی طرف مسلمانوں کے دل مائل ہوں دور دور راستوں سے اور عطاء نے کہا کہ جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عبادت کی جگہیں دکھاتے تھے اور پوچھتے کہ پہچان لیا وہ کہتے کہ

ہاں پہچان لیا اس واسطے اس مقام کا نام عرفات رکھا گیا اور سعید بن مسیب حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا اور انہوں نے مل کر حج کیا اور جب عرفات کے مکان میں پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ نے اس مقام کو پہچان لیا آپ نے کہا کہ ہاں میں نے اسے پہچان لیا ہے کیونکہ وہ پہلے بھی ایک دفعہ اس جگہ پر گئے تھے اسی وجہ سے اس کا نام عرفات رکھا گیا۔

اور ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور ان کو بتلایا کہ مکہ کی جگہ یہ ہے اور لوگوں کے حاضر ہونے کا مقام بھی بتلایا اور فرمایا کہ اے ابراہیم یہ جگہ تو ایسی ہے اور وہ جگہ ایسی ہے اور آپ کو بتا کر پوچھتے جاتے تھے کہ تم نے اس کو پہچانا اس سبب سے اس کا نام عرفات ہوا اور اسباط سدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے واسطے دعوت کی تو سب نے آپ کی دعوت کو لبیک کہا اور لوگ حج کرنے کے واسطے دوڑے اللہ نے حکم دیا کہ عرفات کی طرف جائیں اور ساتھ ہی ساتھ عرفات کی صفت بھی فرمادی اور یہ اس وقت بیان کی تھی جب کہ آپ ایک درخت کے نزدیک پہنچ گئے تھے اور جب جمرہ ثالثہ کے پاس گئے جسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں تو وہاں شیطان آپ کے سامنے آگیا اس لیے آپ نے سات سنگریزے پھینکے اور ہر ایک سنگریزہ پھینکتے ہوئے تکبیر کہی اس لیے شیطان غائب ہو گیا اس کے بعد دوسرے جمرہ پر بھی آموجود ہوا وہاں سے بھی اس کو نکالا اور تکبیر کہی۔ پھر جمرہ اول کے پاس چلا گیا اور وہاں بھی آپ نے تکبیر کہی اور شیطان کو باہر نکال دیا اور جب شیطان کو معلوم ہو گیا کہ مجھ میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے تو وہاں سے چل دیا اور نظروں سے غائب ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس جگہ سے چل کر ذاالمجاز میں پہنچے۔ اور جب اپنے اس مقام میں نگاہ کی آپ نے اسے نہ پہچانا اور وہاں سے آگے بڑھے اسی واسطے اس کا نام ذاالمجاز رکھا گیا ہے اس کے بعد آپ عرفات میں گئے اور اس جگہ کھڑے ہوئے اور جب اس مقام کو دیکھا تو جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت کی تھی ویسا ہی اس کو پایا اور اسے پہچان لیا اس واسطے اس کا نام عرفات پڑا اور اس روز کا نام عرفہ ہوا اور رات کے وقت جمع کے پاس گئے اس کا نام مزدلفہ رکھا گیا اور اس جگہ کا نام جمع اس واسطے رکھا ہے کہ یہاں مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھی جاتی ہے اور مشعر حرام کے نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے کہ یہ مقام حرم کے تمام مقامات کی طرح محترم ہے اور یہاں کی کسی جان کو آزار پہنچانا روا نہیں اور ابی صالح روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس کو ترویہ اور عرفہ اس واسطے کہتے ہیں کہ ترویہ کی رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب آیا اس میں آپ نے دیکھا کہ ان کو حکم ہوا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو صبح کے وقت آپ نے اس بات میں غور اور فکر کی رات کے وقت جو مجھے خواب آیا ہے کیا وہ خدا کا حکم ہے یا شیطانی وسواس ہے اور اس غور اور فکر کرنے کے سبب اس روز کا نام ترویہ ہوا عرفہ کی رات میں بھی آپ نے پھر دوسری دفعہ وہی خواب دیکھا اور جب صبح ہوئی تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا حکم ہی ہے اس واسطے اس کا نام عرفہ رکھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس نام پڑنے کا سبب یہ ہے کہ جب لوگ اس دن اس مقام پر پہنچتے تھے تو یہاں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے تھے اور اصل امر یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم حج کرو تو آپ عرفہ کے دن عرفات میں جا کر کھڑے ہوئے اور درخواست کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا آیت کے اخیر تک اور بعض کہتے ہیں کہ عرفات کو عرفہ سے اخذ کیا گیا ہے اور وہ ایک خوشبو ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (بہشتیوں کے واسطے بہشت کو خوشبودار کیا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقام منیٰ کی ضد ہے اور منیٰ کا منیٰ نام اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہاں خون گرایا جاتا ہے اور گوبر اس جگہ جمع رہتا تھا اور عرفات ایسی غلاظت سے پاک تھا اور اسی پاک ہونے کے سبب سے اس مقام کو عرفات کہا ہے اور اس جگہ کھڑے ہونے کے دن کو عرفہ کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب لوگ اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اس واسطے اس کو عرفہ کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں ناموں کی اصلیت صبر سے ہے جیسا کہ یہ کہتے ہیں۔ رَجُلٌ عَارِفٌ یعنی جب کوئی آدمی صابر اور عاجز ہوتا ہے اور اَلنَّفْسُ عَرُوْفٌ جب کہ نفس صابر ہوتا ہے اور ذرمہ اس مصرعہ کے مضمون پر عمل کرتے والے ہیں۔

مصرعہ۔ راضی ہیں ہم اس پر جس میں تیری رضا ہے پس یہ نام اس واسطے رکھا گیا ہے کہ اس میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے اور دعا پر صبر کرنا پڑتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اور حاجیوں کو مشقتیں اور سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔

عرفہ کے دن اور رات کی فضیلت

ہبتہ اللہ بن مبارکؒ نے ابو علی حسن بن احمدؒ سے اور وہ علی محمد بن عبد اللہ معدلؒ سے اور وہ ابو علی بن صوافؒ سے اور وہ عبد اللہ بن محمدؒ بن ناجیہ سے اور وہ عمر بن حفص ابو عمرؒ سے اور وہ محمد بن مروانؒ سے ------ اور وہ ہشام دستوائیؒ سے اور وہ ابو زبیرؒ سے اور وہ جابر بن عبد اللہؓ سے راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب دنوں سے بہتر عرفہ کا دن ہے اس سے اور کوئی دن بہتر نہیں اس دن میں اللہ تعالیٰ اہل زمین کی عبادت کے سبب سے آسمان کے رہنے والوں پر فخر کرتا ہے اور ان کو فرماتا ہے کہ میرے ان بندوں کی طرف نگاہ کرو۔ بال الجھے ہوئے اور پراگندہ ہیں اور میری رحمت کے امیدوار دور کے راستے سے میری درگاہ میں آکر کھڑے ہوئے ہیں اور میرے عذاب سے خوف کر رہے ہیں پس جس قدر عرفہ کا دن دوزخ کی آگ سے آزادی بخشتا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی دن آزادی بخشنے والا نہیں ہے اور ہبتہ اللہ ابو محمد حسن بن احمد فارسیؒ اپنی سند کے ساتھ حسن مغربیؒ اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے عرفہ کے روز خطبہ پڑھا اور اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو اونٹوں کے تیز چلانے میں کوئی نیکی نہیں ہے اور نہ گھوڑوں کے دوڑانے میں کوئی نیکی ہے بلکہ نیکی اس میں ہے کہ تم اچھی چال چلو اور ضعیف لوگوں سے میل ملاپ رکھو اور کسی مسلمان کو ناحق نہ ستاؤ۔ اور نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ عرفہ کے دن خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف نگاہ کرتا ہے اور کسی آدمی کے دل میں ایک ذرہ بھی ایمان کا نور ہوتا ہے تو اس کو بھی اپنی بخشش سے محروم نہیں رکھتا۔

اور آپ نے فرمایا ہے کہ ابن عمرؓ سے میں نے پوچھا کہ اس دن میں خداوند تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو بخشتا ہے یا صرف اہل عرفہ کو ہی بخشتا ہے ----- آپ نے جواب میں فرمایا کہ تمام لوگوں کو اپنی بخشش سے ممتاز فرماتا ہے اور ہبتہ اللہؒ مکا بن بخش مازنیؒ سے بصرہ میں اور وہ ابو زبیرؒ سے اور وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن میں خداوند تعالیٰ دنیا کے آسمان کی طرف نگاہ کرتا ہے اور اپنے حاجیوں سے آسمان کے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور ان کو فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو۔ میرے بندوں کی طرف دیکھو کس طرح ان کے بال الجھے ہوئے گرد آلود ہیں اور میری رحمت کے امیدوار ہو کر ایک دور دراز راستے سے میری درگاہ میں آکر حاضر ہوئے ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں اس لیے مجھ پر واجب ہے کہ جو لوگ میری زیارت کرنے آتے ہیں میں ان کی بزرگی اور عزت کروں اور میزبان پر اپنے مہمان کی عزت کرنی لازم ہے تم اس بات کے گواہ رہنا کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا ہے اور بہشت میں ان کے واسطے جگہ مقرر کردی ہے اس کے بعد فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ان آدمیوں میں فلاں مرد تکبر کرتا ہے اور فلاں عورت مغرور ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے پس جس قدر عرفہ کا دن دوزخ کی آگ سے آزادی دلانے والا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی دن نہیں ہے اور امام ہبتہ اللہؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ طلحہ بن عبد اللہؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ شیطان نے عرفہ سے بڑھ کر اپنے واسطے ایسا کوئی دن نہیں دیکھا جو اس کو ذلیل و خوار کرنے والا ہو اور منکسر اور لاغر بنانے والا ہو اور غصہ اور عرق لانے والا اور شرمندگی دلانے والا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن جو کچھ شیطان نے دیکھا تھا وہ اس سے زیادہ تھا لوگوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول بدر کے دن شیطان نے کیا دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ اس دن شیطان نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو بلا رہے تھے اور عکرمہؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حج اکبر عرفہ کا دن ہے اور یہ دن فخر کرنے کا دن ہے اس روز میں خداوند تعالیٰ دنیا کے آسمان کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو میری زمین میں دیکھو جو میری صداقت کر رہے ہیں اور عرفہ کے دن سے بڑھ کر اور کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ وہ دوزخ کی آگ سے زیادہ آزادی دلانے والا ہو اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ روز موعود سے قیامت کا دن مقصود ہے اور شاہد سے جمعہ کا دن مراد ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے اور عطاء ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اور آدمیوں سے عموماً اور حضرت عمرؓ سے خصوصاً فخر کرتا ہے اور ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو تم اس سے خبردار ہو اگر کوئی تم میں سے عرفات سے لوٹ جاتے تو وہ تمام مجرموں میں سے زیادہ مجرم ہو گا در آنحالیکہ وہ یہ سمجھتا ہو کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو نہیں بخشا اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کی شام کو اہل مزدلفہ سب کو خداوند تعالیٰ

بخش دیتا ہے مگر کبیرہ گناہ کرنے والے نہیں بخشے جاتے اور مزدلفہ کی صبح کو جتنے آزار دینے والے اور اہل کبائر ہوتے ہیں ان سب کو بخشش کا خلعت پہنا دیتا ہے اور ہبتہ اللہ بن مبارک نے ابوالفتح محمد بن احمد بن مطری سے جو باہر کے نام سے معروف ہیں اور وہ ابن علی بن احمد بن رفا سامری سے اور وہ ابراہیم بن عبد الصمد ہاشمی سے اور وہ ابو مصعب سے اور وہ مالک بن انس سے اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر سے راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ ایک دفعہ عرفہ کی رات میں کھڑے رہے اور جب چلنے کو ہوئے تو آپ نے سب کو فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ آپ کے ارشاد کے موافق سب آدمی خاموش ہو گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لوگو اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر بڑا احسان کیا ہے اور جس قدر تمہارے نیکو کار آدمی ہیں ان کی طفیل تمہارے بدکار آدمی کو بخش دیا ہے اور نیکو کار آدمیوں نے جس چیز کی درخواست کی ہے اللہ تعالیٰ نے وہ انہیں عطاء فرمائی ہے اور تمہارے گناہوں کو آج کے دن بخش دیا ہے اور جس نے دوسرے آدمیوں کو ناحق رنج اور تکلیف دی ہے ان کو بھی بخش دیا ہے اور ان کے ثواب کا خود ضامن ہو گیا اب تم خدا کا نام لو اور روانہ ہو پڑو اس لیے ہم روانہ ہو پڑے اور جب چلتے چلتے مزدلفہ پہنچے تو وہاں کھڑے ہو گئے اور صبح تک پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ اس جگہ میں کھڑے رہے اور چلنے کے وقت بھی آپ نے سب لوگوں کو کھڑا کیا اور ان کو خاموش رہنے کے واسطے امر کیا اس لیے آپ کے کہنے کے موافق سب آدمی خاموش رہ گئے اس کے بعد آپ نے ارشاد کیا کہ اے لوگو آج کے دن تمہارے پروردگار نے تم پر احسان کیا ہے اور جو تم میں بدآدمی تھے ان کو بھی تمہارے نیکو کاروں کی طفیل معاف کر دیا ہے اور جو لوگ تم میں سے نیک تھے جو کچھ انہوں نے مانگا وہ ان کو عطاء کیا گیا اور جس قدر تمہارے گناہ تھے ان کو آج کے دن بخشا گیا اور جو لوگ تم کو رنج اور تکلیف دیتے ہیں ان کو رنج اور تکلیف دی اور ان کے حق میں خدا تعالیٰ ثواب دینے کا ضامن ہوا ہے اور اب تم خدا کا نام لو اور اس جگہ سے چلو اس کے بعد ایک اعرابی اٹھا۔ اور اٹھ کر خدا کے رسول ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑی اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے تمہیں سچائی کے ساتھ بھیجا ہے کوئی ایسا برا عمل باقی نہیں رہ گیا جس کو میں نے نہ کیا ہو اور میں نے جھوٹی قسمیں بھی کھائی ہیں جن لوگوں کی آپ نے اس وقت صفت فرمائی ہے کیا میں بھی ان میں شامل ہو گیا ہوں آپ نے فرمایا کہ جو تیرے پہلے گناہ تھے ان کو خداوند تعالیٰ نے بخش دیا ہے بشرطیکہ نئے سرے سے نیک عمل کرنے شروع کر دے اب اونٹنی کی مہار کو چھوڑ دے ہبہ اللہ ابی علی حسن حباب مقری سے اور وہ عباس بن مرداس سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کی رات میں رسول مقبول ﷺ نے اپنی امت کی آمرزش اور رحمت کے واسطے بارگاہ ایزدی میں دعاء کی۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی دعاء کو قبول فرمایا اور کہا کہ میرے بندوں نے جو خطائیں میری کی ہیں میں نے ان کو بخش دیا اور جن لوگوں نے اوروں پر ظلم کیا ہے ان کو میں نے نہیں بخشا اس کے بعد آپ نے دعا کی کہ اے اللہ تُو اس پر قدرت رکھتا ہے کہ جو اس ستم رسیدہ پر جس قدر ستم اور ظلم ہوا ہے تو اس سے زیادہ اس کا ثواب عطاء کرے اور ظالم کو بخش دے بارگاہ ایزدی سے ارشاد ہوا کہ اس شام کو تیری یہ دعاء مقبول نہیں ہے پس جب مزدلفہ کا دن آیا تو پیغمبر خدا ﷺ نے پھر وہی دعاء مانگی جواب آیا کہ ہر حالت میں ان سب کو میں نے بخش دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت پیغمبر خدا ﷺ کو تبسم ہوا اصحابوں میں سے بعض نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ایسے وقت میں تبسم کیا ہے اس سے پہلے آپ ایسے وقت کبھی نہیں ہنستے تھے آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت شیطان لعین پر ہنسا ہوں جو خدا کا دشمن ہے کیونکہ جب شیطان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنی امت کے حق میں جو دعاء میں نے کی ہے اس کو خداوند تعالیٰ نے منظور کر لیا ہے تو اس مردود نے بڑا شور مچایا اور فریاد اور واویلا کیا ہے اور اپنے سر پر اس نے خاک ڈالی ہے اور سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ ایک دفعہ عرفہ کے روز اس جگہ میں تھے جہاں کہ عرفات میں لوگ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں دعاء کے واسطے اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور بڑے زور سے دعائیں مانگتے ہیں لوگ دعائیں مانگ رہے تھے کہ اسی اثناء میں اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آ کر فرمایا کہ اے محمد جو سب بندوں کا سرتاج ہے آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جس قدر لوگ اس جگہ جمع ہیں اور میرے گھر کے حج اور زیارت کرنے کے واسطے آئے ہیں یہ سب میرے مہمان ہیں اور میں ان کا میزبان ہوں اور میزبان پر یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے مہمانوں کی عزت کرے اس لیے تم گواہ رہو کہ ان سب کو میں نے بخش دیا اور اپنے فرشتوں کو بھی اس بات میں گواہ کرتا ہوں اور جو لوگ جمعہ کے روز زیارت کرنے کے واسطے آتے ہیں ان کے ساتھ بھی میں ایسا ہی سلوک کروں گا اور حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کی رات میں خدا کے رسول ﷺ کھڑے ہوئے تھے اسی اثناء میں لوگوں سے مخاطب ہوئے اور ان کو فرمایا کہ اے خدا کے گروہ کے لوگو تم خوش رہو تم خوش رہو تم خوش رہو آپ نے تین دفعہ یہ مقولہ فرمایا اور بعد میں کہا کہ تم نے

خدا سے جس چیز کی درخواست کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عنایت کردیا ہے اور دنیا میں تمہارے خرچ کرنے کی چیزوں میں برکت ڈال دی ہے اور قیامت کو ہر درہم کے بدلہ میں جو اس کے راستے میں دیا ہوگا خدا تعالیٰ ایک ہزار درہم عطاء فرمائے گا اور تم اس سے آگاہ رہو کہ میں تم سب کو خوشخبری دیتا ہوں۔ لوگوں نے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جو کچھ آپ فرماتے ہیں سچ ہے غرض جب یہ رات آتی ہے تو اس میں اللہ جل شانہ دنیا کے آسمان کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں سے ارشاد کرتا ہے کہ اے میرے فرشتو تم دنیا پر اتر جاؤ پس فرشتے دنیا پر اتر آتے ہیں اور اس کثرت سے زمین پر نازل ہوتے ہیں کہ اگر ایک سوئی گرے تو وہ بھی زمین پر نہ گرے فرشتوں کے سر پر ہی گرے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو تم میرے بندوں کی طرف نگاہ کرو ان کے بال پریشان ہو رہے ہیں اور گرد آلود ہیں اور شہر کی ہر ایک طرف سے آرہے ہیں کیا تم سنتے ہو کہ کون سی چیز کا مجھ سے سوال کرتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار یہ سب تجھ سے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس امر کے گواہ رہو کہ ان سب کو میں نے بخش دیا اور تین دفعہ خداوند تعالیٰ ایسا ہی فرماتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے کہ اب تم اپنی جگہ سے نکلو اور ایسی حالت میں نکلو کہ تم سب کے سب بخشے گئے ہو۔

عرفہ کے روزہ کی فضیلت

عرفہ کے دن کے روزے اور نمازوں اور دعاؤں کے متعلق احکام کی نسبت ہبتہ اللہ بن مبارکؒ نے احمد بن محمدؒ سے اس کی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور وہ عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ سے اور وہ اپنے باپ سے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال کے گزشتہ اور آئندہ کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے اور ہبتہ اللہؒ اپنی سند کے ساتھ ابو قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی عرفہ کے دن میں روزہ رکھتا ہے وہ روزہ اس کے حق میں دو سال کے واسطے کفارہ ہوتا ہے ایک گذشتہ سال کے واسطے اور ایک آئندہ سال کے واسطے اور نماز کے بارہ میں بھی ہبتہ اللہ شیخ ابو علی بن حسن بن احمد بن عبد اللہ مقریؒ سے اور وہ ابو الفتح ہلال بن محمد بن جعفرؒ سے اور وہ ابو الحسن علی بن احمد حلوائیؒ سے اور موسیٰ بن عمران بلخیؒ سے اور وہ ابو یوسف بن موسیٰ قطار بن عمر بن نافعؒ سے اور وہ مسعود بن واصلؒ سے اور وہ نحاس بن فہمؒ سے اور وہ قتادہؓ سے اور وہ سعید بن مسیبؓ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی عرفہ کے روز ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ تو سورۂ فاتحہ پڑھے اور پچاس دفعہ قل ہو اللہ تو اس آدمی کے واسطے اللہ تعالیٰ ہزار در ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور قرآن مجید کے ہر ایک لفظ کے عوض میں اس کو ایک درجہ بہشت میں عنایت کیا جائے گا اور اس درجہ کی لمبائی اس قدر ہوگی کہ جس قدر پانچ سو برس کی راہ ہوتی ہے اور قرآن شریف کے ہر ایک حرف کے عوض میں اس کو یہ بدلہ ملے گا کہ ایک ایک حرف کے عوض میں ستر ہزار حوریں اس کے نکاح میں آویں گی۔ اور ہر ایک حور کے پاس موتی اور یاقوت کے ستر ہزار خوانچے موجود ہوں گے اور ہر ایک خوان میں ستر ہزار طرح کے کھانے رکھے ہوں گے اور بھنے ہوئے سبز پرند کا گوشت ہوگا جو سردی میں برف کی مانند ہوں گے اور مزہ میں شہد کی طرح شیریں اور ان کی خوشبو کستوری کی مانند ہوگی اور وہ چھری سے کاٹا گیا نہیں ہوگا اور نہ ہی آگ پر پکایا گیا ہوگا اور اس کے ہر لقمہ میں اول سے آخر تک ایک ہی مزہ ہوگا اور آپ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے پیالوں میں پرندے خود بخود آپڑیں گے ان کے بازو سرخ یاقوت کے ہوں گے اور ان کی چونچ سونے کی ہوگی اور ایک جانور کے ستر ہزار بازو ہوں گے اور جب وہ بولیں گے تو اس خوش الحانی سے بولیں گے کہ ویسی خوش آواز کبھی سننے والے کے کان میں نہیں پڑے گی اور وہ اپنی خوش آواز سے یہ کہیں گے کہ جو لوگ اہل عرفہ ہیں ان کو خوشی ہو راوی کا بیان ہے کہ جب کوئی ان کی خواہش کرے گا تو وہ جانور ہر ایک کے پیالہ میں آپ ہی آجائے گا اور ستر طرح کے کھانے اس کے بازوؤں سے پیدا ہو کر آپ ہی باہر آجائیں گے اور پھر وہ بہشت میں مزے سے ان کو کھائے گا اور اس کے بعد وہ جانور اپنے پر جھاڑے گا اور جیسا کہ تھا ویسا ہی بن کر اڑ جائے گا اور جب اہل عرفہ قبر میں رکھے جاتے ہیں تو قرآن مجید کے ہر ایک حرف کے عوض میں ان کو ایک نور مرحمت ہوتا ہے اور اس کی روشنی اس قدر ہوتی ہے کہ جو لوگ کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہوتے ہیں ان کو اچھی طرح دیکھ سکتا ہے اور بہشت کی طرف سے بھی اس پر ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اس وقت اس حال کو دیکھ کر بندہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار تو قیامت قائم کر دے اور اس کی درخواست کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ میرے حال پر خداوند تعالیٰ کا کرم ہے اور بے شمار ثواب ملنے والا ہے۔

اور ہبتہ اللہ بن مبارکؒ نے حسن سے اور اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن ابی طالبؓ سے اور عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی عرفہ کے دن دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر ایک رکعت میں تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے اور بسم اللہ سے شروع کرے اور آمین پر ختم کردے اور تین دفعہ قُلْ يَآيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور ایک دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ مع بسم اللہ پڑھے تو اس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آگاہ رہو میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور دعاؤں کی نسبت بھی ہبتہ اللہ بن مبارکؒ نے قاضی شریف ابی الحسن محمد بن علی بن مہتدی باللہؒ سے روایت کی ہے اور وہ ابی الفتح یوسف بن عمر بن مسروق بن خواصؒ سے اور وہ عبد اللہ بن احمد بن ثابت بزارؒ سے اور وہ ایوب سے یعنی ابن ولید ضریرؒ سے اور وہ ابو نصر یعنی ہاشم بن قاسمؒ سے اور وہ محمد بن فضل بن عطیہؒ سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ عبد اللہ بن عمر اللیثیؓ سے اور وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام کی معرفت یہ پانچ دعائیں بطور ہدیہ عطاء فرمائی ہیں اور ارشاد فرمایا ہے کہ یہ پانچوں دعائیں پڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ کے دنوں کی عبادت سے اور کوئی عبادت بڑھ کر نہیں ہے پہلی دعاء یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا جو یگانہ ہے کوئی دوسرا سچا معبود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کا شریک ہے اور بادشاہت اسی کے واسطے ہے اور حمد بھی اسی کے واسطے مخصوص ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور ہر ایک نیکی کا اندازہ اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور دوسری دعاء یہ ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا برحق کے سوا اور کوئی سچا معبود نہیں ہے اور ہر ایک چیز پر وہ قادر ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور وہ بے نیاز ہے اور یگانہ ہے اس کی کوئی زوجہ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی فرزند ہے تیسری دعا یہ ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا جو یگانہ ہے کوئی دوسرا سچا معبود نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے ملک اسی کے واسطے مخصوص ہے اور اسی کے واسطے ستائش ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ آپ کبھی نہیں مرتا نیکی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور چوتھی دعاء یہ ہے اللہ مجھ کو بس ہے اور وہی کافی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعاء سنتا ہے جو اس کی درگاہ میں دعاء کرتا ہے اس کی دعا سنتا ہے خدا کے سوا کسی کا کوئی ٹھکانہ اور مقصود نہیں اور پانچویں دعاء یہ ہے اے اللہ سب تعریف کے لائق تو ہی ہے جیسی تُو نے اپنی تعریف کی ہے اور جس قدر ہم تیری تعریف کریں تُو اس سے بہتر ہے اے اللہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگانی اور میری موت تیرے واسطے ہی ہے اور میری میراث بھی خاص تیرے واسطے ہی ہے اے اللہ -------- تیرے ہاں میں قبر کے عذاب سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور کام کی پراگندگی سے امن چاہتا ہوں اے اللہ جس چیز پر ہوا چلتی ہے اس کی بہتری کی تجھ سے درخواست کرتا ہوں یعنی اس کی خیر مجھے عطاء فرما پس حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی ان دعاؤں کو پڑھے تو اس کو کیا ثواب عطاء ہوگا آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی سو دفعہ پہلی دعاء کو پڑھے تو قیامت کے دن وہ تمام عابدوں سے نیکیوں میں بڑھا ہوا ہوگا اور جو آدمی دوسری دعاء کو سو دفعہ پڑھے گا خداوند تعالیٰ ہزار در ہزار نیکیاں اس کے حق میں لکھ دے گا اور اسی قدر اس کی بدیاں دور کر دے گا اور اس کے واسطے دس ہزار درجے بہشت میں بڑھا دے جائیں گے اور اگر کوئی آدمی دس دفعہ تیسری دعاء کو پڑھے تو اس کے واسطے آسمانی دنیا کے ستر ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہونگے جنہوں نے دعاء کے واسطے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں گے اور اس کے واسطے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں رحمت کی درخواست کرتے ہوں گے اور جو آدمی سو دفعہ چوتھی دعاء کو پڑھتا ہے تو فرشتہ اس دعاء کو اٹھالیتا ہے اور لے جاکر خداوند تعالیٰ کے سامنے رکھ دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف نظر کرتا ہے جس نے وہ دعاء کی ہوتی ہے اور جس کی طرف خداوند تعالیٰ نگاہ کرتا ہے وہ آدمی کبھی بدبخت نہیں ہوتا اسکے بعد لوگوں نے عرض کی کہ اے عیسیٰ علیہ السلام اگر کوئی پانچویں دعاء پڑھے تو اس کو کس قدر ثواب ملتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ میری دعاء ہے اور مجھے یہ حکم نہیں کہ میں اس دعاء پڑھنے کی خاصیت کو بیان کروں

اور امام ہبتہ اللہ بن مبارکؒ نے حسن بن احمد بن عبد اللہ مقریؒ سے روایت کی ہے اور وہ اپنی اسناد کے ساتھ خلیفہ بن حسینؒ سے اور وہ علی بن ابی طالبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ اس دعاء کو عرفہ کے دنوں میں بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے اور اس میں یہ کہا کرتے تھے جیسی کہ تُو نے آپ فرمائی ہے ویسی حمد تیرے واسطے ہی ہے اور جو کچھ میں کہہ سکتا ہوں تو اس سے بھی بہتر ہے اے اللہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگانی اور میری موت خاص تیرے واسطے ہی ہے اور میری میراث بھی تیرے لیے ہی ہے اے اللہ میں تیرے ہاں امن چاہتا ہوں کہ مجھے قبر کے عذاب اور سینہ کے فتنہ اور کام کی پراگندگی سے نگاہ اور محفوظ رکھ اے اللہ جس چیز کے ساتھ ہوا چلتی ہے میں تجھ سے اس کی بہتر چیز کی درخواست کرتا ہوں وہ مجھے عطاء فرما اور ہبتہ اللہ بن مبارکؒ اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن عبیدہؒ سے اور وہ علی بن ابی طالبؓ سے روایت کرتے ہیں

کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ عرفہ کے روز میں میری دعاء اور پہلے نبیوں کی دعاء یہ ہوا کرتی تھی اللہ تعالیٰ کے سوا جو یگانہ ہے دوسرا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شریک ہے ملک اسی کا ہے اور اسی کے واسطے ستائش اور حمد ہے اور ہر ایک چیز پر وہ قادر ہے اے اللہ میرے دل میں نور ڈال اور میرے کانوں میں بھی نور داخل کردے اور میری آنکھوں میں بھی نور بھردے اے اللہ میرے واسطے میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام آسان کرا ے اللہ میں سینہ کے وسوسوں اور قبر کے فتنے اور کام کی پراگندگی سے تیرے ہاں امن کی درخواست کرتا ہوں اے اللہ رات اور دن کی شرارت سے میں تجھ سے امن چاہتا ہوں اور ہوا کے چلنے سے اور زمانہ کے حادثوں سے جو شر اور بدی پیدا ہوتی ہے میں اس سے تیرے ہاں امن چاہتا ہوں اور ضحاکؒ روایت کرتے ہیں کہ حجتہ الوداع میں عرفہ کے روز جب لوگ جمع تھے تو اس وقت خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ یہ روز حج اکبر ہے اور آج کے دن یعنی عرفہ کے روز جو اس جگہ نہیں آئے گا اس کا حج نہیں ہوگا پس اس سے ظاہر ہے کہ یہ روز خدا کی درگاہ میں سوال اور دعاء کا ہے اور یہ دن تہلیل و تکبیر اور تنبیہہ کا ہے تو جو شخص اس دن اس مقام پر پہنچ جائے اور پھر بھی وہ اپنے رب سے سوال نہ کرے اس سے محروم رہے تو وہ تمام نیکیوں سے بھی محروم رہتا ہے اور جس سے تم کچھ مانگتے ہو وہ بڑا سخی ہے بخیل نہیں اور حلیم ہے اور عالم ہے وہ اپنے بندوں کی دعاء کو فراموش نہیں کرتا اور اگر کوئی مقیم عرفہ کے دن روزہ رکھے تو گویا وہ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے روزے رکھ لیتا ہے۔

عرفہ کی رات میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص دعاء

عرفہ کی رات کو پیغمبر ﷺ خدا خاص دعاء کیا کرتے تھے ہبتہ اللہ بن مبارکؒ قاضی ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن حسنؒ بن عبدالکریم عسکریؒ سے اور وہ علی بن محمد بن عبید اللہ معدلؒ سے اور وہ محمد بن عبد اللہ بن ابراہیمؒ سے اور وہ محمد بن احمد ابو شیبہؒ سے اور وہ علیؒ سے اور وہ مسلمؒ سے اور وہ ابن ابی فدیکؒ سے اور وہ ابراہیم بن فضل مخزومیؒ سے اور وہ سلیمان بن زیدؒ سے اور وہ ھرم بن حبان سے اور وہ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ عرفہ کی شام کو اس دعاء سے جو آگے مذکور ہوتی ہے موقف میں اور کوئی بہتر قول اور عمل نہیں ہے اور جو کوئی اس دعاء کو پڑھے خداوند تعالیٰ اس پر سب سے پہلے نظر کرتا ہے اس کے پڑھنے کے وقت رسول مقبول ﷺ قبلہ کی طرف منہ کر کے عرفہ میں کھڑے ہوتے اور دعاء کرنے والے لوگوں کی طرح اپنے ہاتھوں کو پھیلا دیتے تھے اور تین دفعہ لبیک کہا کرتے تھے اور سو دفعہ یہ کہتے تھے خداوند تعالیٰ کے سوا جو یگانہ ہے اور کوئی معبود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کا شریک ہے بادشاہی اسی کی ہے اسی کے واسطے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں نیکی ہے اور ہر ایک چیز پر وہ قادر ہے اور اس کے بعد سو مرتبہ یہ فرمایا کرتے تھے طاقت اور قوت اللہ ہی کے ساتھ ہے جو عظیم و بلند ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور اللہ نے اپنے علم اور قدرت سے ہر ایک چیز کو گھیر لیا ہے اور اس کے بعد شیطان مردود سے پناہ مانگا کرتے تھے اور تین دفعہ یہ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے اس کے بعد تین مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور ہر دفعہ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیتے تھے اور آمین کے ساتھ ختم کرتے تھے اور سو دفعہ سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد سو مرتبہ یہ کہا کرتے تھے اے اللہ اپنے امی نبی پر رحمت نازل کر اور اپنی برکتیں بھیج اور اس کے بعد آپ کی جو خواہش اور آرزو ہوتی تھی اس کو بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے تھے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس وقت خداوند تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو تم میرے اس بندہ کی طرف نگاہ کرو اور دیکھو کہ کیسے سچے ارادہ سے یہ میرے گھر کی طرف منہ کرتا ہے اور میری تکبیر کہتا ہے میرے واسطے لبیک کہہ رہا ہے اور میری تسبیح پڑھ رہا ہے یہ مجھ کو یگانہ جانتا ہے اور میری تہلیل بیان کرتا ہے پس لوگوں کو چاہئے کہ جن سورتوں کو میں زیادہ دوست رکھتا ہوں ان کو پڑھیں اور میرے رسول پر درود بھیجیں اور میں تم کو گواہ کرتا ہوں میں نے ان کے عمل کو قبول کر لیا ہے اور اس کا اجر دینے کو اپنے اوپر واجب کیا ہے اور اس کے گناہوں کو میں نے بخش دیا ہے اس کا سوال میں نے قبول کر لیا ہے۔

عرفہ کے دن جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور خضر علیہم السلام کی دعاء

ہبتہ اللہ بن مبارکؒ نے حسن بن احمد بن عبد اللہ مقریؒ سے اور وہ حسین بن عمران موذن سے اور وہ ابوالقاسم نامیؒ سے اور وہ ابو علی

حسن بن علیؒ سے اور وہ احمد بن عمارؒ سے اور وہ محمد بن مہدیؒ سے اور وہ ابن جریجؒ سے اور وہ عطاءؒ سے اور وہ ابن عباسؓ سے راوی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر سال میں خشکی اور تری والے تمام لوگ مکہ میں آ کر جمع ہوتے ہیں اور تری اور خشکی والوں سے حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام مراد ہیں اور یہ ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور ایک دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ یہ پڑھو بسم اللہ ماشاء اللہ خدا کے سوا کوئی نیکی نہیں لاتا بسم اللہ ماشاء اللہ خدا کے سوا کوئی دوسرا بدی کو دور نہیں کرتا بسم اللہ ماشاء اللہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے سوا کسی چیز کو گردش نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز کو قوت حاصل ہوتی ہے اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی ہر روز اس دعاء کو پڑھا کرے تو وہ ڈوبنے اور آگ میں جلنے اور مال کے چوری ہو جانے سے بچا رہتا ہے اور رات کے آنے تک مکروہ چیزوں سے محفوظ رہتا ہے اور جب رات کو پڑھتا ہے تو صبح تک خداوند تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے اور ہبتہ اللہ حسن بن احمد از ہریؒ سے اور وہ ابو طالب بن حمدان بکریؒ سے اور وہ اسمٰعیلؒ سے اور وہ عباس دوریؒ سے اور وہ عبید اللہ بن اسحاق عطارؒ سے اور وہ محمد بن المبشر القیسیؒ سے اور وہ عبد اللہ بن حسنؒ سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے روز حضرت جرائیل علیہ السلام میکائیل علیہ السلام اسرافیل علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام عرفات میں جمع ہوتے ہیں پھر حضرت جرائیل علیہ السلام اس وقت کہتے ہیں کہ جو کچھ خداوند تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور خدا کے حکم کے سوا کسی چیز کو گردش اور قوت حاصل نہیں ہوتی اور میکائیلؑ کہتے ہیں کہ اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ہر ایک نعمت اللہ کی طرف سے ہی ہے اور اسرافیلؑ کہتے ہیں کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اور جس قدر بھلائیاں ہیں وہ سب خدا کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے بعد خضر علیہ السلام کہتے ہیں کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور خدا کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کر سکتا اور اس کے بعد سب چلے جاتے ہیں اور پھر سال بھر تک اس دن تک اکٹھے نہیں ہوتے واللہ اعلم بالصواب۔

مزید دعاؤں کا بیان

ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ جب مسلمان موقف میں جا کھڑے ہوتے تھے تو اکثر اس جگہ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار تو ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کی آگ سے ہم کو نگاہ رکھ اور مجاہدؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اسی وقت سے رکن یمانی کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہوا ہے اور آمین کہہ رہا ہے پس اے لوگو تم یہ کہو اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی عطاء کر اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ ایک روایت میں آیا ہے کہ حماد بن ثابت کہتے ہیں کہ لوگوں نے انس بن مالکؓ کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارے واسطے دعاء کرو آپ نے فرمایا اے ہمارے اللہ دنیا اور آخرت میں ہم کو نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو نگاہ رکھ لوگوں نے عرض کی کہ اس پر کچھ اور بھی زیادہ کریں آپ نے پھر بھی یہی دعاء پڑھی لوگوں نے پھر درخواست کی کہ کچھ اور بھی آپ بڑھائیں آپ نے جواب میں ان کو فرمایا کہ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتے ہو دنیا اور آخرت کی بہتری کی دعاء تو میں نے تمہارے واسطے مانگ لی ہے پس اس سے بہتر اور کون سی چیز ہے۔ اور حضرت انسؓ کہتے ہیں خدا کے رسول مقبول ﷺ اکثر یہ دعاء مانگا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار تو ہم کو دنیا اور آخرت کی نیکی عطاء کر اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو نگاہ رکھ اور خداوند تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ جو آدمی اس دعاء سے اللہ کو یاد کرتا ہے اس کو خداوند تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل کا ایک حصہ اور بھی زیادہ عطاء کر دیتا ہے اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض آدمی یہ دعاء کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار دنیا میں ہم کو اونٹ بکریاں اور گائیں اور غلام اور لونڈیاں دے اور سونا اور چاندی دے پس یہ آدمی دنیا کی ہر ایک چیز کا ارادہ کرتا ہے اس لیے سب کچھ دنیا کے واسطے ہی اس کی مراد ہوتی ہے اور وہی اس کی خواہش ہوتی ہے اور وہی اس کا مطلوب ہوتا ہے اور اس آدمی کے حق میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اور اس آدمی کے واسطے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض لوگ یہ دعاء مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو دنیا کی نیکی عطاء فرما اور ہم کو آخرت کی نیکی عنایت کر اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو نگاہ رکھ اور یہ مقولہ پیغمبروں اور مومن لوگوں کی زبان سے ہی نکلتا ہے اور علماء نیکیوں کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں نیکی دے یعنی ہم کو صالح عورت عطاء فرما اور آخرت میں حور ایسی عطاء فرما اور دوزخ کے عذاب سے نگاہ رکھ

اور حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی سے مراد علم اور عبادت ہے اور آخرت کی نیکی سے مراد بہشت ہے اور سدی اور ابن حبانؒ

کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی سے یہ چیزیں مراد ہیں رزق حلال' فراخی اور نیک کام اور آخرت کی نیکی سے مغفرت اور ثواب مقصود ہیں اور عطیہ کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی یہ ہے کہ علم حاصل ہو اور اس پر عمل نصیب ہو اور آخرت کی نیکی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ حساب کی آسانی کرے اور بہشت میں دخول نصیب ہو اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی سے خدا کی توفیق اور بچنا مقصود ہے اور آخرت کی نیکی نجات ہے اور خداوند تعالیٰ کی رحمت اور بعض لوگوں کا یہ مقصود ہے کہ دنیا کی نیکی یہ ہے کہ آدمی کو صالح اولاد نصیب ہو اور آخرت کی نیکی یہ ہے کہ پیغمبروں کی موافقت حاصل ہو اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی تو مال اور نعمت ہے اور آخرت کی نیکی نعمت کا پورا ہونا ہے اور نعمت کا پورا ہونا یہ ہے کہ دوزخ کی آگ سے خداوند تعالیٰ نجات دے اور بہشت میں داخل فرمائے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی تو اخلاص ہے اور آخرت کی نیکی خلاصی پانا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی ایمان پر قائم رہنا ہے اور آخرت کی نیکی سلامتی اور خدا کی خوشنودی کا حاصل ہونا اور بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ دنیا کی نیکی تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ طاعت کی حلاوت نصیب کرے اور آخرت کی نیکی دیدار کی لذت کا حاصل ہونا ہے اور قتادہؓ کہتے ہیں کہ دنیا کی نیکی دنیا میں عافیت کا حاصل ہونا اور آخرت کی نیکی آخرت میں عافیت کا ہونا ہے اور اس قول کی تصدیق اور تائید میں انسؓ سے ثابت بنانی کی ایک روایت ہے کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ ایک بیمار آدمی کے پوچھنے کے واسطے اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس وقت اس بیمار کا حال ایسا تھا جیسا کہ نوچے ہوئے پروں والا پرندہ ہوتا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ خدا کی درگاہ میں تو کوئی دعاء کیا کرتا تھا اس نے عرض کی کہ اے خدا کے رسول ﷺ میں خدا کی درگاہ میں ہمیشہ یہ دعاء کرتا تھا کہ اے اللہ جو عذاب تُو نے مجھے آخرت میں دینا ہے وہ دنیا میں ہی لاحق فرما آپ ﷺ نے اسے فرمایا تُو نے اس طرح کیوں درخواست کی۔ دنیا میں اس کے برداشت کرنے کے واسطے تم کو طاقت نہیں ہے تجھ کو یہ دعاء مانگنی چاہئے تھی اے اللہ تو مجھے دنیا اور آخرت میں نیکی عطاء کر اور دوزخ کے عذاب سے مجھے بچا پس اس بیمار نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی دعاء کی جو خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمائی تھی اور اس سے خداوند تعالیٰ نے اس کو شفا بخش دی اور سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ دنیا میں نیکی سنت ہے اور آخرت میں جنت ہے اور مسیب عوف سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت سے وہ لوگ مقصود ہیں جن کو خدا نے دنیا میں اسلام کی نعمت عطاء کی ہے قرآن کی نعمت بخشی ہے اہل اور عیال اور مال عنایت فرمایا ہے اور ان لوگوں کے واسطے دنیا کی نیکی بھی ہے اور آخرت کی نیکی بھی ہے اور عبدالعلیٰ بن وہبؓ سے راوی ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے اس آیت کے معنی یہ کئے ہیں دنیا کی نیکی سے تو پاک رزق مقصود ہے اور آخرت کی نیکی سے جنت کا عطاء ہونا مراد ہے۔

عید الاضحیٰ اور نحر کے دن کی بزرگیاں اور ان کی فضیلتیں

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (ہم نے تجھ کو کوثر دیا ہے پس تُو اپنے پروردگار کے واسطے نماز پڑھ اور قربانی کر اس میں کوئی شک نہیں کہ تیرا دشمن ہی وہ بے نسل ہے) اور عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد بہت سی نیکیوں کا عطاء ہونا ہے اور قرآن اور نبوت بھی ان نیکیوں میں شامل ہے اور وہ نہر بھی داخل ہے جو بہشت میں جاری ہے اور اس کی سطح موتی کی مانند جوف دار ہے اور سبز یاقوت کے آبخورے اس کے کناروں پر چنے ہوئے ہیں اور اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور مکھن سے زیادہ نرم اور اس نہر کا کیچڑ کستوری خالص ہے اس نہر کی مٹی کافور سفید ہے اور اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں اور اس تیزی سے بہتی ہے جیسے کمان سے تیر یہ نہر خداوند تعالیٰ نے محمد ﷺ کو عطاء فرمائی ہے اور مقاتلؒ کہتے ہیں کہ یہ نہر بہشت کے درمیان چلتی ہے اور اس کا نام کوثر اس واسطے رکھا ہے کہ بہشت کی اتنی نہریں ہیں ان سب سے یہ بہتر ہے اور بڑی زور شور سے اس کی موج اچھلتی ہوئی جاتی ہے اور تیز رفتار ایسی ہے جیسے کہ تیر اور اس کی مٹی خالص کستوری کی ہے اور اس کے سنگریزے یاقوت اور زبرجد اور مروارید کے ہیں اور سفیدی میں برف سے زیادہ سفید ہے اور مکھن سے زیادہ نرم ہے اور اس کا پانی شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے اور اس کے کناروں پر گنبد بنے ہوئے ہیں اور یہ گنبد جوف دار مروارید کے بنائے گئے ہیں اور ان کی درازی اور چوڑائی تین تین کوس ہے اور چار ہزار موتی کے دروازے ہر گنبد میں بنے ہوئے ہیں اور ہر ایک میں ایک ایک بی بی حور موٹی آنکھوں والی ہوگی اور ستر ہزار خدمت گار ہر ایک حور کی خدمت میں ہوں گے اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ بہشت کی نہر پر یہ خیمے کیسے نظر آتے ہیں اس نے جواب دیا کہ یہ آپ کی بیبیوں کے گھر' اور کوثر سے بہشت کے لوگوں کے واسطے چار نہریں نکلی ہوئی ہیں ان نہروں کا ذکر خداوند تعالیٰ نے سورۂ محمد ﷺ میں کیا ہے ان میں سے ایک نہر تو پانی کی ہے اور دوسری نہر دودھ کی ہے اور تیسری نہر شراب کی ہے اور چوتھی نہر شہد کی ہے

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ مقاتل اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اپنے خدا کے واسطے پانچوں وقت کی نماز پڑھ اور قربانی کے دن خدا کے لیے اونٹ کی قربانی کر اور بعض کہتے ہیں کہ خدا کے واسطے عید کی نماز پڑھ اور منیٰ میں اونٹ کی قربانی کر اور بعض یہ معنی کرتے ہیں کہ تکبیر کہتا ہوا اپنے ہاتھ اپنے گلے کی طرف اٹھا یعنی نماز پڑھنے کی نیت کر۔

اور بعض کا یہ مقولہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر اور جو خداوند تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے (وہ بے نسل تیرا دشمن ہے) اس سے یہ مطلب ہے کہ ایک دفعہ خدا کے رسول مقبول ﷺ بنی سہم بن عمر بن حصیص کے دروازے سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور اس وقت قریشی لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے آپ آکر بیٹھے نہیں آتے ہی کھڑے کھڑے باب صفا کی طرف چلے گئے ان قریشی لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو جاتے وقت تو دیکھا اور آتے ہوئے آپ کو نہ دیکھا عاص بن وائل بن ہشام بن سعید بن سعد بن سہم آرہا تھا وہ آتا ہوا صفا کے دروازہ پر آپ کو ملا جب آپ اس دروازے سے نکل رہے تھے اور اس وقت آپ کا بیٹا عبداللہ فوت ہو چکا تھا اور اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ جس آدمی کا بیٹا مر جاتا تھا اور اس کا کوئی وارث باقی نہیں رہتا تھا اس کو ابتر کہا کرتے تھے یعنی بے نسل اور جب عاص بن وائل اپنی قوم کے لوگوں کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ راستے میں تم کو کون ملا ہے جواب دیا ابتر سے ملا ہوں اس واسطے خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تیرا دشمن جو تجھ سے بغض رکھنے والا ہے وہ ابتر ہے یعنی اس کی دم کٹی ہوئی ہے اور نیکی اس سے دور کی گئی ہے اور اس آدمی کا نام عاص بن وائل ہے اور فرمایا اے محمد ﷺ تو میرے نام کے ساتھ یاد کیا گیا ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام آدمیوں میں سے اپنے رسول مقبول ﷺ کا مرتبہ بہت بلند بنایا ہے اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ (کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کھولا۔ اور جس بوجھ نے تیری پیٹھ کو توڑ رکھا تھا ہم نے اس بوجھ کو تجھ سے ہلکا نہیں کیا) ہر ایک عرفہ اور جمعہ کے دن ممبروں پر آپ کے نام کو یاد کرتے ہیں مسجدوں میں آپ کا نام لیتے ہیں اذان کے وقت اور اقامت اور نماز میں آپ کے نام کا ذکر کرتے ہیں نکاح کے وقت خطبوں کے وقت بات چیت کرتے ہوئے ہر ایک جگہ آپ کا نام لیا جاتا ہے اور آپ کے ٹھیرنے کی جگہ فردوس کے عین درمیان میں بنائی گئی ہے اور اس بے دین دشمن نے آپ کے حق میں جو کچھ کہا تھا اس سے آپ کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچا۔ اور عاص بن وائل کی جگہ دوزخ میں بنائی گئی ہے اور طرح طرح کا عذاب اس کے نصیب ہوا ہے کیونکہ اس نے خدا کے رسول ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے پس اللہ تعالیٰ مومن آدمیوں کو جو نبی ﷺ کے دوست ہوتے ہیں محبت اور ایمان کا صلہ بہشت میں عطاء کرتا ہے اور جو اس کے دشمن اور منافق اور کافر ہوتے ہیں ان کو دوزخ کی آگ میں ڈالتا ہے اور اس میں جلاتا ہے۔

نماز اور قربانی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان

اللہ جل شانہ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو اور ان کی امت کو ارشاد فرمایا ہے کہ تم نماز پڑھو اور نماز کے بعد چند اور احکام بجالانے کا حکم دیا ہے ان میں سے بعض تو ذکر ہیں اور بعض دعائیں ہیں اور بعض قربانی کے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا بیان

اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا اور فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو یعنی مجھے بہت یاد کرو تاکہ میں تم کو یاد کروں اور میرا شکر کرو اور میری نعمت کا کفران نہ کرو۔ اور علماء نے اس قول کے معنوں میں اختلاف کیا ہے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس قول کے معنی یہ ہیں تم عبادت کے ساتھ مجھے یاد کرو اور میں تم کو اپنی مدد سے یاد کروں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ ہمارے رستہ کی تلاش اور کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ دکھائیں گے اور سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ کو عبادت کے ساتھ یاد کرو میں تم کو اپنی بخشش کے ساتھ یاد کروں گا اللہ فرماتا ہے تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں تم عبادت کے ساتھ مجھ کو یاد کرو میں تم کو ثواب کے ساتھ یاد کروں گا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے اور نیک عمل کرنے والوں کے واسطے بہشت عدن ہے الخ) اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی نے خدا کی

اطاعت کی اس نے اللہ کو یاد کیا اگرچہ اس نے روزہ اور نماز اور قرآن کی تلاوت میں کمی ہی کی ہو اور جو آدمی خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ خداوند تعالیٰ کو فراموش کر دیتا ہے چاہے وہ بہت سی نمازیں پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو اور ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ عبادت کے لیے توحید کافی ہے اور ثواب میں بہشت کافی ہے اور ابن کیسانؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم شکر کے ساتھ مجھے یاد کرو میں تم کو نعمت کی زیادتی کے ساتھ یاد کروں گا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہارے واسطے نعمت کو زیادہ کروں گا اور بعض نے یہ معنی کیئے ہیں کہ تم توحید اور ایمان سے مجھے یاد کرو میں تم کو بہشت کے درجوں کے ساتھ یاد کروں گا جیسا کہ فرمایا ہے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیئے ہیں ان کو یہ خوشخبری دے کہ تمہارے واسطے بہشت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

جیسا کہ اصمعیؒ کہتے ہیں میں نے عرفہ کے دن عرفات میں ایک اعرابی کو کھڑے ہوئے دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا الٰہی ہر قسم کی زبانوں سے تیری طرف آوازیں بلند ہوئی ہیں اور وہ تجھ سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں اور تیری جناب میں میری حاجت یہ ہے کہ تُو مجھے بلا کے وقت یاد فرمائے جب کہ میرے اہل مجھ کو بھول جائیں اور بعض یہ معنی کرتے ہیں کہ تم مجھے طاعت کے ساتھ یاد کرو میں تم کو عفو کے ساتھ یاد کروں گا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اگر کوئی عورت یا مرد نیک عمل کرے اور وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور بعض یہ کہتے ہیں۔---------- کہ تم ظاہر اور باطن میں مجھ کو یاد کرو میں بھی تم کو ظاہر اور باطن میں یاد کروں گا ایک روایت میں آیا ہے کہ بعض کتابوں میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس قدر اور جس طرح بندہ میری طرف گمان رکھتا ہے میں بھی اسی طرح ہی اس کی طرف نزدیک ہوں پس جس طرح چاہے گمان کرے اور جب یاد کرتا ہے تو اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس جو آدمی مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر آدمی مجھ کو جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اپنی نیک جماعت میں یاد کرتا ہوں اور جو آدمی ایک بالشت بھر میرے نزدیک ہوتا ہے میں ایک گز بھر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں (اور اگر کوئی گز نزدیک ہوتا ہے تو میں دو گز اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں اور اگر کوئی چل کر میرے پاس آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر جاتا ہوں اور اگر کوئی آدمی میرے پاس اس حالت میں آتا ہے کہ وہ زمین کے برابر گناہوں سے لدا ہوا ہوتا ہے تو میں بھی ویسی ہی مغفرت سے اس کا استقبال کرتا ہوں مگر اس میں یہ شرط ہے کہ وہ میرے ساتھ شرک نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں تم مجھے نعمت اور آسائش کے ساتھ یاد کرو میں تم کو بلاؤں اور سختی میں یاد کروں گا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔

اور سلمان فارسیؓ کہتے ہیں جب کوئی آدمی خوشی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس وقت دعاء کرتا ہے اور بعد میں مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو فرشتے اس کے واسطے خدا کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار تیرا بندہ بلا میں گرفتار ہے ہم اس کی سفارش کرتے ہیں تو اس کو بخش دے خداوند تعالیٰ ان کی شفاعت کو قبول کر لیتا ہے اور اگر اس نے دعاء نہیں کی ہوتی اور بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس وقت خدا کی درگاہ میں دعاء کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ پہلے تُو غافل رہا ہے اور اب بلا میں گرفتار ہوا ہے تو دعاء کرنے لگ پڑا ہے اس لیے اس کی سفارش نہیں کرتے جیسا کہ فرعون کے قصہ میں مذکور ہوا ہے اس کو فرمایا ہے کہ اب تُو توبہ---------- کرتا ہے اور اس سے پہلے ہمیشہ میرا نافرمان رہا ہے اور بعض اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ تم مجھے تسلیم اور رضا کے ساتھ یاد کرو میں تم کو اچھے اختیار کے ساتھ اختیار کروں گا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (جو آدمی خدا پر توکل کرتا ہے اس کے واسطے وہی کافی ہے) اور بعض یہ معنی کرتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے تم مجھ کو شوق اور محبت سے یاد کرو میں تم کو اپنے وصل اور قربت سے یاد کروں گا اور بعض نے اس کے معنی یہ کیئے ہیں کہ تم مجھ کو بزرگی اور تعریف کے ساتھ یاد کرو میں تم کو عطاء اور جزاء کے ساتھ یاد کروں گا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں تم مجھ کو توبہ کے ساتھ یاد کرو میں تم کو گناہ کی بخشش کے ساتھ یاد کروں گا اور تم مجھے دعاء سے یاد کرو میں تم کو عطاء سے یاد کروں گا تم مجھ کو سوال سے یاد کرو میں تم کو کرم کے ساتھ یاد کروں گا اگر تم میری یاد میں غفلت نہ کرو گے تو میں بھی تمہاری یاد میں توقف نہیں کروں گا۔

تم مجھ کو ندامت کے ساتھ یاد کرو میں تم کو فائدہ پہنچانے سے یاد کروں گا اگر تم مجھ کو عذر خواہی سے یاد کرو گے تو میں مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا اور اگر تم مجھ کو ارادت سے یاد کرو گے تو میں تم کو فائدہ اور نفع رسانی کے ساتھ یاد کروں گا تم گناہوں کے چھوڑنے میں مجھ کو یاد کرو تو میں تم کو فضیلت اور بزرگی سے یاد کروں گا اور تم محبت سے یاد کرو گے تو میں تم کو نجات کے ساتھ یاد کروں گا اگر تم مجھ کو دلوں میں یاد کرو گے تو میں تم کو

سختیوں کے دور کرنے سے یاد کروں گا اگر تم مجھ کو نہ بھولو گے اور بھولنے کے سوایاد کرو گے تو اس صورت میں تم کو میں ایمان کے ساتھ یاد کروں گا مجھ کو افتقار کے ساتھ یاد کرو میں تم کو قدر دانی کے ساتھ یاد کروں گا تم مجھے عذر خواہی اور آمرزش طلب کرنے سے یاد کرو میں تم کو رحمت اور بخشش کے ساتھ یاد کروں گا اور تم مجھ کو ایمان کے ساتھ یاد کرو تو میں تم کو بہشت کے ساتھ یاد کروں گا اگر تم دیانت داری سے مجھ کو یاد کرو گے تو میں تم کو بخشش کے ساتھ یاد کروں گا اور اگر تم مجھ کو دل سے یاد کرو گے تو میں تم پر پردوں کے کھول دینے سے یاد کروں گا اگر تم مجھ کو فانی ذکر سے یاد کرو گے تو میں تم کو باقی ذکر سے یاد کروں گا اور اگر تم مجھے عاجزی سے یاد کرو گے تو میں تم کو بزرگی سے یاد کروں گا اور اگر تم مجھ کو انکساری کے ساتھ یاد کرو گے تو میں تم کو گناہوں کے بخشنے سے یاد کروں گا اگر تم مجھ کو اقرار سے یاد کرو گے تو میں تم کو گناہوں کے کم کرنے سے یاد کروں گا تم مجھے باطن کی صفائی سے یاد کرو میں تم کو خالص نیکی سے یاد کروں گا تم مجھ کو صدق سے یاد کرو میں تم کو نرمی کے ساتھ یاد کروں گا تم مجھے برگزیدگی سے یاد کرو میں تم کو معافی سے یاد کروں گا تم مجھ کو تعظیم سے یاد کرو میں تم کو بزرگی دینے سے یاد کروں گا اگر تم مجھ کو تکبیر کے ساتھ یاد کرو گے تو میں تم کو دوزخ سے نجات دینے کے ساتھ یاد کروں گا اگر تم جور اور جفا ترک کرنے میں مجھے یاد کرو گے تو میں تم کو نگاہبانی اور وفا سے یاد کروں گا تم گناہوں کے ترک کرنے سے مجھ کو یاد کرو میں تم کو طرح طرح کی عطاؤں سے یاد کروں گا اگر تم خدمت میں کوشش کرنے سے مجھ کو یاد کرو گے تو میں تم کو تم پر نعمت۔ کے پورا کرنے سے یاد کروں گا جہاں تم ہو اگر وہاں تم مجھے یاد کرو گے تو جس جگہ میں ہوں وہاں میں بھی تم کو یاد کروں گا بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اس آیت کے معنی میں ربیع فرماتا ہے کہ جو خداوند تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرتا ہے اس کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور جو اس کی نعمت کا کفران کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے اور سدی کہتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ایسا کوئی بندہ نہیں ہے جو خدا کو یاد کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ اس کو یاد نہیں فرماتا جو مومن خدا کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس مومن کو اپنی رحمت سے یاد کرتا ہے اور جو اس کی ناشکری کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بلاشبہ عذاب سے یاد کرتا ہے

اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں کو اس طرح کی چیزیں عطاء کرتا ہوں کہ اگر وہ جبرائیل اور میکائیل کو عنایت کی جائیں تو اس کے واسطے وہ بہت بڑے عظیم اجر کا باعث ہوں میں نے اپنے بندوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا ہے کہ تم ظالم لوگوں سے یہ کہہ دو کہ تم مجھے یاد نہ کرو کیونکہ جو شخص مجھ کو یاد کرتا ہے میں بھی اس کو یاد کرتا ہوں اور ظالم آدمیوں کو میرا یاد کرنا یہ ہے کہ میں ان پر لعنت کرتا ہوں اور اور ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ جب میرا پروردگار مجھ کو یاد فرماتا ہے تو اس وقت مجھے معلوم ہو جاتا ہے آپ سے پوچھا گیا تم کو یہ بات کیونکر معلوم ہو جاتی ہے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا پس جب میں خدا کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت وہ مجھے بھی یاد کرتا ہو گا اور ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی اور ارشاد فرمایا کہ اے داؤدؑ تو میرا ذکر کرتا ہے اس لیے مجھ سے اور میرے ذکر سے خوش اور خرم رہو اور میری نعمت کا شکر کر اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک جاندار چیز کے واسطے تکلیف پیدا کی گئی ہے اور عابد آدمی کی تکلیف یہ ہے کہ خدا کا ذکر اس سے منقطع کیا جائے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب کسی کے دل میں خداوند تعالیٰ کا ذکر بیٹھ جائے اور اس میں اچھی طرح اثر جمالے اور اس کے بعد اس کے پاس شیطان آئے تو اس حالت میں شیطان کو مرگی کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے اور ایسا ہی حواس باختہ ہو جاتا ہے جیسا کہ شیطان کے غلبہ پانے سے آدمی کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں، حواس باختہ کو شیطان اور شیطو نگڑیے دیکھتے ہیں تو وہ آپس میں کہتے ہیں کہ اس کو کیا عارضہ ہو گیا ہے کیا یہ کسی انسان کے ساتھ چھو تو نہیں گیا اور سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ سب سے بدتر یہ گناہ ہے کہ آدمی خداوند تعالیٰ کو بھول جائے اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں اور بعض بزرگ کہتے ہیں کہ جو خفی ذکر ہوتا ہے اس کو فرشتے آسمان پر نہیں لے جاتے کیونکہ فرشتوں کو اس ذکر کی خبر ہی نہیں ہوتی، اور وہ بندے اور خداوند تعالیٰ کے درمیان میں چھپا رہتا ہے اور ایک آدمی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص خدا کا ذکر کرنے والا تھا ہم نے اس کی تعریف سنی اور معلوم ہوا کہ وہ ایک جنگل میں رہتا ہے اس لیے جہاں وہ رہتا تھا وہاں ہم گئے اور جا کر اس کے پاس بیٹھ گئے اچانک ایک عظیم الشان درندہ اس جنگل میں پہنچ گیا اور آتے ہی اس ذکر کرنے والے پر ایک سخت ضرب لگائی اور اپنے پنجہ سے اس سے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا نوچ لیا اور اس کو اس صدمہ سے غش آ گیا اور ہم بھی خوف کے مارے بیہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو میں نے اس ذاکر آدمی سے پوچھا کہ تمہارا یہ کیا

حال ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے خدا کے ذکر میں سستی کی تھی اس واسطے اللہ جل شانہ نے میرے سزا دینے کے واسطے اس درندہ جانور کو مقرر کیا ہے اس واسطے اس نے آکر مجھ کو کاٹ کھایا ہے جیسے کہ تو نے دیکھا ہے۔

دعاء کا بیان

(تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعاء مانگو۔ میں تمہاری دعاء کو قبول کروں گا) اور فرمایا ہے کہ جب تو نماز سے فراغت پائے تو کھڑے ہو یعنی خدا کی درگاہ میں دعاء کر اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ جب مجھ سے میرے بندے سوال کرتے ہیں تو میں اس وقت ان کے نزدیک ہوتا ہوں اور دعاء کرنے والے کی دعاء کو قبول کرتا ہوں مفسروں کو اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے کلبیؒ ابی صالح سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کے یہودی پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کا عقیدہ ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان پانسو برس کے راستہ کی مسافت ہے اور اسی قدر ہر ایک آسمان کا موٹاپا ہے اور جب اتنی دوری ہو تو اللہ تعالیٰ ہماری دعاء کیونکر سن سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (جب میرے بندے میری نسبت تجھ سے سوال کریں تو میں اس وقت نزدیک ہوں) اور حسنؓ کہتے ہیں کہ اصحابوں نے خدا کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارا پروردگار کہاں ہے اس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور عطاء اور قتادہؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا پروردگار کہتا ہے تم جو کچھ مانگنا چاہتے ہو وہ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا اس وقت ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کیونکر دعاء کروں اور کہاں کروں اس لیے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ جب میرے بندے تجھ سے میری نسبت سوال کریں تو میں نزدیک ہوں اور ضحاکؓ کہتے ہیں کہ بعض اصحابؓ نے پیغمبر ﷺ خدا کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ خدا ہمارے نزدیک ہے یا ہم سے دور ہے اگر نزدیک ہے تو اس کی خدمت میں آہستہ دعاء مانگیں اور اگر دور ہے تو زور سے چلا چلا کر دعاء مانگیں اس لیے خداوند تعالیٰ نے اس وقت مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی اور جو لوگ اہل معانی ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ایک ضمیر ہے جو یہ معنی پیدا کرتی ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دے یا ان کو جتلا دے کہ میں علم سے ان کے نزدیک ہوں اور جو لوگ اہل اشارہ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قدرت کا اظہار ہے کہ درمیان سے واسطہ کو اٹھا دیا جائے خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (جس وقت دعاء کرنے والا مجھ سے دعاء کرتا ہے میں اس کی دعاء کو قبول کرتا ہوں پس انسان میری طاعت کرے اور میرے حکم کو قبول فرمائے اور کہتے ہیں کہ اجاب اور استجاب کے معنی ایک ہی ہیں اور ابو رجا خراسانی کہتے ہیں کہ یعنی ان کو چاہئے کہ مجھ سے دعاء کریں اور لغت میں اجابت کے معنی بندگی کرنے کے ہیں اور جو چیز مانگی جائے اس کا دینا ہے اور اہل عرب کا یہ محاورہ ہے اَجَابَتِ السَّمَآءُ بِالْمَطَرِ اور اَجَابَتِ الْاَرْضُ بِالنَّبَاتِ یعنی آسمان سے پانی کا سوال کیا گیا پس اس نے دیا اور زمین سے روئیدگی کا سوال کیا گیا پس اس نے روئیدگی دی اور اجابت کا لفظ جب خداوند تعالیٰ سے منسوب ہو تو دینے کے معنوں میں ہوتا ہے اور جب بندہ سے منسوب ہو تو اس وقت اطاعت اور عبادت کے معنی میں ہوتا ہے

اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ میرے اوپر ایمان لائیں اور امید ہے کہ وہ سیدھا راستہ پالیں گے اور اگر کوئی آدمی یہ سوال کرے کہ خدا نے فرمایا کہ جب دعاء کرنے والے دعاء کرتے ہیں تو اس وقت میں ان کی دعاء کو قبول کرتا ہوں اور فرمایا ہے کہ تم دعاء کرو میں تمہاری دعاء کو قبول کروں گا ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں دعاء کرنے والے کی دعاء کو اللہ جل شانہ قبول فرماتا ہے اور اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ دعاء کرتے ہیں مگر ان کی دعاء قبول نہیں ہوتی علماء نے اس کا جواب دیا ہے اور مختلف طور پر تاویل کی ہے بعض نے تو یہ کہا ہے اس جگہ دعاء کے اور اجابت کے معنی ثواب کے ہیں اور اس صورت میں یہ معنی ہیں کہ اطاعت کرنے والے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ثواب کے ساتھ ان کی اطاعت کو قبول کرتا ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں کے معنی خاص ہیں چاہے ان کے لفظ عام ہی ہیں یعنی اگر میں چاہوں تو دعاء کرنے والے کی دعاء کو قبول کرتا ہوں اور جب دعاء کرنے والے کی دعاء سے قضا موافق ہو تو اس حال میں اس کی دعاء قبول کرتا ہوں اور دعاء کرنے والے کی دعاء کو اس وقت قبول کرتا ہوں جب کہ وہ طلب محال نہ کرے اور اس وقت دعاء کرنے والے کی دعاء کو قبول کرتا ہوں جب کہ اس میں اس کی بھلائی ہو اور اس کی دلیل میں علی ابن ابی متوکل کی روایت کو بیان کیا ہے یہ ابی سعید سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی دعاء کرے اور اس سے قطع رحم کی درخواست نہ کرے اور گناہ

اس میں شامل نہ ہوں تو خداوند تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک اس کو ضرور عطاء فرماتا ہے یا تو جلدی اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے یا اس کا ثواب قیامت کے لیے جمع کرتا ہے اور یا اس کی اتنی ہی برائیاں دور کردی جاتی ہیں لوگوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم دعائیں زیادہ زیادہ مانگیں آپ نے فرمایا کہ اگر تم دعائیں زیادہ کرو گے تو خداوند تعالیٰ قبولیت میں بھی تمہارے واسطے زیادتی کرے گا اور بعض کا یہ قول ہے کہ یہ عام آیت ہے اس میں دعاء کے واسطے اجابت ہی اجابت ہے اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں رکھتی اور ان کا یہ قول بہت درست اور بجا ہے مگر دعاء کا قبول کرنا اور حاجت کا پورا فرمانا یہ دو باتیں ذکر کی گئی ہیں مگر بتانذ کور نہیں ہوا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ میں تم کو دوں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صاحب یعنی مالک اپنے بندے اور باپ اپنے بیٹے کے سوال کو قبول تو کر لیتا ہے مگر دیتا نہیں پس اس سے ظاہر ہے کہ دعاء کے واسطے اجابت کا ہونا ضروری اور لازم ہے اور مانگی گئی چیز کا دینا ضروری نہیں اور اللہ کے قول اَجِیْبُ اور اَسْتَجِبْ سے یہ خبر ہے انشاء نہیں اور جو خبر ہوتی ہے وہ منسوخ نہیں ہوتی اور اگر خبر منسوخ ہو تو اس صورت میں خبر دینے والا جھوٹا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جھوٹا نہیں ہے اس کی ذات کذب سے پاک اور برتر ہے کیونکہ اس کی خبر میں ہرگز خلاف کو دخل نہیں اور اس کی تائید میں نافع ابن عمرؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی کے واسطے دعاء کا ایک دروازہ کھولا گیا ہے اس کی قبولیت کے واسطے کئی ایک دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی اور ارشاد کیا کہ ظالموں کو کہہ دو کہ وہ مجھ سے کوئی دعاء نہ کریں کیونکہ میں نے اپنے اوپر اس بات کو لازم کیا ہے کہ جو آدمی مجھے پکارے میں اس کو جواب دوں اور جب ظالم مجھ سے دعاء مانگتا ہے تو میں ان کو جواب میں لعنت کرتا ہوں اور بعض نے فرمایا ہے کہ جب مومن دعاء کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی دعاء کا جواب تو فوراً دے دیتا ہے مگر اس کی حاجت روائی میں کچھ تاخیر کردیتا ہے اور تاخیر اس واسطے کرتا ہے کہ وہ شخص بار بار دعاء کرے اور خداوند تعالیٰ اس کی آواز کو سنتا رہے اس پر دلالت کرتی ہے

وہ روایت کہ جو محمد بن منکدرؒ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ خداوند کریم کی درگاہ میں دعاء کرتا ہے تو اس سے خداوند تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبرائیل علیہ السلام تو میرے اس بندے کی حاجت کو پورا کردے مگر حاجت پوری کرنے میں ذرا دیر کرنا کیونکہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ اپنے بندے کی آواز کو ہمیشہ سنتا رہوں اور جو خدا کا دشمن ہوتا ہے جب وہ دعاء کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے جبرائیل اس بندہ نے خالص نیت سے دعاء کی ہے اس کے خلوص کے باعث سے تو اس کی دعاء کو جلدی سے پوری کردے اور ایسا نہ ہو کہ یہ دوبارہ مجھے بلائے کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ اس کی آواز سنوں کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے فرمایا کہ مجھے خواب آئی اور اس میں اپنے پروردگار کو میں نے دیکھا عرض کی کہ اے رب العالمین میں بار بار تیری درگاہ میں دعاء کرتا ہوں اور تو اس کو قبول نہیں فرماتا بارگاہ ایزدی سے حکم ہوا کہ اے یحییٰ مجھ کو تیری آواز سے محبت ہے اس واسطے اس کو بار بار سننا چاہتا ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ دعاء کے قبول ہونے کے واسطے چند آداب اور چند شرطیں ہیں اور اگر وہ موجود ہوں تو دعاء قبول ہو جاتی ہے پس جو آدمی ان شرطوں کو نگاہ رکھتا ہے اور ان آداب کو بجالاتا ہے جب وہ دعاء کرتا ہے تو اپنا مقصد پالیتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے اور ان کو بجا نہیں لاتا یا ان میں خلل ڈالتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جو دعاء کے باب میں حد سے تجاوز کرجاتے ہیں اور ابراہیم ادھمؒ سے لوگوں نے ایک دفعہ پوچھا کہ ہم دعاء کرتے ہیں اور وہ قبول نہیں ہوتی اس کا کیا باعث ہے آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے خدا کے رسول ﷺ کو پہچان تو لیا مگر اس کی سنت کی پیروی نہیں کی اور تم نے قرآن کو پہچانا مگر اس پر تم نے عمل نہیں کیا اور خداوند کریم کی نعمت کو کھاتے ہو مگر تم اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور بہشت کو تم نے پہچانا ہے مگر اس کی طلب نہیں کرتے دوزخ کو تم نے پہچان لیا ہے مگر اس سے خوف نہیں کرتے اور شیطان سے واقف ہو گئے مگر اس کے ساتھ تم نے لڑائی نہ کی بلکہ لڑائی کرنے کی بجائے اس کے ساتھ موافقت کی ہے اور تم کو موت معلوم ہو گئی ہے مگر اس کے واسطے تیار نہیں ہوتے اور تم مردوں کو دفن کرتے ہو مگر اس سے تم کو کچھ عبرت پیدا نہیں ہوتی اور تم نے اپنے عیبوں کو تو چھوڑ دیا مگر دوسرے لوگوں کی عیب جوئی میں مشغول رہے۔

قربانی کا بیان

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری راہ میں قربانی کرو اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے واسطے قربانی کا حکم بالخصوص آیا ہے اور اس کا

قصہ اس طرح پر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے ظالم نمرود کی آگ سے نجات بخشی اور اس کے مکر اور عذاب سے بچالیا تو اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں اپنے خدا کی رضامندی کے واسطے بیت المقدس کی طرف جاتا ہوں اور یہ ہجرت اس واسطے کرتا ہوں کہ خدا مجھے اپنے دین کی ہدایت کرے اور جن لوگوں نے خدا کے دین کی طلب کے واسطے ہجرت کی ہے ان میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پہلے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام اور سائرہ علیہا السلام آپ کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن بھی تھیں اور لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے جب آپ نے ہجرت کی اور باقی ہمراہیوں کے ساتھ بیت المقدس میں پہنچے تو وہاں آپ نے بارگاہ باری میں درخواست کی کہ اے میرے پروردگار مجھے لڑکا عطاء کر اور وہ صالح لوگوں میں سے ہو یعنی ایک صالح فرزند عنایت فرما اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور خوشخبری دی کہ تم کو حلیم یعنی دانا فرزند عطاء کیا گیا جو عالم ہے اور وہ اسحاق بن سارہ ہیں اور جب اسحاق علیہ السلام بالغ ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کوہ عرفات پر گئے تاکہ ان کے ہمراہ چلیں پھریں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اطلاع دی کہ اے بیٹا مجھے خواب آیا ہے اور میں نے اس میں دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں یعنی مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تم کو ذبح کروں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک منت مانی تھی اور یہ حکم اس نذر کے ادا کرنے کے واسطے تھا اور اس خبر دینے کے بعد پوچھا کہ تم سوچ کر ہم کو جواب دو کہ اس میں تمہاری کیا صلاح ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے باپ میری صلاح یہی ہے کہ جس بات کے کرنے کے واسطے آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو کرو تاکہ آپ کو اپنے پروردگار کی اطاعت اور فرمانبرداری سے روگردانی نہ ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین رات میں برابر اس خواب کو دیکھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے اس حکم کو بجالانے لگے تو پہلے انہوں نے روزے رکھے اور نماز پڑھی اور کہا انشاء اللہ ذبح کرنے پر تُو مجھ کو صابروں سے پائے گا پس جب باپ اور بیٹا دونوں خداوند تعالیٰ کے حکم کے بجالانے پر صابر اور آمادہ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو پیشانی کے بل زمین پر گرا دیا اور ذبح کرنے کے واسطے اپنے فرزند کی پیشانی پکڑی اس وقت اللہ جل شانہ نے دونوں کے سچے ارادے اور خلوص کو دیکھا اور بارگاہ لَمْ یَزَلْ سے حکم ہوا کہ (اے ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند کے ذبح کرنے سے تو نے خواب کو سچا کر دیا اب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے بجائے تُو ایک دنبہ لے اور اس کو ذبح کر) اور فرمایا (ہم نے بیٹے کے عوض میں بزرگ ذبیحہ عطاء کیا) اور جو دنبہ -------- ذبح کیا گیا۔ اس کا نام زریر تھا اور اس کو ان بکریوں میں لے لیا گیا تھا جو چالیس برس پہلے ہی بہشت میں چرا کرتی تھیں اور بعض کا یہ قول ہے کہ یہ دنبہ وہ تھا جس کو ہابیل بن آدم علیہ السلام نے جو مقتول اور شہید ہوئے تھے قربانی کے واسطے اللہ کی نذر کی تھی اور تب سے ہی وہ دنبہ بہشت میں چرا کرتا تھا اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنا چاہا تو ان کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اس دنبہ کو بھیجا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے نیکو کاروں کو ہم ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیک خدمت کے عوض ان کو نیک خوشخبری دی کیونکہ آپ نے خدا کے حکم بجالانے میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا اور بعض کا یہ قول ہے کہ بیٹے کے ذبح کرنے کے واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب نہیں آئی تھی بلکہ خدا نے حکم دیا تھا اور پھر اللہ نے ان کو فرمایا کہ یہ تیرے لیے ظاہر نعمت ہے یعنی جب اللہ نے معاف کر دیا اور فدیہ میں دنبہ عنایت کیا اسی کو نعمت ظاہر سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے اور ان کے حلق پر چھری رکھی تو اس وقت آواز آئی کہ اے ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح نہ کر اس کو چھوڑ دے ہماری اصل غرض یہ نہ تھی کہ تیرے بیٹے کی قربانی ہو بلکہ یہ مقصود تھا کہ تو اپنے دل کو اپنے بیٹے کی محبت سے خالی کر دے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا قصد کیا تو اپنے دل میں کہا کہ اے اللہ اگر یہ ذبیحہ کسی دوسرے کے ہاتھ سے ہوتا تو اچھا ہوتا خدا نے حکم دیا کہ نہیں یہ تیرے ہی ہاتھ سے ہوگا اس کے بعد فرشتوں نے عرض کی کہ یہ کیوں؟

ارشاد ہوا کہ یہ اس واسطے ہے کہ میرے سوا کسی اور کو دوست نہ بنائے کیوں کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کسی اور کو دوست بنائے اپنی دوستی میں کسی کو شریک کرنا نہیں چاہتا اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بڑی محبت تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹے کے ذبح کرنے کے واسطے ان کو مجبور کیا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو دوست رکھتے تھے اس کی آزمائش حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ ملی کہ چالیس برس تک اپنے بیٹے سے الگ رہے اور ان کے فراق میں رویا کرتے اور ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی تھی اور دل سے ان کو چاہتے تھے

جبرائیل علیہ السلام پیغمبر ﷺ کے پاس آئے اور آکر خبر دی کہ ان دونوں میں سے ایک کو زہر دیا جائے گا اور دوسرا قتل ہو گا اور یہ اس واسطے ہوا کہ خدا کے سوا کسی اور کو دوستی میں اختیار نہ کرے۔

عید کی نماز کا بیان

اگر کوئی شخص عید کی نماز کے واسطے عید گاہ میں جائے تو اس پر مستحب ہے کہ دوسری راہ سے لوٹے ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ عید کی نماز میں ایک راہ سے گئے اور دوسری راہ سے واپس آئے اور لوگوں کو اس میں اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ مشرک لوگوں کے شر سے بچنے کے واسطے آپ نے دوسری راہ اختیار کی تھی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آنے کا راستہ نزدیک تھا اس واسطے اس راستے سے آتے اور جاتے ہوئے زیادہ حسنات کے خیال سے دوسرے راستے سے تشریف لے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ جس راستے سے آپ گزرتے تھے وہاں کی زمین آپ کے حق میں گواہی دیتی تھی اس واسطے دوسرے راستے سے تشریف لائے کہ اس راستے کی زمین بھی گواہی دے اور بعض کا یہ مقولہ ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ جاتے ہوئے تو ایک قبیلہ کی طرف سے گزرے اور آتے ہوئے دوسرے قبیلہ کی طرف سے تشریف لائے تھے تاکہ دونوں گروہوں کے لوگوں کو آپ کے دیدار کا ثواب برابر ملے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (ہم نے تجھ کو جہان کے لوگوں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا ہے) اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جو زمین پیغمبر ﷺ اور دوسرے پیغمبروں علیہم السلام اور ولیوں کے پاؤں کے نیچے آتی ہے وہ اس سبب سے فخر کرتی ہے اس لیے آپ ﷺ نے مختلف راستے اختیار کئے تاکہ دونوں طرف کی زمین کو فخر کا برابر درجہ ملے اور بعض کہتے ہیں کہ جب پیغمبر ﷺ نے عید گاہ میں جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت آپ کا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جاؤں اور واپسی کے وقت اپنے اہل وطن اور پانی اور مٹی کی طرف آ رہے تھے جہاں ہمیشہ رہتے تھے اس واسطے آپ ﷺ نے اس بات کو مکروہ جانا کہ جس راستے سے میں خدا کی طرف گیا ہوں اسی راستے سے لوگوں کی طرف آؤں اسی واسطے آپ نے دوسری راہ اختیار کی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ جس راستے گئے تھے اگر اسی راستے سے واپس آتے تو سب کو سنت کے طور پر آپ ﷺ کی پیروی کرنی واجب ہو جاتی اور اصحابوں کو نماز عید کے بعد یہ مشکل ہو جاتا کہ آپ ﷺ سے جدا ہو کر مختلف راستوں کو جائیں اس واسطے آپ ﷺ نے چاہا کہ امت کے لوگوں پر راستہ فراخ ہو جائے جس طرف سے جس کا جی چاہے اسی طرف کو چلا جاوے اور بعض کہتے ہیں کہ کافروں اور منافقوں کے مکر سے آپ ﷺ نے خوف کیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نماز کے بعد صدقہ دیا کرتے تھے اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے وہ بھی دیا کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ متفرق فقیروں اور غریبوں کو صدقہ پہنچے اس لیے جدا جدا راہ اختیار کئے تاکہ ہر راستے سے فقیروں کو صدقہ ملے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ دوسرا راستہ اس واسطے اختیار کرتے تھے کہ عید گاہ میں ہر طرف سے آکر کثرت سے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا اور مخلوق کے انبوہ کے سبب ایک ہی راستے سے نکلنے میں بڑی دقت تھی۔

قربانی اور عید الاضحیٰ کی فضیلت

عبد اللہ بن قرط روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ خدا نے فرمایا ہے اللہ کے نزدیک سب دنوں سے زیادہ بزرگ دن قربانی کا ہے اور روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فاطمہؓ سے فرمایا کہ اپنی قربانی کی طرف کھڑی ہو اس کے پاس موجود رہو کیونکہ قربانی کے جانور کی گردن سے خون کا جو پہلا قطرہ ٹپکے گا اس کے عوض میں تیرے سب گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس وقت یہ کہو کہ میری نماز میری عبادت میری زندگی میری موت سب اللہ کے واسطے ہے جو تمام جہان کے لوگوں کا پالنے والا ہے روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں سوال کیا کہ اے اللہ جو آدمی محمد ﷺ کی امت سے قربانی کرے اس کا کیا ثواب ہے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس کا ثواب یہ ہے کہ ہر ایک بال کے عوض میں اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس برائیاں دور ہوتی ہیں اور دس درجے اس کے واسطے بلند کئے جاتے ہیں اس کے بعد پوچھا کہ جب قربانی کا پیٹ پھاڑتے ہیں تو اس وقت کس قدر ثواب ملتا ہے جواب ملا کہ اس کے عوض یہ ہے کہ جب اپنی قبر سے اٹھتا ہے تو اس کا حشر ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کو بھوک اور پیاس نہیں ہوتی اس سے بے پرواہ ہوتا ہے اور قیامت کا خوف اس کے نزدیک نہیں چھوتا اور فرمایا کہ اے داؤد جو شخص قربانی کرتا ہے اس کو قربانی کے ہر ایک ٹکڑے کے عوض بہشت میں ایک جانور عطاء کیا جاتا ہے جو

اونٹ کے برابر ہوتا ہے اور قربانی کے گوشت کے ایک ٹکڑے کے بدلے بہشت کے گھوڑوں میں سے اس کو ایک گھوڑا مرحمت ہوتا ہے اور اس کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اتنے ہی جنت میں اس کو محل ملتے ہیں اور اس کے ہربال کے برابر اس کی خدمت کے واسطے ایک حور عطاء کی جاتی ہے اے داؤد تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ قربانیاں قربانی کرنے والے لوگوں کی سواریاں ہیں یہ گناہوں کو محو کرتی ہیں بلاؤں کو دور کردیتی ہیں اس واسطے تو لوگوں کو قربانی کرنے کے واسطے حکم دے پس یہ قربانی مومنوں کا ایسا ہی صدقہ ہے جیسا کہ اسحاق علیہ السلام کا ذبیحہ صدقہ تھا۔

اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنی قربانیاں اچھی طرح کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن تمہاری سواریاں ہیں اور حضرت علیؓ نے اس آیت کو پڑھا کہ جب رحمان کی طرف پرہیزگار لوگوں کا حشر ہوگا تو یہ لوگ اپنے اچھے اچھے اونٹوں پر سوار ہوں گے اور وہ اونٹ ان لوگوں کی قربانیاں ہی ہوں گی قربانیوں کے عوض میں ان کو ایسے اونٹ ملیں گے کہ انہوں نے ویسے کبھی دیکھے نہیں ہوں گے اور ان کے اوپر سونے کے پالان پڑے ہوں گے اور ان کے ناک کی نکیلیں زبرجد کی ہوں گی ان اونٹنیوں پر یہ لوگ سوار ہو کر بہشت کو جائیں گے اور جب دروازوں پر پہنچیں گے تو انہیں کھٹکھٹائیں گے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! قربانی کرو اور خوشی خوشی کرو کیونکہ جو شخص قربانی کرتا ہے اور اس کا منہ قبلہ کی طرف کر کے ذبح کریں اور اس قربانی کا جس قدر خون اور بال ہوتے ہیں قیامت کے دن تک اس کے واسطے نگاہ رکھے جاتے ہیں جس قدر خون زمین پر گرتا ہے خدا اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے خرچ تھوڑا کرو اور اس کا اجر زیادہ ملے گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے دو دنبے خاکی سیاہی مائل منگوائے ان کے سینگ بڑے بڑے تھے اور ایک کو ان میں سے پہلو کے بل لٹادیا اور یہ کہا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اے اللہ یہ محمد ﷺ اور اس کے اہل بیت کی طرف سے ہے اور اس کے بعد دوسرے کو لٹایا اور کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور کہا یہ محمد ﷺ اور اس کی امت کی طرف سے ہے اور جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ قربانی کے روز پیغمبر خدا ﷺ نے دو دنبے قربانی کئے اور ہبۃ اللہؒ نے محمد بن احمد بن حارث معدلؒ کوفی سے اور وہ قاضی محمد بن محمد بن عبد اللہ جعفیؒ سے اور وہ محمد بن جعفر اشجعیؒ سے اور وہ علی بن منذر طرقیؒ سے اور وہ ابن فضیلؒ سے اور وہ ہشامؒ سے اور وہ عروہؒ سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ عائشہؓ سے اور وہ حضرت رسول خدا ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی قربانی کے دن اپنی قربانی کے پاس اس واسطے جاتا ہے کہ اس کو ذبح کرے خدا اس کو بہشت کے نزدیک کردیتا ہے اور جب ذبح کرتا ہے تو خون کا پہلا قطرہ جو گرتا ہے اس کے عوض اس کو بخش دیتا ہے اور پھر حشر کے میدان میں جانے کے لیے وہ قربانی اس کی سواری بنتی ہے اور جس قدر اس کے جسم پر بال اور پشم ہوتی ہے ان کے برابر اس کو نیکیاں عطاء کی جاتی ہیں اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں پیغمبر خدا ﷺ نے جو دنبے قربانی کئے ہیں وہ شاخدار املح تھے اور ذبح کرتے وقت آپ نے بسم اللہ پڑھی اور اپنا پاؤں ان کے منہ پر رکھا اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ املح اس کو کہتے ہیں جو سیاہ اور سفید رنگ کا ہو اور اس کی سیاہی زیادہ ہو اور وہ سیاہی میں دیکھتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اردو میں اس قسم کے جانور کو ابلق کہتے ہیں اور عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ ایک ایسا شاخدار دنبہ لاؤ جو سیاہی میں دیکھتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو آپ کے فرمان کے موافق دنبہ لائے اور آپ نے اس کی قربانی کی اس کو لٹا کر ذبح کیا اور ذبح کرنے کے وقت یہ فرمایا بسم اللہ اے بار خدایا محمد ﷺ اور محمد کی آل اور محمد ﷺ کی امت کی طرف سے اس کو قبول کر اور جو لوگ اصحاب حدیث ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے قول کے یہ معنی کرتے ہیں کہ وہ چربی اور گوشت سے اس قدر موٹا ہو کہ اپنے ہی سایہ میں جاتا ہو اور اپنے سایہ ہی میں بیٹھتا ہو اور جو اہل لغت ہیں وہ اس جگہ سواد کے معنی یہ کرتے ہیں کہ دونوں ہاتھ اور دونوں آنکھیں سیاہ ہوں اور دونوں زانو بھی سیاہ رکھتا ہو۔

عید الاضحیٰ کی رات میں نماز کا بیان

عید الاضحیٰ کی رات میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر ایک رکعت میں پندرہ پندرہ دفعہ یہ سورتیں پڑھے سورۂ فاتحہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ جب سلام پھیرے تو تین دفعہ آیت الکرسی پڑھے اور پندرہ مرتبہ استغفر اللہ پڑھے اور اس کے بعد دنیا اور دین کی جو خواہش رکھتا ہو خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے اس کی درخواست کرے۔

قربانی کا بیان

قربانی کرنی سنت ہے اور جس آدمی کو قربانی کرنے کی قدرت ہو امام احمد اور مالک اور شافعی کے نزدیک قربانی کا ترک کرنا اچھا نہیں اور ان کے سوا دوسروں کے نزدیک قربانی کرنی واجب ہے اور مستحب ہونے اور واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو تو قربانی کرنے کے واسطے حکم دیا گیا ہے اور تمہارے اوپر قربانی کرنا سنت ہے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے تین چیزیں میرے اوپر تو فرض کی گئیں اور تمہارے اوپر وہ نفل ہیں اور وہ یہ ہیں قربانی کرنا' وتر کی نماز' نماز صبح کے پہلے دو رکعت اور ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب ذوالحجہ کا عشرہ شروع ہو تو جو آدمی تم میں سے قربانی کرنا چاہتا ہو وہ اس میں اپنے بال یا بدن کی کسی چیز کو نہ اتروائے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ہر ایک آدمی کی خواہش پر قربانی کو منحصر رکھا ہے اور جو چیز شرع میں واجب کی گئی ہے وہ ارادہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

قربانی کے جانوروں کی بزرگی اور فضیلت کا بیان

قربانی کے واسطے سب جانوروں سے افضل اونٹ ہے اور اس کے بعد گائے اور اس کے بعد بکری اور چھ مہینے کے بھیڑ کے بچے کی قربانی اور اس کے سوا اوروں کے جو دو دانت والے ہوں قربانی جائز ہے جذع کامل چھ ماہ کا ہوتا ہے ثنی ایک سال کامل کا ہوتا ہے اور اگر گائے قربانی کرے تو وہ کامل دو سال کی ہو اور اونٹ پانچ سال کا کامل ہو اور ایک بکری ایک آدمی کو قربانی میں دینی کفایت کرتی ہے اور اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور قربانی کے جانور کا رنگ سفید ہونا افضل ہے اور اس کے بعد زرد ہے اور اس کے بعد سیاہ ہے اور قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اور اگر آپ ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو اس کو ذبح کرتے ہوئے پاس موجود ہو اور قربانی کی ایک تہائی اپنے خاص صرف کے واسطے رکھے اور دوسری تہائی رشتہ داروں اور دوستوں کو ہدیہ دے اور جو باقی تیسرا حصہ رہ جائے وہ خیرات کر دے اور عیب دار جانور کی قربانی سے پرہیز کرے اور جانور کے واسطے پانچ عیب ہیں اگر ان میں سے کسی میں ایک عیب بھی ہو تو اس کی قربانی نہ کرے سینگ ٹوٹا ہوا ہو کان کٹا ہوا ہو مگر اس میں اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ سینگ اور کان کا زیادہ حصہ جاتا رہا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ تیسرا حصہ ندارد ہو اور جس کے سینگ ہی نہ ہوں اس کی قربانی بھی نہ کرے کیونکہ وہ سینگ کٹے ہوئے جانور کی مانند ہی ہوتا ہے اور یہ قول صحیح ہے اور جو اندھا جانور ہو اس کی قربانی بھی نہ کرے یعنی جس کو آنکھوں سے کچھ نظر نہ آتا ہو اور جو بکری دبلی ہو اس کی قربانی کرنی بھی جائز نہیں یعنی جس کے بدن کا گودا پگھل گیا ہو اور لنگڑے جانور کی قربانی بھی نہ کرے یعنی جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور چل کر جنگل میں چرنے کے واسطے نہیں جا سکتا اور ایسے جانور کی قربانی بھی نہ کرے جن کو ضعیفی اور ناتوانی کے سبب سے چراگاہ میں چھوڑ دیا گیا ہو اور بیمار جانور کی قربانی بھی نہ کرے اور نہ اس کی قربانی کرے جس کو خارش کی بیماری لاحق ہو کیونکہ خارش کی بیماری سے جانور کا گوشت خراب اور ناقص ہو جاتا ہے

اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے مقابلہ کی قربانی نہ کرو اور مقابلہ یہ ہے کہ جانور کے کان کا آگے کا تمام حصہ کٹ گیا ہو اور پچھلا باقی ہو اور جس جانور کے پیٹ کا پچھلا حصہ کٹ گیا ہو اس کی قربانی بھی نہ کرے اس کو مدابرہ کہتے ہیں اور داغ دینے کے سبب سے جس کے کان میں سوراخ پڑ گیا ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں اور اس قسم کے جانور کو خرقا کہتے ہیں اور داغ دینے کے سبب سے جس کا کان پھٹ گیا اس کی قربانی بھی نہ کریں ایسے جانور کو شرقا کہتے ہیں اور اس کو نہی تنزیہ پر محمول کیا گیا ہے یہ نہی تحریمہ نہیں ہے اور ایسے جانوروں کی قربانی کرنے سے پرہیز کرنا بہتر ہے اور اگر ان کی قربانی کرے تو جائز بھی ہے اور قربانی کرنے کے واسطے تین دن مقرر ہیں ایک تو عید کا دن ہے اس میں نماز کے بعد قربانی کرے اور یا نماز کے وقت میں (اگر نماز نہ پڑھے) اور دو روز عید کے بعد کے ہیں اکثر فقہا کا مذہب یہی ہے اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ عید کے دن اور تشریق کے تین دن میں قربانی کریں اور جو تین دن پہلے بیان ہوئے ہیں ان کو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے اور جو آدمی نماز سے پہلے قربانی کرتا ہے اس کی وہ قربانی دوسری بکریوں کے گوشت کی مانند ہے ایسی قربانی کرنے والے کو اس کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ منصورؒ شعبیؒ سے اور وہ براء بن عازبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ایک دفعہ قربانی کے دن ہم لوگوں میں نماز کے بعد

خطبہ پڑھا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اس طرح نماز پڑھتا ہے کہ جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ہماری طرح قربانی دیتا ہے وہ ہمارے ان اصحابوں میں شریک ہوتا ہے جو قربانی کرنے والے ہوتے ہیں اور جو آدمی نماز کے پہلے قربانی کرتا ہے تو اس کی قربانی بکری کا گوشت ہے اس وقت ابو بردہ نیاز بن کھڑے ہو گئے اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو نماز پڑھنے سے پہلے ہی قربانی کر آیا ہوں کیونکہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اس واسطے میں نے قربانی کرنے میں جلدی کی ہے قربانی کر کے آپ کھایا ہے اور لوگوں کو کھلایا ہے۔ جن میں اپنے اہل اور ہمسائے شامل ہیں خدا کے رسول مقبول ﷺ نے سن کر فرمایا کہ تیری وہ قربانی بکری کا گوشت ہے اس کے بعد ابو بردہ نے عرض کی کہ میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے اور عمر میں چھ ماہ کا ہے اور ایسا ہے کہ دو بکریوں سے بہتر ہے اگر میں اس کی قربانی کروں تو میرے واسطے وہ کافی ہے خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تیرے واسطے وہ کفایت کرتا ہے مگر تیرے بعد کوئی دوسرا ایسا نہ کرے اور اسود بن قیس راوی ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کو میں نے دیکھا کہ قربانی کے دن ایک قوم سے آپ گزرے اس قوم کے لوگوں نے نماز سے پہلے قربانی کی تھی آپ نے وہ حال دیکھ کر فرمایا کہ جس آدمی نے نماز سے پہلے قربانی کی ہے وہ دوسری دفعہ پھر قربانی کرے اور ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز سے پہلے قربانی کرے تو اس کو نماز کے بعد پھر قربانی کرنا مناسب ہے اور جس نے نماز سے پہلے قربانی نہ کی ہو وہ نماز کے بعد قربانی کرے۔

تشریق کے دنوں کا بیان

خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (گنے ہوئے دنوں میں تم خدا کو یاد کرو) اور اس طرح یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ نمازوں کے بعد اور ہر کنکری پھینکنے کے وقت تکبیر کہے اور پہلی دہائی سے لے کر ایام تشریق کے آخر تک تکبیر کہنا مستحب ہے اور گنے ہوئے دنوں سے تشریق کے دن مقصود ہیں اور وہ منیٰ کے تین دن ہیں اور جو ایام معلومات ہیں وہ دس روز ہیں اور بہت سے عالم لوگ اسی قول پر ہیں اور خداوند تعالیٰ کے قول کو اس پر دلیل لاتے ہیں فرمایا ہے (اگر کوئی دو روز میں ہی جلدی سے نکل آئے تو اس پر گناہ نہیں گویا حاجیوں کا حج سے باہر آنا ایام تشریق میں ہے چاہے دو دن کے بعد ہو اور چاہے تین دن کے بعد اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ گنے ہوئے دنوں میں میرا ذکر کرو اور یہ دن قربانی کے بعد تشریق کے دن ہیں اور کم ہونے کے باعث سے خداوند تعالیٰ نے ان دنوں کو گنے ہوئے دنوں سے تعبیر فرمایا ہے انسان کی عمر کے مقابلہ میں یہ بہت تھوڑے سے دن ہیں جیسا کہ رمضان کے مہینہ کی نسبت بھی خدا نے فرمایا ہے کہ یہ گنے ہوئے دن ہیں اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (یوسف کو کم قیمت یعنی چند درموں سے بیچا) اور بعض نے کہا ہے کہ ان دنوں کو اس واسطے گنے ہوئے دنوں سے تعبیر کیا ہے کہ یہ حج کے دنوں میں شمار ہوتے ہیں اور حاجی لوگ اپنے فرائض سے جیسے مزدلفہ میں رات کا رہنا اور منیٰ میں سنگریزے پھینکنا ان دنوں کے بعد فارغ ہو جاتے ہیں اور زجاج کہتے ہیں تھوڑی سی چیز کو لغت میں گنتی کی چیز کہتے ہیں اس واسطے ان دنوں کا نام یہ رکھا گیا ہے غرض ایام تشریق گنتی کے دن ہیں اور ذکر سے مراد ان دنوں میں تکبیر کہنا ہے

نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے گنتی کے دن تین ہیں۔ ایک تو قربانی کرنے کا دن اور دو دن اس کے بعد ہیں۔ اور ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں گنتی کے دنوں سے ذی الحجہ مہینہ کے دس روز مراد ہیں اور معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں اور خداوند تعالیٰ نے جو فرمایا ہے (تم خدا کو اس طرح یاد کرو جیسا کہ اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو) اس کی نسبت مفسروں نے لکھا ہے کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ جب لوگ حج سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت خانہ کعبہ کے نزدیک کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنے آباؤ اجداد کی بزرگیاں اور ان کا فخر بیان کرتے تھے مثلاً ایک یہ کہتا کہ میرے باپ کا یہ دستور تھا کہ وہ میزبان بنتا تھا اور لوگوں کو اپنا مہمان بناتا تھا اور پھر اپنے مہمانوں کو کھانا کھلاتا تھا اور ان کی تعظیم و تکریم بجالاتا تھا اونٹوں کی قربانی کرتا تھا قیدیوں کو قید سے آزادی بخشتا تھا غلام آزاد کرتا تھا اور اسی طرح اور اوصاف بیان کرتا پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خدا کو یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو کیونکہ میں نے تمہارے اور تمہارے باپوں کے لیے یہ کام کیا تمہارے اور ان کے ساتھ نیکی کی اور تم اور ان پر پھر احسان کیا اور سدی کہتے ہیں کہ عرب کے لوگ جب عبادت کر چکتے تو منیٰ میں جا کر کھڑے ہو جاتے ایک اٹھ کر خدا کی درگاہ میں عرض کرتا کہ اے اللہ میرے باپ کا بہت بڑا پیالا تھا اور ان کی بہت بڑی دہلیز تھی اور بہت بڑا مالدار تھا مجھے بھی ان کی طرح ہی مال اور دولت عطاء کر یہ لوگ حقیقت میں اللہ کو یاد نہیں کرتے بلکہ اپنے باپوں کو یاد کیا کرتے تھے اور دنیا ہی کی نعمت اور آرزو رکھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ

نے اس آیت کو نازل کیا اور ابن عباسؓ اور عطاؒ اور ربیعؒ اور ضحاکؒ کہتے ہیں اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم خدا کو اس طرح یاد کرو جیسا کہ اپنے باپوں کو چھوٹے بچے یاد کرتے ہیں جب لڑکا کچھ بولنے لگتا ہے تو باپ کو ابا اور ماں کو اماں کے نام سے پکارتا ہے اور وہ ذکران سے لپٹ جاتا ہے اور عمر بن مالک ابی جوزاؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ابن عباسؓ سے کہا کہ مجھے خدا کے اس قول کے معنی بتلاؤ۔

قول۔(تم اللہ تعالیٰ کو اپنے باپوں کی یاد کرنے کی مانند یاد کرو) کوئی دن ایسا بھی آجاتا ہے کہ اس میں بیٹا اپنے باپ کو ہرگز یاد نہیں کرتا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جیسا تم نے سمجھا ہے اس کے معنی ویسے نہیں ہیں اس سے یہ مطلب ہے کہ اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو اس پر ایسا غصہ کرو جیسا کہ تم کو اس شخص پر غصہ آتا ہے جو تمہارے ماں باپ کو گالی دیتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ غصہ کرو محمد بن کعب کہتے ہیں کہ اَوْاَشَدَّ ذِکْرًا میں اَوْ۔ بلکہ کے معنوں میں آیا ہے جیسے قرآن میں ہے اَوْیَزِیْدُوْنَ اور مقاتل کہتا ہے کہ اَشَدَّ کا لفظ اکثر کے معنی میں ہے جیسے کہ اس قول میں ہے اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً یعنی سختی کے رو سے بہت زیادہ اور خوف کے رو سے بہت زیادہ۔

ذکر کا بیان

اللہ جل شانہ نے قرآن میں چند چیزوں کو ذکر کے نام سے پکارا ہے اور وہ یہ ہیں توریت میں ذکر فرمایا ہے جس طرح ارشاد فرماتا ہے (اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو) یعنی اہل توریت سے اور قرآن کو بھی ذکر کے نام سے یاد کیا ہے (کہ یہ مبارک ذکر ہے جس کو ہم نے بھیجا ہے) یعنی قرآن اور لوح محفوظ کو بھی ذکر سے موسوم کیا ہے۔ فرمایا ہے (ذکر کے بعد ہم نے زبور میں لکھا) یعنی لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد اور نصیحت کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے (جب اس کو بھول گئے جس چیز کی کہ ان کو نصیحت کی جاتی تھی) یعنی جو نصیحت کی گئی تھی اور رسول مقبول ﷺ کو بھی ذکر سے نامزد کیا ہے (اللہ نے تمہارے پاس ذکر کو بھیجا ہے جو رسول ﷺ ہے) اور خبر کو بھی ذکر سے پکارا ہے فرمایا ہے (یہ ان کی خبر ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان کی خبر ہے جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں) اور شرف اور بزرگی کو بھی ذکر کہا ہے (یہ ذکر خاص کر تیرے لیے ہے اور تیری قوم کے لیے' یعنی شرف اور بزرگی اور توبہ کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے (ذکر کرنے والوں کے لیے یہ ایک ذکر ہے) یعنی توبہ اور نماز کو بھی ذکر کہا ہے (تم اللہ کا ذکر کرو جیسا کہ تم کو اس کی تعلیم دی گئی ہے) یعنی نماز پڑھو اور عصر کو بھی ذکر سے نامزد کیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکایت میں فرمایا ہے (اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے مال کی محبت کو میں نے زیادہ دوست رکھا) یعنی عصر کی نماز سے اور جمعہ کو بھی ذکر کہا ہے فرمایا ہے (تم خدا کے ذکر کی طرف دوڑو) یعنی جمعہ کی نماز کی طرف اور شفاعت کو بھی ذکر کہا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (اپنے رب کے پاس میرا ذکر کرنا' یعنی اپنی شفاعت کرنا اور طاعت کو بھی ذکر کہا ہے (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا) یعنی تم طاعت سے مجھے یاد کرو میں تمہیں مغفرت سے یاد کروں گا اور ندامت کو ذکر کہا ہے فرمایا ہے (جب وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں تو اس وقت اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں) یعنی دل میں نادم ہوتے ہیں اور اس کی بخشش چاہتے ہیں اور تکبیر کو ذکر کہا ہے فرمایا ہے (تشریق کے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو) یعنی خدا کی تکبیر کہو۔

ایام تشریق وغیرہ کی وجہ تسمیہ

ایام تشریق میں علماء کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ مشرک لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ اے ثبیر تو سفید ہو تاکہ ہم چلیں یعنی روشن ہو اور ہم تیری روشنی میں راستے سے آئیں جائیں اور ثبیر ایک پہاڑ کا نام ہے اور جب تک آفتاب نہیں نکلتا تھا مشرک لوگ مزدلفہ سے نہیں چلا کرتے تھے اور جب اسلام کی روشنی پھیل گئی تو پھر ان کا یہ قول باطل ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ ان دنوں کا نام ایام تشریق اس واسطے ہوا ہے کہ لوگ قربانی کے گوشت کے ٹکڑے کر دیتے تھے اور آفتاب میں انہیں سکھاتے تھے اور جو گوشت آفتاب میں خشک کیا جاتا ہے اس کو تشریق اللحم کہتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ عید کی نماز اور قربانی کے دن کو تشریق کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عید کی نماز کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب کہ آفتاب چمکتا ہے اور عید گاہ کو بھی اس واسطے مشرق کہتے ہیں کہ لوگ وہاں آفتاب نکلنے کے منتظر ہوتے ہیں پس اس لحاظ سے عید کے دن کا نام تشریق رکھا گیا ہے اور پھر بعد میں ان دنوں کا نام جو عید کے بعد آتے ہیں تابع ہونے کے سبب سے تشریق ہوا اور لوگوں نے ذوالنون مصری سے پوچھا کہ موقف کو مشعر کیوں کہتے ہیں جواب میں فرمایا اس واسطے کہ کعبہ خدا کا گھر ہے اور حرم اس کا پردہ ہے اور جو اس کا دروازہ ہے وہ مشعر ہے

اور جب کوئی شخص خدا کے گھر کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اس کو دروازہ پر ہی کھڑا کیا جاتا ہے تاکہ خدا کی درگاہ میں عاجزی کرے اور پھر دوسرے پردہ میں جسے مزدلفہ کہتے ہیں کھڑا ہوتا ہے اور خدا کی درگاہ میں عاجزی کرتا ہے اور جب اس کی زاری قبول ہوتی ہے تو اس کو قربانی کا حکم دیا جاتا ہے اور جب قربانی کرتے ہیں تو گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور پھر اس کو حکم ہوتا ہے کہ طہارت کر کے خانہ کعبہ کی زیارت کرے۔ سوال کیا گیا کہ تشریق کے دنوں میں روزے مکروہ کیوں ہوئے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اور مہمان کو یہ لازم نہیں ہے کہ جس نے دعوت کی ہو اس کے گھر میں روزہ رکھ کر جائے۔ اس کے بعد پھر پوچھا کہ اے ابو الفیض خانہ کعبہ کے پردوں سے جو آدمی لٹکتے ہیں یہ کیوں لٹکتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کا لٹکنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بندہ اپنے مالک کا گناہ کرتا ہے اور پھر گناہوں کے بخشوانے کے واسطے لوگوں کا دامن) پکڑ لیتا ہے تاکہ وہ اس کے لیے سفارش کریں کہ وہ اس کو بخش دے۔

ایام تشریق میں تکبیریں

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تشریق کے دنوں میں کس قدر تکبیریں کہی جاویں نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ کا یہ معمول تھا کہ تشریق کے دنوں میں نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے مجلس میں تکبیر کہتے تھے فرش پر تکبیر کہتے تھے اور خیموں میں تکبیر کہتے اور دوسرے آدمی بھی ان کو دیکھ کر تکبیر پڑھتے تھے اور اس پر اتفاق ہے کہ تکبیر کہنی سنت ہے صرف اس کی تعداد اور اندازے میں اختلاف ہے اور حضرت علیؓ کا یہ دستور تھا کہ آپ عرفہ کے دن صبح کی نماز سے لے کر تشریق کے آخری دن کی عصر کی نماز تک تکبیر کہا کرتے تھے ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعیؒ بھی ایک قول میں ایسا ہی کہتے ہیں اور ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہ سب قولوں میں سے بہتر اور صحیح قول ہے اور دوسرے قولوں کا جامع ہے اور عبد اللہ بن مسعودؓ عرفہ کے دن صبح کی نماز سے تکبیر شروع کرتے تھے اور قربانی کے دن میں عصر کی نماز تک کہتے تھے امام اعظم ابی حنیفہ نعمان (رحمتہ اللہ علیہ) کا یہی مذہب ہے اور ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ قربانی کے دن ظہر کی نماز سے تکبیر کہنی شروع کرتے تھے اور ایام تشریق کے آخر روز کی عصر کی نماز تک کہتے تھے اور عطاء کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ قربانی کے روز ظہر کی نماز سے تکبیر کہنی شروع کرے اور تشریق کے آخری دن کی صبح کی نماز تک حاجیوں کی پیروی کے واسطے پڑھتا رہے امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعیؒ کا تیسرا قول یہ ہے کہ قربانی کی رات میں مغرب کی نماز سے تکبیر شروع کرے اور تشریق کے آخر دن صبح کی نماز تک جاری رکھے اور ابن مسعودؓ تکبیر کے الفاظ کو دو دفعہ کہا کرتے تھے یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ امامنا احمدؒ اور ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اہل عراق کا بھی یہی مذہب ہے امام مالک اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ دو دفعہ کہا کرتے تھے پھر ٹھہر جاتے پھر کہتے اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سعید بن جبیر اور حضرت حسنؒ تین دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے اور پھر بعد میں آخر تک تکبیر کہتے تھے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور اہل مدینہ بھی اس کی پیروی کرتے ہیں اور قتادہؓ اس طرح کہا کرتے تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی مَاھَدَانَا اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اور ابو ہریرہؓ خدا کے رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے منیٰ کے دن اس واسطے ہیں کہ لوگ ان میں کھائیں پئیں اور خدا کو یاد کریں اور جعفر بن محمدؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے تشریق کے دنوں میں ایک شخص کو بھیجا اور اس کو ارشاد کیا کہ تو بلند آواز سے کہہ دے اے لوگو یہ دن کھانے پینے کے واسطے ہیں اور جماع کرنے کے لیے ہیں۔

احرام کی حالت میں تکبیر

اگر کوئی آدمی محرم ہو تو وہ قربانی کے دن ظہر کی نماز کے بعد سے تشریق کے دنوں سے آخر تک تکبیر کہے مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ جماعت کے ساتھ فرض کی نماز ادا کرے اور جب اکیلا ہو تو تکبیر نہ کہے اور نہ ہی نفلوں کے بعد کہے امام احمدؒ سے صحت کے ساتھ یہی مروی ہے۔

عید فطر کی تکبیر

جس طرح عید الاضحیٰ میں تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے عید فطر میں بھی اسی طرح کہے بلکہ یہ بہتر ہے کہ عید فطر کی رات کو تکبیر زیادہ کہے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (تم ماہ رمضان کو کامل کرو اور تکبیر کہو جیسا کہ تمہیں کہا گیا ہے آیت کے آخر تک) اور اس کی ابتدا عید کی رات میں اس وقت کرے جب کہ آفتاب غروب ہو جائے اور عید کے دن دونوں خطبوں سے جب امام فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے بعد تکبیر کہنے کا وقت نہیں رہتا اور ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ کوئی تکبیر عید فطر کے دن سنت نہیں ہے اور امام مالکؒ کا یہ قول ہے کہ عید فطر کے دن میں تکبیر کہے اور اس کی رات کو نہ کہے اور نماز کے آنے تک تکبیر کہنے کا وقت ہے یعنی جب امام صاحب آجائیں اور آدمی آنے لگیں تو اس کے بعد نہیں۔ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ عید کی رات کو جب آفتاب غروب ہو جائے تو اس وقت تکبیر کہنی شروع کرے اور دونوں خطبوں سے امام کے فارغ ہونے تک کہتا رہے اور ایک قول میں اس طرح آیا ہے کہ عید کی رات میں آفتاب کے ڈوبنے کے بعد شروع کرے اس وقت تک کہے کہ امام مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے یعنی نماز کے وقت تک اور ایک قول میں اس طرح آیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے کہنے تک اور ایک قول میں یہ ہے کہ نماز کے فارغ ہونے تک کہے۔

عاشورہ کے دن کی فضیلت کا بیان

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور ان میں سے چار مہینے حرام ہیں۔ ان کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور ماہ محرم ان مہینوں میں سے ہی ہے اور انہی میں عاشورہ کا دن واقع ہوتا ہے جو آدمی اس میں طاعت اور عبادت کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کو بڑا اجر عطاء فرماتا ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی محرم کے مہینہ میں روزہ رکھے تو اس کو ہر ایک روزہ کے عوض تیس روزوں کا ثواب مرحمت فرماتا ہے اور میمون بن مہرانؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ماہ محرم میں عاشورہ کے دس روزے رکھے تو اس کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب عنایت کیا جاتا ہے اور اگر کوئی خاص عاشورہ کے دن روزہ رکھے تو اس کو دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حج اور دس ہزار عمرہ کرنے والوں کا ثواب عطاء ہوتا ہے اور اگر آدمی عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں اس قدر درجے عنایت کرتا ہے جس قدر اس کے سر کے بالوں کی تعداد ہو اور اگر کوئی آدمی عاشورہ کی رات میں کسی مومن کو افطار کرائے تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے محمد ﷺ کی تمام امت کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اللہ نے عاشورہ کو تمام روزوں پر بزرگی بخشی ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے اس دن میں خدا نے آسمانوں کو پیدا کیا ہے پہاڑوں اور دریاؤں کو پیدا کیا ہے لوح اور قلم کو اسی دن پیدا کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام بھی اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو بہشت میں داخل کیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورہ کے دن ہوئی ہے اور آپ نے اسی دن اپنے فرزند کے عوض قربانی دی اور عاشورہ کے دن ہی فرعون کو دریا میں غرق کیا گیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کی بلا کو اسی دن خدا نے دور کیا اور عاشورہ کے دن میں ہی خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور اسی دن ہی خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام کے گناہ بخشے اور اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور قیامت کا دن بھی عاشورہ کا دن ہی ہوگا

جیسے ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی عاشورہ کے دن روزہ رکھے اور شب بیدار رہے اس کو خداوند تعالیٰ ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب عطاء فرماتا ہے اور جو کوئی عاشورہ کے دن صرف روزہ ہی رکھے اس کو ہزار شہید کا ثواب ملتا ہے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جو آدمی عاشورہ کے دن میں روزہ رکھتا ہے اس کو اس قدر اجر عطاء کرتا ہے جتنا ساتوں آسمانوں کے لوگوں کو ملتا ہے اور اگر کوئی آدمی عاشورہ کے روز کسی آدمی کو کھانا کھلائے تو ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے محمد ﷺ کی تمام امت کو پیٹ بھر کر کھلایا اور جو عاشورہ کے روز کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے تو اس کو خداوند تعالیٰ بہشت میں اس قدر درجے دیتا ہے کہ جس قدر اس کے سر کے بال ہوتے ہیں اور حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا خدا نے عاشورہ کے روز ہم لوگوں پر بڑا احسان اور فضل کیا ہے جواب میں فرمایا کہ ہاں ایسا ہی کیا ہے اس روز خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے تمام پہاڑوں اور ستاروں کو اسی روز پیدا کیا ہے عرش اعظم اور کرسی اور لوح محفوظ کی پیدائش اسی روز ہوئی ہے۔ اور

جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اسی دن خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورہ کے دن ہی ہوئی ہے اور اسی دن اللہ نے ان کو آگ سے نجات بخشی ہے اسی روز ابراہیم نے اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں قربانی دیا فرعون کو عاشورہ کے دن ہی دریا میں غرق کیا ہے اسی روز حضرت ایوب علیہ السلام کو مرض اور دکھ سے شفاء عطاء فرمائی ہے اسی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی۔ عاشورہ کے روز ہی حضرت داؤد علیہ السلام کے گناہ معاف ہوئے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ملک عنایت کیا ہے تو وہ بھی عاشورہ کے روز ہی ہوا ہے اور عرش اعظم پر اسی دن خداوند تعالیٰ کا استواء ہوا ہے اور عاشورہ کے روز ہی قیامت برپا ہوگی اور پہلے پہل جب آسمان سے پانی برسا ہے تو وہ عاشورہ کا روز ہی تھا اور سب سے پہلے خدا کی رحمت عاشورہ کے دن ہی زمین پر نازل ہوئی ہے اور اگر کوئی آدمی عاشورہ کے روز نہائے تو وہ بیمار نہیں ہوتا مگر مرض الموت سے نہیں بچتا اور اگر کوئی آدمی عاشورہ کے روز اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈالے تو سال بھر اس کی آنکھیں دکھتی نہیں اور جو آدمی اس روز کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو وہ گویا تمام بنی آدم کی عیادت کرلیتا ہے اور اگر کوئی عاشورہ کے روز کسی کو ایک عام شربت پلائے تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کوئی خداوند تعالیٰ کی عبادت میں ایک ساعت بھی غفلت نہیں کرتا اور جو شخص اس روز میں چار رکعت نماز ادا کرتا ہے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور پچاس دفعہ سورۂ اخلاص تو اس کے عوض میں اللہ جل شانہ اس کے پچاس گزشتہ سالوں کے گناہ اور پچاس آئندہ سالوں کے گناہ معاف کردیتا ہے اور فرشتوں کے گروہ میں اس کے واسطے نور کے پچاس محل بنائے جاتے ہیں ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ چار رکعت نماز پڑھے اور دو دو رکعت کے بعد سلام پھیر لے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے اور ایک دفعہ ہی اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا پڑھے اور ایک دفعہ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے اور ایک دفعہ ہی سورۃ اخلاص پڑھے اور اس کے بعد جب نماز سے فارغ ہو تو ستر دفعہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمام سال میں بنی اسرائیل پر ایک ہی روزہ فرض کیا گیا ہے اور وہ روزہ عاشورہ ہے جو ماہ محرم کا دسواں روز ہوتا ہے پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس روز روزہ رکھیں اور اپنے اہل وعیال کے واسطے کھانے پینے کی فراخی کریں کیونکہ اس دن کی برکت سے خداوند تعالیٰ سال بھر کے واسطے روزی فراخ کردیتا ہے اور جو آدمی اس روز روزہ رکھتا ہے اس کو چالیس برس کا کفارہ بھی حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی عاشورہ کی رات کو شب بیدار رہے اور صبح تک خدا کی عبادت کرے تو وہ مرنے سے پہلے ہی اپنی موت پر واقف ہو جاتا ہے اور حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آدمی عاشورہ کی رات کو شب بیدار رہے تو جب تک وہ چاہے اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھتا ہے اور سفیان بن عیینہ جعفر کوفیؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم بن محمد منتشرؒ سے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کے کوفہ کے بہتر لوگوں میں سے تھے کہ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ اگر کوئی آدمی عاشورہ کے روز اپنے اہل وعیال کی روزی فراخ کرے تو تمام سال خداوند تعالیٰ اس کی روزی کو فراخ کرتا ہے سفیانؒ کہتے ہیں کہ پچاس سال تک میں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور اس عرصے میں اپنی روزی کو ہمیشہ فراخ ہی دیکھا ہے اور عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی عاشورہ کے روز اپنے اہل اور عیال پر روزی کو فراخ کردے تو خداوند تعالیٰ اس پر تمام سال روزی کو فراخ کردیتا ہے اور بعض پہلے زمانہ کے بزرگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی عاشورہ کے روز روزہ رکھے تو اس سے اس کے سال بھر کے فوت شدہ روزوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور جو آدمی اس دن میں صدقہ دے گا وہ اس کے ایک سال کے فوت ہوگئے صدقہ کا کفارہ ہوگا اور یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنی آنکھوں میں اس قسم کا سرمہ ڈالے کہ اس میں کستوری پڑی ہوئی ہو تو اس سے آئندہ تمام سال تک اس کی آنکھیں دکھتی نہیں اور ابو بصرا اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابی غلیظ بن امیہ بن خلف جمحی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں ایک چڑیا دیکھی اور فرمایا کہ یہ وہ پہلا جانور ہے جس نے عاشورہ کے روز روزہ رکھا ہے اور قیس بن عبادہ کہتے ہیں کہ عاشورہ کے روز وحشی جانور روزہ رکھتے ہیں اور ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان کے بعد افضل

روزے ماہ محرم کے ہیں اور نماز فرض اور آدھی رات کی نماز کے بعد اور جس قدر نمازیں ہیں ان میں سے بہتر نماز وہ ہے جو عاشورہ کے روز پڑھی جائے اور حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اللہ نے رسول مقبول ﷺ کو فرمایا ہے کہ محرم خداوند تعالیٰ کا مہینہ ہے اور اس میں خدا نے ایک قوم کی توبہ کو قبول کیا ہے اور جو آدمی اس مہینہ میں توبہ کرے گا خداوند تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور ابن عباسؓ راوی ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ماہ ذی الحجہ کے اخیر دن کا اور ماہ محرم کے پہلے دن کا روزہ رکھے تو وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے گذشتہ سال کے تمام روزے رکھ لیے اور آئندہ سال کے روزوں کو شروع کیا پچاس سال کے واسطے اس کا خدا تعالیٰ کفارہ گناہ کرتا ہے۔ عروہؓ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جاہلیت کے دنوں میں عاشورہ کے دن قریش روزے رکھا کرتے تھے۔ مکہ میں اسی دن خدا کے رسول ﷺ بھی روزے رکھا کرتے تھے اور جب خدا کے رسول مقبول ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں سے عاشورہ کے دن کی کیفیت دریافت فرمائی انہوں نے جواب دیا کہ اس دن خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم پر غلبہ دیا تھا اس لیے اس روز کی تعظیم کے واسطے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جس قدر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہو ہم اس سے زیادہ حق دار ہیں اور اپنی امت کے لوگوں کو فرمایا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھیں۔

روز عاشورہ کی وجہ تسمیہ

اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کا یہ قول ہے کہ اس کا نام عاشورہ اس واسطے ہوا ہے کہ وہ ماہ محرم کا دسواں روز ہے اور کہتے ہیں کہ عاشورہ کا دن دس کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے اور محمد ﷺ کی امت کو خدا نے اس سے بزرگی عطاء کی ہے اور اس واسطے اس کا نام عاشورہ ہوا ہے اور وہ دس کرامتیں اور بزرگیاں یہ ہیں پہلی ماہ رجب ہے یہ خدا کا مہینہ ہے اور اصم ہے اور دوسرے مہینوں پر اس کی فضیلت ایسی بیان کی گئی ہے جیسی کہ محمد ﷺ کی امت کو دوسری امتوں پر ہے دوسرے ماہ شعبان ہے اور اس کی بزرگی دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسی کہ محمد ﷺ کو باقی نبیوں پر ہے تیسری ماہ رمضان ہے اس کی فضیلت دوسروں پر ایسی بیان ہوئی ہے جیسی کہ تمام مخلوقات پر خدا کی بزرگی ہے اور چوتھی شب قدر ہے اور یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور پانچویں یوم فطر کی بزرگی ہے اور وہ جزاء کے ملنے کا دن ہے چھٹی عشرہ ذی الحجہ کی ہے اور یہ دن خداوند تعالیٰ کے یاد کرنے کے روز ہیں اور ساتویں عرفہ کا دن ہے جو آدمی اس دن روزہ رکھتا ہے وہ دو سال کا کفارہ ہوتا ہے اور آٹھویں روز نحر کی فضیلت ہے اور یہ قربانی کا دن ہے اور نویں جمعہ کا روز ہے اور جمعہ سب دنوں کا سردار ہے اور دسویں عاشورہ کا دن ہے اور جو شخص اس دن روزہ رکھتا ہے وہ ایک سال کے واسطے کفارہ ہوتا ہے اور یہ جتنے دن بیان ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک ساعت بزرگ ہے کیونکہ ان کو خدا نے امت محمدیہ ﷺ کے کفارہ کے واسطے اور ان کے گناہوں کے دور کرنے کے لیے مخصوص کیا ہے اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ عاشورہ اس کا نام اس واسطے رکھا ہے کہ خداوند عالی نے اس دن دس نبیوں کو دس کرامتوں سے خصوصیت بخشی ہے اور انہیں ان سے سرفراز کیا ہے پہلی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اس دن قبول کی ہے دوسری یہ کہ اس روز حضرت ادریس علیہ السلام کو نیچے سے اٹھا کر ایک بلند جگہ پر پہنچایا ہے تیسری یہ ہے کہ اسی روز حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھیری تھی چوتھی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش اسی روز ہوئی تھی اور اسی دن خدا نے ان کو اپنا دوست بنایا اور اسی روز نمرود کی آگ سے اللہ نے ان کو نجات دی اور پانچویں یہ کہ اسی روز خداوند تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ کو اجابت کا درجہ بخشا اور حضرت سلیمان کے ہاتھ سے نکلا ہوا ملک اسی دن پھر ہاتھ آیا اور چھٹی یہ کہ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری اور دکھ میں گرفتار تھے اسی دن اللہ نے آپ کی بیماری اور دکھ کو دور کیا ساتویں یہ کہ اللہ جل شانہ نے عاشورہ کے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے پار کر دیا تھا اور فرعون کو مع اس کی قوم کے اس میں غرق کر دیا اور آٹھویں یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نگل گئی تھی اسی دن خدا نے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور نویں کرامت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو دنیا سے آسمانوں پر اٹھا لیا تھا تو آپ اسی روز ہی اٹھا لیے گئے تھے دسویں یہ کہ خدا کے رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ عاشورہ کے روز ہی پیدا ہوئے۔

عاشورہ کے دن کا اختلاف

ماہ محرم میں روز عاشورہ کی تعیین میں اختلاف یہ ہے یعنی اس میں اختلاف یہ ہے کہ ماہ محرم کا کون سا دن ہے اکثر لوگوں کا یہ قول ہے کہ عاشورہ کا دن ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو واقع ہوتا ہے اور صحیح قول یہی ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ محرم کی گیارہویں تاریخ کو ہے اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا عاشورہ کا روز ماہ محرم کا نواں دن ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حکیم بن اعرجؒ نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ عاشورہ کا روزہ کون سے دن میں رکھا جائے آپ نے فرمایا کہ جس روز تم محرم کا چاند دیکھو۔ اس روز سے دنوں کا شمار کرو اور جب نواں دن آئے تو اس کی صبح کو روزہ رکھو اس پر پوچھا کہ خدا کے رسول مقبولؐ اسی طرح روزہ رکھا کرتے تھے جواب دیا کہ ہاں اسی طرح رکھا کرتے تھے اور ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے پیغمبر ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور لوگوں کو ارشاد کیا کہ تم اس دن روزہ رکھو صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ دن تو یہودیوں اور نصاریٰ کا ہے ان قوموں کے لوگ اس دن کو بزرگ جانتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر خدا نے چاہا تو ماہ محرم کی نویں تاریخ کو روزہ رکھا کریں گے مگر اس کے بعد ابھی دوسرا سال آنے ہی نہیں پایا تھا کہ رسول مقبول ﷺ وفات پا گئے اور ایک روایت میں اس طرح وارد ہے کہ خدا کے رسولؐ نے فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا اور میری زندگی رہی تو آئندہ سال ماہ محرم کی نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور یہ اس واسطے کہا کہ کہیں عاشورہ کا روزہ فوت نہ ہو جائے۔

عاشورہ کے دن کی فضیلتیں

حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کی وفات عاشورہ کے روز ہی واقع ہوئی ہے یعنی اسی دن میں آپ کو شہادت کا درجہ ملا ہے اور ام سلمہؓ نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ خدا کے رسول ﷺ میرے گھر میں موجود تھے اسی اثناء میں اچانک حضرت امام حسینؓ آ گئے اور میں اس وقت دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور حضرت امام حسینؓ اس وقت رسول مقبول ﷺ کے سینہ مبارک پر کھیل رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ میں تھوڑی سی مٹی لی ہوئی ہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے ہیں جب امام حسینؓ چلے گئے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے ہاتھ میں مٹی تھی اور آنکھوں میں آنسو بھی جاری تھے آپ نے جواب میں فرمایا کہ جس وقت میں نے امام حسینؓ کو اپنے سینہ پر کھیلتے ہوئے دیکھا تو اس وقت مجھے خوشی ہوئی اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور آ کر مجھے تھوڑی سی مٹی دی اور دے کر کہا کہ اس مٹی میں امام حسینؓ شہید ہوں گے اس خبر کے سننے سے میں رو دیا ہوں اور حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک نے خدا کے رسول مقبول ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس میں آپ نے سلیمان کو خوشخبری دی اور مہربانی کے کلمات آپ نے بیان فرمائے اور جب صبح ہوئی تو سلیمان نے حسن بصریؒ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی حسن بصریؒ نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تُو نے رسول خدا ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ کوئی احسان اور نیک سلوک کیا ہے سلیمان نے جواب دیا کہ ہاں کیا ہے کہ یزید بن معاویہ کے خزانہ میں حسین بن علیؓ کا سر مبارک میں نے دیکھا تھا میں نے اس کو لے کر دیبا کے پانچ کفن پہنائے اور اپنے دوستوں کے گروہ کو ساتھ لیا تھا اور اس پر نماز پڑھی اور اس کے بعد اس کو دفن کر دیا گیا یہ سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہی کام خدا کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہوا ہے اور انہوں نے آپ کو خوش خبری دی ہے اور یہ سن کر سلیمان نے حسن بصریؒ کے ساتھ نیک سلوک کیا ان کو فاخرہ خلعت عطا کیا اور بیش قیمت تحفہ بخشا اور حمزہ بن زیات کہتے ہیں کہ میں نے خدا کے رسول ﷺ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ حسین بن علی بن ابی طالب کی قبر پر درود پڑھ رہے تھے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور جعفر بن محمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جس روز حضرت امام حسینؓ نے شہادت پائی ہے اس دن ستر ہزار فرشتے آپ کی قبر پر نازل ہوئے ہیں اور وہ آپ کی مظلومی اور حالت زار پر قیامت تک روتے رہیں گے۔

عاشورہ کے دن روزہ رکھنے پر طعن

ایک قوم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے باب میں طعن کیا ہے اور وہ اس واسطے ہے کہ اس روز امام حسینؓ بڑی مصیبت اور ظلم اٹھانے کے بعد شہید کئے گئے ہیں اور آپ کے دنیا سے چلے جانے کا عام لوگوں کو رنج اور افسوس کرنا چاہئے نہ کہ خوشی جیسا کہ اس دن میں اپنے اہل

اور عیال پر روزی کو فراخ کرنا اور فقیروں اور مسکینوں اور ضعیف محتاجوں کو اس دن بہت سا کھانا کھلانا حالانکہ اس واقعہ کی رو سے امام حسینؓ کی طرف سے مسلمانوں پر کوئی فرض بھی عائد نہیں ہوتا اس قول والے غلطی ہیں ان کا نظریہ برا اور فاسد ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت امام حسینؓ کو عاشورہ کے دنوں میں جو بزرگ اور شرف و عظمت والے دن تھے شہادت پانے کے واسطے منتخب کیا ہے اور اگر ایسے بزرگ دنوں میں شہید ہوں گے تو اس سے آپ کی شہادت کا درجہ اور بھی بلند ہوگا اور ان کی کرامت اور بزرگی میں اضافہ کیا جائے گا اور وہ شہید شدہ خلفائے راشدین کے مقام پر پہنچیں گے اور اگر امام حسینؓ کی شہادت کے دن کو مصیبت کا دن شمار کیا جائے تو دوشنبہ کا دن اس سے اور بھی زیادہ غم اور اندوہ اور مصیبت کا روز ہے کیونکہ اس دن خدا کے رسول مقبول ﷺ نے وفات پائی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اسی روز میں وفات پائی ہے اور ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے کہا ہے اور ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے پوچھا کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کس روز فوت ہوئے ہیں میں نے ان کو جواب دیا کہ آپ کی وفات دوشنبہ کے دن واقع ہوئی ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ سے مجھ کو بھی امید ہے کہ میری جان کو بھی اسی دن ہی قبض کرے گا اور پھر جب آپ کی وفات ہوئی تو وہ دوشنبہ کے دن میں ہی ہوئی ہے پس پیغمبر ﷺ کا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس جہان سے گم ہونا دوسروں کی وفات کی نسبت ایک بہت بڑا حادثہ ہے اور سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی دوشنبہ کے دن روزہ رکھے تو اس میں بہت بڑی فضیلت اور بزرگی ہے کیونکہ اس روز بندوں کے عملوں کو خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں اور وہاں پیش کئے جاتے ہیں اور پنج شنبہ کے دن میں بھی عملوں کو عالم بالا پر اٹھا کر لے جاتے ہیں اور عاشورہ کا دن بھی ایسا ہی ہے اس کو ماتم کا دن شمار نہیں کرتے اور اس میں رونے پیٹنے اور ماتم کرنے کو جو اچھا نہیں جانتے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ بزرگی اور فضیلت کا روز ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اس دن میں نبیوں کو ان کے دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور کافر تھے ان کو خدا نے ہلاک کر دیا ہے جیسے کہ فرعون اور اس کی قوم تھی اور دوسرے کافر لوگ اور اسی دن خدا نے زمین آسمان کو پیدا کیا اور اسی روز اور بزرگ چیزوں اور آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور دوسرے بہت بزرگوں کو بھی اسی مبارک دن میں پیدا کیا اور اگر کوئی شخص اس دن کا روزہ رکھے تو خداوند تعالیٰ اس کو بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے گناہوں کا کفارہ کرتا ہے اور اس کی برائیوں کو دور کر دیتا ہے اس لیے عاشورہ کا روزہ بھی دوسرے بزرگ دنوں کی مانند ہی قرار دیا ہے جیسا کہ دونوں عیدوں کے دن ہیں جمعہ کا دن ہے عرفہ وغیرہ کا دن ہے پس اگر عاشورہ کے دن ماتم کرنا جائز ہوتا تو رسول ﷺ کے اصحاب اور ان کے تابعین بھی اسی رسم پر عمل کرتے اور اس کو جاری رکھتے اور یہ لوگ اس امر کے زیادہ نزدیک اور اس کے مستحق تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب عاشورہ کا دن آتا تھا تو وہ اس دن اپنے اہل اور عیال کی روزی کو فراخ کرتے تھے اور روزہ رکھا کرتے تھے روایت میں آیا ہے کہ حسنؓ نے فرمایا ہے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا فرض ہے اور حضرت علیؓ نے بھی عاشورہ کا روزہ رکھنے کے واسطے حکم دیا ہے اور جب لوگوں نے اس خبر کو عام اور منتشر کیا تو عائشہؓ نے پوچھا کہ عاشورہ کے دن میں روزہ رکھنے کے واسطے تم کو کس نے حکم دیا ہے انہوں نے عرض کی کہ حضرت علیؓ نے اور عائشہؓ نے کہا کہ جو لوگ خدا کے رسول ﷺ کی سنت پر قائم ہیں وہ دانا لوگوں میں سے ہیں اور حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی عاشورہ کے دن روزہ رکھے اور شب بیدار رہے تو خداوند تعالیٰ اس آدمی کو جب تک وہ چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے تقریر ہذا سے مذکورہ نظریہ کے قائل کا خیال باطل ہو گیا۔

جمعہ کے دن کی فضیلتیں

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم جمعہ کے دن نماز کے واسطے بلائے جاؤ تو اس وقت تم خداوند تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور اگر کچھ خرید و فروخت کر رہے ہو تو اس کو چھوڑ دو تمہارے واسطے یہ بہتر ہے اور عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو یعنی زبان اور دل سے تم نے خداوند تعالیٰ کی تصدیق کی ہے کہ وہ واحد اور لاشریک ہے جمعہ کی نماز کے واسطے دوڑ جاؤ اور اگر خرید و فروخت کر رہے ہو تو اس کو چھوڑ دو یعنی کسب اور تجارت کرنے سے نماز تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم اس کو جانتے ہو یعنی خداوند تعالیٰ کو تم نے پہچان لیا ہے اور اس آیت کے نازل ہونے کا باعث یہ ہے کہ یہودی تین چیزوں سے مسلمانوں پر فخر کیا کرتے تھے ایک یہ کہ ان لوگوں کا یہ مقولہ تھا کہ ہم لوگ اللہ کے دوست اور محب ہیں تم نہیں ہو دوسری فخر کرنے کی بات یہ تھی کہ ان کا مقولہ تھا ہم صاحب کتاب ہیں اور تم لوگوں کے پاس کتاب نہیں اور تیسری یہ تھی کہ ہم کو خدا نے شنبہ کا بزرگ دن عطا کیا ہے اور تمہارے واسطے یہ دن نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو

اس کا خود جواب دیا اور انہیں اس آیت سے جھوٹا ثابت کیا پیغمبر ﷺ سے فرمایا ہے (اے محمد ﷺ یہودیوں سے کہہ دے کہ تم کو یہ گمان ہے کہ ہم دوسرے آدمیوں کے سوا خدا کے دوست ہیں اگر تم اس میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو) اور ان لوگوں کے قول کی رد میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ (تم جاہل ہو تمہارے واسطے کتاب نہیں ہے) اور اللہ نے فرمایا ہے (خداوند تعالیٰ نے جاہل لوگوں میں سے ہی ان کے پاس پیغمبر بھیجا جو ان پر کتاب پڑھتا ہے) (اور یہودیوں کی مذمت میں فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی تعریف یہ ہے "چارپائے بروکتابے چند" یعنی یہودی عالم چوپایہ کی طرح ہیں جس کے اوپر کچھ کتابیں لادی گئی ہوں اور ان کو جانتا نہیں ہے کہ میرے اوپر کیالادا ہوا ہے اور ان لوگوں پر بھی اسی طرح توریت کے احکامات لادے ہوئے ہیں اور ان کو جانتے نہیں اور ان پر انہوں نے کچھ عمل نہیں کیا اور ان لوگوں کا جو یہ قول تھا کہ ہم کو خدا نے شنبہ کا دن عطا کیا ہے اور تم کو نہیں دیا اس کے جواب میں خداوند تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا ہے (اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم جمعہ کی نماز پڑھنے کے واسطے پکارے جاؤ) آیت کے آخر تک اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ جب تم تجارت یا کھیل کی کسی چیز کو دیکھ لیتے ہو تو اس وقت تم اس کی طرف دوڑ جاتے ہو) اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ جب قافلہ کے لوگ مدینہ منورہ میں وارد ہوتے تھے تو اس جگہ آدمی اس وقت ڈھول اور دمامے اور تالیاں بجاتے تھے اور اسی حال میں اس کا استقبال کرتے تھے اور جب لوگوں کو جو مسجد میں ہوتے تھے یہ آواز سنائی دیتی تھی تو وہ مسجد سے نکل کر باہر آجاتے تھے اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب قافلہ آیا اور لوگوں نے آواز سنی تو وہ مسجد سے باہر نکل آئے مگر بارہ مرد اور ایک عورت پیچھے وہیں رہ گئے اور جب دوسری دفعہ قافلہ آیا تو اس دفعہ بھی بارہ مرد اور ایک عورت تھے باقی سب لوگ مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کے بعد بنی عامر بن عوف سے ایک آدمی اسلام لانے سے پہلے سوداگری کے واسطے مدینہ منورہ آیا ان کا نام دحیہ بن خلیفہ کلبی تھا اور یہ شام کی طرف سے آیا تھا اور ہر قسم کی چیزوں کی تجارت کیا کرتا تھا اور مدینہ کے لوگ اپنے دستور کے موافق ڈھول اور دمامے اور تالیاں بجاتے ہوئے ہمیشہ اس کے استقبال کے واسطے بھی نکلا کرتے تھے ایک دفعہ جب یہ آیا تو ایسا اتفاق ہوا کہ مدینہ میں اس کے وارد ہونے کا دن جمعہ کا روز تھا اور خدا کے رسول مقبول ﷺ اس وقت منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے اور جب لوگوں نے اس کے آنے کی خبر سنی تو وہ اس کے دیکھنے کے واسطے مسجد سے باہر نکل کھڑے ہوئے اور جب سب نکل گئے تو خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو مسجد میں کتنے لوگ باقی رہ گئے ہیں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عورت اور مرد کل بارہ آدمی مسجد میں باقی ہیں پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مسجد میں باقی نہ ہوتے تو جو لوگ چلے گئے ہیں وہ سنگسار کیے جاتے یعنی ان پر پتھر برسائے جاتے اور ان پتھروں کی بوچھاڑ سے ہی ہلاک ہو جاتے پھر اس وقت خدا نے اس آیت کو نازل فرمایا (جب کوئی تجارت یا کھیل دیکھتے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور تم کو منبر پر ہی چھوڑ دیتے ہیں ان لوگوں کو کہہ دے کہ خداوند تعالیٰ کے پاس جس قدر ثواب ہے وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ڈھول اور دمامے کو سنو اور تالیاں بجاؤ اور جو سودا سوداگر لایا ہے اس سے خداوند تعالیٰ کے پاس بہتر اور زیادہ فائدہ ہے اور جس قدر رزق دینے والے ہیں ان سب سے خداوند تعالیٰ افضل اور بہتر ہے اور کہتے ہیں کہ مسجد میں جو بارہ لوگ باقی رہ گئے تھے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ان میں سے تھے۔

روزہ جمعہ کی فضیلت

جمعہ کے فضائل جو احادیث میں وارد ہیں علاء ابن عبد الرحمٰنؒ اپنے باپ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس طرح جمعہ کے روز آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے اس سے بہتر اور کسی دن میں نہیں ہوتا خداوند تعالیٰ کی تمام مخلوق جمعہ کے دن سے خوف کھاتی ہے مگر انسانوں اور جنوں کے دونوں گروہ نہیں ڈرتے اور ہر ایک مسجد کے ہر دروازہ پر دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے لوگوں کو ثواب عطا کرنے کے واسطے لکھتے رہتے ہیں پہلے کے لیے اونٹ کی قربانی کا ثواب اور اس کے بعد کے لیے گائے قربانی کرنے والے کا اور پھر بکری قربانی کرنے والے کا اور پھر مرغی قربانی کرنے والے کا لکھتے ہیں اور پھر مرغی کے انڈے کی قربانی کرنے والے کا ثواب لکھتے ہیں اور جب امام کھڑا ہو کر خطبہ پڑھنے لگتا ہے تو اس وقت وہ دفتر لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور ابو سلمیٰؓ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جن دنوں میں آفتاب طلوع کرتا ہے اور غروب ہوتا ہے ان سب سے جمعہ کا دن زیادہ بزرگ ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اسی روز ہی ان کو بہشت میں داخل کیا اور بہشت سے نکالا بھی اسی دن ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو وہ بھی جمعہ کے روز ہوگی اور اس روز میں ایک ایسی ساعت پوشیدہ رکھی ہے کہ اس میں تلاش کرنے والا مومن جو کچھ خداوند تعالیٰ سے مانگے وہ اس کو عطاء کیا جاتا ہے ابو سلمہؓ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلامؓ نے کہا مجھے وہ ساعت معلوم ہے وہ دن کی آخری ساعت ہے آدم علیہ السلام

اسی ساعت میں پیدا ہوئے ہیں اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی کو جلدی سے پیدا کیا گیا ہے اور عبداللہ بن منذرؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کا دن سب دنوں کا سردار ہے اور جتنے دن ہیں ان سب سے خدا کے نزدیک یہ دن زیادہ بزرگ ہے بلکہ عید الفطر کے روز سے بھی زیادہ بزرگی رکھتا ہے اور اس دن کو خداوند تعالیٰ نے پانچ برکتیں دی ہیں آدم علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے اسی روز پیدا کیا اور اسی روز ان کو زمین پر نازل کیا اور جمعہ کے روز ہی اس سرائے فانی سے آپ کا انتقال ہوا اور خدا نے اس میں ایک ایسی ساعت رکھی ہے کہ اس میں مومن جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے خداوند تعالیٰ وہ اس کو عنایت فرما دیتا ہے مگر حرام چیزوں کی دعاء قبول نہیں ہوتی یعنی اگر خدا سے حرام چیزوں کی درخواست کرے تو وہ اللہ تعالیٰ عطاء نہیں کرتا اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی اور جتنے خدا کے مقرب فرشتے ہیں وہ اس روز اللہ سے خوف کرتے ہیں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس روز اپنے پروردگار سے جو سب کا پالنے والا ہے خوف نہ کرتا ہو اور جمعہ کے دن آسمان اور زمین کو بھی خوف آتا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جن دنوں میں آفتاب نکلتا ہے ان سب سے بہتر جمعہ کا روز ہے اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آپ کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی روز آپ کو جنت سے باہر نکالا اور اسی روز قیامت قائم ہوگی اور حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کا روز تو شاہد ہے اور عرفہ کا روز مشہود ہے اور قیامت کا روز موعود ہے اور جیسا کہ جمعہ کے روز آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے اس سے بہتر اور کسی دن میں نہیں ہوتا اور اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مومن اس میں خدا سے نیکی طلب کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی درخواست قبول فرمالیتا ہے اور اگر کسی چیز سے امن کی خواہش کرتا ہے تو اس سے اس کو امن دیا جاتا ہے اور ابو نصر اپنے باپ سے ان کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو تمام شیطان اور شیلو نگڑے اکٹھے ہو کر اپنے اپنے ہاتھوں میں جھنڈیاں پکڑ لیتے ہیں اور ڈھول اور دمامے بجاتے ہوئے بڑی شان و شوکت سے بازاروں میں سے ہوتے ہوئے نکلتے ہیں اور لوگوں کو فریب دیتے جاتے ہیں اور مسجدوں کے دروازوں پر فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو لوگ ان میں آنے والے ہوتے ہیں ان کے مرتبوں کو لکھتے جاتے ہیں اور جو مصلّی کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں ان کو بھی لکھ لیتے ہیں اور جب امام صاحب خطبہ پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں اور لوگ بھی اس کو سننے لگتے ہیں تو جو آدمی ان میں سے امام کے نزدیک ہوتا ہے اور خاموش ہو کر خوب دل لگا کر خطبہ سنتا ہے اور بیہودہ بکواس نہیں کرتا اس کو دو حصے ثواب ملتا ہے اور جو امام سے دور ہوتا ہے اور خاموش ہو کر کان لگاتا ہے بیہودہ بکواس نہیں کرتا اس کو نزدیک والے کی نسبت ایک حصہ ثواب ملتا ہے اور جو امام کے نزدیک تو ہوتا ہے مگر لغو باتیں کرتا ہے اور اچھی طرح خطبہ نہیں سنتا اور خاموش بھی نہیں رہتا تو اس آدمی کو ثواب کی بجائے دو حصے گناہ دیا جاتا ہے اور جو امام سے دور ہو کر ایسا کرتا ہے اس کو ایک حصہ گناہ ملتا ہے اور اگر کوئی خطبہ کے وقت دوسرے آدمی کو یہ کہے کہ تم چپ رہو بولو نہیں تو وہ بھی ---------بولنے والے لوگوں میں سے ہوتا ہے اور جمعہ کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے بھی خدا کے رسول مقبول ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے اور ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز جب امام خطبہ پڑھتا ہے اگر اس وقت کوئی آدمی اپنے ہم نشینوں میں سے کسی کو یہ کہے کہ تو خاموش رہ تو اس کا یہ کہنا بھی لغویات ہے اور عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے اس روز مسجدوں کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو لکھتے رہتے ہیں اور جب امام صاحب آ جاتے ہیں تو ان کے بعد تحریر کا دفتر لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے قلمیں بھی رکھ دیتے ہیں اور اس کے بعد فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں آدمی نہیں آیا اس کو کس چیز نے باز رکھا اور کیا باعث ہوا کہ وہ نہیں آیا ہے اور اس کے بعد پھر فرشتے ان کے واسطے اس طرح دعا مانگتے ہیں اے اللہ اگر وہ آدمی بیمار ہے تو اس کو شفاء عطاء کر اور اگر وہ گمراہ ہے تو اس کو ہدایت کر اور اگر وہ راستہ بھول گیا ہے تو اس کی رہبری فرما اور جعفرؓ ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے پاس فرشتے ہیں اور وہ تختیاں اور قلمیں لئے ہوئے ہیں ان کے پاس جو تختیاں ہیں وہ تو چاندی کی ہیں اور جو قلمیں ہیں وہ سونے کی ہیں اور جو آدمی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کو سونے کی قلم سے چاندی کی تختی پر لکھ لیتے ہیں

اور شیخ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابو زبیرؓ سے اور وہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی خدا اور جزا کے روز پر ایمان رکھتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ جمعہ کے روز جمعہ کی نماز ادا کرے اور اگر بیمار ہے یا مسافر

ہے یا عورت ہے یا لڑکا ہے یعنی نابالغ یا بندہ یعنی غلام ہے تو ان میں سے اگر کوئی نہ بھی پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر کوئی آدمی کھیل کود میں مصروف رہے یا تجارت میں مشغول رہے اور اس سبب سے بے پروائی کرے تو خداوند تعالیٰ بھی اس آدمی سے بے پروائی کرتا ہے کیونکہ اللہ بے نیاز ہے اور تعریف کیا گیا ہے اور ابی الجعد الضمریؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی سستی کے سبب اور حقیر جان کر جمعہ کی نماز تین جمعے ترک کردے تو اللہ جل شانہ اس آدمی کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اور شیخ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیبؓ سے اور وہ جابر بن عبد اللہؓ سے راوی ہیں کہ ایک دفعہ خدا کے رسول مقبول ﷺ منبر پر کہہ رہے تھے اے لوگو! موت کے آنے سے پہلے تم اپنے پروردگار کی طرف پھرو اور نیک کام کے کرنے میں دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے سے پہلے جلدی کرو اور خداوند تعالیٰ کا بہت ذکر کرو اور اس طرح اس کی طرف نزدیکی حاصل کرو تو تم سعادت مند بن جاؤ گے اور ظاہر اور پوشیدہ بہت سا صدقہ دو تاکہ تم کو اجر دیا جائے اور تمہاری تعریف کریں اور تم کو بہت سا رزق حاصل ہو جائے اور اس بات کو یاد رکھو کہ نماز جمعہ کو خدا تعالیٰ نے تمہارے اوپر فرض کردیا ہے اور لکھ دیا ہے اس میرے سال اور مہینے اور مقام میں قیامت تک پس اگر کوئی آدمی امام صاحب کی موجودگی میں خواہ وہ عادل ہو اور چاہے ظالم ہو اس کو حقیر جاننے کے سبب یا اس سے انکار کی وجہ سے نماز کو ترک کردے تو خداوند تعالیٰ اس کو پریشان کرتا اور پھر اس کی پریشانی کو جمع نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے کام میں برکت ہوتی ہے اور فرمایا کہ آگاہ رہو جو آدمی مذکورہ بالا امور کے سبب سے نماز جمعہ کو ترک کرے گا نہ تو اس کی نماز درست ہوگی اور نہ ہی اس کا وضو ٹھیک ہوگا اور نہ ہی اس کی زکوٰۃ اور حج قبول ہوں گے اور جب تک وہ آدمی توبہ نہیں کرے گا برکت اس کے پاس ہرگز نہیں آئے گی اور اگر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرلیتا ہے اور اس بات سے آگاہ رہو کہ کوئی عورت مرد کی امام نہ بنے اور اعرابی مہاجر کا امام نہ بنے اور فاجر مومن کا امام نہ بنے مگر یہ کہ بادشاہ قہر کرے اور یہ اس کی تلوار اور کوڑے سے ڈرے۔ اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ثابت بنانیؒ سے اور وہ طاؤسؒ سے اور وہ ابو موسیٰ اشعریؓ سے راوی ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ دنوں کو اپنی اصلی ہیئت میں اٹھائے گا۔ اور جمعہ کے دن کو بھی اٹھائے گا یہ جب اٹھے گا تو چمکتا ہوا ہوگا اور لوگوں کو روشنی دے رہا ہوگا اور اس طرح آراستہ اور پیراستہ ہوگا جس طرح نئی بیاہی ہوئی دلہن ہوتی ہے اور جیسے بہت سی روشنی میں لوگوں کے رنگ برف کی مانند چمکتے ہیں اور اس سے کستوری کی بو آتی ہوگی اور وہ لوگ کافور کے پہاڑوں میں جاتے ہوں گے اور جنوں اور انسانوں کے دونوں گروہ ان کو اس طرح تعجب سے دیکھتے ہوں گے کہ تعجب کے مارے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور اسی شان و شوکت اور جلال سے جا کر بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ شامل نہیں ہو سکیں گے مگر موذن لوگ جو صرف طالب ثواب ہوں گے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ثابت بنانیؒ سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز چھ لاکھ آدمیوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے اور جمعہ کے دن کی چوبیس ساعتیں ہیں اور اس کی ہر ایک ساعت میں چھ لاکھ لوگوں کو دوزخ سے آزادی بخشتا ہے اور یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دوزخ میں سزا پانے کے لائق ہوتے ہیں اور ایک دوسری روایت میں ثابت بن انسؓ سے ذکر کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا کی ساعتوں میں سے ہر ایک ساعت میں جو لوگ دوزخ کی آگ کے مستحق ہوتے ہیں ان میں سے چھ لاکھ آدمیوں کو آزاد کرتا ہے اور جمعہ کے دن اور رات کی چوبیس ساعتوں میں سے ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ چھ لاکھ ایسے گناہ گاروں کو آزاد کرتا ہے جو دوزخ اور اس کی آگ کے عذاب کے سزاوار ہوتے ہیں اور عبد الرحمٰن بن ابن لیلیٰؒ اور ابو درداؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے اس کے نام ایک مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اگر جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ لے تو اس کو عمرہ کرنے والے کا ثواب ہوتا ہے اور اگر شام کی نماز بھی اسی جگہ پڑھے تو جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اس کو ضرور مل جائے گا اور ابو امامہ باہلیؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی جمعہ کے دن روزہ رکھتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور کسی جنازے پر جاتا ہے صدقہ دیتا ہے کسی بیمار کے ہاں جا کر اس کا حال پوچھتا ہے کسی کے نکاح میں شریک ہوتا ہے تو اس کے واسطے بہشت کا ملنا واجب ہو جاتا ہے۔

اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عمرو بن شعیبؓ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین طرح کے آدمی جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے ہیں ایک تو وہ جو لغویات کے واسطے آتے ہیں پس ان کو اپنی لغو

کارروائی کا حصہ ہی ملتا ہے اور دوسرے وہ ہیں جو اس واسطے آتے ہیں کہ خدا کی درگاہ میں صدق دل سے دعاء کریں پس جو کچھ یہ مانگتے ہیں اگر خدا چاہتا ہے تو ان کو دے دیتا ہے اور اگر نہیں چاہتا تو نہیں دیتا اور تیسرے وہ ہیں جو حاضر ہو کر خاموشی اور سکوت اختیار کرتے ہیں اور چلنے کے وقت کسی گردن کو نہیں روندتے اور نہ ہی کسی کو ایذا دیتے ہیں پس ان لوگوں کا یہ فعل آئندہ جمعہ تک ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے بلکہ اس کفارے میں تین دن زیادہ بھی شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (جو آدمی ایک نیکی کرتا ہے اس کو ویسی ہی دس نیکیاں عطاء ہوتی ہیں اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے ایسا کوئی جاندار نہیں جو جمعہ کے دن قیامت کے قائم ہونے کے ڈر سے خوف نہ کھاتا ہو مگر شیطان اور آدم علیہ السلام کی اولاد کے بدبخت لوگ نہیں ڈرتے۔ اور ذکر کرتے ہیں کہ زمین کے جانور اڑنے والے جانور جمعہ کے دن آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے سلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کا دن نیک ہے اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ ہر روز آگ سے دوزخ کو تپاتے ہیں مگر جمعہ کے دن نہیں تپائی جاتی۔ اسی واسطے باقی دنوں میں دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور جمعہ کے دن تمام وقتوں میں نماز پڑھنی درست ہے۔

جمعہ کی نماز کی تیاری

ابو صالح ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور غسل کرنے کے بعد پہلی ساعت میں ہی مسجد داخل ہو جاتا ہے اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جس قدر کہ ایک اونٹ کی قربانی کرنے میں حاصل ہوتا ہے اور جو دوسری ساعت میں مسجد میں جاتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ اس نے گائے کی قربانی کی ہے اور جو تیسری ساعت میں مسجد میں داخل ہوتا ہے تو اس کو سینگ دار بکری کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اور جو چوتھی ساعت میں جاتا ہے تو اس کو اس شخص کا ثواب ملتا ہے جو ایک مرغی کو قربانی دیتا ہے اور جو پانچویں ساعت میں جاتا ہے تو اس کو مرغی کے ایک انڈے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اور جب امام خطبہ پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے حاضر ہو کر خطبہ سنتے ہیں اور جن ساعتوں کا ذکر ہوا ہے ان میں سے پہلی ساعت تو صبح کی نماز کے بعد ہوتی ہے اور دوسری ساعت اس وقت کہ جب آفتاب بلند ہوتا ہے اور جب زیادہ بلند ہوتا ہے اور پھیل جاتا ہے اور اس کی گرمی کے سبب سے زمین پر پاؤں جلنے لگتے ہیں اور یہ اونچی چاشت کا وقت ہے تو اس وقت تیسری ساعت ہوتی ہے اور چوتھی ساعت زوال کے پہلے اور پانچویں ساعت زوال کے بعد ہوتی ہے اور یا اس وقت ہوتی ہے جب کہ آفتاب عین سر پر ہو نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو آدمی ہر جمعہ کو غسل کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اسے حکم ہوتا ہے کہ اب تم نئے سرے سے عمل کرو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو آدمی غسل کرتا ہے یا کسی کو کرواتا ہے اور اس کے بعد بہت جلد امام کے پاس چلا جاتا ہے اور کسی قسم کا لغو کلام نہیں کرتا تو اس کو ہر ایک قدم کے عوض میں اس قدر ثواب عطا ہوتا ہے جتنا کہ ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا ثواب ہوتا ہے پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے اہل کو غسل کرواتا ہے اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے یہاں غسل سے مراد جماع ہے کیونکہ اہل علم کے نزدیک جمعہ کے روز زوجہ سے ہم بستر ہونا بیان کیا گیا ہے اور پہلے زمانہ کے بعض بزرگ اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے ایسا ہی کیا کرتے تھے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ پہلے سر دھونا چاہئے اور اس کے بعد جسم کو دھویا جائے اور حسنؒ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے ابو ہریرہؓ تم ہر جمعہ کو غسل کیا کرو خواہ تم کو ایک دن کی قیمت دے کر ----------پانی خریدنا کیوں نہ پڑے پس اکثر فقیہوں کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے اور داؤدؒ کہتے ہیں کہ اس روز غسل واجب ہے جو شخص جمعہ کی نماز میں جانا چاہتا ہے وہ غسل کو ترک نہ کرے اور اس کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ہے اور غسل کے بعد مسجد کو جانا بہتر ہے کیونکہ ایسا کرنے میں خلاف سے بچتا ہے اور جمعہ کی نماز کے ادا کرنے تک طہارت کو قائم رکھے اور جب غسل کی نیت کرے تو پروردگار کی طاعت کے لیے کرے اور جنب کی حالت ہو اور اس میں صبح ہو جائے تو پھر وہ پہلے وضو کرے اور اس کے بعد غسل کرے اور وضو اور غسل سے جنابت کی طہارت اور جمعہ کی نماز کی نیت کرے تو یہ دونوں جائز ہیں اور اپنے بالوں اور ناخنوں کو ترشوالے اور بدن سے بدبو دور کرے اور اچھے کپڑے پہنے جو سفید ہوں اور سر پر پگڑی باندھے اور چادر اوڑھے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو لوگ پگڑی باندھتے ہیں ان پر فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اچھی خوشبو لگائے جن کی خوشبو پراگندہ ہوتی ہو اور ان کا رنگ پوشیدہ ہو اور جب اپنے گھر سے جامع مسجد کو نکل کر جائے تو آرام اور بردباری اور عاجزی سے چلے اور اپنی حاجت

مندی ظاہر کرے اور دعاء اور استغفار کرتا جائے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہو اور جب گھر سے نکلنے لگے تو اس وقت اپنے مالک کی زیارت کی نیت کرے اور فرضوں کے ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت کرے اور مسجد میں ٹھہرنے کے وقت سے واپس آنے تک خدا کے قرب کی نیت رکھے اور اپنے بدن کے اعضاء کو لغو حرکتوں اور لغو کھیلوں سے روکے رکھے اور جمعہ کے دن آرام کو ترک کردے اور دنیا کی لذت سے بھی پرہیز کرے اور بہت سے درود اور وظیفے پڑھے پس جمعہ کے اول روز سے لے کر وقت نماز کے آخر تک خدا کی اطاعت اور عبادت میں اپنا وقت کاٹے اور جب جمعہ کی نماز پڑھ چکے تو پھر عصر تک علم کی مجلس میں شریک ہو اور وعظ سنے اور پھر عصر سے آفتاب کے ڈوبنے تک درود اور وظائف میں مشغول رہے اور استغفار پڑھے اور اگر ہر رات اور دن کے تمام وقت کو خدا کے ذکر میں ہی بسر کرے تو یہ بہتر ہے اور اس وظیفے کو دو سو مرتبہ پڑھے خدا کے سوا جو یگانہ ہے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور اسی کے لیے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آتی ہر ایک نیکی کا اندازہ اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور ایک سو دفعہ یہ پڑھے وہ خداوند بزرگ اور پاک ہے اور حمد اسی کے واسطے ہے اور ایک سو دفعہ یہ کہے خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ برحق بادشاہ ہے اور ظاہر ہے اور ایک سو مرتبہ یہ کہے اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جو تیرا بندہ ہے اور تیرا امی رسول ہے اور سو مرتبہ یہ کہے کہ میں خدا سے بخشش چاہتا ہوں جو زندہ اور قائم ہے اور تجھ سے توبہ کی قبولیت چاہتا ہوں اور سو مرتبہ یہ کہے اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور خدا کے سوا کسی کو قوت نہیں ہے پس یہ ذکر سات سو مرتبہ پڑھنا ہوتا ہے اور بعض صحابہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ روز مرہ بارہ ہزار دفعہ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعض تابعین سے یہ روایت کرتے ہیں کہ وہ ہر روز تیس ہزار دفعہ تسبیح پڑھتے تھے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں نے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو اچھی طرح جان لیا تھا اور اس کو پہچان لیا تھا پس تم کو بھی خوف کرنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم محروموں کے گروہ میں داخل کئے جائیں اگر تم خدا کو یاد نہ کرو گے تو اللہ تم کو بھی یاد نہ کرے گا جو بندہ مومن ہوتا ہے وہ پہلے خدا کو یاد کرتا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو یاد فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے (تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) اور یہ لائق نہیں ہے کہ نماز سے پہلے قصہ پڑھنے والے لوگوں کا قصہ سنا جائے کیونکہ قصہ پڑھنا بدعت ہے اور ابن عمرؓ وغیرہ صحابہ کا یہ دستور تھا کہ جو لوگ قصہ پڑھنے والے ہوتے تھے آپ انہیں مسجد سے نکال دیا کرتے تھے

جیسا کہ ابوذرؓ کا قول ہے اگر کوئی آدمی اہل علم کی مجلسوں میں حاضر ہو تو اس کا حاضر ہونا نماز کی ایک ہزار رکعت سے بہتر ہے اور جب لوگ جامع مسجد میں آئیں تو انہیں لوگوں کی گردنیں لتاڑتا ہوا نہ جانا چاہئے یعنی ان کے سروں کو پھاندتے اور پامال کرتے ہوئے نہ گزریں اور اگر امام یا موذن ہو تو اس کو اوپر سے گزرنا جائز ہے روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ لوگوں کی گردنوں کو روندتا ہوا گزر رہا تھا آپ نے اس کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو نے ہمارے ساتھ جمعہ کی نماز کیوں ادا نہیں کی اس نے عرض کی کہ آپ نے مجھ کو نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تُو دیر سے آیا اور لوگوں کو ایذا پہنچائی ہے اور ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے جماعت میں شریک ہونے سے کس چیز نے منع کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں جماعت میں شریک تو ہوا ہوں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تجھے آدمیوں کے سروں اور گردنوں کو روندتا ہوا دیکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے، جو شخص ایسا کرے گا وہ قیامت کے دن دوزخ کی پیٹھ پر پل بنے گا اور اس کے اوپر سے ہو کر لوگ گزریں گے اور اپنے پاؤں تلے اس کو روندیں گے اور جب کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے نہ گزرنا چاہئے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گزرنے سے اگر ۴۰ برس تک کھڑا ہونا پڑے تو یہ بہتر ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی آدمی ریت کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑ جائے تو ایسا ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی نماز پڑھنے والے آدمی کے آگے سے گزرے۔ اور جب کوئی آدمی آگے بیٹھا ہوا ہو تو اس کو اپنی جگہ سے نہ اٹھائے اور نہ ہی کسی دوسرے آدمی کی جگہ پر آپ بیٹھے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اپنے کسی بھائی کو اس جگہ سے اٹھاؤ نہیں تاکہ اس کو اٹھا کر آپ اس کی جگہ میں بیٹھ جاؤ۔ اور ابن عمرؓ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی آدمی اپنی جگہ سے اٹھا کرتا تھا تو خود اس کی جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے۔ اگر وہ آ کر بیٹھ جاتا تھا اور پھر کچھ خالی جگہ پاتے تھے تو وہاں بیٹھ جاتے تھے۔ اور جب کوئی دیکھے کہ سامنے کچھ فاصلہ پر جگہ خالی ہے مگر وہاں لوگوں کو روند کر جانا پڑتا ہے تو اس باب میں دو روائتیں ہیں امام احمد کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب یا مالک کسی شخص کو بھیجے اور اس کو ہدایت کرلے کہ میری جگہ پر جا کر بیٹھ جا اور وہ اپنے مالک کے کہنے کے موافق جا کر بیٹھے تو اس کو جائز ہے اور دوسرے بزرگوں کا یہ قول

بھی ہے کہ خالی جگہ پر گزر کر بیٹھنا درست ہے اور گزرتا ہوا کوشش کرے کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور اگر کوئی آدمی اپنے لیے مصلی بچھائے تو اس میں بھی گفتگو ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ لازم ہے کہ وہ اس کو اٹھا کر آپ اس جگہ پر بیٹھ جائیں۔ بعض کا یہ قول ہے کہ اگر مصلی سے بے فائدہ جگہ رکتی ہو تو اس کو اٹھا کر زائد جگہ پر بیٹھنا جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسی کے اوپر ہی بیٹھ جائیں اور جہاں تک ہو سکے امام کے نزدیک بیٹھنے کی کوشش کی جائے اور جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت خاموش ہو کر بیٹھے کسی قسم کی کوئی بات نہ کرے اگر اس وقت باتیں کرے گا تو خداوند تعالیٰ کے نزدیک گناہ گار ٹھہرے گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر کوئی خطبہ شروع ہونے سے پہلے اور خطبہ ختم ہو جانے کے بعد باتیں کرے تو اس وقت حرام نہیں۔

جمعہ کے دن کی بزرگی

شیخ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابو القاسم عبداللہ بن عمر الفقیہ شافعیؒ سے اور وہ حبیب بن حسن قرازؒ سے اور وہ جعفر بن محمد خراسانیؒ سے اور وہ ابو ایوب سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقیؒ سے اور وہ محمد بن شعیبؒ سے اور وہ عمر بن عبداللہ غلام عفرہؒ سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک سفید پر تھا اور اس میں ایک سیاہ نقطہ بھی تھا میں نے پوچھا کہ اے جبرائیل تو نے یہ ہاتھ میں کیا لیا ہوا ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ہاتھ میں یہ جمعہ کا دن پکڑا ہوا ہے اور اس میں تمہارے واسطے بہت سی نیکیاں لئے ہوئے ہوں اس کے بعد میں نے پوچھا کہ اس میں جو کالا سا نقطہ ہے وہ کیا ہے جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ کالا نقطہ قیامت ہے۔ اور وہ اسی دن میں یعنی جمعہ کے روز میں ہی قائم ہوگی۔ اور جمعہ کا دن ایسا ہے کہ وہ سب دنوں کا سردار ہے۔ اور اپنے محاورہ میں ہم اس دن کو روز مزید کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ اس دن کا یہ نام کس واسطے رکھا ہے جواب دیا کہ یہ نام اس کا اس واسطے رکھا ہے کہ خدا نے بہشت میں ایک وادی بنائی ہے وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو خداوند تعالیٰ عرش معظم سے اس وادی میں آتا ہے اور اس میں آ کر اپنی کرسی پر جو وہاں رکھی ہوئی ہے اجلاس فرماتا ہے اور اس کرسی کے اردگرد دوسری بہت سی کرسیاں اور منبر بچھائے ہوئے ہیں اس پر انبیاء آ کر اپنے اپنے درجہ کے موافق جلوس سے رونق افروز ہوتے ہیں اور جواہر سے مرصع سونے کی کرسیاں بھی اپنے قرینے سے رکھی ہوئی ہیں ان پر شہید اور صدیق لوگ آ کر بیٹھتے ہیں۔ اور اس کے بعد دربار میں وہ لوگ آ کر حاضر ہوتے ہیں جو بالا خانوں والے ہوتے ہیں۔ اور ان کا اس قدر کثیر انبوہ ہوتا ہے کہ جس قدر ریت کے ٹیلے ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے اپنا وعدہ تم سے سچا کیا ہے۔ اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کو کامل کر دیا ہے۔ اور اپنی رحمت کے قرب وجوار میں تم کو اتارا ہے۔ اور جو کچھ تم مجھ سے مانگنا چاہتے ہو اس کا مجھ سے سوال کرو۔ یہ سنتے ہی سب حاضرین جلسہ سجدہ میں پڑ کر عرض کرتے ہیں کہ ہم جس قدر حاضرین مجلس ہیں سب کے سب تیری رضامندی کی درخواست کرنے والے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے۔ خداوند تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں تم پر راضی ہوں میری رضامندی نے ہی تم کو میرے گھر میں لا کر اتارا اور جگہ دی ہے اور تم کو اس قدر بزرگی کا رتبہ عطا کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ تم اور مانگنا چاہتے ہو۔ وہ مانگو جب یہ عام اجازت ہو جاتی ہے تو اس کے بعد جو کسی کی آرزو ہوتی ہے اس کو دل کھول کر اپنے پاک پروردگار سے طلب کرتے ہیں۔ اور جو کسی کی آرزو ہوتی ہے خداوند تعالیٰ اس کی آرزو کو پورا کر دیتا ہے۔ اور اس کے بعد ہر ایک آدمی اپنے پروردگار کی عطاء کی گئی نعمت کے شکریہ میں یہ کہتا -------- ہے ہمارا پروردگار ہمارے واسطے کافی ہے۔ غرض جمعہ کے اجر اور عوض میں لوگوں کو جو نعمتیں عطاء ہوتی ہیں وہ ایسی نادر بیان کی گئی ہیں کہ نہ تو ان کو کسی غیر کی آنکھوں نے دیکھا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی دوسرے کانوں میں ان کی آواز پہنچی ہوتی ہے۔ اور نہ ہی کسی کے دل پر ان کا خیال گزرتا ہے۔ اور جب اس خلعت فاخرہ سے سرفراز ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد بالا خانوں والے اپنے اپنے بالا خانوں کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔ اور ان کے مکان سفید موتیوں اور یاقوت سرخ اور سبز زمرد کے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں کچھ شکست و ریخت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کے مرمت کرنے کی حاجت پڑتی ہے اور ان کے اندر نہریں جاری ہیں اور بہت سے درخت ہیں اور نرم نرم سبزہ زار بھی ہیں اور درختوں کی شاخوں کے ساتھ پھل بھی لگے ہوئے ہیں اور پھل کے بوجھ سے ڈالیاں جھک رہی ہیں۔ اور بہشتی لوگوں کی بیبیاں مسندوں پر بیٹھی ہوئی اپنے جوبن اور حسن کی بہار کو دکھا رہی ہیں اور خدمتگار بھی ہاتھ باندھے ہوئے خدمت میں موجود کھڑے ہیں۔ پس جو لوگ بالا خانوں والے ہیں وہ جمعہ کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔ تاکہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی زیادہ حاصل کر سکیں۔

اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ محمد بن احمد حافظؒ سے اور وہ ابو علی محمد بن احمد صوافؒ سے اور وہ ابو العباسؒ عبد اللہ بن اصفرؒ سے اور وہ اسحاق بن ابراہیم ابو صالح جزارؒ سے اور وہ عمر بن شمسؒ سے اور وہ سعد بن طریف الاسکافؒ سے اور وہ اصبغ بن بنانہؒ سے اور وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب جمعہ کا روز آتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی مسجد میں آتے ہیں۔ اور آکر وہاں اپنا نیزہ گاڑ دیتے ہیں۔ اور تمام فرشتے سب مسجدوں کے دروازوں پر نیزے گاڑ دیتے ہیں اور اس کے بعد چاندی کے ورق نکالتے ہیں اور سونے کی قلم پکڑ کر جو لوگ مسجد میں آنے والے ہوتے ہیں ان کو درجہ بدرجہ لکھنا شروع کرتے ہیں۔ پہلے اس کو لکھتے ہیں جو سب سے اول مسجد میں آتا ہے اور اسی طرح ترتیب وار باقی لوگوں کو لکھتے جاتے ہیں اور جب مسجد میں آنے والے لوگوں میں سے ستر آدمی آچکتے ہیں تو اس کے بعد اپنے دفتر کو لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور یہ ستر آدمی جو سویرے سب سے پہلے درجہ بدرجہ مسجد میں آکر داخل ہوتے ہیں ان کا رتبہ ان ستر آدمیوں کا سا ہوتا ہے۔ جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے برگزیدہ کیا تھا اور یہ ستر آدمی نبیوں میں سے تھے۔ اور اس کے بعد فرشتے صفوں میں جاتے ہیں اور ان میں نماز پڑھنے والے لوگوں کی جستجو کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ فلاں آدمی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ کہاں گیا۔ اس کا جواب ان کو یہ ملتا ہے کہ وہ تو مر گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل کرے وہ صاحب جمعہ تھا یعنی جمعہ کی نماز میں حاضر ہوا کرتا تھا اور نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور پھر دوسرے آدمی کو پوچھتے ہیں اس کی نسبت یہ جواب دیا جاتا ہے کہ وہ تو غائب ہے۔ یہ سن کر فرشتے کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے۔ اور اس کے بعد پھر اور آدمی کا حال پوچھتے ہیں اس کی نسبت ان کو جواب دیتے ہیں کہ وہ بیمار پڑا ہوا ہے۔ یہ سن کر فرشتے کہتے ہیں کہ خداوند کریم اس بیمار کو اپنے فضل و کرم سے صحت بخشے۔ یہ بھی صاحب جمعہ تھا جمعہ سے محبت رکھتا تھا اور نماز پڑھا کرتا تھا۔

روز جمعہ کی مقبول ساعت

جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ جب کوئی بندہ اس میں خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں دعاء کرتا ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ محمد بن ابراہیمؒ سے اور وہ ابو سلمہؓ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ کوہ طور پر گیا اور وہاں میں نے دیکھا کہ کعب احبار موجود ہیں میں نے ان کو رسول مقبول ﷺ کی احادیث سنائیں اور انہوں نے میرے پاس توریت کی عبارت پڑھی۔ اور ہم نے کسی بات میں بھی اختلاف نہ کیا یہاں تک کہ ہم اس حدیث پر پہنچے میں نے یہ حدیث سنائی کہ جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت ہے کہ جب کوئی مومن اس میں نماز پڑھے اور خدا کی درگاہ میں کسی چیز کی درخواست کرے اور وہ نیک بات پر ہو تو اللہ جل شانہ اس کو عطاء کر دیتا ہے کعبؓ نے پوچھا کہ ہر ایک سال میں ہے؟ میں نے کہا کہ ہر ایک جمعہ میں ہے اور ہمارے رسول مقبول ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ یہ سن کر تھوڑی دیر تک تامل اور فکر کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ ہاں آپ نے سچ کہا ہے خدا کی قسم اس ساعت کے حق میں جیسا کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے وہ ویسی ہی ہے اور جتنے روز ہیں سب کا سردار جمعہ کا روز ہے۔ اور خدا کے نزدیک یہ زیادہ پیارا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اسی روز میں پیدا کیا اسی دن ان کو بہشت میں داخل کیا ہے اور اسی روز خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اتارا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو وہ بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی اور جس قدر مخلوق ہے سب کی سب اس روز میں آنے والی چیز کی منتظر رہتی ہے اور آواز پر کان لگائے رکھتی ہے کوئی چیز غافل نہیں رہتی۔ اگر غفلت اختیار کرتے ہیں تو دو گروہ ہی کرتے ہیں۔ جن اور انسان اس کے بعد میں وہاں سے لوٹا اور لوٹتے ہوئے عبد اللہ بن سلام سے ملاقات کی۔ اور میرے اور کعب احبار کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کا تذکرہ کیا عبد اللہ نے سن کر جواب دیا کہ کعب جھوٹا ہے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا ثبوت توریت میں موجود ہے۔ میں نے کہا کہ آخر کار کعب نے بھی اقرار کیا ہے کہ جیسا حدیث میں بیان ہوا ہے بے شک ویسا ہی ہے عبد اللہ نے اس کے بعد کہا کہ جمعہ میں جس ساعت کا مذکور ہوا ہے میں اس کو جانتا ہوں۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ وہ کون سی ساعت ہے۔ جواب دیا روز جمعہ کی آخری ساعت ہے میں نے اس پر اعتراض کیا کہ آخری ساعت کیونکر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ سنا گیا ہے کہ اس ساعت میں مومن نماز پڑھے اور آخری ساعت میں نماز کیونکر ہو سکتی ہے۔ جواب میں فرمایا کہ تو نے پیغمبر خدا کی حدیث نہیں سنی کہ آپ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی نماز فرض کی انتظار میں بیٹھے تو اس کا یہ بیٹھنا نماز میں داخل ہے میں نے اس پر کہا ہاں جو کچھ کہا گیا ہے وہ صحیح اور درست ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں محمد بن سیرینؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مومن اس میں خداوند

تعالیٰ سے کسی نیک چیز کی درخواست کرے تو اللہ جل شانہ وہ چیز اس کو عطاء کر دیتا ہے اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ وہ بہت تھوڑی سی ساعت ہے اور بعض بزرگوں نے روایت کی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ایک فضل تو بندوں پر یہ کیا ہے کہ ان کو رزق عطاء کیا ہے اور اس کے سوا اور بھی بہت سے فضل اور بزرگیاں ہیں اور وہ اسی آدمی کو دی جاتی ہیں جو پنج شنبہ کی رات اور جمعہ کے دن کو خداوند تعالیٰ کی جناب میں سوال کرتا ہے۔

اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ سعید بن راشدؓ اور وہ زید بن علیؓ سے اور وہ مرجانہ سے اور وہ بی بی فاطمہؓ بیٹی رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مومن اس میں نیکی طلب کرے تو خداوند تعالیٰ اس کو وہ نیکی عطاء کر دیتا ہے میں نے عرض کی کہ اے والد بزرگوار وہ کونسی ساعت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت ہے جس میں آفتاب کا نصف حصہ غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے اور مرجانہ کہتے ہیں کہ حضرت بی بی فاطمہؓ کا یہ دستور تھا کہ جب جمعہ کا روز آتا تھا تو اس دن اپنے غلام مسمی زیدؓ سے یہ فرمایا کرتی تھیں کہ تم جا کر بلند ٹیلوں پر چڑھ جاؤ اور آفتاب کی طرف نگاہ کرو جب قریباً نصف غروب ہونے کو ہو تو اس وقت مجھے اطلاع دو اس لیے زیدؓ فرمان کے موافق عمل کرتے جب وہ وقت آجاتا تھا فوراً آ کر اس سے آپ کو اطلاع دیتے تھے فاطمہؓ اطلاع کے ہوتے ہی مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور اس وقت نماز ادا کرتی تھیں اور کثیر بن عبداللہ مزنیؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر اس میں کوئی بندہ خدا کی درگاہ میں دعا کرے اور کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطاء کر دیتا ہے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ ساعت کون سی ہے آپ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز قائم ہونے سے اس کے ختم ہونے تک اور کثیر بن عبداللہ مزنیؒ کہتے ہیں کہ اس بیان سے پیغمبر ﷺ کا مقصود جمعہ کا روز ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ محمد بن منکدرؒ سے اور وہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں مندرجہ ذیل دعا عرض کی گئی اور اس کے اثر کے باب میں پوچھا گیا۔ دعا۔

سُبْحَانَکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ سن کر آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی جمعہ کے دن کی ایک ساعت میں مشرق اور مغرب کی کسی چیز کے واسطے یہ دعاء پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کی دعاء کو قبول کر لیتا ہے اور صفوان بن سلیم کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ جب جمعہ کے دن امام منبر پر کھڑا ہوتا ہے اگر اس وقت کوئی یہ کہے (خدا کے سوا جو یگانہ ہے کوئی اور معبود نہیں ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کے واسطے ملک ہے اور اسی کے لیے ہی حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور ہر ایک چیز پر قادر ہے خدا تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے) اور براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ماہ رمضان میں جو جمعہ آتا ہے اس کی بزرگی باقی سب دنوں پر ایسی ہے جیسی کہ ماہ رمضان کے دنوں کو دوسرے دنوں پر بزرگی اور فضیلت حاصل ہے۔

جمعہ کے روز خدا کے رسول مقبول ﷺ پر درود

ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز میرے اوپر بہت درود بھیجو کیونکہ اس میں جو آدمی نیک عمل کرتا ہے اس کو اس کا دو چند ثواب ملتا ہے اور فرمایا کہ میرے واسطے وسیلہ کے درجہ کی دعا مانگو لوگوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول بہشت میں یہ وسیلہ کا درجہ کیا چیز ہے جواب میں فرمایا کہ یہ بہشت کے تمام درجوں میں سے بہت بڑا اونچا درجہ ہے اور یہ درجہ کسی کو نہیں ملے گا اگر ملے گا تو یہ نبی کو ہی ملے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ خداوند کریم یہ درجہ مجھ کو عطاء فرمائے گا اور محمد بن منکدرؒ حضرت جابرؓ سے راوی ہیں کہ جب کوئی مومن اذان سنے تو اس وقت اس کو یہ دعا پڑھنی چاہیے اے اللہ جو تو اس پوری پکار اور قائم ہونے والی نماز کا پروردگار ہے تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور ان کو بزرگی دے اور بلند رتبہ عطا کر اور ان کو محمود مقام میں پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے جو آدمی میرے واسطے ایسی دعا مانگے گا اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت حلال ہو جائے گی اور عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ رات اور دن میں میرے اوپر کثرت سے دعا بھیجو اور درود پڑھو اور یہ جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن ہے اور عبدالعزیز بن صہیبؓ کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی جمعہ کے روز میرے اوپر اسی دفعہ درود بھیجے گا تو خدا تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ بخش دے گا میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر کس طرح درود بھیجا جائے آپ نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو اے اللہ محمد ﷺ پر درود بھیج وہ تیرا بندہ ہے اور تیرا امی رسول ﷺ ہے اور انگلی سے شمار کرے اور مکحول شامیؒ ابوامامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز کثرت کے ساتھ مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جمعہ کے دن میری امت کا درود میرے پیش کیا جاتا ہے اس لیے جو آدمی میرے اوپر زیادہ درود بھیجے گا وہ قیامت کے دن درجہ میں میرے زیادہ نزدیک ہو گا۔

جمعہ کے روز کون سی سورتیں پڑھنی مستحب ہیں

ابونصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابی الاحوصؓ سے اور وہ عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جمعہ کا روز آتا تھا تو خدا کے رسول اس کی صبح کو سورۃ الم سجدہ اور سورۃ هَلْ اَتٰی پڑھا کرتے تھے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ مغرب کے وقت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے اور جب عشاء کا وقت آتا تھا تو اس میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھتے تھے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان سورتوں کو جو مذکور ہوئی ہیں جمعہ کی نماز میں پڑھا کرتے تھے اور حسنؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی جمعہ کی رات میں ان سورتوں کو پڑھے سورۃ یٰسین حم الدخان تو قیامت میں جب اس کا حشر ہو گا تو بخشا ہوا اٹھے گا اور فرمایا ہے کہ جو آدمی جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھتا ہے وہ گویا اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو خدا کی راہ میں دس ہزار دینار صدقہ میں دیتا ہے اور فرمایا ہے کہ جمعہ کی رات کو یا جمعہ کے دن میں سورۃ انعام اور سورۃ کہف اور سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الملک کے ساتھ نماز کی چار رکعتیں پڑھنی مستحب ہیں اور اگر قرآن اچھی طرح نہیں جانتا یاد نہیں ہے تو جس قدر جانتا ہو وہی پڑھے اور پر جو کچھ بیان ہوا ہے وہ اسی کے واسطے ہے جو قرآن مجید کا حافظ ہے اور فرمایا ہے کہ جو آدمی قرآن کو حفظ کرتا ہے یہ اس کی عقل مندی پر دلالت کرنے والا ہے اور اگر قرآن اچھی طرح یاد ہو تو اس صورت میں جمعہ کے روز پورا قرآن پڑھنا چاہئے اور اگر دن بھر میں وہ تمام قرآن پورا نہ کر سکے تو جمعہ کی رات کو بھی ساتھ ملا لے اور دن اور رات دونوں میں سارا قرآن ختم کرے اور بہتر یہ ہے کہ مغرب کی دو رکعتوں یا صبح کی دو رکعت میں قرآن ختم کرے اور اگر ایسا کر سکے کہ روز جمعہ کی اذان اور اقامت کے درمیان ختم کرے تو یہ نہایت ہی افضل اور بہتر ہے اور اگر جمعہ کے روز دس یا بیس یا اس سے زیادہ رکعتوں میں ہزار دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے تو اس کا پڑھنا قرآن کے ختم کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ جمعہ کے روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ہزار دفعہ درود بھیجا جائے اور اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ ایک ہزار دفعہ تسبیح پڑھے اور تسبیح کے یہ چار کلمے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

روز جمعہ کی وجہ تسمیہ

ابونصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ سلمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ روز جمعہ کا نام جمعہ کیوں ہوا ہے میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول مجھ کو تو معلوم نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اس دن میں تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام جمع کئے گئے اس واسطے اس کا نام جمعہ ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور نماز جمعہ پڑھے تو اس کے تمام گناہ سوائے کبیرہ گناہوں کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے معاف ہو جاتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جمعہ اجتماع سے مشتق ہے اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کے قالب اور ان کی روح کا آپس میں جمع ہونا مقصود ہے اور چالیس برس کی جدائی کے بعد یہ دونوں آپس میں جمع ہوئے تھے اس واسطے اس کا نام جمعہ ہوا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اور حوا کے جمع ہونے کے باعث یہ نام رکھا گیا ہے جب کہ اماں حوا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آدم اور حوا کے فراق طویل کے جمع ہونے کے باعث اس روز میں شہر اور دیہات کے لوگ آپس میں اکٹھے ہوتے ہیں اس واسطے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس روز میں قیامت کا قیام ہو گا اور سب مخلوق وہاں ایک جگہ جمع ہو گی اس واسطے اس کو جمعہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس دن جمع ہونے کے واسطے تم کو جمع کرے گا۔

توبہ کا بیان

یاد رکھنا چاہئے کہ روزوں اور عید الاضحیٰ اور نماز اور دوسری عبادتوں اور ذکر کے باب میں جو کچھ بیان ہوا ہے اور جو آئندہ کیا جائے گا یہ اسی صورت میں قبول ہوتا ہے کہ پہلے توبہ کرے اور پھر جو عمل کرے وہ دلی خلوص سے ہو اس میں ریاء مطلق نہ ہو اور توبہ کرنے کا طریقہ اور بیان کیا گیا ہے اور اب توبہ کے باب کو کچھ اور بھی زیادہ کھولا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ توبہ کرنے والے ہوتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ زیادہ دوست رکھتا ہے اور ایسا دل محبوب رکھتا ہے جو گناہوں سے پاک اور صاف ہوتا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (خدا تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) اور پاک آدمیوں کو دوست رکھتا ہے اور عطاء اور مقاتل کلبی کہتے ہیں کہ جو لوگ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور ان کو دوست رکھتا ہے جو پانی سے غسل کرتے ہیں اور جو لوگ حدث اور حیض کی پاکی اور جنابت کی ناپاکی اور نجاستوں کو پانی سے دھوتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے اہل قباء کے قصہ میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے (مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ وہ طہارت کو دوست رکھتے ہیں) خدا کے رسول نے اہل قباء سے پوچھا کہ تمہارا کیا طریق ہے انہوں نے جواب میں عرض کی کہ ہم لوگ پہلے پتھر سے استنجا کرتے ہیں اور اس کے بعد پانی سے دھو ڈالتے ہیں اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہیں کہ جو آدمی گناہوں سے توبہ کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور جو لوگ عورتوں کے دبر خانہ یعنی پاخانہ کی جگہ میں جماع کرنے سے اپنے آپ کو بچاتے رہتے ہیں خدا ان کو دوست رکھتا ہے کیونکہ جو شخص عورت کی دبر میں جماع کرتا ہے وہ ہرگز پاک نہیں کیونکہ عورت اور مرد کی دبر ایک جیسی ہے اور فرمایا ہے کہ جو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور شرک سے پاک رہتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایک روایت میں ابی منہال لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ابی عالیہ کے پاس موجود تھا اس وقت انہوں نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح سے کیا میں نے ان سے پوچھا کہ جو آدمی توبہ اور طہارت کرتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے جواب میں فرمایا کہ وضو اتنی کونسی بڑی چیز ہے کہ جس کے واسطے خدا یہ فرمائے کہ وضو کرنے والوں کو دوست رکھتا ہوں البتہ یہ ضرور ہے کہ وضو ایک اچھی چیز ہے اور پاک لوگوں سے خدا نے ان آدمیوں سے مراد لی ہے جو گناہوں سے اپنے آپ کو پاک رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی تعریف میں ہی خدا نے یہ فرمایا ہے کہ پاک آدمیوں کو دوست رکھتا ہوں اور ایک روایت میں سعید بن جبیرؓ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ شرک اور گناہ سے توبہ کرتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور کہتے ہیں کہ جو آدمی گناہ سے توبہ کرتے ہیں اور پھر دوسری دفعہ ان کی طرف عود نہیں کرتے اور جب گناہ سے پاک ہوتے ہیں تو پھر اس کے نزدیک نہیں جاتے ان کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور فرمایا کہ جو کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور ان سے پاک رہتے ہیں ان سب کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور ان کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے جو برے فعلوں اور برے قولوں سے پاک رہتے ہیں اور فرمایا ہے کہ جو لوگ نالائق افعال اور برے اقوال سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے دل کو برے عقیدہ اور تہمات سے پاک رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور فرمایا ہے جو لوگ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور عیب سے پاک رہتے ہیں اور جو ہر وقت کے گناہوں سے توبہ کرتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے)

اور محمد بن منکدرؒ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم سے پہلے زمانہ میں ایک شخص کی گزر ایک کھوپڑی پر ہوئی اور اس نے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے پروردگار جو تو ہے وہ تو ہی ہے اور جو میں ہوں وہ میں ہی ہوں تو تو آمرزش یعنی بخشش سے پھر آنے والا ہے اور میں گناہوں سے پھر آنے والا ہوں یہ کہتے ہوئے سجدہ میں گر پڑا اسی اثناء میں غیب سے اس کو ایک آواز آئی کہ تو اپنے سر کو اٹھا میں بخشش کی طرف لوٹنے والا ہوں اور تو گناہوں کی طرف سے رجوع کرنے والا ہے یہ آواز سن کر اس شخص نے اپنا سر اٹھایا اور رحمت ایزدی نے اس کو بخش دیا اور خداوند تعالیٰ اخلاص کے باب میں فرماتا ہے (اور ان کو یہی حکم کیا گیا ہے کہ جب پاک ہوں تو اس وقت اللہ کی عبادت کریں) اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (آگاہ رہو کہ خالص دین اللہ کے واسطے ہے) اور ارشاد کیا ہے (اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ مگر تمہاری پرہیزگاری پہنچ جاتی ہے) اور خدا نے فرمایا ہے (ہمارے اعمال ہمارے واسطے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے واسطے ہیں اور ہم اس کے واسطے اخلاص کرنے والے ہیں) اور اخلاص کے معنوں میں لوگوں کو اختلاف ہے حسنؒ کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ اخلاص کے کیا معنی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میں نے بھی خدا کے رسول ﷺ سے اس کے معنی پوچھے تھے رسول مقبول ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے اس کے معنی جبرائیل علیہ السلام سے پوچھے تھے اور جب ان سے پوچھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے پروردگار کی درگاہ میں عرض کی تھی کہ اخلاص کے کیا معنی ہیں تو اللہ سبحانہ نے فرمایا وہ ایک بھید ہے میرے بھیدوں میں سے میں اسے اس دل میں رکھتا ہوں جسے زیادہ دوست رکھتا ہوں اور ابو

ادریس خولانی کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہرایک امر کے واسطے ایک حقیقت ہے اور بندہ خدا کے اخلاص کی حقیقت کو اسی وقت پہنچتا ہے جب کہ وہ خدا کے کام کو دوست رکھتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے اور سعید بن جبیرؓ کہتے کہ اخلاص یہ ہے کہ اپنے دین اور عمل کو بندہ خدا کے واسطے خالص کردے اور اور اس میں کسی اور کو شریک نہ کرے اس کے عمل میں نمود اور ریاکاری نہ ہو اور فضیل نے فرمایا ہے کہ اگر عمل آدمیوں کے دکھانے کے واسطے چھوڑ دیا ہے تو یہ بھی ریا ہے اور اگر لوگوں کے سبب سے کیا ہے تو وہ شرک ہے اور ان دونوں کاموں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ڈرنا اخلاص ہے اور یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ اخلاص عیبوں سے عمل کو اس طرح الگ کرتا ہے جیسے گوبر اور خون سے دودھ جدا ہو جاتا ہے اور ابوالحسین بوشنجی کہتے ہیں اخلاص ایک ایسی چیز ہے کہ نہ تو اس کو فرشتے لکھتے ہیں اور نہ ہی شیطان اس کو فاسد کر سکتا ہے اور نہ ہی اس پر انسان کو اطلاع ہوتی ہے اور رویم کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ تُو عمل پر نظر نہ رکھے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ اس سے حق کا ارادہ کیا جاوے اور اس میں راستی کا ارادہ کیا جاوے اور فرمایا ہے کہ اخلاص ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں کوئی آفت نازل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی تاویل کو اس میں دخل ہے اور فرمایا ہے کہ اخلاص وہ ہے جو مخلوص سے پوشیدہ ہو اور آلائش اور علائق سے پاک ہو اور حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اخلاص اس کو کہتے ہیں کہ بندہ کے ظاہری اور باطنی فعل یکساں ہوں اور ابو یعقوب مکفوف کا یہ قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ جس طرح اپنے عیبوں کو آدمی چھپاتا ہے اسی طرح اپنی نیکیوں کو بھی پوشیدہ رکھے اور سہل بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ وہ افلاس ہے اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے دل کو تین چیزوں میں خیانت روا رکھنی نہیں چاہئے جو عمل کرے وہ خالص خداوند تعالیٰ کے واسطے کرے اور جو لوگ صاحب حکم ہوں ان کی خیر خواہی کرے اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے اور بعض نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ ارادہ صرف اللہ کی طاعت کا کرے یعنی بندہ اپنی طاعت و عبادت سے صرف اپنے مولیٰ کے قرب کا ارادہ کرے مخلوق میں سے کسی کا ارادہ نہ کرے اس لیے انسان کو لازم ہے کہ لوگوں کے واسطے عمل میں تصنع نہ کرے اور نہ ہی لوگوں کی تعریف کا امیدوار ہو اور نہ ہی لوگوں سے دوستی کی خواہش اور آرزو رکھے اور نہ ان کی وجہ سے اپنے نفس سے ملامت اور مذمت کو دور کرے اور بعض نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ مخلوق کے دیکھنے سے اپنے عملوں کو صاف رکھے۔

اور ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ صدق اور صبر پر ہمیشہ قائم اور مضبوط رہے اور صدق پورا نہیں ہوتا جب تک اس پر ہمیشگی نہ کرے اور اس میں اخلاص نہ ہو اور ابو یعقوب سوسی کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے اخلاص کو اخلاص کی نظر سے دیکھے تو وہ شخص اخلاص سے کمال کا محتاج ہوتا ہے اور کمال اس میں ہے کہ اپنے عمل میں اپنا اخلاص بھی دکھائی نہ دے اور ذوالنون کہتے ہیں کہ اخلاص کی علامت تین چیزیں ہیں اول یہ کہ لوگوں کی تعریف اور مذمت دونوں اس کے نزدیک یکساں ہوں دوسری یہ ہے کہ عمل کو دیکھنا بھول جائے تیسری یہ ہے کہ عمل کے ثواب پانے کی امید آخرت میں رکھے اور فرمایا ہے کہ اخلاص دل میں ایک ایسی چیز ہے کہ اس کو دشمن فاسد نہیں کر سکتا اور ابو عثمان مغربیؒ کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ کسی حال میں نفس کا اس میں حصہ نہ ہو اور یہ عام لوگوں کا اخلاص ہے اور خاص آدمیوں کا اخلاص یہ ہے کہ وہ ان پر جاری ہو اور نہ ان کے ساتھ ہو اور جس قدر وہ بے شمار طاعت کرتے ہیں ان کے دل میں اس کا خیال بھی نہ آئے اور ان کی نظر ان پر نہیں اور نہ ہی اپنی طاعت کا شمار کریں اور ابو بکر دقاق کہتے ہیں کہ اپنے اخلاص کے دیکھنے میں ہرایک مخلص آدمی کا نقصان ہے جب خدا کسی کے اخلاص کو خالص بنانا چاہتا ہے تو اخلاص کا دیکھنا اس کے اخلاص سے ساقط کر دیتا ہے اور اس کے بعد وہ شخص خدا کا حبیب ہو جاتا ہے اور اس کو اخلاص مل جاتا ہے اور اخلاص کرنے والا نہیں رہتا اور سہیلؒ ان پر اللہ کی رحمت اور رضامندی ہو کہتے ہیں کہ ریا کو مخلص آدمی کے سوا اور کوئی پہچان نہیں سکتا اور ابو سعید حرازؒ کہتے ہیں کہ عارف کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے اور ابو عثمان کہتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ اپنے خالق کی طرف نظر کرنے کے سبب مخلوق کی طرف دیکھنا بھول جائے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس میں حق کا ارادہ کیا جائے اور سچائی کا قصد کیا جاوے اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے عملوں سے آنکھ بند کر لینی اخلاص ہے اور سری سقطیؒ کہتے ہیں کہ جو آدمی لوگوں کے دکھلانے کے واسطے ایسی چیز سے اپنے آپ کو آراستہ کرے جو اس کی اپنی ذات میں نہ ہو تو خدا تعالیٰ کی نظر سے گر جاتا ہے اور جنیدؒ کہتے ہیں کہ اخلاص بندے اور خدا کے درمیان ایک راز ہے اور اس کو فرشتہ بھی نہیں جانتا تاکہ وہ لکھ سکے اور نہ ہی اس کو شیطان جانتا ہے کہ بگاڑ دے اور خواہش نفسانی بھی اس شخص کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دوسری طرف نہیں پھیر سکتی اور رویمؒ کہتے ہیں کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دونوں جہان میں اس کا کچھ عوض نہ چاہے اور نہ دونوں فرشتوں سے کسی حصہ کی خواہش رکھے ابن عبداللہؒ سے پوچھا گیا کہ نفس پر زیادہ سخت چیز کونسی ہے آپ نے جواب دیا کہ اخلاص کیونکہ اخلاص

سے نفس کو کچھ حصہ نہیں ملتا اور بعض نے کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی کے عمل پر خدا کے سوا اور کوئی اطلاع نہ پائے اور ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز سے پہلے ہم سہل بن عبد اللہؒ کے پاس آئے' آتے ہی ہم نے ان کے گھر میں ایک سانپ گھسا ہوا دیکھا اس کو دیکھ کر ہم گھبرا گئے کبھی آگے قدم رکھتے تھے اور کبھی پیچھے ہٹا لیتے تھے آپ نے دیکھ کر ہمیں فرمایا کہ تم جھجکتے کیوں ہو اندر چلے آؤ جو شخص ایمان کی حقیقت کو پہنچا ہوا ہے اس سے زمین کی سب چیزیں ڈرتی ہیں

اس کے بعد سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جمعہ کی نماز پڑھنا چاہتے ہو میں نے جواب دیا کہ مسجد اور ہمارے درمیان اس وقت ایک رات اور دن کے فاصلے کی راہ ہے یہ سن کر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چل پڑے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ مسجد دکھائی دی ہم دونوں اس میں چلے گئے۔ اور وہاں نماز پڑھی اور جب نماز پڑھ کر وہاں سے نکلے تو سہلؒ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ مسجد سے نکلتے تھے ان کو دیکھتے رہے اور بعد میں فرمایا کہ ان لوگوں میں کلمہ توحید کہنے والے تو بہت نظر آئے ہیں مگر صاحب اخلاص تھوڑے دیکھے گئے ہیں۔۔۔۔۔ہم ایک دفعہ ابراہیم خواصؒ کے ساتھ سفر میں تھے جاتے جاتے ایک ایسی جگہ پہنچے کہ وہاں کثرت سے سانپ تھے ابراہیم خواصؒ نے وہاں اپنی ڈولچی رکھ دی اور بیٹھ گئے اور وہیں ان کے پاس ہم بھی بیٹھ گئے جب رات ہوئی تو سرد ہوا چلی اس کی خنکی سے بہت سے سانپ نکل آئے انہیں دیکھ کر میں نے شیخ کو آواز دی شیخ نے جواب دیا کہ اپنے خدا کو یاد کرو اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دیا اس سے سانپ اپنے اپنے راستے پر چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر آئے میں نے شیخ کو پکارا انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ خدا کو یاد کرو صبح تک ایسا ہی حال رہا جب سانپ نکلتے تھے تو ہر دفعہ میں شیخ کو آواز دیتا تھا اور وہ مجھے یہی کہتے تھے کہ اللہ کو یاد کرو اور صبح ہوتے ہی شیخ صاحب اٹھ کر چل پڑے میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا ہم راستے میں جا رہے تھے کہ شیخ صاحب کے بچھونے سے اچانک ایک بڑا سانپ زمین پر گر پڑا اس کی گردن میں ایک طوق سا تھا میں نے کہا کہ اے شیخ آپ نے اپنے بستر ے میں اتنے بڑے سانپ کو نہیں دیکھا تھا شیخ صاحب نے جواب دیا کہ نہیں ایک بڑی مدت کے بعد آج رات میں بڑے ہی آرام سے سویا ہوں اور ابو عثمانؒ کہتے ہیں کہ جس آدمی نے غفلت کی وحشت کا مزا نہیں چکھا اس کو انسیت ذکر کی لذت حاصل نہیں ہوتی۔

دل کی طہارت کا ذکر

ہر ایک عارف اور عابد کو لازم ہے کہ ہر حال میں ریاء سے پاک رہے اور لوگوں کو دکھلاوے اور غرور سے خوف کرے کیونکہ ناپاک نفس درپے ہے اور ہمیشہ اس کو گمراہ کرنے پر آمادہ رہتا ہے مہلک خواہش پیدا کرتا ہے اور ایسی لذتوں کے پیدا ہونے کے باعث ہوتا ہے جو بندے اور خدا کے درمیان پردہ ڈال دیتی ہیں جب تک انسان کے بدن میں روح باقی ہے اس کی غارت گری سے بچ نہیں سکتا اگرچہ بندہ بدلیت کی حالت میں ہو اور صدّیقیت کی حالت میں ہو اور صدّیقیت کی حالت پہلی حالت سے زیادہ سالم اور نفس کی بلاؤں سے زیادہ امن کی ہے اس میں نیکی زیادہ غالب ہوتی ہے اور باطن کا نور بھی زیادہ ہوتا ہے اور خدا کے راستے میں ہدایت ثابت ہوتی ہے اور خدا کی توفیق شامل اور اللہ کی حفاظت موجود رہتی ہے مگر پھر بھی عصمت پیغمبروں اور نبیوں کے واسطے ہی مخصوص ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ نبوت اور ولایت کے درمیان فرق باقی رہے اور جو لوگ اہل ریا اور اہل سمعہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کی غارت گری سے آگاہ کر دیا ہے اور اس کی پیروی سے باز رہنے کے واسطے سمجھا دیا ہے اور قرآن میں اس کی مخالفت کے باب میں ارشاد کر دیا ہے اور پھر اسے حدیثوں اور سنت کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو نمازی اپنی نماز سے غافل ہیں ان کے واسطے ہلاکت ہے اور جو ریاکار ہیں اور برتنے کی چیزوں کو منع کرتے ہیں ان کے لیے بھی ہلاکت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ یہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں اور خدا اس کو جانتا ہے جسے یہ اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب یہ نماز کے واسطے اٹھتے ہیں تو سست کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں کو دکھاتے ہیں اور خدا کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا سا تذبذب کی حالت میں یاد کرتے ہیں یہ دو گروہوں کے درمیان ہیں نہ ادھر ہیں اور نہ ادھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے عالموں اور عابدوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو باطل طور پر لوگوں کا مال کھاجاتے ہیں اور خدا کی راہ سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں اور خداوند نے فرمایا ہے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جو چیز تم آپ نہیں کرتے وہ اوروں کو کس واسطے کہتے ہو خدا کے نزدیک ایسا کرنا بڑا سخت گناہ ہے کہ جو تم آپ نہ کرو وہ دوسروں کو کہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (چاہے تم پوشیدہ کہو چاہے ظاہر جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے) اور فرمایا ہے (جو خدا کے پاک دیدار کا طالب ہے اسے کہہ دے کہ تو نیک عمل کر اور خدا کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ بنا) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (بے شک نفس بدی کی

طرف حکم کرنے والا ہے مگر جس پر پروردگار رحم کرے تو اس وقت انسان اس سے محفوظ رہتا ہے) اور فرمایا ہے (نفس کو بخل کی طرف متوجہ کیا گیا) اور حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا نے خطاب کیا ہے اے داؤد اپنے نفس کی خواہش کو چھوڑ دے نفس کی خواہش کے سوا میرے ملک میں کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں ہے

اور فرمایا ہے اگر تو نفس کی خواہش کی پیروی کرے گا تو وہ خدا کی راہ سے تم کو گمراہ کردے گا اور احادیث میں وہ روایت قابل ذکر ہے جو شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے اس وقت آپ کے مبارک چہرہ میں کچھ ایسی چیز پائی جس سے مجھے بہت پریشانی لاحق ہوئی میں نے عرض کی کہ اے خدا کے رسول آپ کا ایسا حال کیوں ہوا ہے جواب دیا مجھے یہ خوف ہے کہ میرے بعد میری امت شرک میں مبتلا نہ ہو جائے میں نے عرض کی کہ کیا وہ آپ کے بعد شرک کرے گی آپ نے جواب دیا کہ وہ نہ تو سورج کو پوجیں گے اور نہ چاند کو اور نہ ہی بتوں اور پتھروں کی عبادت کریں گے مگر عملوں میں ریاکار ہوں گے اور ریاکاری شرک ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی جو لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں ان کو نیک عمل کرنے چاہئیں اور خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں یعنی ریاکار نہ ہوں اور آپ نے فرمایا ہے جب قیامت ہوگی تو اس دن اعمال نامے لائیں گے اور ان پر مہر لگی ہوگی اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ تم ان اعمال ناموں کو پھینک دو اور انہیں دیکھو فرشتے بارگاہ ایزدی میں عرض کریں گے کہ تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم ہم نے تو نیکی کے سوا اور کچھ معلوم نہیں کیا کیا اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا کہ ہاں یہ تو سچ ہے مگر ان کے یہ عمل میرے سوا کسی اور کے واسطے ہیں۔ میں انہیں قبول نہیں کرتا۔ اور ان میں سے وہی چیز قبول کروں گا جو خاص میری ذات کے طلب کرنے کے لیے کی گئی ہے۔

اور خدا کے رسول نے اپنی دعاء میں فرمایا ہے۔ اے اللہ جھوٹ سے میری زبان پاک کر اور نفاق سے میرے دل کو پاک کر اور ریا سے میرے عمل کو پاک کر۔ اور خیانت سے میری آنکھ کو پاک کر تو آنکھوں کی خیانت کو اور دلوں کے پوشیدہ حال کو جانتا ہے۔ اور خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ تم ایسے عالم کے پاس بیٹھو۔ جو تجھ کو پانچ چیزوں سے منع کرے اور پانچ چیزوں کی طرف توجہ دلائے۔ دنیا کی طرف رغبت کرنے سے منع کرے اور زہد کی طرف بلائے۔ ریاء سے روکے۔ اور اخلاص کی طرف توجہ دلائے۔ غرور سے روکے۔ اور تواضع پر آمادہ کرے۔ سستی سے بچائے اور نصیحت اور ریچد اختیار کرنے کی تلقین کرے۔ جہالت سے نکالے اور علم سکھائے۔ اور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اور شریک کرنے والوں سے بہتر ہوں۔ اگر کوئی میرے ساتھ اپنے عمل میں کسی کو شریک کرے گا۔ تو اس کا وہ عمل میرے واسطے نہیں ہوگا بلکہ دوسرے کے لیے ہوگا اور میں اس کو قبول نہیں کروں گا۔ میں اس چیز کو قبول کروں گا جو خالص میرے لیے ہوگی۔ اے فرزند آدم میں بانٹنے والوں سے بہتر بانٹنے والا ہوں۔ جو عمل تو نے میرے سوا اور کسی کے لیے کیا ہے تو اس کا اجر اسی کے ذمے ہے جس کے لیے تو نے یہ کام کیا ہے اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے میری امت کو ایک خوش خبری دی گئی کہ اس امت کو دین میں بزرگی حاصل ہوگی۔ اور شہرت پر قدرت اور توانائی پس جو تم آخرت کے واسطے عمل کرنا چاہتے ہو اس کو دنیا حاصل کرنے کے لیے نہ کرو۔ اور جو آدمی دنیا حاصل کرنے کے لیے آخرت کا عمل کرتا ہے اس کا وہ عمل قبول نہیں کیا جاتا اور آخرت میں اس کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔ اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ آخرت کی نیت سے دنیا دیتا ہے اور دنیا حاصل کرنے کی نیت سے آخرت نہیں دیتا۔ اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں خدا کے رسول نے فرمایا ہے معراج کی رات میں کچھ لوگوں پر گزرا۔ کہ فرشتے آگ کی مقراضوں سے ان کے ہونٹوں کو کتر رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں جو اوروں کو کہتے تھے اور خود عمل نہ کرتے تھے۔ لوگوں کو تو کہتے تھے نیکی کرو اور آپ فسق و فجور میں مستغرق رہتے تھے اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جتنی خوفناک چیزیں ہیں ان کی نسبت میں اپنی امت کے منافق لوگوں سے جو زبان کے عالم ہیں زیادہ ڈرتا ہوں اور جس پاک خدا کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم ہے اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔ جب تک اس قسم کے لوگ مسلط نہ ہوں گے۔ جھوٹے امیر۔ فاسق وزیر۔ خائن مددگار۔ ظالم نمبردار۔ فاسق اور گناہ گار قاری۔ جاہل عابد اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ فتنہ گھپ اندھیر نازل کرے گا۔ اور اس فتنے میں اس طرح حیران ہوں گے جیسا کہ یہودی حیران ہیں۔ پس اس وقت اسلام تھوڑا تھوڑا گھٹنا شروع ہوگا حتیٰ کہ زمین پر اللہ اللہ کی آواز سنائی نہیں دے گی۔ اور عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے قیامت کے دن لوگوں کو بہت بڑے عذاب سے لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا۔ دنیا میں تمہارا یہ حال تھا جب تم اکیلے ہوتے تھے تو اس وقت بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ میرے پیش آتے تھے۔ اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو ان سے عاجزی کرتے تھے تمہیں میرا خوف نہیں تھا۔ اور لوگوں سے ڈرتے تھے۔ تم لوگوں کو

بزرگ جانتے تھے اور میری بزرگی نہیں کرتے تھے مجھ کو اپنی ذات کی قسم ہے کہ میں تم کو دردناک عذاب کا مزہ چکھاؤں گا اور اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی کو دوزخ میں ڈالیں گے اور اس کی ساری آنتیں اس وقت پیٹ سے باہر نکل آئیں گی اور اس کے بعد اس کو اس طرح گھمائیں گے جیسا کہ چکی کو پھیرا جاتا ہے اس کے بعد اسے کہیں گے کہ کیا تو لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم نہیں دیا کرتا تھا اور برے کاموں سے ان کو منع نہیں کرتا تھا اور آپ اچھے کاموں پر عمل نہیں کیا کرتا تھا اور برے کاموں سے باز نہیں آتا تھا اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے سوا بھوک پیاس کے کچھ نصیب نہیں ہوتا اور بہت سے رات کے قیام کرنے والوں کو ان کے قیام سے سوا بے خوابی کے کچھ نصیب نہیں ہوتا اور فرمایا ہے ایسے لوگوں کی حرکت سے عرش کانپ گیا اور خداوند تعالیٰ غضب میں آیا اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندوں میں سے بہت برا وہ بندہ ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان خدا کی مخلوقات میں سے اور کوئی بندہ حائل ہو جائے اور جو آدمی دوسرے آدمی کی اس خیال سے پرستش کرتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں اختیار رکھتا ہے اور اس کے خوش کرنے کے لیے یہ شخص اپنے جسم کو ناحق رنج اور دکھ دیتا ہے اس کا دین نکل جاتا ہے اور یہ نعمت سے محروم ہو جاتا ہے اور ایسا برا ہو جاتا ہے کہ اپنے اور خدا کے درمیان آپ ہی پردہ ہو جاتا ہے اور یہ شخص ظاہر جسم سے اللہ کی عبادت کرتا ہے اور دل سے بندے کی۔ یہ بندے کی ایسی عبادت کرتا ہے جیسی کہ خدا کی کرنی چاہئے تھی۔ اور مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میں خدا کی راہ میں صدقہ دیتا ہوں اور اس کے دینے سے میری غرض یہ ہے کہ خدا کی رضامندی حاصل کروں اور لوگ مجھے نیک کہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو آدمی اپنے پروردگار کی ملاقات کی امید رکھتا ہے وہ نیک عمل کرے اور اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ بنائے۔

خدا کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی کہ لوگوں کو فریب دے گی اور دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرے گی۔ اور بھیڑوں کی کھالوں کا لباس پہنے گی اور یہ صرف بزرگی جتلانے اور لوگوں کو دکھلانے کے واسطے ہوگا اور بناوٹی نرمی اور تواضع کے ظاہر کرنے کے واسطے ان لوگوں کی زبانیں تو شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں سے بھی زیادہ سخت ہوں گے اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میرے درگزر کر دینے سے مغرور ہو گئے ہیں یا یہ دھوکہ دے رہے ہیں مجھ کو اپنی پاک ذات کی قسم ہے جب میں ان کے عملوں کے سبب ان پر بلا نازل کروں گا تو تمام بردبار اس میں حیران رہ جائیں گے اور ضمرۃؓ ابی حبیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندوں کے عملوں کو فرشتے خداوند تعالیٰ کے پاس اٹھا کر لے جاتے ہیں اور وہ ان کے عملوں کو اچھے' زیادہ ---------اور پاک سمجھتے ہیں اور جب یہ عمل خداوند تعالیٰ کی بارگاہ معلّی میں جو اس نے اپنے واسطے مقرر کر رکھی ہے اور وہاں عملوں کے حاضر کرنے کے واسطے ارشاد جا پہنچتے ہیں تو اس وقت خداوند کریم اپنے فرشتوں کو وحی بھیجتا ہے اور انہیں فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم ان کے عملوں کے نگہبان تھے۔ اور میں ان کے دلوں کا حال بھی جانتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں میرے اس بندے نے میرے واسطے عمل نہیں کیا ہے اس کو تم سجین میں لکھو اور اسی طرح دوسرے شخص کے عملوں کو جن کو وہ تھوڑا اور حقیر خیال کرتے ہیں۔ اس جگہ جہاں خدا چاہتا ہے لے جاتے ہیں پس اللہ ان کی طرف وحی بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اس کے عملوں کی نگہبانی کی ہے اور میں اس کے دل کو جانتا ہوں اس کو ان لوگوں کی فہرست میں لکھو جو علیین میں بھیجے جائیں گے۔ اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگ گروہ گروہ اور دو زانوں گرے پڑے ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ حکم کرے گا کہ ان کو میرے پاس حاضر کرو۔ پس پہلے یہ لوگ حاضر کئے جائیں گے۔ قرآن مجید کا حافظ اور جو خدا کے راہ میں شہید ہوا۔ اور جس نے صدقہ میں بہت سا مال دیا جب یہ حاضر ہوں گے تو خداوند تعالیٰ سب سے پہلے قاری سے فرمائے گا کہ تو نے قرآن یاد کیا تو اس پر عمل کیا۔ جو جواب میں عرض کرے گا کہ میں رات دن تیری خوشنودی کے لیے قیام کرتا اور قرآن پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ ہاں یہ بے شک جھوٹا ہے تو قرآن اس واسطے پڑھا کرتا تھا کہ لوگ تجھ کو قاری صاحب کہیں پس لوگوں نے تم کو قاری جی کہا۔ پھر صاحب مال کو کہا جائے گا کہ میں نے تجھے مال مہیا کیا تھا تو نے اس سے کیا عمل کیا۔ وہ جواب میں عرض کرے گا۔ میں ہمیشہ اس سے صلہ رحم کیا کرتا تھا اور اس کو صدقہ دیا کرتا تھا اللہ جل شانہ حکم فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ ہاں بے شک یہ جھوٹا ہے تو نے سخاوت اس واسطے کی کہ تو لوگوں میں سخی اور کریم مشہور ہو جائے۔ چنانچہ لوگوں میں ایسا ہی مشہور بھی ہو گیا اس کے بعد اس کو حاضر کریں گے جو خدا کی راہ میں مارا گیا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیوں اپنی جان کھوئی۔ وہ جواب میں عرض کرے گا کہ میں

تیرے واسطے اور تیری راہ میں لڑا ہوں۔ اور لڑتے لڑتے مارا گیا ہوں خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہ تو بھی جھوٹا ہے فرشتے کہیں گے کہ بے شک یہ جھوٹا ہے ارشاد ہو گا کہ یہ تو اس واسطے لڑا ہے کہ میری مشہوری ہو اور لوگ مجھ کو دلیر کہیں۔ سو ایسا ہی اسے کہا گیا۔

اور اس ذکر کے بعد خدا کے رسول مقبول ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر دے مارا اور فرمایا ہائے افسوس اے ابو ہریرہؓ خدا کے لوگوں میں سے جن سے پہلے دوزخ کی آگ سلگائی جائے گی وہ یہی تین شخص ہوں گے معاویہؓ کو بھی یہ خبر پہنچ گئی جب آپ نے سنی تو آپ زار زار روئے اور فرمایا خداوند تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سچ فرمایا ہے اور اس کے بعد پیغمبر خدا نے اس آیت کو پڑھا جو آدمی دنیا کی زندگانی چاہتا ہے اور اس کی پوری زینت ہم اس کے نیک عملوں کی جزاء اس کو دنیا میں دیتے ہیں اور اس میں سے کچھ کم نہیں کیا جاتا اور آخرت میں دوزخ کے سوا اس کے واسطے اور کچھ نہیں ہے پس دنیا میں جو انہوں نے نیک عمل کئے تھے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ باطل ہے اور ان لوگوں کے واسطے بڑا عذاب ہے اور آخرت میں ٹوٹا پانے والے ہیں اور عدی بن حاتم طائیؓ کہتے ہیں کہ قیامت کے روز کچھ لوگوں کو جو دوزخ میں جانے والے ہوں گے بہشت میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا اس لیے ان کو بہشت کی طرف لے جائیں گے جب وہ بہشت کے نزدیک پہنچیں گے اور ان کو بہشت کی بُو آئے گی اور بہشت کے محلوں کو دیکھیں گے اور اہل بہشت کے واسطے اس میں جو چیزیں مہیا اور تیار کی گئی ہیں ان کو دیکھیں گے تو جھٹ حکم الٰہی صادر ہو گا کہ اب ان کو اس جگہ سے پھیر لو ان کے لیے بہشت سے کوئی حصہ نہیں ہے اس لیے بڑی حسرت اور ندامت سے ان کو اس جگہ سے واپس کر لیں گے اور ایسی حسرت اور پشیمانی سے واپس لوٹائیں گے کہ نہ کوئی ان سے پہلا اور نہ پچھلا ایسی حسرت سے لوٹا ہو گا۔ اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اگر تو بہشت دکھانے سے پہلے ہی ہم کو دوزخ میں ڈال دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا اور اپنے دوستوں کے واسطے جو چیزیں تُو نے مہیا کی ہیں وہ ہم کو نہ دکھاتا کیونکہ ہم کو اس قدر حسرت اور ندامت نہ اٹھانی پڑتی۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہ تم کو یہ حسرت اور ندامت اس واسطے نصیب ہوئی ہے کہ جب تم اکیلے ہوتے تھے تو میرے سامنے گناہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو ان سے عاجزی اور تواضع سے پیش آتے تھے اور اپنے نیک عمل ان کو دکھلاتے تھے۔ اور یہ جو کرتے تھے تمہارے دلوں میں اس کے برخلاف تھا اور لوگوں سے تو تم نے خوف کھایا اور مجھ سے خوف نہ کیا اور دوسرے آدمیوں کو بزرگ سمجھا اور میری بزرگی نہ سمجھی۔ اور عمل جو تم نے ترک کئے ہیں تو وہ لوگوں کے واسطے ترک کئے ہیں میرے واسطے ان کو نہیں چھوڑا۔ پس میں آج کے دن تم کو دردناک عذاب کا مزا چکھاؤں گا اور میرے عظیم ثواب سے تم لوگ محروم ہو گئے ہو اور ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا تو اس میں ایسی چیزوں کو پیدا کر دیا کہ ان کو نہ کسی کی آنکھوں نے دیکھا اور نہ ہی کانوں نے ان کو سنا اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال آیا اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے بہشت عدن کو فرمایا کہ اے میرے بہشت تو تین دفعہ یہ کہہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مومن آدمی رستگار ہو گئے اور ہر ایک بخیل اور ریاء کار آدمی پر میں حرام ہوں۔ اس لیے بہشت نے تین دفعہ ایسا ہی کہا۔ اور ایک آدمی جناب پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ کل کو قیامت کے روز کسی تدبیر سے مجھ کو نجات حاصل ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کو فریب نہ دو۔ اس نے پھر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کس طرح فریب دیا جاتا ہے فرمایا اس طرح کہ جس بات کا تم کو امر کیا گیا ہے ویسا ہی کرو۔ اور اس سے خدا کے سوا کسی اور کی خوشی منظور ہو ایسا کرنا خدا کو فریب دینا ہے اس لیے تم لوگ ریاء سے پرہیز کرو کیونکہ وہ شرک ہے اور قیامت کے روز ریاء کار آدمی کو مخلوق کے سامنے چار ناموں سے پکاریں گے جو یہ ہیں اے کافر۔ اے فاجر۔ اے فریب کرنے والے۔ اے زیاں کار۔ اور اس کے بعد خطاب ہو گا کہ تیرا عمل کم ہو گیا ہے اور جس قدر تیرا اجر تھا وہ بھی باطل ہو گیا ہے اس لیے آج کے دن تجھے اپنے عمل کی کچھ مزدوری نہیں ملتی تو اس آدمی سے اپنے عمل کی مزدوری مانگ جس کے واسطے تو عمل کیا کرتا تھا۔ اے فریبی اور مکار آدمی تو ریاکاری کرنے اور اس کے سننے اور دیکھنے سے خداوند تعالیٰ کے ہاں امن کی درخواست کر اور نفاق سے پناہ مانگ تُو نے جو عمل کیا ہے یہ تو دوزخی لوگوں کا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منافق آدمی دوزخ کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہوں گے یعنی اس ہاویہ میں جس میں فرعون اور ہامان پڑے ہیں اور ان کی قوم کے ساتھ ہی ان لوگوں کا ساتھ ہو گا اور اگر کوئی یہ پوچھے کہ کیا حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ اگر مخلوق عمل کو دیکھے تو اس میں کوئی نقصان تو نہیں۔ تو اس کی نسبت یہ ہے کہ وکیعؒ نے سفیانؒ سے اور انہوں نے حبیبؒ سے اور انہوں نے ابو صالحؒ سے اور انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میں عملوں کو پوشیدہ رکھتا ہوں مگر باوجود اس کے لوگوں کو اس کی خبر ہو جاتی ہے اور مجھے اس سے بڑا تعجب ہے کیا اس عمل کا مجھ کو اجر ملے گا آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں اس سے تجھے دو اجر ہوں گے ایک تو عمل کے چھپانے کا اور دوسرے اس کے ظاہر

ہو جانے کا اور اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے عمل کی پیروی کرتے تھے اور اس سے تعجب آتا ہے جب رسول ﷺ کو اس کے بیان سے یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیرے واسطے دو اجر ہیں ایک تو عمل کریگا ہے اور دوسرا اجر اسکا ہے کہ لوگ تیرے عمل کی پیروی کرتے ہیں اور فرمایا ہے جو آدمی نیک طریقہ نکالتا ہے اس کے واسطے اجر ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے اس کا بھی اس کے واسطے اجر ہے اور قیامت تک ملے گا الخ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ لوگوں کی پیروی کرنے سے مغرور نہ ہو اگر مغرور ہو گا تو سارا اجر اڑ جائے گا اور خداوند تعالیٰ کی نظروں سے بھی گر جائے گا کیونکہ مغرور آدمی کو خداوند تعالیٰ اپنی نگاہ سے گرا دیتا ہے اور حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جب تو دیکھے بوڑھے سفید ریش تیز نظر مردہ دل کو تو دیکھے گا ان کے بدن ہیں مگر دل نہیں۔ اور تو دیکھے گا کہ ان کی آوازیں ہیں مگر ان کی طرف کوئی دل نہیں لگاتا۔ بہت نعمت والی زبانیں ہیں مگر دل قحط زدہ ہیں اور میرے پاس ایک جماعت اصحاب رسول اللہ ﷺ نے روایت کی ہے کہ ہماری امت کے علماء جب تک امراء کی طرف رغبت نہیں کریں گے اور اس کے صالح لوگ دوڑے دوڑے فاجروں کے پاس نہیں جائیں گے۔ اور نیک آدمیوں کو برے آدمیوں سے خوف نہیں ہو گا۔ اس وقت تک یہ امت خداوند تعالیٰ کی نگہبانی اور اس کی مہربانی کے سایہ میں رہے گی اور جب ایسا ہو گا تو اس وقت خداوند کریم اس کے سروں سے اپنی مہربانی اور شفقت کا ہاتھ اٹھا لے گا اور بھوک اور رفاقہ کی بلا میں ان کو گرفتار کر دے گا اور ان کے دلوں میں خوف آجائے گا۔ اور ظالم لوگ ان پر مقرر ہو جائیں گے جو ان کو برے عذابوں کا مزہ چکھائیں گے اور حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ بندوں میں سے بہت۔ را بندہ وہ ہے جو خدا سے مغفرت کا خواست گار ہوتا ہے مگر گناہ بھی کرتا جاتا ہے اور اپنے دل کا خشوع ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگوں میں بڑا دیانت دار اور پرہیزگار ظاہر ہو اور یہ اس کا مکر ہی ہوتا ہے اور بناوٹ' اور خائن ہوتا ہے لوگوں کو تو مکر کرنے سے منع کرتا ہے اور خود اس سے باز نہیں رہتا اور دوسرے آدمیوں پر حکم کرتا ہے کہ فلاں کام کرو اور آپ اس پر عمل نہیں کرتا اور اگر بخشش کرتا ہے تو وہ تنگی کے ساتھ کرتا ہے اور اگر منع کرتا اور اس کو بند رکھتا ہے تو اپنے قصور اور کوتاہی کی عذر خواہی نہیں کرتا اور اگر تندرست ہے تو اس حالت میں عذاب سے بے خوف ہے اور جب بیمار ہوتا ہے تو اس وقت پشیمانی اختیار کرتا ہے اور فقیروں کی حالت میں غمگین ہو جاتا ہے مالدار ہے تو اس کے ہونے سے بلا میں گرفتار ہے اور اگر عمل کرتا ہے تو اس سے امیدوار ہوتا ہے کہ مجھے نجات ملے اور اس کا اجر حاصل ہو۔ اور عذاب سے خوف تو کرتا ہے مگر جو برے کام ہیں ان سے باز نہیں رہتا اور یہ چاہتا ہے کہ میری نعمت اور میرے مال میں زیادتی ہو جائے مگر خدا کا شکر بجا نہیں لاتا اور ثواب کے ملنے کی آرزو کرتا ہے مگر جب کوئی بلا نازل ہوتی ہے تو اس پر صابر نہیں ہوتا اور جب سوتا ہے تو خوب مست ہو کر سوتا ہے اور اپنے روزے کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ حسن بصریؒ ایک دفعہ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور خوب فاخرہ لباس پہنا ہوا تھا اور فرقد نے اس وقت صوف کا جامہ پہنا ہوا تھا آپ نے فرقد بخی سے فرمایا کہ میرے کپڑے تو اس وقت ایسے ہیں جیسے بہشتی لوگوں کے کپڑے ہوں گے اور تیرے کپڑے دوزخیوں کے سے ہیں۔ ظاہر میں تو اپنے کپڑوں سے تو نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور تیرے دل میں ان کا غرور بھرا ہوا ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں جو آدمی اپنی کملی میں ہے وہ اس سے زیادہ غرور رکھتا ہے جو چادر میں ہوتا ہے یہ لوگ کس واسطے فخر کرتے ہیں۔ کپڑوں پر کیا موقوف ہے کپڑے چاہے بادشاہوں کے سے پہنو۔ دلوں کو صاف رکھو اور ان کو خدا کے خوف سے مارو (درویش صفت باش وکلاہ تتری دار)

اور حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ تم ایسے کپڑے پہنو کہ عالم لوگ اس پر ہنسی نہ کریں۔ اور جاہل ان کو حقیر نہ سمجھیں۔ اور فرمایا ہے کہ دل کے صوفی بنو اور کپڑے چاہے سوتی پہنو۔ اور فرمایا ہے کہ تین طرح کا لباس ہے ایک تو پرہیزگار لوگوں کا ہے اور دوسرا ان کا ہے جو خدا کے ولی ہیں اور تیسرا ابدالوں کا ہے پرہیزگاروں کا لباس حلال ہے۔ اس سے نہ تو لوگوں کو کچھ رنج و ملال پہنچتا ہے اور نہ ہی شرع کا اس پر مطالبہ وارد ہوتا ہے خواہ سوتی ہو خواہ اون سیاہ ہو یا سفید ان کے واسطے سب قسم کے لباس حلال ہیں۔ اور اولیاء کا لباس خدا کے حکم کے موافق ہوتا ہے اور یہ اسی قدر کافی کیا گیا ہے کہ اس سے ضرورت پوری ہو جاوے اور ستر عورت ڈھانپا جاوے۔ اور یہ ظاہر ہی ہے کہ اس لباس سے دنیاوی ہوا اور ہوس ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اٹھ ہی نہیں سکتی اور اچھی طرح نفس کشی ہوتی ہے اور یہ لوگ ابدالوں کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں اور جو ابدالوں کا لباس ہے وہ خداوند انہیں اپنی حدود کے نگاہ رکھنے کے واسطے آپ عنایت کرتا ہے۔ چاہے وہ ایک جبہ کا ہو اور چاہے سوا شرفی کا مگر اس گروہ کے لوگوں کو یہ خواہش ہی نہیں ہوتی کہ ہم کو اعلیٰ قسم کا لباس ملے۔ اور نہ ہی ادنیٰ کو چاہتے ہیں۔ محنت اور رنج اور خواہش کے سوا اپنے آپ ہی جو لباس ان کو خداوند تعالیٰ عطا کر دیتا ہے اس کو اوڑھ لیتے ہیں اور جو لباس مذکور ہوئے ہیں ان کے سوا جتنے لباس ہیں۔ وہ یا تو جاہلیت سابقہ کے لباس ہیں یا نفس کی حماقت کے' ہوا اور ہوس کے۔

ایام ہفتہ اور بعض وغیرہ دنوں کی بزرگیاں

ان کے وظائف اور روزوں کے بیان میں

ابو نصرؒ اپنے والد سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابو الحسن علی بن احمد مقریؒ سے اور وہ ابو الحسین احمدؒ بن عثمان بن یحییٰ سے اور وہ عباس بن محمد حاتمؒ دوری سے اور وہ حجاج بن محمد اعورؒ سے اور وہ ابن جریجؒ سے اور وہ اسمٰعیل بن امیہؒ سے اور وہ ایوب بن خالدؒ سے اور عبید اللہ بن رافعؒ سے جو ابی سلمیٰ کے مولی تھے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شنبہ کے روز خاک یعنی زمین کو پیدا کیا اور پھر اس میں پہاڑ یک شنبہ کو پیدا کیا اور پھر دوشنبہ کو اس میں درخت پیدا کئے اور جس قدر مکروہ اور ناخوش چیزیں ہیں ان سب کو سہ شنبہ کو پیدا کیا اور سب اچھی چیزیں چار شنبہ کو پیدا کیں۔ اور پنج شنبہ کے روز تمام چارپایوں کو اس میں پیدا اور پراگندہ کیا اور جمعہ کے روز عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور یہ آخری پیدائش جمعہ کی آخری ساعت میں عصر کے درمیان رات تک ہوئی ہے اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دنوں کے باب میں پوچھے گئے تھے شنبہ کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا یہ کہ روز مکر اور فریب کا ہے۔ عرض کی کہ اے اللہ کے رسول یہ کیونکر ہے جواب دیا اہل قریش نے اسی روز دار الندوہ میں میرے ساتھ مکر اور فریب کیا تھا۔ (یہ ایک سرائے کا نام ہے اس کو قریش مکہ نے بنایا تھا اس میں ایک دفعہ سب قریش جمع ہوئے اور انہوں نے مشورہ کیا کہ کسی طرح خدا کے رسول ﷺ کو مار ڈالیں۔ اس واسطے آپ کو حکم ہوا کہ اس جگہ سے ہجرت کرو) اس کے بعد عرض کی کہ یک شنبہ کیسا دن ہے فرمایا کہ یہ دن بونے اور عمارت بنانے کا ہے۔ کیونکہ دنیا اور اس کی عمارت کی ابتداء اسی روز میں شروع ہوئی اس کے بعد پوچھا گیا کہ دوشنبہ کیسا دن ہے آپ نے فرمایا کہ سفر اور تجارت کا دن ہے آپ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ یہ کیونکر ہے آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شعیب نبی علیہ السلام نے اسی روز سفر کیا تھا اور تجارت کی تھی اس کے بعد سہ شنبہ کی حقیقت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ خون کا دن ہے سوال کیا گیا کہ یہ خون کا دن کیونکر ہے فرمایا حوا کو سب سے پہلے اسی دن حیض کا خون آیا تھا اور آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو اسی دن قتل کیا۔ اس کے بعد چار شنبہ کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بڑا منحوس اور کم بخت دن ہے۔ عرض کی گئی کہ منحوس کیونکر ہے خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم اسی روز غرق ہوئی تھی اور اسی دن عاد اور ثمود کی قوم ہلاک ہوئی۔

اس کے بعد سوال کیا گیا کہ پنج شنبہ کیسا دن ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دن مرادوں کے پوری ہونے کا ہے اور بادشاہوں کے پاس پہنچنے کا اور ان کی درگاہ میں باریابی حاصل کرنے کا دن ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ کیونکر ہے آپ نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ اسی روز نمرود کے پاس آئے تھے اور حاجتوں کو اس سے پورا کیا تھا اور اس سے ہاجرہ کو لیا۔ اس کے بعد پوچھا جمعہ کی کیا کیفیت ہے ارشاد ہوا کہ یہ دن خطبہ پڑھنے اور نکاح کرنے کا ہے سوال کیا گیا کہ یہ کیونکر جواب ملا کہ اکثر نبیوں نے اسی دن میں ہی نکاح کیا اور زہریؒ عبد الرحمٰن بن کعبؓ سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ پنج شنبہ کے دن ہی سفر کو نکلا کرتے تھے اور کسی دن سفر نہیں کیا کرتے تھے اور معاویہ بن قوہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ فرمایا کرتے تھے جو آدمی سہ شنبہ کے دن مہینے کی سترہویں تاریخ میں پچھنے لگوائے خداوند تعالیٰ اس کا ایک برس کا درد دور کر دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے سوا اور پچاس پیغمبروں کو سہ شنبہ کا دن عطاء کیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے بیس نبیوں کو یک شنبہ کا دن اور محمد ﷺ اور تریسٹھ پیغمبروں کو دوشنبہ کا دن۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور پچاس نبیوں کو شنبہ کا دن اور یعقوب علیہ السلام اور پچاس پیغمبروں کو چہار شنبہ کا دن۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اور پچاس رسولوں کو پنج شنبہ کا دن عنایت ہوا ہے اور جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے مخصوص ہے خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے میرے پروردگار میری امت کا کیا حصہ ہے۔ بارگاہ ایزدی سے ارشاد ہوا کہ جمعہ کا دن میرے واسطے ہے اور بہشت بھی میرے واسطے ہے۔ اور تیری امت کو جمعہ کا روز بخشتا ہے اور اس کے ساتھ ہی بہشت بھی ہے اور میں آپ جنت سمیت تیری امت کے ہمراہ ہوں اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بدھ اور جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھے تو

اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ایک محل سرائے بہشت میں بنادیتا ہے اور یہ مروارید اور یاقوت زمرد سے تیار کی جاتی ہے اور دوزخ کی آگ سے بھی اس کو بچالیتا ہے اور انس بن مالکؓ ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے پنج شنبہ اور جمعہ اور شنبہ کے جو شخص ماہ حرام میں تین روزے رکھتا ہے اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سو برس کی عبادت لکھ دیتا ہے اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو تم شنبہ اور یک شنبہ کے دن روزہ رکھو اور یہود اور نصاریٰ کا خلاف کرو۔ اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب دوشنبہ اور پنج شنبہ کا دن آتا ہے تو اس دن آسمان کے دروازوں کو کھول دیتے ہیں اور ان دنوں میں ہر ایک بندے کو جس نے شرک نہیں کیا ہوتا اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے مگر جس آدمی کے دل میں اپنے بھائی کی طرف سے کینہ اور بغض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو مہلت دے دو تاکہ وہ آپس میں صلح صفائی کرلیں اور روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ ان دنوں میں چاہے سفر میں ہوتے اور چاہے گھر میں وہ اپنا روزہ کبھی نہ چھوڑتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں دنوں میں بندوں کے اعمال خدا کی درگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔

ایام بیض کا بیان

ان دنوں میں روزہ رکھنے کی بہت سی بزرگیاں ہیں۔ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور ہلال بن محمد نقاشؒ سے اور وہ حسین بن سفیانؒ سے اور وہ لیمان بن یزیدؒ مولا ابن ہاشم سے اور وہ علیؒ بن یزیدؒ سے اور وہ عبد الملکؒ بن ہارون سے اور وہ سعیدؒ بن عثمان سے اور وہ علیؓ بن حسین بن------ یؓ ابن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ تیرھویں تاریخ کا روزہ تین ہزار سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور اگر کوئی چودھویں تاریخ میں روزہ رکھے تو وہ دس ہزار سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور جو آدمی پندرھویں تاریخ میں روزہ رکھتا ہے اس کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور ابی اسحاق جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص ہر مہینے کی تیرھویں ور چودھویں اور پندرھویں تاریخ میں روزہ رکھتا ہے اس کے یہ روزے عمر بھر کے روزوں کے برابر ہیں اور حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی ہر مہینے میں تین روزے رکھے تو وہ عمر بھر کے روزے رکھ لیتا ہے اور اللہ کی کلام میں اس قول کی صداقت ثابت ہے فرمایا ہے (جو نیکی کرتا ہے اس کے عوض میں اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں) اور ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ سفر میں ہوتے یا گھر میں ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑا کرتے تھے اور شعبیؒ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جو آدمی ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور صبح کی دو رکعت نماز پڑھے اور وتر کی نماز بھی ادا کرے سفر میں ہو یا گھر میں اس کو شہید کا اجر ملتا ہے اور سعید بن ابی ہندؒ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا مجھے میرے دوست رسول اللہ ﷺ نے یہ وصیت کی کہ جب تک تم مجھ سے نہ آملو ہر مہینے کے تین روزے اور سونے سے پہلے وتر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز ترک نہ کرنا اور عبد الملکؒ بن ہارون بن عنترہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ علیؓ بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول مقبول ﷺ کے حجرے کے پاس آیا اور آکر سلام عرض کیا۔ آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اے علیؓ اس وقت جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام دیتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرا بھی ان پر سلام ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے پاس آجاؤ۔ میں آپ کے نزدیک چلا گیا۔ جب میں پاس گیا تو فرمایا اے علی جبرائیل تمہیں کہتے ہیں کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو۔ پہلے روزے میں تو تم کو دس ہزار سال کی نیکی کا ثواب ملے گا اور دوسرے روزے میں تیس ہزار سال کا اور تیسرے روزے میں سو ہزار برس کا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ ثواب میرے واسطے ہی مخصوص ہے یا سب لوگوں کے لیے ہے۔ فرمایا اے علیؓ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی یہ ثواب عطاء کرتا ہے اور جو کوئی تیرے بعد تجھ سا عمل کرے گا اسے بھی۔ میں نے عرض کی کہ وہ کون سے دن ہیں۔ فرمایا کہ ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ جو ایام بیض کہلاتے ہیں اور میں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس واسطے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو آفتاب کی گرمی کی شدت سے ان کا بدن سیاہ ہو گیا پس حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور عرض کی کہ اے آدم علیہ السلام کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیرا بدن جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی ہو جائے کہا ہاں۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ایسا چاہتے ہو تو ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھو۔ پس آدم علیہ السلام نے ان پر عمل کیا جب پہلا روزہ رکھا تو ان کے جسم کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا دوسرے روزے میں

دوسری تہائی اور تیسرے روزے میں سارا بدن سفید ہو گیا۔ اسی واسطے ان دنوں کا نام ایام بیض رکھا گیا ہے

اور زرین حبیش کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ابن مسعودؓ سے بیض کے دنوں کا حال پوچھا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ جس درخت کا پھل کھانے سے حضرت آدم علیہ السلام کو منع کیا تھا اور انہوں نے اس کا پھل کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی اور حکم دیا کہ اے آدم علیہ السلام تو میری ہمسائیگی چھوڑ دے۔ اور میں اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص میری نافرمانی کرے وہ میری ہمسائیگی میں نہیں رہ سکتا اس لیے آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے اور ان کا بدن سیاہ ہو گیا آپ کی حالت پر فرشتے بہت روئے اور اللہ کی درگاہ میں عرض کی کہ اے پروردگار اپنے ہاتھ سے تو نے اس کو پیدا کیا اور اپنی بہشت میں اس کو جگہ دی اور سب فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے سجدہ کیا اور پھر ایک ہی گناہ کے سبب ان کی تمام سفیدی کو سیاہی سے مبدل کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی۔ اور حکم دیا کہ اے آدم تم تیرھویں تاریخ میں میرے واسطے روزہ رکھو۔ آپ نے حکم کے موافق عمل کیا اور جب صبح کو اٹھے تو انہوں نے اپنے بدن کے تیسرے حصے کو سفید پایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر وحی بھیج کر حکم دیا کہ چودھویں تاریخ کو روزہ رکھو۔ اس لیے آپ نے اس دن بھی روزہ رکھا اور جب صبح ہوئی تو ان کے بدن کی تیسری تہائی بھی سفید ہو گئی تھی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر پندرھویں تاریخ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی اور اگلی صبح کو آپ کا سارا بدن سفید ہو گیا۔ اس لیے ان دنوں کا نام ایام بیض رکھا گیا اور قتیبی ادب الکتاب میں کہتے ہیں کہ ان دنوں کو اہل عرب اس واسطے ایام بیض کہتے ہیں کہ ان کی راتوں کی روشنی بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ پہلی رات سے آخر رات تک چاند کی چاندنی سے دنیا جگمگاتی رہتی ہے اور اس واسطے یہ دن ایام بیض کہلاتے ہیں۔

تیرھواں باب
ہمیشہ کے روزے اور ان کے ثواب کا ذکر

ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ حسنؒ علی بن احمد مقری سے اور وہ ابراہیمؒ بن احمد قرنی سے اور وہ حسنؒ بن سہیل سے اور وہ یحییٰؒ سے اور وہ ابراہیمؒ بن ابی بخا سے اور وہ صفوانؓ بن سلیم سے اور وہ علقمہؓ سے اور وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے سب کے روزوں سے بہتر ہیں آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے) جو آدمی ہمیشہ روزے رکھتا ہے وہ اپنے نفس کو خدا کی راہ میں بخش دیتا ہے اور ابی موسیٰ اشعریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ہمیشہ کے لیے روزے رکھتا ہے دوزخ اس کے واسطے اس طرح تنگ ہو جاتی ہے اور آپ علیہ السلام نے توے کا عقد کیا (یعنی آپ نے انگشت شہادت کو انگوٹھے کی جڑ میں رکھ کر حلقہ بنا کر دکھایا) اور شعیبؓ سعد بن ابراہیمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتی تھیں اور یعقوبؓ کہتے ہیں کہ اپنی وفات سے پہلے سعدؓ نے چالیس برس تک برابر روزے رکھے۔ اور ابو ادریس ایک روایت میں لکھتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس قدر روزے رکھے کہ ان کا بدن لاغر ہو کر تنکے کی مانند ہو گیا تھا اسی حال میں میں نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ اپنے نفس کو اگر تم آرام دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ اس حال میں راحت ہے' کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جو گھوڑا دبلا ہوتا ہے وہ سب گھوڑوں سے آگے بڑھ جاتا ہے۔

ابو اسحاقؒ بن ابراہیم کہتے ہیں کہ عمارؒ راہبؒ نے --- مجھے --- یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک دفعہ مجھے خواب آئی اور اس میں میں نے سکینہ طفاریہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ بصرہ سے شہر ابلہ میں عیسیٰ بن زاذان کی ملاقات کے واسطے ہمارے ساتھ آ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ عیسیٰ نے کون سا ایسا عمل کیا ہے جو زیارت کے قابل ہوا ہے یہ سن کر وہ ہنس پڑیں اور کہا کہ ان کو بڑا قیمتی جامہ پہنایا گیا ہے۔ اور خادم ان کے آفتابے لئے ہوئے ان کے اردگرد پھر رہے ہیں اور ان کو زیوروں سے خوب آراستہ کیا گیا ہے اور اس کے بعد انہیں کہا گیا کہ اے قاری چڑھتا جا۔ مجھے اپنی عمر کی قسم کہ روزوں کے سبب سے تجھے پاک کر دیا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے اس قدر روزے رکھے تھے کہ روزے رکھتے رکھتے یہاں تک نحیف ہو گئے تھے کہ ان کی آواز تک نہیں نکلتی تھی اور انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جہاد کے باعث ابو طلحہؓ روزے نہیں رکھا

کرتے تھے اور جب حضرت رسول مقبول ﷺ نے وفات پائی تو اس کے بعد میں نے ان کو ہمیشہ روزہ دار ہی دیکھا۔ سوا عید الفطر اور قربانی کے دن کے۔ اور ابو بکرؓ بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام ایک ایسے شخص کی زبانی بیان کرتے ہیں جس نے خدا کے رسول مقبول ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ گرمی اور تشنگی کے سبب سے روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا کرتے تھے اور سفیانؒ ابو اسحاقؒ سے اور وہ حارثؓ سے اور وہ علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے خدا کے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جو شخص تمام عمر روزے رکھے اس کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ شخص نہ روزے رکھتا ہے اور نہ ہی روزے افطار کرتا ہے اور آپ کے اس قول کو اس آدمی پر محمول کیا گیا ہے جو اس قدر ہمیشہ روزے رکھے کہ نہ تو دونوں عیدوں میں افطار کرے اور نہ ہی ایام تشریق میں افطار کرے اور امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی دونوں عیدوں اور تشریق کے دنوں میں افطار کرے اور باقی سارا سال روزے رکھے تو اس صورت میں اس کو روزے رکھنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس آدمی کو وہ فضیلت اور بزرگی نصیب ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

روزہ کی بزرگی اور فضیلت

ہر روز کے روزہ کی فضیلت بطور اجمال یہ بیان کی گئی ہے ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عمرو بن ربیعہؓ سے اور وہ سلام بن قیسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی خداوند تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے ایک روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اس قدر دور کر دیتا ہے جس قدر وہ کوا چلا جاتا ہے جو بچپن سے اپنے گھونسلے سے اڑے اور بوڑھاپے تک اڑتا چلا جائے اور اسی حالت میں مر جائے اور کہتے ہیں کہ کوے کی عمر پانچ سو برس ہوتی ہے اور ابو دردؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک دن بھی خدا کی راہ میں روزہ رکھے تو اس آدمی اور دوزخ کے درمیان خداوند تعالیٰ ایک خندق حائل کر دیتا ہے اور اس خندق کی لمبائی اس قدر ہوتی ہے کہ جتنی آسمان اور زمین کی مسافت ہے۔ اور ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ جل شانہ اس کے منہ کو اس قدر دوزخ کی آگ سے دور کر دے گا جس قدر ستر سال کی مسافت اور حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی روزہ دار ہونے کی حالت میں صبح کرے تو آسمان کے دروازوں کو اس آدمی کے واسطے کھول دیا جاتا ہے اور اس کے تمام اعضاء تسبیح پڑھتے ہیں اور آسمان پر دنیا کے جس قدر فرشتے ہیں وہ سب اس کے واسطے مغفرت کی دعاء مانگتے ہیں اور آفتاب غروب ہونے تک مانگتے رہتے ہیں اور اگر وہ نفل کے طور پر ایک یا دو رکعت نماز ادا کرے تو آسمان کو اس کے واسطے نورانی کر دیتے ہیں اور اس کی حور العین بیبیاں اس کے حق میں دعاء مانگتی ہیں کہ اے اللہ ہمارے میاں کو ہمارے پاس بھیج دے ہم کو اس کے دیدار کا بڑا شوق ہو رہا ہے اور اگر وہ تسبیح اور تہلیل کرتا ہے تو اس کی زیارت کے واسطے ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور اس کی تسبیح و تہلیل کو لکھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور ابو صالحؒ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے آدم علیہ السلام کے فرزندو! اگر کوئی تم میں سے ایک نیکی کرتا ہے تو وہ دس گنا ہو جاتی ہے اور پھر دس سے سو تک اور سات سو تک جا پہنچتی ہے اور خداوند تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں روزہ کی نسبت فرمایا ہے کہ جو آدمی روزہ رکھتا ہے اس کا روزہ میرے واسطے ہے اور اس کو میں اس کی جزاء دیتا ہوں اور جو آدمی روزہ دار ہوتا ہے خدا کے نزدیک اس کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے اور حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے جو آدمی روزے کے سبب کھانے پینے سے اپنے آپ کو ہٹا رکھتا ہے قیامت کے روز اس کو خداوند تعالیٰ بہشت کے میوے کھلائے گا اور اس کو شراب طہور پلائے گا

اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ جتنے عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے واسطے بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مقرر ہے اور اپنے عمل کے باعث اسی دروازہ سے وہ بلایا جائے گا اور جو لوگ روزہ دار ہیں ان سب کے واسطے ایک ہی دروازہ ہے اس دروازہ کا نام ریان ہے اور ابو بکرؓ نے آپ سے پوچھا کہ کوئی ایسا آدمی بھی ہے کہ وہ سب دروازوں سے بلایا جائے گا آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا بھی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے تم ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہر ایک چیز کے واسطے ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ

روزہ ہے اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اے مسلمانو! تم اپنے دلوں کو روزہ سے صاف کرو اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے انسان کے واسطے روزہ آدھا صبر ہے اور ہر ایک چیز کی زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے اور ابی اوفیؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار آدمی جب سوتا ہے تو اس کی نیند بھی عبادت ہے اور جو اس کی خاموشی ہے وہ تسبیح ہے اور اس کے سب عمل قبول کئے جاتے ہیں اور ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز روزہ دار لوگوں کے روبرو سونے کا ایک خوان رکھیں گے اور اس پر ایک مچھلی رکھی ہوگی پس وہ اس میں سے کھائیں گے اور لوگ دیکھ رہے ہوں گے اور احمدؒ بن ابی حواری ابو سلیمانؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابو علی عاصمؒ سے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار لوگوں کے واسطے ایک خوان ہے جوان کے آگے رکھا جائے گا یہ لوگ توان میں سے کھا رہے ہوں گے اور باقی لوگ حساب میں پکڑے ہوئے ہوں گے اور اس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم تو حساب و کتاب میں پکڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ کھانے میں مشغول ہیں اس کا کیا باعث ہے خداوند تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ یہ لوگ دنیا میں بڑی مدت تک روزہ دار رہے اور تم افطار کیا کرتے تھے اور یہ عبادت میں کھڑے رہتے تھے اور تم اس وقت آرام سے سوئے ہوئے تھے اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا کہ جب روزہ دار اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی ہوگی اور کھانے کا ایک خوان بہشت سے لا کر ان کے روبرو رکھا جائے گا اور اس خوان میں سے خدا کے عرش کے سایہ کے نیچے بیٹھے ہوئے کھا رہے ہوں گے۔ اور سفیان بن عیینہؒ روایت کرتے ہیں کہ جس چیز سے روزہ دار افطار کرتا ہے قیامت کے روز اس کا کوئی حساب نہیں ہوگا اور ابو صالح ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا اور جو آدمی روزہ کے واسطے اپنی خواہشوں کو چھوڑ دیتا ہے اور کھانے پینے کو ترک کر دیتا ہے وہ روزہ اس کے حق میں اس کی ڈھال ہو جاتا ہے اور دو فرحتیں روزہ دار کو نصیب ہوتی ہیں ایک تو روزہ کے افطار کرنے کی فرحت ہے اور دوسری فرحت اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت اس کو حاصل ہوگی اور روزہ دار آدمی کے منہ سے جو بو آتی ہے وہ کستوری کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ اور جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے انسان کے واسطے روزہ ایک ڈھال ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے سبب سے دوزخ کی آگ سے اس کو پناہ دے گا اور سعید بن جبیرؓ ابن عمرؓ سے اور وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے میں دنیا کی جس قدر چیزیں اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں مجھے ان چیزوں کا غم اور افسوس نہیں ہے مگر اس کا افسوس ہے کہ جب دنیا میں نہ رہوں گا تو گرمی کے دنوں میں روزے نہیں رکھوں گا اور نہ ہی نماز میں جاؤں گا اور مجاہد ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی نفل کے طور پر خدا کے واسطے روزہ رکھے تو اس کو اس قدر ثواب ملے گا کہ اگر اس کو زمین کے برابر بھی سونا دیا جائے تو پھر بھی وہ اس کے ثواب کے برابر نہیں ہوگا۔

رات کے وظیفے اور قیام

جو کچھ اس باب میں لکھا جاتا ہے وہ صحیحین اور دوسری صحیح روایتوں سے ہی اخذ کیا گیا ہے شقیقؒ عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کے سامنے ایک آدمی کا ذکر ہوا کہ وہ آج رات بھر سویا رہا ہے اور اس قدر غفلت میں رہا ہے کہ صبح ہو گئی اور وہ خواب میں ہی رہا ہے اور نماز بھی قضا کر دی ہے آپ نے جواب دیا کہ شیطان نے اس آدمی کے کان میں پیشاب کر دیا ہے اور ایک حدیث میں پیش آیا ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور آ کر اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور اگر وہ آدمی اٹھ بیٹھتا ہے اور خداوند تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اس وقت اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کر لیتا ہے تو پھر دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز کی دو رکعت پڑھ لے تو اس کے بعد اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو بڑا خوش حال ہوتا ہے اور اس کا نفس پاک اور طیب ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کا نفس خبیث ہوتا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان کے پاس ایک دوا ہے جو ناک میں ڈالنے اور چکھنے اور چھڑکنے والی ہے جب اس دوا کو کسی کے ناک میں ڈال دیتا ہے تو اس سے اس کے اخلاق برے ہو جاتے ہیں اور جب اس دوا کو چکھا دیتا ہے تو اس صورت میں اس کی زبان بری ہو جاتی ہے اور اگر اس دوا کو چھڑک دیتا ہے تو پھر وہ خواب میں ہی مستغرق رہتا ہے صبح تک سویا رہتا ہے اور رات کے وقت نماز میں

بہت زیادہ قیام کرنا چاہئے اور دو دو رکعت نماز پڑھے اور دن کے وقت جو نماز پڑھے تو اس میں رکوع اور سجود لمبے کرے اور دن میں جائز ہے کہ ایک سلام سے چار رکعت نماز ادا کرے اور رات کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تو زائد اور فرض ہے اور موجب نزدیکی اور بزرگی کا سبب ہے اور اگر امت کے لوگ پڑھیں تو ان کے واسطے فرائض کے تمام اور کامل ہونے کا باعث ہے اور سالم ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خدا کے رسول مقبول ﷺ زندہ تھے تو اس وقت جب کوئی آدمی خواب دیکھتا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو بیان کیا کرتا تھا ابن عمرؓ کو بھی یہ خواہش ہوئی کہ اگر مجھے بھی خواب آتا اور میں اس کو پیغمبر ﷺ کی خدمت میں بیان کرتا اور اس وقت جوان تھے اور ان کی شادی نہیں ہوئی تھی اور پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں سویا کرتے تھے پس ان کو بھی خواب میں انہوں نے دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ دو فرشتوں نے مجھ کو پکڑا ہے اور آگ کی طرف لے جا رہے ہیں اور جب اس آگ کے پاس لے گئے تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ سمٹ کر ایک کنوئیں کی مانند ہو گئی ہے اور اس کی دو شاخیں ہیں اور میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا جن کو میں پہچانتا ہوں اس لیے میں نے یہ پڑھنا شروع کیا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ اس کے بعد ایک دوسرا فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تم ڈرو نہیں۔ جب بیدار ہوا تو حفصہؓ سے میں نے اس خواب کو بیان کیا اور انہوں نے خدا کے رسول کے پاس اس کا ذکر کیا آپ نے سن کر فرمایا کہ آدمیوں سے بہتر آدمی عبداللہؓ ہے اور کیا اچھا ہو کہ رات کے وقت نماز پڑھا کرے کہ اس کے بعد ابن عمرؓ رات کو بہت ہی کم سویا کرتے تھے اور ابو سلمہؓ عبداللہؓ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ تُو فلاں کی طرح نہ ہو نا جو پہلے تو رات کے وقت قیام کیا کرتا تھا اور بعد میں اس کو ترک کر دیا اور ابن صالح ابن شہاب سے اور وہ علی بن حسینؓ سے اور وہ حسینؓ بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھ کو حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے خبر دی کہ رسول اللہ رات کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے اور میں اور فاطمہؓ ہم دونوں اس وقت سوتے تھے آپ نے ہم کو فرمایا کہ کیا تم نماز نہیں پڑھتے ہو میں نے جواب دیا اے اللہ کے رسول ہماری جان تو خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جب خواب سے بیدار کرنا چاہتا ہے اس وقت بیدار کر دیتا ہے یہ جواب سنتے ہی آپ واپس چلے گئے اور میں نے سنا کہ جاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی ران پر مار کر یہ کہتے جاتے تھے کہ انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ سفیان ثوریؒ سے اور وہ ابو زبیرؓ سے اور وہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اگر کوئی آدمی آدھی رات میں نماز کی دو رکعتیں پڑھے تو اس کے واسطے دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے اگر میری امت میں یہ کام مشکل نہ ہوتا تو میں اس کو اپنی امت پر فرض کر دیتا۔ اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابو العالیہؓ سے ا, روہ ابو معلمؓ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ابوذرؓ سے پوچھا کہ جس قدر نمازیں ہیں ان سب سے بہتر نماز کون سی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اس باب میں خدا کے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا تھا انہوں نے جواب دیا کہ آدھی رات کے وقت نماز پڑھنی اور اس کے پڑھنے والے تھوڑے آدمی ہی ہیں اور بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ حضرت داؤدؑ نے خداوند تعالیٰ کے پاس عرض کی کہ الٰہی میں عبادت کرنا چاہتا ہوں اس کے واسطے بہتر وقت کون سا ہے خداوند تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے داؤد علیہ السلام تُو اول رات اور آخر رات میں عبادت کے لیے نہ اٹھ۔ کیونکہ جو اول رات میں اٹھتا ہے وہ آخر رات میں سو جاتا ہے اور جو آخر رات میں اٹھتا ہے وہ اول رات کو نماز میں کھڑا نہیں ہو سکتا آدھی رات کے وقت کھڑا ہو اور اس وقت میں تجھ کو میرے ساتھ اور مجھے تیرے ساتھ خلوت ہو گی اور جب خلوت ہو تو اس وقت جو تجھے حاجتیں ہوں وہ میرے پاس بیان کر۔ اور یحییٰ بن مختارؒ حسنؓ سے راوی ہیں سب سے اچھا عمل رات کے وقت قیام کرنا ہے اس سے بہتر اور کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو آنکھ کو ٹھنڈا کرنے والا ہو۔ اور پیٹھ کے بوجھ کو ہلکا اور نفس کو خوش کرنے والا ہو اور ابو درداؓ کہتے ہیں کہ اے لوگو میں تمہارا شفیق ہوں اور تم کو نصیحت کرتا ہوں تم اندھیری رات میں نماز پڑھا کرو تاکہ تمہاری قبر کی تنہائی اور وحشت دور ہو اور دنیا میں روزے رکھو۔ اس سے قیامت کے روز کی کش مکش سے چھوٹ جاؤ گے اور اس کی گرمی سے رہائی پالو گے اور صدقہ دو تاکہ سخت دن کا خوف دور ہو اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن کثیرؒ سے اور وہ ابو جعفرؒ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب دو حصے رات گزر جاتی ہے اور تیسرا حصہ باقی ہوتا ہے تو اس وقت خداوند تعالیٰ دنیا کے آسمان میں رونق افروز ہوتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میری درگاہ میں کون دعاء کرنے والا ہے کہ میں اس کو قبول کروں اور کوئی ہے کہ مجھ سے بخشش کی درخواست کرے اور میں اس کو بخشوں

اور کوئی مجھ سے رزق مانگنے والا ہے کہ اس کو رزق دیا جائے اور کوئی ایسا ہے جو دنیا کے رنج اور تکلیف کے دور ہونے کا مجھ سے سوال کرتا ہے تاکہ میں ان کو دور کردوں یہاں تک کہ اسی ارشاد میں صبح ہو جاتی ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب ایک تہائی رات باقی ہوتی ہے تو اس وقت ہمارا پروردگار دنیا کے آسمان پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی آدمی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس پر اپنی بخشش کروں اور کوئی دعاء کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعاء کو قبول کروں۔ اور کوئی سوال کرنے والا ہے کہ مجھ سے سوال کرے اور جو کچھ مانگے وہ اس کو دے دیا جائے پس یہی باعث ہے کہ وہ لوگ آخر رات میں نماز پڑھنے کو دوست رکھتے تھے۔ ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ وہ کونسا وقت ہے جس میں دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا رات کے آخر حصہ میں اور فرضوں کی نماز پڑھنے کے بعد اور عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے سب روزوں سے بہتر ہیں۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ ایک دن تو روزہ رکھا کرتے تھے اور ایک دن روزہ افطار فرمایا کرتے تھے اور نمازوں میں سے بہتر نماز بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے آپ کا یہ دستور تھا کہ آدھی رات تک سویا کرتے تھے اور اس کے بعد اٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور چھٹا حصہ رات باقی ہوتی تھی کہ آپ سو جاتے تھے اور عبد اللہ بن عمرؓ سے ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک نمازوں میں سے زیادہ پیاری حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور آپ رات کے پہلے نصف میں سویا کرتے تھے اور اس کے بعد آپ قیام میں کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر سونے کے بعد رات کے آخری ثلث میں قیام کیا کرتے تھے اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے ایک حصہ میں سو جاتا ہوں اور دوسرے حصہ میں نماز پڑھا کرتا ہوں اور تیسرے حصہ میں خدا کے رسول کی حدیثیں یاد کرتا ہوں۔ اور ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رات کی نماز کو دن کی نماز پر ایسی بزرگی ہے جیسی کہ پوشیدہ صدقہ دینے کو ظاہر صدقہ دینے پر بزرگی ہے۔ اور عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ رات کے وقت جو نماز پڑھی جائے اس کی ایک رکعت دن کی دس رکعتوں سے بہتر ہے اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ رات کا وہ کون سا وقت ہے جس میں دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے فرمایا وہ سحری کا وقت ہے اس میں عرش عظیم کانپتا ہے اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ رات کے وقت قیام کرو کیونکہ اگلے بزرگ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور یہ خداوند تعالیٰ کی نزدیکی کا باعث ہے اور اس سے برائیوں کا کفارہ ہوتا ہے اور گناہوں سے انسان باز رہتا ہے اور بدن کے درد اور دکھ دور ہوتے ہیں اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ اعمشؒ سے اور وہ ابو سفیانؓ سے اور وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی بندہ اس ساعت میں خداوند تعالیٰ سے دعاء مانگے تو خدا کی درگاہ میں اس کی دعاء قبول ہو جاتی ہے اور کوئی رات ایسی نہیں ہے جس میں یہ ساعت نہ ہو اور اس ساعت کا حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ روز جمعہ اور شب قدر کا ہے جو ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔ اور فرمایا ہے کہ رات میں ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس میں ہر ایک زندہ چیز جو صاحب آنکھ ہے سو جاتی ہے اس میں وہی جاگتا ہے جو ہمیشہ کے واسطے زندہ ہے اور قائم اور کبھی مرتا نہیں ہے اور شاید دعاء کی قبولیت کی جو ساعت ہے وہی ہو اور عمر بن عتبہؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھو۔ کیونکہ یہ نماز حاضر کی گئی ہے اور اس وقت میں رات اور دن کے جس قدر فرشتے ہیں وہ سب کے سب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

خدا کے رسول ﷺ کی رات کی نماز

آپ کی نماز میں یہ روایت بالاتفاق ہے۔ ابو اسحاقؒ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے بھائی اسودؒ بن زید دوست کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے ابو عمر عائشہؓ نے خدا کے رسول مقبول ﷺ کی نماز کے باب میں جو حدیث آپ سے بیان کی تھی وہ مجھے بھی سناؤ۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے رسول پہلی رات میں تو سو جاتے تھے اور آخر رات میں جاگا کرتے تھے پھر اگر مزاج عالی میں کبھی خیال آجاتا تو اس وقت اپنی کسی بی بی کے پاس چلے جاتے تھے اور جب اپنی حاجت رفع کر لیتے تھے تو اس کے بعد پانی کو نہیں چھوتے تھے اور سو جاتے تھے اور جب اذان ہوتی اور اس کی آواز کان میں پڑتی تھی تو آپ کودتے اللہ کی قسم نہیں کہا کھڑے ہوتے تھے اور اٹھ کر اپنے اوپر پانی ڈالتے تھے اور خدا کی قسم نہیں کہا غسل کرتے۔ مجھے معلوم

ہے کہ اس پانی ڈالنے سے حضرت عائشہؓ کا کیا مطلب تھا اور اگر جنب کی حالت میں نہیں ہوتے تھے تو پھر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے اور وضو کرنے کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے اور کریبؓ غلام ابن عباسؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رات کو آپ ام المومنین میمونہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ اپنے اھل سمیت طول میں فرش پر لیٹ گئے اور اسی فرش کی چوڑائی پر میں بھی لیٹ رہا اور اللہ کے رسول سو گئے آدھی رات ہو گئی یا کچھ کم وبیش گزری ہوگی کہ اس وقت آپ کی آنکھیں کھل گئیں آپ اٹھ بیٹھے اور اپنی آنکھیں ملیں اور سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ پھر ایک مشکیزہ کی طرف گئے جو لٹک رہا تھا۔ پھر خوب وضو کیا اور نماز پڑھی اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپ کے بعد میں بھی اٹھا اور خدا کے رسول مقبول ﷺ کی پیروی کی۔ اور پھر پیغمبر ﷺ کے پہلو میں جا کر نماز میں کھڑا ہو گیا آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو میرے سر کے اوپر رکھا اور میرا داہنا کان پکڑ کر ملا اور پھر آپ نے نماز کی دو دو رکعتیں کر کے دس رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے پھر لیٹ رہے اور پھر موذن آیا اور اس نے اذان کہی تو آپ اٹھے اور ہلکی ہلکی دو رکعت ادا کر کے نکل گئے اور صبح کی نماز ادا کی اور ابو سلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے فرمایا کہ خدا کے رسول جب وتر کی نماز پڑھ لیتے تھے تو وہ صبح تک میرے پاس سویا کرتے تھے اور مسروقؒ کہتے ہیں کہ عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو کسی عمل پر ہمیشگی کرنا پسند تھا۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ رات کو کس وقت قیام کیا کرتے تھے۔ فرمایا جب مرغ کی آواز سنائی دیتی تھی اور حسنؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ رات کے وقت نماز پڑھو اگرچہ چار رکعت ہی ادا کرو اور اگر نہ ہو سکے تو دو رکعت ہی پڑھو اور جس گھر میں رات کے وقت نماز پڑھی جاتی ہے اس میں وقت پر ایک آواز دینے والا یہ آواز دے کر کہتا ہے کہ اے گھر کے لوگو اپنی اپنی نماز کے پڑھنے کے واسطے اب کھڑے ہو۔ اور ابی سلمہؓ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نبی ﷺ کے قرآن کو سنتا ہے جو خوش الحانی سے پڑھا جاتا ہے ایسا اور کسی کے قرآن کو نہیں سنتا اور عروہؓ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک آدمی کو ایک سورۃ پڑھتے سنا جو رات کے وقت پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اس پر خدا تعالیٰ اپنی رحمت نازل کرے اور اس نے مجھ کو چند آیتیں پڑھ کر سنائی ہیں جن کو میں بھول گیا تھا اور تعداد رکعات کے متعلق شیخ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ محمدؒ بن احمد بن ابی الفوارس سے اور وہ احمدؒ بن یوسف سے اور وہ احمدؒ بن ابراہیم بن ملحان سے اور وہ ابو بکرؒ سے اور وہ لیثؒ سے اور وہ ابنؒ ابی حبیب سے اور وہ عراکؒ سے اور وہ عروہؓ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ رات کے وقت نماز کی تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور پھر دو رکعت نماز فجر کو پڑھا کرتے تھے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ رات کے وقت نماز کی بارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد ایک رکعت نماز وتر ادا کرتے تھے اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ آپ رات کو دس رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور پھر بعد میں ایک رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے۔

رات کی نماز

جو لوگ رات کے وقت قیام کرتے ہیں ان کے باب میں خداوند تعالیٰ اپنے قرآن عزیز میں فرماتا ہے (رات کے وقت وہ تھوڑا سوتے ہیں اور سحری کے وقت خداوند تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں) اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (اور جس وقت ان لوگوں کی کروٹیں خواب گاہ سے دور ہوتی ہیں اس وقت خوف اور طمع سے خداوند تعالیٰ کو پکارتے ہیں) اور ارشاد کیا ہے (جو لوگ رات کے وقت خدا کی عبادت کرتے ہوئے سجود اور قیام فرماتے ہیں وہ آخرت کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں) اور فرمایا ہے "اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام کرنے میں رات گزار دیتے ہیں" اور فرمایا ہے رات کے وقت تہجد کی نماز پڑھ اور یہ تیرے لیے (پنج گانہ سے) زائد نماز ہے جلدی ہی تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود میں اٹھا لے گا اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے جب قیامت کے روز خداوند تعالیٰ پہلے اور آخر کے لوگوں کو جمع کرے گا تو اس وقت ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ جو لوگ اپنی خواب گاہوں سے پہلو دور رکھتے تھے اور سوتے نہیں تھے اور خدا کے خوف اور بہشت کے طمع میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے وہ کھڑے ہوں۔ اس لیے فرمان کے موافق وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان لوگوں کا گروہ تھوڑا ہی ہوگا وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔ اس کے بعد ایک منادی یہ آواز دے گا کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی اٹھ کھڑے ہوں تو وہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور یہ لوگ بھی تھوڑے ہوں گے اس کے بعد ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ جو لوگ نعمت اور بلا ہر ایک حالت میں خداوند تعالیٰ کا شکر بجالاتے تھے وہ اٹھیں۔ اس لیے یہ لوگ اٹھیں گے اور یہ بھی تھوڑے ہی ہوں گے اس کے

بعد تمام لوگوں کاحساب و کتاب ہو گااور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب دن کو روزہ رکھنا چاہو تو اس کی مدد کے واسطے سحری کھاؤ اور رات کی نماز کے واسطے اٹھنے کو دن میں قیلولہ کرو۔ اور جو رات کا صاحب خواب ہوتا ہے یعنی رات بھر سوتا ہے وہ صبح کے وقت مفلس اور تہی دست اٹھتا ہے اور جو آدمی رات کے وقت بہت سوتا ہے شیطان آکر اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے اور خدا کے رسول مقبول ﷺ کا یہ طریق بھی تھا کہ ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے۔ یہاں تک کہ اس کے دہرانے میں ہی صبح کر دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ ایک رات میرے پاس سوئے اور جونہی آپ کے مبارک بدن نے میرے بدن سے مس کی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ تو مجھ کو اجازت دیتی ہے کہ میں آج کی رات اپنے خدا کی عبادت کر لو۔ عائشہؓ نے جواب میں عرض کی کہ مجھ کو اپنے خداوند کریم کی قسم ہے کہ مجھے آپ کی نزدیکی اور قربت بہت ہی پیاری اور دوست ہے مگر آپ کی خواہش کے مطابق کرنے میں آپ کی رضامندی ہے اس واسطے آپ کی مرضی کے موافق کرنا مقدم ہے۔ یہ سننے کے بعد خدا کے رسول مقبول ﷺ کھڑے ہو گئے اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا

اور ساتھ ساتھ ہی روتے بھی جاتے تھے اور اس قدر روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے آپ کے کندھے بھیگ گئے اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور بیٹھ کر قرآن کو پڑھنا شروع کیا اور اتنے روئے کہ آنسوؤں سے آپ کے دونوں پہلو کمر تک تر ہو گئے اس کے بعد آپ پہلو کے بل لیٹ گئے اور لیٹے لیٹے قرآن کو پڑھتے بھی جاتے تھے اور روتے بھی تھے اور اس قدر روئے کہ آپ کے آس پاس کی زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی اور اسی اثناء میں حضرت بلالؓ بھی آگئے اور انہوں نے آکر عرض کی کہ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ کو خداوند تعالیٰ نے بخش نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے بلالؓ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے آج کی رات میں میرے اوپر اس آیت کو نازل کیا ہے۔ (اس میں کوئی شک نہیں کہ آسمانوں اور زمینوں اور رات دن کے اختلافات میں اہل دانش کے واسطے نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ یہ لوگ کھڑے ہوں یا بیٹھے یا لیٹے ہوئے خداوند تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ (سب کچھ) بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تیرے واسطے پاکی ہے۔ تو ہم کو آگ کے عذاب سے نگاہ رکھ اور عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے خدا کے رسول کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہو اور جب ضعیفی کا زمانہ آگیا تو اس وقت آپ نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے اور جب تیس یا چالیس آیتیں سورۃ میں سے باقی رہ جاتی تھیں تو اس وقت آپ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کو قیام کی حالت میں پڑھتے تھے اور بعد میں رکوع کیا کرتے تھے۔ اور یعمر بن بشیرؒ کہتے ہیں کہ ایک دن عشاء کے وقت میں عبداللہ بن مبارک کے دروازہ پر آیا۔ اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے اور اس وقت میں نے سنا کہ آپ یہ سورت پڑھ رہے تھے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ اور جب اس جگہ پہنچے (اے لوگو کون سی چیز ہے جو خداوند کریم سے تم کو غرور میں رکھتی ہے) تو اس کو آپ نے بار بار پڑھنا شروع کر دیا اور پڑھتے پڑھتے رات کا بہت سا حصہ گزر گیا یہاں تک کہ صبح طلوع ہو پڑی کہ میں نے اس وقت واپس ہونے کا ارادہ کیا اور جب آپ نے دیکھا کہ صبح ہو گئی ہے تو اس وقت آپ نے اس عبارت کا پڑھنا موقوف کیا جو یہ تھی یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ اور اس کے بعد میں فرمایا کہ تیرے حلم نے اور ہمارے جہل نے ہم کو دلیر کر دیا اور بار بار یہی کہے گئے اور میں نے آپ کو اسی حالت میں چھوڑا اور واپس آگیا اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے واسطے جاڑے کا موسم خوش گوار موسم ہے اس موسم کے دن چھوٹے ہیں اور راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ اس لیے دن میں تو آدمی روزے رکھے اور رات کے وقت خدا کی عبادت میں قیام کرے۔ اور ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھنے والا ہو۔ اس کے واسطے یہ مناسب ہے کہ رات کے وقت جب لوگ سو جائیں وہ وقت قرآن پڑھنے کے واسطے مقرر کرے اور جب لوگ کھانے میں مشغول ہوتے ہیں تو اس وقت اپنے روزے کا خیال کرے اور جب لوگ ہنستے ہیں اس وقت میں اپنے خشوع اور خضوع کا وقت پہچانے اور جب کہ لوگ حلال اور حرام میں خلط ملط کر دیتے ہیں اس وقت اپنی پرہیزگاری کے وقت کو جانے اور جب لوگ خوش ہوتے ہیں تو اس وقت عاجزی اور انکساری کو یاد کرے اور جب شادیانے بجاتے ہیں اس وقت خاموشی اختیار کر

مغرب اور عشاء کی درمیانی نماز کی فضیلت

ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ ابوالفتح محمدؒ بن احمد ابی الفوارس حافظ املاء سے اور وہ بشرؒ سے اور وہ محمد بنؒ سلیمان مصیصی سے اور وہ زیدؒ

بن حباب سے اور وہ عمروؒ بن عبداللہ بن خثعم سے اور وہ یحییٰؒ بن ابی کثیر سے اور وہ ابو سلمہؓ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے اور ان کے درمیان کلام نہ کرے تو اس آدمی کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور زیدؒ بن حباب کی حدیث میں ہے کہ ان رکعتوں کے درمیان بدکلامی نہ کرے اور کہتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں سورۃ کافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھے اور ان کو جلدی سے پڑھے۔ اور فرمایا ہے کہ ان دونوں رکعتوں کو نماز مغرب کے ساتھ آسمان پر خدا کی بارگاہ میں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور ان دو رکعتوں کے سوا جو باقی ہیں ان کو جتنی دیر تک چاہے پڑھتا رہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی مغرب کی نماز کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے اور ان میں کسی سے بات چیت نہ کرے تو اس کے عمل کو علیین میں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس کو یہ مرتبہ عطاء کیا جاتا ہے کہ گویا اس نے مسجد اقصیٰ میں شب قدر کو پالیا ہے اور نصف رات کی نماز سے بہتر ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ طارقؒ بن شہاب سے اور وہ ابو بکر صدیقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے اللہ کے رسول کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی آدمی مغرب کی نماز پڑھے اور اس کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے تو وہ اس آدمی کی مانند ہو جاتا ہے جو دوبارہ حج کرتا ہے۔

میں نے کہا اگر کوئی چھ رکعت پڑھے فرمایا اس کے پچاس برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور سعیدؒ بن جبیر اور وہ ثوبان سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان جامع مسجد میں اپنے نفس کو بند رکھے اور نماز اور قرآن پڑھنے کے سوا اور کوئی کلام نہ کرے تو خداوند تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ بہشت میں اس کے واسطے دو محل بنائے اور ان میں سے ہر ایک کی وسعت اس قدر ہو کہ جس قدر ایک سو برس کی راہ کی مسافت ہوتی ہے اور ہر ایک محل کے درمیان ایک ایسا باغ ہو گا کہ اگر دنیا کے تمام لوگ اس باغ میں مہمان بنیں تو ان کو سما لے۔ اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ہشامؒ بن عروہ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب نمازوں سے زیادہ پیاری مغرب کی نماز ہے کیونکہ اس نماز سے آدمی اپنے دن کو ختم کرتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے۔ اور مسافر یا مقیم سے اس میں کمی نہیں کی جاتی۔ جو اس نماز کو پڑھے اور اس کے بعد کسی قسم کی کلام کرنے کے سوا چار رکعتیں پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کے واسطے دو محل بہشت میں بنا دے گا جن میں یاقوت اور مروارید جڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں باغ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جو آدمی مغرب کی نماز کو پڑھے اور اس کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان میں کسی قسم کی کوئی کلام نہ کرے تو خداوند تعالیٰ اس کے چالیس برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور ابو ہریرہؓ کا دستور تھا کہ وہ مغرب اور عشا کی نماز کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور ہشامؒ بن عروہ اپنے باپ سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی مغرب اور عشا کی نماز کے درمیان بیس رکعتیں نماز ادا کرے تو اس کے لیے خداوند تعالیٰ بہشت میں ایک گھر بنا دے گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ انسؓ بن مالک مغرب اور عشاء کے مابین نماز پڑھا کرتے تھے اور زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ یہی رات کا اٹھنا ہے اور عبدالرحمٰن بنؓ اسود اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں جب کبھی مغرب اور عشا کے درمیان عبدالرحمٰن بن مسعود کے پاس گیا میں آپ کو نماز پڑھتے دیکھتا رہا ہوں۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ غفلت کی ساعت ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس ساعت کے حق میں نازل ہوئی ہے (تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ) الخ جدا ہوتی ہیں ان کی کروٹیں بستروں سے۔ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی مغرب کے بعد الٓمّٓ تَنْزِيْلُ سورۃ سجدہ اور تَبَارَكَ الَّذِيْ پڑھے تو وہ قیامت کے روز اس طرح اٹھے گا کہ اس کا منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا اور وہ آدمی اس رات میں اس کا حق ادا کرتا ہے اور جن رکعات کا ان احادیث میں ذکر آیا ہے ان میں احتمال ہے کہ یہ دو سنت کی رکعتوں سے الگ ہوں یا یہ بھی ان میں شامل ہوں۔

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ مغرب کی نماز سے پہلے جو رکعتیں ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں تو ان رکعتوں کو نہیں پڑھتا ہوں اور اگر کوئی ان کو پڑھ لے تو اس کے واسطے کوئی اندیشہ نہیں ہے اور ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ان رکعتوں کے پڑھنے

کی نسبت کیا حکم ہے تو آپ نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا ﷺ کے وقت میں کسی شخص کو یہ دو رکعتیں پڑھتے میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے پڑھنے سے منع بھی نہیں فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج غروب ہونے کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے بھی یہ دو رکعتیں پڑھی ہیں تو آپؓ فرمانے لگے کہ بے شک حضرت ﷺ ہمیں یہ رکعتیں پڑھتے دیکھا کرتے تھے تو نہ ہم کو منع کرتے تھے اور نہ ہم کو ان کے پڑھنے کا حکم فرماتے۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بہترین لوگ تھے مثلاً حضرت علیؓ بن ابی طالب، عبد اللہؓ بن مسعود، حذیفہؓ بن الیمان، عمارؓ بن یاسر، ابو مسعودؓ انصاری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو ان میں سے کسی کو میں نے نماز مغرب سے پہلے کوئی نماز بھی پڑھتے نہیں دیکھا اور یہ دو رکعتیں نہ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی ہیں اور نہ ہی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فصل دیگر ان اذکار کے متعلق جو مغرب و عشا کے درمیان کرنے کے لیے وارد ہوئے ہیں اور جن کی برکت سے آدمی خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر ثواب بھی ملتا ہے۔ عبد الرحمٰنؒ بن حبیب حارثی بصری نے مروی ہے وہ سعیدؒ بن سعد سے بیان کرتے ہیں اور ابو طیبہؒ کرز بن وبرہ حارثیؒ سے روایت کرتے ہیں اور یہ کرز ابدال میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس شام سے ایک میرا بھائی آیا تو اس نے مجھے ہدیہ پیش کیا اور کہنے لگا "کرز! یہ بہترین ہدیہ ہے میری طرف سے قبول کیجئے" میں نے پوچھا بھائی! "آپ کو یہ تحفہ کس نے دیا ہے" کہنے لگا کہ "یہ تحفہ مجھے ابراہیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے" میں نے کہا "آپ نے ابراہیم تیمی سے پوچھا ہے کہ انہیں یہ کس سے عطاء ہوا۔" کہنے لگا "ہاں وہ کہتے ہیں میں کعبہ کے سامنے بیٹھ کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنے میں مصروف تھا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور مجھے سلام کہا پھر میری دائیں جانب بیٹھ گیا میں نے اپنے پورے زمانہ میں اس سے زیادہ وجیہ، اچھے لباس میں ملبوس، خوشبو سے معطر اور سفید کوئی آدمی نہیں دیکھا۔" تو میں نے پوچھا "اے اللہ کے بندے! آپ کہاں سے آئے ہیں اور کون ہیں" وہ کہنے لگا "میں خضر ہوں اور آپ کو سلام کہنے آیا ہوں اور آپ کے ساتھ لوجہ اللہ محبت مجھے کھینچ لائی ہے نیز میرے پاس ایک تحفہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو دے دوں۔ میں نے کہا کہ آپ مجھے اپنا ہدیہ بتائیں کہ وہ کیسا ہے "خضر علیہ السلام نے کہا کہ "سورج طلوع ہونے اور زمین پر پھیل جانے سے پہلے اسی طرح اس کے غروب ہونے سے پہلے یہ اذکار پڑھا کیجئے۔

۱۔ سورۃ الحمد سات دفعہ ۲۔ سورۃ الناس سات دفعہ ۳۔ سورۃ الفلق سات دفعہ ۴۔ سورۃ الاخلاص سات دفعہ ۵۔ سورۃ الکافرون سات دفعہ ۶۔ سات دفعہ آیۃ الکرسی سات دفعہ ۷۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ سات دفعہ ۸۔ حضور پر درود شریف سات دفعہ ۹۔ اپنے والدین مسلمان مردوں عورتوں کے لیے استغفار سات دفعہ ۱۰۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ افْعَلْ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّ اٰجِلًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ مَآ اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَّ لَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ جَوَادٌ كَرِيْمٌ بَرٌّ رَّؤُفٌ رَّحِيْمٌ سات دفعہ۔

آخری دعاء کا یہ ترجمہ ہے اے اللہ میرے پروردگار میرے ساتھ اور ان مومنوں کے ساتھ، حال میں اور آئندہ دنیا اور آخرت میں سلوک فرما جو تیری ذات سے مناسب ہے اور وہ سلوک نہ فرما اے ہمارے مولا! جس کے ہم مستحق ہیں، بے شک تو بخشنے والا، تحمل والا، نہایت سخی، صاحب عزت اور کرم بھلائی اور رافت و رحمت والا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا "دیکھئے یہ اذکار ہر صبح اور شام پڑھا کیجئے اور انہیں کبھی بھی ترک نہ کریں کیونکہ جس نے مجھے یہ دیئے ہیں اس نے مجھے فرمایا ہے کہ اپنی عمر میں ایک بار پڑھ۔" میں نے کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے وہ آدمی بتا دیں جس نے آپ کو یہ ہدیہ دیا ہے" انہوں نے کہا کہ "حضرت محمد ﷺ نے مجھے یہ ہدیہ دیا ہے" میں نے ان سے کہا کہ "مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے سے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ سکوں اور ان سے پوچھ سکوں کہ کیا آپ نے ان کو یہ عطیہ دیا ہے "خضر علیہ السلام نے کہا کیا آپ مجھے جھوٹ سے متہم کرتے ہیں" میں نے کہا "خدا کی قسم یہ بات نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ عمل سنوں تو انہوں نے کہا کہ اگر تم آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا ارادہ کرتے ہو تو اس طرح کرو کہ مغرب کی نماز پڑھ کر نماز عشاء تک نوافل میں مشغول رہو اور اس

دوران کسی سے گفتگو نہ کرو اور اپنی نماز میں دھیان رکھو اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرو۔ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور سات دفعہ سورۃ اخلاص پڑھو اس کے بعد عشاء کی نماز باجماعت ادا کرو۔ اور اپنے گھر میں جانے تک کسی سے کوئی کلام نہ کرو پھر وتر کی نماز پڑھو۔ جب سونا ہو تو دو رکعت نماز پڑھو جن میں سے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص سات سات دفعہ پڑھو پھر نماز کے بعد سجدہ کرو اور سجدہ میں سات دفعہ استغفر اللہ اور سات دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھو۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھے بیٹھ جاؤ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعاء پڑھو۔ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَآ اِلٰهَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَيَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا يَا رَبِّ يَا رَبُّ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ اس کے بعد کھڑے ہو کر اسی طرح دعا کرو پھر سجدہ کرو اور اس میں اسی طرح دعاء کرو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر قبلہ رو ہو کر سو جاؤ اور نیند کے غالب آنے تک رسول کریم ﷺ پر درود بھیجتے رہو۔

میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے یہ دعاء کس سے سنی ہے تو انہوں نے کہا کیا تم مجھے جھوٹ سے متہم کرتے ہو میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا میں آپ کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگاتا۔ خضر علیہ السلام نے کہا جب رسول اکرم ﷺ کو یہ دعاء سکھائی گئی اور اس کی آپ کی طرف وحی کی گئی تو اس وقت میں آپ کے پاس موجود تھا اور میں نے بھی یہ دعاء انہی سے سیکھی جس سے رسول اکرم ﷺ نے سیکھی تھی ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں پھر میں نے خضرؑ سے کہا کہ مجھے اس دعاء کے ثواب سے باخبر کیجئے تو انہوں نے کہا کہ جب تم محمد ﷺ سے ملاقات کرلو تو انہیں سے اس کے ثواب کے بارے میں دریافت کرلیں ابراہیم فرماتے ہیں کہ جس طرح مجھے خضرؑ نے بتایا اسی طرح میں نے کیا اور بستر پر جا کر درود بھیجتا رہا اور خضرؑ نے جو مجھے سکھایا تھا اس کی خوشی میں اور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی امید میں مجھ سے نیند جاتی رہی اور میں اسی حال پر قائم رہا یہاں تک کہ میں نے صبح کی نماز ادا کی اور دن چڑھے تک اپنے محراب میں بیٹھا رہا میں نے چاشت کی نماز ادا کی اور میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اگر میں آئندہ رات زندہ رہا تو گزشتہ رات والا عمل جاری رکھوں گا اسی دوران مجھ پر نیند غالب آگئی تو میرے پاس فرشتے آئے اور مجھے اٹھا کر جنت میں لے گئے وہاں میں نے سرخ یاقوت' سبز زمرد اور سفید مروارید کے محل دیکھے۔ نیز شہد' دودھ اور شراب کی نہریں دیکھیں۔ ان محلات میں میں نے ایک عورت کو دیکھا جس نے میری طرف جھانکا تو میں نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی جو دوپہر کے سورج سے زیادہ روشن تھا اور محل کے اوپر سے زمین پر اس کے گیسو بکھرے ہوئے تھے تو جو فرشتے مجھے جنت لے گئے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کس کا محل ہے اور یہ عورت کس کی ہے وہ کہنے لگے کہ تیرے اعمال کی طرح جس کے عمل ہوں یہ عورت اس کی ہے پھر جب تک وہ مجھے اس جنت کے پھل نہ کھلا اور اس کے شراب نہ پلا چکے تب تک مجھے جنت سے نہ نکالا۔ پھر وہاں سے مجھے نکال کر اس جگہ لائے جہاں میں پہلے تھا پھر میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ستر انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی ایسی ستر صفیں تھیں جن میں سے ہر صف کی لمبائی مشرق سے مغرب تک تھی تو آپ نے مجھے سلام فرمایا اور میرے ہاتھ کو پکڑا۔ میں نے کہا اللہ کے پیغمبر ﷺ خضر علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ یہ حدیث انہوں نے آپ سے سنی ہے تو آپ نے فرمایا کہ خضر نے سچ کہا ہے اور وہ جب بھی کوئی بات بیان کرے تو اس کو سچ سمجھو کیوں کہ وہ تمام زمین والوں سے بڑا عالم ہے اور ابدالوں کا سردار ہے اور وہ زمین میں اللہ کے لشکروں کا پیشوا ہے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے پیغمبر ﷺ جو کوئی اس طرح عمل کرے تو اس کے لیے میرے دیکھے ہوئے ثواب کے علاوہ کیا اجر ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارے اس دیکھے ہوئے اور دیئے ہوئے ثواب سے کونسا ثواب زیادہ ہو سکتا ہے تم نے اپنا ٹھکانہ بھی جنت میں دیکھ لیا اس کے پھل بھی کھائے اور اس کی شراب بھی پی لی اس کے علاوہ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو بھی میرے ساتھ دیکھ لیا اور حور عین کا بھی دیدار کر لیا۔ میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ جو شخص وہ عمل جو میں نے کیا اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا وہ نہ دیکھے تو کیا اسے بھی وہ عطاء کیا جائے گا جو کچھ مجھے عطاء کیا گیا آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا اس کے تمام کبیرہ گناہ جو وہ پہلے کر چکا ہوتا ہے معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنا غضب اور ناراضگی ہٹا لیتا ہے اور اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ایسا عمل کرنے والا وہ تمام اجر دیا جاتا ہے جو تجھے دیا گیا اگرچہ وہ اپنے خواب میں جنت نہ بھی دیکھے اور آسمان سے ایک منادی یہ اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے اور حضور ﷺ کی پوری امت میں سے مشرق اور مغرب تک کے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اس کے بائیں جانب والے فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی کے اعمال نامے

میں آئندہ سال تک کوئی برائی نہ لکھے۔ ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ذات کی قسم جس نے مجھے آپ کے جمال کا دیدار نصیب فرمایا اور مجھے جنت دکھائی کیا ہر ایسا عمل کرنے والا ایسا ثواب پائے گا آپ نے فرمایا ہاں یہ تمام ثواب اسے ملے گا میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ یہ عمل اور اس کا ثواب اور اس کی فضیلت تمام مومن مردوں اور عورتوں کو معلوم ہونی چاہئے تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا یہ کام صرف وہی آدمی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک بخت پیدا فرمایا ہے اور اس کو وہی چھوڑ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بد بخت پیدا فرمایا ہے میں نے عرض کی کہ ایسا عمل کرنے والے کو اس کے علاوہ بھی کچھ عنایت کیا جاتا ہے آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا جو آدمی مومن مردوں اور عورتوں' پہلوں اور پچھلوں سے ایسا عمل ایک رات بھی کرتا ہے اس کے لیے زمین و آسمان کی پیدائش سے لے کر صور پھونکنے کے دن تک بارش کے جتنے قطرے زمین پر گرے ان کے برابر اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور زمین سے اس عرصہ میں جتنے دانے زمین اگاتی ہے ان کے برابر اس کی برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔

حضرت اعرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کی رات کو دو رکعت نماز ادا کی جن میں سے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایک ایک دفعہ اور سورۃ اخلاص پندرہ دفعہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر ایک ہزار دفعہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِ الْاُمِّیِّ پڑھے تو وہ مجھے دوسرے جمعہ تک کسی نہ کسی رات کو خواب میں ضرور دیکھ لے گا اور جو مجھے دیکھ لیتا ہے اس کے لیے جنت فرض ہو جاتی ہے اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔

عشاء سے بعد کی نماز کا بیان

ابو نصرؒ اپنے باپ سے بیان کرتے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عبد اللہؓ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جس نے عشاء کے بعد چار رکعت نماز ادا کی اس کو مسجد حرام میں لیلۃ القدر پالینے کا ثواب حاصل ہو گا اس طرح کعب احبارؓ سے مروی ہے کہ جس نے عشاء کے بعد اچھی قراء ۃ کے ساتھ چار رکعت نماز ادا کی اسے لیلۃ القدر کے برابر ثواب ملے گا بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اس کو اتنا ثواب ہو گا جتنا لیلۃ القدر میں یہ چار رکعت ادا کرنے کا ہوتا ہے۔

ابو نصرؒ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں اور وہ اپنی سند کے ساتھ ثابت بنانیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھے جن میں سے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک دفعہ اور سورۃ اخلاص بیس دفعہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں دو محل بنا دے گا جس کو تمام اہل جنت دیکھتے ہیں۔

وتر کا بیان

بہتر یہ ہے کہ وتر آخر رات میں پڑھا جائے ان دلائل کی وجہ سے جو آخر شب کے قیام کی فضیلت میں بیان ہو چکے ہیں حضرت نافعؒ ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے ایک آدمی نے رات کے قیام کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دو دو رکعت ادا کی جائیں تو جب صبح کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت پڑھی جائے جو پہلی تمام نماز کو وتر بنا دے گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی رات میں ہی پڑھ لیا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تم وتر کس وقت پڑھتے ہو تو انہوں نے عرض کی کہ میں سونے سے پہلے اول رات ہی پڑھ لیتا ہوں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تم وتر کس وقت ادا کرتے ہو تو انہوں نے عرض کی کہ میں رات کے پچھلے حصہ میں پڑھتا ہوں آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ نہ جاگ سکنے سے ڈرتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ طاقتور ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عقل مند لوگ اول رات میں ہی وتر پڑھ لیتے ہیں اور طاقتور لوگ آخر شب وتر ادا کرتے ہیں اور بہتر بھی یہی ہے۔ اور بعض علماء نے حضرت ابو بکر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کے پیش نظر اول رات کے وتر کو افضل قرار دیا ہے نیز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اول شب وتر ادا کرتا ہوں پھر جب میں بیدار ہوتا ہوں تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے سابقہ وتر کو جفت بنالیتا ہوں جس کو اس کے بہن بھائیوں سے ملا دیا جاتا ہے پھر میں اپنی نماز کے آخر میں وتر پڑھتا ہوں حضرت عثمانؓ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ تمام رات ایک رکعت کے ساتھ بیدار رہتے تھے اور اس میں پورا قرآن ختم کر لیتے تھے اور یہی رکعت ان کا وتر ہوتا تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست ابو القاسم ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ایک یہ کہ سونے سے پہلے وتر ادا کرلوں دوسری یہ کہ ہر مہینے تین یوم کے روزے رکھوں تیسری یہ کہ چاشت کی دو رکعت نماز ادا کروں۔ خصوصاً وہ آدمی جو طلوع فجر سے پہلے نہ جاگ سکنے سے ڈرتا ہو تو اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین حالتیں ہیں چاہے اول رات پڑھ لے پھر دو دو رکعت پڑھے یا جاگنے کے بعد ایک رکعت پڑھ کر اول رات میں پڑھے ہوئے کے ساتھ ملا کر جفت بنادے پھر دو رکعت پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے اور چاہے تو آخر رات میں رات کی نماز کے آخر میں پڑھ لے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آخر رات نہ جاگنے سے ڈرتا ہو تو اول رات ہی وتر پڑھ لے پھر سو جائے اور جس کو آخر شب میں اٹھنے کی امید ہو وہ پچھلی رات میں پڑھے کیوں کہ آخر شب کے قیام میں فرشتے موجود رہتے ہیں اور یہی بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ آخر شب پڑھ لینے کے بعد اگر اپنے اہل کی طرف کوئی ضرورت محسوس فرماتے تو ان کے قریب ہو جاتے ورنہ اپنی نماز کی جگہ پر ہی لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آکر آپ کو نماز کی اطلاع کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کے ہر حصہ میں آنحضرت ﷺ نے وتر پڑھے ہیں۔ اول رات بھی۔ درمیان رات بھی اور آخر رات بھی اور آپ کے وتر پڑھنے کے وقت کی انتہا سحر تھی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ اذان کے وقت وتر پڑھا کرتے تھے اور صبح کی دو رکعت اقامت کے وقت ادا فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت پڑھتے پھر دو رکعت پھر جس کا جی چاہتا وتر پڑھ لیتا اور جس کا جی چاہتا سو جاتا۔

اول شب وتر پڑھنے کا بیان

جو آدمی شب وتر پڑھ لے پھر تہجد کے لیے اٹھے تو اس کے اول شب میں پڑھے ہوئے کو فسخ کرنے یا نہ کرنے میں امام احمد کی دو روائتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ اس کو نہ توڑے۔ فضل بن زیاد آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آخر شب کا وتر افضل ہے ہاں اگر کسی کو سویا رہنے کا ڈر ہو تو وہ اول شب ہی وتر پڑھ لے پھر جب آخر شب اٹھے تو دو دو رکعت پڑھ لے اور وتر نہ پڑھے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اول رات میں پڑھے ہوئے وتر کو توڑ دے۔ فضل بن زیاد کہتے ہیں میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کیا آپ کی رائے یہ ہے کہ اول شب کے وتر کو توڑ دے آپ نے فرمایا نہیں لیکن اگر توڑ دے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ کیوں کہ حضرت عمر، علی، اسامہ، ابن عمر، ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس طرح کیا ہے۔ وتر کو توڑنے اور فسخ کرنے کا طریق یہ ہے کہ جب کوئی اول شب ایک رکعت وتر پڑھ کر سو جائے پھر جب رات کے درمیان نماز کے لیے اٹھے تو ایک رکعت نماز پڑھے جس میں اول شب کے وتر کو توڑے اور اس کو جفت کرنے کی نیت کرے اور جب اس کا سلام پھیر دے تو تمام سابقہ پڑھی ہوئی نماز جفت ہو جائے گی پھر جتنی نماز پڑھنا چاہے دو دو رکعت کر کے پڑھ لے اور طلوع فجر سے پہلے پہلے ایک رکعت پڑھ کر اس کو وتر بنادے یہ طریقہ ہم کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل سے معلوم ہوا جس کا اس سے پہلے ہم نے ذکر کر دیا۔

وتر کو اپنے حال پر چھوڑ کر دوبارہ وتر نہ پڑھے کیونکہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہوتے اگر کوئی اول رات کے وتر کو نہ توڑے اور وہ جو کچھ چاہے پڑھ لے تو اس کے جواز کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

وتر کی دعاء کا بیان

وتر کی رکعت اخیرہ سے جب رکوع سے سر اٹھائے تو یہ دعاء پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ آخر تک یعنی اے اللہ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں تجھے حاضر جانتے ہیں' تجھ سے بخشش مانگتے' تجھ پر ایمان لاتے ہیں' تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تجھ پر تمام اچھی ثناء بھیجتے ہیں' تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے اور جو تیرا نافرمان ہے اس سے اپنا تعلق توڑ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ آخر تک یعنی اے اللہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں تیری رضا کے لیے ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ تیری طرف لوٹ کر آنے کی جدوجہد اور تیاری کرتے ہیں تیری رحمت کی امید کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ تیرا عذاب کافروں کو پہنچ کر رہے گا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ آخر تک یعنی اے اللہ جن لوگوں کو تو نے ہدایت فرمائی ہے ان میں مجھے بھی شامل فرما۔ ان لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے عافیت عنایت فرمائی مجھے بھی عافیت سے نوازدے۔ جس طرح تو نے اپنے دوستوں کی کارسازی کی اسی طرح میری بھی کارسازی فرما' جو کچھ تو نے مجھے عنایت فرمایا اس میں برکت عطاء فرما اور اپنے برائی کے فیصلہ سے مجھے محفوظ فرما' کیوں کہ تو فیصلہ فرماتا ہے تو تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا جس کو تو دوست بنائے وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تو دشمنی کرے وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ اے ہمارے رب تو نہایت بابرکت اور بلند ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ آخر تک یعنی اے اللہ میں تیری خوشنودی کے وسیلہ سے تیرے غصہ سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری معافی کے ذریعہ تیری سزا سے امن چاہتا ہوں اور میں تیرے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں تیری اس طرح تعریف نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنی تعریف بیان فرمائی ہے اگر مذکورہ دعاؤں سے کوئی زیادہ دعاء پڑھے تو جائز ہے پھر ایک اور روایت میں ہے کہ ہاتھوں کو منہ پر پھیرے اور دوسری روایت میں سینے پر۔ اگر ماہ رمضان میں امام یہ دعائیں کرے تو جمع کا لفظ مثلاً اِھْدِنَا وَ عَافِنَا بولے۔

رات کی نماز کا بیان

جب ایک آدمی پر رات کی نماز پڑھنے کے دوران نیند کا غلبہ ہو جائے تو بعض کے نزدیک اس کے لیے سو جانا بہتر ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو وہ نیند کے غلبہ کے رفع ہونے تک سو جائے کیونکہ جب وہ نماز میں اونگھتا ہے تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اپنے خلاف بددعاء کر رہا ہوں یا بخشش مانگ رہا ہوں۔ عبدالعزیز بن صہیب حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دوستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی دیکھ کر سوال فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت زینب کے لیے ہے وہ نماز ادا کرتی رہتی ہیں تو جب انہیں سستی یا اونگھ آجاتی ہے تو وہ اپنا ہاتھ اس میں لٹکا لیتی ہیں آپ نے فرمایا اسے کھول دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تک طبیعت ہشاش بشاش رہے اس وقت تک نماز پڑھو اور جب سستی آجائے تو بیٹھ جاؤ۔ حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس بنی اسد کی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ کون ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ یہ فلاں عورت ہے جو رات کو نہیں سوتی۔ تو آپ نے فرمایا وہ عمل بجالاؤ جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم خدا تعالیٰ اس وقت تک اجر دینے سے اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا جب تک تم عمل سے اکتا نہ جاؤ۔ اللہ کے ہاں محبوب ترین وہ عمل ہے جس پر مداومت کی جائے خواہ بہت ہی کم ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو اس عمل کا حکم فرماتے جس کی ان میں طاقت ہوتی تو صحابہ کرامؓ کہتے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو آپ ان کی اس بات سے اتنا ناراض ہوئے کہ آپ کے چہرہ مبارک سے ناراضگی کی علامت معلوم ہوا کرتی تھی۔ غرض جس پر نیند غلبہ کرے اس کے لیے یہ سنت طریق ہے کہ وہ سو رہے اور جب خواب کی مستی دور ہو اور طبیعت بحال ہو جائے اور جو کہتا ہے سمجھتا ہو تو جو عبادت کرنی ہو' اس وقت کرے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ بیٹھے بیٹھے سو جائیں اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ رنج اور تکلیف میں رات بسر نہ کرو۔ اور بعض نیکوکار لوگوں کا یہ دستور تھا کہ وہ جان بوجھ کر بھی خواب کی طرف رغبت کیا کرتے تھے تاکہ رات کے وسط میں قیام پر قوت حاصل ہو اور بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ قصداً سونا مکروہ ہے اور جب تک ان پر نیند کا اچھی طرح غلبہ نہ ہو

جاتا تھا سونے کا ارادہ نہیں کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ یمانی نے تیس برس تک زمین پر اپنا پہلو نہیں لگایا یہ اپنے پاس ایک چمڑے کا تسمہ رکھا کرتے تھے اور جب ان کو نیند غلبہ کرتی تھی تو اس تسمہ پر اپنا سینہ رکھ کر چند دفعہ جھونکے لیتے تھے جس سے ان کی نیند جاتی رہتی تھی پھر نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر میں شیطان کو اپنے گھر میں دیکھوں تو یہ بہتر ہے اس سے کہ میں اپنے گھر میں بچھونا دیکھوں کیونکہ وہ آدمی کو نیند کی طرف بلاتا ہے۔ اور بعض بزرگوں سے پوچھا گیا کہ ابدال کی کیا صفت ہے انہوں نے جواب دیا کہ ان کی علامتیں یہ ہیں ان کا کھانا فاقہ ہے اور سوتے اس وقت ہیں جب کہ خواب کا غلبہ ہوتا ہے اور بات اس وقت کرتے ہیں جب کہ اس کی ضرورت پڑے اور ان کی خاموشی عین حکمت ہے اور ان کا علم قدرت ہے اور پھر پوچھا گیا کہ ان میں سے جوڑنے والے ہوتے ہیں۔ ان کا کیا حال ہے جواب دیا کہ ان کا کھانا تو ایسا ہوتا ہے جیسا کہ بیماروں کا ہوتا ہے اور ان کی نیند ایسی ہوتی ہے جیسے ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور فرمایا ہے کہ صالح لوگوں کے افعال اور احوال پر نظر نہ کریں۔ مگر جس کی بابت خدا کے رسول نے فرمایا ہے اور معتبر بھی یہی امر ہے کہ بندہ اس حالت میں پہنچ جائے کہ غیریت اس سے اٹھ جائے اور ام سلمہؓ نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا گیا کہ عملوں میں سے بہتر عمل کونسا ہے آپ نے جواب دیا جو ہمیشہ ہو سکتا ہے چاہے وہ کم ہی ہو۔ اور علقمہؓ نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کا یہ معمول تھا کہ اپنی رات میں کبھی تو آدھی رات تک قیام کرتے تھے اور کسی رات میں اس کے تیسرے حصے تک اور کسی میں نصف رات اور اس کے چھٹے حصے کے قریب تک اور کسی رات میں صرف رات کے چوتھے حصے میں قیام کرتے تھے اور کسی رات صرف چھٹے حصے تک اور قیام کی وجوہ سورۃ مزمل میں ذکر کی گئی ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ رات کو نماز پڑھو چاہے اس قدر عرصے تک ہی ہو کہ جس میں بکری کا دودھ دوہتے ہیں اور اس عرصے میں نماز کی چار رکعتیں ادا ہو سکتی ہیں اور کبھی دو رکعتیں بھی پڑھی جاتی ہیں اور آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی رات کو نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھے۔ تو یہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔ اور اگر لوگوں پر گراں نہ ہوتی تو ان دو رکعتوں کو ان پر فرض کر دیا جاتا اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ لوگوں پر عبادت کرنی اور رات کا قیام سہل ہو جاوے اور عبادت کرنے سے دل میں بغض نہ آجائے کیونکہ اس طرح ان کو تکلیف ہوگی اسی واسطے ارشاد کر دیا واسطے قیام رات کے اور ساتھ ہی اس کی بزرگی اور ثواب کا ذکر کر دیا تاکہ فرضوں اور سنتوں پر خاص کر قصر نہ کریں۔ اور رات کے تیسرے حصے تک قیام کرنا مستحب ہے اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ رات کے چھٹے حصے تک قیام کریں۔ پیغمبر خدا ﷺ نے کسی رات میں اتنا قیام نہیں کیا کہ اس میں صبح ہو جائے۔ درمیان میں سو بھی جاتے تھے اور نہ ہی اس طرح سوئے ہیں کہ سوئے ہوئے صبح ہو گئی ہو۔ بلکہ رات میں قیام بھی کرتے تھے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ پہلی رات کی نماز تہجد پڑھنے والوں کے لیے ہے اور رات کے درمیان حصہ کی نماز عبادت کرنے والے لوگوں کے لیے ہے اور آخری حصہ نمازیوں کے لیے ہے اور صبح کا قیام ان لوگوں کے واسطے ہے جو غافل ہیں اور یوسف بن مہرانؒ یوں روایت کرتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ ہے اس کی شکل مرغ کی ہے اور اس کے پنجے مروارید کے ہیں اور پنجوں کے خار زبرجد سبز کے ہیں جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا ہے تو وہ اپنے دونوں بازوؤں کو پھڑپھڑاتا ہے اور آواز دیتا ہے اور کہتا ہے اے نماز پڑھنے والو اٹھو اور آدھی رات گزرنے کے بعد پھر اپنے پر مارتا ہے اور اس وقت تہجد پڑھنے والوں کو پکارتا ہے اور ثلث رات گزرنے کے بعد پھر پروں کو جھاڑتا ہے اور یہ آواز دیتا ہے اے عبادت کرنے والو اٹھو اور صبح کے وقت پروں کو ہلا کر کہتا ہے کہ اے غافلو جاگو! اور ان پر ان کا بوجھ ہوتا ہے۔ اور بعض عارف کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ صبح کے وقت ان لوگوں کی طرف دیکھتا ہے جو رات کو جاگتے ہیں اور ان کے دلوں کو نور سے منور کر دیتا ہے اور اس سے دلوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور جب ان لوگوں کے دل روشن ہوتے ہیں تو ان سے غافلوں کے دلوں کو روشنی پہنچتی ہے اور ایک روایت ہے کہ اپنے صدیقوں پر خداوند تعالیٰ نے وحی نازل کی اور ان کو فرمایا ہے میرے ایسے بندے ہیں جو مجھ سے دوستی رکھتے ہیں اور میں ان کو دوست جانتا ہوں۔ وہ میرے شائق ہیں اور میں ان کا شائق ہوں وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں انہیں یاد رکھتا ہوں وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ان کو دیکھتا رہتا ہوں اگر تم بھی ان کا طریق اختیار کرو گے تو میں تم کو دوست جانوں گا اور اگر ان کا طریق چھوڑ دو گے تو ہماری مخالفت کرنے والے ہوگے انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ان لوگوں کی کیا نشانی ہے جواب دیا وہ سایہ کی ایسی ہی نگہبانی کرتے ہیں جیسی کہ مہربان چرواہا اپنی بکریوں کی حفاظت کرتا ہے یہ بالکل ان کی حفاظت میں ہی مستغرق ہوتا ہے اور آفتاب کے غروب ہونے کی ایسی ہی انتظاری کرتے ہیں جیسے کہ اپنے گھونسلے میں جانے

کے واسطے پرندے اس کے غروب کے منتظر ہوتے ہیں پس جب رات کا اندھیرا تمام جہان کو پوشیدہ کر لیتا ہے اور اسرار کے پردے چھا جاتے ہیں اور ہر ایک طالب اپنے مطلوب کو آغوش میں لیتا ہے تو اس وقت جو ہمارے چاہنے والے ہوتے ہیں وہ ہماری طرف اپنے قدم بڑھاتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ دعاء کے واسطے میری طرف توجہ کرتے ہیں اور میری بارگاہ میں میرے ہی کلام سے حاجت مانگتے ہیں اور انعام کے امیدوار ہوتے ہیں پس میرے یہ بندے ان لوگوں کے درمیان ہیں جو مجھے پکارنے والے ہیں۔ آہ و زاری کرنے والے ہیں 'گلہ کرنے والے ہیں 'قیام کرنے والے ہیں 'بیٹھنے والے ہیں 'رکوع کرنے والے ہیں 'سجدہ کرنے والے ہیں 'یہ جو تکلیف اٹھاتے ہیں میرے واسطے اٹھاتے ہیں اور وہ میرے سننے میں ہے اور میری محبت کی وجہ سے ہی شکایت کرتے ہیں۔ پہلی چیز جو میں انہیں عطاء کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں نور ڈالتا ہوں اور اس کے بعد وہ میری خبر دیتے ہیں جس طرح ان عارفوں کو خبر ملائے اعلیٰ پر میں پہنچا دیتا ہوں اور دوسری چیز ان کو یہ عنایت ہوئی ہے کہ ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اگر ان کے ترازو میں رکھے جائیں تو پھر بھی میں اس انعام کو تھوڑا سمجھتا ہوں اور تیسری چیز یہ دیتا ہوں کہ میں اپنی کریم ذات سے ان لوگوں پر توجہ کرتا ہوں اب تم جان سکتے ہو کہ جس پر میں بذات خود توجہ کروں یہ اس کے حق میں کتنی بڑی بات ہے اور کس قدر دولت اور عظمت میری درگاہ سے عنایت ہوتی ہے۔

تمام رات کا قیام

رات بھر وہ آدمی قیام کر سکتے ہیں جو مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں اور مضبوط اور طاقتور آدمی وہی ہوتے ہیں جن کے حال پر اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی عنایت مبذول رکھتا ہے اور جن کی نگہبانی کی جاتی ہے اور اپنی توفیق اور اپنے جلال و جمال کے نور سے ان کے دلوں کو منور رکھتا ہے پس ان لوگوں کا قیام بھی ان کے حق میں ایک بخشش الٰہی ہوتا ہے اور خدا کی طرف سے ممتازی اور سرفرازی کا ایک خلعت ہوتا ہے جو ان سے مرتے دم تک چھینا نہیں جاتا اور عثمان بن عفانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ شب بیدار رہتے اور تمام رات میں ایک ہی رکعت کے اندر اول سے آخر تک قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے اور پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے اور خدا کے رسول کے چالیس آدمی تھے جو آپ کے تابعوں میں سے تھے شب زندہ دار تھے اور چالیس سال تک انہوں نے عشاء کے وضو سے ہی صبح کی نماز پڑھی ہے اور ان میں سے مشہور آدمی یہ تھے۔ سعید بن جبیرؓ صفوان بن سلیمؒ ابو حازمؒ محمد بن منکدر یہؒ اہل مدینہ سے تھے 'فضیل بن عیاضؒ وہب بن وردؒ یہ اہل مکہ سے تھے طاؤسؒ وہب بن منبہؒ اہل یمن سے تھے ربیع بن خیثمؒ اور حکم یہ اہل کوفہ سے تھے۔ ابو سلیمان رازیؒ علی بن بکار یہ لوگ اہل شام سے تھے ابو عبداللہ خواصؒ 'ابو عاصمؒ یہ اہل عبادان سے تھے۔ حبیب ابو محمدؒ 'ابو جائز سلیمانی یہ اہل فارس تھے۔ مالک بن دینارؒ سلیمان تیمیؒ یزید رقاشیؒ حبیب بن ابی ثابتؒ 'یحییٰ بکاءؒ یہ اہل بصرہ سے تھے اور ان کے سوا اور لوگ بھی ہیں اور ان کا بیان لمبا چوڑا ہے اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت اور رضامندی ہو۔

غفلت کا ذکر

اور جس کی غفلت کامل ہو گئی ہو اور اس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا ہو اور اس کو بند کیا ہو اور اس کی خطاؤں نے قیام شب سے اس کو روک رکھا ہو اور وہ رات کے وقت نماز پڑھنا چاہتا ہے اور وہ عبادت کرنے والوں سحر کے وقت استغفار کرنے والوں میں داخل ہونا پسند کرتا ہو تو اس کو چاہئے کہ سوتے وقت اور اپنے پہلو پر لیٹتے وقت تین دفعہ خداوند تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ پھر پڑھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۃ کہف کے اول اور آخر سے دس دس آیتیں پڑھے اور پھر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ اور سورۃ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنی فراخ نعمت سے بہرہ یاب کرتا ہے اور اپنی بخشش کے عام سلسلہ میں شامل کر کے وقت پر رات کو جگا دیتا ہے اور رات کے وقت قیام کرنے کے واسطے اس کو ہمت بھی عطاء فرماتا ہے اور اس کو یہ بھی پڑھنا چاہئے اے میرے پروردگار جو ساعتیں تجھ کو زیادہ پسند ہیں ان میں مجھ کو جگا دے اور ان کاموں میں لگا جو تجھ کو بہت پسند ہیں اور تیرے قرب کا باعث ہیں اور میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں کہ اپنا غضب مجھ سے دور کر دے اور میں تیری درگاہ میں استغفار پڑھتا ہوں تو مجھے بخشش دے اور میں تیرے ہاں دعاء کرتا ہوں تو میری دعاء قبول فرما اے اللہ! مجھ کو اپنے عذاب سے امن دے اور اپنے سوا کسی دوسرے آدمی کے سپرد نہ کر۔ اور اپنا پردہ میرے اوپر سے نہ اٹھا اور اپنے ذکر کو مجھ سے فراموش نہ کر اور ان لوگوں میں مجھے شامل نہ کر جو غافل

ہیں۔ بزرگوں نے ارشاد کیا ہے کہ سوتے ہوئے جو آدمی یہ کلمے کہتا ہے پروردگار اس پر تین فرشتے مقرر کرتا ہے اور وہ نماز کے وقت اس کو جگاتے رہتے ہیں اور جب یہ آدمی نماز پڑھتا ہے اور بعد میں دعاء کہتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور اگر وہ سویا رہے بیدار نہ ہو تو اس کے قائم مقام ہو کر فرشتے اس کی جگہ عبادت کرتے ہیں اور دعاء کرنے والے کو اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی عبادت کے واسطے رات کو جاگنے کی خواہش کرے تو وہ سوتے وقت یہ دعاء پڑھے۔ اے اللہ اپنے ذکر کے واسطے وقت پر مجھے اپنی خواب گاہ سے بیدار کر تا کہ میں تیرا ذکر کروں اور میں تیرا شکر کروں اور تیری نماز اور استغفار پڑھوں اور قرآن کی تلاوت اور نیک عبادت میں مشغول رہوں۔ اور تسبیح اور حمد کو تینتیس تینتیس دفعہ کہے اور چونتیس دفعہ تکبیر پڑھے اور اگر چاہے تو پچیس دفعہ یہ بھی پڑھ لے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور ان کلموں کو پڑھنا آسان ہے اور یہ تمام اول سے آخر تک سو ہیں۔ اور عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ جب سویا کرتے تھے اور اپنے دائیں ہاتھ پر اپنا رخسارہ رکھتے۔ تو اس وقت آپ کا چہرہ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ گویا بدن سے روح پرواز کر گئی ہے اور پھر اس وقت یہ پڑھا کرتے تھے اے اللہ تو ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا پروردگار ہے اور ہمارا اور ہر چیز کا پروردگار ہے اور توریت اور انجیل کا اور فرقان مجید کا نازل کرنے والا ہے اور ہر دانہ اور تخم کو تو ہی پھاڑتا ہے میں بدوں کی بدی سے تیرے ہاں امن کی درخواست کرتا ہوں اور ہر ایک جاندار کی بدی سے امن چاہتا ہوں اور تو اس کی پیشانی کو پکڑ لیتا ہے اے اللہ سب سے پہلے تو ہی ہے۔ کوئی دوسری چیز تجھ سے پہلے نہیں تھی اور سب سے پیچھے تو ہی رہے گا۔ کوئی چیز تیرے بعد رہنے والی نہیں۔ تو ظاہر ہے اور کوئی چیز تیرے اُوپر نہیں ہے اور تو پوشیدہ ہے اور تیرے سوا کوئی دوسری چیز ایسی نہیں۔ مجھ سے میرا قرض دور کر۔ اور مجھے فقر سے بچا کر غنی کر دے۔

نماز تہجد کا بیان

جس کو خداوند تعالیٰ رات کے قیام کی توفیق دے اور اس نعمت سے مالا مال کرے اگر اس کو کوئی عذر لاحق نہ ہو تو اس صورت میں وہ ہمیشہ تہجد کی نماز پڑھا کرے۔ عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی خدا کی عبادت کرنیوالا ہو اور پھر تکلیف سے ڈر کر چھوڑ دے تو یہ اس کی ناراضامندی اور اس شب سے دوری کا باعث ہوتا ہے۔ اور عائشہؓ کہتی ہیں کہ خدا کے رسول پر جب کبھی نیند زیادہ غالب ہو جاتی یا بیمار ہوتے اور اس سے رات کے وقت اٹھ نہیں سکتے تھے تو اس کی بجائے دن کے وقت بارہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور حدیث میں وارد ہے کہ خدا کے نزدیک عملوں میں سے زیادہ دوست عمل وہ ہے جو ہمیشہ کے واسطے کیا جائے چاہے وہ تھوڑا ہی ہو۔

تہجد کے وردوں کا بیان اور طہارت کا طریق

جب کوئی آدمی رات کے وقت تہجد کے واسطے اٹھے تو اس وقت یہ کہے خدا کی حمد ہے کہ جس نے مارنے کے بعد مجھے پھر زندہ کیا ہے اور مخلوق کا حشر اسی کی طرف ہی ہے اور اس کے بعد آل عمران کے آخر میں جو دس آئتیں ہیں ان کو پڑھے۔ اور پھر مسواک کرے اور پھر وضو کرے اور اس کے بعد یہ کہے۔ "اے اللہ میں تجھے پاکی سے یاد کرتا ہوں اور تیری حمد کرتا ہوں تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں اور تجھ ہی سے بخشش اور توبہ کی درخواست کرتا ہوں تو مجھے توبہ کرنے کی توفیق دے تو توبہ کو قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو توبہ کرنے والے ہیں اور پاک رہنے والے ہیں۔ اور مجھے صبر کرنے والا اور شکر کرنے والا اور ان لوگوں میں شامل کر جو تجھے بہت یاد کرنے والے ہیں اور صبح و شام کو تیری تسبیح پڑھتے ہیں اور اس کے بعد آسمان کی طرف اپنے سر کو اٹھائے اور کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا جو یگانہ ہے دوسرا کوئی برحق معبود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کا شریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا بندہ ہے اور اس کا رسول۔ میں تیرے عذاب سے تیری معافی کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں اور تیرے قہر سے تیری رضا میں امن مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے ہاں ہی پناہ چاہتا ہوں جیسی کہ تو نے اپنی تعریف آپ کی ہے۔ مجھ میں ایسی تعریف کرنے کی طاقت نہیں ہے میں بذاتہ تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور سر تا پا میرے بدن پر تیرا حکم جاری ہے اور تیرے ہی عدل سے قائم ہے جن ہاتھوں سے میں نے کسب کیا ہے وہ یہ ہیں اور جس نفس سے میں نے عمل کیا ہے وہ نفس یہ ہے۔ تیرے سوا میرا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور تو پاک ہے اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو ظالم ہیں اور

میں نے برے عمل کئے ہیں اور اپنی جان پر میں نے ظلم کیا ہے تُو میرے کبیرہ گناہوں کو بخش دے میرا پروردگار تُو ہی ہے۔ اور تیرے سوا کوئی دوسرا گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔ اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور معبود ہے۔ اور جس وقت نماز کے وقت اٹھ کر قبلہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اس وقت یہ پڑھے خدا بزرگ ہے اور بزرگیوں کے لائق بھی وہی ہے اور خدا کے واسطے ہی حمد ہے اور میں خدا کو صبح اور شام پاکی سے یاد کرتا ہوں اور اس کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھے اور دس دفعہ ہی حمد پڑھے اور دس دفعہ یہ کہے لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ۔ اور دس دفعہ ہی تکبیر پڑھے اور یہ کہے خدا بزرگ ہے وہ صاحب جبروت و ملکوت ہے اور بزرگی اور عظمت اور جلال اور قدرت کا صاحب ہے۔ اور اگر چاہے تُو یہ پڑھے یہ قیام تہجد میں خدا کے رسول مقبول ﷺ پڑھا کرتے تھے اے اللہ حمد تیرے واسطے ہی مخصوص ہے اور آسمانوں اور زمینوں کو روشنی دینے والا تُو ہی ہے اور تُو ہی ان کو زینت دیتا ہے اور ثناء خاص کر تیرے واسطے ہی ہے آسمانوں اور زمینوں کو تُو نے ہی قائم کیا ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ ہے اور ان کے اوپر ہے اس کو بھی تُو نے ہی بنایا ہے۔ سچا تُو ہی ہے اور تجھ سے ہی سچائی کا وجود ہے اور تیرا دیدار اور بہشت اور دوزخ یہ ساری باتیں برحق ہیں اور تیرے سب نبی سچے ہیں اور محمد مصطفیٰ صاحب ﷺ سچے اور برحق ہیں اور آخر الزمان نبی ہیں یعنی ان کے بعد دوسرے نبیوں کے خروج کے دہانہ پر مہر لگ گئی ہے اے اللہ میں تیرے واسطے ہی مطیع ہوا ہوں اور میں تیرے ساتھ ہی ایمان لایا ہوں اور تیرے اوپر ہی میں نے توکل کیا ہے اور تیرا ہی ساتھ لے کر میں نے جھگڑا کیا ہے اور جس قدر اپنے ظاہری اور باطنی کام تھے وہ سب تیرے سپرد کر دیئے ہیں اور میرا حاکم تُو ہی ہے جو آگے اور پیچھے سے میں نے کسی کے ساتھ گناہ کئے ہیں ان سب کو بخش دے اور میں نے جو کچھ چھپایا اور ظاہر کیا ہے تُو وہ سب معاف فرما دے تُو سب سے پہلے تھا اور سب کے بعد بھی تُو ہی رہے گا تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اے اللہ میرے نفس کو پرہیزگاری عطاء فرما اور اس کو پاک کر۔ پاک کرنے والوں سے بہتر پاک کرنے والا تُو ہی ہے تُو نفسوں کا مالک اور ان کا خداوند ہے اے اللہ مجھے زیادہ نیک عملوں کی راہ دکھا اور تجھ سے بڑھ کر ایسا اور کوئی نہیں ہے۔ جو بہتر اور نیک کاموں کی طرف راستہ دکھلائے۔ اور نفسوں کی برائی کو مجھ سے دور کر دے تیرے سوا اس کی برائیوں کو اور کوئی پھیر نہیں سکتا۔ میں بڑی عاجزی کے ساتھ ان باتوں کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، میں محتاج ہوں، فقیر ہوں، ذلیل ہوں، اور بڑی حاجت مندی کے ساتھ تجھ سے دعاء کرتا ہوں اے اللہ تُو مجھ کو اپنے پکارنے میں بدبخت نہ بنا اور تُو میرے اوپر مہربانی اور کرم کر جن سے سوال کیا جاتا ہے تُو ان سب سے زیادہ نیک ہے اور کرم کرنے والوں سے زیادہ کریم ہے۔ اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن کثیر سے اور وہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ عائشہؓ سے پوچھا کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کس سے نماز کو شروع کیا کرتے تھے آپ نے جواب دیا کہ پہلے تکبیر کہا کرتے تھے اور اس کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے اے اللہ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل کا تُو ہی رب ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کے جو ظاہری اور باطنی بھید ہیں ان کا جاننے والا تُو ہی ہے اور بندے جو کچھ اختلاف کرتے ہیں ان میں تُو ہی حکم کرنے والا ہے۔ جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے تُو اس میں مجھے سیدھا راستہ دکھلا۔ اور جسے تُو چاہتا ہے اسے سیدھا راستہ دکھلا دیتا ہے۔

رات کی نماز کے مستحبات

رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنی مستحب ہے۔ پہلے دو رکعت نماز مختصر سی پڑھے اور نماز اور تسبیح سے فارغ ہونے سے پہلے کوئی چیز کھائے پیئے نہیں، کیونکہ جب آدمی خواب سے بیدار ہوتا ہے تو اس وقت اس کا دل صاف ہوتا ہے اور اس میں کوئی فکر بھی نہیں ہوتا اور جب کوئی چیز کھا پی لیتا ہے تو پھر اس کا دل صاف نہیں رہتا۔ اپنی ہیئت سے بدل جاتا ہے اور اس میں تاریکی آجاتی ہے اس لیے یہی بہتر ہے کہ اس سے فارغ ہو کر کھائے پیئے اور اگر بھوک غالب ہو یا ماہ رمضان کا مہینہ، اور اس کو خوف ہو کہ دن کو بھوک لگے گی یا صبح ہو جانے کا خوف ہو تو پہلے کھا پی لینا بھی مستحب ہے۔

رات کے وردوں کا بیان

رات کے وقت جب تک تین سو آئتیں نہ پڑھ لے سوئے نہیں یہ مستحب ہے اور ایسا کرنے سے عابد لوگوں میں شمار ہو جاتا ہے اور اس کو غافلوں کی فہرست میں نہیں لکھتے اور یہ ورد پورا کرنے کے واسطے سورۃ فرقان اور سورۃ شعراء پڑھے۔ کیونکہ ان دونوں سورتوں میں تین سو

آئتیں ہیں اور اگر یہ یاد نہ ہو تو ان کو پڑھے سورۃ واقعہ۔ سورۃ نون' حاقہ اور مدثر۔ اور اگر ان کو بھی اچھی طرح نہ جانتا ہو تو پھر قرآن کے آخر تک سورۃ طارق سے پڑھے اور اس کی بھی تین سو آئتیں ہیں۔ اور اگر ایک ہزار آیت تک پڑھے تو یہ اور بھی بہتر ہے اور اس میں کامل فضیلت ہے۔ اس آدمی کے واسطے اس ورد کے عوض میں اجر کا ایک بڑا خزانہ لکھا جاتا ہے اور عابدوں کے گروہ میں شمار کیا جاتا ہے اور سورۃ تبارک الذی سے لے کر قرآن کے آخر تک ہزار آئتیں ہوتی ہیں۔ اور اگر اس کو اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دو سو پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے کیونکہ یہ مجموعہ ایک ہزار آیت کے برابر ہوتا ہے اور ہر رات میں ان سورتوں کا پڑھنا مناسب ہے۔ الم سجدہ۔ سورۃ یاسین۔ حم دخان۔ تبارک الذی۔ ان چاروں کو برابر پڑھتا رہے ان کا پڑھنا ترک نہ کرے اور اگر سورۃ مزمل اور واقعہ بھی ان کے ہمراہ پڑھے تو ان کا پڑھنا اور بھی بہتر ہے اور افضل بیان کیا گیا ہے اور پیغمبر ﷺ کا یہ دستور تھا کہ اول سورۃ سجدہ اور سورۃ تبارک الذی پڑھ لیتے تھے اور اس کے بعد جا کر سوتے تھے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ اس موقعہ پر سورۃ بنی اسرائیل اور زمر کو پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ مسبحات پڑھا کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں ایک آیت ایسی ہے کہ اس کا ثواب ایک لاکھ آیت کے برابر ہے۔

قیام شب پر مدد دینے والے امور

رات کے قیام پر جو چیزیں مدد دیتی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ حلال کھانا۔ توبہ پر استقامت خدا کے عذاب کا خوف اور غم رکھنا۔ اور مغفرت کی امید کا شائق ہونا۔ جو چیزیں مشتبہ ہوں ان کے کھانے سے پرہیز رکھنا گناہوں پر اصرار نہ کرنا۔ موت کو یاد رکھنا اور دنیا کے غم اور دوستی کو دل سے دور کرے اور موت کے بعد جو کچھ عاقبت میں پیش آنے والا ہے اس کی فکر رکھے۔ ایک آدمی نے حسنؓ کی خدمت میں عرض کی۔ اے ابا سعیدؓ میں تندرست ہوں اور رات بھر سویا رہتا ہوں میرے دل میں خواہش ہوتی ہے کہ میں رات کو نماز پڑھوں اور اس ارادہ سے وضو کے واسطے پانی بھی اپنے پاس تیار رکھتا ہوں مگر باوجود اس کے اٹھ نہیں سکتا۔ اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ تیرے گناہوں نے تم کو قید کر رکھا ہے اور ثوری علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک گناہ کیا تھا اس کے باعث سے پانچ ماہ کے عرصہ تک رات کے قیام سے محروم رہا لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ جس گناہ کے باعث آپ کا یہ حال ہوا وہ کونسا گناہ تھا فرمایا ایک آدمی رو رہا تھا میں نے اس کو دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ یہ ریاکار ہے اور حسن علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ آدمی ایک گناہ کے باعث رات کے قیام سے اور دن کو روزہ سے محروم ہو جاتا ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ایسے بہت سے کھانے ہیں جو راتؒ کے قیام کرنے سے آدمی کو روک رکھتے ہیں اور بہت سی نظریں ہیں کہ ان کے سبب آدمی سورۃ قرآن پڑھنے سے محروم رہتا ہے اور یقیناً آدمی کو بعض کھانے اور بعض کام سال بھر کے قیام شب سے محروم رکھتے ہیں اور اگر آدمی اچھی جستجو کرے تو زیادہ نقصان سے بچ سکتا ہے اور گناہوں کی کمی سے جستجو کی لیاقت ہو جاتی ہے اور ابو سلیمان علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ نمازی آدمی سے اگر نماز فوت ہوتی ہے تو وہ کسی گناہ کے سبب سے ہی ہوتی ہے اس کے سوا نہیں ہوتی۔ اور فرمایا ہے کہ رات کے وقت انسان کو جو احتلام ہوتا ہے وہ ایک عذاب ہے اور جناب خداوند تعالیٰ سے دوری کا باعث ہے اور کھانا پینا بھی اسی بلا میں گرفتار کرتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کو کم استعمال کرو تاکہ معدہ خالی رہے اور عون بن عبد اللہؓ کہتے کہ بنی اسرائیل کے عابدوں کے پاس جب کھانا حاضر کیا جاتا تھا تو اس وقت ایک آدمی ان کے پاس کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور ان کو پکار کر یہ ہدایت کیا کرتا تھا کہ تم زیادہ نہ کھاؤ اگر تم نے زیادہ کھایا تو اس سے تم کو نیند بہت آئے گی اور زیادہ سویا کرو گے اور نماز تھوڑی پڑھی جائے گی۔ اور کہتے ہیں کہ اگر پانی زیادہ پیا جائے تو اس سے نیند زیادہ ہو جاتی ہے اور اس پر ستر صدیق متفق ہیں اور اگر کوئی آدمی اپنے دل میں اندیشہ اور غم اور فکر اور بیداری کو لازم کرے۔ تو اس سے دل زندہ ہوتا ہے اور عالم ملکوت میں فکر کرنے کی عادت ڈالے اور دن کے وقت قیلولہ کیا کئے اور دنیاوی امور میں اپنے اعضاء کو زیادہ تکلیف نہ دے اور اگر اول رات میں قیام کرنا چاہے تو کرے اور جب نیند غلبہ کرے تو اس وقت سو جائے اور جب آنکھ کھلے تو اس وقت پھر قیام کرے اور پھر سو جائے اور پھر آخر رات میں قیام کرنے کے واسطے کھڑا ہو۔ اس طرح دو دفعہ تو قیام کرنے کے واسطے اٹھے گا اور دو دفعہ ہی سوئے گا اور سختی میں رات کٹے گی اور عملوں میں سے یہ سخت عمل ہے اور یہ ان لوگوں کی حالت ہوتی ہے جو اہل حضور اہل یقظ اور اہل فکر اور ذکر ہوتے ہیں اور فرمایا ہے کہ یہ طریق خدا کے رسول کے اخلاق میں شامل ہے اور جو عابد صاحب قوت اور طاقت ہوتا ہے وہ رات میں کئی دفعہ قیام کرتا ہے اور سوتا ہے۔ اور قیام اور خواب دونوں کا برابر ہونا یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ اور یہ خدا

کے رسول کو ہی حاصل ہوتا ہے کسی اور کو نصیب نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا دل ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اور خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی رہتی ہے اور خواب کی حالت میں بھی ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر حرکت کرتے ہیں اور یہ حالت عام مخلوق کو نصیب نہیں ہوتی یہ اسی گروہ سے مخصوص ہے۔

رات کا قیام

اگر کوئی آدمی رات کے وقت قیام کرے تو آخر رات میں سو جانا اس کے واسطے مستحب ہے اور اس کے دو باعث ہیں۔ ایک یہ کہ اس وقت کا سونا صبح کے اونگھنے کو دور رکھتا ہے اور صبح کا سونا مکروہ ہے اور اسی لیے صبح کی نماز سے پہلے سونا منع کرتے تھے اور نماز کے بعد سونا جائز کہتے تھے اور وارد ہے کہ فجر کی نماز کے بعد خدا کے رسول تھوڑی دیر سو لیا کرتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آخر رات کے سونے سے منہ کی زردی دور ہو جاتی ہے اور اگر تکلیف سے نیند کو ہٹائے اور نہ سوئے تو زردی باقی رہتی ہے اپنے حال پر۔ اور اس سے بچنا مناسب ہے۔ کیونکہ یہ بڑا باریک دروازہ ہے اس میں نفس کی شہوت پنہاں ہوتی ہے اور یہ شرک خفی ہے اور جس میں نفسانی شہوت اور شرک خفی ہو وہ لوگوں کے نزدیک انگشت نما ہوتا ہے اور فراست سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس آدمی کا جو منہ زرد ہو رہا ہے وہ شب بیداری اور روزہ رکھنے اور خدا کے خوف سے ہوا ہے ہم خداوند تعالیٰ کے ہاں شرک اور ریاء اور ہر ایک چیز سے جو ان دونوں امور پر دلالت کرنے والی ہے پناہ مانگتے ہیں اور رات کے وقت پانی کم پینا مناسب ہے کیونکہ اس سے نیند زیادہ آتی ہے اور اوپر اس کا ذکر کیا گیا ہے اور چہرہ پر بھی زردی لاتا ہے خصوصی پچھلی رات نیند سے جاگنے کے وقت۔ اور ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ خدا کے رسول رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھا کرتے تھے اور ان کے بعد دائیں کروٹ پر سو رہتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ آتے اور آکر نماز کے واسطے آپ کو جگا دیتے اور پھر آپ اٹھ کر ان کے ساتھ مسجد میں تشریف لاتے۔ اور پہلے زمانہ کے بزرگوں کا یہ دستور تھا کہ وتر کی نماز کے بعد اور صبح کی نماز پڑھنے سے پہلے ذرا لیٹنے کو درست جانتے تھے اور اس وقت لیٹنے کو سنت جانتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ اور آپ کے پیرو ان لوگوں میں سے ہی تھے اور اس کے مستحب ٹھہرانے کی وجہ یہ تھی کہ جو لوگ اہل مشاہدہ ہیں خواب ان کے دل کے حضور کو بڑھاتی ہے اور عالم ملکوت کا حال انہیں کھلتا ہے اور کئی ایک طرح کے علوم اور عجائبات اور حکمتیں معلوم ہوتی ہیں اور پروردگار عالم نے حظوظ کے اقسام میں سے جو چیز ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھی ہے اگر غائب ہو جائے تو عالم خواب میں اس پر اطلاع پاتے ہیں۔ اور ان میں سے جو لوگ عالم اور اہل ریاضت ہوتے ہیں ان کے واسطے راحت اور آرام کا باعث ہے اور اسی واسطے خدا کے رسول نے فجر کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک نماز پڑھنا منع کیا ہے اور نہ ہی عصر کی نماز کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک پڑھیں تاکہ جو لوگ اوراد و ظائف میں مشغول ہونے والے ہیں وہ ان وقتوں میں آرام کریں اور دن رات کی نماز میں بیٹھنے سے فرق کرنا بھی مستحب ہے اور سو تسبیح کے پڑھنے کے عرصہ تک بیٹھے۔ اس سے اعضاء کو آرام ملتا ہے اور قوت بھی حاصل ہو جاتی ہے نفس کی کلفت اور ماندگی جاتی رہتی ہے اور آئندہ قیام کے واسطے قوی ہو جاتا ہے اور تہجد اور نماز کی طرف اپنے نفس کو راغب کرنا چاہئے۔ اور خداوند تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے (جب تھوڑی رات باقی رہ جائے تو اس وقت اور ستاروں کے غائب ہونے کے وقت خدا کی تسبیح کہو) اور ارشاد کیا ہے کہ سجدوں کے بعد یعنی نمازوں کے بعد تسبیح پڑھو۔

قیام شب کا فوت ہو جانا

اگر نیند یا کسی شغل کے باعث کسی سے شب کا قیام فوت ہو جائے تو آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد زوال تک قضا کر لے۔ قضا کرنے کے بعد یہ شخص اس کی مانند ہی ہو جائے گا جو رات کے وقت میں ہی ادا کرتا ہے کیونکہ ابو نصر اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن غنمؓ سے اور وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ زوال کے بعد ظہر کی نماز کے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا حساب میں صبح کی نماز کی مانند ہی شمار ہوتی ہیں اور ایک دوسری روایت میں حضرت عمرؓ سے وارد ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی رات کو سو جائے اور ورد کرنے سے محروم رہے یا بھول جائے اور پھر صبح کی نماز سے ظہر کی نماز تک اس کو پڑھ لے تو وہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اس نے رات کو اسے پڑھ لیا ہے اور بعض بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ خدا کے رسول کی آل نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اگر رات کے وقت

کسی کی نماز فوت ہو جائے اور وہ زوال سے پہلے اس کی قضا کر لے تو وہ اس آدمی کی مانند ہو گا کہ جس نے اس کو رات میں ہی ادا کیا ہو اور اگر اس وقت نہ پڑھ سکے تو پھر ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان قضا کرے۔ اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات اور دن کو میں نے ایک دوسرے کا خلیفہ بنادیا ہے جو چاہے ان میں اس کو یاد کرے۔ اور جو چاہے خدا کا شکر بجالائے اور ایک دوسرے کا خلیفہ بنانے سے یہ غرض ہے کہ یہ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور جو ایک دوسرے کے بعد آتا ہے وہ ایک دوسرے کا خلیفہ ہوتا ہے۔

رات کے ورد

ان روایتوں سے یہ امر تحقیق اور ثابت ہے کہ رات کے وظیفے پانچ ہیں۔ ایک مغرب اور عشاء کے درمیان دوسرا عشاء کے بعد سونے کے وقت تک۔ اور تیسرا رات کے درمیان اور چوتھا تیسرے حصے رات میں اور پانچواں سحر اخیر صبح صادق سے پہلے۔ اور اس وقت قرآن اور استغفار پڑھیں اور غور کریں اور عبرت حاصل کریں۔ سو نماز کے کیوں کہ نماز کا ممنوع وقت داخل ہونے کا اندیشہ ہے اور کسی کو خبر نہیں کہ صبح ہو جائے۔ اسی واسطے خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ نماز شب دو دو رکعت ہے اور جب صبح ہو جانے کا خوف ہو تو اس صورت میں ایک رکعت نماز وتر پڑھ کر پہلی نماز کو طاق کردے اور اگر سو گیا ہے اور وتر اور ورد فوت ہو گئے ہیں تو جیسا کہ وتر کی فصل میں اوپر بیان ہوا ہے اس طریق پر قضا کرلے۔

دن کے اوراد

دن کے وقت جو وظیفے پڑھے جاتے ہیں وہ پانچ وقتوں میں منقسم ہیں۔ اول تو وہ ہیں جو صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد آفتاب کے نکلنے تک پڑھے جاتے ہیں۔ اور دوسری نماز ضحیٰ ہے اور زوال آفتاب تک جو کچھ اس نماز میں شامل ہے تیسرے زوال کے بعد نماز کی چار رکعت ادا کرنا ان کو اچھی قراء ت اور ایک سلام سے پڑھیں۔ اور کہا گیا ہے کہ جو آدمی اس کا حامل ہوتا ہے اس پر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور چوتھے وہ جو ظہر اور عصر کے درمیان پڑھے جاتے ہیں اور پانچویں عصر کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک۔

اوراد کے طریق

دن کے وظیفوں میں سے یہ مستحب ہے کہ فجر کی نماز پڑھ چکنے کے بعد آفتاب کے نکلنے تک بیٹھا رہے اور اس وقت یا قرآن کی تلاوت کرے یا تسبیح پڑھے یا خدا کی ذات اور صفات میں فکر کرے یا خدا کی یاد میں مشغول ہو یا تعلیم دے یا عالم کے پاس بیٹھے اور عصر کی نماز کے بعد بھی آفتاب کے غروب ہونے تک ایسا ہی کرے اور ان دونوں وقتوں میں نماز نفل کی ممانعت ہے۔ اور شیخ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ ابو علی اسمٰعیلؒ بن محمد بن اسمٰعیل خطبی سے اور وہ محمد بن یعقوبؒ سے اور وہ ہدیہ بن خالد قیسیؒ سے اور وہ حماد بن سلمہؒ سے اور وہ علی بن زیدؒ سے اور وہ شعبیؒ سے اور وہ ابو امامہؓ سے راوی ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک میرا لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر خدا کو یاد کرنا مجھے بہت پیارا ہے اس سے کہ میں دو غلاموں کو آزاد کروں اور ---------- اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلاموں کو میرے آزاد کرنے سے میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ نماز عصر کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک خدا کا ذکر کروں۔ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا کہ تم اپنے رزقوں کے طلب کرنے میں سست نہ ہو۔ اور اس سے غافل ہو کر سونہ جاؤ۔ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ اے انس رسولِ خدا کے اس قول کی زیادہ تشریح فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس سے مطلب یہ ہے کہ جب صبح کی نماز پڑھ چکو تو اس کے بعد تینتیس دفعہ یہ کہو۔ حمد خدا کے واسطے ہی ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ خدا کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ بزرگ ہے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ تینتیس دفعہ تسبیح پڑھو اور اتنی ہی دفعہ حمد پڑھو اور چونتیس مرتبہ تکبیر کہو اور جب ختم کرو تو اس کلام پر کرو' خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کے واسطے مخصوص ہے اور اسی کے لیے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ زندہ ہے۔ کبھی اس کو موت نہیں آئے گی۔ سب نیکی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور عصر کے بعد اور سونے کے وقت بھی اسی طرح ہی دعاء پڑھے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عروہ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے صبح یا

رات کو خدا کے راستے میں نکلنا دنیا اور اس کی سب چیزوں میں بہتر ہے ایک آدمی نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول اگر کسی آدمی کو اس کی طاقت نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ آپ نے فرمایا مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھنے تک خدا کے ذکر میں مشغول رہنا خدا کی راہ میں رات کو نکلنے کے برابر ہے اور اگر کوئی آدمی صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آفتاب نکلنے تک بیٹھے اور خدا کو یاد کرتا رہے تو اس کا یہ عمل ایسا ہے کہ گویا اس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا ہے اور ابو نصرؒ نے اپنے باپ سے اور اس نے ابی امامہؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس دعاء کو دس دفعہ پڑھے۔ خدا کے سوا جو یگانہ ہے اور کوئی معبود نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا شریک ہے ملک اسی کے لیے ہے اور اسی کے واسطے حمد مخصوص ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے نیکی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دس نیکیاں عطاء کرتا ہے اور اس کی دس برائیاں دور کر دیتا ہے اور دس درجے اس کے واسطے بہشت میں بڑھا دیتا ہے اور اس کے سوا اس کو اس قدر ثواب عطاء ہوتا ہے کہ جس قدر دس بردوں کے آزاد کرنے کا ہوتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ شرک کرنے کے سوا جو گناہ اس آدمی سے صادر ہوتا ہے وہ بھی بخشا جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی اچھی طرح وضو کرے اور خدا کے حکم کے موافق منہ کو دھوئے تو جو گناہ اس نے آنکھوں یا کلام سے کیا ہوتا ہے اس کو خداوند تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اور جب کوئی آدمی خدا کے حکم کے موافق اپنے ہاتھ دھوئے تو اس کے ہاتھوں کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور سر کا اور دونوں کانوں کا مسح کرنے سے اس کے کانوں کے گناہ جو باتیں سننے کے متعلق ہیں معاف ہو جاتے ہیں اور جب خدا کے حکم کے موافق دونوں پاؤں کو دھوتا ہے تو اس سے وہ گناہوں کی راہ میں جس قدر چلے ہوتے ہیں اس سے معاف ہو جاتے ہیں اور جب نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو وہ نماز اس کی فضیلت میں شمار کی جاتی ہے اور اگر کوئی آدمی باوضو خداوند تعالیٰ کی یاد میں سو جائے تو جاگنے پر وہ جو دعاء کرتا ہے خداوند تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اگر کوئی آدمی خدوانند تعالیٰ کی راہ میں تیر چلائے اور وہ نشانہ پر پہنچ جائے یا خطاء کرے تو ان دونوں صورتوں میں اس آدمی کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطاء ہوتا ہے اور اگر کوئی آدمی خداوند تعالیٰ کی راہ میں چلے اور چلتے چلتے اسی حال میں بوڑھا ہو جائے تو اس کے عوض قیامت کے روز اس کو نور عطاء کیا جائے گا اور اگر کوئی آدمی غلام آزاد کرے تو اس کے ہر ایک عضو کے مقابلے آزاد کرنے والے کو دوزخ کی آگ سے رہائی اور خلاصی نصیب ہوتی ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ حسین بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی صبح کے وقت مسجد میں نماز پڑھے اور آفتاب کے نکلنے تک بیٹھے اور خدا کی یاد کرے اور جب سورج نکل آوے تو اس کی حمد و ثنا کرے اور دو رکعت نماز پڑھے تو خداوند تعالیٰ ہر ایک رکعت کے عوض اس کے واسطے بہشت میں ہزار در ہزار محل تعمیر کرے گا اور ہر ایک محل میں ہزار در ہزار حور موجود ہوں گی اور ہر ایک حور کے ساتھ ہزار در ہزار خدمت گار ہوں گے اور اللہ جل شانہ کے نزدیک اوابین میں شمار ہو جاتا ہے اور نافعؓ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خدا کے رسول ﷺ فجر کی نماز پڑھ چکتے تھے تو اس کے بعد جب تک آفتاب بر آمد نہیں ہوتا تھا اپنی جگہ سے اٹھا نہیں کرتے تھے اور آپ نے فرمایا ہے جو آدمی فجر کی نماز پڑھتا ہے اور پھر دوسری نماز کے آنے تک خدا کی یاد میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے تو اس کو حج اور عمرۂ مقبول کا ثواب عطاء کیا جاتا ہے اور حضرت ابن عمرؓ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو اس کے بعد آفتاب نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے ایک دفعہ آپ سے سوال کیا گیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس فعل سے میں سنت کو ادا کرتا ہوں۔ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عکرمہؓ سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی جماعت کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرے اور پھر آفتاب نکلنے تک ایک گوشہ میں بیٹھ جائے اور سورۃ اخلاص سات دفعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا اور تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور والسماء والطارق اور چوتھی میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی اور تین دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھے اس کے عوض اس کو یہ ثواب ملتا ہے کہ ہر ایک آسمان سے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر فرشتے بھیجتا ہے اور ان کے ہاتھوں میں بہشت کے طبق اور بہشت کے رومال ہوتے ہیں اور وہ فرشتے اس نماز کو طبقوں میں اٹھا لیتے ہیں اور ان کو عالم بالا میں لے جاتے ہیں اور جہاں جہاں سے گزرتے ہیں وہاں کے رہنے والے فرشتے ان نمازیوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور جب اس نماز کو لے جا کر جبار جل شانہ کے روبرو رکھ دیتے ہیں تو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تُو نے میرے واسطے نماز پڑھی اور تُو نے میری عبادت کی ہے۔ میں نے تجھ کو بخشش دیا ہے اور اب تُو نئے سرے سے عمل شروع کر اور یہ نماز اسی روایت کی تفسیر ہے جو پیغمبر ﷺ نے بیان کی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا

ہے۔ اے میرے بندے میرے واسطے دن کے شروع میں چار رکعت نماز ادا کر اور میں آخر روز تک اس دن تیرا پشت پناہ رہوں گا اور تیرا مددگار ہوں گا۔

ضحیٰ کی نماز کا ورد

دوسرا وظیفہ جو نماز ضحیٰ کا ہے اس کو نماز اوابین کے نام سے نامزد کرتے ہیں اور اس میں کلام ہے کہ اس پر مداومت کرنی مستحب ہے یا نہیں۔ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن کثیرؒ سے اور وہ ابو سلمہؓ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ضحیٰ کی نماز اوابین ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نماز اکثر داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ضحیٰ ہے اور جب قیامت ہوگی تو ایک پکارنے والا اس روز پکار کر کہے گا کہ جو لوگ ہمیشہ ضحیٰ کی نماز پڑھا کرتے تھے' وہ کون ہیں اور کہاں ہیں۔ ان پر خداوند کریم کی رحمت نازل ہوئی ہے ان کو بہشت میں داخل کرو اور حضرت امیر المومنین عمرؓ بن خطاب اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے کہ وہ صبح کی نماز مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور بعد میں ضحیٰ کی نماز کا انتظار کرتے تھے اور جب وقت آجاتا تھا تو پڑھتے تھے اور پھر اس جگہ سے اٹھتے تھے اور ضحاک بن قیسؓ۔ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک زمانہ میں لوگ نہیں جانتے تھے کہ اس آیت کے نزول کا باعث کیا ہے (رات کے وقت اور جب آفتاب طلوع ہوتا ہے اس وقت تسبیح کہتے ہیں کہ اور پھر جب لوگوں کو معلوم ہوا تو اب دیکھا جاتا ہے کہ آدمی ظہر کی نماز پڑھتے ہیں اور ابن ملیکہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عباسؓ سے نماز ضحیٰ کے باب میں پوچھا گیا آپ نے جواب دیا کہ خدا کی کتاب میں اس کا بیان موجود ہے اس کے بعد اس آیت کو پڑھا۔ (گھروں میں خداوند تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ ان میں خدا کو یاد کیا جائے اور اس کا نام بلند ہو ان میں صبح اور شام-------خدا کی تسبیح پڑھی جاتی ہے) اور ابن عباسؓ کا معمول تھا کہ آپ ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے مگر ہمیشہ ان کو نہیں پڑھتے تھے اور ایک دفعہ حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہؓ سے نماز ضحیٰ کے باب میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک دن پڑھا کرتا ہوں اور دس روز نہیں پڑھتا۔ اور نخعیؓ کہتے ہیں کہ اس نماز پر مداومت کرنے سے جو پرہیز کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نماز فرض کے برابر نہ ہو جائے۔

نماز ضحیٰ کی رکعتوں کا شمار

نماز ضحیٰ کم سے کم دو رکعت ہے اور اوسط درجہ آٹھ رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں اور دو رکعت کے باب میں یہ دلیل ہے کہ شیخ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن بریدہؓ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ عضو ہیں اور اس پر واجب ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے عوض ہر روز کچھ نہ کچھ صدقہ دے۔ یہ سن کر اصحاب نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اتنی طاقت کون رکھتا ہے اور کس طرح یہ صدقہ ادا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی مسجد میں ناک کی رطوبت پڑی ہوئی دیکھے تو اس کو دفن کر دے۔ اور راستے میں سے خار و خس دور کر دے اور اگر اتنی قدرت بھی نہیں رکھتا تو چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھے یہی اس کی کفایت کریں گی اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو میرے دوست ابو القاسم نے تین باتوں کی وصیت کی۔ (ا) سونے سے پہلے نماز وتر ادا کر۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھ اور نماز ضحیٰ کی دو رکعت ادا کر۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چار رکعت نماز پڑھے۔ اور ان کا بیان شروع گزشتہ فصل میں ہو چکا ہے اور عکرمہؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی معاذؓ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ضحیٰ کی نماز کی چار رکعت پڑھی اور پھر چھ رکعت۔

اور حمید طویلؒ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول چھ رکعت نماز ضحیٰ ادا کیا کرتے تھے اور بعد میں آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور عکرمہؓ بن خالد ام ہانی سے جو ابو طالب کی بیٹی تھیں روایت کرتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو اللہ کے رسول اس میں بلندی کی طرف سے داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہی نماز کی آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ میں نے عرض کی کہ اے خدا کے رسول ﷺ اس نماز کا کیا نام ہے آپ نے فرمایا یہ نماز ضحیٰ ہے۔ اور احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں یہ صحیح حدیث ہے اور اہل علم کے نزدیک پسندیدہ ہے کہ نماز ضحیٰ کی آٹھ رکعتیں ہیں اور ابو سعیدؓ نے بھی خدا کے رسول ﷺ سے ایسی ہی روایت کی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عائشہؓ بھی نماز ضحیٰ کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتی تھیں اور کہا قاسم بن محمد

نے کہ حضرت عائشہؓ ضحیٰ کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتی تھیں اور ان کو لمبا کیا کرتی تھیں نماز پڑھنے لگتی تھیں تو اس وقت دروازہ بند کر لیتی تھیں۔ اور اگر چاہے تو دس رکعت نماز پڑھے اور اگر چاہے تو بارہ رکعت نماز ادا کرے اور یہ بہتر ہے کیونکہ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ حمزہ بن موسیٰ بن انس بن مالک انصاریؓ سے اور وہ اپنے چچا ثمامہ بن انسؓ سے اور وہ اپنے دادا انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی بارہ رکعت چاشت کی نماز پڑھے تو اس کے واسطے اللہ تعالیٰ بہشت میں سونے کا ایک محل بنا دیتا ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ام حبیبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دن میں بارہ رکعت نماز ادا کرے تو خداوند تعالیٰ اس کے واسطے بہشت میں گھر تیار کرا دیتا ہے اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ابراہیم تیمیؒ سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ ابوذر سے راوی ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر دن بارہ گھنٹہ کا ہوتا ہے اور ہر ایک گھنٹہ میں تو ایک رکوع اور دو سجدے کیا کر اور اگر ایسا کرے گا تو ان گھنٹوں میں جو گناہ تجھ سے ہو گا خداوند تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا اور فرمایا اے ابوذر اگر کوئی دو رکعت نماز ادا کرے گا تو اس کو ان لوگوں میں شمار نہیں کریں گے جو غافل گنے جاتے ہیں اور جو آدمی نماز کی چار رکعت ادا کرے گا اس کو ان لوگوں کی فہرست میں لکھ لیں گے جو ذکر کرنے والے ہوتے ہیں اور جو چھ رکعت نماز پڑھے گا اس کو اس دن کوئی نقصان نہ دے سکے گا۔۔۔۔۔ مگر شرک معاف نہیں ہو گا۔ اور اگر کوئی آدمی نماز کی بارہ رکعت پڑھے گا تو اس کے واسطے بہشت میں ایک گھر بنا دیا جائے گا میں نے کہا کہ اے خدا کے رسول مقبول ان سب رکعتوں کو ایک ہی دفعہ پڑھنا چاہئے یا متفرق طور پر۔ آپ نے فرمایا تجھ پر کوئی حرج نہیں۔

چاشت کی نماز کا وقت

اس نماز کے دو وقت ہیں ایک تو جائز ہے اور یہ آفتاب کے نکلنے کے بعد ظہر تک رہتا ہے اور دوسرے کو مستحب ٹھیراتے ہیں اور وہ آفتاب کے زوال کے نزدیک ہے جب کہ گرمی کے باعث اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہوتے ہیں اور اس کے مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں کو زید بن ارقمؓ نے دیکھا وہ مسجد قبا میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے آپ نے ان کو کہا کہ انہیں معلوم ہے کہ اس نماز کا ایک دوسرا وقت اس سے زیادہ افضل ہے۔ جس میں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہے جب کہ اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہوتے ہیں اور اگر زوال آفتاب کے بعد پڑھے تو اس وقت بھی اس نماز کا پڑھنا جائز ہے کیونکہ عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب آفتاب ڈھل جائے تو اس وقت نماز ضحیٰ پڑھو اور یہ نماز عاجزی کرنے والوں کی ہے اور اگر گرمی کی شدت میں پڑھے تو یہ بہتر ہے اور اگر ظہر کی نماز پڑھنے تک چاشت کی نماز نہ پڑھے تو پھر اس کو قضا کرے۔

نماز چاشت کی قرات

نماز چاشت میں کیا پڑھا جائے۔ روایت میں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ نماز ضحیٰ میں یہ سورتیں پڑھی جائیں۔ وَالشَّمْسِ۔ وَضُحٰهَا اور سورۃ وَالضُّحٰی۔ اور عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی آدمی نماز چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے اور ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک دفعہ اور تین دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو ہر ایک آسمان سے اس وقت ستر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں سفید کاغذ اور نور کی قلمیں ہیں اور وہ اس کی نیکیاں لکھتے ہیں اور صور کے پھونکنے تک لکھتے رہتے ہیں اور جب قیامت کا دن آئے گا تو فرشتے اس کی قبر پر اتریں گے اور ان کے پاس بہشتی لباس اور تحفے ہوں گے اور کہیں گے کہ اے قبر کے صاحب خداوند تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ تم ان لوگوں میں شمار ہو گئے جن کو خدا کے عذاب سے امن میں کر دیا ہے۔

چاشت کی نماز کی ممانعت

بعض اصحابوں نے فرمایا ہے کہ چاشت کی نماز نہ پڑھو۔ ابن منادی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جب سے میں

مسلمان ہوا ہوں تب سے چاشت کی نماز کو میں نے ادا نہیں کیا اور جب خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہوں تو اس وقت پڑھا کرتا ہوں اور اس کے سوا اور وقتوں میں اس نماز کا پڑھنا بدعت ہے مگر حسنہ بدعت ہے اور جن لوگوں نے اس کو ایجاد کیا ہے انہوں نے یہ اچھی چیز ایجاد کی ہے۔ اور ابن مسعودؓ اس نماز کے باب میں یہ لکھتے ہیں کہ اے لوگو جس چیز کا بوجھ خداوند تعالیٰ نے تمہارے اوپر نہیں ڈالا۔ تم بھی لوگوں پر اس کا بوجھ نہ ڈالو۔ اور اگر یہ چاہتے ہو کہ ہم اس نماز کو ضرور ہی پڑھیں تو تم اس کو اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو اور یہ باتیں ان فضیلتوں اور بزرگیوں کو رد نہیں کرتیں جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں اور یہ اس واسطے کہا گیا کہ اس نماز کی مشابہت فرضوں سے نہ ہو جائے اور لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں اور عبادت کے سرور اور اس کی خوشی میں تمام لوگ یکساں نہیں ہیں اور اسی واسطے اس کو خفیف اور کم کر دیا ہے اور طاعت کے باب میں لوگوں پر آسانی کر دی ہے اور عتبان بن مالکؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے اپنے گھر میں چاشت کی نماز پڑھی۔ اور لوگ بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی آپ کی پیروی میں اس کو ادا کیا اور جب عائشہؓ اس نماز کو پڑھا کرتی تھیں تو اس وقت اپنے دروازہ کو بند کر لیا کرتی تھیں اور ابن عباسؓ کا یہ دستور تھا کہ آپ ایک دن تو نماز پڑھتے تھے اور دس دن چھوڑ دیتے تھے۔

ظہر کی نماز کے پہلے اور بعد کے ورد

تیسرا وظیفہ وہ ظہر کی نماز کے پہلے اور اس کے بعد ہیں۔ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ ام حبیبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ظہر کی نماز کے پہلے چار رکعتیں پڑھے اور چار ہی رکعت اس کے بعد پڑھے تو اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ نہیں جلاتی اور اس کو آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے اور فرمایا ہے کہ زوال کے بعد ظہر کی نماز تک آسمان اور بہشت کے دروازوں کو کھول دیتے ہیں اور اسی واسطے کہتے ہیں کہ ان ساعتوں میں جو دعاء کی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے اور مستحب ہے کہ ان ساعتوں میں خدا کی عبادت اور اس کا ذکر کریں اور ابو ایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کا یہ معمول تھا کہ نماز ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اس وقت میں نماز پڑھنے کا کیا باعث ہے آپ نے فرمایا کہ جب آفتاب کے زوال کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت آسمان کے دروازے کو فرشتے کھول دیتے ہیں اور ظہر کی نماز پڑھنے تک ان کو کھولے رکھتے ہیں اس واسطے مجھ کو یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ میں اپنے جانے سے پہلے اپنے آگے کچھ بھیجوں۔ اور عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون سی نماز ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے جواب دیا۔ کہ آپ ظہر کی نماز کے پہلے ہمیشہ چار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے اور بڑی دیر تک اس میں قیام فرمایا کرتے تھے اور خوب بنا بنا کر رکوع اور سجود کیا کرتے تھے۔

ظہر اور عصر کے درمیان کے ورد

چوتھا وظیفہ جو ظہر کے درمیان پڑھا جاتا ہے ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ عمر بن احمدؒ سے اور وہ عبداللہ بن محمد سے اور وہ صالح بن مالکؒ سے اور وہ جعفر بن عمرؒ سے اور وہ یونس بن ابی عمرہؒ سے اور وہ عطاءؒ سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کی حفاظت کرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے اس وقت خداوند تعالیٰ اس کے دل کو زندہ رکھے گا اور روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ظہر اور عصر کے درمیان وقت کو زندہ رکھتے تھے اور ابراہیم **نخعی**ؒ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے جو نماز مغرب اور عشاء کے درمیان ہے اور جو ظہر اور عصر کے مابین ہے ان کو رات کی نماز سے تشبیہ دی ہے اور بہت سے عابد لوگوں کا یہ طریق تھا کہ ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں لوگوں سے الگ ہو جاتے تھے اور علیحدہ ہو کر اپنے وردوں میں مشغول ہوتے تھے اور خدا کی درگاہ میں رجوع کرتے تھے۔ اور خلوت میں ہو کر خدا تعالیٰ کے ساتھ خطاب کرنے اور اس کا ذکر کرنے کے واسطے یہ بہت ہی انسب ساعتیں ہیں اور یہ نماز ایسی ہے جو غفلت کے وقت پڑھی جاتی ہے اور مستحب ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان نماز اور ذکر کے واسطے مسجد میں اعتکاف کرے۔ اور پہلے بزرگوں کا یہی طریق تھا ہاں اگر وہ زوال سے پہلے سو نہ سکتے تو پھر اس وقت اپنی نیند پوری کر لیا کرتے تھے تاکہ رات کے قیام پر ان کو قوت حاصل ہو جائے کیونکہ اگر کوئی ظہر سے پہلے سوئے تو وہ گذشتہ رات کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کوئی ظہر کے بعد سوئے تو وہ آئندہ رات کے واسطے ہوتا ہے اور آٹھ ساعت تک سوئے اس سے زیادہ سونا مستحب نہیں۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی آدمی اس سے کم سوئے گا تو اس کا بدن بے قرار ہو

جائے گا خواب بدن کی قوت ہے اور اس کی راحت ہے اگر مقدار سے کم ہو تو وہ راحت کا باعث نہیں ہوتی۔ اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ سہل اور وہ اپنے باپ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ہر روز بارہ رکعت نماز پڑھے تو اس کے واسطے بہشت میں گھر بنا دیا جاتا ہے اور ان کے پڑھنے کے اوقات یہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے پہلے اور چار ظہر سے اول اور بعد میں دو رکعت اور دو رکعت عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد۔ اور سعید بن مسیبؒ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرو۔ اس سے خداوند تعالیٰ اپنی بخشش کو تمہارے اوپر لازم کر دے گا۔

مختلف نوافل کا اکٹھا بیان

ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ محمد بن احمد حافظؒ سے اور وہ محمد بن بدر حماریؒ سے اور وہ حماد بن مدرکؒ سے اور وہ عثمان بن عبداللہ شامیؒ سے اور وہ محمد بن ابراہیمؒ سے اور وہ عبداللہ بن ابی سعیدؒ سے اور وہ طاؤسؓ سے اور وہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ جو آدمی مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے نماز کی چار رکعتیں پڑھے۔ تو اس کی نماز کو علیین میں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور وہ آدمی اس کی مانند ہو جاتا ہے جو مسجد اقصیٰ میں شب قدر کو پالے۔ یعنی بیت المقدس میں اور آدھی رات کے قیام سے اس کی فضیلت بڑھ کر ہے۔ اور اسی نماز کے بارے میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (اور وہ رات میں تھوڑا سویا کرتے تھے) اور فرمایا ہے (خواب گاہ سے وہ اپنے پہلوؤں کو دور رکھتے ہیں)۔

ارشاد کیا ہے (اور جو آدمی شہر میں اس وقت داخل ہوا جب کہ اس شہر کے لوگ غافل تھے) اور وہ عشاء کے بعد نماز کی چار رکعتیں پڑھ لیتا ہے تو وہ اس آدمی کی مانند ہو جاتا ہے جو مسجد حرام میں شب قدر کو پالے۔ اور جو آدمی چار رکعت ظہر کے پہلے اور چار اس کے بعد ادا کرے۔ خداوند تعالیٰ اس آدمی پر آگ کو ہمیشہ کے واسطے حرام کر دیتا ہے اور اگر کوئی عصر سے پہلے چار رکعت نماز ادا کرے تو خداوند تعالیٰ اس کو آگ کے عذاب سے نجات اور رہائی بخش دیتا ہے۔

نافعؒ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے نماز فجر کی دو رکعتیں مجھے تمام دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے زیادہ محبوب ہیں۔

ابو نصرؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں پیغمبر ﷺ کے نفلوں کے باب میں حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس قدر آپ کو نفلوں کے واسطے طاقت تھی' اس قدر اور کس کو طاقت ہے آپ کچھ دیر ٹھہرتے جب آفتاب آپ کی بائیں جانب اس قدر بلند ہوتا تھا کہ عصر کے وقت دائیں جانب ہوتا تو اس وقت آپ دو رکعت پڑھا کرتے تھے پھر جب آپ کی بائیں جانب اس قدر بلند ہوتا کہ جس قدر ظہر کے وقت دائیں جانب ہوتا ہے تو آپ چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور پھر زوال کے بعد چار رکعت نماز نفل پڑھتے تھے اور دو رکعت نماز ظہر کے بعد ادا کیا کرتے تھے اور چار رکعت عصر سے پہلے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نماز کے حاصل ہونے کو انسان غنیمت سمجھے۔ کیونکہ اس وقت میں جو دعاء اور زاری کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے اور اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

پانچویں قسم کے ورد اور وظیفے

ان کا وقت نماز عصر کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک ہے اس وقت خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ تسبیح تہلیل اور استغفار ہے اور عالم ملکوت میں استغراق اور قرآن مجید کی تلاوت۔ اور اس وقت نماز نفل منع ہے اور آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے اس سورۃ کو پڑھے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا اور اس کے بعد معوذتین کو پڑھے۔ اور ان کے پڑھنے میں ہی دن کو ختم کر دے اور رات کے وقت قرآن اور استعاذہ پڑھنے سے ابتدا کرے اور حسنؓ نے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ ایک دفعہ خدا کی یاد میں مصروف تھے آپ نے اسی اثناء میں فرمایا اے آدم کے فرزند نماز فجر کے بعد ایک ساعت مجھ کو یاد کر اور ایک ساعت ہی نماز عصر کے بعد مجھے یاد کر۔ ان دونوں وقتوں میں میں مدد پر ہوں۔

پانچ وقت کی نماز اس کے وقتوں، سنتوں، بزرگیوں اور فضیلتوں کا ذکر

فرائض نماز

نمازیں فرض پانچ ہیں۔ دو رکعت نماز فجر۔ چار رکعت نماز ظہر۔ چار رکعت نماز عصر۔ اور مغرب کی تین رکعتیں۔ اور چار رکعت نماز عشاء اور ان کل رکعتوں کی تعداد سترہ ہے۔ جب خدا کے حبیب محمد ﷺ شب معراج میں تشریف لے گئے تو بارگاہ ایزدی سے دن میں پچاس وقت کی نمازیں آپ پر فرض ہوئیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے اپنا لطف مبذول فرمایا اور اس میں تخفیف کی اور پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ اور اس تخفیف کی وجہ یہی ہوئی کہ بندوں کو آسانی ہو۔ اور ان کو زیادہ تکلیف نہ پہنچے۔ اور پچاس وقتوں کا جو ثواب تھا وہ ان پانچ وقتوں میں ہی عطاء کر دیا اور یہ ایسی ہی عنایت ہے جیسی کہ لڑائی کے وقت ایک مسلمان کو دس کافروں کا مقابلہ کرنے کے واسطے حکم ہوا ہے اور پھر اس میں تخفیف فرما کر ایک کو دو کے مقابلہ کے واسطے کافی سمجھا گیا ہے اور جیسے پہلے رمضان کے دنوں میں خواب کے بعد کھانا پینا اور جماع حرام کیا گیا تھا۔ پھر خداوند تعالیٰ نے اپنی بندہ نوازی سے خواب کے بعد کھانا پینا اور جماع کرنا حلال کر دیا اور فرمایا کہ سیاہی کے تاگے سے سفید تاگے کے ظاہر ہونے تک تم کھاؤ پیو۔

نماز کے واجب ہونے کا بیان

نماز کے واجب ہونے کے باب میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (تم نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) اور نماز کے وقتوں کے واسطے آئتیں اور حدیثیں موجود ہیں خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (جب تم شام کرتے ہو اور صبح کرتے ہو اس وقت خداوند تعالیٰ کو پاکی کے ساتھ یاد کرو اور اس کی تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور رات کے وقت اور ظہر کے وقت خداوند تعالیٰ کی حمد کرو) پس اللہ پاک ہے کا مطلب یہ ہے جب مغرب اور عشاء کا وقت آئے تو خدا کے واسطے نماز پڑھو اور جب صبح ہو کا مطلب یہ ہے کہ فجر کے وقت کی نماز پڑھو اور رات کو عشاء کی نماز ادا کرو عصر کے وقت عصر کی پڑھو اور جب ظہر کرتے ہو کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ظہر کی نماز ادا کرو اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (مقررہ وقت پر نماز مسلمانوں پر لکھی گئی ہے) نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز مومنوں پر اوقات مقررہ پر فرض کی گئی ہے نیز فرمایا (دن کی دونوں طرفوں میں اور تھوڑی رات گزرے تو نماز کو قائم رکھو) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (آفتاب کے ڈوبنے کے وقت نماز کو قائم کرو) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (آفتاب کے ڈھلنے کے وقت) اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے پس اس کو پاکی کے ساتھ یاد کرو۔ اور آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے کے بعد اپنے پروردگار کی حمد کرو اور رات کی ساعتوں اور دن کی طرفوں میں پاکی سے خدا کو یاد کرو تاکہ راضی ہو جاؤ۔ اور قتادہؓ کہتے ہیں کہ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے مراد فجر کی نماز ہے اور قَبْلَ غُرُوْبِهَا سے مراد نماز عصر ہے اور آنَآءَ اللَّيْلِ سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے اور دن کی طرفوں سے مراد ظہر کی نماز کی ہے اور احادیث اس باب میں یہ وارد ہیں۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے نزدیک میری امامت کی۔ جب آفتاب ڈھلا اور جوتی کے تسمہ کے برابر اس کا سایہ ہوا تو اس وقت آپ نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔ اور جس وقت ہر ایک چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو گیا تو اس وقت آپ نے مجھے نماز عصر پڑھائی۔ اور روزوں کے افطار کرنے کے وقت آپ نے مجھے مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق کے غائب ہو جانے کے بعد عشاء۔ اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ داروں پر کھانا پینا حرام کیا گیا ہے اور پھر دوسرے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آ کر اس وقت ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوچند ہو گیا تو اس وقت آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور روزہ افطار کرنے کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی۔ اور عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ رات کا تیسرا حصہ گزر گیا۔ اور صبح کے روشن ہونے کے وقت فجر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے محمد ﷺ جو انبیاء تم سے پہلے گزرے یہ ان کا وقت ہے اور ان وقتوں کے درمیان نمازوں کا وقت ہے اور اس باب میں جس قدر حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ سب اسی مضمون کی ہیں۔ پس ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

ان لوگوں کا بیان جنھوں نے محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے ان نمازوں کو پڑھا ہے

روایت ہے کہ انصار میں ایک آدمی نے خدا کے رسول سے سوال کیا کہ سب سے پہلے صبح کی نماز کس شخص نے پڑھی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا اور خدا کے فضل و کرم سے انہوں نے اس سے نجات پائی تو اس وقت آپ نے ظہر کی نماز ادا کی اور جب حضرت یعقوبؑ کو بہت مدت کے فراق کے بعد حضرت یوسفؑ کی خبر جبرائیلؑ نے پہنچائی تو اس وقت آپ نے عصر کی نماز ادا کی۔ اور جب خدا کی درگاہ میں داؤدؑ کی توبہ قبول ہوئی اس وقت آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور یونس علیہ السلام بن متی نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس کو آپ نے اس وقت پڑھا تھا جب کہ مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تھے اور اس وقت پرندہ کے اس بچہ کی مانند تھے جس کے پر نہیں ہوتے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور خدا تعالیٰ کا سلام کہا اور فرمایا کہ اللہ جل شانہ کہتا ہے کہ اس دنیا میں تم کو میں نے کیسا عذاب دیا ہے مجھ کو اس سے شرم آتی ہے کیا اب تم مجھ سے راضی ہو۔ حضرت یونس علیہ السلام نے چار رکعت نماز ادا کی اور کہا کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔

پہلی نماز جو خدا کے رسول مقبول ﷺ پر واجب ہوئی ہے

سب سے پہلے فجر اور مغرب کا آپ کو حکم دیا گیا پہلے آپ نے صبح کی دو رکعتیں پڑھی ہیں اور پھر دو رکعت مغرب کی۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (صبح اور شام کے وقت اپنے پروردگار کو پاکی کے ساتھ یاد کر) اور جب رسول خدا کو معراج پر لے جایا گیا اور آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ اور خدا کی درگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو اس وقت آپ پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اور دن میں پہلی نماز صبح کی ہے اور پھر ظہر کی اور علماء جو ظہر کی نماز کو پہلی نماز کہتے ہیں یہ رسول کی سنت کی پیروی کے واسطے ہے جیسا کہ ابن عباسؓ اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میری امامت کی اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی آخر حدیث تک اور اس بیان میں خدا کے رسول نے ظہر کی نماز کا بیان پہلے کیا ہے مگر یہ نہیں کہا کہ یہ نماز سب سے پہلے فرض ہوئی۔ اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے فجر کی نماز ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے پہلے اسے پڑھا اور انسانوں میں سے جو پیغمبر ﷺ سب سے پہلے زمین پر بھیجے گئے ہیں وہ آپ ہی ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ مجموعی طور پر وہی نماز سب سے پہلے فرض کی گئی ہے۔

فجر کی نماز کا وقت

جب صبح صادق ہوتی ہے تو وہ فجر کا اول وقت ہے اور اس وقت روشنی مشرقی کنارہ سے شروع ہو کر قبلہ کی پیٹھ کی جانب پھیل جاتی ہے سب کنارے روشن ہو جاتے ہیں اور محلوں کی چھتوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی روشنی آجاتی ہے اور اس کے آخر وقت کا نام اسفار روشن ہے اور یہ وہ وقت ہے جب کہ سلام پھیرے تو پہاڑوں اور محل سراؤں پر آفتاب کی شعاعیں نمودار ہوتی ہیں نماز فجر کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان میں ہے اور اس نماز کو نماز صبح یا نماز فجر کے نام سے پکارنا مستحب ہے اور اس کو غداۃ کے نام سے نہ پکارا جائے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (فجر کی نماز کو قائم رکھو کیونکہ فجر کی نماز حاضر کی گئی ہے) اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس لیے یہ نماز رات کے فرشتوں کے صحیفے کے اول میں دن کے فرشتوں کے صحیفے کے آخر میں آجاتے ہیں اور افضل یہ ہے کہ صبح کی نماز تاریکی میں ہی پڑھی جائے۔ اور امام ابو حنیفہ کو اس قول سے خلاف ہے آپ کا یہ مقولہ ہے کہ روشنی میں اس کا پڑھنا افضل ہے اور تاریکی میں افضل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عائشہؓ راویہ ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانے میں جب عورتیں چادریں اوڑھ کر نماز پڑھنے کے واسطے نکلتی تھیں اور پڑھ کر واپس آتی تھیں تو اس وقت تاریکی کے باعث ان کو کوئی بھی پہچان نہ سکتا تھا اور ایک دوسری روایت میں امام احمدؒ سے آیا ہے۔ مقتدی لوگوں کے جمع ہونے کی انتظار کریں اور یہ انتظار روشنی تک کی جائے اس سے ثواب زیادہ ملتا ہے اور فجر اول کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں کوئی چیز نہ تو حرام ہے اور نہ ہی واجب اور ابن عباسؓ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ فجریں دو ہیں ایک تو وہ ہے جس میں نماز کا پڑھنا حلال ہے اور روزہ

دار کے واسطے اس میں کسی چیز کا کھانا پینا حرام ہے اور یہ وہ وقت ہے جس میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر روشنی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والوں نے دونوں فجروں کا وصف بیان کیا ہے اور ہر ایک کو دو حدوں سے محدود کر دیا ہے یعنی صبح میں جو روشنی نمودار ہوتی ہے یہ دو حصوں میں منقسم ہے پہلی فجر وہ ہے جب آفتاب کی شعاع پہلے پہل غلبہ کرتی ہے یعنی روشنی پانچویں زمین کے پیچھے سے نکل کر آسمان کے درمیان میں پھیل جاتی ہے اور جب تک وہ قائم رہتی ہے وہ اول فجر ہے پس اول صبح وہ ہے جب کہ رات کے ثلث اخیر میں آسمان پر روشنی ظاہر ہوتی ہے اور اس کو صبح کاذب بولتے ہیں اور پھر یہ روشنی سیاہی سے بدل جاتی ہے اور رات کی تاریکی ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسی کہ تھی اور اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت میں آفتاب نچلے اور جھکنے والے آسمان میں ڈوب جاتا ہے اور چھٹی زمین کے پیچھے چلا جاتا ہے اور زمین اس کو پوشیدہ کر لیتی ہے تو جو روشنی آسمان پر ظاہر ہوئی تھی وہ چلی جاتی ہے اور دوسری فجر وہ ہے جب کہ آفتاب کی شفق نمودار ہوتی ہے یہ آفتاب کی روشنی کی ابتدا ہے جس کے نیچے سرخی دکھائی دیتی ہے اور یہ رات کے تمام ہونے کی پہلی علامت ہے اور اس کے بعد آفتاب نکلتا ہے اور اس کا نکلنا اس طرح بیان ہوا ہے کہ دنیا کی زمین کے کناروں سے اور فجر ثانی عرضاً آسمان کے تمام افق و جوانب پھیل جاتی ہے جب آفتاب کی شعاع نکلتی ہے۔ جس کو آسمان کا دامن کہتے ہیں اس وقت یہ شعاع پہاڑوں اور دریاؤں اور بلند ملکوں اور آسمانوں کے درمیان میں سب جگہ عرضاً پھیل جاتی ہے اور ان کو روشن کر دیتی ہے اور بالکل اجالا ہو جاتا ہے اور فجر اول کو مستطیل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ وسط آسمان میں طولاً ظاہر ہوتی ہے اور پھیل جاتی ہے اور فجر ثانی عرضاً آسمان کے تمام افق و جوانب پھیل جاتی ہے اور آفتاب کے واسطے دو شفقیں ہیں۔

ظہر کی نماز کا وقت

اس کا اول وقت وہ ہے جب آفتاب ڈھل جاوے اور آخری وقت وہ ہے جب کہ ہر ایک چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جاتا ہے اور ظہر کی نماز میں جلدی کرنا یعنی اس کا اول وقت میں پڑھنا افضل ہے اور اگر گرمی کی شدت ہو یا ابر ہو۔ اور جماعت کی طرف جانا چاہے تو وہ توقف کر سکتا ہے اور خدا کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو۔ کیونکہ سخت گرمی دوزخ کی آگ کے جوش سے ہے اور حضرت بلال ؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خدا کے رسول ﷺ کو اطلاع کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ظہر کا وقت آگیا ہے آپ نے فرمایا کہ سردی ہو لینے دے۔ اس کے بعد پھر میں نے دوسری دفعہ آپ کی خدمت میں عرض کی' پھر بھی آپ نے وہی ارشاد فرمایا کہ اے بلال سردی کر۔ پھر تیسری دفعہ خدمت میں عرض کی۔ اس دفعہ بھی آپ نے فرمایا کہ سردی کر۔ اور اس وقت میں نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔ اور اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ گرمی کی سختی دوزخ کے جوش سے ہوتی ہے پس اسے ٹھنڈا کرو۔ اور جب آفتاب آسمان کے عین درمیان میں ہوتا ہے تو یہ زوال سے اول کا وقت ہے اور جب نہایت تھوڑا سا ڈھلتا ہے تو یہ زوال کا وقت کہلاتا ہے اور ظہر کی نماز کا وقت بھی یہی ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب آفتاب جوتی کے تسمہ کے برابر ڈھل جائے تو یہ ظہر کا پہلا وقت ہے اور جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے اور عصر کا یہ اول وقت ہے اور اگر کوئی شخص ان وقتوں کو پہچاننا چاہے تو وہ ہموار زمین پر ایک ستون کھڑا کرے اور یا آپ ہی سیدھا ہو کر کھڑا ہو جائے اور سایہ کے انتہا پر ایک خط کھینچ دے سایہ کے آخر پر اور پھر سایہ میں نگاہ کرے کہ کہاں پر کم ہو رہا ہے یا زیادہ جب سایہ عمودی خط کا کم ہو رہا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ سورج ابھی زائل نہیں ہوا اور اگر نہ بڑھ رہا ہو اور نہ کم ہو رہا ہو تو وقت نصف النہار کا ہے اس میں نماز جائز نہیں ہے اس کے بعد جب پھر بڑھنا شروع ہو جائے تو یہ زوال کا وقت ہے اس بڑھنے کی آخری حد سے اس قیاس کی ہوئی چیز کی مثل کا اندازہ کیا جاتا ہے (یعنی آخری زیادتی سے شروع کر کے ایک مثل کا شمار کیا جائے گا) تو جب اس قدر بڑھا ہے کہ وہ عمود کے برابر ہو گیا ہے تو اس صورت میں ظہر کا آخری وقت ہے اور اگر اس عرضی خط سے اور بھی آگے بڑھا ہوا ہو تو وہ عصر کا اول وقت ہے اور اگر دو حصے کے برابر ہو گیا ہو تو وہ عصر کا آخری وقت ہے اور ضرورت کے لحاظ سے عصر کا وقت آفتاب کے غروب ہونے تک بھی باقی رہتا ہے اور اس طرح بھی تمیز کر لو کہ مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائے اور دیکھو کہ یہ سایہ کم ہو رہا ہے یا زیادہ اگر کم ہو رہا ہے تو ابھی زوال نہیں ہوا' اگر ٹھہر جائے تو یہ حالت قیام (یعنی نصف النہار) ہے اور اگر زیادہ ہو رہا ہے تو یہ وقت زوال ہے تو وہ زوال آفتاب اپنی مثل کو پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تمہارے قد کی لمبائی تمہارے اپنے قدم سے سات قدم ہے اور جس قدم پر کھڑے ہو اس کو شمار میں نہ لاؤ۔ آپ سورج کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں پھر کسی کو کہیں کہ وہ سائے کی انتہا اور اختتام پر کوئی نشان کر دے پھر اپنی ایڑی

سے اس نشان تک جگہ کا اندازہ کرو اگر تمہارا سایہ برابر سات قدموں کے ہو تو جان لو کہ ابھی تک ظہر کا وقت ہے اور اگر اس فاصلہ سے آگے بڑھ جائے تو یہ سمجھو کہ عصر کا وقت آگیا ہے۔

سایہ کی تشریح

جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے گرمی اور سردی میں اس کا اندازہ یکساں نہیں ہے مختلف ہے زیادہ اور کم ہوتا ہے سردی کے موسم میں گرمی کی نسبت سایہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ آفتاب عین سمت الراس پر سے ہو کر نہیں گزرتا بلکہ دامن آسمان کی جانب سے ہو کر گزرتا ہے اور گرمی کے دنوں میں سایہ کم ہوتا ہے کیونکہ آفتاب عین سمت الراس یعنی آسمان کے درمیان میں سے ہو کر گزرتا ہے اور اس وقت اس کا عکس ٹھیک آدمی کے سر کے اوپر پڑتا ہے اور جس وقت آفتاب پہلے پہل نمودار ہوتا ہے تو وہ کنارہ آسمان میں دکھائی دیتا ہے اس وقت جب انسان آفتاب کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو تو اس کے سامنے کی چیزوں کا سایہ طولانی دکھائی دے گا۔ اور اسی طرح اس کا اپنا سایہ بھی لمبا ہو گا۔ اور جوں جوں سورج بلند ہوتا آتا ہے اسی قدر اس کا سایہ بھی کم ہوتا جاتا ہے اور جب وسط آسمان میں پہنچتا ہے تو اس وقت اس کا سایہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور جب درمیان سے مغرب کی جانب مائل ہوتا ہے تو سایہ بھی اس طرف کو بڑھنے لگتا ہے اور یہی وقت زوال ہے اور اسی طرح طریق شمس سے قرب اور بعد کے باعث شہروں کا سایہ بھی مختلف ہوتا ہے جو شہر وسط آسمان کے مقابل ہیں جیسے کہ مکہ اور اس کے اردگرد کے شہر ہیں ان کا سایہ چھوٹا ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض جگہ بالکل نہیں رہتا اور جو وسط آسمان سے دور ہیں جیسے خراسان اور اس کا گرد و نواح ان میں گرمی اور جاڑے کے موسم میں طولانی سایہ ہوتا ہے اور ان شہروں میں گرمیوں میں اس قدر سایہ لمبا ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے ملکوں کے جاڑوں میں ہوتا ہے تو ان شہروں میں زوال کا سایہ بھی ہوتا ہے۔

قدموں کے سایہ کی پہچان

آفتاب کا بہت کم سایہ جس پر آفتاب ڈھلتا ہے جیسا کہ اس علم کے قدیم علماء نے بیان کیا ہے اور یہ ہے کہ ماہ ہاڑ میں اصلی سایہ دو قدموں پر ہوتا ہے اور ماہ پوہ میں آٹھ قدم ہے اور ماہ کوار میں پانچ قدم اور ماہ کاتک میں چھ قدم اور ماہ پھاگن ؟میں سات قدم پر اور پہلے ماہ پوس میں آٹھ قدم پر اور یہ دن کے گھٹنے اور رات کے بڑھنے کی نہایت ہے اور اس وقت زوال کے وقت سایہ سب سے زیادہ ہے اور اس کے بعد دن بڑھنے لگ جاتا ہے اور سایہ کم ہوتا ہے پس ماہ اگن میں سات قدموں پر سورج ڈھلتا ہے اور پھاگن میں چھ قدموں پر اور چیت میں پانچ قدم پر ہوتا ہے اور اس ماہ میں رات اور دن برابر ہوتے ہیں اور بساکھ کے مہینے میں چار قدم پر ہوتا ہے اور ماہ جیٹھ میں تین قدم پر ہوتا ہے اور ماہ ہاڑ میں دو قدم پر۔ اس ماہ میں دن انتہا درجہ تک بڑے ہوتے ہیں اور اسی طرح راتیں چھوٹی ہوتیں ہیں اور یہ بہت کم سایہ ہے جس پر سورج ڈھلتا ہے پس دن پندرہ گھڑی اور رات ۹ گھڑی ہو جاتا ہے اور ساون کے مہینے تین قدموں پر زوال ہوتا ہے اور ماہ بھادوں کے مہینہ میں چار قدم پر۔ اور ماہ کوار میں پانچ قدم پر ہوتا ہے اور اس میں رات دن ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں۔ اور سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ زوال آفتاب کا وقت اکثر سات قدم کے سایہ پر ہوتا ہے اور بہت کم سایہ جس پر زوال ہوتا ہے ایک قدم ہوتا ہے اور عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ گرمی کے دنوں میں ظہر کی نماز جو ہم خدا کے رسول ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے تو وہ اکثر تین قدموں کے سایہ سے پانچ قدم کے سایہ کے درمیان وقت میں پڑھا کرتے تھے اور جاڑوں میں اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ پانچ قدم پر سایہ ہوتا تھا۔

زوال آفتاب کی دوسری صورت

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جیٹھ کے مہینہ کی انیسویں تاریخ کو زوال کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب انسان کا سایہ تین قدموں کے برابر ہوتا ہے اور اسی طرح ہر چیز کا سایہ جو تو کھڑی کرے اس کے سات حصوں میں سے اس کے تین حصوں کے برابر ہو اور اس کے بعد سایہ گھٹنے لگتا ہے دن بڑھتا ہے اور راتیں گھٹتی ہیں اور اساڑھ کی انیسویں تاریخ کو یہ گھٹاؤ بڑھاؤ انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور ان دنوں میں زوال آفتاب انسان کے نصف قدم کے سایہ پر ہو جاتا ہے اور یہ ان سایوں میں سے جن میں آفتاب کے زوال کا وقت ہو جاتا ہے کم درجہ کا ہے اور

اس کے بعد اصلی سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے اور جب چھتیس روز گزر جاتے ہیں تو ایک قدم زیادہ ہو جاتا ہے اور پھر ماہ کوار کی انیسویں تاریخ کو رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں اور زوال آفتاب کا وقت اس روز تین قدم کے سایہ پر ہوتا ہے اور اس سے چودہ دنوں کے بعد اور بھی زیادہ ایک قدم بڑھ جاتا ہے اور پھر پوس کی انیسویں تاریخ کو راتوں کا بڑھنا اور دنوں کا کم ہونا حد درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور ان دنوں زوال آفتاب اس وقت ہوتا ہے جب کہ سایہ ساڑھے سات قدم پر ہوتا ہے اور زوال آفتاب جس سایہ پر ہوتا ہے اس کا اکثر وقت یہی کہا گیا ہے پھر ہر چودہ دن کے گزرنے کے بعد ایک قدم سایہ زیادہ ہونے لگتا ہے اور ماہ چیت کی انیسویں تاریخ کو پھر رات دن برابر ہو جاتے ہیں اور زوال آفتاب کا وقت تین قدم کے فاصلہ پر ہوتا ہے اور اس وقت آفتاب موسم گرما میں داخل ہوتا ہے اور سایہ کا بڑھنا اور اس کا کم ہونا جو مذکور ہوا ہے تابستان اور خریف کے موسم میں ہر چھتیس روز کے بعد ایک قدم ہے اور ربیع اور زمستان میں ہر چودہ روز کے بعد ایک قدم ہے۔

ایک اور طریق میں سایہ کی پہچان

بعض بزرگوں کا یہ قول ہے کہ ماہ اساڑھ میں جب سایہ تین قدم پر ہوتا ہے تو اس وقت زوال آفتاب کا وقت ہو جاتا ہے اور ایک قدم انسان کھڑے ہوئے کے ساتویں حصہ کے برابر ہوتا ہے اور عصر کا اول وقت تب ہوتا ہے جب کہ سایہ ساڑھے نو قدم پر ہوتا ہے اور تمام ماہ ساون میں ظہر کا وقت چار قدم کے سایہ پر ہوتا ہے اور عصر کا وقت اس ماہ میں تب ہوتا ہے جب کہ ساڑھے دس قدم پر سایہ ہوتا ہے اور ماہ بھادوں میں جب سایہ پانچ قدم پر ہوتا ہے تو اس وقت ظہر کا اول وقت ہوتا ہے اور عصر کا وقت تب ہوتا ہے جب کہ سایہ ساڑھے گیارہ قدم کے فاصلہ پر ہوتا ہے اور تمام ماہ کوار میں اول وقت ظہر اس وقت ہوتا ہے جب کہ چھ قدم پر سایہ ہوتا ہے اور عصر کا وقت سایہ کے ساڑھے بارہ قدم پر ہونے پر ہوتا ہے اور ماہ کاتک کا اول وقت ہوتا ہے جب سایہ سات قدم ہو اور عصر کے وقت سایہ ساڑھے تیرہ قدم ہوتا ہے اور ماہ اگن میں ظہر کے وقت اول سایہ آٹھ قدم ہوتا ہے اور عصر کا وقت اس زمانہ میں ہوتا ہے جب سایہ ساڑھے چودہ قدم کے فاصلہ پر جائے اور تمام ماہ پوس میں ظہر کا اول وقت تب ہوتا ہے جب کہ ساڑھے دس قدم پر سایہ ہو اور عصر کا وقت سترہ قدم پر سایہ ہونے سے ہوتا ہے اور تمام ماہ ماگھ میں جب سایہ نو قدم پر ہوتا ہے تو اس وقت ظہر کا اول وقت ہوتا ہے اور عصر کا اول وقت تب ہوتا ہے جب کہ سایہ پندرہ قدم پر ہوتا ہے اور تمام ماہ پھاگن میں ظہر کا اول اس وقت ہوتا ہے جب کہ سایہ ساڑھے سات قدم پر ہوتا ہے اور عصر کا وقت ساڑھے ۱۴ قدم پر سایہ کے ہونے سے ہوتا ہے اور تمام ماہ چیت میں جب چھ قدم پر سایہ آجاتا ہے تو اس وقت ظہر کا اول ہوتا ہے اور عصر کا وقت تب ہوتا ہے جب سایہ ساڑھے بارہ قدم پر پہنچتا ہے اور بساکھ مہینے میں ساڑھے چار قدم پر سایہ ہونے سے ظہر کا اول وقت ہوتا ہے اور عصر کا اول تب ہوتا ہے جب کہ سایہ گیارہ قدم پر ہو۔ اور تمام ماہ جیٹھ میں ظہر کا اول اس وقت ہوتا ہے جب سایہ ساڑھے تین قدم پر ہو اور عصر کا وقت دس قدم پر سایہ ہونے سے ہوتا ہے پس اصلی سایوں کا اندازہ یہ ہے اور ان کے ذریعہ ہر ایک ماہ میں زوال کا وقت معلوم ہو سکتا ہے اور ہر ایک امر کی ماہیت کو اچھی طرح خداوند تعالیٰ ہی جانتا ہے جہاں تک اس کا علم ہے وہاں تک ہماری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔

زوال آفتاب کے پہچاننے کی ضرورت

جو صفتیں بیان ہوئی ہیں ان سے زوال آفتاب کی حدود کا جاننا یہ کوئی واجب امر نہیں ہے بلکہ ایک سبب ہے۔ جس سے خداوند تعالیٰ کی عبادت کرنے کا وقت پہچانتے ہیں اور ہر ایک آدمی اس طریق میں جو بیان ہوا ہے اس کو--------- نہیں پہچانتا اور جب کسی کو یہ یقین ہو جائے کہ اب زوال کا وقت آگیا ہے تو اس وقت اس آدمی پر نماز واجب ہو جاتی ہے اور اس طریق سے پہچاننے والے آدمی تین طرح پر ہیں ایک تو وہ ہیں جن کو یقین کامل ہوتا ہے یہ لوگ گھڑی اور ستاروں کی رفتار سے معلوم کر کے یقین کر لیتے ہیں کہ اب زوال کا وقت ہو گیا ہے اور دوسرے وہ ہیں جو اپنی کوشش میں ایک اندازہ مقرر کر لیتے ہیں یا کسی جماعت کی تقلید کرتے ہیں اور اس گروہ میں وہ اہل پیشہ اور اہل حرفہ شامل ہیں۔ جن کو اوقات کے پہچاننے کا علم نہیں ہے اس سے جاہل ہیں اور کوشش اور اندازہ سے اپنے عمل کے وقت کا یقین کرتے ہیں مثلاً ایک نانبائی ہے وہ دو خمیر یا تین خمیر کے آٹے کا اندازہ رکھتا ہے کہ یہ ظہر کے وقت تک پکتا ہے جب وہ پکاتے تمام کر چکتا ہے تو اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ لیتا ہے اور اسی طرح ایک

چکی پینے والا ہے وہ بھی ایک پیمانہ کو ظہر کے وقت تک پیتا ہے جب وہ پیمانہ ختم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد نماز کو ادا کر لیتا ہے ایسا ہی اوروں کو خیال کر لینا چاہئے اور اگر کسی روز ابر ہو اور سستی یا کسی دوسرے سبب سے اس کے کام کے اندازہ میں فرق آجائے تو اس صورت میں اس کے وقت کے اندازہ میں بھی فرق آجاتا ہے اور جب کسی وقت کو پہچاننے والے کی اذان یا اس کے حکم سے کسی دوسرے کی اذان سنتے ہیں تو جا کر نماز پڑھتے ہیں ان کی یہ نماز درست ہے اور تیسرے وہ ہیں جو صرف فکر اور کوشش سے یہ معلوم کرتے ہیں کہ اب نماز کا وقت آگیا ہے اور یہ یقین ان کو غالب گمان سے ہوتا ہے اور اس قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو کسی ایسی پوشیدہ جگہ میں قید ہیں کہ وہاں فکر کے سوا وقت کو نہیں پہچان سکتے اور نہ ہی ان کو کوئی خبر دے سکتا ہے اور نہ ہی اذان کو سن سکتا ہے۔ اور یہ حکم اس لیے ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب میں کسی کام کے واسطے تم کو حکم کروں تو اپنی طاقت کے مطابق اس کو بجالاؤ۔

زوال آفتاب کی شناخت میں مشکل

زوال آفتاب کے وقت کا پہچاننا مشکل اور دقیق بیان کیا گیا ہے یعنی اس وقت کا ٹھیک دریافت کرنا مشکل ہے حدیث میں وارد ہے کہ خدا کے رسول مقبول نے جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا آفتاب کے زوال کا وقت ہو گیا ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں اور پھر کہا ہاں آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیسا جواب ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ جتنے عرصہ میں میں نے الفاظ نہیں' ہاں کہے اتنے عرصے میں آفتاب آسمان کی راہ پچاس ہزار فرسخ (ایک فرسخ تین میل ہاشمی اور بقول بعض تقریباً آٹھ کلو میٹر ہوتا ہے) تک طے کر گیا تھا اور خدا کے رسول ﷺ نے جو سوال کیا تھا تو خدا کے علم میں تھا۔ لہٰذا اگر گرمی کے موسم میں تم سے کوئی آدمی قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو اور اس کے داہنے ابرو کے مقابل میں آفتاب آگیا ہو تو اس وقت ضرور ہی زوال آفتاب کا وقت ہو جاتا ہے اور وہ بے تامل ظہر کی نماز پڑھ لے اور جب ہر ایک چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو تو وہ عصر کا وقت ہے اس وقت عصر کی نماز ادا کرو اور جب گرمیوں کے موسم میں قبلہ کی طرف کھڑے ہو اور آفتاب تمہارے بائیں ابرو کے مقابل میں بھی ہو تو سمجھ لو کہ ابھی زوال کا وقت نہیں آیا اور جب دونوں آنکھوں کے مقابل میں ہو تو اس وقت یہ جان لو کہ آفتاب عین استواء میں ہے اور جاڑوں کے اول میں کہ دن کمی میں ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ زوال ہو گیا ہے اسی طرح جب آفتاب داہنے ابرو کے مقابل میں ہو تو سب زمانہ میں زوال آفتاب ہوتا ہے کیونکہ گرمیوں میں داہنے ابرو کے مقابل ہو تو ظہر کا اول وقت ہو جاتا ہے اور جاڑوں میں یہ وقت ظہر کا آخر ہے اور جاڑوں میں اگر بائیں ابرو کے مقابل آفتاب ہو تو اس وقت ہو سکتا ہے کہ زوال آفتاب ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس وقت میں دن چھوٹے ہو جاتے ہیں اور جب دن بڑے ہوتے ہیں تو اول گرمی میں نماز ناجائز ہے کیونکہ دن کے لمبا ہونے کے سبب اس وقت زوال آفتاب نہیں ہوتا اور جاڑے کے موسم میں جب دونوں آنکھوں کے مقابل آفتاب ہوتا ہے تو ضرور آفتاب کے زوال کا وقت ہوتا ہے اور جاڑے کے موسم میں جب آفتاب دائیں آنکھ کے مقابل میں ہوتا ہے تو یہ وقت ظہر کا آخر وقت ہوتا ہے اور یہ حکم عراق اور خراسان کے لوگوں کے واسطے ہے جو رکن اسود کعبہ کی طرف سے بیت کے دروازے کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور جو اہل یمن اور اہل مغرب ہیں اور جو ان کے متصل ہیں ان کو اس مسئلہ سے برعکس ہے کیونکہ یہ رکن یمانی کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور کعبہ کی پشت کی طرف اور اس سبب سے ان کے حق میں آفتاب کے وقت سایہ کا اندازہ مختلف ہوتا ہے۔

قبلہ کی سمت کی پہچان

زوال کا وقت تو بیان ہو چکا ہے جب اس وقت کو پہچان لو اور قبلہ کی سمت معلوم کرنی چاہو تو اپنے سایہ کو اپنے بائیں جانب کر و اس وقت تمہارا منہ قبلہ کی طرف ہو گا اور قبلہ کی یہ مختصر سی شناخت ہے اور اس میں کچھ رنج اور تعب برداشت کرنا نہیں پڑتا۔ اور زوال آفتاب کا لمبا چوڑا بیان اس واسطے کیا گیا ہے کہ اس کی شناخت بہت باریک اور مشکل ہے اور اقدام کے ذکر میں ابن مسعودؓ کی روایت اوپر بیان ہو چکی ہے۔

عصر کے اول وقت کا ذکر

جب ہر چیز کا سایہ اس سے بڑھ جاتا ہے تو وہ عصر کا اول وقت ہوتا ہے اور جب ہر ایک چیز کا سایہ اس چیز سے دوچند ہو جاتا ہے تو وہ عصر کا

آخر وقت ہے اور ضرورت کے ہوتے ہوئے جائز ہے کہ آفتاب کے غروب ہونے تک نماز کو پڑھ لیں اور اوپر یہ مذکور ہو چکا ہے اور اول وقت میں نماز کا پڑھنا افضل ہے۔

مغرب کی نماز کا ذکر

جب آفتاب غروب ہو جائے تو وہ مغرب کی نماز کا وقت ہوتا ہے اور آفتاب اس وقت غروب ہوتا ہے جب کہ وہ نظروں سے غائب ہو جائے اور اس کی شعائیں آسمان کے کناروں پر دکھائی نہ دیں اور اس کا آخر وقت وہ ہے جس میں آفتاب کی شفق دکھائی نہیں دیتی۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ شفق سرخی کو کہتے ہیں۔

نماز عشا کا وقت

جب شفق نہیں رہتی تو اس وقت سے عشا کا وقت شروع ہوتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ رات کا تیسرا حصہ گزر جانے تک اس نماز کی فضیلت کا درجہ اس کا ثواب باقی رہتا ہے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ آدمی رات تک باقی رہتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو اس صورت میں صبح صادق تک ہی اس کا وقت باقی ہوتا ہے اور اس نماز کے وقت کو دو ناموں سے موسوم کیا گیا ہے ایک نام عتمہ ہے اور دوسرا عشاء آخر ہے کیونکہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جنگلی عرب اس نماز کا نام عتمہ رکھنے سے تمہارے اوپر غلبہ کر گئے ہیں اور اس نام میں تم ان کی موافقت کرو گے اور اگر کوئی آدمی اس نماز کے پڑھنے میں آخری وقت تک توقف کرے تو یہ افضل ہے اور وہ رات کا تیسرا حصہ گزر جانے پر ہوتا ہے یا اول شب کا نصف حصہ گزر جانے پر جیسا کہ اوپر اس کا ذکر ہوا ہے اور نماز کے ادا کرنے کا بہتر وقت یہ ہے کہ مغرب کی جانب سے سفیدی دور ہو جائے اور تاریکی دکھائی دے اور اس سفیدی سے مراد دوسری شفق ہے اور اگر چاہے تو چوتھا حصہ رات گزرنے تک تاخیر کرے اور اگر چاہے تو ایک ثلث رات کے گزر جانے تک توقف کرے۔ اور اگر چاہے تو نصف رات کے گزرنے تک تاخیر کرے۔ ان سب وقتوں میں فضیلت ہے مگر یہ بزرگی اس صورت میں ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے ان وقتوں کے درمیان نہ سو جائے کیونکہ نیند اس نماز سے پہلے مکروہ کہی گئی ہے اور اگر کسی آدمی کو یہ خوف ہو کہ نیند غالب ہو جائے گی تو اس کے واسطے پہلے نماز ادا کر لینی بہتر ہے اور پھر نماز ادا کرنے کے بعد سو جائے اور اسی واسطے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ افضل وقت اس نماز کا اول وقت ہے اور تاخیر کرنے کو جو ہم نے افضل کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ عشا کی نماز کو دیر سے پڑھو اور ایک رات آپ دیر کے بعد عشا کی نماز پڑھنے کے واسطے آئے اس وقت آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت کے لوگوں پر مشکل معلوم نہ ہوتا تو میں ان کو اس وقت ہی نماز پڑھنے کے واسطے حکم دیتا۔

پانچوں وقت کی نماز کی سنتیں

پنج گانہ نماز کے ساتھ تیرہ رکعت سنت ہیں۔ نماز فجر کے پہلے دو رکعت ہیں اور دو رکعت ہی نماز ظہر کے پہلے اور دو رکعت اس کے بعد اور دو رکعت نماز مغرب کے بعد ہیں اور دو رکعتیں نماز عشاء کے بعد ہیں اور تین رکعت نماز وتر کی ہیں اور اختیار ہے کہ وتروں کی نماز ایک ہی سلام سے ادا کرے جیسا کہ مغرب کی نماز اور یا دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور آخر رکعت کو اکیلا پڑھ لے اور پھر اس کے بعد سلام سے باہر آئے اور یہ طریق افضل بیان کیا گیا ہے اور پہلی رکعت میں جب الحمد پڑھ چکے تو اس کے بعد سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھے اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھے اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھے اور فجر کی سنت کی دو رکعت میں سے پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھے اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے۔ اور یہ امر مستحب بیان کیا گیا ہے کہ اپنے گھر میں ان سنتوں کو پڑھے اور اس کے بعد مسجد میں آ کر خداوند تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو اور کوئی بات نہ کرے اور اگر ضرورت لاحق ہو تو اس وقت ضروری بات کر لینی جائز ہے اور یہاں تک درود اور وظیفے میں مشغول رہے کہ پھر نماز فرض پڑھنے کا وقت آ جائے اور مغرب کے بعد سنتوں کی دو رکعت ایسی ہی پڑھے جیسی کہ فجر کی دو سنتیں پڑھی ہیں اور ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کو بیس دفعہ سے زیادہ مغرب کی سنت کو دو رکعتوں میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قل ہو اللہ احد پڑھتے سنا۔ اور طاؤس کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ پہلی رکعت میں آمَنَ الرَّسُولُ پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے اور یہ مستحب ہے کہ ان کے پڑھنے میں جلدی کرے کیونکہ حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا

کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب مغرب کی دو رکعت نماز پڑھنے لگو تو ان میں جلدی کرو۔ تاکہ فرشتے جب فرضوں کی نماز کو اٹھا کر علیین میں لے جائیں تو ساتھ ہی ان کو بھی لے جائیں اور اسی واسطے ہی ان کو تخفیف سے پڑھنا واجب کہا گیا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ جو آدمی مغرب کے بعد دو رکعت نماز بات کرنے سے پہلے پڑھے تو فرشتے اس کی نماز کو اٹھا کر علیین میں لے جاتے ہیں اور ان دونوں رکعتوں میں لمبی قراءت پڑھنی بھی مستحب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ مغرب کی دونوں رکعتوں میں یہاں تک لمبی قراءت پڑھا کرتے تھے کہ سب مسجد کے لوگ آپ سے پہلے ہی فارغ ہو کر چلے جاتے تھے اور حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ساتھ میں نے مغرب کی نماز پڑھی اور آپ نے اس قدر قراءت کو لمبا کیا کہ اس کو نماز عشا کے وقت تک ختم کیا اور پھر نماز عشا پڑھنے کے بعد اپنے گھر میں واپس تشریف لائے اور یہ بھی آیا ہے کہ ان سنتوں کو اپنے گھر میں پڑھنا مستحب ہے عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ مغرب کے بعد کی دو رکعت گھر میں آکر پڑھا کرتے تھے اور ام حبیبہؓ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ جب مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے تو بعد کی دو رکعت گھر میں آکر پڑھا کرتے تھے اور سہل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز پڑھ کر سلام پھیرا اور بعد میں مسجد سے باہر چلے آئے میں آپ کے زمانہ میں تھا آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور آپ کے بعد کوئی آدمی مسجد میں ٹھہر کر دو رکعت نماز نہیں پڑھا کرتا تھا سنت کی نماز کو اپنے اپنے گھروں میں آکر پڑھا کرتے تھے۔

پنج گانہ نماز کی فضیلتیں

ابو سلمہؓ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو اگر تمہارے گھروں کے دروازہ پر ایک نہر جاری ہو اور ہر روز پانچ دفعہ تم اس میں غسل کرو تو کیا تمہارے تمام جسموں پر کوئی میل رہ جائے گی لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے جو آدمی ان کو ادا کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی تمام خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور ابو ثعلبہ القرظیؓ کہتے ہیں کہ عمرؓ بن خطاب نے روایت کی کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تم گناہوں کی آگ میں جل رہے ہو اور جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ اس کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اور جو کچھ پہلے ہوا ہوتا ہے وہ بخشا جاتا ہے اور خدا کے رسولؐ نے پانچ وقت کی نمازوں کی ایسی ہی بزرگی بیان فرمائی ہے اور حارثؓ جو حضرت عثمانؓ کے غلام تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ بیٹھ گئے اور آپ نے پانی مانگا آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا آپ نے وضو کیا اور فرمایا کہ خدا کے رسولؐ کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اسی طرح وضو کیا کرتے تھے جس طرح میں نے وضو کیا ہے اور جو آدمی میری طرح وضو کرے گا اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھے گا تو فجر اور ظہر اور مغرب کے درمیان اس نے جس قدر گناہ کئے ہوں گے وہ سب کے سب معاف ہو جائیں گے اور پھر مغرب کی نماز پڑھے گا تو ظہر اور مغرب کے درمیان کے گناہ معاف ہوں گے اور جب عشاء کی نماز پڑھے گا تو اس وقت اس کے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جو اس نے مغرب اور عشاء کے درمیان میں کئے ہوں گے اور اس کے بعد وہ سو جائے گا اور (بستر میں) لوٹ پوٹ ہوتا رہے گا اور پھر جب صبح کے وقت اٹھ کر وضو کر کے فجر کی نماز پڑھے گا تو جو گناہ اس نے عشاء اور فجر کے درمیان میں کئے ہوں گے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے اس کے بعد اصحابوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ وضو اور پانچ وقت کی نمازوں کی حسنات تو آپ نے بیان کر دی ہیں اب باقی صالحات کا بیان بھی فرمایئے گا۔ اس لیے آپ نے یہ کلمات فرمائے خداوند تعالیٰ پاک ہے اور اسی کے واسطے ہی حمد ہے اور خدا کے سوا دوسرا کوئی سچا معبود نہیں اور وہ سب سے بلند ہے خدا کی مدد کے سوا کسی کو قوت اور توانائی حاصل نہیں ہوتی اور جعفر بن محمدؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز پروردگار کی رضامندی ہے اور پیغمبروں کے ساتھ دوستی ہے اور ان کی سنت کا ادا کرنا معرفت کا نور ہے اور ایمان کا اصل۔ اور دعاء اور عملوں کی قبولیت اسی پر موقوف ہے اور نماز سے رزق میں برکت آتی ہے اور بدن کو راحت ہوتی ہے اور دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے اور شیطان سے بچنے کا ایک بڑا آلہ ہے' جو ہر وقت مستعد اور تیار کھڑا ہے اور نماز کا جو صاحب ہوتا ہے اس کے واسطے وہ سفارش کی دعاء کرتی ہے اور اس کی تاریک قبر کا چراغ بھی ہے اور قبر کے اندر مسہری بنتی ہے اور اس کا گدا بچھاؤنا ہوتی ہے اور جب قبر میں منکر اور نکیر آتے ہیں اور آکر سوال کرتے ہیں تو ان کے سوال کا جواب ہوتی ہے اور قبر میں قیامت تک جو تنہائی ہو

گی اس کی مونس اور غمگسار ہے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس کے سر پر چھاتا بنے گی اور اس کو گرمی کی شدت سے بچائے گی اور اس کے سر کے واسطے مرصع تاج ہوگی اور اس کے واسطے عمدہ اور فاخرہ لباس اور اندھیرے میں اس کے آگے روشنی کی مشعل دکھاتی ہوئی چلے گی اور جو نماز کا صاحب ہوگا اس کے اور دوزخ کی آگ کے درمیان پردہ بن کر کھڑی ہو جائے گی اور اپنے صاحب کو دوزخ کے گڑھے میں گرنے نہیں دے گی اور خداوند کریم کے سامنے مومنوں کے واسطے ایک حجت بنے گی اور نماز قیامت کے دن میزان کے پلڑے کو بھاری کر دے گی اور جب لوگ پل صراط سے گزرنے لگیں گے تو اس کے اوپر سے نمازیوں کو اس طرح سے جلدی اتار دے گی جیسے ہوا گزر جاتی ہے اور نماز جنت کے دروازہ کی کنجی ہے کیونکہ نماز تسبیح ہے خدا کی حمد ہے اس میں خداوند کریم کو تقدیس اور تعظیم کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور قرآن پڑھا جاتا ہے خدا سے ہدایت کی درخواست کی جاتی ہے غرض جو نماز اپنے وقت پر ادا کی جاتی ہے وہ تمام عملوں میں سے بہت افضل عمل ہے اور ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ پانچوں وقت کی نماز دین کا ستون ہے خداوند تعالیٰ نماز کے ساتھ ہی ایمان کو قبول کرتا ہے اس کے سوا نہیں کرتا اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی خدا کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی چیزوں کو فرض کیا ہے فرمایا پانچ وقت کی نماز کو فرض کیا ہے اس کے بعد اس نے پھر عرض کی کہ اس نماز کے آگے اور پیچھے بھی کوئی چیز ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ صرف پانچ وقت کی نماز ہی فرض ہے اور کچھ نہیں۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کی کہ اگر اسی قدر ہے اس کے آگے اور پیچھے سے اور کوئی چیز فرض نہیں کی گئی تو خدا کی قسم میں اس میں سے نہ تو کچھ کم کروں گا اور نہ بڑھاؤں گا خدا کے رسول ﷺ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا کہ اگر تُو سچا ہے تو بہشت میں داخل ہوگا اور تمیم داریؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے بندہ سے جس چیز کا حساب ہوگا وہ نماز ہی ہوگی اور اگر اس نے کامل طور پر اس کو ادا کیا ہوگا تو کامل طور پر ہی اس کے حق میں لکھی بھی گئی ہوگی اور اگر اس میں کچھ کسر رہ گئی ہوگی تو اس صورت میں خداوند تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ تم دریافت کرو کہ میرے بندے کی کچھ نفلیں بھی ہیں اگر اس کی کچھ نفلیں ہیں تو ان کو فرضوں میں ملا دو اور ملا کر جو کمی ہے وہ پوری کر لو اور انس بن حکیم الضبی کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے مجھ کو فرمایا ہے کہ جب تم اپنے گھروں کو جاؤ تو اپنے لوگوں کو خبر دے دو۔ کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندہ کا پہلے پہل جس چیز سے حساب ہوگا وہ نماز فرض ہوگی اور اگر اس کو کامل طور پر ادا کیا ہوگا بہتر ہے نہیں تو نفلوں کو ملا کر فرضوں کی کمی کو پورا کر لیں گے اور جتنے عمل ہوں گے سب میں اسی طرح ہی کیا جائے گا اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اول بندہ کا حساب نماز کے باب میں ہوگا اور اس امت پر سب سے پہلے خداوند کریم نے نماز کو ہی فرض کیا ہے۔

مسجد میں آنے کا بیان اور نماز میں خضوع اور خشوع کا ذکر

نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھے اور دوسرا جماعت کے ساتھ پڑھے تو ان دونوں کی نمازوں میں ستائیس درجہ کا فرق ہے اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ وضو کرتا ہے اور پھر مسجد کی طرف آتا ہے تو اس کے ہر قدم کے عوض میں خداوند تعالیٰ اس کے نام ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اسی قدر بدی کم کر دیتا ہے اور اس کے درجہ کو بڑھا دیتا ہے اور اس سے اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے کوئی دوست مدت کے بعد اپنے بچھڑے ہوئے دوست کو مل کر خوش ہوتا ہے اور ابو عثمان ہندیؒ سلمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اگر کوئی آدمی اپنے گھر میں وضو کرے اور اچھی طرح کرے اور اس کے بعد میری زیارت کے واسطے میرے گھر کی طرف آئے تو اس کا مجھ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ میں اپنے زیارت کرنے والے کی عزت کروں۔ اور سالم بن عبد اللہؓ اپنے باپ سے اور وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا کے رسول مقبول ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ رات کی تاریکی میں مسجدوں میں جاتے ہیں ان کو یہ خوشخبری پہنچا دے کہ ان کو قیامت کے دن کامل نور ملے گا اور ابو درداؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اندھیری رات میں جو آدمی مسجد میں جاتا ہے اس کو قیامت کے دن خداوند تعالیٰ نور دے گا۔ اور ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تنہا پڑھنے کی نسبت نماز جماعت میں پچیس درجے فضیلت اور بزرگی زیادہ ہوتی ہے اور نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے

فرمایا ہے اگر کوئی آدمی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کو علیحدہ نماز پڑھنے والے کی نسبت ستائیس درجے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ سے کہا کہ اگر کوئی جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھے تو اس کو مبرور حج اور مقبول عمرہ کا ثواب ملتا ہے' اور اگر کوئی آدمی ظہر کی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اس کو ویسی ہی پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے' جو با جماعت ادا کی جاتی ہیں۔ اور جنت فردوس میں اس کے ستر درجے زیادہ بڑھا دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی جماعت کے ساتھ عصر کی نماز پڑھے اور آفتاب کے غروب ہونے تک خداوند تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک آدمی کو آزاد کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ بارہ ہزار بندے اور بھی آزاد کرتا ہے اور اگر کوئی مغرب کی نماز کو جماعت میں شامل ہو کر پڑھے تو اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے پچیس نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھی ہیں۔ اور جنت عدن میں اس کے ستر درجے بڑھ جاتے ہیں اور جو آدمی عشاء کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شب قدر میں تمام رات خدا کی عبادت کرتا ہے اور ہر آدمی کے واسطے مستحب ہے کہ جب مسجد میں آوے تو ڈر اور فروتنی اور عاجزی اور انکساری سے آوے اور تسکین اور وقار اس پر ہو۔ اور اپنے دل میں فکر اور ادب پیدا کرے اور دنیا کے جتنے شغل اور فکر ہوں ان سب کو دل سے نکال دے اور ان باتوں کو اختیار کرے' رغبت' خدا کا خوف' خواری' تواضع' فروتنی۔ اور ان سب باتوں کو چھوڑ دے۔ غرور' تکبر' فخر کرنا' خود بینی' اور خلقت کو دکھلانا' اور اسی طرح دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں خدا کے گھروں میں سے ایک گھر کی طرف جاتا ہوں' جس میں خدا کا نام بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں صبح و شام۔ اور وہاں ایسے مردان خدا ہیں جن کو خرید و فروخت اور تجارت اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی پس جس قدر جماعت کا حصہ پائیں اس کو جماعت کے ساتھ ادا کریں اور جو حصہ فوت ہو گیا اس کی قضا کر لیں اور ابو ہریرہؓ بھی ایسا روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے اور تکبیر اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہو' پس چاہئے کہ وہ جس طریق پر چلتا تھا اسی پر چلے اور جس قدر نماز اس کو مل جائے اس کو ادا کرے اور جو باقی رہ گئی ہے وہ قضا کر لے۔ اور ایک دوسری روایت کے الفاظ میں اس طرح آیا ہے کہ وہ آرام اور وقار کے ساتھ چلے اور کسی کو ایسا کرنا نہ چاہئے کہ وہ عبادت کی ہمیشگی پر مغرور ہو جائے اس سے خوف کرے کیونکہ اس قسم کا غرور اس شخص کو خداوند تعالیٰ کی نظروں سے گرا دے گا اور اس کے قرب سے دور کر دے گا جس آدمی میں غرور ہوتا ہے وہ اپنی حالت کے دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے اور اس کی بصیرت کا نور جاتا رہتا ہے اور اشتیاق کی لذت سے جو اس کی اس عادت سے پہلے اس کو حاصل تھی دور اور محروم رہ جاتا ہے اور اس کی معرفت کی جس قدر صفائی ہوتی ہے وہ مکدر ہو جاتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کے عملوں کو واپس کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور روایت میں آیا ہے کہ جو لوگ متکبر اور مغرور ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ ان کے کسی عمل کو جب تک وہ اس سے توبہ نہ کریں قبول نہیں کرتا۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک رات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام رات بھر خداوند تعالیٰ کی عبادت میں بیدار رہے اور جب صبح ہوئی تو آپ کو اپنے قیام پر تعجب ہوا یعنی فخر کیا اور کہا کہ ابراہیم کا پروردگار بہتر ہے اور اس کے بہتر بندوں سے ابراہیم ہے اور جب دن کا کھانا کھانے کا وقت ہوا تو اس وقت آپ نے کوئی آدمی اپنے ہمراہ کھانے والا نہ دیکھا اور آپ کی یہ عادت تھی کہ اکیلے کھانا نہیں کھایا کرتے تھے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کھایا کرتے تھے اس لیے آپ نے کھانا نکالا اور راستے میں بیٹھ گئے تاکہ کوئی گزرنے والا آدمی گزرے تو اس کو بھی اپنے ساتھ کھلائیں۔ اسی اثناء میں آسمان سے دو فرشتے اترے اور وہ آپ کی طرف آئے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ تم اس باغ میں میرے پاس آؤ تاکہ ہم تم کو یہاں کھانا کھلائیں اور یہاں باغ میں ایک چشمہ بھی بہتا ہے اور اس کا پانی بہت میٹھا ہے وہ فرشتے آپ کے پاس گئے اور باغ کے سبزہ پر بیٹھ کر کھانا کھایا اور اس کے بعد پانی پینے کے واسطے اس چشمہ پر گئے اور جب اس کے کنارے پر پہنچے تو پانی اس میں سے غائب ہو گیا تھا اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ چشمہ تو سوکھا پڑا ہے تو وہ شرمندہ ہوئے اور فرشتوں نے آپ کو کہا کہ اے ابراہیم خداوند کریم کی درگاہ میں دعاء کرو تاکہ اس چشمہ میں پانی آ جائے۔ ابراہیم علیہ السلام نے دعاء کی مگر اس چشمہ میں کوئی پانی نہ آیا۔ اس سے آپ کو اور بھی شرمندگی ہوئی۔ پس آپ نے ان فرشتوں کو کہا کہ تم خدا کی درگاہ میں دعاء کرو کہ اس میں پانی آ جائے۔ پس ایک فرشتے نے دعاء کی اس سے اس چشمہ میں پانی آ گیا اور اس کے بعد جب دوسرے فرشتے نے دعاء کی تو اس سے وہ پانی چل پڑا۔ اور نہر جاری ہو گئی۔ اور اس کے بعد انہوں نے آپ کو خبر دی کہ ہم تو فرشتے ہیں اور تم نے رات کے وقت قیام کیا اور متکبرانہ خیال کیا تھا اس واسطے آپ کی دعاء قبول نہیں ہوئی۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ جب غرور کے باعث خداوند تعالیٰ اپنے خلیل کے ساتھ ایسا معاملہ کرے تو دوسرے لوگوں کا کیا حال۔ پس یہی خیال کرنا چاہئے کہ

عبادت کا ہونا خدا کی طرف سے ایک توفیق ہے جو ہماری رفیق ہو رہی ہے اور اس نے اپنے فضل اور رحمت سے ہم پر یہ کرامت کی ہے اور یہ اس کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم کو ایسی نعمت عظمیٰ عطاء کی ہے اور طاعت کرنے کے واسطے ہم کو قدرت دی ہے پس ہر ایک آدمی کو لازم یہ ہے کہ وہ اپنے خدا کے روبرو ادب اور عاجزی سے کھڑا ہو اور ایسا سمجھے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ تم کو نظر نہیں آتا تو تمہیں تو وہ ضرور دیکھتا ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور ارشاد فرمایا کہ جب تو میری درگاہ میں میرے روبرو کھڑا ہو تو اس حالت میں کھڑا ہو کہ تو مجھ سے خائف ہو۔ عاجزی کرنے والا ہو۔ میرے غضب سے ڈرتا ہو۔ کانپ رہا ہو۔ اور اپنے نفس کو ذلیل اور خوار سمجھے اور میری بارگاہ میں دعاء کرنے کے وقت اس حالت میں ہو کہ تیرے جسم میں اس قدر بے قراری ہو کہ تیرے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہونے کو ہیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی خدا نے وحی بھیج کر ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے۔ اور مذکور ہے کہ جب ابن سیرینؒ نماز پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوتے تھے تو خوف کے مارے ان کے منہ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور مسلم بن یسارؒ جب نماز پڑھا کرتے تھے تو اس وقت ایسے مشغول ہوتے تھے کہ ان کو کسی کی بات سنائی ہی نہ دیتی تھی۔ اور خدا کے خوف کے سوا ان کے دل میں اور کوئی خیال نہیں گزرتا تھا اور عامر بن عبد قیس کہتے ہیں کہ جس وقت میں نماز پڑھنے لگتا ہوں۔ تو اس وقت دنیا کے کام مجھے بہت ہی زبوں معلوم ہوتے ہیں اور یہاں تک میں ان کو برا جانتا ہوں کہ اگر ان میں فکر کرنے کی بجائے کوئی میرے دونوں کندھوں کے درمیان خنجر مارے تو اس کو دنیاوی فکر سے بہتر جانتا ہوں۔ اور سعد بن معاذؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہرگز کوئی نماز نہیں پڑھی جس میں دنیاوی تفکرات سے میرے دل میں کوئی فکر آیا ہو اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابن زبیرؓ جب نماز پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوتے تھے تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ایک سوکھی سی لکڑی ہیں کیونکہ خدا کے خوف سے بالکل بے حس اور بے حرکت ہو کر کھڑے ہوتے تھے اور وہبؒ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا دوزخ کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور عتبہؒ غلام جب موسم سرما میں نماز پڑھا کرتے تھے تو اس وقت ان کے بدن سے پسینہ جاری ہو پڑتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ عرق آنے کا کیا سبب ہے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ سے حیاء آتا ہے اس واسطے بدن سے پسینہ جاری ہو پڑتا ہے اور ذکر ہے کہ مسلم بن یسار ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے اسی اثناء میں ان کے گھر میں آگ لگ گئی اور اسی گھر میں ہی نماز بھی پڑھ رہے تھے بصرہ کے لوگوں نے اس واقعہ کو دیکھ کر بہت شور مچایا اور اپنے گھروں سے نکلے اور جمع ہو کر اس آگ کو بجھایا۔ مگر باوجود اس غل غپاڑے کے مسلم کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

وہ اپنی نماز میں ہی مصروف رہے اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ گھر کی کوٹھڑی میں آگ لگ گئی تھی اور لوگوں نے اس کو بجھایا ہے۔ اور مذکور ہے کہ ایک دفعہ مسلمؒ جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور اسی حال میں ان کے پہلو میں ایک ستون آگرا۔ بازار کے لوگوں نے اس واقعہ پر شور اور غل مچایا۔ مگر مسلمؒ کو خبر نہ ہوئی۔ اور عمار بن زبیرؓ کا ذکر ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور جوتا آگے رکھا ہوا تھا اس جوتے کا تسمہ نیا تھا اثنائے نماز میں اس تسمہ کی طرف آپ کا خیال جا پڑا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس وقت آپ نے اس جوتے کو پھینک دیا اور پھر عمر بھر جوتا نہ پہنا۔ ربیع بن خثیم کی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نفلوں کی نماز میں مشغول تھے اور آپ کے روبرو ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اس گھوڑے کی قیمت بیس ہزار درہم تھی اور آپ کے سامنے سے چور اس کو کھول کر لے گئے۔ صبح کے وقت لوگوں کو خبر ہوئی کہ آپ کا گھوڑا چوری ہو گیا ہے وہ تعزیت کے واسطے آپ کے پاس آئے آپ نے ان کو فرمایا کہ تم اس سے آگاہ رہو کہ گھوڑا بے خبری میں نہیں گیا۔ جب چور نے میرا گھوڑا کھولا ہے تو اس وقت میں اس کو کھولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ مگر اس وقت میں جس کام میں مشغول تھا وہ گھوڑے سے مجھ کو زیادہ پیارا تھا اس سے کچھ عرصہ بعد اچانک آپ کا گھوڑا سامنے آکر کھڑا ہو گیا ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول خدا ﷺ ایک کملی اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور اس میں ایک سرخ ڈورا تھا جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ اس سرخ ڈورے نے مجھے خدا سے غافل کر دیا ہے اور میری نماز میں خلل ڈالا ہے اور جو لوگ نماز میں خشوع کرنے والے ہیں ان کی نسبت خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (یہ لوگ اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں) اور زہری کا مقولہ ہے کہ خشوع سکون ہے جو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ خشوع یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ میرے داہنے اور بائیں کون ہے اور اسی واسطے خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز ایک شغل ہے۔

نماز کی نگاہبانی میں اور جو اس کو ضائع کرتا ہے اس کے عذاب کا بیان

اعمش شفیق بن سلمہؓ سے اور وہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ اول وقت میں نماز ادا کرتا ہے تو وہ نماز آسمانوں پر لے جائی جاتی ہے اور اس نماز کے ساتھ ایک روشنی بھی ہوتی ہے اس روشنی میں ہی اس نماز کو عرش معلّیٰ تک لے جاتے ہیں اور جب یہ نماز عرش معلّیٰ پر پہنچ جاتی ہے تو وہاں قیامت تک اپنے صاحب کے واسطے بخشش مانگتی رہتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اے میرے نمازی جس طرح تو نے مجھے نگاہ رکھا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ تم کو نگاہ رکھے اور اگر کوئی بندہ کسی غیر وقت میں نماز پڑھتا ہے تو وہ بھی آسمان پر جاتی ہے مگر یہ اکیلی جاتی ہے نور اس نماز کے ساتھ نہیں جاتا اور جب یہ نماز آسمان پر پہنچ جاتی ہے تو اس کو اس طرح لپیٹ دیتے ہیں جس طرح ایک لتے یا کپڑے کو لپیٹتے ہیں اور لپیٹ لپاٹ کر اس نمازی کے منہ پر اس کو الٹا دے مارتے ہیں۔ اس وقت وہ نماز کہتی ہے کہ جیسا تو نے مجھ کو ضائع کیا ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ تم کو ضائع کرے۔ اور عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز میں کھڑا ہو اور خوب طرح رکوع اور سجود کرے اور اچھی طرح قراءت کرے تو اس کی نماز اس کے حق میں یہ کہتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھ کو نگاہ رکھا ہے۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ تم کو نگاہ رکھے اور اس کے بعد اس نماز کو آسمانوں پر لے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہوتی ہے جیسا کہ ایک نور ہوتا ہے اور آسمانوں کے دروازے اس کے واسطے پہلے ہی کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ جاتے ہی ان سے داخل ہو جاتی ہے اور ہوتے ہوتے خداوند تعالیٰ کے حضور میں جا پہنچتی ہے۔ اور وہاں حاضر ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ سے اپنے صاحب کے واسطے سفارش کرتی ہے اور جس آدمی نے رکوع اور سجود اور قراءت کو ضائع کیا ہوتا ہے وہ نماز کہتی ہے کہ جیسا تو نے مجھ کو ضائع کیا ہے اسی طرح خدا تجھ کو ضائع کرے۔ پھر اوپر چڑھائی جاتی ہے اور تاریکی کی حالت میں جاتی ہے اور اس کے واسطے آسمان کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور اس کو پرانے کپڑے کی مانند لپیٹ دیتے ہیں اور اس نمازی کے منہ پر اس کو الٹی دے مارتے ہیں۔

اور ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خدا کے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا کہ عملوں میں سے بہتر عمل کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا ماں باپ کی فرمانبرداری کرنا' خدا کی راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنا۔ اور ابراہیم بن ابی محذورہ موذنؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدمی اول وقت میں نماز ادا کرے تو یہ خدا کی رضامندی کا باعث ہے اور جو کوئی درمیانہ وقت میں ادا کرے تو یہ خدا کی رحمت کا باعث ہے اور اگر کوئی آدمی آخر وقت میں نماز کو ادا کرے تو یہ اس کے گناہوں کے معاف ہونے کا باعث ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (جو لوگ اپنی نماز سے غافل ہیں ان کے واسطے ہلاکت ہے) ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ یہاں وہ نمازی مقصود ہیں جو اپنی نماز کو ترک نہیں کرتے۔ مگر نماز کے پڑھنے میں تاخیر کرتے ہیں اور سعدؓ نے خدا کے رسول سے اس قول کے معنی پوچھے (اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ) آپ نے فرمایا کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی نماز میں توقف کرتے ہیں اور براءؓ نے خدا کے اس قول کے معنی (اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ) الخ یعنی جن لوگوں نے نماز کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ یہ آخر کار غی میں داخل کئے جائیں گے کہ دوزخ میں ایک جنگل ہے اس کو غی کہتے ہیں۔

پس یہ لوگ دوزخ کے اس جنگل میں داخل ہوں گے جو اپنی نماز کے وقتوں کو ضائع کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس غی میں صرف وہ لوگ جائیں گے جنہوں نے اپنی نمازیں ضائع کر دیں۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ خدا کے رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے نماز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اگر کوئی آدمی اس کی نگاہبانی کرے گا' تو اس کے واسطے روشنی بنے گی۔ اور اس کے ایمان پر روشن دلیل ہوگی۔ اور قیامت کے دن عذاب سے رستگاری کا سبب بنے گی اور اگر نماز کی حفاظت نہ کرے گا تو اس کے واسطے روشنی کچھ نہیں ہو گی اور نہ ہی ایمان پر دلیل ہوگی اور نہ ہی دوزخ سے رستگاری کا باعث بنے گی اور قیامت کے دن یہ شخص فرعون اور ہامان اور قارون اور ابی بن خلف کے ہمراہ ہوگا اور حارثؓ امیرالمومنین علیؓ ابن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز پڑھنے میں سستی کرے تو خداوند تعالیٰ اس کو پندرہ عذابوں میں گرفتار کرتا ہے ان میں سے چھ عذاب تو اس کو دنیا کی زندگی میں دیئے جاتے ہیں اور تین موت کے وقت ہوتے ہیں اور تین اس وقت ہوتے ہیں جب قبر میں ہوتا ہے اور باقی تین عذاب اس وقت ہوتے ہیں جب وہ قبر سے اٹھتا ہے

دنیا میں جو چھ عذاب دیئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ پہلا اس کا نام صالح لوگوں کی فہرست سے نکال دیتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کی زندگی کی برکت دور کر دیتے ہیں تیسرا یہ کہ اس کے رزق میں برکت نہیں رہتی۔ چوتھا یہ کہ جب تک وہ نماز کی تکمیل نہیں کرتا اس کے نیک عمل قبول نہیں ہوتے۔ پانچواں اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔ چھٹا یہ کہ صالح لوگوں کی دعاء سے اس کو کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور مرنے کے وقت جو تین عذاب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔ پہلا مرنے کے وقت وہ پیاسا ہی مرے گا۔ اگر اس کے حلق میں سات دریا بھی ڈال دیئے جائیں تو پھر بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔ دوسرا یہ کہ اس کو اچانک موت آ جائے گی۔ تیسرا یہ کہ اس کے کندھوں اور گردن پر لوہے اور پتھروں اور لکڑیوں کا بوجھ ڈال دیں گے۔ اور اس سے اس کو بوجھل بنا دیں گے اور جو قبر میں تین عذاب دیئے جائیں گے وہ یہ ہوں گے۔ پہلا یہ کہ اس پر قبر تنگ ہو جائے گی دوسرا اس کی قبر میں روشنی نہیں ہوگی اور اندھیرا ہوگا۔ تیسرا یہ کہ جب منکر اور نکیر اس سے سوال کریں گے تو ان کو جواب نہیں دے سکے گا اس سے عاجز رہ جائے گا اور جب قبر سے نکلے گا تو اس وقت اس کو یہ تین عذاب ملیں گے خداوند تعالیٰ قہر اور غضب میں بھرا ہوا اس سے ملاقات کرے گا۔ دوسرا جب اس کا حساب لیا جائے گا تو بہت سخت لیا جائے گا۔ اور تیسرا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے لوٹا کر دوزخ میں لے جائیں گے اور اس کی غاروں میں لڑھکا دیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کسی دوزخی کو بخش دے اور دوزخ کی غاروں سے نکال۔

نماز کی شان

نماز کی شان بڑی عظیم ہے اور اس کے احکام بھی بہت بڑے جلیل ہیں پہلے خداوند تعالیٰ نے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ پر رسالت نازل فرمائی۔ پھر اکثر آیتوں میں سب فرضوں سے پہلے نماز کے واسطے حکم دیا اور فرمایا' قرآن میں جس چیز کی تیرے پاس وحی بھیجی ہے تو اس کو پڑھ اور نماز کو قائم رکھ اور فرمایا ہے (فحش اور منکر باتوں سے نماز باز رکھتی ہے) اور فرمایا (اپنے اہل کو نماز کے واسطے حکم کر اور اس پر ہمیشگی کر۔ ہم تجھ سے رزق کی بابت نہیں پوچھتے بلکہ ہم تجھ کو رزق دیتے ہیں) اور فرمایا اے مسلمانو! تم صبر کے ساتھ عبادت کرنے پر اور نماز پر خداوند تعالیٰ سے مدد مانگو اور فرمایا اے ایمان والو صبر اور نماز کے ساتھ خدا سے مدد طلب کرو۔ جو لوگ صابر ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کیا ہے کہ نیکی کرو اور نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ اور اجمال کے طور پر نیکیوں کو یاد کیا ہے اور وہ نیکیاں جس قدر ہیں سب کی سب طاعت ہیں اور گناہوں کا ترک کرنا بھی ان میں داخل ہے۔ اور جو نماز کا ذکر کیا ہے وہ ان سے الگ کیا ہے اور اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے اور پیغمبر ﷺ نے اپنی وفات کے وقت اپنی امت کو نماز کی نصیحت کی ہے۔ اور فرمایا کہ نماز میں خداوند تعالیٰ سے خوف کرو اور اس سے ڈرو اور اپنے غلاموں اور فرمانبرداروں کے جس قدر حق ہوں ان کو نگاہ رکھو اور جناب کی یہ آخری وصیت تھی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جتنے پیغمبر ﷺ ہیں ان سب نے وفات کے وقت اپنی امت کو آخری نصیحت یہی کی ہے اور ہر ایک نبی کا آخری عہد اپنی امت کے ساتھ یہی ہوا ہے پس جو فرائض امت پر فرض کئے گئے ہیں ان میں اول نماز ہے اور آخری وقت میں پیغمبروں نے جو نصیحت کی ہے وہ بھی نماز ہی ہے اور جن چیزوں سے اسلام کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کی آخری چیز بھی یہی ہے۔ اور قیامت کے روز جن باتوں کا بندہ سے سوال کیا جائے گا ان سے بھی پہلی چیز یہی ہے نماز اسلام کا ایک ستون ہے اگر اس کو ضائع کیا جائے تو نہ دین باقی رہتا ہے اور نہ ہی اسلام۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے تمہارے دین سے سب سے پہلے جو چیز گم کی جائے گی وہ امانت ہوگی۔

اور اس میں سے جو آخری چیز گم ہوگی وہ نماز ہوگی۔ اور بہت سی ایسی قومیں بھی ہوں گی کہ اپنی نمازمیں سے ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا اور امام احمد صاحبؒ کے نزدیک جو نماز کو ترک کرتا ہے اس واسطے کہ وہ اسے فرض نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس کا قتل کرنا واجب ہے اس میں کسی مذہب والے کا اختلاف نہیں۔ اور جو شخص نماز کو فرض سمجھتا ہے لیکن سستی اور کاہلی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کو نماز کے واسطے بلایا جاوے۔ اگر بلانے سے وہ حاضر نہ ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو وہ کافر ہے اور اس کو تین روز برابر توبہ کرائیں اور وہ توبہ نہ کرے تو اس کے بعد تلوار سے اس کا قتل کرنا جائز ہے اور دونوں حالتوں میں یہ شخص مرتد ہوتا ہے مسلمانوں کو جائز ہے کہ اس کا مال لوٹ لیں اور اس کو بیت المال میں داخل کر دیں اور اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں اسکو دفن کیا جائے اور امام احمدؒ کہتے ہیں۔ کہ اس شخص کا قتل واجب نہیں ہے اس تارک الصلوٰۃ کا قتل واجب ہے جو سستی سے تین دن تک نمازیں ترک کرے اور چوتھے دن بھی نماز میں نہ آئے۔ یہاں

تک کہ وقت تنگ ہو جائے اور اس کا قتل حد شرع کے رو سے ہو گا۔ نہ کفر کے سبب سے جیسے بیاہے ہوئے زانی کے لئے حد مقرر ہے اسی طرح سے اس کو حد لازم آتی ہے اور جو کچھ اس کا مال ہوتا ہے اس کے وارث اس کے مسلمان عزیز اور اقارب ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں اس قسم کے تارک الصلوۃ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کو قید رکھیں اور بند کر دیں تاکہ نماز پڑھے یا توبہ کرے یا اسی قید میں ہی مر جائے اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص تارک الصلوۃ ہو حد جاری کرنے کے لئے اس کو تلوار سے قتل کیا جائے اور وہ کافر نہیں ہوتا اور اس باب میں کہ تارک الصلوۃ کافر ہے یا نہیں اوپر حدیث بیان کی گئی ہے اور اس کے علاوہ یہ ہے کہ جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ کافر اور مسلمان میں نماز کا فرق ہے اور عبد اللہ بن زیدؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے ہمارے اور تمہارے درمیان صرف نماز کا فرق ہے۔ اور جو آدمی نماز کو ترک کرتا ہے وہ کافر ہے اور جعفر بن محمد ﷺ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا وہ اس طرح جلدی کر رہا تھا جیسے کوا جلدی جلدی دانے چگتا ہے۔ اس کی اس حالت کو فرمایا۔ کہ اگر یہ آدمی اسی حالت میں مر گیا تو دین محمدی سے باہر مرے گا۔ اور عطیہ اوفی ابی سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر نماز کو چھوڑے تو اس کا نام دوزخ کے دروازے پر ان لوگوں میں لکھا جاتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے والے ہوتے ہیں اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانوں تم اس سے آگاہ رہو کہ اگر تم میں سے کوئی عشاء کی نماز کے پہلے سو جائے گا اور نماز نہ پڑھے گا تو فرشتے اس کو یہ کہنے لگے کہ تیری دونوں آنکھوں کے درمیان نیند نہ آئے اور نہ ہی تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اللہ تعالیٰ تجھے بہشت اور دوزخ کے درمیان قید کر دے جیسا کہ تو نے مجھ کو قید کر دیا ہے۔

نماز کے مکروہات

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کے اصحابوں میں سے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ پینتالیس خصلتیں مکروہ ہیں اور نماز فرض میں یہ منع ہیں۔ جان بوجھ کر کھنگھارنا۔ کسی دوسری طرف میں توجہ کرنی یا مشغول ہونا بے ضرورت چھینکنا۔ اپنے سر کو آسمان کی طرف اونچا کرنا۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر ﷺ آسمان کی طرف دیکھتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جو لوگ اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اس کے نازل ہوتے ہی آپ نے اپنے سر اور اپنی آنکھ کو نیچے کر لیا۔ اور نمازی کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ جائے نماز سے اپنی آنکھوں کو اور طرف نہ پھیرے۔ اور ان کے سوا یہ ہے کہ ٹھوڑی کو سینے سے لگائے۔ کپڑوں کو لپیٹے۔ انگڑائی لینی لمبے لمبے سانس لینے۔ آنکھیں بند کرنی۔ دائیں بائیں طرف دیکھنا۔ عقبہ بن عامرؓ اس آیت اَلَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلٰوتِہِمۡ دَآئِمُوۡنَ کی تفسیر میں کہتے ہیں جب یہ لوگ نماز کو پڑھتے ہیں تو داہنی اور بائیں طرف ہرگز توجہ نہیں کرتے اور عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے پیغمبر خدا ﷺ سے پوچھا کہ اگر نماز میں اور طرف توجہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شیطانی جھپٹ ہے جو نماز سے بھگا کر آدمی کو اور طرف لے جاتا ہے۔ اور کہتے ہین کہ طلحہ ابن مصرفؓ عبد الجبار ابن وائلؓ کے پاس آئے اس وقت وہ اپنی قوم میں بیٹھے ہوئے تھے طلحہؓ نے آہستہ سے کچھ کہا اور پھر وہاں سے چلے گئے۔ عبد الجبارؓ نے اپنی قوم کے لوگوں کو کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ طلحہؓ نے کیا کہا ہے مجھے یہ کہہ گئے ہیں۔ کہ میں نے تم کو کل کے دن نماز کی حالت میں دیکھا تھا تیری توجہ اور طرف تھی اور حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے جب بندہ نماز پڑھنے لگتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اور جب تک وہ نماز میں اور طرف توجہ نہیں کرتا اور اودھر ادھر اپنا خیال نہیں دوڑاتا۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نظر کو نہیں ہٹاتا اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت آدمی کو تین خصلتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ آسمان سے اس کے سر پر نیکیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ آسمان سے فرشتے اتر کر اس کے قدموں کے پاس سے لے کر آسمان تک اس کو گھیر لیتے ہیں اور تیسری یہ ہے پکارنے والا پکار کر اس کی نماز کی گواہی دیتا ہے۔ پس اگر نمازی کو یہ بات معلوم ہو کہ میں جو مناجات کر رہا ہوں کس کی درگاہ میں کر رہا ہوں تو پھر وہ کبھی دوسری طرف توجہ نہ کرے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ نماز میں اور طرف توجہ کرنی مکروہ ہے۔ اور بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ نماز میں اور طرف توجہ کرنی نماز کو قطع کر دیتی ہے اور اس سے نماز کی حرمت بھی نہیں رہتی اور اس کا ادب بھی نہیں رہتا اور نمازی کو چاہیے کہ کتے کی طرح نہ بیٹھے کیونکہ یہ مکروہ ہے اور امام کا رد نہ کرے اور جب سجدہ کرنے لگے تو اس وقت دونوں بازوؤں کو زمین پر بچھانا۔ دونوں رانوں پر سینے کو رکھنا۔ دونوں پہلوؤں سے دونوں بازوؤں کا ملانا بھی مکروہ

ہے بلکہ ان میں فرق رکھنا چاہیے اور نہ ملانا چاہیے۔ روایت میں آیا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ سجدہ کیا کرتے تھے تو آپ اتنا فرق کرتے تھے۔ کہ اگر دونوں بازوؤں میں سے بکری کا بچہ نکلنا چاہے تو آسانی سے نکل سکتا تھا۔ اور اس باب میں جو جناب ممدوح نے مبالغہ کیا ہے تو اس واسطے کیا ہے کہ بغلوں سے دونوں کہنیاں الگ رہیں اور اس باب میں تاکید ظاہر ہوئی اور دوسری حدیث میں آیا کہ پیغمبر خدا ﷺ جب سجدہ کیا کرتے تھے تو اس وقت بغل اور کہنیوں میں فرق رکھتے تھے اور جب آدمی سجدہ میں ہو تو اس وقت ہاتھ کی انگلیوں کو ملائے رکھے ان میں فرق نہ کرے اور رکوع کی حالت میں دونوں ہاتھ بغیر کہنیوں کے گھٹنوں پر رکھے اور نیچے اوپر پاؤں نہ رکھے۔ اور زمین سے دونوں قدم نہ اٹھائے۔ اور مکروہ ہے کہ اپنا پاجامہ یا چادر لٹکا دے۔ دانتوں میں خلال نہ کرے اور کھانے کی کوئی چیز منہ میں نہ رکھے اور ایک یا دو دانے کے مقدار بھی نہ نگلے اور منہ میں یا زبان پر کسی چیز کو پھرائے بھی نہیں اور سجدے میں منہ سے نہ پھونکے۔ اور سنگریزوں کو بھی برابر نہ کرے اور دائیں بائیں نہ چلے اور تشہد میں اپنے مشتین پر آواز بلند نہ کرے اور جو شخص دائیں بائیں کھڑے ہوں ان کو پہچاننے کے واسطے یا کسی اور وجہ سے ان کی طرف نہ دیکھے۔ سر اور ابروؤں سے اشارہ بھی نہ کرے۔ اور نہ ہی ڈکار لے نہ کچھ کھائے نہ تھوکے اور نہ ہی بنی صاف کرے اور عمداً چھینکے بھی نہیں اور اپنے کپڑوں پر بھی خیال نہ کرے اور جب تک نماز سے فارغ نہ ہو پیشانی سے خاک دور نہ کرے اور ایک مرتبہ سے زیادہ سجدے کے مقام کو سنگریزہ دور کرنے سے پاک کرنا منع ہے اور اگر امام ہے تو تشہد کے بعد دعا نہ کرے۔ اور جب سلام پھیر چکے۔ اور محراب میں بیٹھے اس طرح بیٹھے کہ بایاں ہاتھ محراب کی طرف ہو تو دایاں پہلو مقتدیوں کی جانب اور محراب سے نکل کر مستحب بیان کیا گیا ہے اور نماز پڑھتا ہو تو کسی چیز سے انگلیوں میں گرہ نہ دے۔ اور داڑھی اور کپڑوں سے کھیل نہ کرے ایک روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص دل کے حضور سے نماز نہیں پڑھتا اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں اپنی داڑھی کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہوتا۔ تو اس کے اعضاء میں بھی خدا کا ڈر ہوتا اور کانپتے ہوئے ہوتے۔ اور حسنؓ نے ایک آدمی کو کنکریوں سے کھیلتے دیکھا۔ اور اس وقت یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ ایک حور عین مجھے عطا کر۔ اور اس سے میرا نکاح کر دے۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ پیغام پہنچانے والوں میں سے تو بہت بڑا پیغام پہنچانے والا ہے۔ کیونکہ ایک طرف سے تو خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں حور عین کی درخواست کرتا ہے اور دوسری طرف سے اس طرح کھیلتا ہے۔ اور عبدالرحمن بن عبداللہؓ حضرت عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جو آدمی نماز میں اوپر کی طرف اپنی آنکھیں اٹھاتے ہیں اس سے باز آجائیں۔ ورنہ ان کی آنکھیں ان کی طرف نہیں پھریں گی اور اوزاعی اور نہیں کہتے ہیں کہ جو نمازی دلی حضور سے نماز ادا کرتا ہے اور دوسرا لہو و لعب اور سہو سے پڑھتا ہے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک صحیح روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے جس قدر ہر ایک نمازی اپنے دل کو نماز میں حاضر کرتا ہے۔ اس کو اسی حضور کے اندازے کے موافق نصف حصے سے لے کر دسویں حصے تک ثواب ملتا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آیا کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعض نمازی ایسے ہیں کہ ان کو اپنی نماز میں چار سو نماز کا ثواب ملتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو دو سو نماز کا اور بعض کو ڈیڑھ سو نماز کا اور بعض کو ستر نمازوں کا اور بعض کو پچاس کا۔ اور بعض کو ستائیس کا اور بعض کو ایک نماز کا ثواب ہی دیا جاتا ہے۔ چار سو نماز کا ثواب تو اس آدمی کو ملتا ہے جو مکہ میں جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے بیت الحرام میں نماز پڑھتا ہے اور پہلی تکبیر اس سے کبھی فوت نہیں ہوتی اور دو سو نماز کا ثواب امام کو ملتا ہے۔ کیونکہ نماز کے احکام پہچاننے کے بعد لوگوں نے اس کو امامت پر مقرر کیا ہے اور ڈیڑھ سو نماز کا ثواب موذن کو ملتا ہے اور ستر نماز کا ثواب اس کو ملتا ہے جو مسواک کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے اور جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ اپنی پوری نماز پڑھتا ہے اور پچاس نمازوں کا ثواب اس کو ملتا ہے جو امام کے ساتھ جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہے چاہے اول تکبیر اس سے فوت ہی ہو گئی ہو۔ اور ستائیس نمازوں کا ثواب اس کو ملتا ہے جو جماعت میں شریک ہوتا ہے مگر پہلی تکبیر کھو دیتا ہے اور جس غریب کو ایک ہی نماز کا ثواب عطا ہوتا ہے وہ شخص وہ ہے کہ جس کو جماعت نصیب نہ ہو اور اکیلا ہی اپنی نماز پڑھا کرے اور جس کو ایک نماز کا ثواب بھی نہیں ملتا ہے یہ وہ ہے جو مرغ کی طرح زمین پر ٹھونگیں مارے اور رکوع اور سجود اچھی طرح نہ کرے اس شخص کی نماز کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ لیتے ہیں اور الٹ کر اس کے منہ پر دے مارتے ہیں۔ اور ایک شخص پکار کر یہ کہتا ہے جس طرح تو نے نماز کو نگاہ نہیں رکھا اسی طرح خدا تجھ کو نگاہ نہ رکھے۔

نماز کے آداب

ہرایک نمازی کو نماز کے واسطے نیت کرنی واجب ہے اور سمجھے کعبہ بیت الحرام کو اپنے سامنے اور دونوں آنکھیں سجدے کی جگہ پر رکھے جیسے کہ کتاب کے شروع میں کہا گیا ہے اور اس وقت یقین کرے کہ میں خداوند تعالیٰ کے حضور میں حاضر کھڑا ہوں۔اور اس یقین میں کسی طرح کا شک نہیں لانا چاہیے اور یہ سمجھے کہ میں جہاں کھڑا ہوں خداتعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت خداتعالیٰ تجھے دیکھتا ہے اور جب پھرتا ہے تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔اور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ تو اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کر۔ گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھ کو ضرور دیکھ رہا ہے۔اور جب فرضوں کی نماز پڑھنی چاہے۔تو اس وقت نماز کی نیت کر ۔اور اگر قضا پڑھتا ہے تو قضا کی نیت کر۔اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کی لو تک اٹھائے اور کتاب کے اول میں اس کی صفت بیان کی گئی ہے اور انگلیوں کے کھلار کھنے اور ملا دینے میں دو روائتیں ہیں جن میں ملانا اور کھلار کھنا دونوں طرح سے آیا ہے۔اور جب دونوں ہاتھ اٹھائے تو اس وقت تکبیر کہے۔تکبیر کہنے کے بعد وہ ایسا ہوتا ہے کہ اس نے گویا اپنے اور خدا کے درمیان سے پردے کو دور کردیا ہے اور اس کو وہ جگہ مل گئی ہے۔ جہاں اسے اور طرف توجہ کرنی اور مشغول ہونا ہرگز روا نہیں۔

اور وہ یقین کرے کہ میں ایسے باعظمت شہنشاہ کے روبرو کھڑا ہوں کہ وہ میری حرکتوں کو دیکھ رہا ہے اور میرے دلی خیالات کو جانتا ہے اس کے بعد اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر لگائے۔اور آگے پیچھے دائیں بائیں کچھ خیال نہ کرے۔اور آسمان کی طرف اپنے سر کو نہ اٹھائے اور جب یہ کہے۔سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ الخ اس وقت یہ جانے کہ میں ایسی ذات سے خطاب کر رہا ہوں۔جو بہت بلند مقام ہے صاحب عزت ہے۔صاحب شان ہے۔سنتا ہے دیکھتا ہے اور ہر حال میں حاضر ہے کوئی پوشیدہ راز چاہے بال کی طرح ہی باریک ہو اور عضو کی ہر ایک حرکت چاہے کتنی ہی ضعیف ہو اس پر ظاہر ہے اور جب یہ کہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اس وقت جو کہہ رہا ہے اس کو اپنے دل میں اچھی طرح سوچے اور جس سے خطاب کر رہا ہے اسے خوب پہچانے اور باوجود خشوع اور خضوع کے سہو اور نسیان کا خیال رکھے۔ایسا نہ ہونے پائے کہ سہو اور نسیان کو دخل ہو۔اور سورۃ فاتحہ میں گیارہ تشدیدیں ادا کرے۔اور قرات کو رائگی میں اس طرح نہ پڑھے کہ اس کے معنوں میں فرق آجائے۔اور قرات فرض ہے اور نماز کا ایک رکن ہے۔اگر اس کو ترک کردے۔تو اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور جب ان امور کے لحاظ سے قرات میں کھڑا ہو تو اس وقت یہ سمجھے کہ میں پل صراط کے اوپر کھڑا ہوں اور میری دائیں جانب اپنی صفتوں سمیت بہشت موجود ہے اور بائیں طرف دوزخ ہے اور دوزخ کا جس قدر سامان ہے وہ اس میں تیار ہے اور اس پر یقین لائے کہ اگر میں اس کو صحت سے ادا کرونگا۔تو خداوند تعالیٰ نے اس کے عوض میں جو جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس کو ضرور پورا کرے گا۔اور میں اس وقت خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں اس کے عذاب کے امن چاہنے کے واسطے موجود ہوں اور ان باتوں کے یقین کے ساتھ دل کا حضور کامل طور پر رکھے۔

اور اس میں کوئی شک نہ کرے کہ میری نماز کو خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں اس کے روبرو پیش کیا جائے گا اور صحیح وہی ہوگی جو خداوند تعالیٰ کے نزدیک صحیح ٹھہرے گی اور کامل سورۃ کی قرات پڑھے اگر اس کے آخر یا اس کے وسط سے سورۃ پڑھے تو یہ بہتر ہے اور جو کچھ پڑھ رہا ہے اس کو اچھی طرح سکوت اور غور کے ساتھ سنے اور اس کو سمجھے بھی۔اور قرات میں صحیح اور درست تلفظ نکالے۔اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو خاموشی سے اس کی قرات کو سنے اور سمجھے اور اس میں جو پند اور شفقت کے الفاظ ہوں ان سے نصیحت اور عبرت اختیار کرے اور امر اور نواہی کے جس قدر احکام وارد ہوں ان پر اعتقاد لائے۔اور ان کی فرمانبرداری کرے اور آخر سورۃ تک ایسا ہی عمل میں لائے۔اور جب قرات پڑھنے والا قرات سے فارغ ہو جائے تو اس وقت خاموش کھڑا ہو اور اپنے دم کو درست کرے۔اور اس کے درست ہو جانے کے بعد رکوع میں جائے۔قرآت کے ختم ہوتے ہی دم درست کرنے کے سوا رکوع نہ کرے۔اور اس کے بعد تکبیر کہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کی لو تک یا دونوں کندھوں کے برابر تک اٹھائے جیسا کہ کتاب کے ابتدا میں بیان کیا گیا ہے اور جب تکبیر تمام ہو چکے تو پھر اپنے ہاتھوں کو چھوڑدے اور رکوع کرنے کے واسطے جھک جائے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے اور ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ رکھے اور دونوں پنجوں سے اپنے دونوں زانو پکڑے اور پیٹھ کو برابر کرے اور اپنے سر کو بلند نہ کرے اور نہ ہی زیادہ جھکائے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ جس وقت رکوع کیا

کرتے تھے تو اس وقت آپ کی پشت اس طرح ہموار ہوتی تھی۔ کہ اگر اس پر پانی کا ایک قطرہ ہوتا تھا۔ تو وہ ہرگز جنبش نہیں کرتا تھا۔ اور روایت میں آیا ہے۔ کہ اگر پانی کا پیالہ بھی آپ کی پیٹھ پر لگا دیا جاتا۔ تو اس کو بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔ اور یہ باتیں اسی واسطے ہوتی تھیں کہ آپ کی پشت برابر اور ہموار رہتی تھی۔ اور رکوع میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہے۔ اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ اور حسن بصریؒ کا یہ قول ہے کہ پوری اور کامل تسبیح سات دفعہ کہنے سے ہوتی ہے اور ان دونوں درجوں کا اوسط پانچ دفعہ ہے اور ادنیٰ مرتبہ تین ہے اور اس کے بعد اپنے سر کو اٹھائے اور اس وقت یہ کہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سیدھا کھڑا ہو کر اپنے دم کو راست اور درست کرے۔ اور اس وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دے۔ اور سجدہ میں جائے اور جب سجدہ میں جائے تو پہلے اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اور پھر دونوں ہاتھ اور اس کے بعد پیشانی اور ناک کو زمین سے لگائے اور سجدہ میں آرام کرے اور اپنے جسم کے تمام اعضاء کو قبلہ کی جانب رکھے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے سات عضوسے مجھ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ بندہ جب سجدہ کرے تو سات عضو سے کرے اور جس عضو کا سجدہ ضائع کر دیتا ہے وہ اس بندہ پر ہمیشہ لعنت کرتا رہتا ہے۔ اور سجدہ میں اپنے بدن کو سمٹا ہوا رکھے۔ زمین کے اوپر پھیلا ہوا اور کشادہ نہ رہے اور نہ ہی اپنے دونوں ہاتھوں کو بچھائے بلکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اس طور سے زمین پر رکھے کہ وہ دونوں کانوں یا دونوں کندھوں کے برابر رہیں۔ اور دونوں ہاتھ وہاں ہوں۔ جہاں ان کا رکھنا مستحب بیان کیا گیا ہے اور جب اٹھنے لگے تو اس وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہے۔ یہ مستحب ہے مگر اپنے ہاتھوں کو سر تک اونچا کرے۔ اور اپنی انگلیوں کو ملائے رکھے۔ اور ان کو قبلہ کی طرف کرے۔ دونوں بازو دونوں پہلوؤں سے جدا رہیں اور اپنے ران بھی دونوں پہلوؤں سے الگ رکھے۔ اور نہ ہی پیٹ کو زمین پر لگائے۔ اور جب سجدہ میں ہو تو اس وقت تین دفعہ یہ کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا اپنا سر اٹھالے اور جب بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اور تین دفعہ یہ کہے رَبِّ اغْفِرْلِیْ اور اپنی نگاہ کو اپنی گود پر ڈالے رہے۔ اور اس کے بعد دوسرے سجدے میں جائے اور اس میں بھی بدستور یہی تسبیح پڑھے اور تکبیر کہتا ہوا اپنے سر کو اٹھائے اور اپنے دونوں گھٹنوں پر اپنے دونوں ہاتھوں کو ٹیک کر اٹھ کھڑا ہو اور جب اٹھنے لگے تو ایسا نہ کرے کہ ایک پاؤں کے بل اٹھے کیونکہ اس طرح اٹھنا مکروہ ہے اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک پاؤں کے بل اٹھنے سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اور یہی عمل دوسری رکعت میں بجالائے اور جب تشہد میں بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کر دے اور اپنے دائیں ہاتھ کو داہنے ران پر رکھے اور بائیں کو بائیں ران پر اور انگشت سبابہ سے جو انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی ہے اشارہ کرے اور انگشت وسطی اور انگوٹھے کو ملا کر ایک حلقہ بنائے اور اس وقت دونوں چھنگلیوں کو سمیٹ لے اور ابتدا سے تشہد کے آخر تک انگلیوں پر نگاہ رکھے اور ایک روایت میں ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اس ساعت نہ کھیلے کیونکہ وہ خدا کی درگاہ میں ہے اور اس کے پاس مناجات کرتا ہے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے اور دائیں کو دائیں پر اور اپنے دل اور اپنی آنکھوں کو انگلی پر لگائے۔ کیونکہ سبابہ انگلی کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ شیطان کو بھگا دیتی ہے اور اول سے آخر تک التحیات پڑھے۔ اور اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا اٹھے۔ اور سورۃ فاتحہ پڑھے اور رکوع بجالائے اور سجدہ کرے اور چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھے۔ اور آخرکار تشہد کے واسطے بیٹھے اور پڑھے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اور التحیات کے پورا کرنے کے بعد یہ درود پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور امام احمد سے ایک دوسری روایت ہے میں وارد ہے کہ حضرت ابراہیم کے نام کے بعد ان کی آل کو بھی شریک کرے یعنی یہ کہے کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اور یہ آخری تشہد ہے اور چار چیزوں سے خدا کی درگاہ میں پناہ مانگنی مستحب ہے یعنی یہ کہے۔ اے اللہ میں دوزخ کے عذاب سے امن چاہتا ہوں۔ قبر کے عذاب سے امن چاہتا ہوں۔ مسیح دجال کے فتنہ سے امن مانگتا ہوں۔ زندگی اور موت کے فتنہ سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور اس کے بعد دعا مانگے۔ اے اللہ جن چیزوں کو میں جانتا ہوں۔ ان تمام کی میں تجھ سے نیکی چاہتا ہوں۔ اور جن کو نہیں جانتا ان کی نیکی کی درخواست کرتا ہوں۔ اور ان تمام شروں سے جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو نہیں جانتا ان سب سے امن مانگتا ہوں۔ اے اللہ تیرے نیک بندوں نے جو چیز تجھ سے طلب کی ہے میں تجھ سے اس کی نیکی کی درخواست کرتا ہوں۔ اور جس شر سے تیرے نیک بندوں نے تجھ سے پناہ مانگی ہے میں بھی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے بہشت مانگتا ہوں اور وہ قول اور عمل

چاہتاہوں جو بہشت کے نزدیک کردیتا ہے اور میں دوزخ کے عذاب سے تیرے ہاں امن چاہتاہوں۔اور اس قول اور فعل سے امن کی درخواست کرتاہوں جو اس کے نزدیک کردیتا ہے۔اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو نگاہ رکھ اے ہمارے اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے۔اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر۔اور ہم کو ان لوگوں کے ساتھ جو نیکو کار ہیں ملادے۔اے ہمارے پروردگار جو کچھ تونے اپنے پیغمبروں سے دینے کے واسطے وعدہ کیا ہے ہم کو عطا کردے اور قیامت کے دن ہم کو ذلیل اور خوار نہ کر۔تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔اگر کوئی آدمی اس سے بھی زیادہ دعاء خداوند تعالیٰ کے ہاں مانگے تو وہ بھی روا اور جائز کہی گئی ہے۔اور اگر امام ہے تو وہ اس خیال سے کہ دعاء کو لمبا بڑھادینے سے لوگوں کا دل تنگ نہ ہو جائے اس کو مختصر کرے اور سلام پھیرے تاکہ لوگوں کے دل کو رنج نہ پہنچے۔اکثر لوگ اہل حاجت بھی ہوتے ہیں اور انہوں نے جا کر اپنی حاجت روائی کرنی ہوتی ہے اور اپنی ذات کے واسطے اور اپنے ماں باپ کے واسطے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کہے۔اور اپنے کام کے انجام سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور ڈرنے کا مقام بھی ہے۔کیونکہ جس جناب میں کھڑا ہے وہ نماز کی خواستگار ہے۔اور نیکی کا تو ثواب عطاء کرنے والی ہے۔اور برائیوں کے سبب سے عذاب دینے والی ہے۔اور جب کوئی صحیح اور سلامت طور پر اپنی منزل کو طے کرلے۔تو وہ خدا کی حمد کہے اور اس کی ثناء بجالائے۔کیونکہ خدا نے اس کو اس لائق بنایا ہے اور اگر دیکھے کہ میری نماز میں خلل آگیا ہے تو اس صورت میں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے اور اس سے بخشش مانگے۔اور جو فرد گذاشت ہوئی ہے۔دوسری دفعہ آمادہ ہو کر اس کے معاوضہ کرنے کو شش کرے۔اور نماز مقبول اور مردود ان دونوں کے واسطے علامتیں ہیں۔مقبول نماز کی علامت تو یہ ہے کہ جو صاحب نماز ہوتا ہے وہ فاحش اور منکر گناہوں سے دور رہتا ہے اور بہت نیکی کرتا ہے اور نیک صلاح بتلاتا ہے اور لوگوں کو مکروہات سے باز رکھتا ہے اور ایسا کرنے میں اپنی رغبت ظاہر کرتا ہے اور مکروہات کو مکروہ جانتا ہے اور گناہوں کو گناہ۔اور اس کے موافق ہوتا ہے جو خدا نے ارشاد کیا ہے فرمایا ہے۔کہ نماز فواحش اور منکر امور سے باز رکھتی ہے' غرض ہر حال میں خداوند تعالیٰ کا ذکر بزرگ اور جلیل ہے۔اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس تمام میں امام اور مقتدی اور مفرد سب شریک ہیں۔اور نماز کی جس قدر سنتیں ہیں اور جس قدر شرطیں اور واجبات ہیں ان سب کا ذکر کتاب کے ابتدا میں کیا گیا ہے اور اللہ ہی ہے جو ثواب کی توفیق عطاء کرنے والا ہے۔

امام کی صفات کا بیان

جو خصلتیں بیان کی جاتی ہیں جب تک کسی میں وہ نہ ہوں۔اس کو امام بنانے سے منع کیا گیا ہے جب کوئی پہلے امامت کے لائق موجود ہے یا زیادہ فاضل ہے اور علم اور صلاحیت میں زیادہ لیاقت اور فضیلت رکھتا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو امام نہ بنائے۔اور اگر کوئی ایسا کرئے گا تو وہ ہمیشہ پست اور ذلیل رہے گا۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری نسبت یہ حکم لگایا جائے کہ اس کی گردن ماری جائے اور جس قوم میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔اگر اس میں امامت کرانے سے میری گردن بچ جائے تو میں اپنی گردن کٹوا دینے کو امامت سے بہتر جانتا ہوں۔اور امام ایسا ہو کہ وہ قرآن مجید کا قاری ہو اور خدا کے دین کا فقیہ ہو اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا عالم۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے دینی کاموں کو فقہا کے سامنے پیش کرو۔اور قاریوں کو اپنے امام بناؤ۔اور آپ نے فرمایا ہے کہ تمہاری امامت وہ لوگ کریں۔جو تم میں بہتر ہوں کیونکہ اس قسم کے لوگ تم کو خدا کے پاس پہنچادیتے ہیں اور اس کام کے واسطے ان لوگوں کو خدا نے مخصوص کردیا ہے کیونکہ یہ اہل دین ہیں اور اہل فضل ہیں اور خداوند تعالیٰ کے عالم ہیں۔اور اہل خوف ہیں اور اپنی اور دوسروں کی نماز کو سمجھتے ہیں اور جو اپنے اور مقتدیوں کے بوجھ اٹھانے سے خوف رکھتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ وہ نماز کو خراب کریں۔اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو پسند نہیں کیا۔جو قرآن مجید کے حافظ ہیں اور قرات پڑھنے والے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے اور ان کو پسند کیا ہے جو قرآن کے حافظ ہیں۔اور اس کے عامل۔اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن پڑھنے کے واسطے آدمیوں میں سے زیادہ لائق وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے چاہے وہ قرات پر ہمیشگی نہیں کرتا اور بعض کا یہ حال ہے کہ وہ قرآن کو یاد کرلیتے ہیں اور اس پر عامل نہیں ہوتے۔اور اقامت کے واسطے خدا نے جو حدیں مقرر کی ہیں۔ان کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔اور یہ ان باتوں پر عمل کرتے ہیں جن سے ان کو منع کیا گیا ہے یہ امامت کے لائق نہیں ہوتے اور کچھ فضل اور کرامت نہیں رکھتے۔خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔جو آدمی قرآن کے حرام کو حلال جانتا ہے وہ کبھی قرآن شریف پر ایمان نہیں لاتا۔اور لوگوں کو اسے امام بنانا لازم نہیں۔اگر امام بنائیں تو اس کو بنائیں جو خدا کا

علام ہو اور اس سے خوف کرنے والا- اور جو آدمی اس کا خلاف کریں گے اور اس آدمی کو امام بنائیں گے جو خدا کا عالم نہیں ہو گا- وہ ہمیشہ پستی اور بدبختی میں رہیں گے اور ان کی دین میں بھی کمی رہ جائے گی اور خداوند کریم ان سے ناراض رہے گا- اور بہشت سے دور رہیں گے- اور جو لوگ نیکو کاروں کو اپنا پیشوا بناتے ہیں اور دین کی خواہش رکھتے ہیں اور رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہیں اور ان باتوں سے خدا کی قربت چاہتے ہیں ان پر خداوند تعالیٰ کی رحمت ہو اور امام کو لازم ہے کہ لوگوں کی عیب گوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو بچائے رکھے اور لوگوں کی جو نیکیاں ہوں- ان کو بیان کرے اور آدمیوں کو نیکی کرنے کا حکم بھی کرے اور منکر کاموں سے منع کرے اور ان باتوں پر آپ بھی عمل کرے اور نیکی کو اور نیکو کار لوگوں کو دوست رکھے- اور شر کو برا جانے اور شریر آدمیوں سے بغض اور عداوت سے پیش آئے اور نماز کے فرضوں کو پہچاننے والا ہو اور ان کو نگاہ بھی رکھتا ہو- اور اپنے حال کی نگرانی کرے اور حرام خواری اور حرام کاری سے بچا رہے- اور ہمیشہ خدا کی رضامندی کی کوشش کرنے والا ہو- اور اگر اس کو تکلیف پہنچے تو اس پر صابر رہے اور خدا کا شکر کرے اور بدی سے اپنی آنکھیں بند رکھے اور جو بات کرے وہ حلم اور بردباری سے کرے اور ستر عورت سے اپنی آنکھیں ڈھانپ لے- اور اگر کوئی آدمی اس سے جہالت کے ساتھ پیش آئے- تو اس پر صابر ہو- اور اگر کوئی بدی کرے تو اس کے ساتھ نیکی کرے اور اگر کسی ستر عورت پر نظر جاپڑے تو اس کی عیب کو چھپادے اور اگر کوئی خوار کرنے والی چیز دیکھے تو اس کو دفن کردے- اور جاہل لوگوں سے چشم پوشی کرے- اور یہ کہے یا اللہ ان لوگوں کے شر سے ہم کو سلامت اور نگاہ رکھ اور ان میں شامل کر جو اس سے سلامت رہے ہیں- اور ہمیشہ اس میں کوشش کرتا رہے کہ میں ان لوگوں میں ہی ہوں جو اپنی گردن کو خلاص کرنے والے ہیں- اور یہ جانے میں ایک بلند رتبہ چیز میں گرفتار ہوں اور امام کو چاہیے کہ جس بات کی اس کو تکلیف دی گئی ہے یعنی امامت کی اس بزرگی اور عزت اور توقیر کے قائم کرنے میں کوشش کرے- اور کم سخن ہو اور جب مصلحت دیکھے تو اس وقت خاموش نہ رہے- امام کی ایک خاص حالت ہو اور عام لوگوں کی دوسری حالت ہو اور جب محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت یہ خیال کرے کہ میں پیغمبروں کے مقام میں کھڑا ہوں اور رسولوں کا خلیفہ ہوں اور خدا کی درگاہ میں جو جہان اور جہان کے لوگوں کا پروردگار ہے مناجات کرتا ہوں- اور بڑی احتیاط اور کوشش سے اپنی نماز کو ختم کرے- تاکہ اس کی اور اس کے مقتدیوں کی جن کے لیے وہ امامت کرتا ہے سلامتی سے نماز ادا ہو- اور تمام ارکان کے بجالانے سے اپنی نماز کو ادا کرے- اور جو قوم اس کے پیچھے کھڑی ہو اپنے آپ کو ان کے ضعیف لوگوں میں شمار کرے- اللہ تعالیٰ امام سے اس کی ذات اور اس کے پیروؤں کی نسبت اس سے سوال کرے گا- اور امام نے جو گناہ پہلے کیے ہیں- ان پر شرمندہ ہو اور اپنی گذشتہ اوقات سے افسوس کرے- اور جو لوگ اس کے پیچھے ہوں- ان سے اپنے آپ کو بزرگ نہ جانے اور اچھا نہ سمجھے- اور جس قدر اس کی ذمیمہ صفتیں اور ان کے بڑے اخلاق بیان کئے جائیں- ان میں تعصب نہ کرے اور اس بات کو دوست نہ رکھے کہ میری قوم کے لوگ میری تعریف کریں- اور اگر امام کی مذمت کریں تو اس کو مکروہ نہ جانے تعریف اور مذمت دونوں کو یکساں سمجھے- اور اپنے آپ کو ایسا کرے کہ کسی حد کی مار نہ کھائی ہو- اور اپنے بھائیوں کی چغلی کھانے والا نہ ہو- اور لوگوں کے راز کو افشاء اور ظاہر نہ کرے اور نہ ہی لوگوں کی کسی شرارت میں کوشش کرنے والا ہو- اور اپنے بھائیوں سے کینہ نہ رکھے- اور امانت اور تجارت اور رعایت لی گئی چیز میں خیانت اختیار نہ کرے اور ناپاک کھانے والا امام نہ بنے اور ایسا امام نہ ہو جس کو امامت کی خواہش ہو- اور جو آدمی حاسد ہو اس کو امام نہیں ہونا چاہیے- اور نہ ہی اس کو امام بنایا جائے- جس میں بغاوت اور کینہ اور کھوٹ اور غصہ اور کبر ہو- اور خود خواہش کرنے والا ہو اور اپنے نفس کا غلبہ چاہنے والا- مغلوب الغضب مسلمانوں کا عیب جو- محمدیہ امت میں سے کسی کو فریب دینے والا فسادی اور فتنہ پیدا کرنے والا-

ان کو اہل باطل کے مقابلہ میں ہاتھ اور زبان اور دل سے مدد دے- اور حق بات کے کہنے سے نہ رکے چاہے وہ تلخ ہی ہو رہی ہو اور خدا کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا اس پر اثر نہ ہو- اور اگر لوگ اس کی تعریف کریں تو اس سے خوش نہ ہو اور اگر کوئی اس کی مذمت کرے تو اس کو مکروہ نہ جانے اور خاص کر کے اپنے نفس کے واسطے ہی دعاء نہ کرے بلکہ نماز کے بعد جب دعاء کرے تو تمام مسلمانوں کے واسطے دعائے خیر کرے اور اگر امام صاحب نے خاص کر اپنے نفس کے واسطے ہی دعاء کی تو اس صورت میں وہ لوگوں کے حق میں خیانت کرنے والا ہو گا- اور کسی آدمی کو دوسرے آدمی پر بزرگی نہ دے- مگر جو صاحبان علم ہوں- کیونکہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو لوگ اہل دانش ہیں- اور عقل پاک کے صاحب وہ ضرور میرے متصل ہوں گے اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ جو آدمی ان لوگوں کے نزدیک ہو اس کو مناسب ہے کہ اماموں

کی صحبت کو چھوڑ کر دوسرے مالداروں کی صحبت کو اختیار نہ کرے۔ اور ان سے قربت نہ بنائے۔ اور فقیر کی حقارت سے امام کو منع کیا گیا۔ اور ایسی قوم کے لوگوں کی امامت نہ کرے جس کے آدمی اس کی امامت کو مکروہ جانتے ہوں۔ اور اگر ایسا حال ہو کہ بعض لوگ تو اس کی امامت کو مکروہ جانتے ہیں اور بعض مکروہ نہیں جانتے۔ تو ان میں دیکھے کہ زیادہ لوگ کس گروہ کے ہیں۔ اگر مکروہ جاننے والے زیادہ ہوں۔ تو اس صورت میں امامت کی جگہ کو خالی کر دے تاکہ محراب میں کوئی اور آدمی داخل ہو۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے۔ کہ امام کے حق میں لوگوں کی جو کہ کراہت ہو وہ علم اور حق کے ساتھ ہو۔ اور اگر لوگوں کی جہالت یا نفس کی نحوست یا مذہب کے تعصب اور نفسانی ہوا کے سبب سے ہو تو ان لوگوں کی کراہت کی کچھ پرواہ نہ کرے اور امامت کو نہ چھوڑے۔ اور اگر دیکھے کہ قوم میں فتنہ اور فساد پھیلنے والا ہے۔ تو اس صورت میں گوشہ نشین ہو جائے اور اس وقت تک امامت کے محراب کو خالی کرے کہ فتنہ فساد کی غبار بیٹھ جائے اور اس میں مصلحت کر لیں اور رضامند ہو جائیں اور امام کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ خود بھی باعث فساد ہو اور بہت قسمیں نہ کھائے۔ اور نہ ہی لوگوں پر بہت لعنت کرے۔ اور ایسی جگہوں میں نہ داخل ہو جو۔ری اور تہمت ناک ہوں۔

اور ان لوگوں کے ساتھ الفت اور اختلاط پیدا کرے جو نیکوکار ہوں اور فتنہ سے اور فتنہ پیدا کرنے والے لوگوں سے دور رہے اور گناہ سے اور گناہ کرنے والے لوگوں سے پرہیز کرے۔ اور ریا اور اہل ریا سے الگ رہے جو ان منع کی گئی باتوں کو اختیار کرتا ہے۔ یا ان کی طرف میلان رکھتا ہے وہ امامت کے لائق نہیں ہوتا۔ اور امام کو لازم ہے کہ لوگوں کی طرف سے جو اس کو ایذا اور تکلیف پہنچے اس پر صابر اور شاکر ہو۔ اور لوگوں کی خیر خواہی چاہنے والا اور ان کو فائدہ پہنچانے والا ہو۔ اور ان کو دوست رکھتا ہو اور جہاں تک کر سکے لوگوں کو نصیحت کرنے کی کوشش کرے۔ اور امامت کے واسطے جدال اور قتال اختیار نہ کرے۔ اور اگر کوئی آدمی امامت کے لائق ہے تو اس کے ساتھ اس بنا پر جھگڑا نہ کرے کہ میں خود امام بن جاؤں۔ گذشتہ بزرگوں کی روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ امامت کو مکروہ جانتے تھے اور جب کسی کو امام بناتے تھے اس کو بناتے تھے جو ان سے بزرگی اور دیانت اور امانت میں کم ہوتا تھا اور یہ اس واسطے کرتے تھے کہ کسی دوسرے کا بوجھ ہم کو اٹھانا نہ پڑے اور دوسرے لوگوں کے گناہ کی خفت ہم لوگوں پر عاید نہ ہو اور جب ایسے لوگ امام کے پاس حاضر ہوں جو اہل غلبہ ہوں تو اس وقت ان کے حکم کے سوا امامت نہ کرے۔ اور اگر ان کے حکم سے امامت اختیار کرلے تو پھر جب تک ترک کرنے کے واسطے خود حکم نہ دیں امامت کو ترک بھی نہ کرے اور جب کسی گاؤں میں جائے یا کسی محلہ یا قبیلہ میں داخل ہو یا گروہ عرب میں شامل ہو تو ان لوگوں کی بھی ان کے حکم کے بغیر امامت نہ کرے اور ایسا اس وقت ہی کرے جب سفر میں کسی قوم یا قافلہ کے ساتھ ہو یا کسی مجمع عام پر گذرے اور نماز کو لمبی نہ کرے۔ بلکہ سبک پڑھائے اور اس کے تمام ارکان ادا کرے۔ کیونکہ ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی امام ہو تو اس کو سبک نماز ادا کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے بڑے اور صاحب حاجت ہوتے ہیں۔ اور اگر اکیلا ہو تو اس وقت جس قدر چاہے اسی قدر نماز کو طول دے لے۔ ابو واقدؓ کہتے ہیں۔ کہ خدا کے رسول ان لوگوں میں سے تھے جو نماز کو مختصر پڑھا کرتے تھے اور اپنے نفس پر اس بات کی ہمیشہ مداومت کیا کرتے تھے۔

امامت کا بیان

امام کو پہلے نیت کرنی چاہیے۔ جب تک نیت نہ کرلے نماز میں کھڑا نہ ہو اور تکبیر پڑھے۔ اور جو نیت دل میں کرے اگر اس کو زبان سے بھی ادا کردے تو یہ طریق بہتر کہا گیا ہے اور اپنی دائیں اور بائیں طرف توجہ کر کے صفوں کو برابر کرلے۔ اور لوگوں کو اس طرح کہے۔ خداوند تعالیٰ تم پر رحمت کرے۔ تم سیدھے ہو جاؤ۔ خداوند تعالیٰ تم سے راضی ہو۔ تم برابر ہو جاؤ۔ اور لوگوں کو حکم دے کہ کندھوں کو برابر کرے تاکہ جگہ پر ہو جائے اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو۔ کیونکہ کندھوں کے ادھر ادھر ہونے سے اور صفوں میں کجی رہنے سے نماز میں نقص آجاتا ہے اور خالی جگہوں میں شیطان گھس جاتے ہیں۔ اور صفوں میں آکر آدمیوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز میں اپنی صفوں کو متصل کرو اور اپنے کندھوں کو بھی برابر کرو۔ اور صفوں کے جو شگاف ہوں ان کو بند کردو تاکہ تمہارے درمیان بکری کے بچوں کی طرح شیطان اور شیطو نگڑے کھڑے نہ ہونے پائیں۔ اور خدا کے رسول مقبول ﷺ جب نماز پڑھانے کے واسطے کھڑے ہوا کرتے تھے تو پہلے دائیں اور بائیں دیکھ کر یہ حکم دے لیا کرتے تھے کہ اپنی صفوں اور کندھوں کو برابر کرو۔ اور اس کے بعد تکبیر کہا کرتے تے اور زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ اس سے تمہارے دلوں میں اختلاف ہو جائے گا۔ ایک دن آپ نے آدمی کے سینہ کو

صفوں سے باہر نکلا ہوا دیکھا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ اپنے کندھوں کو برابر کردے۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے خداوند تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے اور مسلم اور بخاری میں سالم بن ابی جعد کی یہ روایت بالاتفاق آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں پیغمبر خدا ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے۔ اپنی صفوں کو برابر کرو۔ اور اگر ایسا نہ کرو گے تو خداوند تعالیٰ تمہارے منہوں میں مخالفت پیدا کردے گا اور قتادہؓ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اپنی صفوں کو برابر کرو۔ کیونکہ صفوں کو برابر کرنا نماز کو کامل کرنے والے امور میں سے ہے اور ایک روایت میں وارد ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب امامت کرایا کرتے تھے تو پہلے جب تک صفوں کا موکل آپ کو صفوں کے درست ہونے کی خبر نہیں دے لیتا تھا۔ اس وقت تک آپ تکبیر نہیں کہا کرتے تھے اور عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلال موذن کا یہ دستور تھا کہ جب آپ صفوں کو درست کرنے لگتے تھے تو اس وقت لوگوں کے ٹخنوں پر درے مار مار صفیں سیدھی کرتے تھے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں حضرت بلال اس کام کو نماز میں داخل ہونے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ اور آپ کے زمانہ کے بعد پھر کسی کی امامت کے واسطے اذاں نہیں کہی۔ مگر جب ملک شام سے واپس آئے ہیں۔ تو ابو بکر کے کہنے سے ایک دن اذان کہی ہے۔ اور رسول مقبول ﷺ کے عہد کا آپ کو اس قدر اشتیاق تھا کہ جب اس نے یہ کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس سے آپ پر اس قدر غم غالب ہوا۔ کہ کھڑے رہنے پر قادر نہ ہو سکے اور شوق اور فراق کے قلق میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور جب مدینہ کے لوگوں نے یہ حال دیکھا۔ تو مہاجر اور انصار میں آہ و بکاء کا ایک بہت بڑا ہنگامہ بپا ہو گیا۔ یہاں تک کہ جو جوان عورتیں تھیں۔ وہ نبی ﷺ کے دیدار کے شوق سے پردوں سے باہر نکل آئیں غرض یہ ثابت ہے کہ صفوں کے برابر کرنے کے واسطے حضرت بلالؓ پاؤں پر درے لگایا کرتے تھے۔ تو آپ کا یہ فعل رسول مقبول ﷺ کے زمانہ میں ہی تھا۔ اور امام کے واسطے واجب ہے کہ قبلہ کے طاق میں اس طرح داخل نہ ہو کہ جو لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ اس کو نہ دیکھ سکیں بلکہ اس سے تھوڑا نکلا رہے۔ اور امام احمدؒ سے ایک روایت میں وارد ہے کہ امام کے واسطے مستحب ہے کہ محراب میں ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جو مقتدیوں کی جگہ سے زیادہ بلند ہو اور اگر ایسا کرے گا۔ تو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور امام جب نماز پڑھنے کے بعد سلام پھیر چکے تو وہ دیر تک نماز کی جگہ پر نہ بیٹھے بلکہ بائیں طرف کو ہو کر محراب کے ایک گوشہ میں کھڑا ہو اور اس جگہ نفلیں پڑھے مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں۔ کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام جس جگہ پر کھڑا ہو کر فرضوں کی نماز پڑھاتا ہے اس جگہ پر نفلیں نہ پڑھے اور مقتدیوں کے واسطے یہ جائز ہے کہ وہ جہاں نماز فرض پڑھتے ہیں وہیں کھڑے ہو کر اور یا تھوڑی دور پیچھے ہٹ کر پڑھیں اور یہ اس واسطے ہے کہ سانس لے اور دم کو درست کر لے تا کہ قرآت کے سبب جو جوش پیدا ہوتا ہے اس میں آرام آجائے۔ جیسا کہ سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں۔ کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرات کے بعد جب تکبیر کہنے لگے تو قرات کے ساتھ ہی تکبیر نہ کہے اور امام کو لازم ہے۔ کہ جب سترہ رکھے تو اس کے نزدیک کھڑا ہو (نماز پڑھنے کے وقت جو چیز اس واسطے آگے رکھتے ہیں کہ سامنے سے لوگوں کے گذرنے سے نماز باطل نہ ہو جائے اس کو سترہ کہتے ہیں) اور اپنے اور سترہ کے درمیان اس قدر زیادہ جگہ نہ چھوڑی جائے۔ کہ درمیان میں سے کالا کتا یا گدھا یا عورت گذر جائے کیونکہ امام احمدؒ کے نزدیک ان کے گزرنے سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ گدھے اور عورت کے گزر جانے سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور جب رکوع کرے تو تین دفعہ تسبیح کہنی امام کو لازم ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں جلدی نہ کرے اور آرام اور آہستگی سے کہے اور اگر جلدی کرے گا۔ تو مقتدی بھی ساتھ نہ پہنچنے کے باعث سے جلدی کریں گے اور اس سے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اس کا گناہ امام پر عائد ہو گا۔ اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھائے تو اس وقت یہ کہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور جب برابر کھڑا ہو جائے تو اس وقت یہ کہے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مگر آرام سے کہے کلام میں جلدی نہ کرو اور یہ اس واسطے ہے کہ مقتدی بھی اس کے ساتھ پہنچ جائیں۔ اور اگر چاہے کہ اس سے زیادہ تسبیح کہے تو اس کو جائز ہے اور وہ یہ کہے مِلْأَ السَّمَآءِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْئٍ بَعْدُ۔ اور انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ رکوع سے جب اپنا سر اٹھایا کرتے تھے تو اس وقت سیدھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کو نماز بھول گئی ہے اور سجدہ میں اور دو سجدوں کے جلسہ میں بھی ایسا ہی ٹھہرنا ثابت ہوا ہے اور یہ بھی اس واسطے تھا کہ مقتدی ساتھ پہنچ جائیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ اگر امام ایسا کرے تو اس میں ایسا ہوتا ہے کہ مقتدی اس پر سبقت کرتے ہیں اور جب مکرر اسی طرح سبقت

کریں۔ تو اس سے ان کی نماز فاسد اور باطل ہو جائے گی۔ تو اس جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ جب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ امام ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں یہ تو ان کا وظیفہ ہی ہے تو پھر وہ جلدی نہیں کریں گے اور امام کے لیے مستحب ہے کہ جب نماز شروع کرنے لگے تو پہلے لوگوں کو ارشاد کرے کہ کسی رکن میں میرے اوپر سبقت نہ کریں۔ مجھ کو اپنا کام پہلے کر لینے دینا اور اس کے بعد تم کرنا۔ اور اگر مجھ سے پہلے کرو گے تو اس سے تم پر خداوند کا عتاب ہو گا اور آئندہ فصل میں اس کا ذکر کیا جائے گا اور ایسا کرنے سے فساد رفع ہو جاتا ہے اور اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے اور سب لوگوں کی نماز کے تمام ہونے کا باعث ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ہر امام چرواہا ہے اور اپنی رعیت کی نسبت اس سے سوال کیا جائے گا۔ اور کہتے ہیں کہ امام ان لوگوں کا چرواہا ہے جو اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو نصیحت کرنی امام پر واجب ہے اور ان کو سمجھائے کہ رکوع اور سجود میں جلدی نہ کریں اور ان کے آداب اچھے کرے کیونکہ ان لوگوں کا وہ نگاہبان ہے اور کل قیامت کے روز ان لوگوں کے بارہ میں اس سے پوچھیں گے پس اپنی نماز میں اچھی طرح پڑھے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس بات کی ہدایت فرمائے۔ کہ نماز کو اچھی طرح تمام کریں۔ تا کہ امام کو بھی ان کی نماز کا ثواب ملے۔ اور اگر امام نے اس باب میں کوتاہی نہ کی تو جیسے ان کو نماز کا اجر دیا جائے گا۔ اسی طرح امام کو بھی ان کی نماز کا اجر ملے گا اور اگر امام نے کوتاہی کی تو جیسے ان کو گناہ کا بوجھ پہنچے گا اسی طرح امام کو بھی گناہوں کا بوجھ ملے گا۔

مقتدیوں کے واسطے ہدایت

مقتدی کو پیروی کرنے کے واسطے نیت کرنی واجب ہے۔ اور امام کے داہنے کھڑا ہو اور اس کے آگے نہ کھڑا ہو اور نہ اس کے بائیں کھڑا ہو۔ اور اگر جماعت حاضر ہو تو اس کے پیچھے کھڑا ہونا سنت طریق ہے۔ اور ایک آدمی دائیں جانب سے تکبیر کہے اور دوسرا آدمی پاس آ جائے تو ان دونوں کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ اور اگر دوسرا آدمی تکبیر کہنے کے بعد بائیں جانب کھڑا ہو تو امام اپنے ہاتھ سے اس کو پیچھے کر دے اور اگر امام کی پچھلی طرف کی جگہ تنگ ہے وہاں دو آدمی کھڑے نہیں ہو سکتے تو اس حال میں آپ آگے ہو جائے اور اگر کوئی شخص جماعت میں حاضر ہونے کے وقت صف میں کہیں شگاف دیکھ لے۔ تو اس شگاف میں کھڑا ہو جائے اور اگر نہ ہو تو پھر دائیں جانب پر کھڑا ہو۔ اور جو لوگ پہلے صف میں کھڑے ہوں ان میں سے کسی کو اس واسطے کھینچ نہ لے کہ اس کے ساتھ صف بنا کر کھڑا ہو کیونکہ اس حرکت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور فتنہ اٹھتا ہے اور دشمنی اور عداوت پڑتی ہے اور ہمارے نزدیک یہ فعل اس کی نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ جس کو صف کے شگاف سے باہر کھینچا جاتا ہے۔ غرض جب حاضر ہو تو تکبیر کہے اور اس میں نماز کی نیت کرے اور صف میں سے کسی آدمی کو جو نماز میں مصروف ہو صف سے علیحدہ کر کے اپنے ساتھ لے کر نہ کھڑا ہو۔ اور جب اس وقت حاضر ہوا ہے۔ جب کہ امام رکوع میں ہے۔ تو دو تکبیریں کہے۔ ان میں سے ایک تو نیت کے واسطے ہے اور دوسری تکبیر رکوع کے واسطے۔ اور اگر ایک ہی تکبیر کہہ کر دونوں کی نیت کر لے تو پھر بھی جائز ہے۔ اور اگر ایسے وقت میں پہنچا ہے کہ امام آخری تشہد میں بیٹھا ہوا ہے تو اس وقت نماز کی نیت کرنی مستحب ہے۔ اور نیت کر کے امام کے ساتھ بیٹھ جائے۔ تا کہ نماز جماعت کی فضیلت پا لے اور جب امام سلام پھیر چکے تو بعد میں اسی تکبیر اور نیت سے اپنی نماز کو پورا کر لے۔

مقتدی کے آداب

امام کے رکوع اور سجود میں اور اس سے سر اٹھانے میں مقتدی کو لازم ہے کہ امام سے تکبیر میں آگے نہ بڑھے۔ ایسا کرنے سے بہت ہی پرہیز رکھے اور جہاں تک ہو سکے اس میں کوشش کرے۔ کہ نماز کے تمام مراتب امام کے بعد میں ادا ہوں۔ اس باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنے سر کو اٹھائے تو خدا تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر کی طرح بنا دے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں رسول خدا نے فرمایا ہے کہ امام کو لازم ہے کہ وہ مقتدیوں سے پہلے رکوع کرے اور ان سے پہلے ہی سجدہ کرے۔ اور مقتدیوں سے پہلے ہی اپنے سر کو اٹھائے براء ابن عازبؓ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور جب خدا کے رسول ﷺ سجدہ میں جاتے تھے تو جب تک اپنی پیشانی کو زمین پر نہیں رکھتے تھے۔ کوئی ہم میں سے اپنے پیٹھ کو ٹیڑھا نہیں کرتا تھا۔ آپ تکبیر کہہ کہ اپنا سر زمین پر رکھ دیتے تھے اور جو اصحاب آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ وہ ابھی کھڑے ہی ہوتے تھے اور بعد میں سجدہ کرتے تھے۔ اور پھر آپ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور ابھی تک اصحاب سجدہ میں ہی ہوتے تھے۔ اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اگر ہم امام سے پہلے سر اٹھائیں گے۔ تو ہمارا سر گدھے یا سور کا ہو جائے گا۔ اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ

کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ کیا تم اس سے نہیں ڈرتے ہو کہ جو آدمی امام سے پہلے اپنا سر اٹھالے گا۔ خداوند تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کی مانند بنا دے گا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی کو ابن مسعودؓ نے امام پر سبقت کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے دیکھ کر اس کو فرمایا کہ تُو نے نہ تو اکیلے ہو کر نماز پڑھی اور نہ ہی امام کے ساتھ پڑھی ہے اور جو آدمی نہ اکیلا ہو کر نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی امام کے ساتھ اس کی کوئی نماز نہیں ہوتی اور اسی طرح ابن عمرؓ نے ایک آدمی کو امام پر سبقت کرتے ہوئے دیکھ کر اور آپ نے اس کو فرمایا کہ تُو نے نہ تنہا نماز پڑھی ہے اور نہ ہی امام کے ساتھ اور اس کے بعد اس کو مارا اور فرمایا پھر نماز پڑھو۔ اور ابی صالحؒ ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام کو اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ نماز میں لوگ اس کی پیروی کریں اس لیے لازم ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو اس وقت تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو اس وقت تم بھی رکوع کرو۔ اور جب سر اٹھائے تو اس کے بعد تم بھی سر اٹھاؤ اور جب امام کہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ تو اس وقت تم کہو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد اور جب امام سجدہ میں جائے تو اس وقت تم بھی سجدہ میں جاؤ اور جب امام اپنے سر کو اٹھائے تو تم بھی اس وقت اپنے سر کو اٹھاؤ اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنے سر کو ہرگز نہ اٹھاؤ۔ اور جس وقت وہ بیٹھ کر پڑھے اس وقت تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور ابو عبداللہ امام احمد اپنے رسالہ میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے اور وہ رسول ﷺ کے مصاحب سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے مجھ کو اس طرح نماز سکھلائی ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو اس وقت تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قرات پڑھنے لگے اس وقت تم خاموش رہو اور جس وقت وہ کہے وَلَا الضَّالِّيْنَ اس وقت تم کہو آمین۔ اس سے اللہ تمہاری دعاء قبول کرے گا اور پھر جب تکبیر کہو اور رکوع میں جائے تو رکوع میں جاؤ اور اس میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھو اور جب اپنا سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم کہو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد اور تمہاری آوازوں کو خدا تعالیٰ سنتا ہے اور جب تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ تو تم بھی تکبیر کہنے کے بعد سجدہ میں جاؤ۔ اور سجدہ میں تین دفعہ پڑھو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور پھر جب سر اٹھا کر تکبیر کہے تو تم بھی سر اٹھا کر تکبیر کہو۔ اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہارے عمل امام کے عمل کے ساتھ ہیں۔ اور جس وقت امام تشہد پڑھے۔ اس وقت تم بھی پڑھو۔ اور دعاء مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سچے مذہب اور درست اعتقاد پر اس دنیا سے لے جائے۔ اور ایسے لوگوں کے گروہ میں ہی ہمارا حشر کرے اور اس قول کے معنے (وَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا) یہ کرتے ہیں کہ تم تکبیر کے تمام ہونے تک منتظر رہو۔ اور جب وہ تکبیر کہہ چکے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور بعض لوگوں نے اس حدیث کے معنوں میں غلطی کھائی ہے اور اس بات کو نہیں سمجھے کہ نماز میں جلدی کرنے کے باعث عام لوگوں پر کیا مواخذہ کیا جائے گا۔ اور کبھی ایسا کرتے ہیں کہ جب امام تکبیر کہتا ہے کہ تو اس کے ساتھ ہی اور لوگ بھی تکبیر کہنی شروع کر دیتے ہیں اور یہ ان لوگوں کی خطاء ہے جب تک امام اپنی تکبیر نہ کہہ لے۔ ان کو تکبیر نہیں کہنی چاہیے۔ اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب امام کہے تو اس کے بعد تم تکبیر کہو اور جب امام صرف اللہ کا لفظ کہتا ہے تو وہ تکبیر کو تمام نہیں کر چکتا۔ جب اللہ اکبر پوار کہہ چکے تو اس کے بعد دوسرے لوگ بھی اللہ اکبر کہیں۔ اور یہ خطاء ہے کہ امام کے ساتھ ساتھ تکبیر کہیں۔ اس میں پیغمبر ﷺ کے قول کا ترک ہوتا ہے۔ اور جب کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اس سے بات نہ کرو۔ اور اکثر امام جن کو سمجھ نہیں تکبیر کو طول دے دیتے ہیں اور ساتھ کہنے والے ختم کر چکتے ہیں اور امام کی تکبیر ابھی تک ختم ہی نہیں ہوتی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص امام سے پہلے اپنی تکبیر کہتا ہے اور جو امام سے پہلے تکبیر کہتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ امام سے پہلے ہی نماز میں دخول کر لیتا ہے اور پیغمبر ﷺ کا جو یہ قول ہے اِذَا کَبَّرَ وَرَکَعَ فَکَبِّرُوْا وَارْکَعُوْا اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ جب امام تکبیر کہے تو اس کے کہنے تک خاموش رہو اور بعد میں تم تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو بعد میں تم رکوع کرو۔ اور ایسا ہی امام کے اس قول کی پیروی کرو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سر اٹھانے کے بعد تم یہ کہو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد اور براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں نبی ﷺ کے قول کے موافق ہی ہیں کہ امام تم سے پہلے رکوع کرے اور تم سے پہلے ہی سجدہ کرے اور تم سے پہلے ہی سر اٹھائے۔ اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب امام تکبیر کہے اور اپنا سر اٹھائے اس وقت تم بھی سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو اور اس سے مقصود یہی ہے کہ تم یہاں تک سجدہ میں جمے رہو کہ امام اپنا سر اٹھائے اور تکبیر کہے اور جب تکبیر کی آواز بلند ہو تو اس وقت تم بھی پیروی کرو۔ اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہارے کام امام کے کاموں کے مقابلہ میں ہیں۔ اور اس سے مطلب یہی ہے کہ جب امام اپنا کام کرنے لگے تو تم اس کے ساتھ ہی نہ کرو بلکہ ایسا کرو کہ جب وہ کر چکے تو اس کے بعد تم بھی اس کے کام کے بیچ میں داخل ہو کر پیروی کرو۔ پس اے مسلمانو! ان باتوں کو جو امام کے کام کے بیچ

میں داخل ہونے کے باب میں ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ اور ان میں غور کرو اور ایسا ہی کرو جیسا کہ کہا گیا ہے اور یاد رکھو کہ قیامت کے روز ایسے بہت سے آدمی ہونگے کہ ان کے رکوع اور ان کے سجود وغیرہ کچھ بھی نہیں ہونگے اور اس کا باعث یہی ہو گا۔ کہ انہوں نے امام پر سبقت کی ہو گی۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں لوگ نماز تو پڑھیں گے۔ مگر ان کی نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہو گی۔ اور جس زمانہ کی نسبت کہا گیا ہے جب اس میں غور کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ یہی ہے جو اب ہمارے وقت میں گذر رہا ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر ایسے لوگ موجود ہیں کہ وہ امام پر سبقت کرتے ہیں یعنی نماز کے وقت میں رکوع۔ سجود اور اٹھنے بیٹھنے میں امام سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ابھی امام صاحب ان کاموں میں داخل نہیں ہوئے ہوتے۔ کہ وہ پہلے داخل ہو جاتے ہیں اور ان لوگوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز کے ارکان اور واجبات اور سنتوں کو ضائع کریں۔

نماز کے واجبات وغیرہ کی نصیحت

اگر کوئی کسی کو دیکھے کہ وہ اپنی نماز میں قصور کرتا ہے اور اس کے ارکان اور واجبات اور آداب کو چھوڑتا ہے تو اس کو سکھائے اور اس کو پند و نصیحت کرے اس طرح کہ وہ آدمی اس کے اثر سے باقی عمر میں نیک بخت اور صالح بن جائے اور جس نے آداب وغیرہ کو ترک کیا ہو جو وہ پند اور نصیحت کو سنے تو اس سے پہلے جو فرد گذاشت کر چکا ہو۔ اس پر استغفار پڑھے۔ اور اگر کوئی کسی کو واجبات وغیرہ ترک کرتے ہوئے دیکھے گا۔ اور اس کو نصیحت نہ کرے گا تو اس کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر پر رہے گا اور ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر عالم آدمی کسی کو جاہل پائے گا اور اس کو تعلیم نہ دے گا۔ تو وہ انجام کار افسوس اور ہلاکت میں پڑے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ عالم پر واجب ہے کہ وہ جاہل کو تعلیم دے۔ اگر تعلیم دینی واجب اور لازم اور فرض نہ ہوتی تو عالم کی نسبت خاموش رہنے کی حالت میں پیغمبر خدا ﷺ ہلاکت میں پڑنے کا حکم نہ دیتے اور جب تک وہ سنت کے سوا واجب اور فرض کی ترک نہ کرتا۔ اس فرمان کا مستحق نہ ہوتا۔ ہلال بن سعدؓ کہتے ہیں کہ جب تک گناہ پوشیدہ ہوتا ہے تب تک وہ اپنے صاحب کو ہی ضرر پہنچاتا ہے اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ضرر میں عام لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا شریک ہونا بھی اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے واجب اور لازم امور کو ترک کر دیتے ہیں یعنی ان سے خاموشی اختیار کرتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کو نصیحت اور پند کریں۔ جب اس سے سکوت کرتے ہیں تو گناہ بڑھ جاتا ہے اور نیکوکار اور بدکار دونوں قسم کے آدمی اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو نماز میں ارکان اور آداب کے خلاف کرتے ہوئے دیکھے اور اس کو منع نہ کرے تو وہ خود بھی گناہ میں شریک ہوتا ہے اور شیطان لعین کا موافق کیونکہ وہ بدی کی اصلاح سے خاموشی اختیار کرتا ہے اور نیکوکاری اور پرہیزگاری کی مدد کو چھوڑ دیتا ہے خداوند تعالیٰ اپنے کلام میں اس باب میں نصیحت فرماتا ہے۔ اے مسلمانوں تم نیکوکاری اور پرہیزگاری پر مدد کرو آیت کے آخر تک اور ہر ایک مسلمان کو واجب ہے کہ ایک دوسرے کو نصیحت کرے اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ یہ کام نہ ہو اور اسلام جاتا رہے اور جتنے لوگ ہیں وہ سب گنہگار ہو جائیں پس عقلمند آدمی کو یہ لازم ہے کہ وہ شیطان کی فرمانبرداری کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بنی آدم جیسا کہ شیطان نے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکال دیا ہے اسی طرح وہ تم کو بھی فتنہ میں نہ ڈالے۔ اور فرمایا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اس کو اپنا دشمن جانو۔ وہ ہمیشہ اپنے گروہ کو بلاتا رہتا ہے تاکہ دوزخ میں اس کا ساتھ دیں اور اس کی صحبت میں ہوں۔ اور اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اور زکوٰۃ اور ان کے سوا باقی تمام عبادتوں میں جس قدر نقص ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ اہل علم اور فقہ ہیں۔ اور اہل دانش وہ پند نصیحت سے سکوت کرتے ہیں اور تعلیم دینے اور آدب سکھلانے کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ نقصان پہلے تو ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جو جاہل ہوتے ہیں اور پھر اس کا اثر اہل علم میں بھی پھیل جاتا ہے اور پھر زیادہ تر انگشت نما بھی یہی لوگ ہوتے ہیں یہ کتنے بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو ایک دانہ یا روٹی کسی یہودی یا مسلمان کو چراتے ہوئے دیکھ لیتا ہے تو وہ خاموش نہیں رہ سکتا۔ بڑا شور مچاتا ہے۔ اور اس کو جھڑکتا ہے کیونکہ یہ فعل اس کو بہت برا معلوم ہوتا ہے اور جب کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوا اس کے ارکان کو چراتا ہے اور اس کے واجبات کو چھوڑتا ہے اور امام پر سبقت کرتا ہے تو ان باتوں کو دیکھ کر خاموش رہتا ہے اور اس کو آگاہ نہیں کرتا اور اس غفلت پر اس کو تنبیہہ کرنے سے ساکت رہتا ہے پس اگر کوئی کسی کو دیکھے کہ وہ نماز میں قصور کرتا ہے اور اس کے واجبات کا تارک ہے تو وہ اس کو ایسا کرنے سے منع کرے۔ اور اس کو سمجھائے۔ کہ نماز میں چوری کرنی آسان اور روا نہیں رکھی جا سکتی۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ چوروں میں سے بہت بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔

لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اے خدا کے رسول ﷺ نماز میں کوئی آدمی کیونکر چوری کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز میں اس طرح چوری ہوتی ہے کہ نمازی اپنا رکوع اور سجود پوری طرح ادا نہ کرے حسن بصری رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا کہ میں تم کو بہت برے چور کی خبر کردوں۔ لوگوں نے کہاہاں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا جو نماز کے رکوع اور سجود پورے نہیں کرتا۔ اور سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ نماز چیزوں کے ماپنے کا ایک پیمانہ ہے جو آدمی نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے وہ پورا ماپتا ہے اور جو پورا ماپے گا اس کو اس کا اجر بھی پورا دیا جائے گا۔ اور جو کم ماپتا ہے اس کو معلوم کرنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ ایسا کرنے والوں کے حق میں کیا فرماتا ہے فرمایا ہے وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ آیت کے آخر تک۔ عبداللہ بن علیؓ یا علی بن شیبانؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ اس گروہ میں سے تھے جو رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور آپ نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ رکوع اور سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا اس آدمی کی نماز کی طرف اللہ تعالیٰ اپنی نظر نہیں کرتا۔ اور ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں آیا اور اس وقت پیغمبر خدا ﷺ بھی مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس آدمی نے آکر مسجد میں نماز پڑھی اور پھر پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس کو فرمایا۔ کہ تو دوبارہ جاکر اپنی نماز کو ادا کر کیونکہ پہلے تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس لیے وہ گیا اور جس طریق سے وہ نماز پڑھا کرتا تھا اس کے موافق اس نے پھر نماز ادا کی اور بعد میں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے پھر اس کو فرمایا کہ تو پھر جاکر نماز ادا کر۔ اس نے پھر جاکر نماز ادا کی۔ اور اسی طرح اس کو تین دفعہ نماز پڑھنی پڑی۔ اور اس کے بعد اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے جو نماز اس سے بہتر ہے وہ آپ مجھے سکھلا دیں۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے کامل طور پر وضو کر اور جب وضو کر چکے تو بعد میں قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور تکبیر پڑھ۔ اور اس کے بعد قرآن سے جو قرات تم کو آسان دکھلائی دے اس کو پڑھ۔ اور قرات پڑھنے کے بعد رکوع کر۔ یہاں تک کہ تو اس میں آرام پائے اور رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو پھر سجدہ کر اور سجدہ میں بھی آرام لے اور پھر بیٹھ جا اور بیٹھنے کی حالت میں بھی آرام کر اور پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کر اور اس میں بھی آرام کر اور اسی طرح اپنی نماز کو پورا کرلے۔ اور ایک اور حدیث میں رفاعہ بن رافعؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں اچانک ایک آدمی نے قبلہ کی جانب منہ کیا اور نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ پر اور حاضرین مجلس پر سلام کہا پیغمبر خدا ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس کو پھر جاکر ادا کر۔ اور آپ نے دو یا تین دفعہ اس کو یہ ارشاد کیا۔ اس شخص نے خدمت میں عرض کی۔ کہ میں نے تو اپنی طرف سے نماز میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ آپ نماز میں مجھ سے اور کیا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تم میں سے کوئی آدمی کامل طور پر وضو نہ کرے۔ اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ تم اپنے منہ کو دھوؤ اور کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوؤ۔ اور اپنے سر کا مسح کرو۔ اور ٹخنے تک اپنے دونوں پاؤں کو دھوؤ۔ اور اس کے بعد خدا کی تکبیر اور حمد کہو۔ اور پھر قرآن سے وہ قرات پڑھو جس کی اجازت دی گئی ہے۔ اور پھر رکوع کرو۔ اور رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو۔ یہاں تک کہ تمہارے اعضاؤں کے جوڑ اپنی اپنی جگہ آرام پکڑ جائیں اور اس کے بعد یہ پڑھو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور پھر اس طرح کھڑے ہو جاؤ کہ تمہاری پیٹھ سیدھی ہو جائے اور ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر آجائے۔ اس کے بعد تکبیر کہہ کر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ میں بھی اس قدر توقف کرو کہ تمہارے اعضاء کے جوڑ آرام میں ہو جائیں پھر تکبیر کہنے کے بعد اپنی پیٹھ سیدھی کرکے بیٹھ جاؤ۔ پس اسی طرح رسول خدا ﷺ نے نماز کی چار رکعت ادا کرنے کے واسطے ہدایت کی اور فرمایا کہ جو آدمی تم میں سے اس طرح اپنے نماز ادا نہیں کرتا۔ اس کی نماز پوری نہیں ہوتی۔ اس سے ثابت ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے رکوع اور سجود سمیت نماز کی تعریف بیان کردی ہے اور یہ بھی ارشاد کردیا ہے کہ نماز کے پورا ہونے کے واسطے جو مراتب بیان کئے گئے ہیں جب تک وہ ادا نہ ہوں نماز پوری نہیں ہوتی۔ اور جب آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ناقص نماز پڑھ رہا ہے۔ تو اس وقت آپ خاموش نہیں رہے۔ اور پہلی دفعہ اصحابوں کو جو تعلیم دے چکے تھے۔ اسی کا کافی جانتے اور اس آدمی کے نماز کے نقص سے درگزر فرماتے اور رسول خدا نے نماز کی تعلیم میں جو مبالغہ فرمایا ہے تو وہ صرف اسی واسطے کیا ہے کہ جو اصحاب حاضر ہیں وہ آگاہ ہو جائیں تاکہ جب کسی کو نماز میں قصر اور نقص کرتے ہوئے دیکھیں تو اس کو بتلادیں اور اپنے یاروں کو مطلع کریں کہ وہ نسلاً بعد نسل قیامت تک شرع کے احکام کو قائم رکھیں۔

موذن کا بیان

جو اذان دینے والا ہو- اس کو اذان کے واسطے اپنی زبان کو آراستہ اور شستہ کرنا واجب ہے اور شہادتین کو الحان سے ادا نہ کرے اور نماز کے وقتوں کو اچھی طرح پہچانے اور وقت کے داخل ہونے کے بعد اذان کہے- مگر فجر کی نسبت یہ حکم بالخصوص ہے اور اذان سے خداوند تعالیٰ کی رضا چاہے اور اپنی اذان پر مزدوری نہ لے- اور جب تکبیر اور شہادتین کہے تو اس وقت اپنا منہ قبلہ کی طرف کرے اور جب یہ کہنے لگے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ تو اس سے اپنا منہ داہنی جانب پھرلے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کہنے کے وقت اپنے منہ کو بائیں طرف پھیرے اور جب مغرب کی اذان دے تو اذان اور اقامت کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ جائے اور بے وضو اور جنبی کو اذان دینا مکروہ کہا گیا ہے اور جب اذان دے چکے تو پہلی صف میں شامل ہونے کے واسطے صفوں کو چیرتا ہوا نہ گذرے بلکہ اذان دینے کی جگہ پر ہی کھڑا ہو جانا لازم ہے اور اگر موذن نے کسی منارہ پر چڑھ کر اذان دی ہے اور اس جگہ کھڑا نہیں ہو سکتا- تو پھر وہاں کھڑا ہو جہاں آسانی کے ساتھ جماعت میں شریک ہو سکتا ہے-

نماز میں خضوع اور خشوع کا ذکر

نماز میں خضوع اور خشوع کرنا واجب ہے ایسے آدمی پر خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے جو خدا کی درگاہ میں عاجزی اور فروتنی سے نماز پڑھے اور جو کچھ زبان سے پڑھے دل میں اس کا خیال بھی رکھے جائے- اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے ہیں- ان کی طرف رغبت کرے اور اس کے عذاب سے خوف کرے اور خدا کے ثواب کا امیدوار ہو- اور نماز اور مناجات میں کوشش کرے اور خدا تعالیٰ کے واسطے ہی کرے اور نماز میں دلی حضور سے کھڑا ہو اور اس میں رکوع کرے اور سجدہ کرے اور بیٹھے اور خدا کے ذکر کے سوا جو اور خیالات ہوں ان کو دل میں نہ آنے دے- ان سے اپنے دل کو بالکل خالی کردے- اور فرضوں کے ادا کرنے میں بہت کوشش کرے کیونکہ اس کو یہ علم نہیں ہے کہ جو نماز میں پڑھ رہا ہوں- اس کے بعد دوسرے وقت کی نماز پڑھنی بھی مجھے نصیب ہوگی؟ اس لیے نمازی کو لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو اس حال میں کھڑا ہو کہ اس سے خوف کرنے والا اور کانپنے والا اور اس کا امیدوار ہو کہ خدا کی درگاہ میں میری نماز قبول ہوگی- اور ڈرتا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری نماز کو قبول نہ کریں اور اس کا رد کردیں اور خداوند تعالیٰ جس کی نماز کو قبول کرلیتا ہے وہ تو سعید اور برخوردار ہو جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ کسی کی نماز رد ہو جائے- تو وہ مردود ہو جاتا ہے پس اے مسلمانوں بھائیو! تم یاد رکھو کہ تمہارے سامنے بڑے بڑے خطرے ہیں اور خدا نے نماز کے باعث تم کو اسلام کے نور سے زینت دی ہے- بڑی تعجب کی بات ہے کہ تم خوف سے نماز ادا نہیں کرتے ہو- اور خداوند تعالیٰ نے جن نیک عملوں کے کرنے کو فرض فرمایا ہے- ان کے ادا کرنے کے سوا نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ رہے ہو- اور تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہماری نماز کو قبول کریں گے یا اس کو رد کردیں گے اور ہم نے جو برائیاں کی ہیں انہیں بخشیں گے یا نہیں- اور اپنی خام خیالیوں میں خوش و خرم ہو اور دنیا دی زندگانی سے فائدہ اٹھانے میں عاقبت سے غافل ہو اور اس کا کوئی علم نہیں رکھتے کہ ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے حالانکہ مخبر صادق نے یہ خبر دے دی ہے کہ آگ پر تم کو حاضر کیا جائے گا- اللہ جلشانہ فرماتا ہے- تم میں سے ایسا کوئی آدمی نہیں ہوتا ہے جس کو آگ پر حاضر نہیں کریں گے- اور باوجود اس کے تم کو یقین نہیں آتا- کہ ہم کو آگ کے اوپر گزرنا پڑے گا- پس تم سے زیادہ رونے پیٹنے اور غم واندوہ کرنے کے واسطے زیادہ کون مستحق ہے) اس لیے خدا کی درگاہ میں تم کو رونا چاہیے تاکہ وہ تمہاری گریہ وزاری قبول کرلے- تمہیں یہ خبر نہیں ہے کہ اب شام ہے آیندہ صبح میسر ہوگی یا نہیں ہوگی اور صبح ہے تو شام تک زندگی رہے گی یا نہیں رہے گی- اور یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے یا دوزخ کے کسی گڑھے میں ہمارے واسطے جگہ تجویز ہوئی ہے اس لیے تمہیں اپنے اہل و عیال اور مال پر خوش نہیں ہونا چاہیے- اور پھر بڑا تعجب تمہاری اس غفلت اور سہو پر ہے کہ تم کو ایک بڑا عظیم امر پیش آنے والا ہے اور اس سے غافل ہو رہے ہو- یہ نہیں جانتے کہ ہماری زندگانی کا سفر آہستہ آہستہ منقطع ہو تا جاتا ہے اور ہر ساعت اور لحہ میں ہماری حیاتی کا رشتہ لپیٹتے چلے جاتے ہیں- پس تم غفلت سے سر اٹھاؤ- آنکھیں کھولو- اور جو امر پیش آنے والا ہے اس سے واقف اور ہوشیار ہو جاؤ- اور اجل کے قاصد کی پیشوائی کرنے کے واسطے آمادہ رہو- کیونکہ اس کا آنا ضروری ہے اور پھر اس کا کچھ علم نہیں ہے کہ ملک الموت اپنی رفاقت میں لے کر بہشت میں پہنچائیں گے اور اس کی نعمتوں اور حوروں کے مزے چکھائیں گے یا کسی دوزخ کے گڑھے میں ڈالیں گے اور وہاں

اس کی آگ کے مزے لینے پڑئیں گے جس کے ذائقہ کا بیان نہیں ہو سکتا۔اور اس کی لذت تحریر اور تقریر سے باہر ہے اور بشر کی یہ طاقت نہیں ہے کہ جو اس کی صفت اور حال بیان ہوا ہے۔اس کی حقیقت کو پہنچے اور اس کو پہچانے۔دوزخ کے جو طرح طرح کے عذاب بیان ہوئے ہیں ان کی کماحقہ 'خبر بھی نہیں مل سکتی۔ایک صالح آدمی کہتا ہے کہ مجھے اس سے تعجب آتا ہے جو آدمی دوزخ کی آگ سے بھاگتا ہے اور اس کا خوف کرتا ہے اس کو نیند کیونکر آتی ہے۔اور جو بہشت کا طالب ہوتا ہے اس کو بہشت کے شوق میں آرام کس طرح آتا ہے۔خدا کی قسم اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اگر کوئی انسان بہشت کی طلب سے خالی ہو اور دوزخ کا خوف نہیں رکھتا۔تو وہ ضرور ہی ہلاکت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔اور اس کی بدبختی زیادہ بڑھ جاتی ہے اور غم واندوہ طول پکڑ جاتا ہے اور قیامت کے روز وہ ان بدبخت لوگوں کے ہمراہ ہو گا جو عذاب میں گرفتار ہونگے۔اور اگر تیرے دل میں یہ گمان ہے کہ میں دوزخ کی آگ سے بھاگتا ہوں۔اور بہشت کا طالب ہوں۔اور اس صورت میں تجھے ایسا رہنا چاہیے کہ طرح طرح کی آرزوئیں جو تجھ میں آراستہ کی گئی ہیں ان سے مغرور نہ ہو جائے۔اور مشقت اور کوشش کو اپنے اوپر لازم پکڑے اور نفس امارہ اور شیطان کے مکروں سے خوف کرے۔کیونکہ ان کے آنے کے راستے بہت ہی باریک ہیں آدمی کو خبر نہیں ہوتی اور وہ آ کر گھس جاتا ہے اور ان کا مکر حد سے زیادہ بڑا ہے اور انسان کو چاہیے۔کہ اس دنیا سے جو ایک بڑی مکار ہے حد سے زیادہ ڈرتا ہے تاکہ اپنے دل فریب حسن پر مائل نہ کرلے اور باطل لذتوں اور جھوٹوں اور اپنی سبزی اور تازگی میں پھنسانہ دے۔آدمیوں کے سرادر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے دنیا کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں کو فریب دیتی ہے اور گذر جاتی ہے اور اپنے ضرر کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دنیا کی زندگی فریب نہ دے اور فریب دینے والا تم کو خداوند تعالیٰ سے فریب نہ دے)اور فریب دینے والا شیطان لعین ہے پس انسان کو چاہیے کہ وہ خدا سے خوف کرے اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے بھی ڈرے۔نماز کی اور خدا کے تمام حکموں کی حفاظت اور نگہبانی کرے اور مناہی سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔اور ظاہر اور باطن کے جس قدر گناہوں ان سب کو ترک کردے۔اور خدا کی طرف ہی راغب ہو جائے اور جہاں تک ہو سکے اپنے اور غیر کے حق میں نیک کوشش کرے اور اپنے پروردگار کا فرمانبردار رہے۔اس کی اطاعت سے باہر نہ ہو۔امر اور نہی کے باب میں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو بجالائے۔اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے۔اس کی طرف توجہ تک نہ کرے اور کسی کے حق میں خداوند تعالیٰ نے جو تدبیر کردی ہے اس پر اعتراض نہ کیونکہ اعتراض کرنے سے خداوند تعالیٰ کو غصہ آتا ہے۔خدا نے جو کچھ مناسب سمجھا ہے وہ کردیا ہے پس انسان کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کے کئے ہوئے کام میں دخل دے۔اس کی رضامندی کو ترک نہ کریں۔خدا نے جو روزی قسمت میں لکھ دی ہے اور رزق عطاء کیا ہے اس کو تسلیم کرلیں۔اور اس پر صابر اور شاکر رہیں۔اور اس پر عمل کریں۔رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔اللہ تعالیٰ نے کسی کے حق میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہتر جان کر ہی لکھا ہے اور بندہ اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتا۔اس راز کو خداوند تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا ہے نہ تو انسان انجام کو جانتا ہے اور نہ ہی علم رکھتا ہے کہ کیا ظاہر ہونے والا ہے اس لیے انسان امیدوار ہے جو معلوم نہیں اس کی نسبت ممکن ہے کہ نیک پھل ملے اور اس سے فائدہ پہنچے۔اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔جس چیز کو تم مکروہ جانتے ہو ممکن ہے کہ وہ تمہارے واسطے نیک ہو اور ہو سکتا ہے کہ جس کو تم اچھا جانتے ہو وہ تمہارے واسطے بری ہو۔اس بات کو اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے انسان کو ایسا رہنا چاہیے کہ ہمیشہ اپنے مالک کی اطاعت کرے۔اور اس کی رضا اور قضا پر راضی ہو۔اور اس کی بلا پر صابر اور اس کی نعمتوں پر شکر کرے اور خدا کے ناموں کا ذکر کرے اور اس کی نعمتوں کو یاد رکھے اور اس کی آیتوں کو یاد رکھے اور جو ان میں حکم دیا گیا ہے۔اس کے موافق عمل کرے۔اور تیرے حق میں اور لوگوں کے حق میں خدا نے جو مناسب تدبیر کردی ہے اور اس پر خدا کو تہمت نہ لگائے اور نہ ہی اس کی شکایت کرے اور آخری دم تک ایسا ہی رہے جو ایسا کرے گا۔اس کا کوچ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جو پاک ہونگے اور حشر میں پیغمبروں کے گروہ کے ساتھ ہو گا۔اور خدا کی بہشت نعمتوں والی میں داخل ہو گا۔رب العالمین کی رحمت سے جو پہلوں اور پچھلوں کا معبود ہے۔

بارگاہ کے خاصوں کی نماز

خدا کی درگاہ کے جو خاص لوگ ہیں۔اور دل کو بیدار کرنے کے واسطے خشوع کرتے ہیں۔اور مراقبہ میں رہتے ہیں وہ دل کے پاسبان ہیں اور رحمان کے ہمنشین اور ان کی نماز کی صفت اس طرح بیان ہوئی ہے۔ایک روایت میں وارد ہے۔کہ یوسف بن عصام خراسان میں ایک جامع مسجد میں گذرے اور وہاں ایک بڑے حلقے میں پہنچے۔آپ نے ان سے پوچھا یہ کن لوگوں کا گروہ ہے انہوں نے جواب دیا یہ حاتم کے گروہ کے لوگ

ہیں۔اور وہ زہد اور پرہیزگاری اور خوف اور امید کی نسبت گفتگو کررہا تھا۔یہ سن کر یوسف نے اپنے دوستوں سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر کے واسطے ٹھہر جاؤ کہ میں ان سے نماز کا ایک مسئلہ پوچھ لوں۔اگر ہمیں سوال کا جواب مل گیا تو ہم بھی ان کے حلقہ میں بیٹھ جائیں گے۔اس لیے آپ حاتم کے پاس گئے اور ان کو سلام کے بعد کہا۔کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔کہ نماز کیا ہے۔جواب دیا نماز کی معرفت پوچھتا ہے یا اس کے آداب؟یوسف نے کہا آداب پوچھتا ہوں حاتم نے جواب میں فرمایا کہ نماز کے آداب یہ ہیں۔جب کھڑا ہو تو خدا کے حکم سے کھڑا ہو۔اور نماز پڑھنے کے واسطے چلے تو ثواب کی نیت سے چلے۔اور نماز میں جب داخل ہو تو پاک نیت سے داخل ہو۔اور تعظیم سے تکبیر کہے اور قرآن کو آہستگی سے اچھی طرح ادا کرے۔اور رکوع میں عاجزی کرے۔اور سجدہ میں متواضع ہو اور تشہد پڑھے اور اخلاص سے پڑھے اور رحمت کے ساتھ سلام پھیرے۔اور اس کے بعد یاروں کے کہنے کے موافق یوسف نے نماز کی معرفت کی بابت پوچھا۔حاتم نے جواب دیا کہ معرفت یہ ہے کہ انسان بہشت کو تو اپنی دائیں جانب سمجھے اور دوزخ کو اپنی بائیں جانب خیال کرے۔اور پل صراط کو ایسا جانے کہ وہ میرے قدموں کے نیچے ہے اور میزان کو اپنی آنکھوں کے سامنے جانے اور اس پر یقین کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔اور اگر یہ یقین نہ آئے۔تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔یوسف نے پوچھا کہ آپ اس طرح کی نماز کتنی مدت سے ادا کرتے ہو۔جواب دیا بیس برس سے یہ سنتے ہی یوسف نے اپنے یاروں سے کہا۔کہ ہم کو گذشتہ پچاس برس کی نمازیں قضا کرنی چاہئیں۔یعنی پھر دہرائیں۔اس کے بعد پوچھا۔آپ نے نماز کی یہ معرفت کہاں سے سیکھی ہے۔جواب دیا تمہاری کتابوں سے ہی سیکھی ہے۔جن کو تم ہمارے روبرو پڑھا کرتے تھے۔اور ابی حازم اعرجؒ کی حدیث بھی اسی کے موافق ہے۔آپ کہتے ہیں کہ میں دریا کے کنارہ پر تھا۔پیغمبر ﷺ کے یاروں میں سے مجھے ایک آدمی ملا اس نے کہا اے ابو حازم کیا تم اپنی دانست میں اچھی طرح نماز پڑھتے ہو۔میں نے کہا ہاں۔کیونکہ میں نماز کے فرائض کو اچھی طرح جانتا ہوں اور رسول ﷺ کی سنت سے بخوبی واقفیت رکھتا ہوں۔انہوں نے پوچھا۔نماز میں قیام کرنے سے پہلے فرض کیا ہے۔میں نے جواب دیا چھ چیزیں حدث اور خبث اور جنابت سے پاک ہونا۔اور ستر عورت کا ڈھانپنا اور نماز پڑھنے کے واسطے ایسی جگہ اختیار کرنی جو پاک ہو۔اور نماز پڑھنے کے واسطے کھڑا ہونا۔نیت کرنی۔اور قبلہ طرف منہ کرنا۔پھر پوچھا۔تم مسجد کی طرف کس نیت سے جاتے ہو۔جواب دیا زیارت کے واسطے پھر پوچھا مسجد میں داخل کس نیت سے ہوتے ہو میں نے کہا خدا کی عبادت کرنے کے واسطے۔پھر پوچھا عبادت کرنے کے واسطے جو کھڑے ہوتے ہو۔تو اس میں کیا نیت ہوتی ہے۔جواب دیا۔بندگی کی نیت سے اور خداوند تعالیٰ کی پروردگاری کا اقرار کرنے کے واسطے۔پھر پوچھا۔اے ابو حازم تُو قبلہ کی جانب کیونکر منہ کیا کرتا ہے۔میں نے کہا تین فرائض اور ایک سنت سے۔فرائض تو یہ ہیں قبلہ کی طرف منہ کرنا۔دل سے نیت کرنی۔پہلی تکبیر پڑھنی۔اور سنت یہ ہے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔پھر پوچھا تمہارے اوپر تکبیر کس قدر فرض ہے اور کس قدر سنت؟میں نے جواب دیا۔کہ کل تکبیریں چورانوے ہیں۔ان میں پانچ تو فرض ہیں۔اور باقی سب سنت۔پھر پوچھا نماز کو شروع کس چیز سے کرتے ہو۔میں نے جواب دیا تکبیر سے شروع کیا کرتا ہوں۔پھر پوچھا نماز کی دلیل کیا ہے میں نے کہا۔قرآن کی قرات۔پھر پوچھا کہ نماز کا جوہر کیا ہے۔جواب دیا یہ ہے کہ اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر قائم رکھے۔پھر پوچھا نماز کی بردباری کیا ہے میں نے کہا آرام کرنا ہے۔

پھر اس نے پوچھا نماز کا شعار کیا ہے۔میں نے کہا نماز کے تمام کرنے کے بعد تسبیح پڑھنی۔پھر پوچھا ان سب باتوں کی چابی کیا ہے جواب دیا وضو ہے۔اس کے کرنے سے نماز کے دروازہ کا قفل کھل جاتا ہے پھر پوچھا وضو کی چابی کیا ہے۔میں نے کہا وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پھر پوچھا بسم اللہ کی چابی کیا ہے میں نے کہا وہ نیت کرنی ہے پھر پوچھا نیت کی چابی کیا ہے میں نے جواب دیا نیت کی کنجی یقین ہے۔پھر سوال کیا کہ یقین کی کنجی بھی بتلاؤ۔میں نے کہا۔وہ توکل ہے پھر توکل کی کنجی پوچھی جواب دیا گیا۔وہ خوف ہے اور پھر اسی طرح ہر ایک سوال کے جواب میں کہا گیا۔کہ خوف کی کنجی امید ہے اور امید کی کنجی صبر ہے اور صبر کی کنجی رضا ہے اور رضا کی کنجی اطاعت ہے اور اطاعت کی کنجی اعتراف کرنا ہے اور اعتراف کی کنجی خدا کی وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار کرنا ہے۔اس کے بعد کہا۔اے ابو حازم یہ ساری باتیں تم کو کیونکر حاصل ہوئی ہیں۔میں نے جواب دیا علم کے سبب سے حاصل ہوتی ہیں پھر پوچھا تو نے علم کس طرح سیکھا ہے میں نے جواب دیا پڑھنے سے سیکھا ہے پھر پوچھا پڑھنا کس سے سیکھا ہے میں نے کہا پڑھنا عقل سے سیکھا ہے پھر پوچھا عقل کس طرح حاصل کی ہے جواب دیا انسان میں دو طرح سے عقل آتی ہے ایک کا مادہ تو پہلے سے ہی خداوند تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور دوسری اس طرح آتی ہے کہ آدمی ادب اور حرفت کے سیکھنے سے حاصل کرے۔

اور جب یہ دونوں عقلیں جمع ہو جاتی ہیں۔ تو ان سے انسان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے یعنی وہ عقیل بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس نے پھر سوال کیا۔ کہ یہ ساری باتیں تم کو کیونکر حاصل ہیں۔ جواب دیا خداوند تعالیٰ کی توفیق سے ہوئی ہیں۔ اور جس چیز کو اللہ دوست رکھتا ہے اور جس سے وہ راضی ہے اس کی توفیق وہ سب کو عطاء کرے یہ سن کر فرمایا خدا کی قسم تو نے بہشت کے کمال درجہ کی کنجیوں پر قبضہ پالیا ہے۔ اس کے بعد پوچھا کہ اب بتلاؤ تمہارا فرض کیا ہے۔ اور فرض کا فرض کیا ہے اور وہ فرض کونسا ہے جو فرض کی طرف پہنچاتا ہے۔ اور فرض کے بیچ میں جو سنت ہے وہ کونسی ہے اور اس کا داخلہ یعنی اس کی فیس کیا ہے۔ اور جس سنت سے فرض تمام ہوتا ہے وہ کونسی ہے۔ اس کے جواب میں میں نے کہا۔ ہمارا فرض تو نماز ہے اور فرض کا فرض یہ ہے کہ انسان حدث اور جنابت سے اپنے تمام اعضاء کو پاک کرے اور جو فرض دوسرے فرض کی طرف پہنچاتا ہے کہ بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتا ہو تو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر ڈالے اور جو سنت فرض میں داخل ہے وہ یہ ہے کہ پانی کے ساتھ انگلیوں کا خلال کرے اور جو سنت فرض کو پورا کرتی ہے وہ فتنہ ہے۔ اس کے بعد پوچھا اے ابو حازم تم نے اپنے نفس کے واسطے تمام حجتیں پوری کر دی ہیں۔ کوئی باقی نہیں رہنے دی۔ اب یہ بتلاؤ کہ کھانے میں تمہارے اوپر کونسی چیز فرض ہے اور کونسی سنت۔ اس کے جواب میں میں نے ان سے استفسار کیا کہ کیا کھانے میں بھی فرض اور سنت ہے اس نے جواب دیا کہ بے شک اس میں فرض اور سنتیں ہیں اور مستحب بھی ہیں کھانے میں فرض چار ہیں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنی۔ حمد کرنا۔ شکر کرنا۔ اور خداوند تعالیٰ جو چیز کھلائے اس کا پہنچانا ہے اور سنتیں بھی چار ہیں۔ بائیں ران پر تکیہ لگانا تین انگلیوں سے کھانا۔ نوالہ کا اچھی طرح چبانا اور کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لینا اور چار ہی مستحب ہیں۔ کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھونا۔ چھوٹا لقمہ کھانا۔ اور اس کھانے سے کھانا جو نزدیک ہو اور جو کھانے میں شریک ہوں ان کی طرف کم نگاہ کرنی۔ جب پیغمبر خدا ﷺ کھانا کھاتے تھے تو آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

نماز جمعہ و عیدین نماز استسقاء، کسوف، خسوف، قصر، جمع اور جنازہ

جمعہ کی نماز کا بیان

نماز جمعہ فرض ہے اور اس کے فرض ہونے پر خداوند تعالیٰ کا قول ذیل دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب نماز جمعہ کے واسطے تم کو بلایا جائے تو اس وقت تم خدا کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی نماز تمہارے اوپر فرض کر دی ہے اور فرمایا ہے جو آدمی بغیر عذر جمعہ کی نماز کو چھوڑتا ہے خدا تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے پس جس آدمی پر یہ لازم ہے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھے اس کو جمعہ کا فرض ادا کرنا بھی لازم ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اپنے وطن میں موجود ہو یا شہر یا کسی ایسے گاؤں میں مقیم ہو کہ اس میں چالیس آدمی بالغ اور آزاد موجود ہوں اور اگر کوئی ایسا گاؤں ہو کہ اس میں چالیس آدمی موجود نہیں اور یا ایسی جگہ ہے کہ وہاں ایک دوسرے گاؤں سے اذان کی آواز سنائی دیتی ہے یا ایسی جگہ میں ہے کہ وہاں سے اذان کا مقام ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور یہ فاصلہ بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے تقریباً (آٹھ کلو میٹر) تو ان صورتوں میں اس شخص کو واجب ہے کہ جمعہ کی نماز میں حاضر ہو اور اس سے محروم رہنا اس کو روا نہیں ہے اگر اس کو کوئی عذر ہے اور جماعت جمعہ کو ترک کرے تو اس حال میں وہ معذور ہو گا مثلاً بیمار ہے یا اس کے پاس ایسا مال ہے کہ اس کے ضائع ہو جانے کا اس کو خوف ہے یا اپنی غیر حاضری میں اپنے کسی عزیز کے مرجانے کا اندیشہ ہو یا اس کو بار بار پاخانہ یا پیشاب یا ان میں سے کوئی ایک آتا ہے اور یہ جماعت میں حاضر ہونے سے مانع ہو اور یا کھانا حاضر کیا گیا ہو اور اس کو اس کی حاجت ہو اور یا اس کو خوف ہو کر اگر میں جمعہ میں حاضر ہوا تو مجھ کو حاکم گرفتار کر لے گا یا ڈرتا ہے کہ قرض خواہ مجھ کو پکڑ لے گا اور کوئی چیز پاس نہیں رکھتا کہ گرفتاری کے وقت اس کو دے کر اپنا پیچھا چھڑائے اور یا سفر میں ہے اور اس سے خوف کرتا ہے کہ اگر میں جمعہ کی نماز میں حاضر ہوا تو پیچھے سے میرا قافلہ کوچ کر جائے گا یا مال کے نقصان کا خوف کرتا ہے اور یا یہ امید رکھتا ہے کہ اگر میں جمعہ اور جماعت میں شامل نہ ہوں تو مجھے فلاں مال مل جائے گا یا نیند اس پر اس قدر غالب ہو کہ نماز کا وقت گذر گیا ہو اور یا مینہ اور کیچڑ اور رہوا کا سخت طوفان ہو اور ان کے ضرر کا خوف ہو ان سب صورتوں میں معذور ہے اور جمعہ کی نماز دو رکعت ہے جو امام کے پیچھے خطبہ کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ اور اگر جمعہ کی نماز فوت ہو جائے تو ظہر کی چار رکعتیں پڑھے چاہے تو اکیلا پڑھ لے اور اگر چاہے تو جماعت کے ساتھ ادا کرے اور نماز جمعہ کا وقت زوال سے پہلے وہی وقت ہے جس میں نماز عید کو ادا کیا جاتا ہے۔ اور بعض کا قول ہے

کہ یہ وقت دن کی پانچویں ساعت ہے۔ اور اس کے انعقاد کی شرط یہ ہے کہ چالیس آدمی جمع ہو جائیں اور وہ ایسے ہوں کہ جمعہ کی نماز ان پر واجب ہو اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ پچاس آدمی موجود ہوں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر تین آدمی جمع ہو جائیں تو اس حال میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور نماز میں بلند آواز سے قرات پڑھنی سنت ہے اور پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ جمعہ پڑھے اور دوسری میں سورۃ منافقون اور اس باب میں دو روایتیں ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے امام صاحب کا اذن لیں یا نہ لیں اور دو خطبوں کا پڑھنا جمعہ کی شروط میں داخل ہے اور نماز جمعہ کے پہلے کوئی سنت نہیں اور بعد میں کم سے کم دو رکعت پڑھنی سنت ہے اور زیادہ سے زیادہ چھ اس روایت کو بعض صحابیوں نے پیغمبر ﷺ سے نقل کیا ہے۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ نماز جمعہ کے پہلے بارہ رکعتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔ اور بعد میں چھ رکعت اور جب منبر کے نزدیک موذن اذان دے چکے تو اس کے بعد خرید و فروخت نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ' فرماتا ہے کہ جب تم نماز جمعہ کے واسطے بلائے جاؤ تو اس وقت تم خدا کے ذکر کی طرف دوڑو اور بیع چھوڑ دو اور پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں یہ اذان ہوتی تھی اور ہمارے نزدیک اس کا ہونا واجب ہے اور ہمارے سوا دوسرے لوگوں کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور منارہ کے اوپر چڑھ کر جو اذان دی جاتی ہے۔ اس کا حکم اپنی خلافت کے زمانہ میں عثمان بن عفانؓ نے دیا تھا۔ اور اس میں عام لوگوں کی مصلحت یہ تھی کہ جو لوگ گاؤں یا شہروں سے غیر حاضر ہوں ان سب کو خبر ہو جائے اور یہ اذان خرید و فروخت اور دوسرے امور کو باطل نہیں کرتی اگر کوئی آدمی جامع مسجد میں داخل ہو اور وقت میں گنجائش دیکھے تو اس کو چار رکعت کا ادا کرنا مستحب ہے اور ان چاروں میں دو سو دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھے یعنی ایک رکعت میں پچاس دفعہ حضور ﷺ کی ایک روایت میں ہے کہ جو آدمی اس طرح نماز کو ادا کرے گا وہ اپنے مرنے سے پہلے دیکھ لے گا کہ بہشت میں میری جگہ کہاں ہے اور یا اس کی جگہ خود ہی اس کو دکھائی دے دے گی اس کے راوی ابن عمرؓ ہیں۔ اور جب جامع مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے اس کو نماز کی دو رکعت ادا کرنی چاہئے فضائل جمعہ اور جامع مسجد سے خارج ہونے کا جو طریق ہے اور جو باتیں اس سے متعلق ہیں وہ سب پہلے بیان کی گئی ہیں۔

دونوں عیدوں کی نماز

دونوں عیدوں کی نماز ادا کرنی فرض کفایہ ہے۔ گاؤں میں جس قدر لوگ رہتے ہیں اگر ان میں سے کچھ عید کی نماز میں حاضر ہو جائیں تو باقی جس قدر آدمی ہوتے ہیں ان سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ اور اگر گاؤں کے سب لوگ آپس میں مل جائیں اور اس پر اتفاق کریں کہ ہم عید کی نماز نہیں پڑھیں گے تو اس حال میں امام کو ان کے ساتھ لڑائی کرنی چاہئے یہاں تک کہ وہ سب توبہ کریں اور اول وقت نماز کا وہ ہے جب کہ آفتاب بلند ہوتا ہے اور آخری وقت زوال آفتاب تک ہے۔ اور عید الاضحیٰ میں نماز کا جلد پڑھنا مستحب ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ قربانی کرنے کی فرصت مل جائے اور عید الفطر کی نماز میں تاخیر کی جائے کیونکہ اس میں قربانی کرنی نہیں پڑتی اور اس کی شرطوں میں یہ امور داخل ہیں وطن میں ہونا نمازیوں کی مقررہ تعداد کا ہونا اور جمعہ کی مانند امام صاحب کا اذن اور ہمارے امام احمد علیہ الرحمتہ سے ایک دوسری روایت میں وارد ہے کہ ان سب شرطوں کا ہونا ضروری ہے اور امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے۔ اور مستحب ہے کہ نماز کے اول وقت میں جائے فاخرہ اور اچھا لباس پہنے اور خوشبو لگائے جیسا کہ جمعہ کی فضیلتوں میں بیان ہوا ہے۔ اور عید کی نماز کو جنگل میں ادا کرنا بہتر ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو جامع مسجد میں پڑھیں اور عذر کے سوا جامع مسجد میں نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر عورتیں بھی نماز میں حاضر ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج اور اندیشہ نہیں ہے اور جاتے ہوئے نماز میں پیادہ جانا بہتر ہے اور جب آنے لگے تو دوسرے راستہ سے آئے اور اس کی وجہ عید کی بزرگیوں میں بیان ہو چکی ہے اور اس کو ان الفاظ سے پکاریں صلوٰۃ جامعہ اس کی دو رکعت ہیں پہلی رکعت میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے بعد سات تکبیریں پڑھے اور اس کے بعد اَعُوْذُ پڑھے اور دوسری رکعت میں قراء ت پڑھنے سے پہلے پانچ تکبیریں کہے اور ان کا طریق یہ ہے کہ ہر ایک تکبیر کہتا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور یہ کہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّصَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا اور جب تکبیروں سے فارغ ہو تو اعوذ پڑھے اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور پھر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری رکعت میں هَلْ اَتٰكَ پڑھے اور اگر چاہے تو پہلی رکعت میں سورۃ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ پڑھے اور دوسری میں پڑھے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ یہ روایت امام احمدؒ سے نقل کی گئی ہے اور اگر ان سورتوں کے سوا دوسری سورتیں پڑھنی چاہے تو بھی جائز ہیں اور اسی طرح سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کو تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیروں سے پہلے پڑھنے اور تکبیروں

کے بعد تعوذ سے پہلے تک تاخیر کرنے میں بھی دو روائتیں ہیں۔

اور جب عید کی نماز سے فراغت پالے تو نفلوں کے پڑھنے میں مشغول نہ ہو جائے اور نہ اس کے پہلے کوئی نفل پڑھے بلکہ فارغ ہونے کے بعد اپنے گھر کو واپس آجائے اور اس کے چلا جانے سے اس کے اہل اور عیال کو جو پریشانی خاطر لاحق ہوتی ہے اس کی جمیعت اور تسلی کا باعث ہو اور اپنے اہل و عیال سے نیک خلق سے پیش آئے اور اپنے اہل پر نفقہ پر کشادگی اختیار کرے کیونکہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ عید کا دن اس واسطے ہے کہ اس میں کھاؤ اور پیو اپنے اہل کے ساتھ لہو لعب کرو اور دونوں عیدوں اور ایام تشریق میں اس کا عام حکم ہے اور اگر عید کی نماز مسجد میں پڑھیں تو روا ہے۔ اور جب مسجد میں حاضر ہو تو تحیۃ المسجد کے واسطے نماز کی دو رکعت ادا کرے کیونکہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے نماز کی دو رکعتیں ادا کرے اور یہ حکم عام ہے دونوں عیدوں کے واسطے بھی ہے اور جب مسجد میں آئے اس وقت کے واسطے بھی ہے۔ امام احمدؒ نے جو نماز عید کے پہلے اور اس کے بعد سنتوں کے پڑھنے سے منع کیا ہے تو آپ کا یہ حکم صحرا میں دونوں عیدوں کی نماز پڑھنے کے واسطے تھا مسجد کے واسطے یہ حکم نہیں دیا گیا کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے عید کی نماز کے پہلے اور اس کے بعد بھی نفلیں نہیں پڑھیں اور اس قول کے قائل عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ و ابن عمرؓ ہیں۔ اور عید کی نماز رسول اللہ جنگل میں پڑھا کرتے تھے۔ اور اگر آپ مسجد میں نماز پڑھتے تو تَحِيَّةُ الْمَسْجِدْ کو ضرور ادا کرتے اس کو آپ ترک نہ فرماتے اور اگر کسی آدمی کی نماز فوت ہو جائے تو پھر اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ قضا پڑھے اور اس میں اختیار رکھتا ہے کہ نماز ضحیٰ کی مانند تکبیر کے بغیر چار رکعتیں پڑھے اور یا نماز عید کی مانند مع تکبیر کے پڑھے اور اس نماز میں اپنے اہل و عیال اور سب دوستوں کو جمع کرے تا کہ اس کو ثواب عظیم عطاء ہو اور اس میں بہت بڑا اجر ہے۔

استسقاء کی نماز

اگر بارش نہ ہو تو خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں بارش کے واسطے نماز پڑھنا سنت طریق ہے اور یہ نماز امام کے ساتھ قائم کی جائے اور جس طرح دونوں عیدوں کی نماز کے واسطے چاشت کے وقت نکلتے ہیں۔ اسی طرح اس کے واسطے بھی انہیں احکام اور صفات اور مقامات میں نکلیں اور اس نماز میں بھی حدث میل کچیل اور ناپاکی سے پاک اور صاف ہوں مگر نماز استسقاء میں خوشبو لگانی مستحب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حالت فقر اور ذلت اور محتاجی کی حالت ہے اور حاجت کے مانگنے کی اس لئے اس میں اس حال میں نکلنا چاہئے کہ پسنا ہوا فقر کا لباس ہو اور خشوع اور خضوع کرنے والے ہوں اور زاری اور عجز اور شکستگی اور اندوہ کا اظہار کیا جائے اور اس میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں اور بچے اور حاجت مند لوگ اور اپنے دلوں کو گناہوں اور ظلموں لوگوں کے حقوں کے چھیننے اور غصب وغیرہ سے پاک کریں اور خدا کے حقوق کو ادا کریں اور کفارہ اور صدقہ نذر اور زکوۃ ادا کریں اور کثرت سے روزے رکھیں اور از سر نو توبہ کریں اور پھر مرتے دم تک اپنی توبہ پر قائم رہیں اور ارادہ بھی کریں کہ ہم اس توبہ پر ثابت قدم رہیں گے اور صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے دور رہیں اگر ان کے پاس جائیں گے تو یہ دوزخ میں ڈال دیں گے اور صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب میں اپنے پروردگار سے مقابلہ نہ کریں بلکہ اس سے شرم کریں کیونکہ خداوند تعالیٰ سے تنہائی نہیں ہو سکتی وہ ہر جگہ حاضر اور ناظر ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہر ایک جلی اور خفی چیزوں کو وہ دیکھ رہا ہے اور سب کے حال کو جانتا ہے۔ اور جو لوگ زاہد اور نیکوکار اور اہل علم اور اہل فضل اور اہل دین ہوں ان کو خدا کی جناب میں وسیلہ بنانا مستحب ہے۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ عمر بن خطابؓ ایک دفعہ استسقاء کی نماز پڑھنے کے واسطے نکلے حضرت عباسؓ کا آپ نے ہاتھ پکڑا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور کہا اے میرے پروردگار میں تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور میرے ہمراہ حضرت نبی ﷺ کے چچا ہیں میں ان کو تیری درگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں پس تو حضرت عباسؓ کی طفیل ہمارے واسطے پانی برسا آپ ابھی وہاں سے لوٹے نہ تھے کہ خدا نے اپنی رحمت سے مینہ نازل کیا اور تمام جہان کو سیراب کر دیا اور جب پانی نہیں برستا اور بند ہو جاتا ہے تو یہ بھی ایک عذاب ہے جو لوگوں کے گناہوں کی شامت ہوتی ہے اور یہ بھی گناہوں کا باعث ہی ہے کہ جب کوئی کافر مر جاتا ہے اور اس کو دفن کر دیتے ہیں۔ تو اس وقت منکر اور نکیر اس کے پاس آموجود ہوتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا نبی کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور آگے سے آدمی ان کو جواب نہیں دے سکتا اور جب جواب دینے پر قادر نہیں ہوتا تو پھر اس کو گرزیں مارتے ہیں۔ اور وہ فریاد کرتا ہے اور غل غپاڑا مچاتا ہے اور اس کی فریاد کو تمام مخلوقات سنتی ہے مگر جن اور انسان نہیں سنتے اور ساری مخلوق اس کو لعنت کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بکری بھی اس پر لعنت کرتی ہے جس کی گردن پر قصاب نے چھری رکھی ہوئی ہو اور یوں کہتی ہے کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اس کے گناہوں کے سبب سے پانی کے برسنے سے محروم رہے۔ اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (ایسے گروہ کے لوگ ہیں کہ خداوند تعالیٰ ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

اور دوسرے لعنت بھیجنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں) اور جب کوئی آدمی فساد برپا کرتا ہے اور اپنے فساد کو پھیلائے تو سب جگہ اس کا مظلمہ پھیل جاتا ہے اور ہر ایک چیز پر پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ حیوان بھی اس سے الگ نہیں رہتے اور اگر کوئی نیکی کرتا ہے۔ تو اس کا پھل بھی ہر ایک چیز کو برابر ملتا ہے اور انسان کا بڑا فساد خدا کی نافرمانی ہے۔ اور کام کی اصلاح اس میں ہے۔ کہ خدا کی فرمانبرداری کریں اور اس کی عبادت میں ثابت قدم رہیں پس امام ہو یا اس کا نائب ان کو اذان اور اقامت کے سوا دو رکعت نماز ادا کرنی چاہئے اور پہلی رکعت میں تکبیر احرام کے سوا چھ تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں اور یہ اس کے سوا ہیں جو سجدہ کے بعد کھڑے ہونے کے وقت کہی جاتی ہیں اور ایسا کرے جیسا کہ عید کی نماز میں بیان ہوا ہے۔ اور ان دونوں تکبیروں میں اپنے پروردگار کو یاد کرے اور جب نماز پڑھ چکے تو اس کے بعد خطبہ پڑھے اور یہ بھی جائز ہے کہ نماز کے پہلے ہی خطبہ پڑھ لے اور امام احمدؒ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ چاہے نماز کے اول میں خطبہ پڑھے اور چاہے اس کے بعد دونوں طرح پر جائز ہے اور آپ کا یہ قول بھی ہے کہ اس نماز میں خطبہ پڑھنا سنت نہیں صرف دعا مانگنے پر ہی کفایت کرے پس چاہے امام ہو چاہے اس کا نائب ان میں سے جو بات ان کو آسان معلوم ہو وہ کریں اور جب خطبہ پڑھے تو تکبیر سے خطبہ کی ابتدا کرے جیسا کہ عید کے خطبہ میں کیا جاتا ہے اور خدا کے رسول مقبول ﷺ پر بڑی کثرت کے ساتھ درود بھیجے اور اس آیت کو خطبہ میں پڑھے۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا اور جب خطبہ کے پڑھنے سے فراغت پالے تو اس کے بعد قبلہ کی طرف اپنا منہ کرے اور چادر کے کناروں کو الٹ دے یعنی جو کنارہ داہنے کندھے پر ہو اس کو بائیں پر کر دے اور جو بائیں پر ہو اس کو دائیں پر ڈال دے اور باقی سب آدمی بھی ایسا ہی کریں اور اس کے بعد سب آدمی اس چادر کو اسی طرح چھوڑ دیں پھر اپنے اپنے گھروں کی طرف آ جائیں اور آ کر اپنی چادروں اور لباس کو بدل دیں اور یہ فعل اس کے نیک فال کے واسطے کیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں سے قحط کو دور کر دے اور اس کا کرنا سنت ہے۔

اور عباد بن تمیمؒ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر خدا ﷺ لوگوں کے ساتھ نماز استسقاء کے واسطے تشریف لے گئے اور آپ نے ان کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں قرات کو ظاہر پڑھا اور اپنی چادر کو پھرایا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔ اور پانی برسنے کے واسطے دعاء مانگی اور اس وقت اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا اس لئے لازم ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور جس طرح پیغمبر ﷺ نے دعاء پڑھی تھی اس طرح پر دعا پڑھے اور آپ نے جو دعا پڑھی تھی اس کا مضمون یہ ہے اے اللہ ہمارے واسطے پانی بھیج جو مشقت سے ہم کو خلاصی دینے والا ہو اور اس کا نتیجہ اور انجام نیک ہو اور خوشگوار ہو اور سیراب کرنے والا اور زمین کے بیچ میں اثر کر جانے والا ہو اور بہت جاری ہونے والا ہو اے اللہ ہمارے پاس پانی بھیج اور ہم کو پانی سے ناامید ہونے والے لوگوں میں نہ بنا اور ایسا پانی دے جو رحمت والا ہے اور ایسا پانی نہ عطاء کر جو عذاب دینے والا اور ہماری کھیتی کو بہالے جانے والا ہو اور وہ ہم کو بلا میں گرفتار نہ کرے اور نہ ہی ہمارے گھروں کو گرا دے اور ہم کو غرقاب بھی نہ کر دے اے اللہ شہروں میں اور تیرے بندوں میں بڑی افسردگی اور بلا پھیلی ہوئی ہے اور بہت تنگی اور مشقت لاحق ہو رہی ہے اور ان باتوں کا گلہ تیرے پاس ہی ہے۔ تیرے سوا ہم اور کسی کے پاس گلہ نہیں کرتے اے اللہ تو ہماری کھیتی کو سبز کر دے اور جو ہمارے جانور ہیں ان میں دودھ بھی زیادہ کر دے اور ہمارے اوپر آسمان کی برکتیں نازل کر اور اپنی برکت کے طفیل ہماری زمین پر روئیدگی اگا دے جو نرم سی اور لہلہاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اے اللہ تو ہم سے بھوک اور پیاس کی مشقت اور سختی دور کر دے تیرے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے جو ان کی سختی ہم سے الگ کرے اے اللہ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں کیونکہ تو بخشنے والا ہے۔ اس لئے برسنے والا ابر ہمارے اوپر نازل فرما اور اسی طرح یہ دعاء پڑھے اے اللہ تو نے اپنے حضور میں دعاء کرنے کے واسطے ہم کو حکم دیا ہے۔ اور تو نے دعاء کے قبول کرنے کا ہم کو وعدہ دیا ہے۔ اس لئے تو نے جیسا ارشاد فرمایا ہے اس کے موافق ہم نے تیری بارگاہ میں دعاء کی ہے۔ پس تو اپنے وعدے کے موافق ہماری دعاء قبول فرما اور کہا گیا ہے کہ خطبہ میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور اسی رخ پر ہی اس کو ختم کرے اور جب خطبہ ختم ہو چکے تو اس کے ختم ہوتے ہی دعاء شروع کر دے اور بہتر وہی ہے جو اوپر کہا گیا ہے کہ جب خطبہ سے فراغت پائے تو اس وقت قبلہ کی طرف رخ کرے کیونکہ خطبہ سے لوگوں کو وعظ کہنا ہوتا ہے اور ان کو زجر کرنی اور خوف دلانا اور یہ امور لوگوں کے روبرو بیان کئے جاتے ہیں۔ اسلئے خطبہ کے وقت لوگوں کے سامنے اپنا منہ کرے تا کہ وہ اچھی طرح توجہ کریں اور آواز ان کے کانوں میں پہنچے اور ان کے دلوں میں اثر کرے اور جب قبلہ کی طرف منہ کرے گا تو اس حال میں لوگوں کی طرف اس کی پیٹھ ہو گی اور اسی صورت

میں کھڑا ہو گا جیسا کہ نماز کے وقت آدمیوں کے آگے کھڑا ہوا تھا۔

نماز کسوف کا بیان

یہ سنت موکدہ ہے اور اس کا وقت وہ ہے جب آفتاب اور ماہتاب کو گہن لگے اور گہن پڑنے کے وقت سے لے کر اس کے چھٹنے تک رہتا ہے اور آفتاب اور ماہتاب گہن سے اس وقت چھوٹتے ہیں۔ جبکہ ان میں پوری روشنی آجاتی ہے۔ اس کی اور بھی مفصل تشریح یہ ہے کہ جب آفتاب یا مہتاب میں گہن پڑنے لگے اور انکی روشنی میں کدورت اور سیاہی آجائے اور ان کی شعاع میں نقصان نمودار ہو تو اس وقت نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور جب تک یہ علامتیں زائل نہ ہوں اس وقت تک باقی رہتا ہے۔ اور اس نماز کا جامع مسجد میں ادا کرنا سنت ہے۔ اور اس کے واسطے اس طرح آواز دی جائے کہ اے لوگو یہ نماز مسلمانوں کو جمع کرنے والی ہے۔

اور جب لوگ جمع ہوں تو اس وقت امام جماعت کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھے اور اعوذ پڑھے اور جب یہ پڑھ چکے تو بعد میں سورہ فاتحہ پڑھے اور فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ پڑھے اور اس کے بعد رکوع کرے اور رکوع لمبا کرے اور سو آیت کے برابر تسبیح پڑھے اور اس کے بعد کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور یہ کہتا ہوا اپنا سر بلند کرے اور پھر سورہ فاتحہ اور سورہ آل عمران پڑھے اور اس کے بعد پھر رکوع کرے مگر یہ دوسرا رکوع پہلے رکوع کی نسبت مختصر کرے اور اس کے بعد اپنے سر کو بلند کرے اور پھر دو لمبے سجدے کرے اور ہر ایک سجدہ میں اس قدر تسبیح پڑھے جو سو آیت کی مقدار کے برابر ہو اور اس کے بعد دوسری رکعت کے واسطے اٹھے اور اس میں یہ دو سورتیں پڑھے سورہ فاتحہ اور سورہ نساء اور بعد میں ایک لمبا رکوع کرے پھر اپنے سر کو اٹھا کر سورہ فاتحہ اور سوہ مائدہ پڑھے اور جو سورتیں مذکور ہوئی ہیں اگر ان کو اچھی طرح نہیں جانتا تو پھر قرآن کی جو سورتیں اس کو یاد ہوں وہ پڑھے اور انکی تعداد مذکورہ بالا آیتوں کے کے برابر ہو اور اگر دوسری آیتیں بھی یاد نہ ہوں تو پھر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے جس قدر پہلے قیام میں قرات کرے اس کا دو ثلث دوسرے قیام میں پڑھے اور جب سجدہ سے سر اٹھا کر تیسرا قیام کرے تو پہلے اس میں قیام کے نصف کے برابر قرات کرے اور چوتھے قیام میں جو آخری ہے تیسرے قیام کی قرات کے دو ثلث کے برابر پڑھے اور ہر ایک قیام میں قرات کا دو ثلث تسبیح پڑھے اور اس کے بعد رکوع میں جائے اور سلام پھیرے پس یہ چار رکوع اور چار سجود بیان ہوئے ہیں اور ہر ایک رکعت میں ایک رکوع زیادہ کرے گا اور اگر لوگ اس نماز میں مصروف ہوں اور سورج یا چاند میں روشنی آگئی ہو تو نماز میں تخفیف کر دینا مستحب ہے مگر نماز کو قطع نہ کیا جائے اور اگر کوئی آدمی یہ چاہے کہ اکیلا اپنے گھر میں ہی اپنی اہل کے ساتھ نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور بہتر وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور اس نماز کی اصلیت اس طرح پر ہے کہ عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ آفتاب کو گہن لگا رسول خدا ﷺ اس وقت تشریف لائے اور آکر تکبیر کہی اور قرات پڑھی اور اس میں دیر تک آپ نے قیام فرمایا اور بعد میں آپ نے رکوع کیا اور اس میں بھی دیر تک رہے اور رکوع کے بعد آپ نے سر اٹھا کر کہا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور پھر ایک لمبی قرات پڑھی پھر رکوع کیا اور رکوع کو لمبا کیا اور پھر سر کو اٹھایا پھر سجدہ کیا پھر اپنا سر اٹھایا پھر سجدہ کیا اور سجدہ کے بعد پھر اٹھ کر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا اور اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ چاند اور سورج خدا کی نشانیاں ہیں اس کی نشانیوں میں سے اور ان کو کسی کی موت کے یا حیات کے واسطے گہن نہیں لگتا اور جب ان کو گہن لگا ہوا دیکھو تو اس وقت نماز کی طرف رجوع کرو۔

نماز خوف کا بیان

نماز خوف کے واسطے چار شرطیں ہیں ایک یہ کہ دشمن ایسا ہو جس سے جنگ کرنا جائز ہو دوسری یہ کہ قبلہ کی جہت کے سوا ہو تیسری یہ کہ دشمنوں کے ہجوم سے خوف نہ ہو چوتھی یہ کہ ایک بڑی جماعت میں ہے جو دو گروہوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں۔ اور ہر گروہ میں تین آدمیوں سے زیادہ ہوں ان میں سے ایک گروہ کو تو امام دشمن کے مقابلہ کے واسطے بھیج دے اور ایک کو اپنی پشت پر کھڑا کر کے اس کے ساتھ نماز کی ایک رکعت ادا کرے اور جب دوسری رکعت کے واسطے اٹھے تو جو لوگ امام کی پشت پر ایک رکعت نماز ادا کر چکے ہیں وہ الگ ہو جائیں اور امام کے پیچھے سے جدا ہونے کی نیت کریں کیونکہ نیت کے سوا مقتدی کو یہ روا نہیں ہے کہ امام کی پشت پر سے جدا ہو اور جدا ہو کر دوسری رکعت کو الگ پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد یہ گروہ تو دشمن کے مقابلہ پر جائیں اور پہلے گروہ کے الگ ہوتے ہی دوسرا گروہ اس کی بجائے امام کے پیچھے آکر کھڑا ہو جائے دوسری رکعت امام اس گروہ کے ساتھ پڑھے اور رکعت تمام کر کے بیٹھ جائے اور مقتدی کھڑے ہو کر پہلی رکعت کو جو امام کے ساتھ نہیں پڑھی

پوری کریں اور اس کے پورا کرنے کے بعد تشہد میں امام کے ساتھ مل جائے اور اس گروہ کے ساتھ امام سلام پھیرے اور دوسری رکعت میں قرات لمبی کرے تاکہ پہلا گروہ دوسری رکعت پوری کر کے چلا جائے اور دوسرا گروہ آجائے اور دوسری رکعت کے بعد امام کو چاہئے کہ تشہد لمبی پڑھے تاکہ دوسرے گروہ کے لوگ پہلی رکعت کو پڑھ کر اس کے ساتھ مل جائیں اور تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیر سکیں اور ساتھ پھیرنے کی فضیلت کو پالیں اور پہلے گروہ کو بھی تکبیر تحریمہ کی فضیلت امام کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ غزوہ ذات الرقاع میں مسلمانوں نے یہ نماز پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ اسی طرح پڑھی ہے اور سہل بن ابی خزیمہؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ امام تکبیر تحریمہ کہے اور لوگ ایک صف باندھ کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور وہ دوسری صف دشمن کے مقابلہ پر ہو اور جو لوگ صف باندھ کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دو سجدے کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر قرات پڑھے اور اس کو طول دے یہاں تک کہ جنہوں نے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے وہ دوسری رکعت بھی پڑھ کر دشمن کے مقابل جنگ میں چلے جائیں اور جو پہلے میدان جنگ میں تھے وہ امام کے پیچھے آکر جماعت میں شریک ہو جائیں اور دوسری رکعت کو مع دو سجدوں کے امام اس گروہ کے ساتھ ادا کرے اور تشہد پڑھے تو اس قدر بیٹھے کہ اس دوسرے گروہ کے لوگ دوسری رکعت بھی پڑھ کر پھر امام کے ساتھ تشہد میں مل جائیں اور ان لوگوں کے ساتھ امام سلام پھیرے اور امام احمدؒ سے مروی ہے جس کی رو سے سخت جگہ اور زبردست مقاتلہ کے وقت نماز میں تاخیر کرنا جائز ہے یہاں تک کہ لڑائی اور قتال کا ہنگامہ دور ہو جائے اور تمام آدمی اپنے ہتھیار کھول کر آرام سے بیٹھ جائیں اور جو کچھ بیان ہوا ہے یہ اس خوف کے واسطے ہے جو فجر کی نماز اور سفر میں چار رکعت والی نماز کے قصر کے وقت لاحق ہو اور اگر مغرب کی نماز کے وقت خوف لاحق ہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ امام جس گروہ کو پہلے اپنے پیچھے کھڑا کرلے اس کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے اور ایک رکعت دوسرے گروہ کے ساتھ کیونکہ مغرب کی نماز میں کمی یا قصر نہیں ہوتی اور اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ پہلا گروہ پہلے تشہد میں ہی الگ ہو جائے اور دوسرا یہ کہ اس وقت الگ ہو جبکہ تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو اور اگر یہ خوف امام کو حضر میں لاحق ہوا ہو تو اس حال میں ہر ایک گروہ کے ساتھ نماز کی دو رکعتیں ادا کرے اور جو باقی ہو اس کو ہر ایک گروہ الگ الگ پوری کرلے اور اگر چار فرقہ کرے تو تیسرے اور چوتھے فرقہ کی اور اس کی اپنی نماز صحیح نہیں ہوگی اور اس میں بھی اختلاف کیا گیا ہے کہ پہلے اور دوسرے فرقہ کی نماز صحیح ہے یا نہیں اور جو کچھ خوف کے باب میں بیان ہوا ہے۔ ایسے وقت میں ہے کہ دشمن قبلہ کے پیچھے یا دائیں یا بائیں جانب پر موجود ہو اور اگر دشمن قبلہ کی طرف روبرو ہو اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں اور گھات میں لوگوں کے ہونے کا شبہ نہ ہو تو ایسے وقت میں بھی اگر خوف کی نماز ادا کرے تو روا ہے اور امام کو لازم ہے کہ لوگوں کو بلحاظ کثرت دو یا تین صفوں میں بانٹ دے اور نماز کی نیت کرے اور جب پہلی رکعت کے بعد سجدہ کرنے لگے سب لوگ بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں مگر پہلی صف جو امام کے متصل ہو وہ سجدہ میں نہ جائے کھڑی رہے اور حفاظت کرے اور جب امام دوسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو تو اس وقت پہلی صف جو کھڑی رہی تھی سجدہ میں جائے اور پھر اٹھ کر دوسری صفوں کے ساتھ شامل ہو اور جب دوسری رکعت میں سجدہ کرے تو ایک صف جس نے پہلے امام کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ کھڑی رہے اور باقی سب امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہوں اور جب تشہد میں بیٹھے تو اس وقت مناسبت کر کے شریک ہوں اور امام کے ساتھ سلام پھیریں ایک روایت میں وارد ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے عسفان میں خوف کے وقت اسی طریق سے ہی نماز ادا کی تھی۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلی صف دوسری رکعت میں تاخیر کرے یعنی نماز میں رہے اور دوسری صف پہلی کی جگہ جائے اور نگہبانی کرے۔ اور اگر خوف بڑھ گیا ہے اور لڑائی شروع ہو گئی ہے تو پھر جس طرح ہو سکے اسی طرح نماز کو ادا کریں چاہے جماعت کے ساتھ اور چاہے فرداً فرداً سوار ہو یا پیادہ قبلہ کی طرف منہ ہو اور چاہے نہ ہو۔ اشارہ سے پڑھیں یا اشارہ کے بغیر۔ غرض نماز میں رکوع سجود کریں اور اس نشست برخاست کو نہ بھولیں چاہے کچھ ہو اور اس میں دو قول ہیں کہ جب یہ معلوم نہ ہو کہ قبلہ کے مقابل ہیں یا نہیں تو نماز شروع کریں یا نہ کریں۔ اور اگر دشمن کو شکست ہو اور امن حاصل ہو جائے تو پھر پہلے طریق پر نماز پڑھیں۔ چارپایوں سے نیچے اتر آئیں اور قبلہ کی جانب اپنا منہ کریں اور اگر اطمینان کی حالت میں نماز شروع کی ہے اور اس کے بعد خوف بڑھ گیا ہے تو پھر سوار ہو جائیں اور سوار ہو کر خوف کی نماز تمام کریں اگرچہ مارنے اور نیزہ لگانے پر نوبت پہنچ گئی ہے یا لوٹنے یا شکست ہونے پر بھاگنے کا موقعہ آپڑا ہے تو اس حال میں ہر ایک آدمی اس طرح نماز پڑھے جس طرح کہ درندہ جانور سے خوف کے وقت یا سیلاب یا رہزن وغیرہ سے خوف کھانے کے وقت پڑھنے کے لئے حکم کیا گیا ہے اور جب دشمن کی انتظار ہو اور خوف ہو کہ شکست نہ ہو جائے تو اس صورت میں بھی دو روایتوں میں سے ایک کے موافق اسی طرح خوف کی نماز ادا کرے۔

نماز کے قصر کا بیان

جب کوئی آدمی اپنے گھر سے یا قوم کے خیمہ سے الگ ہو تو اس کو اپنی نماز میں قصر کرنا جائز ہے یعنی چار رکعتوں کی بجائے دو رکعت نماز ادا کرے۔ جب سفر لمبا ہو اور وہ یہ ہے سفر سولہ فرسنگ سے کم نہ ہو اور سولہ فرسنگ چار برید ہوتے ہیں اور چار برید اڑتالیس میل ہاشمی ہیں اور ایک برید چار فرسنگ کا ہوتا ہے پس چاہے کوئی آدمی سفر پر جائے اور اس قدر سفر سے واپس آئے تو وہ اپنی نماز کو کوتاہ کر دے۔ اور اگر کسی گاؤں یا شہر میں پہنچ کر اقامت کا ارادہ کر دے جو بائیس نمازوں تک ہو تو پھر وہ اپنی پوری نماز ادا کرے کیونکہ اس صورت میں یہ شخص مقیم کا حکم رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی آدمی اکیس نمازوں تک ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو اس کی نسبت دو روایتیں آئی ہیں ایک میں تو یہ ہے کہ قصر کرے اور دوسری میں یہ ہے کہ قصر نہ کرے اور اگر اس سے کم نمازوں تک ٹھہرنا چاہے تو پھر قصر کرے یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اگر کسی شہر میں وارد ہو اور کسی معین حد تک ٹھہرنے یا کوچ کرنے کوئی نیت نہیں کی۔ اور یہ علم بھی نہیں رکھتا کہ میں کب کوچ کروں گا صرف یہی ارادہ کئے ہوئے کہ آج یا کل کوچ کروں گا۔ تو اس حال میں نماز کو قصر کرے کیونکہ روایت میں ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ایک دفعہ مکہ میں اٹھارہ روز تک قیام فرمایا۔ اور اس زمانہ میں آپ نماز کو قصر کیا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں وارد ہے کہ آپ نے پندرہ روز تک قیام کیا تھا اور ایک دوسری حدیث میں عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں مکہ کی فتح میں خدا کے رسول مقبول ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ اس زمانہ میں آپ دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور جو شہر کے لوگ تھے ان کو یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو تم چار رکعت نماز پڑھا کرو۔ اور ہم اس واسطے قصر کرتے ہیں کہ ہم مسافر ہیں۔ اور تبوک میں آنحضرت ﷺ نے بیس روز تک قیام کیا تھا۔ اور اس زمانہ میں بھی آپ نے اپنی نماز کو قصر فرمایا اور آپ کے اصحاب بھی ایسا ہی کرتے تھے اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ...... میں اور رسول ﷺ کے اصحابوں نے سات ماہ تک قیام فرمایا تھا۔ اور وہاں بھی آپ نماز کو قصر کر کے پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ چھ ماہ تک آذربائیجان میں ٹھہرے رہے اور وہاں آپ نماز کی دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی آدمی مقیم ہے اور اس حال میں اس نے نماز کی نیت کی ہے اور اس کے بعد وہ مسافر ہو گیا ہے۔ مثلاً ایک کشتی جو اس کے شہر کے کنارے اور دیواروں سے متصل تھی۔ اور ملاح نے اس کشتی کو چھوڑ دیا اور وہ شہر کی حدوں سے باہر نکل گئی ہے تو اس کو وہ نماز پوری ادا کرنی لازم ہے اور اسی طرح اگر کوئی سفر کی حالت میں نماز کی نیت کرے اور اس کے بعد مقیم ہو جائے یا ایسے لوگوں کے پیچھے اقتدا کرے جو مقیم ہوں یا نیت کے بعد کسی ایسے آدمی کا اقتداء کرے کہ اس کے مقیم یا مسافر ہونے میں شبہ رکھتا ہے یا نماز ادا کرتے ہوئے قصر کی نیت کرے تو ان تمام صورتوں میں اس آدمی کو اپنی پوری نماز پڑھنی چاہیے اور جو آدمی قضا پڑھنے والا ہو اس کو نماز میں قصر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کو کامل نماز پڑھنی واجب ہے سفر کی حالت اس میں مؤثر نہیں ہوتی اور جب نماز کے ادا کرنے کے وقت میں ادا کرتے ہوئے نماز قصر کی نیت کر چکا ہے اور اس کے بعد اس نے قیام کی نیت کی ہے تو اس صورت میں اپنی پہلی نیت کے مطابق ہی نماز پڑھے۔ اور ایسا ہی اگر مقیم ہے اور اس نے نماز کی نیت کی ہے اور اس کے بعد سفر کی نیت کر دی ہے تو پھر بھی اپنی پوری نماز پڑھے۔ اور اگر کوئی آدمی اس واسطے سفر کرتا ہے کہ اس میں کوئی گناہ کرے یا کھیلے یا نفس کو تازگی حاصل ہو۔ تو ان صورتوں میں اس کو نماز کا قصر کرنا مباح نہیں۔ اور اگر کوئی واجب سفر ہے جیسے کہ حج یا جہاد اور یا مباح سفر ہے جیسے کہ تجارت یا قرض مانگنے کے واسطے جاتا ہے یا ایسا ہی کوئی اور کام درپیش ہے تو ان صورتوں میں نماز کا قصر کرنا جائز ہے۔ اور اگر ہم معاصی میں کسی کے واسطے سفر مباح کر دیں اور اس کو سفر پر جانے کی اجازت دے دیں تو اس کے ہم ان امور میں مددگار ہوں گے کہ وہ گناہ کرے اور گناہوں پر جمار ہے اور خداوند تعالیٰ کی اطاعت پر اس کو صلاحیت حاصل نہ ہو اور یہ اصل میں اس کی نیکی پر تقویت اور مدد دیتی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے طاعت کے زور کو توڑنا اور منع کرنا ہے اور امام احمد کے نزدیک سفر میں تمام کرنا اور قصر کرنا اور دونوں جائز ہیں اور قصر کرنا افضل ہے۔ اور ان کے نزدیک تمام اور قصر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روزہ رکھنا اور افطار کرنا ہے اور خداوند تعالیٰ کے روبرو اپنی چستی اور توانائی کو ترک کر دینا اور جن باتوں کی اجازت دی گئی ہے اور جن میں آسانی رکھی گئی ہے ان کی پیروی کرنی بہتر ہے اور اگر کوئی خود بینی اور غرور اور خودداری کے سوا سفر میں نماز اور روزہ کے پورا کرنے کی نیت کرے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ تیرے واسطے قصر اور افطار کی نیت بہتر ہے کیونکہ اس میں نفس کی خواری اور انکساری اور فروتنی ہے۔ اور ایک دفعہ خدا کے رسول مقبول ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ ہم قصر کرتے ہیں مگر ہمارے دل بےخوف ہیں۔ اس صورت میں ہمارا کیا حال ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ صدقہ ہے

خداوند تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ لوگ اس کی عزیمتوں یعنی اس کے ارادوں کو قبول کرتے ہیں پس جو آدمی سفر میں اپنی نماز تمام ادا کرتا ہے اس کی نسبت تعجب پر تعجب ہے اور سفر میں روزہ تو رکھتا ہے مگر خدا کے عطیہ کو ترک کرتا ہے اور کبیرے گناہ کرتا ہے جیسے حرام خوری اور شراب نوشی وغیرہ ہے اور ابریشمی لباس پہنتا ہے زنا کرتا ہے اور پچھلے راستے سے عورتوں یا لونڈوں کے ساتھ ایک بری بات کر ڈالتا ہے اور اصول میں برا اعتقاد رکھتا ہے اور ایسی ہی اور باتیں بھی کرتا ہے تو اس پر بہت ہی تعجب ہے۔

نمازوں کا جمع کرنا

اگر سفر میں کوئی دو نمازوں کو جمع کرے تو جائز ہے مثلاً ظہر اور عصر کو ملا کر ایک وقت میں پڑھے اور مغرب اور عشاء کو ایک وقت میں مگر سفر کے واسطے یہ شرط ہے کہ سولہ فرسنگ سے کم نہ ہو جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ اگر اس سے سفر کم ہو تو پھر نمازوں کو ملا کر پڑھنا نا روا ہے اور اس میں اختیار رکھتا ہے کہ پہلی نماز کو دوسری نماز تک توقف کرے اور چاہے دوسرے وقت کی نماز کو پہلے وقت میں شریک کرے اور تاخیر کرنا مستحب ہے۔ اور اگر کوئی یہ چاہے کہ دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھ لے تو وہ ترتیب کو نگاہ رکھے یعنی پہلے وقت کی نماز کو پہلے پڑھے اور دوسرے وقت کی نماز کو پیچھے پڑھے اور جو پہلے وقت کی نماز کی نیت کرنے لگے تو جمع کی نیت کرے اور دونوں نمازوں کے درمیان فرق نہ کرے مگر فرق ہو تو اس قدر ہو جتنا کہ اقامت کے واسطے ہوتا ہے اور وضو کے لیے جبکہ وضو ٹوٹ جائے اور اگر دو فرض نمازوں کے درمیان سنتیں پڑھے گا تو اس صورت میں ان کا جمع کرنا باطل ہوگا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ باطل نہیں ہوتا۔ اور بہتر طریق یہ ہے کہ سنتوں کو فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد پڑھے اور فرضوں میں فرق نہ کرے۔ اور یہ چاہے کہ میں دوسرے وقت میں فرضوں کو جمع کروں تو پہلے وقت میں ہی نیت کر لے یہی کافی ہوگی۔ دوسری دفعہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ پہلی نماز میں اسی نیت سے تاخیر کرتا ہے کہ اس کو دوسرے وقت میں جمع کرونگا اور اگر اول وقت میں دوسری وقت کی نماز کے جمع کرنے کی نیت کرے یا آخیر وقت میں نیت کرے تو اس میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور اگر اول نماز کا وقت گذر جائے اور اس کے بعد نیت کرے تو اس صورت میں دونوں نمازوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے اور جب دوسرے وقت نماز کو جمع کرے تو اس کو پہلے اول وقت کی نماز پڑھنی چاہیے اور اس کے بعد دوسرے وقت کی نماز پڑھے جیسا کہ پہلے پڑھا کرتا تھا۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے دو فرضوں کے درمیان سنت وغیرہ پڑھی جائے یا نہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جائز نہیں ہے اور دوسری میں ہے کہ روا ہے اور حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ قصر کی نماز اور نماز جمع نیت کی محتاج نہیں۔ اور اگر مینہ برس رہا ہو تو مغرب اور نماز عشاء کی نماز کو جمع کر سکتا ہے اور ظہر اور عصر کی نماز کے جمع کرنے کے باب میں دو روایتیں آئی ہیں اور جب راستے میں کیچڑ ہو یا تند اور سرد ہوا چل رہی ہو۔ اس میں دو روایتیں آئی ہیں۔ اگر کوئی مینہ برسنے کے سبب دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو اس کو یقین ہونا چاہیے کہ پہلے نماز کے شروع میں اور دوسری نماز تک ایسا ہی برستا رہے گا۔ تو اس صورت میں دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے۔ اگر دوسری وقت کی نماز پر جمع کرنا موقوف رکھے تو چاہے اس وقت مینہ برستا ہو اور چاہے تھم گیا ہو برابر ہے چونکہ پہلے وقت کی نماز کو اس نے اس واسطے اخیر میں کیا ہے کہ مینہ برس رہا ہے اب اگر مینہ تھم بھی جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ جو وقت گذر گیا وہ اب ملنا مشکل ہے۔ اور اس وقت میں جو جمع کرنے کے واسطے کہا گیا ہے تو یہ اس واسطے ہے کہ لوگوں کے کپڑے بھیگنے سے بچیں اور انہیں تکلیف اور ایذا نہ پہنچے اور انہیں گھر سے نکل کر آنا جانا دشوار نہ ہو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر جوتیاں بھیگ جائیں تو اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھ لو یہ صحیح حدیث ہے اور صحیح مسلم اور بخاری میں موجود ہے اور مسافر اور مریض کے واسطے بھی جمع کرنے کے لیے ہمارے نزدیک ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ مذکور ہوا ہے کیونکہ خدا نے ایک ہی حکم سے ان کو یاد کیا ہے فرمایا ہے کہ جو تم میں سے بیمار اور مریض ہو اس کے واسطے دوسرے دونوں کی تعداد ہے) پس یہ اجازت کمزوری کے سبب دی گئی ہے اور مریض میں اس کا سبب ظاہر ہی ہے اور مسافر کا یہ حال ہوتا ہے کہ کبھی تو عیش کے ساتھ تیز گھوڑے پر سوار گلگشت کی سیر کرتا ہوا سفر میں جاتا ہے اور امارت اور ثروت کے سبب سفر میں عیش کے اس کو ایسے سامان موجود ہوتے ہیں کہ وہ غریب کو مقیم ہونے کی حالت میں بھی نہیں ہوتے جیسا کہ سعدیؒ اس مضمون کی اس طرح تصریح کرتے ہیں۔

منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زدو بار گاہ ساخت

اور جب اس سامان اور جلال کے ہوتے ہوئے سفر میں اس کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ نماز میں قصر اور جمع کرے تو مریض کا حال ان لوگوں کے خلاف ہوتا ہے تو وہ دوسرے مسافروں سے ایسے عطیہ کے بہت ہی حق دار ہیں۔

نماز جنازہ

جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے اور ہمارے نزدیک اس کے مستحق یہ لوگ ہیں مردے کے وصی اور پھر وقت کا سلطان اور پھر قریبی رشتہ دار اور امام کو لازم ہے کہ مردہ کے سینے کے برابر کھڑا ہو اور اگر عورت ہو تو اس کی لاش کے درمیان میں کھڑا ہو اور اگر بہت سے مردے ہیں تو ان کے سرہانے پر کھڑا ہو اور اگر کئی قسم کے مردے ہیں تو ان میں سے جو بہتر ہوں ان کو امام کے متصل آگے رکھا جائے مثلاً مردوں میں مرد ہیں اور عورتیں ہیں غلام ہیں مخنث ہیں لڑکے ہیں تو سب سے پہلے مردوں کو رکھیں اور ان کے بعد غلاموں کی لاشوں کو اور ان کے بعد لڑکوں کو اور ان کے بعد مخنثوں کو اور ان کے بعد عورتوں کو اور احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے غلاموں سے پہلے ہوں اور پھر باقی مردوں کی حیثیت میں دیکھے اور غور کے بعد امام کے متصل اس آدمی کی لاش رکھی جائے جو علم اور دین اور پرہیزگاری اور قرآن پڑھنے میں افضل ہو اور بعض کا یہ قول ہے کہ جب مرد اور عورت کے لاشے ایک جگہ پر ہوں۔ تو عورت کی لاش کا درمیانی حصہ مرد کے سینے کے برابر رکھا جائے اور جب امام نماز جنازہ کے واسطے کھڑا ہو تو دائیں بائیں دیکھ کر صفوں کو برابر کر لے۔ جیسے کہ دوسری نمازوں کے لیے حکم ہے اور خدا کی درگاہ میں آمرزش کی درخواست کرے اور اپنے گناہوں سے بھی توبہ کرے اور یاد کرے کہ قبر میں میری آرامگاہ کہاں ہے اور اس بات پر یقین کرے کہ ایک دن مجھ کو بھی موت کا یہ جام پینا پڑے گا اور اس کے پینے کے بغیر کسی کو کوئی چارہ نہیں۔ اور اس کا دور آنے والا ہی ہے۔ اور جب اس کو پیش کیا جائے گا تو کوئی عذر نہیں چلے گا اس لیے اپنے دل کو حاضر کرنا چاہیے اور عاجزی اور فروتنی اختیار کی جائے تاکہ اس کی عاجزی اور فروتنی دعاء کی قبولیت میں مدد دے اور اس کے بعد نماز جنازہ پڑھائے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ کہے میں فرض کفایہ ادا کرتا ہوں اور مذکر یا مونث کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد چار تکبیریں کہے اور پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے جب جنازہ پڑھو تو پہلے سورۃ فاتحہ پڑھو اور دوسری رکعت میں پیغمبر خدا ﷺ پر درود پڑھو جیسا کہ تشہد میں پڑھا کرتے ہو۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کے اٹھارہ اصحاب سے جنازہ کی بابت پوچھا سب نے کہا کہ پہلے تکبیر پڑھو اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور پھر تکبیر پڑھو اور خدا کے رسول ﷺ پر درود بھیجو اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے حق میں جو دعا تمہیں اچھی معلوم ہو وہ کہو۔ اور وہ سب دعاؤں سے آسان ہو اور اپنے نفس کے لیے اور اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کہو اور اس دعا کو پڑھنا مستحب ہے اے اللہ ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کو بخش دے اور ہمارے جو لوگ حاضر اور غائب ہیں ان کو بخش اور جس قدر ہمارے چھوٹے اور بڑے ہیں ان کو معاف کر جتنے ہمارے مذکر اور مونث ہیں انہیں بخش دے۔ اے اللہ ہم سے جس کو تو زندہ رکھے اس کو سنت اور اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارے اس کو سنت اور اسلام پر مار۔ تو جانتا ہے کہ ہماری بازگشت اور آرام گاہ کون ہے اور ہر ایک چیز پر تجھ کو قدرت ہے اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا لڑکا ہے اور اب تیری بارگاہ عالی میں حاضر ہوتا ہے اور تو بہتر ہے جس کے پاس کوئی حاضر ہو۔ اور ہم اس کی نیکی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اے اللہ اگر یہ نیک ہے تو اسے اچھی جزا دے اور اے اللہ اگر یہ آدمی بدکار ہے تو تو اپنی رحمت سے اس کو بخش دے ہم تری درگاہ میں اس کی شفاعت کے واسطے حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے حق میں تو ہماری سفارش کو قبول کر اور اس کو قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچادے اور جس قدر اس کے جرم ہیں انہیں معاف کر دے اور ایک بزرگ جگہ میں آرام دے اور جس گھر کو اس نے چھوڑا ہے اس سے بہتر اس کو عطاء کر اور ہمسایہ بھی نیک دے۔ اور اپنی اس عطاء اور بخشش سے ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ممتاز فرما اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھ اور ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کر۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد یہ کہے اے اللہ ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں نگاہ رکھ۔ اور بعض اصحابوں نے فرمایا ہے کہ جو آدمی نماز پڑھانے کے واسطے کھڑا ہو اور کچھ نہ پڑھے اور دائیں طرف سلام پھیر دے اور یا دونوں طرف پھیر دے تو اس صورت میں نماز جنازہ جائز ہے امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور ایک سلام سے نماز ادا کرنے کو امام احمدؒ روا رکھتے ہیں اور روایت میں آیا ہے کہ رسول خدا ﷺ کے چھ اصحاب جب نماز جنازہ پڑھاتے تھے تو اس میں ایک ہی سلام پھیرا کرتے تھے اور وہ یہ ہیں علی بن ابی طالبؓ۔ عبد اللہ بن عباسؓ ابن عمر ابن عوفؓ ابو ہریرۃؓ واثلہ بن اسقعؓ۔ اور روایت کرتے ہیں کہ

رسول خدا ﷺ نے نماز جنازہ میں اپنی داہنی طرف سلام پھیرا ہے۔اور اگر کوئی اس دعاء کے سوا اور دعاء پڑھنی چاہے تو یہ پڑھے حمد خدا کے لیے ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہے جو مردوں کو زندہ کرے گا عظمت اور کبریائی اس کے لیے ہے ملک اور قدرت وہی رکھتا ہے اور اس کے لیے تعریف ہے ہر ایک چیز پر وہ قادر ہے اے اللہ محمد ﷺ پر اور اس کی آل پر درود پہنچا۔جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور اس کی آل پر درود بھیجا ہے اور اس پر رحمت اور برکت پہنچائی ہے تعریف کیا گیا تو ہی ہے اور تو ہی بزرگ ہے اے اللہ یہ شخص تیرا ہی بندہ ہے اور تیرے بندے کا لڑکا ہے اور تیری لونڈی کا لڑکا ہے تُو نے ہی اس کو پیدا کیا اور تُو نے ہی روزی دی اور تُو ہی مارنے والا ہے اور تُو ہی چلانے والا ہے اور تُو ہی اس کے بھید کو جانتا ہے ہم تیری بارگاہ میں اس کی شفاعت کرتے ہیں۔تو ہماری سفارش کو قبول کر لے۔اے اللہ اب تو اس کو اپنی رحمت کی ہمسائیگی میں لے آ۔تُو صاحب وفا ہے اور ذمہ دار ہے اے اللہ تُو اس کو قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا اور اسے بخش دے۔اور اس پر رحم کر۔اور اس کو اس کے گناہوں سے پاک کر دے اور اس طرح پاک کر کہ جس طرح میلے کچیلے کپڑوں کو صاف اور پاک کیا جاتا ہے۔اور اس کو اچھے گھر میں داخل کر اور اس کو ایسی حور بی بی دے جو بیبیوں میں سے بہتر ہو۔اور بہتر ہی اہل اس کو عنایت کر اور بہشت میں اسے جگہ دے اور دوزخ کی آگ سے نجات دے اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ نیکوکار ہے تو تو اس کی نیکی کو بڑھا دے اور اس نے جو نیکی کی ہے اس کا اس کو عوض عطاء کر اور اگر بدکار ہے تو اس سے درگذر کر۔اے اللہ یہ تیرے حضور میں حاضر آیا ہے اور جس کے پاس کوئی حاضر ہوتا ہے تُو ان سب سے بہتر ہے یہ تیری رحمت کا محتاج ہے تو غنی ہے اور یہ فقیر ہے تُو صاحب جود اور بخشش ہے اور یہ مفلس اور محتاج۔اور تو اس سے بے پرواہ ہے کہ اس کو عذاب دے۔اے اللہ منکر نکیر کے سوال جواب کے وقت اس کی زبان کو مدد دے اور قبر کے عذاب میں اس کو گرفتار نہ کر یہ اس عذاب کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کے اجر سے ہم کو محروم نہ لوٹا اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال۔اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس پر یہ پڑھے اے اللہ یہ تیری لونڈی ہے اور تیرے بندے کی لڑکی ہے اور اس کے بعد جو دعا کور ہوئی ہے اس کو ختم کرے اور امام احمد حنبلؒ کے نزدیک پہلے اس جنازہ پڑھانا مناسب ہے جس کے حق میں مردے نے نصیحت کی ہو یعنی مرتا ہوا وہ کہہ گیا ہو کہ میری نماز جنازہ فلاں پڑھادے۔اس کے بعد ولی حقدار ہے اور اس کے بعد ان رشتہ داروں کا حق ہے جو قریبی اور جدی ہوں اور اس کے بعد بیٹے کا حق ہے اور بعد میں بیٹے کی اولاد کا درجہ دار اور پھر علاتی بھائی اور بھتیجے اور چچے اور چچے کے بیٹے کا حق ہے اور اس میں اختیار ہے کہ اگر عورت مرجاوے تو اس کا شوہر نماز جنازہ پڑھاوے یا بیٹا اور اصحابوں نے ایک دوسرے کو نماز پڑھانے کی وصیت کی ہے۔اور عمرؓ وفات پاتے ہوئی صہیبؓ کو وصیت کر گئے تھے اور اس وقت ان کے بیٹے عبداللہؓ بھی موجود تھے اور ابو شریحؓ نے زید بن ارقمؓ کو اپنے جنازے پر نماز پڑھانے کی وصیت کی۔اور ابو میسرہؓ نے شریحؒ کو وصیت کی تھی اور حضرت عائشہؓ مرتے ہوئے ابو ہریرہؓ کو وصیت کر گئی تھیں کہ میرے جنازے پر نماز جنازہ پڑھائیں اور ام سلمہؓ سعید بن جبیرؓ کو وصیت کر گئی تھیں۔اور اگر لڑکا ہو تو اس کی دعاء میں یہ پڑھے اے اللہ یہ تیرا ہی بندہ ہے اور تیرے بندے کا لڑکا ہے اور تیری لونڈی کا لڑکا ہے اس کو تُو نے پیدا کیا ہے اور تُو ہی مارتا اور زندہ رکھتا ہے۔اے اللہ تُو ماں باپ کے لیے اس کو پیش خیمہ بنا اور ان کے لیے اجر کی زیادتی کا باعث کر اور یہ ان کے میزان کے پلڑے کے بھاری ہونے کا سبب ہو لڑکے کے باعث ان کے والدین کا اجر بزرگ بنا اور ہم کو بھی اس کے اجر سے محروم نہ کر۔اور اس کے بعد فتنے میں نہ ڈال اس سے بچا اے اللہ اس کو پہلے نیکوکار اور مومن لوگوں میں ملا دے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ضمانت میں داخل کر۔اور دنیا کے گھر سے اس کو بہتر گھر لطف فرمایا۔اور جو اس کے اہل تھے اس سے بہتر اہل اسے دے۔دوزخ کے عذاب سے اسے نگاہ رکھ۔اے اللہ ہماری اولاد کو اور ہمارے بزرگوں کو اور ہمارے اگلوں کو اور جو ہم سے پہلے اس جہان سے چلے گئے ہیں سب کو بخش دے اے اللہ ہم سے تُو جس کو زندہ رکھے اس کو اسلام پر رکھنا اور جس کو مارے اس کو ایمان پر مار۔اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو جیتے ہیں اور مر گئے ہیں ان سب کو بخش دے اور اگر کسی بچے کا اسقاط ہو گیا ہو اور اس میں انسان کی سی صورت پائی جائے تو اس پر بھی نماز ادا کی جائے اور اگر صرف گوشت کا لوتھڑا ہی ہے اس میں انسان کے اعضاء نمودار نہیں تو اس کو غسل نہ دیں اور نہ ہی اس پر نماز پڑھیں اس کو ویسے ہی دفن کر دینا چاہیے غسل دینا مشروع ہے چاہے مرد غسل دے چاہے عورت۔روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے صاحبزادے جن کا نام ابراہیمؓ تھا فوت ہو گئے اس وقت ان کی عمر ۱۸ مہینے کی تھی اور ان کو عورتوں نے ہی نہلایا تھا۔

فصل۔ قریب المرگ کے ساتھ کیا کیا جائے اور اس کو غسل اور کفن اور خوشبو لگانے اور دفن کرنے کا بیان

غسل میت

ہر ایک مومن اور عاقل آدمی کو موت کا بہت یاد رکھنا مستحب ہے اور اس پر یقین رکھنا ضروری ہے پس جو اس پر یقین رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ اپنی موت کو بہت زیادہ یاد کرے اور اس کا منتظر رہے کہ موت آنے والی ہے اور اس کے واسطے تیار رہے اس کے واسطے سامان بنادے اور اس کی انتظاری کرے اور ہر ساعت توبہ کرتا رہے ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ گناہوں سے بچے۔ فرضوں کو ادا کرے اور اپنا وصیت نامہ بھی لکھ چھوڑے اور اس سے کبھی غافل نہ ہو کہ تمام مخلوق کو ایک نہ ایک دن موت کا شربت پینا پڑے گا چاہے وہ گوارا ہو اور چاہے ناگوار اس سے کسی صورت میں بھی گریز نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو دنیا کی تمام لذتوں کو برباد کرنے والا چیز ہے اس کو بہت یاد رکھو اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ موت کو بہت یاد کرو۔ اور اگر تم اس کو تونگری کی حالت میں یاد کرو گے تو وہ اس کو مکدر یعنی تیرہ کر دے گی اور اگر مفلسی کی حالت میں موت کو یاد کرو گے تو تونگر ہو جاؤ گے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ تم کو معلوم ہے کہ تم سے زیادہ دانا اور زیادہ مستحکم آدمی کون ہے زیادہ دانا تو وہ ہے جو موت کو زیادہ کرتا ہے اور اپنے کام میں زیادہ مستحکم وہ ہوتا ہے جو موت کے آنے کے واسطے تیار رہتا ہے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ان دونوں آدمیوں کی نشانی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دار غرور یعنی دنیا سے دور رہنا۔ اور ہمیشگی کے گھر کا خیال رکھنا۔ اور لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے بیٹا توبہ کو کل پر مت اٹھا رکھ کیونکہ موت آکر تم کو اچانک گھیر لے گی اور توبہ کی مہلت تم کو نہیں دے گی اور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مال رکھتا ہو تو اسے دو راتیں بھی نہ سونا مناسب نہیں مگر یہ کہ وصیت لکھا ہوا پاس موجود ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ حساب لئے جانے سے پہلے اپنے نفسوں کا حساب کرو اور اپنے عملوں کے تولا جانے سے پہلے تم ان کو تولو۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے واسطے ایسے عمل کر کہ گویا تو ہمیشہ ہی زندہ رہے گا اور جب آخرت کے لیے عمل کرے تو وہ اس طرح کر کہ گویا تو کل ہی مر جائے گا۔ پس مومن اور عاقل کوشش کرتا ہے کہ میرے نفس کے جو واجبی اور لازمی حقوق ہیں موت سے پہلے ان کو ادا کروں اور گناہوں اور مظالم اور قرضوں سے بچوں اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو وہ قطعی طور پر یقین کرلے کہ میں جلدی ہی اس کے مواخذہ میں گرفتار ہونے والا ہوں اور کل کو عذاب قبر میں گرفتار ہوں گا اور وہ ایسا وقت ہو گا کہ قوت زائل ہو گی۔ کوئی حیلہ و حوالہ باقی نہیں رہے گا ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ اور اس کے اہل اور اس کے ہمسایہ جس قدر ہونگے وہ تمام مصیبت میں ہی اس کو اکیلا چھوڑ دیں گے اور اس کے مال پر قابض ہو جائیں گے دشمن اور دوست عورت مرد اور بچے وغیرہ مخالف اور اس کے وارثوں میں سے کسی کو یہ طاقت نہیں ہو گی کہ وہ اس مصیبت سے اس کو چھوڑا سکے اگر اس جگہ میں کوئی اس کا مددگار ہو گا تو یہ امور ہوں گے۔ خدا کے بندوں کے حقوق کا ادا کرنا۔ معافی کرانی۔ توبہ کرنی استغفار اپنی تقصیروں کا عذر بجالانا۔ اگر ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ رحم کردے تو کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے اور امید ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی رحمت اور مہربانی سے ان امور کے باعث رحم فرمائے گا کیونکہ وہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔ اور جو لوگ اصحاب حقوق ہیں اور ان پر خداوند تعالیٰ راضی ہوتا ہے ان کو خلد اور بہشت بریں عطا فرماتا ہے اور ان میں بڑی بڑی نعمتیں مرحمت کرتا ہے سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اللہ کے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی اثناء میں آپ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی۔ اور جب نماز پڑھا کر لوٹے تو اس وقت آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ فلاں آدمی کی اولاد سے کوئی آدمی یہاں موجود ہے ایک آدمی نے عرض کی کہ ہاں میں حاضر ہوں۔ فرمایا کہ قرض کی علت میں فلاں آدمی یعنی میت جس پر جنازہ پڑھا گیا ہے قید کر دیا گیا ہے راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا۔ کہ اسی وقت اس کے اہل اور دوست فوراً حاضر ہو کر اس کا قرض ادا کرنے کے درپے ہو گئے اور اس کے قرض کو ادا کرنا شروع کر دیا۔ اور جس قدر قرض خواہ تھے ان کا قرضہ ادا کر دیا گیا اور کوئی ایسا آدمی نہ رہا کہ وہ یہ کہے کہ میرا قرضہ باقی رہ گیا ہے اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اہل صُفّہ؟ میں سے تھے وہ وفات پا گئے اور بعد میں خدا کے رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اے اللہ کے رسول فلاں آدمی جو

وفات پا گیا ہے وہ ایک دینار اور ایک درہم چھوڑ مرا ہے آپ نے فرمایا۔ کہ دوزخ کی آگ سے اس کے واسطے دو داغ ہیں اور اس کا نماز جنازہ پڑھو حالانکہ وہ مقروض تھا۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ انصار میں سے ایک جنازہ پر آپ حاضر ہوئے اور پوچھا کہ یہ آدمی کسی کا قرض دار تو نہیں ہے لوگوں نے جواب میں عرض کی کہ ہاں قرضدار تو ہے یہ سن کر آپ اس کے جنازے سے واپس لوٹے۔ حضرت علیؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس پر جو قرض ہے میں اس کو ادا کردوں گا یہ سن کر رسول مقبول ﷺ پھر اس کے جنازہ پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ ادا کی۔ اور بعد میں فرمایا کہ اے علی جس طرح تُو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن کو آزاد کیا ہے اسی طرح خدا نے تیری گردن کو بھی آزادی اور خلاصی بخشی ہے اگر کوئی آدمی کسی کے مرنے کے بعد اس کے قرضہ کو ادا کر دے تو خداوند تعالیٰ اس کو بھی قیامت کے دن رہائی اور آزادی عطا فرماتا ہے پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جو صاحب حق ہو گا خداوند تعالیٰ اس کے حق کو ادا کرے گا یہاں تک کہ اگر کوئی بکری بغیر سینگ کے ہوگی اور اس نے سینگ دار بکری سے اپنا حق لینا ہو گا تو سینگ دار بکری سے اس کا حق لیا جائے گا۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ ظلم کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکی کا باعث ہے اور فحش سے بھی دور رہو خداوند تعالیٰ اس کو دشمن جانتا ہے اور بخیل بھی نہ ہو۔ بخل سے پرہیز رکھو کیونکہ تم سے پہلے بخل نے بخیل لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے اور عزیزوں اور دوستوں سے قطع کرنے کا باعث ہوا ہے بخل نے انہیں قطع رحمی پر آمادہ کیا۔

بیمار آدمی کی بیمار پرسی کا بیان

اگر کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کا پوچھنا واجب ہے اور جب کوئی اپنے بھائی کی بیمار پرسی کے لئے جائے تو اس کا حال پوچھے تو وہ اس کے حال کی جانب نگاہ کرے اگر اس کو امید ہو کہ یہ شفا پا جائے گا تو خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں اس کی صحت اور تندرستی کے واسطے دعاء کرے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ مرجائے گا تو اس حال میں اس کو رغبت دلائے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اس کو یہ بھی ہدایت کرے کہ تیرے جو غریب بھائی ہیں اور تیرے مال کے وارث نہیں ان کے واسطے یہ وصیت کر کہ میرے مال کا تیسرا حصہ ان کو دیا جائے اور اگر وہ غنی اور مال دار ہوں تو اس صورت میں ان لوگوں کو دیں فقیر، مسکین، اہل علم، اہل فضل، اور جنہوں نے دنیاوی اسباب کو ترک کر دیا ہے اور خدا کی یاد میں مشغول ہوں اور جو تقدیر الٰہی سے دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر الگ ہو گئے ہوں عابد اور پرہیز گار ہوں اور جو لوگ عبادت اور پرہیز گاری سے دنیا کے اسباب کو سمجھ کر ان سے کنارہ کش ہو گئے ہوں یہ لوگ مال کا تیسرا حصہ پانے کے مستحق بیان کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اعتقاد سے شرک کی آمیزش کے بغیر خدا کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں اور توکل پر زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی روزی خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔

ان لوگوں کا خدا پر اعتماد ہوتا ہے اور لوگوں کے ہاتھوں سے ناامید ہوتے ہیں اس لئے ان لوگوں کی توحید اس میں ہوتی ہے کہ غیر کی طرف التفات اور توجہ کرنے سے سلامت رہیں۔ اور ان کی قسمتیں ان لوگوں کے ساتھ مل گئیں اس طرح ان کی معیشت پاک صاف ہوتی ہے نہ تو دنیا کے کسی بوجھ تلے آتے ہیں اور نہ آخرت کی سزا سے دوچار ہوتے ہیں پس جو آدمی ان کو ایک نوالہ کھلاتا ہے یا کوئی چیز عطاء کرتا ہے یا نیکی کرتا ہے یا کسی دن ان کی خدمت کرتا ہے یا ان کی دعاؤں کے وقت کسی وقت آمین کہتا ہے یا کوئی نیک کلمہ ہی ان بزرگواروں کی شان میں کہتا ہے تو اس شخص کی بڑی خوش نصیبی ہے اور اس کے واسطے خوشی کا باعث ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ اہل اللہ ہوتے ہیں۔ اور بارگاہ الٰہی کے خاص صاحب لوگ اور اگر کوئی چاہے کہ خاص صاحب لوگوں کے سوا شہنشاہ کی بارگاہ میں رسائی ہو تو یہ ناممکن ہے۔ جب تک کوئی درگاہ کے خاص درباریوں اور خادموں کی خدمت سے خصوصیت حاصل نہ کرے اور امیدواری کا منصب نہ پالے تب تک اس کو بادشاہی فاخرہ خلعت نہیں مل سکتی اور یکایک اس زینت سے ممتاز نہیں ہوتا اور جب درگاہ کے خاص لوگ کسی کی خدمت اور اطاعت سے خوش ہو جاتے ہیں تو جو نیکیاں تُو نے کی ہوتی ہیں ان کو حضور میں عرض کیا جاتا ہے اور جب اچھے خصائل پیش کرتے ہیں تو اس کو شاہانہ خلعت اور خدمت کا انعام ملتا ہے اور جب کسی مریض آدمی میں موت کے آثار نمایاں ہوں تو اس وقت اس کے اہل کے واسطے یہ امر مستحب ہے کہ ان میں سے جو عالم اور دانا ہو اور اچھے اخلاق اور پرہیز گاری کی صفات سے موصوف ہو اس کو توجہ دلائیں کہ وہ مریض کو پند و نصیحت سے خدا کی یاد دلائے اور اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف راغب کرے اور ہر لحظہ اس کے حلق میں پانی یا شربت ٹپکاتے رہیں اور روئی کے ٹکڑے کو تر کر کے اس کے دونوں ہونٹ

بھی تر کرتے رہیں اور اس کو تلقین کریں کہ کلمہ توحید پڑھے اور اس کو تین دفعہ سے زیادہ پڑھنے کے واسطے تکلیف نہ دیں تاکہ اس کا دل تنگ نہ ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ مکروہ جاننے کی حالت میں ہی اس کی جان نکل جائے اور اگر تلقین کے بعد اور بات کی ہے تو پھر تلقین کریں اور بہتر یہ ہے کہ آخر وقت میں کلمہ توحید کہلوائے جو یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی کا مرتے وقت یہ کلام ہو کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہ سیدھا بہشت میں جائے گا اور جو آدمی مرنے والا ہو اس کو نرمی کے ساتھ تلقین کرنی چاہئے اور سورہ یٰسین اس کے پاس پڑھی جائے تاکہ آسانی کے ساتھ اس کی روح نکل جائے اور موت کی سختی اس پر آسان ہو اور بدن سے جب روح پرواز کر جائے تو اس کے بعد اس طرح اس کو لٹا دیں کہ اگر اس کو کھڑا کیا جائے تو اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو اور جب جان نکل چکی ہو تو اس وقت جلدی سے اس کی دونوں آنکھیں بند کر دیں شداد بن اوس روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی قریب المرگ آدمی کے پاس حاضر ہو تو اس وقت اس کی آنکھوں کو بند کر دو کیونکہ آنکھیں جان کی پیروی کرتی ہیں۔ اور لازم ہے کہ میت کے حق میں نیک بات کہی جائے کیونکہ اگر کوئی نیک بات کہی جائے تو فرشتے اس کے حق میں آمین کہتے ہیں۔ اور ایک رومال لیں اور ٹھوڑی کے نیچے اور دونوں رخساروں سے نکال کر پیشانی تک اس سے کس دیں روایت میں آیا ہے عمر بن خطابؓ نے بوقت وفات اپنے بیٹے عبد اللہؓ کو قریب بلا کر فرمایا کہ میری وفات کے بعد جب تُو یہ معلوم کرے کہ میری روح تالو میں پہنچ گئی ہے تو اپنی داہنی ہتھیلی تو میری پیشانی پر رکھ دے اور بائیں ہتھیلی میری ٹھوڑی کے نیچے رکھنا اور باندھ دینا اور میت کے اعضاء کے جوڑوں کو نرم کیا جائے اس طرح سے کہ پہلے اس کے دونوں ہاتھ بازوؤں میں لگائے جائیں اور پھر وہ جدا کر دیں اور دونوں پنڈلیاں رانوں سے لگا دیں اور رانوں کو پیٹ سے پھر ان کو اپنی اپنی جگہ کر دیں اور اس کے بدن کے کپڑے اتار دیں اور ایک ہی چادر اس کو اوڑھ دیں یہاں تک کہ اس سے اس کا سارا بدن پوشیدہ ہو جائے کیونکہ میت کے واسطے یہ حکم ہے کہ مرنے کے بعد اس کا سارا بدن چھپ جائے اور اسی واسطے کفن سے اس کا تمام بدن چھپا دینا لازم ہے اور میت کے پیٹ پر آئینہ یا تلوار رکھ دی جائے کیونکہ جب مردہ کی جان نکلتی ہے تو بعد میں اس کا پیٹ پھول جاتا ہے بلکہ سوج جاتا ہے اور غسل دینے کے واسطے اس کی لاش کو تخت پر رکھ دیں اور اس کے پاؤں کو سر سے نیچے رکھیں اور اس میں جلدی کریں کہ اس کا قرض ادا کر کے اس سے اس کو پاک کیا جائے اور جو وصیت کی ہو اس کو بھی بجا لائیں تاکہ وہ خدا کی بارگاہ میں اس حال میں ہو کہ وہ حق العباد اور اس کی بازپرس سے بری ہو۔

میت کی تجہیز اور تکفین کا بیان

جہاں تک جلد ممکن ہو میت کو غسل دے کر کفن اوڑھا دیں اور نماز جنازہ پڑھ کر قبر میں دفن کر دیں اور اگر کوئی آدمی اچانک مر جائے تو جب تک اس کی وفات کا یقین نہ ہو جائے اس کو قبر میں نہ ڈالیں اور بدن سے روح کے نکل جانے کی علامت یہ ہے کہ مردے کی دونوں ہتھیلیاں کھل جاتی ہیں اور اس کے دونوں پاؤں سست ہو جاتے ہیں۔ ناک سے پانی سا نکلتا ہے اور کن پٹیوں میں دونوں طرف گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ جب یہ علامتیں ظاہر ہوں تو اس وقت مردہ کی تجہیز و تکفین میں جلدی کریں اور غسل دینے کا طریق یہ ہے کہ میت کو ننگا کر دیں مگر ناف سے زانوں تک ننگا نہ کریں اور میت کے ننگے کر دینے میں غسل اچھی طرح ہوتا ہے۔ اور جو غسل دینے والا ہو اس کو چاہئے کہ غسل دینے کے وقت جہاں تک ہو سکے اپنی آنکھوں کو نیچا کر لے خاص کر ستر عورت کی طرف ہرگز نہ دیکھے اور یہ بہتر ہے کہ میت کو ایسے پیرہن میں غسل دے جو ہلکا اور کشادہ ہو اور اگر پیرہن تنگ ہے تو تریزوں سے اس کو چاک کر دے اور پھر میت کے جوڑ نرم کرے مگر آسانی کے ساتھ نرم کئے جائیں اور اگر یہ معلوم کرے کہ یہ آسانی کے ساتھ نرم نہیں ہوتے تو پھر اس کو ویسے رہنے دے کیونکہ اکثر ہوتا ہے کہ نرم کرتے ہوئے میت کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے میت کی ہڈیوں کا توڑنا ایسا ہے جیسا کہ زندہ آدمیوں کی ہڈیوں کا توڑنا اور اس کے واسطے ایسا کرے کہ میت کو آہستہ آہستہ ٹیڑھا کرے کہ وہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے اور اس کے بعد نرمی سے اس کے پیٹ کو ملے اور اپنے ہاتھ پر کپڑے کا ایک لتہ لپیٹے اور جس جگہ سے نجاست خارج ہوتی ہے اس کو بھی صاف کرے اور لتہ ہاتھ پر اس واسطے لپیٹا جاتا ہے۔ کہ میت کے عورت کو ہاتھ چھو نہ جائے اس لئے کہ لتہ ہاتھ پر لپیٹنے میں نجاست کے صاف کرنے میں مدد ملتی ہے اور اگر باقی بدن کو بھی ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر لگائے تو یہ مستحب ہے اور دھوتے ہوئے کوشش سے اپنے ہاتھ کے پیچھے پانی ڈالتا جائے اور دھوتے ہوئے ہاتھ کے لتہ کی تین دفعہ تجدید کرے یعنی پہلا پھینک کر دوسرا لپیٹے اور تین دفعہ ایسا ہی

کرے اس کے بعد لتہ کو پھینک کر اپنے ہاتھ کو دھوڈالے اور میت کو بالترتیب ایسا ہی وضو کرائے جیسا کہ نماز کے واسطے وضو کیا جاتا ہے آپ وضو کی نیت کرے اور بسم اللہ پڑھے اور اپنی دونوں انگلیوں کو تر کرے اور انہیں میت کے دونوں لبوں کے درمیان میں لائے اور ان سے دانتوں کو پونچھے اور ناک کے دونوں سوراخوں میں لے جا کر ان کو بھی صاف کرے اور پھر ناک اور منہ پر پانی ڈالے مگر اس کو اس کے ناک اور منہ کے اندر نہ ڈالے اسی طرح باقی اعضا بھی آخر تک دھوئے اور جب وضو کرا چکے تو بیری کے پتوں کا پانی جو تیار کر کے رکھا ہوا ہو اس سے اس کے سر کو پھر داڑھی کو دھوئے اور میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اس کے بعد خالص پانی لے اور سر سے پاؤں تک اس پانی سے دائیں طرف کا اس کا آدھا جسم دھوئے اور پھر بائیں طرف پھر کر اس کی بائیں طرف کا نصف جسم دھوئے اور سب غسلوں میں بیری کے پتوں اور صاف پانی سے اسی طرح دھوئے جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ جب بیری کے پانی سے دھو چکے تو اس کے بعد خالص پانی سے دھوئے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے اور اگر میل کے دھونے کے واسطے اشنان کی حاجت پڑے یا ناخنوں کے اندر سے میل نکالنے کے واسطے خلال کی ضرورت ہو تو اشنان اور خلال کا استعمال کرے (اشنان ایک قسم کی روئیدگی ہے اور اس سے سجی بناتے ہیں پنجابی میں اس بنات کو لانا بولتے ہیں)۔ اور جب خلال کے ذریعے ناخنوں کے اندر میل صاف کرنے لگے تو اس وقت خلال پر روئی لپیٹے اور بعد میں دونوں نتھنوں اور کانوں کے سوراخ کے اندر سے بھی چرک اور غلاظت کو پاک کرے اور جہاں چرک اور غلاظت ہو اس جگہ کو دھوڈالے اور ہر ایک غسل میں اسی طرح وضو کرائے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور جب آخری غسل دینے لگے تو اس کے پانی میں کافور ملائے اور بعد میں کپڑے سے میت کے جسم کو خشک کر ڈالے کم سے کم غسل کی تعداد تین ہے یعنی کم سے کم تین دفعہ میت کو غسل دے اور زیادہ سے زیادہ سات دفعہ تک دھولے اور جب غسل کو ختم کرے اور طاق تعداد میں ختم کرے یعنی تین پانچ یا سات پر اگر غسل دینے کے بعد کوئی چیز میت سے خارج ہو تو سات دفعہ تک پھر غسل دے اور اگر اسکے بعد بھی کسی چیز کا نکلنا بند نہ ہو تو جس مقام سے کوئی چیز نکل رہی ہو اس کو روئی سے بھر دے اور اگر پاک مٹی یا ریت سے بھر دے تو یہ بھی جائز ہے اور بعض ہمارے دوستوں کا یہ قول ہے کہ جس مقام سے کوئی چیز نکل رہی ہو اس کے بند کر دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ امام احمدؒ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے آپ کا یہ قول ہے کہ اگر غسل دینے کے بعد کوئی چیز میت سے خارج ہو تو دوسری دفعہ غسل دینے کی کوئی حاجت نہیں صرف نجاست کے مقام کو دھو دیا جائے پھر نماز کے وضو کی مانند میت کو وضو کرائیں اور بعد میں کفن پہنا کر اٹھالیں اور بہتر ہے کہ پہلی دفعہ بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیں اور اس کے بعد ہر ایک مرتبہ خالص پانی سے اس طرح نہلائیں جیسے غسل جنابت کیا جاتا ہے اور جب آخری دفعہ غسل دینے لگیں تو پانی میں کافور ملالیں اور اس غسل کے بعد کپڑے سے اس کے بدن کو خشک کریں اور جب میت کو کفن پہنائیں تو کفن میں اس کو تین کپڑے دیں اور ان میں اسے لپیٹا جائے اور وہ سفید ہوں اور یہ ایک کو دوسری پر بچھایا جائے اور عود اور ند اور کافور سے ان چاروں کو معطر اور خوشبودار کرلیں اور دو چادروں میں خوشبو رکھی جائے اور بعض نے کہا کہ کفن میں کرتہ اور تہ بند اور چادر شامل ہیں۔ اور تہ بند اس کے بدن سے لپٹا ہوا ہو اور پیراہن میں بند نہ باندھیں اور کفن میں جو تین کپڑوں کی نسبت کہا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ اور ان میں پیراہن اور عمامہ نہیں تھے۔ اور امام احمدؒ نے عائشہؓ کی اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور اسی حدیث پر اس باب میں اپنے مذہب کی بنا کو مستحکم کیا ہے۔ اور اس کے بعد حنوط اور کافور کی خوشبو لے کر روئی میں لپیٹ دیں اور اس روئی میں سے کچھ تو میت کے سرینوں میں رکھیں اور اوپر سے ایک سفید لتہ بھی باندھ دیں اور باقی خوشبو کو ان مقامات پر لگائیں سجدہ کے ساتوں مقام دونوں رانوں کے گوشے بغلوں کے نیچے منہ کے سوراخ کانوں کے سوراخ پیشانی دونوں زانوں دونوں ہتھیلیاں دونوں آنکھوں کے حلقے مگر آنکھوں کے اندر نہ رکھے اور اگر اس کے پیٹ سے کسی چیز کے خارج ہونے کا خوف کرے تو ناک اور کان کے سوراخوں کو روئی اور کافور سے پر کر دے اور بہتر ہے کہ میت کا تمام بدن کافور اور صندل سے معطر اور خوشبودار کر دے نافعؒ راوی ہیں۔ کہ ابن عمرؓ کا یہ دستور تھا کہ آپ میت کے تمام سوراخوں اور گڑھوں اور کہنیوں کو کستوری سے پر کر دیتے تھے۔ اور جب کفن پہنانے لگے تو میت کو کفن کی تینوں چادروں کے اوپر لٹا دے اور اندر کی اوپر والی چادر کا ایک طرف کا کنارہ نصف بدن کی دائیں جانب میں لپیٹے اور اس کے بعد دوسرا کنارہ بدن کی بائیں طرف میں لپیٹے اور جب اس میں اچھی طرح میت کو لپیٹ لے تو اس کے بعد دوسری اور تیسری چادر کو اسی طرح لپیٹے جیسے پہلی چادر کو لپیٹا تھا اور پاؤں کی نسبت سر کی طرف کفن کو زیادہ رکھے اور پھر چادروں کے سروں کو سمیٹ کر اس کے چہرے پر ڈال

دے اس طرح پاؤں پر بھی اس کو رکھ دے ہاں اگر اس کے ادھر ادھر منتشر ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے سر کے اوپر سے باندھ دے اور پاؤں کی طرف بھی اس طرح چنن کر باندھے اور جب میت کو قبر میں رکھیں تو اس وقت ان کو کھول دیں اور کفن کو پھاڑا نہ جائے اور عورت کے کفن میں یہ پانچ کپڑے ہیں ازار' پیراہن' اوڑھنی اور دو بڑی چادریں ان سب میں عورت کو دفنایا جاتا ہے اور جو ازار ہو وہ ایسی ہو کہ عورت کا سارا بدن چھپالے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ عورت کے کفن کا پانچواں کپڑا وہ ہے۔ جس سے دونوں رانوں کو باندھا جائے اور اس کا ہونا مستحب ہے اور وہ دو چادروں میں سے ایک کے عوض میں ہوتا ہے۔ اور عورت کے بالوں کی چوٹی کر دیں اور تین لٹیں اور ان کو سر کے پیچھے چھوڑ دیں اور عورت کی میت ہو چاہے مرد کی دونوں کو اس طرح آراستہ کیا جائے جیسے دلہا اور دلہن کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس تعداد تک مرد یا عورت کو کفن میسر نہ آئے اور اگر کوئی محرم فوت ہو جائے تو اس کی میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوئیں اور خوشبو نہ لگائیں اور نہ ہی اس کے سر اور پاؤں کو ڈھانکا جائے اور سیا ہوا کپڑا بھی نہ پہنائیں اور اس کو ان کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے جو اس نے پہنے ہوئے تھے۔ کیونکہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ ایک دفعہ عرفات میں کھڑے ہوئے تھے اور وہیں ایک آدمی گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اتفاقاً وہ آدمی اپنے گھوڑے کے اوپر سے گر پڑا اور گھوڑے کے پاؤں کے نیچے روندا گیا اور مر گیا رسول خدا ﷺ نے اس کی نسبت فرمایا کہ اس آدمی کو بیری کے پتوں کے پانی اور خالص پانی سے دھو ڈالو اور ان کپڑوں میں ہی دفنا دو جو اس نے پہنے ہوئے ہیں۔ اور اس کے سر کو پوشیدہ نہ کرو خداوند تعالیٰ حشر کے روز اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ لبیک کہتا ہو گا اور اگر چار ماہ سے زیادہ عرصہ کے بچہ کا اسقاط ہو جائے تو اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھیں چاہے یہ ظاہر نہ ہی ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کو ایسے نام سے موسوم کریں جس کا مرد اور عورت دونوں پر اطلاق ہو سکے اور چاہے اس کو مرد نہلائے اور چاہے عورت دونوں کے واسطے جائز ہے۔ ام عطیہؓ روایت کرتی ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو عورتوں نے غسل دیا تھا اور اس وقت اس کی عمر ۱۸ ماہ کی تھی اور مناسب اور بہتر امر یہ ہے۔ عورت کو عورت غسل دے اور مرد کو مرد نہلائے اور اگر عورت اپنے شوہر کو غسل دے تو اس کے جواز پر سب کا اتفاق ہے اس میں کسی کو خلاف نہیں ہے اور اگر شوہر عورت یا ام ولد کو غسل دینا چاہے تو اس باب میں دو روایتیں وارد ہیں۔ ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں کہ جس کے ہاں اولاد ہو اور حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا ہے۔ اور اگر مردے نے قرض دینا ہو یا کوئی وصیت کر جائے تو قرض اور وصیت دونوں پر کفن مقدم ہے یعنی پہلے کفن لے لیں اور اس کے بعد باقی امور پر عمل کریں اور اگر کچھ مال نہ ہو تو حیاتی کے زمانہ میں جس آدمی پر اس کا نان اور نفقہ واجب تھا کفن دینا بھی اس کو واجب ہے اور اگر کوئی ایسا آدمی موجود نہ ہو تو پھر اس کو سلطانی بیت المال سے کفن دیا جائے اور عورت کا کفن بھی قرض اور وصیت پر مقدم ہے اور شوہر پر واجب نہیں ہے کہ عورت کو کفن دے اور بہتر یہ ہے کہ جو آدمی عورت کو غسل دینے کا ذمہ اٹھائے وہی اس کو دفن بھی کرے اور قبر اس قدر گہری کھودیں کہ وہ درمیانہ قد کے برابر ہو اور طول میں تین ہاتھ اور ایک بالشت ہو اور عرض میں ایک ہاتھ اور ایک بالشت خدا کے رسول مقبول ﷺ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عمر اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے واسطے اس قدر زمین کھودی جائے گی جو تین ہاتھ اور ایک بالشت طول میں ہو گی اور ایک ہاتھ اور ایک بالشت عرض میں اور تیرے اہل تم کو غسل دیں گے اور اس کے بعد تم کو کفن پہنائیں گے اور تم کو خوشبو لگائیں گے اور پھر تم کو اٹھا کر لے جائیں گے تاکہ اس زمین میں تم کو دفن کر دیں اور تیرے اوپر مٹی ڈالیں گے اور اس کے بعد تم کو وہیں چھوڑ کر اپنے گھروں میں واپس آجائیں گے آخر حدیث تک اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ مردے کو سر کی طرف سے قبر میں اتارنا مستحب ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو قبر کے پہلو کی طرف سے اتاریں یا جس طرح آسان معلوم ہو اور جیسے عورت کو غسل دینا عورتوں کے ذمہ ہے اور اسی طرح دفن بھی عورتیں ہی کریں اور اگر عورتیں دفن نہیں کر سکتیں معذور ہیں۔ تو پھر اس کے عزیز اور ذوالارحام دفن کریں اور اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو وہ بیگانے آدمی دفن کریں جو ضعیف ہوں اور اگر عورت کو دفن کرتے ہوئے اس کی قبر کو پردہ میں کرلیں تو یہ مستحب ہے کیونکہ سر سے پاؤں تک عورت پردہ کے لائق ہے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' ایک قوم کے لوگوں پر گذرے اس وقت وہ ایک میت کو دفنا رہے تھے اور اس کی قبر پر پردہ کیا ہوا تھا آپ نے دیکھتے ہی قبر کے اوپر سے اس چادر کو کھینچ لیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ کام عورتوں کے واسطے کرنا چاہئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے لاش کو قبر میں رکھ دیں تو اس کے بعد ہر ایک آدمی اس پر تین مٹھی خاک ڈالے یہ سنت طریق ہے۔ اور بعد میں اس کی قبر کو مٹی سے بھر دیں اور زمین سے ایک بالشت اونچی

کریں پھر او پر پانی چھڑک دیں اور او پر سنگریزے ڈالیں اور اگر قبر کو مٹی کے گارے سے بنایا جائے تو یہ جائز ہے اور گچ سے پختہ بنانا مکروہ کہا گیا ہے۔ اور قبر کی صورت ایسی بنائی جائے جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے اور چوڑی یعنی عریض نہ بنائیں اور حسنؓ نے فرمایا ہے پیغمبر ﷺ کی قبر اور آپ ﷺ کے دونوں یاروں کی قبریں اونٹ کے کوہان کی مانند ہیں اور قبر کے کام سے فراغت پائیں تو اس پر تلقین پڑھیں۔ جس کا بیان آگے مذکور ہے یہ سنت طریق ہے۔

ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی تم میں سے فوت ہو جائے اور تم اسکی قبر کو برابر کر چکو تو اس کے بعد ایک آدمی تم میں سے اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور کھڑا ہو کر یہ کہے اے فلاں فلاں عورت کے لڑکے اس آواز کو وہ سنتا ہے مگر جواب نہیں دیتا اور پھر دوسری دفعہ کہے کہ اے فلاں فلاں عورت کے لڑکے یہ آواز سن کر مردہ قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر تیسری دفعہ بھی ایسا ہی کہے اس کے جواب میں میت کہتی ہے کہ تُو مجھے سیدھی راہ دکھا خداوند تعالیٰ تیرے اوپر رحمت نازل فرمائے مگر اے لوگو! اس کا کہنا تم کو سنائی نہیں دیتا اس کے بعد میت سے کہے کہ دنیا سے جس اعتقاد پر تُو نے کوچ کیا ہے اس کو یاد کر اور یہ گواہی دے خدا کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے تو راضی تھا اس بات پر کہ اللہ تیرا ہی پالنے والا ہے اور تیرا دین اسلام ہے۔ اور محمد ﷺ تیرا رسول ہے اور قرآن تیرا پیشوا ہے اور امام ہے اور جب یہ گواہی دے دیتا ہے تو اس کے بعد منکر اور نکیر کہتے ہیں کہ اب اس میت کے پاس ہمارا کیا کام ہے کیونکہ اس کو اپنی حجت بتلا دی گئی ہے اور تلقین کر دی گئی ہے ایک آدمی نے اس وقت سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول مقبول اگر اس میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو پھر کیونکر پکارا جائے آپ نے فرمایا کہ پھر اس کو اسی طرح پکارو اے اماحوا کے فرزند اور اگر مرضی ہو تو اس تلقین کو اور بھی بڑھا دے اور ان الفاظ کو زیادہ کرے میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ راضی ہوا ہوں اور اپنے کعبہ کے قبلہ ہونے پر راضی ہوا ہوں اور اگر اسلام کے اور نشان بھی یاد دلائے تو وہ بھی روا ہیں۔

سترہواں باب

ہفتہ کے دنوں اور ان کی راتوں میں نماز کی فضیلت کا بیان

دنوں کی نماز

ابو سلمہؓ ابو ھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے کہ جب کبھی تُو اپنے گھر سے نکلے تو اس وقت دو رکعت نماز ادا کر کے نکلا کر نماز تمہارے نکلنے کی برائی کو دور کرے گی اور جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اس وقت بھی دو رکعت نماز ادا کر اس سے بھی تیرے داخل ہونے کی برائی دور ہو گی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ' کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی فجر کی نماز کے واسطے وضو کرے اور مسجد کی طرف جائے اور جا کر اس میں نماز پڑھے تو ہر قدم کے عوض میں اس کو نیکی عطاء کی جاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں بدی دور ہوتی ہے اور اس کی نیکی دس درجہ تک زیادہ کی جاتی ہے اور جب نماز کو ادا کر لیتا ہے اور طلوع آفتاب کے وقت واپس لوٹتا ہے تو اس کے بدن پر جس قدر بال ہوتے ہیں اسی قدر اس کو نیکیاں عطاء کی جاتی ہیں اور اس کے سوا مقبول حج کا ثواب بھی اس کو ملتا ہے اور جب رکوع کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ رکوع کے ہر ایک جلسہ میں دو لاکھ نیکی عطاء کرتا ہے اور جو آدمی عشاء کی نماز پڑھتا ہے اس کو اس ثواب کے ساتھ ساتھ ایک عمرہ کا ثواب دیا جاتا ہے اور عثمانؓ بن عفان روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی جماعت کے ساتھ نماز عشاء ادا کرتا ہے تو وہ اس آدمی کی مانند ہوتا ہے جو رات بھر نماز کو ادا کرتا ہے۔ اور ابو صالحؒ نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ' سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ منافق لوگوں پر جس قدر عشاء اور فجر کی نماز گراں گذرتی ہے ان سے بڑھ کر اور کوئی گراں نہیں گذرتی اور اگر ان لوگوں کو ان دونوں نمازوں سے واقفیت ہوتی تو وہ گھٹنوں کے بل چل کر بھی ان نمازوں میں حاضر ہوتے اور انہیں ادا کرتے اور ایک دفعہ میں نے ارادہ کیا کہ جو لوگ منافق ہیں اور ان نمازوں میں وقت پر حاضر نہیں ہوتے لکڑیاں اکٹھی کر کے ان کے ذریعہ سے انکے گھروں کو جلا دوں

اور عطاء بن یسارؓ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ' سے راوی ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی زوال کے بعد چار رکعت نماز ادا کرتا ہے اور ان کی قرات کو اچھی طرح پڑھتا ہے اور رکوع اور سجود بھی بخوبی بجالاتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور رات تک خداوند تعالیٰ سے اس کے واسطے بخشش کی درخواست کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ہمیشہ چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان کا کبھی ناغہ نہیں کیا اور ان رکعتوں کو طول دیا کرتے تھے۔ اور زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے۔ آسمان کے دروازوں کو اس وقت کھول دیا جاتا ہے اور مجھے یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت میرے عمل آسمانوں پر اٹھائے جائیں لوگوں نے آپکی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان چار رکعتوں کے درمیان میں سلام بھی پھیرا جائے تو جواب میں فرمایا سلام کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی عصر کے پہلے چار رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

اتوار کے دن کی نماز

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ' روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی یک شنبہ کے روز نماز کی چار رکعتیں پڑھے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ پڑھے تو جس قدر نصرانی مردوں اور عورتوں کی تعداد ہے۔ ان کے شمار کے موافق خداتعالیٰ اس کو نیکی عطاء کرتا ہے اور اس کے سوا ایک پیغمبر کا ثواب اور بھی مرحمت ہوتا ہے اور حج اور عمرہ کا ثواب بھی اس کے نام پر لکھا جاتا ہے اور ہر ایک رکعت کے عوض میں ہزار نماز کا ثواب اور ملتا ہے اور ہر ایک حرف کے عوض میں اس کو بہشت میں ایک شہر ملتا ہے جو مشک تیز خوشبو والے سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے یک شنبہ کی نماز کو بہت پڑھا کرو اور خداوند تعالیٰ کو وحدہ لاشریک جانو اور اگر کوئی آدمی یک شنبہ کے دن نماز ظہر کے بعد یعنی جب فرض اور سنتیں پڑھ چکے چار رکعت نماز اور پڑھے اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور الم سجدہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ پڑھے اور تشہد کے بعد سلام پھیرے اور اس کے بعد اٹھ کر دونوں رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ جمعہ پڑھے تو اس کے بعد جو حاجت رکھتا ہو خدا تعالیٰ سے درخواست کرے اللہ جل شانہ ' اس کی حاجت پوری کر دے گا اور نصاریٰ کے اعتقاد اور مذہب سے اس کو بچائے رکھے گا۔

سوموار کی نماز کا بیان

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ ' نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ دوشنبہ کے روز جب آفتاب بلند ہو تو جو آدمی اس وقت دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک دفعہ اور آیۃ الکرسی ایک دفعہ اور ایک دفعہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور ایک دفعہ ہی معوذتین پڑھے اور جب سلام پھیر چکے تو دس دفعہ استغفار پڑھے اور دس مرتبہ ہی رسول خدا ﷺ پر درود بھیجے تو خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا اور ثابت بنانی انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی دوشنبہ کے روز نماز کی بارہ رکعت ادا کرے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بارہ مرتبہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور بارہ دفعہ ہی استغفار پڑھے تو قیامت کے روز ایک آواز دینے والا اس کو پکار کر یہ کہے گا کہ فلاں بن فلاں کس طرف کو ہے وہ حاضر ہو اور آ کر خدا کی بارگاہ سے اپنے ثواب کا حصہ لے لے۔ اور جب وہ حاضر ہو گا تو اس کو ایک ہزار بہشتی حلے دیئے جائیں گے اور اسکے سر پر شرف کا ایک تاج رکھا جائے گا اور اس کے بعد اس کو بہشت کی دہلیز پر لے جا کر حکم دیں گے کہ بہشت میں گھس جا اور سو ہزار فرشتے بھی اس کے استقبال کے واسطے آئیں گے اور ہر ایک فرشتہ نے اپنے ہاتھ میں ایک تحفہ لیا ہو گا اور جب بہشت میں گھسے گا تو یہ فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور ایک ہزار نور کے محلوں میں اس کی گذر ہو گی۔

منگل وار کی نماز

یزید رقاشیؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی سہ شنبہ کے روز جب پہر بھر

دن نکل آتا ہے نماز کی دس رکعت ادا کرتا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آفتاب کے بلند ہونے کا وقت بیان ہوا ہے۔ اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اور ایک دفعہ آیت الکرسی اور تین دفعہ قل ھو اللہ احد تو ستر روز تک اس آدمی کے اعمال نامہ میں اس کا کوئی گناہ درج نہیں ہوتا اور اگر ستر روز کے اندر اندر مرجائے تو اس کو شہید کا مرتبہ عطاء کیا جاتا ہے اور اس کے ستر برس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

بدھ وار کی نماز

ابو ادریس خولانی رضی اللہ عنہ ' نے معاذؓ بن جبل سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی چہار شنبہ کے روز جب آفتاب بلند ہوتا ہے نماز کی (۱۲) بارہ رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے اور تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور تین مرتبہ معوذ تین پڑھے تو اس آدمی کو عرش کے پاس سے ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے۔ اے خدا کے بندے نئے سرے سے عمل کر خداوند تعالیٰ نے تیرے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور قبر کے عذاب کی تنگی اور تاریکی بھی دور کر دی ہے اور قیامت کی سختی سے تجھے محفوظ رکھا گیا ہے اب تُو آئندہ کے واسطے نیک عمل کر کسی خراب جگہ پر نگاہ نہ ڈال اور نہ ہی اس میں جا اور پھر اس دن سے اس کے عمل اس طرح لکھے جاتے ہیں جیسے کسی پیغمبر کے عمل لکھتے ہیں۔

جمعرات کی نماز کا ذکر

عکرمہؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ظہر اور عصر کے مابین دو رکعت نماز پڑھے اور پہلی رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور سو دفعہ ' آیت الکرسی پڑھے اور دوسری میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور سو دفعہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو بعد میں سو دفعہ میرے اوپر درود بھیجے تو اس آدمی کو خداوند تعالیٰ اس آدمی کا ثواب عطاء کرتا ہے جو ماہ رجب اور شعبان اور رمضان میں روزے رکھتا ہے اور اس کو ایسا ثواب دیا جاتا ہے جو کعبہ کے حاجیوں کو مرحمت ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ پر ایمان لانے والے آدمی کو ثواب ملتا ہے اور اس پر ایسی بخشش ہوتی ہے جیسی کہ اس آدمی پر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں پر توکل کرتا ہے۔

جمعہ کی نماز کا بیان

علی بن حسین رضی اللہ عنہ ' اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جمعہ کا سارا دن نماز پڑھنے کے واسطے ہے جو مسلمان جب کہ آفتاب نیزہ بھر بلند ہویا اس سے کچھ زیادہ تو اس وقت کامل طور پر وضو کرے اور ایمان اور یقین سے ضحیٰ کی دو رکعت نماز پڑھے تو خداوند تعالیٰ دو سو نیکیاں اس کے عوض میں اس کو لطف فرماتا ہے اور دو سو اس کی برائیاں کم کر دیتا ہے اور اگر کوئی آدمی چار رکعت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے چار سو درجے بہشت میں بڑھا دیتا ہے اور اگر کوئی آدمی آٹھ رکعتیں ادا کرے تو خداوند تعالیٰ اس کے آٹھ سو درجے بہشت میں بلند کرتا ہے اور اس کے جس قدر گناہ ہوتے ہیں وہ سب معاف کر دیتے جاتے ہیں اور اگر نماز کی بارہ رکعت ادا کرے تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کو دو ہزار اور دو سو نیکیاں مرحمت فرماتا ہے اور دو ہزار دو سو برائیاں اس کی بخش دی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ دو ہزار دو سو درجے بہشت میں بڑھا دیئے جاتے ہیں اور ابو صالحؒ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی جمعہ کے روز صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور پھر آفتاب کے نکلنے تک مسجد میں بیٹھے اور خدا کو یاد کرے تو اس کے عوض خداوند تعالیٰ اس کو ستر درجے بہشت میں عطاء کرے گا اور ہر ایک درجہ کے درمیان اس قدر فاصلہ ہوگا جس قدر کہ تیز رفتار گھوڑے کی دوڑ ہوتی ہے جو ستر سال دوڑے اور اگر کوئی آدمی نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اس کو بہشت میں پچاس درجے عطاء کئے جاتے ہیں اور ہر ایک درجہ کے درمیان اس قدر فاصلہ ہوتا ہے جتنا کہ تیز قدم گھوڑے کی پچاس سال کی رفتار کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور جو آدمی عصر کے وقت کی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرتا ہے اور اگر کوئی مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے تو گویا وہ مقبول حج اور مقبول عمرہ ادا کرتا ہے اور مجاہدؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے

ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جمعہ کے روز نماز ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں یہ پڑھے سورہ فاتحہ ایک دفعہ آیتہ الکرسی ایک دفعہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پچیس مرتبہ اور دوسری رکعت میں ان سورتوں کو پڑھے ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور ایک دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور بیس دفعہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور اس کے بعد سلام پھیرے اور سلام پھیرنے کے بعد پچاس مرتبہ یہ پڑھے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ تو یہ شخص اپنے مرنے سے پہلے ہی خواب میں اپنے پروردگار کی زیارت کا شرف حاصل کرلے گا اور یہ بھی دیکھ لے گا کہ بہشت میں میری جگہ کہاں ہے ایک روایت میں وارد ہے کہ ایک اعرابی پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم لوگ مدینہ سے بہت فاصلہ پر ایک جنگل میں رہتے ہیں اور اس قدر طاقت نہیں کہ ہر ایک جمعہ میں ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوسکیں آپ مجھے کوئی ایسی تدبیر بتائیں کہ میں اپنی قوم میں جمعہ کی فضیلت اور جماعت کی بزرگی حاصل کرسکوں اور اپنی قوم کے لوگوں کو بھی اس سے خبردار کروں اس کے جواب میں خدا کے رسول نے فرمایا اے اعرابی جمعہ کے روز جب آفتاب بلند ہو تو اس وقت نماز کی دو رکعت پڑھا کر اور پہلی رکعت میں سور فاتحہ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور اس کے بعد تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے اور پھر بیٹھ کر سات دفعہ آیتہ الکرسی پڑھ اور اس کے بعد چار چار رکعت کرکے آٹھ رکعت نماز ادا کر اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ پڑھے اور پچیس دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور جب نماز پڑھ چکے تو ستر دفعہ یہ پڑھو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اسی خدا پاک کی قسم ہے کہ جو مومن مرد ہو یا مومنہ عورت اس نماز کو ویسا ہی ادا کرے گا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تو میں اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ وہ بہشت میں داخل ہوگا اور ابھی وہ اپنی جگہ پر ہوگا یعنی وہاں سے اٹھا نہیں ہوگا کہ خداوند تعالیٰ اس کو اور اس کے ماں باپ کو بخش دے گا مگر اس کے والدین اسی حال میں بخشے جائیں گے کہ وہ مسلمان ہوں گے اور عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکار کر یہ کہے گا کہ جس قدر تُو نے پہلے گناہ کئے تھے وہ سب بخش دیئے گئے ہیں۔ اب تُو نئے سرے سے عمل شروع کر اور آپ نے اس نماز کی بڑی فضیلت بیان کی تھی اور اگر کوئی جمعہ کے دن اور جمعہ کے وقت کی نمازوں میں اٹھارہ مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے تو اس کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں ہیں۔ پس جو آدمی ان کو حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ اس پر عمل کرے۔

ہفتہ کی نماز کا بیان

سعیدؓ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ہفتہ کے روز نماز کی چار رکعت ادا کرے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے اور تین دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلام پھیر کر آیتہ الکرسی پڑھے تو اس قرات کے ہر ایک حرف کے عوض میں خداوند تعالیٰ اس کو ایک حج اور عمرہ کا ثواب عطاء کرتا ہے اور اس کے سوا ہر ایک حرف کے عوض میں اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے کہ جس قدر ایک سال تک دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کے وقت نماز پڑھنے والے کو دیا جاتا ہے اور ہر ایک حرف کے عوض ایک شہید آدمی کا ثواب بھی اس کو لطف فرمایا جاتا ہے اور پیغمبروں اور شہیدوں کے ہمراہ وہ عرش کے سایہ کے نیچے حاضر ہوگا۔

اٹھارہواں باب

رات میں نمازوں کی فضیلت کا بیان

اتوار کی رات کی فضیلت

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی آدمی یک شنبہ کی رات کو نماز کی بیس رکعتیں ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک دفعہ الحمد للہ پڑھے اور پچاس دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور ایک دفعہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ

النَّاسِ پڑھے اور اپنے واسطے اور اپنے ماں باپ کے واسطے خدا کی درگاہ سے سو مرتبہ استغفار کی درخواست کرے اور سو دفعہ ہی خدا کے رسول مقبول پر درود بھیجے اور اس کے بعد لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ پڑھے اور خدا کی طاقت اور قوت کی جانب متوجہ ہو اور پھر کلمہ تمجید اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ پڑھ کر یہ کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت آدم خدا کے برگزیدہ ہیں اور خداوند کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ابراہیم خدا عزوجل کے دوست ہیں اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور عیسی روح اللہ ہیں اور حضرت محمد ﷺ خدا عزوجل کے حبیب ہیں تو اس آدمی کو ان لوگوں کی تعداد کے موافق اجر و ثواب عطاء کیا جائے گا جو خدا تعالیٰ کا لڑکا قرار دیتے اور جو اس کی اولاد نہیں قرار دیتے اور قیامت کے روز خداوند تعالیٰ اس کو ان لوگوں میں اٹھائے گا جو امن پانے والے ہوں گے اور خدا پر یہ واجب ہو گا کہ نبیوں کے ساتھ بہشت میں اس کو داخل کردے۔

سوموار کی رات کی نماز

اعمش ؒ حضرت انس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی دوشنبہ کی رات چار رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اور دس دفعہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور دوسری رکعت میں ایک دفعہ الحمد پڑھے اور بیس دفعہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور تیسری رکعت میں ایک دفعہ الحمد پڑھے اور تیس دفعہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور چوتھی رکعت میں ایک دفعہ الحمدللہ پڑھے اور چالیس دفعہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اور اس کے بعد پچھتر دفعہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور پھر اپنے واسطے اور اپنے ماں باپ کے واسطے پچھتر دفعہ ہی آمرزش کی درخواست کرے اور پھر پچھتر دفعہ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور پھر جو حاجت رکھتا ہو خدا کی درگاہ میں اس کے پورا ہونے کی درخواست کرے تو خداوند تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کردے گا اور جو نماز مذکور ہوئی ہے اس کا نام صلوۃ الحاجت ہے اور ابو امامہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو شنبہ کی رات کو دو رکعت نماز پڑھے اور ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ ایک دفعہ اور قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پندرہ دفعہ پڑھے اور جب سلام پھیر چکے تو اس کے بعد پندرہ دفعہ آیت الکرسی پڑھے اور پندرہ مرتبہ اپنے لئے استغفار کرے تو اس آدمی کے نام کو خداوند تعالیٰ ان لوگوں کی فہرست میں داخل کرے گا جو اصحاب جنت ہوں گے چاہے وہ آدمی دوزخ میں ہی جانے والا ہو اور اس کے جس قدر ظاہری گناہ ہونگے وہ سب کے سب معاف کردیں گے اور ہر ایک آیت کے عوض اس کو حج اور عمرہ کا ثواب بھی عطاء کریں گے اور اگر اس دوشنبہ سے لے کر آئندہ دوشنبہ تک کے درمیان دنوں میں فوت ہو جائے گا تو شہیدوں میں داخل ہو گا۔

منگل وار کی رات کی نماز

ایک روایت میں وارد ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی سہ شنبہ کی رات کو نماز کی بارہ رکعتیں ادا کرے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے اور پانچ دفعہ اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ تو خداوند تعالیٰ بہشت میں اس کے واسطے ایک ایسا گھر تیار کرادیتا ہے جو دنیا کی وسعت سے طول اور عرض میں سات گنا زیادہ ہوتا ہے۔

بدھ وار کی رات کی نماز

روایت میں وارد ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی چہار شنبہ کی رات میں دو رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور دس دفعہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور دوسری رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور دس دفعہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تو اس کا اجر اس کو یہ عطاء ہوتا ہے کہ ہر ایک آسمان سے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور قیامت تک اس کے ثواب کو لکھتے رہتے ہیں۔

جمعرات کی رات کی نماز

ابو صالح ابو ہریرۃ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی اس دن میں مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے اور ہر ایک رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور پانچ مرتبہ آیت الکرسی اور پانچ مرتبہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اور پانچ دفعہ

معوذ تین پڑھے اور جب نماز سے فراغت پائے تو بعد میں پندرہ دفعہ استغفار پڑھے اور اس کو جو ثواب ہو اس کو اپنے والدین کی طرف منتقل کردے تو اس عمل کے کرنے سے وہ اپنے ماں باپ کا حق ادا کردیتا ہے اگر والدین نے اس کو عاق بھی کردیا ہو تو پھر ان کے حق سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ اس کو صدیقوں اور شہیدوں کا ثواب عطاء فرماتا ہے۔

شب جمعہ میں نماز کی فضیلت

جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی جمعہ کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان نماز کی بارہ رکعتیں ادا کرے اور ہر ایک رکعت میں دس مرتبہ سورۃ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے تو یہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا بارہ سال تک خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے اس طرح کہ دنوں میں تو روزے رکھتا ہے اور راتوں میں نماز ادا کرتا ہے اور کثیر بن سلمہؓ نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کیا ہے کہ خدا کے رسول نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی جمعہ کی رات میں جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتا ہے اور اس کے بعد دو رکعت سنت ادا کرتا ہے اور ان دو رکعت کے بعد دس رکعت نماز اور ادا کرتا ہے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ الحمد للہ پڑھے اور دس دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور ایک دفعہ معوذ تین اور پھر ان کے بعد وتر کی تین رکعت پڑھے اور پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے دائیں کروٹ پر سو رہے تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا شب قدر میں رات بھر خدا کی عبادت کرتا ہے اور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! روشن دن اور روشن رات میں میرے اوپر بڑی کثرت کے ساتھ درود بھیجو اور یہ دن اور رات جمعہ کا دن اور جمعہ کی رات ہے۔

ہفتہ کی رات کی نماز

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی شنبہ کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھے تو اس کے واسطے خداوند تعالیٰ بہشت میں ایک محل تیار کرا دیتا ہے اور وہ ایسا آدمی ہوتا ہے کہ گویا ہر ایک مومن مرد اور عورت کو صدقہ دیتا ہے اور یہودیت سے بیزار ہوتا ہے اور یہ آدمی خداوند تعالیٰ پر یہ حق رکھتا ہے کہ اس کو بخش دیا جائے۔

فرائض اور نوافل کے احکام

توبہ ہی کی مجلس میں کتاب کے درمیان میں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ فرائض کے احکام بجالانے کے بعد نفلی نمازوں اور روزہ اور صدقہ کی طرف متوجہ ہوں اس لئے سب سے پہلے تو فرائض کے ادا کرنے کی نیت کریں اور ان کے بعد دوسری نمازوں کی نیت کرنی چاہئے جو دنوں اور راتوں میں ادا کی جاتی ہیں اور جس قدر فرائض قضا کرچکا ہو انکے ادا کرنے کی نیت کرے تاکہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت شامل حال ہو اور فرائض کے میدان کو صاف کرلے تو اس کے بعد باقی چھوٹی موٹی نفلی نمازوں میں داخل ہو جائے اور نیت کرکے ہر ایک کے حق کو ادا کرے

نماز تسبیح

شیخ ابو نصرؒ اپنے باپ سے اور وہ ابو الفتح محمد بن احمد بن ابو الفوارس سے اور وہ ابو محمد حسنؒ بن محمد بن خلال سے اور وہ ابو حفص عمرؒ بن واعظ سے اور وہ عبداللہ بن محمد بن بغوی سے اور وہ اسحاق بن ابی اسرائیل سے اور وہ موسیٰؒ بن عبدالعزیز سے اور وہ حکم بن ابان سے اور وہ عکرمہؓ سے اور وہ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت عباسؓ سے ارشاد کیا کہ میرے چچا عباس میں تم کو آگاہ کرتا ہوں تم خبردار ہو جاؤ میں تم کو دس خصلتیں بتاتا ہوں اگر ان کو اختیار کروگے اور ان پر عمل کروگے تو خداوند تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کردے گا چاہے قدیمی گناہ ہوں اور چاہے نئے اور جان بوجھ کر کئے ہوں یا نادانستہ چھوٹے گناہ ہوں یا بڑے چھپا کر کئے ہوں یا ظاہر سب معاف کردیں گے اور وہ یہ ہیں چار رکعت نماز ادا کرو اور ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھو اور اس کے سوا کوئی اور سورہ بھی اور جب پہلی رکعت کی قرات سے فارغ ہو جاؤ تو اس کے بعد کھڑے ہو کر ہی پندرہ دفعہ یہ کہو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور اس کے بعد رکوع کرو اور رکوع میں

بھی دس دفعہ اسی تسبیح کو پڑھو اور اس کے بعد رکوع سے سر اٹھا کر پھر دس دفعہ وہی تسبیح کہو اور پھر سجدہ میں جا کر اور پھر دس دفعہ سجدہ سے سر اٹھا کر پڑھو پھر سجدہ میں جا کر دس دفعہ پڑھو پس یہ سب تسبیحیں پچھتر ہوتی ہیں اور ہر ایک رکعت میں اس تعداد کو پورا کیا جائے اگر ادا کرنے کی طاقت ہو تو ہر روز دن میں اس کو پڑھنا چاہئے اور اگر روز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو ہر جمعہ میں ایک دفعہ ادا کیا کرو اور اگر ہفتہ بھر میں بھی ایک دفعہ نہ ہو سکے تو پھر ہر ایک مہینے میں اس نماز کو ایک دفعہ ادا کیا جائے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر سال میں بھی ایک دفعہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو تو پھر عمر میں ہی ایک دفعہ پڑھ لو اور دوسری روایت میں ہے کہ ان چاروں رکعتوں میں یہ قرات پڑھی جائے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور دوسری رکعت میں ان سورتوں کو پڑھو سورہ فاتحہ اور سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ اور تیسری رکعت میں یہ پڑھی جائیں فاتحہ اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور چوتھی رکعت میں ان کو پڑھیں سورہ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور ابو نصرؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنی اسناد کے ساتھ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے جعفرؓ بن ابی طالب سے ارشاد فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ میں تم کو ایک چیز بخشتا ہوں اور ہوشیار ہو جاؤ میں تم پر ایک عطاء کرتا ہوں اور اس کے بعد آپ نے اوپر کی حدیث بیان فرمائی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے عمرو بن عاص کو بھی یہی حدیث فرمائی تھی مگر اس حدیث میں قیام کی حالت میں دس تسبیحیں اور زیادہ کردی ہیں۔ اور بعض روایتوں میں یہ تسبیح تین سو مرتبہ ہے اور سب کو چار رکعتوں میں ادا کرنے کے واسطے امر ہوا ہے اور ایک دوسری روایت میں ان تسبیحوں کی تعداد ایک ہزار دو سو مرتبہ ہے ان تسبیحوں کے چار جملے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ جب ان چاروں کو تین سو میں ضرب دیا جائے تو ایک ہزار دو سو ہو جاتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس عمل کو جمعہ کے روز دو دفعہ کیا جائے ایک دفعہ دن کو اور ایک دفعہ رات کو۔

استخارہ کی نماز اور دعاء

محمد بن منکدرؒ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ ہم کو استخارہ اسی طرح سکھلایا کرتے تھے جیسا کہ قرآن کی سورتوں کی تعلیم دیا کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو نماز فرض کے سوا دو رکعت نماز اور پڑھو اور اس کے بعد یہ کہو خداوندا میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ خیر کی درخواست کرتا ہوں اور تیری قدرت سے تجھ سے مدد اور استعانت چاہتا ہوں۔ میں قادر نہیں تو صاحب قدرت ہے میں نادان ہوں اور تو دانا ہے اور غیب کے علم کو جانتا ہے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین اور میری دنیا اور میری آخرت اور میرے انجام میں بہتر ہے اور جلدی یا دیر میں فائدہ دینے والا ہے تو اس کو میرے واسطے مقدر اور آسان کر اور اس میں مجھے برکت دے اور اگر ایسی نہ ہو تو وہ مجھ سے دور رکھ اور جس جگہ میں ہوں وہاں میرے واسطے نیکی آسان کردے اور مجھے اپنے حکم سے خوشنود کر اور تو اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ہے اور جب کوئی آدمی کسی طرف کو تجارت کے واسطے ارادہ کرے یا حج یا زیارت کو جانا چاہے تو وہ پہلے دو رکعت نماز ادا کرے اور اس کے بعد یہ کہے اے اللہ اس طرف کو میں اس مقصد کے واسطے جانا چاہتا ہوں اور تیرے سوا میرا کوئی اور تکیہ اور بھروسہ نہیں ہے اور نہ ہی تیری ذات کے سوا کوئی اور امید ہے اور نہ ہی قوت ہے کہ میں اس پر توکل کروں اور نہ ہی کوئی تیرے سوا چارہ رکھتا ہوں کہ اس کی طرف پناہ پکڑوں مگر تیرے فضل کا طلب گار ہوں اور تجھ سے تیری رحمت اور نیکیوں کی درخواست کرتا ہوں اور تیری عبادت پر سکون چاہتا ہوں اور تو پہلے سے ہی جانتا ہے کہ اس راستہ میں مجھ کو کیا پیش آنے والا ہے اور کس کو میں دوست رکھتا ہوں اور کس کو مکروہ جانتا ہوں اے اللہ اپنی کامل قدرت سے بلا کو تو مجھ سے دور کردے اور ہر ایک سختی سے مجھے رہائی عطاء فرما اور اپنی رحمت اور لطف اور اپنی مدد اور نگہبانی سے رحمت کے بازو کو میرے اوپر پھیلا دے اور مجھے ہر طرف سے عافیت میں رکھ اس کے بعد سامان سفر اٹھا کر منزل مقصود کی طرف چلنا شروع کرے اور پھر یہ کہے اے میرے پروردگار تیرا حکم میرے اوپر ثابت ہے تو میری امید نیک کردے اور جو چیز میرے خوف کا باعث ہے اس کو مجھ سے دور اور الگ رکھ اور جو چیز میرے واسطے بہتر جانتا ہے اس کو میرے دین اور آخرت کے واسطے آسان اور سہل کردے اے میرے پروردگار میں اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اہل اور فرزندوں اور قریبیوں وغیرہ سے جو کچھ میں نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اس کا تو خلیفہ ہو اور تو اچھا خلیفہ ہے اور سب سے بہتر خلافت کرنے والا ہے اور مومنین میں سے ہر ایک مسافر کا جو غائب ہو تو ہی محافظ ہے اور تو ہی ہے جو ہر ایک کے پردہ کو ڈھانکتا ہے اور ہر ایک مضرت اور نقصان سے بچانے والا تو ہی ہے اور تو ہی ہر ایک ناخوشی اور رنج کو دور کرتا ہے تو دنیا اور آخرت میں اپنی رضاء اور خوشی

سے مجھے کمال دلجمعی عنایت کر اور اپنی یاد اور اپنا شکر نصیب کر اور اپنی اچھی عبادت کی توفیق عطاء کر اور مجھ سے راضی ہو اور اپنی رضامندی کے بعد اپنی رحمت سے مجھ کو بہشت میں داخل کر تو تمام رحم کرنیوالوں میں سے زیادہ رحیم ہے اور سفر میں اکثر یہ دعاء پڑھے کیوں کہ سفر میں نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعاء پڑھا کرتے تھے اور جو دعاء آپ پڑھا کرتے تھے وہ یہ ہے حمد اس خدا کے واسطے خاص ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے حالانکہ میں ایسی کوئی چیز بھی نہ تھا جس کا ذکر کیا جاتا خداوندا دنیا کے اندیشوں اور زمانہ کی سختیوں اور رات اور دن کی مصیبتوں میں تو مجھے مدد دے ظالموں کی شرارت کے واسطے تو ہی میرے حق میں کافی ہے خداوندا تُو سفر میں میرا ساتھ دے اور میرے اہل میں میرا خلیفہ ہو اور جو تو نے مجھے روزی عطاء کی ہے اس میں مجھ کو برکت دے میرے نفس کو تو میری نظر میں خوار اور ذلیل کر اور لوگوں کی نگاہوں میں مجھے بزرگی اور عزت بخش میری پیدائش اور سرشت میں استحکام اور مضبوطی دے اور اپنی دوستی سے سربلندی بخش تو کریم ہے اور میں تیری ذات سے امن کی درخواست کرتا ہوں آسمانوں کو روشن کرنے والا اور تاریکی کو دور کرنے والا تُو ہی ہے اور پہلے اور پچھلے لوگوں کا کام تیری ہی ذات سے نامور اور نیک انجام ہوا ہے تُو میرے اوپر اپنا غصہ نہ کر اور اپنے قہر سے مجھ کو محفوظ کر میں التجا کرتا ہوں کہ ہر ایک بات میں تو مجھے اپنی رضامندی اور خوشنودی عطاء فرما اور کوئی کسی گناہ سے اپنی عبادت کی طاقت سے رہائی نہیں پاسکتا اگر بچ سکتا ہے تو تیرے بھروسے سے بچ سکتا ہے خداوند ہر حال میں تجھ سے میں امن کی درخواست کرتا ہوں سفر کی سختی سے بدی سے بازگشت کرنے کے باب میں زیادتی کے بعد کمی ہو جانے میں اور ستم رسیدہ کی بددعاء سے تو ہی بچانے والا اور مدد دینے والا ہے۔ خداوندا سفر کی درازی اور اس کی مشکلوں کو میرے اوپر آسان کر دے اور نیکی اور اپنی آمرزش اور خوشنودی کی طرف مجھ کو پہنچادے جس قدر چیزیں ہیں ان کی نیکی کا میں تجھ سے ہی خواستگار ہوں کیونکہ ہر ایک چیز پر تجھے قدرت ہے اور جب مسافر اپنے گھر سے نکلنے لگے تو وہ اس وقت یہ کہے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ میں نے اللہ کے اوپر توکل کیا ہے اور خدا کی مدد کے سوا کسی کو قوت حاصل نہیں ہوتی حدیث میں وارد ہے کہ جو آدمی اسطرح خدا کی درگاہ میں درخواست کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کو یہ جواب دیتا ہے کہ اس وقت میں تُو نگاہ رکھا گیا ہے اور کفایت اور حمایت کیا گیا ہے اور جس وقت اپنے گھوڑے پر سوار ہو تو اس وقت تین دفعہ تکبیر اور الحمد پڑھے اور یہ کہے کہ جس نے اس کو میرے تابع بنایا ہے وہ پاک ہے اور مجھ میں یہ قدرت نہ تھی کہ میں اس کو اپنی طاقت سے قابو کرتا اور اس کو اپنے تابع بناتا تیری ذات پاک ہے اور تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو میرے گناہوں کو بخش دے اور تیرے سوا میرے گناہوں کو اور کوئی بخش نہیں سکتا یہ دعائیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تھے اور سوار ہوتے تھے تو اس وقت یہ فرمایا کرتے تھے۔ خداوندا میں تجھ سے اپنے اس سفر میں پرہیزگاری کی درخواست کرتا ہوں اور ایسا عمل چاہتا ہوں جو تیری خوشنودی کا باعث ہو اے اللہ تُو میرے اوپر سفر کو آسان کر دے اور زمین کی درازی کو کم کر اور اس کو طے کر دے اے اللہ سفر میں میرا مددگار تُو ہی ہے اور تُو ہی میرے اہل میں خلیفہ ہے اور ابن جریج نے اس میں ان کلموں کو اور زیادہ کیا ہے خداوندا میں سفر کی سختیوں سے تیرے ہاں امن چاہتا ہوں اور بازگشت کی بدی اور اہل اور مال میں بدنظر سے تیری نگہبانی چاہتا ہوں اور جب کسی گاؤں میں یا کسی شہر میں داخل ہو تو اس وقت اس کو یہ کہنا مناسب ہے اے اللہ تُو ساتوں آسمانوں کا پروردگار ہے اور ان تمام چیزوں کا پروردگار ہے جن پر آسمانوں نے سایہ کیا ہوا ہے اور تمام زمینوں کا اور جو وہ اٹھائے ہوئے ہیں سب کا تُو مالک ہے اور تمام شیطانوں کا اور جن کو انہوں نے گمراہ کر دیا سب کا تُو پروردگار ہے میں اس گاؤں کی تجھ سے نیکی چاہتا ہوں اور اس کے لوگوں کی نیکی چاہتا ہوں اور جو چیزیں اس گاؤں میں موجود ہیں ان تمام کی تجھ سے نیکی چاہتا ہوں اور اس کی بدی اور اس کے لوگوں کی بدی سے تیرے ہاں امن کی درخواست کرتا ہوں اور ان کے سوا جس قدر اور چیزیں اس گاؤں میں ہیں ان کی بدی سے امن مانگتا ہوں اور اس بستی کے نیکوں کی دوستی عطاء کر اور بدوں کی بدی کو مجھ سے دور فرما۔

چور' ڈاکو اور درندہ جانور سے بچنے کا بیان

جب کوئی آدمی سفر میں ہو اور چوروں اور ڈاکوؤں اور درندوں سے بچنا چاہے تو وہ سفر میں اس دعاء کو پڑھے خداوندا تُو اپنی آنکھوں سے میری نگہبانی کر کیونکہ وہ کبھی سوتی نہیں اور اپنے رکن سے میری حفاظت کر کیوں کہ تیرے رکن کا کوئی آدمی قصد نہیں کر سکتا اور اپنی قدرت سے ہم پر رحم فرما کہ ہم ہلاک نہ ہوں اور حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ فرمایا کرتے تھے اگر کوئی آدمی رات کے

شروع میں تین دفعہ یہ کہے میں اس کو خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں اور یہ نام ایسا ہے کہ آسمان اور زمین کی کوئی چیز اس رات کے شروع میں ضرر نہیں دیتی اور وہ ہر ایک بات کو سنتا ہے اور ہر ایک چیز کو جانتا ہے تو اس آدمی کو صبح ہونے تک کوئی ناگہانی بلا ضرر نہ پہنچا سکے گی ابو سعید بن ابو الروحا کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کو مکہ کے سفر میں راستہ بھول گیا اس اثناء میں اپنے پیچھے سے میں نے ایک آہٹ سنی اس کے سنتے ہی مجھے وحشت لاحق ہوئی اور جب میں نے اس آواز پر کان لگائے تو معلوم ہوا کہ کوئی آدمی قرآن پڑھ رہا ہے اور اس دوران میں وہ قرآن پڑھتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا اور آکر کہا میں جانتا ہوں کہ تُو راستہ بھول گیا ہے میں نے اس کو کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے اس کے بعد اس نے کہا کہ تُو میرے پاس آجا میں تجھے ایک ایسی چیز بتاتا ہوں کہ جب تُو اس کو پڑھ لے گا تو اس وقت تم کو سیدھی راہ معلوم ہو جائے گی اور وحشت اور خوف کے وقت وہ تیری غمگساری کرے گی اور اگر تجھ کو نیند نہ آتی ہو گی تو اس کے پڑھنے سے تم کو نیند بھی آجائے گی۔ میں نے اس کو کہا کہ بہت اچھا آپ بتائیں وہ کون سی چیز ہے اس نے کہا یہ پڑھ اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو صاحب مرتبہ ہے اور اس کی دلیل بہت بزرگ ہے اور اس کی قدرت بڑی سخت ہے اور ہر روز وہ اپنی ایک شان میں ہے۔ شیطان سے میں خداوند تعالیٰ کے ہاں امن مانگتا ہوں اور وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے کوئی نگاہ سے لوٹ نہیں سکتا اور نہ ہی کسی کو طاعت پر قوت ہو سکتی ہے مگر خدا کی امداد سے ہوتی ہے اور جب میں نے اس کو پڑھا تو میرے دوست اچانک مجھے اپنے پاس دکھائی دیئے اور اس کے بعد میں نے اس شخص کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نظر نہ آیا اور ابو بلال روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں منیٰ میں اپنے اہل سے الگ ہو گیا میں نے بھی اس وقت یہ دعاء پڑھی تھی۔ جونہی اس کو پڑھا میں نے دیکھا کہ میرے اہل میرے پاس موجود ہیں۔ ابو درداؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی ہر روز سات دفعہ یہ پڑھے خداوند تعالیٰ میرا ایسا مالک ہے کہ اس نے قرآن کو نازل کیا ہے اور جس قدر لوگ نیکوکار ہیں ان کا وہ کارساز ہے اور وہ مجھے کافی ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں میں نے اس پر ہی توکل کیا ہے۔ وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے اس کے پڑھنے کے بعد اپنے دل میں جو ارادہ کرے گا خداوند تعالیٰ اس کو پورا کر دے گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا کے رسول مقبول نے ارشاد فرمایا ہے اگر کوئی آدمی مصیبت کے وقت یہ کہے تو اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بردبار ہے اور کریم ہے اور پاک ہے اور وہ عرش جلیل کا پروردگار ہے اور تمام حمد خدا کے واسطے ہے اور وہ تمام عالم کا پالنے والا ہے۔

نماز کفایہ کا بیان

نماز کفایہ دو رکعت ہے اور ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے اور گیارہ دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور پچاس دفعہ یہ پڑھے فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور اس کے بعد سلام پھیر کے یہ دعاء پڑھے خداوندا تو اپنی رحمت کرتا ہے اور نعمت دیتا ہے اور احسان رکھتا ہے اور تُو ایسا ہے کہ ہر ایک زبان تیری تسبیح پڑھتی ہے نیکی کے واسطے دونوں ہاتھ تیرے کشادہ ہیں تُو ہی ہے کہ محمد ﷺ کے واسطے احزاب کے دن کافی ہوا ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ سے تُو نے ہی بچایا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہاتھ سے تُو نے ہی نجات دی ہے اور ظالموں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے تُو ہی کافی ہوا ہے۔ طوفان میں غرق ہونے سے حضرت نوح علیہ السلام کو تُو نے ہی بچایا ہے اور لوط علیہ السلام کے واسطے اس کی قوم کے فحش کو تُو نے ہی روکا ہے اور ہر ایک چیز کے واسطے تو ہی کافی ہے اور تجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا عائشہؓ اور آسیہؓ کے واسطے تو ہی کافی ہوا ہے اور میرے ساتھ بھی عظیم بلا کے مقابلہ میں کافی ہو یہاں تک کہ تیرے نام کی برکت سے مجھے خوف نہ رہے تیرا نام ہر ایک چیز سے بہت ہی بزرگ ہے جو آدمی اس دعاء کو پڑھتا ہے خداوند تعالیٰ اس کے واسطے کافی ہوتا ہے اور اس نماز کے پڑھنے سے آدمی کا غم اور الم جاتا رہتا ہے اور اس کو دلجمعی ہو جاتی ہے اور اس کی بدی اس سے جاتی رہتی ہے۔

نماز خصومت کا بیان

اگر کوئی خصومت کو دور کرنا چاہے تو وہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ گیارہ مرتبہ پڑھے اور دوسری میں سورہ فاتحہ ایک بار اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دس بار پڑھے اور تین دفعہ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ پڑھے اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دس بار اور ایک دفعہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھے اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ

اَحَدٌ پندرہ بار پڑھے اور ایک دفعہ آیۃ الکرسی اور پڑھنے کے بعد اس کا ثواب اپنے حقداروں کو بخش دے قیامت کے دن خدا نے چاہا تو وہ اس کے کام میں کافی ہو گا اور جو نماز مذکور ہوئی ہے اس کو ان سات مندرجہ ذیل وقتوں میں پڑھے رجب کے مہینے کی پہلی رات میں اور ماہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو اور ماہ رمضان کے آخری جمعہ میں اور دونوں عیدوں کے روز اور عرفہ اور عاشورہ کے روز۔

ماہ شوال میں نماز کی فضیلت

ابو نصر بن بناؒ اپنے باپ سے اور وہ ابو عبد اللہؒ حسین بن عمر علاف سے اور وہ ابو القاسم قاضیؒ سے اور وہ محمدؒ بن احمد بن صدیق سے اور وہ یعقوبؒ بن عبد الرحمان سے اور وہ ابو بکرؒ احمد بن جعفر مروزی سے اور وہ علیؒ بن معروف سے اور وہ محمدؒ بن محمود سے اور وہ یحییٰؒ بن شبیب سے اور وہ حمید سے اور وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی ماہ شوال میں رات یا دن کو آٹھ رکعت نماز پڑھے اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور پندرہ دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ستر دفعہ تسبیح پڑھے اور اس کے بعد پیغمبر خدا ﷺ پر ستر دفعہ درود بھیجے تو میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھ کو سچا اور برحق نبی بنا کر بھیجا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس آدمی کے دل پر حکمت کے چشمے کھول دیتا ہے اور اس کو دنیا کی بیماریاں دکھا دیتا ہے اور پھر ان کی دوا بھی بتلا دیتا ہے اور اس خدا لایزال کی قسم ہے جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے کہ جو آدمی اس نماز کو اسی طرح ادا کرے گا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تو وہ ابھی آخر سجدہ میں ہی ہو گا کہ خداوند تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور جب وہ مرے گا تو شہید اور بخشا ہوا مرے گا اور جو بندہ سفر میں اس نماز کو پڑھتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی منزل کو آسان کر دیتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور اگر وہ آدمی قرضدار ہوتا ہے تو اس کا قرض بھی ادا کر دیا جاتا ہے اور اگر صاحب حاجت ہوتا ہے تو اس کی حاجت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ جس خدا نے مجھ کو سچا نبی بنایا ہے۔ مجھے اس خدا پاک کی قسم ہے جو آدمی اس نماز کو پڑھتا ہے خداوند تعالیٰ اس کو ہر ایک حرف اور آیت کے عوض بہشت میں مخرفہ دے گا لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول مقبول ﷺ یہ مخرفہ کیا چیز ہے آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مخرفہ بہشت میں باغات ہیں جن میں ایک درخت کے نیچے کوئی سوار سو برس تک سیر کرے تو پھر بھی اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا۔

قبر کا عذاب دور کرنے کی نماز

عبد اللہ بن حسنؓ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو رکعت نماز پڑھے اور ایک رکعت میں سورہ فرقان کا آخری رکوع پڑھے تَبَارَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ مومنون کے شروع سے یہاں تک پڑھے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ یہ آدمی انسانوں اور جنوں کے مکروں سے بچا رہتا ہے اور جب قیامت کا روز ہو گا تو اس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور قبر کے عذاب اور فزع اکبر سے بچا رہے گا اور چاہے اس کو شوق نہ ہی ہو خداوند تعالیٰ اس کو قرآن سکھا دے گا اور اس کے فقر کو دور کر دے گا اور اس کو حکمت (دانائی) بخشے گا اور قرآن مجید کے معنوں اور اس کے اسرار سے اس کو واقف کرے گا اور روز قیامت کی دلیل سے اس کو آگاہی عطاء فرمائی جائے گی اور اس کے دل کو اللہ تعالیٰ نور سے منور اور معمور کر دے گا اور جس وقت لوگ غم اور سختی کی بلا میں گرفتار ہوں گے تو خدا تعالیٰ اس کو اس مصیبت اور غم سے نگاہ رکھے گا اور جب اور لوگ اندیشہ میں ہوں گے تو اس کو خدا تعالیٰ بے خوف کرے گا اس کی آنکھوں میں روشنائی عطاء کی جائے گی اور دنیا کی دوستی سے اس کے دل کو خالی کر دیں گے اور خدا کے نزدیک وہ صدیقوں میں شمار ہو گا۔

حاجت کی نماز

ابو ہاشمؒ انسؓ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگے تو وہ پہلے کامل وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں تو سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ختم تک اور جب اس کو تمام کر چکے تو پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور بعد میں یہ دعاء پڑھے اے اللہ اے ہر اکیلے کے غمگسار اے ہر

ایک یگانہ کے یارائے قریب کہ تو کسی سے دور نہیں ہے تو ہر وقت حاضر ہے۔ کبھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہوتا تو غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں میں تجھ سے تیرے اس نام سے طاقت مانگتا ہوں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ تجھے کبھی سستی اور خواب لاحق نہیں ہوتی تو ہمیشہ قائم اور زندہ ہے اور میں تیرے اس نام کے ذریعے مانگتا ہوں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ تو زندہ اور قائم رہنے والا ہے سب لوگوں کے منہ عاجزی اور لجاجت سے تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور جتنی آوازیں ہیں وہ سب تیرے حضور میں پست ہیں اور تمام دل تیرے خوف سے کانپ رہے ہیں کہ تو محمد پر درود بھیج اور میرے کام میں کشادگی عطاء فرما اور میری جو حاجت ہے اس کو روا کردے۔

ظلم سے پرہیز کرنے اور اس کے دفع کرنے کا مذکور

جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کو یہ دعاء سکھلائی تھی اور بعد میں ارشاد کیا تھا کہ اگر تم پر کوئی مصیبت وارد ہو یا وقت کا بادشاہ تمہارے اوپر ظلم کرے یا تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے تو پہلے پورا پورا وضو کرو اور اس کے بعد نماز کی دو رکعت ادا کرو اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاؤ اور یہ کہو اے غیب کی باتوں کے جاننے والے اور بھیدوں کے جاننے والے ہر ایک کو تیری اطاعت لازم ہے کہ تو تمام دلوں کے نزدیک عزیز ہے ہر ایک کا جاننے والا ہے خدا اور اللہ اور خداوند تو ہی ہے جو گروہ تیرے رسول ﷺ کے دشمن ہیں ان کو شکست دینے والا تو ہی ہے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے فرعون کو تو نے ہی سزا دی تھی ظالموں کے ہاتھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو ہی نجات دینے والا ہے حضرت نوح علیہ السلام کو غرق ہونے سے تو نے ہی بچایا ہے اور تو نے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اشکباری پر رحم کھایا ہے۔ ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو تو نے دور کیا ہے۔ تین اندھیروں کی تاریکی سے ذوالنون کو تو نے نجات بخشی ہے تو ہی ہر ایک نیکی کا پیدا کرنے والا ہے اور پھر ہر ایک نیکی کی طرف تو نے ہی ہم کو راستہ دکھلایا ہے اور نیکی کا رہبر بھی تو ہی ہے اور تو ہی صاحب خیرات ہے۔ اے خیر کے خالق اور تمام خیرات کے مالک جس چیز کو میں مفید جانتا ہوں میں اس کے واسطے تیری طرف رغبت کرتا ہوں اور غیب کا جاننے والا تو ہی ہے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ پیغمبر اور آپ کی آل پر درود بھیج اور اس کے بعد جو حاجت رکھتے ہو اس کو خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے طلب کرو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کردے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور ابن عمرؓ ایک دوسری دعاء کی روایت بھی فرماتے ہیں اور اس کو پیغمبر خدا ﷺ نے احزاب کے روز ارشاد فرمائی تھی وہ دعاء یہ ہے اے اللہ میں تیرے ہاں امن کی درخواست کرتا ہوں اور تیرے پاک نور اور تیری پاک بزرگی اور تیرے جلال کی برکتوں کے ذریعے ہر ایک آفت اور رنج اور جنوں اور انسانوں کی بلا سے امن چاہتا ہوں مگر وہ نیکی جو تیری طرف سے مجھ کو پہنچے اس پر راضی ہوں ہر حال میں میری پناہ تو ہی ہے میں تجھ سے ہی پناہ مانگتا ہوں اور میرے واسطے جائے امن بھی تو ہی ہے۔ جس قدر گردن کش ہیں تیرے آگے ان سب کے سر خم ہیں اور خوار اور ذلیل ہیں اپنی مخلوق کی حفاظت اور رعایت کی چابیاں تیرے خزانہ میں ہی جمع ہیں۔ اس لئے میں تیری ذات کے جلال کے طفیل تجھ سے ہی امن مانگتا ہوں اور ان باتوں سے محفوظ رہنے کی درخواست کرتا ہوں کہ تیرے روبرو رسوا نہ ہوں میری پردہ دری نہ کی جائے تیری یاد سے فراموشی نہ ہو تیری شکر گذاری سے باز نہ رہوں رات میں دن میں سوتے ہوئے جاگتے ہوئے آرام میں سفر میں وطن میں تیری حفاظت میں رہنے کی درخواست ہے میرا اشعار تیرا ذکر ہی ہو اور میرا لباس تیری تعریف تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں تیرے نام کو بالکل پاک جانتا ہوں اور تیری ذات کے نور کو بہت بزرگ اور برتر سمجھتا ہوں مجھے رسوائی سے امن دے اور عذاب کی برائی اور اپنے بندوں کی برائی سے نگاہ رکھ اور میرے واسطے نگہبانی کے خیمے کھڑے کر اور اپنی رحمت کا دروازہ کھول کر اس سے مجھ کو غنی بنادے اور نیکی سے مالا مال کر تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔

غم کا دور کرنا اور قرض کا ادا کرنا

ابو موسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے اگر کسی آدمی کو کوئی غم اور اندوہ لاحق ہو وہ اس دعاء کو پڑھے اے اللہ تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ کا لڑکا ہوں میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے اور تیرا حکم مجھ میں جاری ہے اور تو میرے واسطے عدل سے حکم جاری کرتا ہے۔ اے اللہ اپنے نام کی طفیل جو تو نے اپنی ذات کے واسطے مقرر کیا ہے اور اپنی کتاب میں لکھا ہے یا مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا علم غیب میں اس کو پسند کیا ہے میرے دل کو قرآن کریم سے بہار عطاء فرما اور سینہ کی روشنی کا باعث کر اور اس سے رنج و غم کو دور فرما اور اندوہ و فکر

ہٹادے ایک آدمی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر کوئی شخص یہ کلمات بھول جائے (اور اس سے فوت ہو جائیں) وہ تو خسارے اور نقصان میں رہا اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور عائشہؓ سے فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے مجھ کو جو دعاء سکھلائی ہے اس کو آپ نے سنا ہے جو آپ نے ہم کو دعاء بتلائی ہے اور ساتھ ہی ارشاد کیا ہے کہ اگر تم میں سے کسی پر کوہ احد کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا تمام قرض ادا کردے گا نیز فرمایا کہ یہ دعاء عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے دوستوں کو سکھلاتے تھے اور وہ دعاء یہ ہے۔ اے اللہ عقدوں کے کھولنے والا اور غم اور الم کو دور کرنے والا تو ہی ہے اور بے قراروں کی دعاء کو قبول کرنے والا ہے تو دنیا میں رحمان ہے اور آخرت میں رحیم ہے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے اوپر رحم کر اور اپنی رحمت کے ساتھ غیر سے مجھ کو غنی کردے ایک دعاء اور بھی اس بارے میں ہے اور اس کے راوی حضرت حسن بصریؒ ہیں آپ کے پاس آپ کے ایک بزرگ دوست آئے اور ان کی آپ تعظیم کیا کرتے تھے انہوں نے ذکر کیا کہ اے ابو سعید میں قرضدار ہوں آپ مجھے اسم اعظم سکھلاؤ حسن بصری نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو اسم اعظم سیکھنے کی ضرورت ہے تو اٹھ کر وضو کرو انہوں نے وضو کیا اور اس کے بعد آپ نے اپنے دوست سے کہا یہ پڑھو یا اللہ یا اللہ یا اللہ اے سچا اللہ تو ہے خدا کی قسم اللہ تو ہے اور تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ اللہ اللہ قسم ہے تیری تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو میرا قرض ادا کر اور قرض کے ادا کرنے کے بعد مجھ کو روزی دے اور جب صبح ہوئی تو آپ کے اس دوست نے دیکھا کہ مسجد میں سو ہزار درم جو کئی قسم کے سکہ کے ہیں اور تمام کھرے ہیں ایک تھیلی میں بھر کر رکھے ہوئے ہیں اور اس تھیلی کے سر پر مہر لگی ہوئی ہے اور اس کے اوپر یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر تو اس سے بھی زیادہ مانگتا تو ہم وہ بھی تم کو دے دیتے اور تم نے ہم سے بہشت کیوں نہ مانگا اس کے بعد وہ آدمی حسن بصریؒ کے پاس آئے اور آکر ان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا اور انہوں نے دوست کے ساتھ ان درموں کو ملاحظہ کیا اور پھر آپ کے دوست نے کہا کہ مجھ کو افسوس آتا ہے کہ میں نے اپنے خدا سے بہشت کیوں نہ مانگا اس کے بعد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھ کو جو یہ اسم اعظم سکھلایا گیا ہے تو یہ تیری بھلائی کے واسطے سکھلایا گیا ہے اور تو اس کو چھپائے رکھ ایسا نہ ہو کہ حجاج اس کی خبر کو سن لے اگر وہ سن لے گا تو اس کی تعدی کے ہاتھ سے کسی کو رہائی نہیں ملے گی اور حضرت جبرائیل نے ایک اور دعاء بھی سچے رسول ﷺ کو سکھلائی ہے جب آپ مکہ سے نکلے اور قریش کے خوف سے دق ہوئے اور غم سے رہائی پانے اور رزق کی کشادگی کے واسطے کوہ ثور کی طرف تشریف لے جانے کو ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر یہ عرض کی کہ اے محمد ﷺ خداوند تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے ایک دعاء بتلائی ہے تاکہ میں تم کو سکھلاؤں اور پھر جب اس کو آپ پڑھ لیں گے تو خداوند تعالیٰ آپ کے اور قریش کے درمیان میں ایک پردہ ڈال دے گا خدا کے سچے رسول نے فرمایا ہے اے جبرائیل تو بھی سچا ہے اور جو کچھ تو کہتا ہے وہ بھی سچ ہے۔ جو دعاء آپ خدا کے ہاں سے لائے ہیں وہ مجھ کو سکھلایئے اس کے بعد جبرائیل نے ارشاد کیا یہ کہو اے سب بزرگوں کے بزرگ تو ہر ایک آواز کو سنتا ہے اور ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی تیرا وزیر ہے۔ چمکنے والے آفتاب کو تو نے ہی پیدا کیا ہے اور تو نے ہی روشن چاند بنایا ہے تو خوفناک اور ترسناک آدمی کی حفاظت کرنے والا ہے اور امن کی درخواست کرنے والے کو امن دینے والا ہے۔ شیر خوار بچے کو تو ہی روزی دیتا ہے اور شکستہ ہڈیوں کو درست کرنے والا تو ہی ہے۔ ہر زبردست اور سرکش کو تو ہی ہلاک کرتا ہے میں تیری درگاہ میں تکلیف زدہ فقیروں اور بے قرار نابینوں کی مانند تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے عرش کی عزت کے وسیلہ سے اور رحمت کی کلید کے طفیل جو تیری کتاب میں مذکور ہے اور اپنے آٹھوں ناموں کے سبب سے جو آفتاب کے اوپر لکھے ہوئے ہیں کہ میرے فلاں اور فلاں مقصود کو پورا کردے۔

انیسواں باب

متفرق دعاؤں کا بیان

پہلی دعاء

نماز فجر اور نماز عصر کے بعد اس دعاء کو پڑھا جائے اے اللہ حمد اور شکر تیرے واسطے ہی مخصوص ہے اور از روئے فضل تمام احسان تیرے ہی ہیں اور سب نیکیاں تیری نعمت سے ہی تمام ہوتی ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے فوری کشادگی کی درخواست کرتا ہوں تو دعاء کرنے والوں کی

دعائیں ہمیشہ قبول کرتا ہے اور کامل صبر اور تمام بلاؤں سے عافیت اور اندوہ و مصیبت سے سلامتی اپنی رحمت سے تو ہی عطاء کرتا ہے اے اللہ تُو رحمت کرنے والوں میں سے زیادہ رحیم ہے تو ہمارے اجتماع کو مرحوم اجتماع کر اور ہماری جدائی کو عصمت والی جدائی بنا کسی کو ہم میں سے بد بخت نہ بنا اور نہ ہی محروم کر اور ہماری حاجت کو پورا کر اپنے سوا کسی اور پر اس کو موقوف نہ رکھ اور ہمیں اپنی خیر و برکت کی کشادگی اور اپنے اوپر سچے توکل اور اپنی طرف خالص رغبت سے محروم نہ رکھ اور اپنی نعمت سے ہمارے دلوں کو غنا سے بھر دے اور اپنے روبرو شرم کے کپڑے سے ہمارے منہ ڈھانپ لے اور اپنی رحمت سے دنیا اور آخرت کی نیکی ہم کو نصیب فرما تو تمام رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ صبح اور شام کی نیکی ہم سب کو نصیب کر اور قضا و قدر کی نیکی عطاء کر اور صبح و شام اور قضا و قدر کی بدی ہم سے پھیر دے اے اللہ اس روز میں جس قدر تو نے نیکی اور عافیت اور سلامتی اور غنیمت اور رزق کی فراخی نازل کی ہے اس میں تو ہمارا حصہ بھی کر اور وافر حظ مرحمت فرما اے اللہ تُو نے جو بدی اور بلا اور شر اور بیماری اور فتنہ آج کے دن نازل کیا ہے اس سے مجھے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو نگاہ رکھ تمام رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا تو ہی ہے۔

دوسری دعاء

اس خدا کے واسطے حمد ہے جس نے از روئے علم کے تمام چیزوں کو سما لیا ہے اور شمار میں سب کو گن لیا ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ صاحب تکبر ہے۔ صاحب عظمت ہے جبروت اور عزت کا منتہا وہی ہے۔ وہ خداوند رحمت اور خداوند باراں ہے دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ بہت بڑی بادشاہی والا ہے اور اس کا قہر بڑا سخت ہے جس پر چاہتا ہے اس پر مہربانی کرتا ہے جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے اور اے اللہ ہماری صبح نیک کر اور نہ ہی لوگوں میں ہم کو رسوا اور ذلیل کر اے اللہ ہم کو زمانہ کی سختیوں سے نگاہ رکھ اور اس کے مکروہات اور اس کی بدی اور شیطانی مقامات سے بچا اور دبدبہ سلطانی سے بچا اور آج کے دن میں اور دوسرے دنوں میں ہم کو نیکی کی توفیق دے اور برائیوں سے دور اور محفوظ رکھ اے اللہ ہم کو نیک بنا اور ہمارے دلوں کو بھی نیک کر اور ہمارے اخلاق اور افعال سب اچھے کر دے اور ہمارے باپ' ہمارے دادے اور دادیاں' نانیاں' ہمارے لڑکے ان سب کی دنیا اور آخرت نیک بنا اور اللہ جس طرح تو نے رات کو عافیت سے گذارا ہے اسی طرح ہمارے دن بھی سلامتی کے ساتھ بسر کرا دے اور ہمارے اوپر رحم فرما تو تمام مہربانوں سے زیادہ رحیم ہے۔ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی عطاء کر اور اپنی رحمت کے ساتھ دوزخ کے عذاب سے ہم کو نگاہ رکھ اے اللہ تمام رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا تو ہی ہے آمین اے اللہ جہان اور جہان کے لوگوں کا رب تُو ہی ہے۔

تیسری دعاء

جس خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے تمام تعریف اس کے واسطے ہی مخصوص ہے اس وحدہ لا شریک لہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں میں نے اسی پر ہی توکل کیا عرش عظیم کا پروردگار وہی ہے جو چیز اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اس سے وہ پاک اور بلند ہے اے اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے چاہے ہم نے ظاہر میں کئے ہیں اور چاہے پوشیدہ اور اس کے سوا جو لغزش اور خطاء تُو جانتا ہے سب معاف کر اے اللہ دنیا اور آخرت میں ہم کو اپنی خوشنودی عطاء فرما اور نیک بختی اور کلمہ شہادت اور مغفرت پر ہمارا خاتمہ کر اے اللہ ہماری عمر کا آخری حصہ نیک بنا اور نیکی پر ہمارے عملوں کا خاتمہ فرما اور ہمارے واسطے دنوں میں سے بہتر دن وہ ہے جس روز ہم تیرے پُر نور دیدار سے شرف حاصل کریں گے ہر حال میں ہم نے تیرے ہاں امن چاہا ہے نعمت کے زائل ہونے سے تیری اچانک آفت سے ہم پناہ مانگتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو عافیت سے دور نہ رکھ اے اللہ میں ان باتوں سے تیرے ہاں امن مانگتا ہوں بد بختی بلا کی مشقت' دشمنوں کا خوشنود ہونا نعمت کا بدل جانا قضا و قدر کی بدی مکروہات اور برائیاں۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری بخشش مانگتا ہوں میرے رنج مجھ سے دور کر اور بیماری سے شفا بخش اور ہمارے مردوں پر رحم فرما اور ہمارے جسموں کو صحت دے اور اپنے واسطے ہمارے دین کو خالص کر اے اللہ ہم کو اپنی پناہ میں رکھ اور ہمارے سینہ کو کشادہ کر دے اور ہمارے کاموں کا بندوبست اور انصرام کر اور ہماری اولاد کو بھی درست فرما اور جو ہمارے گناہ ہیں ان کو پوشیدہ کر دے اور ہمارے بچھڑے ہوئے ہم سے ملا

دے اور اپنے دین میں ہمیں ثابت قدم رکھ اے اللہ ہم تجھ سے نیکی اور رہنمائی کی درخواست کرتے ہیں ہمیں دنیا اور آخرت کی نیکی عطاء فرما اور اپنی رحمت سے ہم کو مسلمان بنا اور دوزخ اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھ رحم کرنے والوں میں سے تو سب سے زیادہ رحیم ہے اور جہان اور جہان کے لوگوں کا پروردگار تُو ہی ہے دعاء کے پڑھنے کے واسطے حکم دیا گیا ہے اور خدا کے نزدیک اس کا بہت بڑا رتبہ ہے چاہے امام ہو اور چاہے مقتدی اس کو لازم ہے کہ اس دعاء کے پڑھنے کے سوا مسجد کے اندر قدم نہ رکھے اور نہ ہی اس دعاء کے سوا مسجد سے باہر نکلے اور حکم کیا گیا ہے کہ جب فارغ ہو جائے تو اس وقت دعاء مانگے اور خدا کی طرف راغب ہو اور اس سے مانگو یعنی جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس وقت خدا کی درگاہ میں دعاء مانگو انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب امام محراب میں کھڑا ہو اور صفیں برابر ہو جائیں تو اس وقت خداوند تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور یہ رحمت پہلے پہل امام کو پہنچتی ہے اور اس کے بعد ان لوگوں پر جاتی ہے جو امام صاحب کے داہنے ہاتھ کھڑے ہوتے ہیں اور پھر بائیں والوں کو پہنچتی ہے اور اس کے بعد وہ رحمت تمام لوگوں پر پھیل جاتی ہے اور فرشتہ آواز دے کر یہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی نے تو فائدہ اٹھایا ہے اور فلاں آدمی نے نقصان اور فائدہ اٹھانے والوں میں تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کے روبرو اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہیں اور گھاٹے میں وہ رہتے ہیں جو دعاء کرنے کے سوا ہی مسجد سے باہر چلے جاتے ہیں اور جب کوئی دعاء کے سوا مسجد سے نکل آتا ہے تو فرشتے اس کے حق میں کہتے ہیں کہ اے فلاں آدمی تُو خدا کی نعمت سے بے پرواہ ہو گیا ہے کیا تُو یہ جانتا ہے کہ اس کو تیری کوئی ضرورت نہیں۔

قرآن کے ختم کرنے کی دعاء

خداوند تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اور وہ بزرگ ہے اس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اور از سرِ نو پیدا کیا ہے اس نے دین کا راستہ بنایا ہے اور اس میں نور کو روشن فرمایا ہے اور سب طرف میں اس نور کی شعاعیں پھیلا دی ہیں اور ہر ایک کے رزق کو اول سے ہی مقدر کر دیا ہے اور فراخ کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ سب کو دیتا ہے اور مخلوق کو فائدہ بھی عطاء کیا اور ضرر بھی اور خدا نے پانی کو جاری فرمایا ہے اور زمین پر چشموں کو رواں کیا ہے اور آسمان کی چھت اسی نے قائم کی ہے جو محفوظ اور بلند ہے اور اسی نے ہی زمین کا فرش بچھایا ہے اور چمکتے ہوئے چاند کو طلوع کیا ہے اور اس کو رواں کیا ہے اور اس کا رتبہ بلند ہے اور پاک اور بزرگ ہے اور اس کی سلطنت سب پر غالب ہے کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو اس کے حکم کو پھیر سکے اور نہ ہی اس کے کئے کو کوئی رد و بدل کرنے والا ہے۔ جس کو خداوند تعالیٰ عزت دیتا ہے کوئی اور اس کو خوار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور جس کو وہ ذلیل کرے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا اور جس کو وہ جمعیت دے کوئی اس کو پراگندہ نہیں کر سکتا اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی اور سچا معبود ہے اس اللہ نے سچ فرمایا جس نے تمام زمانہ کی تدبیر فرمائی ہے اور ہر ایک کے واسطے جو کچھ مقدر کیا تھا اس کو تقسیم کر دیا ہے اور وہی ہے۔ جو چیزوں کو تغیر دیتا ہے اور سینوں میں جو پوشیدہ راز ہیں ان کو جانتا ہے اور پے در پے جو تاریک راتیں آتی ہیں ان کے اسرار کو پہچانتا ہے اس نے تمام دشواریوں کو آسان کیا ہے اور جو آسانیاں تھیں ان کو بھی آسان کر دیا ہے اور مواج دریاؤں اور سمندروں کو مسخر بنایا ہے اور آسمانی کتابیں نازل کی ہیں جیسے قرآن مجید اور توریت اور انجیل اور زبور ہیں اور نور نازل کیا ہے اور طور اور لوح محفوظ اور بیت المعمور اور بعث و نشر اور نور اور تاریکی اور انکو پیدا کیا اور غلمانوں کی اور حوروں کی اور بہشت اور بہشت کی بلندیوں کی قسم کھائی ہے اور فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو سنواتا ہے اور جو لوگ قبروں میں ہیں ان کو تُو سنانے والا نہیں ہے۔ خدا بزرگ سچا ہے اور وہ عزت والا اور بلند ہے اور ہر ایک چیز پر غالب ہے اور سب سے قوی ہے اور کوئی چیز اس کی عظمت کے برابر نہیں اس کے مقابلہ میں دوسری ہر ایک چیز ذلیل اور خوار ہے خدا نے آسمانوں کو بلند کیا ہے اور زمین کو بچھا دیا ہے اور کشادگی بخشی ہے اور جابجا نہریں جاری کی ہیں اور چشمے نکالے اور دریا آپس میں ملا دیئے ہیں اور پانی سے انھیں لبالب کیا ہے اور ستاروں کو مطیع اور روشن فرمایا ہے اور خدا نے بادل پیدا کئے ہیں اور ان کو بلندی دی ہے اور نور کو شعلہ زن کیا ہے اور بادلوں سے پانی برسایا ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کی ہیں اور اپنا پاک کلام ان کو سنایا ہے اور کوہ طور پر اپنی تجلی ڈالی ہے اور جلوہ سے اس کو ریزہ ریزہ کیا ہے کسی پر عطاء کی ہے کسی کو محروم رکھا ہے کسی کو فائدہ پہنچایا ہے کسی کو ضرر کسی کو کچھ دیا ہے اور کسی کو نہیں دیا اس نے سنت بنائی ہے اور اسی نے شرع اور ان کو جدا کیا ہے اور اکٹھا بھی کیا ہے اور خدا نے تمام لوگوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی ایک ذات سے پیدا کیا ہے۔ اسی کی قدرت

سے نطفوں نے اپنے باپوں کو پیٹھ اور ماؤں کے پیٹ میں قرار پکڑا ہے اور ان جگہوں میں سب کو بطور امانت رکھا ہے خداوند تعالیٰ بزرگ ہے سچ فرمایا ہے وہ توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے جتنے گردن کش لوگ ہیں سب کی گردن اس کی عظمت کے آگے خم ہے جتنے گردن کش ہیں سب کے سب اس کی درگاہ میں اس کے جاہ و جلال کے آگے عاجز اور ذلیل ہیں چاہے کیسی ہی کوئی سخت اور دشوار چیز ہو اس کے روبرو وہ آسان ہے اور عقلمندوں نے اس کی صنعت سے ہی سیدھی راہ حاصل کی ہے رعد' ابر' برق' سراب اور درخت' چوپایہ وغیرہ جانور سب اس کی تسبیح پڑھنے والے ہیں۔ وہ تمام خداوندوں کا پروردگار ہے سببوں کو وہی پیدا کرتا ہے اور اس نے کتاب کو بھیجا ہے اور مٹی سے تمام مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ توبہ کو وہی قبول کرتا ہے اور عذاب کو بھی سخت کرنے والا ہے اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں میں اس پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میری باز گشت ہے اللہ نے سچ فرمایا ہے اور وہ بزرگ ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور وہی سیدھا راہ دکھانے والا ہے کسی نے یہ سچ کہا ہے کہ میرا کفیل وہ کافی ہے اور اس کو میں نے اپنا وکیل مقرر کیا ہے خدا تعالیٰ سچا ہے اور وہی ہمیشہ راستہ دکھلانے والا ہے اور خداوند تعالیٰ نے یہ راست فرمایا ہے کہ خدا سے زیادہ راست گو کون ہے اللہ سچا ہے اور اس کی خبریں بھی سچی ہیں اور اس کے تمام پیغمبر بھی سچے ہیں اور اس کی جتنی نعمتیں ہیں وہ بہت ہی بڑی ہیں اور اس کے آسمان اور اس کی زمین بھی سچی ہے وہ یگانہ ہے قدیم ہے' بزرگ ہے' کریم ہے' حاضر ہے' دانا ہے' بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے شکور ہے اور بردبار اور تم ابراہیم کے دین کی پیروی کرو خدا نے یہ سچ فرمایا ہے کہ میرے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے وہ رحمان ہے رحیم ہے زندہ ہے دانا ہے کریم ہے باقی ہے وہ کبھی مرتا نہیں اور ہمیشہ صاحب جلال اور جمال ہے اور بزرگیوں کا صاحب ہے ۔

بزرگ پیغمبروں نے اس کا پیغام سچا پہنچایا ہے ہمارے سردار پر خدا کا درود ہو اور سلام اور باقی تمام مومنوں پر بھی ہو اور ہم خدا کے قول پر گواہ ہیں جو ہمارا پروردگار اور ہمارا سردار اور ہمارا مولا ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ نے جن چیزوں کو ہم پر واجب اور لازم کیا ہے اور ان سے ہم کو انکار نہیں ہے۔ خدا پاک جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے حمد اسی کے واسطے خاص ہے اور ہمارے سردار پر جو محمد مصطفیٰ ہیں اور تمام نبیوں کے خاتم پر خدا کا درود ہو اور آپ کے بزرگ آباء پر جو حضرت آدم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور آپ کے تمام انبیاء بھائیوں پر اور آپ کے پاک اہل بیت پر اور آپ کے بزرگ اصحابوں پر اور ان کے برگزیدوں پر اور آپ کی پاک ازواجوں پر جو تمام مسلمانوں کی مہربان مائیں ہیں اور آپ کے نیک تابعداروں پر قیامت تک ہو اور تیری رحمت ہمارے اوپر بھی ہو تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔ اللہ سچا ہے جو جلال اور بزرگی اور عظمت کا صاحب ہے اور وہ ایسا جبار ہے کہ کوئی اس کا قصد نہیں کر سکتا اور وہ اس قدر غالب ہے کہ کوئی اس پر جور کرنے والا نہیں جہاں کو اسی نے قائم رکھا ہوا ہے اور اس کو کبھی خواب لاحق نہیں ہوتا بڑے بڑے کام اور عظیم بخششیں اور بڑے بڑے احسان اور عام فضل اور عام انعام اور عطائیں اور کمالات اور بڑے بڑے امور ہمیشہ اس کو در پیش رہتے ہیں تمام فرشتے اور چوپائے اور زمین میں گھسنے والے جانور اور ہوا میں اڑنے والے اور بادل اور روشنی اور سایہ یہ سب چیزیں اس کی تسبیح پڑھنے والی ہیں مالک ملک وہی ہے وہ پاک ہے بے عیب ہے اور ہم خدا کے قول پر ثابت ہیں جو ہمارا پروردگار ہے اور اس کے نام پاک ہیں اور اس کی نعمتیں عظیم ہیں۔ اور آسمانوں اور زمینوں نے اس کی خالقیت پر گواہی دی ہے اور پیغمبر اور رسول اس کی حمد کے ساتھ ناطق ہیں اور گواہ ہیں اور خدا نے گواہی دی ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور تمام فرشتے اور باقی صاحبان دانش سب اس کے عادل گواہ ہیں اور شہادت دینے والے ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ دانا ہے اور غالب ہے اور خدا کے نزدیک بہتر دین اسلام ہے اور ہم اپنے پروردگار اور اس کے فرشتوں کے گواہ ہیں اور لوگوں میں سے جو دانا ہیں ان کی دانائی کے گواہ ہیں اور خدا نے جو غالب اور تعریف کیا گیا ہے آپ ہی گواہی دی ہے اور مومن لوگ اور خدا کے خالص دوست خداوند عرش کی گواہی دیتے ہیں اور اس گواہی کا ادا کرنا نیک اور رشید عمل کا بجالانا ہے اور جو لوگ اس شہادت کے قائل ہوں ان کو اللہ تعالیٰ بہشت دے گا اور بہشت میں جابجا بیریاں ہیں اور تہ بہ تہ کیلے ہیں اور ان کا سایہ بہت بڑا لمبا ہے اور بہتا ہوا پانی ہے اور بہشت میں پیغمبروں کی رفاقت بھی نصیب ہو گی اور پیغمبران لوگوں کے گواہ ہونگے جنہوں نے رکوع کیئے ہیں اور سجدے کیے ہیں اور اپنی تمام کوشش کو خداوند تعالیٰ کی عبادت میں صرف کیا ہے اے اللہ اس تصدیق کے سبب سے ہم کو راست لوگوں میں داخل فرما اور راست گفتار ہونے کے سبب سے ہم کو گواہوں میں شامل فرما اور پھر اس گواہی کے سبب مومنوں کے گروہ میں داخل کر اور پھر ایمان کے سبب سے موحد بنا دے اور اس توحید کے باعث مخلصوں کے فرقہ میں جگہ دے اور پھر اخلاص کے

سبب سے یقین کرنے والوں میں شامل کردے اور اس یقین کے سبب سے عارفوں میں ملا اور معرفت کی طفیل سے اقرار کرنے والوں کا مرتبہ عطاء کراور پھر رجوع کرنے والوں میں شامل فرما اور اس رجوع کے سبب سے ان لوگوں میں لے جا جو اپنے مقصود کو پہنچنے والے ہیں اور اس کی رغبت کرنے والے ہیں جو تیرے پاس بہتر چیز ہے اور ہمارا حشران لوگوں کے ساتھ کر پیغمبر' صدیق' شہید' نیکوکار اور اس گروہ میں داخل نہ کر جن پر شیطان نے غلبہ پایا ہوا ہے کیونکہ شیطان نے ان کو دنیا میں مشغول کردیا ہے اور انکے دلوں سے دین کی یاد بھلادی ہے ان کی صبح تو ندامت ہے اور ان کی عاقبت زیاں کاری اور اپنی رحمت کے ساتھ ہم پر یہ واجب کر کہ ہمیشہ ہم بہشت میں رہیں۔ رحمت کرنے والوں میں سے تُو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ اے اللہ حمد خاص تیرے واسطے ہے اور لائق حمد کے بھی تُو ہی ہے اور تُو ہی صاحب فضل ہے اور صاحب نعمت تُو نے پے در پے احسان کئے ہیں خالص حمد اور احسان تیرے واسطے ہی ہے اے اللہ تُو نے ہم پر پے در پے انعام کئے ہیں اس کے لئے بھی حمد تیرے واسطے ہی مخصوص ہے اے اللہ ہماری ماؤں اور باپوں کے دلوں کو جب ہم چھوٹے سے بچے تھے تُو نے ہمارے اوپر مہربان کیا ہے اور اپنی نعمت کو ہمارے اوپر دو چند کیا ہے یہاں تک کہ ہم جوان ہوئے اور پھر تُو نے ہماری طرف برکتوں کی بارش نازل فرمائی اور کئی دفعہ ہم نے غفلت کی ہے اور تُو نے ہم پر جلدی سے گرفت نہیں کی اس لئے خالص حمد تیرے واسطے ہی ہے اے اللہ ظاہر اور باطن میں ہم تیری حمد کرتے ہیں اور اپنی محبت اور اپنے اختیار سے جو تُو نے عطاء کیا ہے تیرے شاکر ہیں تُو نے ہماری خطا پر ہم کو خبردار کیا ہے اور توبہ کے واسطے ہدایت فرمائی ہے ہمیں بہشت نصیب کر اور اپنی بخشش سے عذاب دوزخ سے نگاہ رکھ اور حشر کے روز ہماری پردہ دری نہ کر ایسا نہ ہو کہ ہم شرمساروں کے گروہ میں داخل کئے جائیں ہمارے قبیح افعال سے ہم کو رسوا نہ کر اور جس دن ملاقات نصیب ہو اس روز رسوائی اور ذلت کا لباس ہم کو نہ پہنا رحمت کرنے والوں میں سے زیادہ رحیم تُو ہی ہے تُو نے ہم کو اسلام کی راہ دکھلائی ہے اور حکمت اور قرآن سکھلایا ہے اور معرفت کی شناخت سے پہلے ہی تُو نے ہمارے اوپر اس کی تعلیم کا احسان رکھا ہے اور اس کی بزرگی کے پہچاننے سے پہلے ہی اس کے واسطے ہم کو مخصوص کردیا ہے اے اللہ جب ہمارے اوپر تیرا یہ عام فضل ہے اور حیلہ اور اپنی قوت کے سوا ہمارے اوپر تیرا یہ احسان ہے تو ہم کو یہ توفیق دے کہ ہم قرآن کے حق کو نگاہ رکھیں اور اُس کی آیتوں کو یاد کریں اور اس کی محکم آیتوں پر عمل کریں اور اس کے متشابہات پر ایمان لائیں اور اس کے تدبر میں رہنمائی حاصل کریں اور اس کی مثالوں پر غور کریں اور اس کے معجزوں پر فکر کریں اور اس کے نور اور اس کی حکمت کے دیکھنے کے واسطے بینائی عطاء کر یہاں تک کہ اس کی صداقت میں ہم کو کوئی شک باقی نہ رہے اور اس کے راستہ میں چلتے ہوئے ہمارے پاؤں میں کوئی کانٹا نہ چبھے اے اللہ تو قرآن مجید کے سبب ہم کو عظیم فائدہ پہنچا اور اس کی آیتوں میں اور اس کے حکم کے ذکر میں برکت عطاء کر اور قبول فرما خداوندا تُو سمیع ہے تُو علیم ہے تُو ہم کو توبہ کی توفیق عطاء کر کیونکہ توبہ قبول کرنے والا تُو ہی ہے اور رحمت کرنے والوں میں سے تُو ہی زیادہ رحیم ہے۔ اے اللہ قرآن کو ہمارے دلوں کے واسطے بہار بنا اور ہمارے سینوں کے واسطے شفا۔

اور اپنی طرف ہمارے دل کی کشش کا باعث بنا اور اپنے بہشتوں کی طرف قرآن کو کشش کا وسیلہ کر تیری رحمت کے ساتھ بہشت ایک بہت بڑی رحمت ہے اے اللہ قرآن کو ہمارے دلوں کے واسطے روشنی بنا اور ہماری آنکھوں کے واسطے بینائی اور ہماری بیماری کے واسطے دوا اور گناہوں سے پاک کرنے کا سبب اور دوزخ کی آگ سے نجات دینے والا کر اے اللہ قرآن کی برکت کے سبب ہم کو بہشتی حلے عطاء کر اور اس کے درختوں کے سایہ میں ہم کو جگہ دے اور اپنی نعمتوں کو ہمارے اوپر پورا کردے اور کینہ کو ہمارے دلوں سے نکال ڈال اور جزاء کے وقت ہم کو بامراد کر اور اپنی نعمتوں پر شاکر اور بلاؤں پر صابر بنا اور ان گروہوں میں داخل نہ کر جن میں شیطانوں نے اپنا اثر ڈال رکھا ہے کیونکہ اس قسم کے لوگ دین کو چھوڑ کر دنیا کی طرف راغب ہوتے ہیں اور وہ زیاں کار ہو جاتے ہیں ساتھ رحمت اپنی کے یا ارحم الراحمین اے اللہ قرآن کو ہمارے حق میں باعث گمراہی نہ بنا کہ اس کے باعث ہم پل سے پھسلیں اور نبی ﷺ کو جو ہمارے سردار ہیں قیامت کے روز ان کو ہماری طرف سے روگردان نہ کر اے ہمارے خدا اے ہمارے پروردگار اے ہمارے روزی دینے والے تو محمد ﷺ کو ہمارے شفیع اور سفارش قبول کیا گیا اور پیغمبر ﷺ کے حوض کے کنارے پر ہمیں نازل کر اور اس میں سے خوشگوار ایک پیالہ بھر کر ہمیں عنایت کردے جو ہم کو ایسا سیراب کردے کہ اس کے بعد پھر کبھی پیاس لاحق نہ ہو اور نہ ہی پھر رسوا ہوں اور نہ ہی ان لوگوں سے ہوں جو شرمندگی کے سبب سے سر کو جھکانے والے ہوتے ہیں اور زیاں کار اور مغضوب لوگوں میں سے بھی نہ ہوں اور گمراہی بھی نصیب نہ ہو ساتھ اپنی رحمت کے یا ارحم الراحمین اے اللہ قرآن سے ہم کو فائدہ دے تُو نے اس کا رتبہ

بہت بلند بنایا ہے اور اس کے رکنوں کو بھی تُو نے ثابت اور برقرار رکھا ہے اور اس کی دلیل قوی کی ہے اور اس کی برکتوں کو ظاہر فرمایا ہے اور یہ عربی زبان فصیح میں ہے اے اللہ کہ تُو پاکی اور عزت کا صاحب ہے تُو نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے (جب ہم قرآن کو پڑھیں تو تو اے محمد اس کی پیروی کر اور پھر اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے) از روئے ترتیب کے قرآن تیری کتابوں میں سے بہت اچھی کتاب ہے اور از روئے کلام کے زیادہ واضح ہے اور حلال اور حرام کے رو سے زیادہ ظاہر ہے اس کا بیان محکم ہے اور اس کی دلیلیں ظاہر ہیں اور زیادتی اور نقصان سے پاک ہے ۔ قرآن نازل ہوا ہے جو سب سے بڑھ کر "ستودہ صفات ہے اے اللہ قرآن کے سبب سے ہم کو بزرگی عطاء کر اور اس کے ثواب کی زیادتی بخش اور ہر ایک نیک و کار اور نیک بخت آدمی تک ہم کو پہنچادے اور ہم کو ایسے عمل میں مصروف کر جو نیک اور رشید ہو اور تُو نزدیک ہے اور دعاء کو قبول کرنے والا تُو ہے بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اے اللہ جس طرح تو نے ہم کو قرآن کا تصدیق کرنے والا اور جو کچھ قرآن میں موجود ہے اس کا ثابت کرنے والا بنایا ہے اسی طرح اس کی تلاوت سے بھی تو ہم کو فائدہ پہنچا اور اس کے عمدہ کلام کی طرف ہمارے کان لگا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے نصیحت دے اور اس کے احکام کے جامع بنا اور اوامر و نواہی کے سامنے عاجزی کرنے والے ۔ اور جب میں قرآن کو ختم کر چکوں تو اس کے بعد مجھ کو اپنے مقصود پر پہنچادے اور ان لوگوں میں داخل کر جو ثواب کو جمع کرنے والے ہوتے ہیں اور تیرے ذاکر اور ہر ایک کام میں تیری طرف رجوع کرنے والے اور اس رات میں اپنی رحمت سے سب کو بخش دے اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں شامل کر جو قرآن مجید کی حرمت کو نگاہ رکھتے ہیں اور اس کے مرتبہ کو بلند سمجھتے ہیں اور جب اس کو حفظ کرتے ہیں تو اس کی عزت کی بزرگی کو بحال رکھتے ہیں اور جب اس کو سنتے ہیں تو جیسے اس کے آداب ہیں ان کے موافق اس کا ادب کرتے ہیں اور جب اس سے جدا ہوتے ہیں تو پھر بھی اس کے احکام کی بجا آوری اپنے اوپر لازم جانتے ہیں اور جب قرآن کے مجاور ہوتے ہیں تو اس حال میں اس کی ہمسائیگی کو نیک جانتے ہیں اور اس کی تلاوت سے یہ خواہش رکھتے ہیں کہ تیرا اپُر انوار دیدار نصیب ہو اور سرائے آخرت کی نیکی ملے قرآن مجید کی برکت سے ہم کو فاخرہ مقاموں پر پہنچادے اور ان لوگوں میں داخل کر جو قیامت کے دن بہشت کے درجوں میں خراماں خراماں پھرتے ہوں گے اور اپنے پیغمبر کی ہمراہی میں ہوں گے اور پیغمبران پر راضی اور خوش ہو کر ان سے ملاقات کریں گے پس جو آدمی قرآن کے ذریعے شفاعت کی تلاش کرتا ہے ۔ وہ بد بختی سے بری ہوتا ہے ۔ اے اللہ جو آدمی قرآن کو پڑھتا ہے اور حاضر ہو کر اس کو سنتا ہے اور اس کی دعاء پر آمین کہتا ہے اس کا خاتمہ بالخیر اور مبارک کر اے اللہ جو لوگ گھروں کے مالک ہیں ان کے گھروں میں اور جو قصروں کے مالک ہیں ان کے قصروں میں اور جو حدوں کے مالک ہیں ۔ ان کی حدوں میں اور جو لوگ اہل حرمین ہیں ان کے حرمین میں قرآن مجید کی برکتیں بھر دے تاکہ ان لوگوں پر بہشت کے دروازے کھل جائیں خداوندا جو لوگ ہمارے ہم مذہب ہیں اور اہل قبور ہیں ان کی قبروں میں روشنی اور فراخی عطاء کر اور نیکی کے مقابلہ میں ان کو نیکی کی جزا دے اور بدی کے عوض میں ان پر اپنی آمرزش اور رحمت نازل فرما جب یہ لوگ تیری طرف رجوع لائیں تو توبہ کریں کیونکہ تُو رحمت کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحیم ہے ۔ اے اللہ تُو موت سے بری ہے اور ہر ایک آواز کو سنتا ہے اور موت کے بعد پھر ان ہڈیوں کو لباس پہنائے گا تُو محمد اور اس کی آل پر رحمت نازل کر اور اس مبارک رات میں ہمارا کوئی ایسا گناہ باقی نہ رہنے دے ۔ جو تیری بخشش کے دامن میں نہ آجائے اور کوئی غم اور کوئی سختی ایسی باقی نہ رکھ کہ اس سے رہائی نہ ہو جو بدی ہو اس کو پھیر دے ہر ایک مرض سے شفا بخش ہر ایک گرفتاری سے نجات دے اور جو صاحب بدی ہو اس کو دور کر اور ہر ایک کے حق کو جو ہمارے اوپر واجب الادا ہو اس کو ادا کر دے اور جو چیز ہم سے کھوئی گئی ہے اس کو ہمارے پاس واپس لا اور کوئی گنہگار ایسا باقی نہ رہنے دے جس کو ہدایت نہ کرے اور اصلاح سے کوئی زندہ خالی نہ رکھ اور نہ کوئی مردہ ہی رحمت کے سوا باقی رہنے دے ۔ اور دنیا اور آخرت کی حاجتیں جو تیری رضا کے موافق ہوں پوری کر دے اور جس میں میری صلاحیت ہے اس میں مجھ کو مدد دے اور عافیت دے اور اپنے بزرگ عفو اور بزرگ بھید اور قدیم احسان کی طفیل ہم کو معاف کر تو ہمیشہ نیکی کرنے والا ہے اور بہت نیکی کرتا ہے ہمارے سردار اور بزرگ پر جو محمد ہیں درود پہنچا اور ان کے دوسرے بھائیوں پر جو نبی ہیں اور ان کی آل پر اور اپنے فرشتوں پر سلام بھیج اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطاء کر اور اپنے حکم سے ہم کو رشد اور توفیق دے تاکہ ہم صالح عمل کریں جو تیری رضا مندی کا باعث ہوں اے اللہ محمد پر درود بھیج ان کے سبب سے تُو نے گمراہی سے ہم کو سیدھی راہ دکھلائی ہے اور جہالت کی خواب سے ہم کو جگایا ہے اور تیرے بندوں پر انہوں نے تیرا پیغام پہنچایا ہے وہ شہروں کے آفتاب ہیں اور گھواروں کے ماہتاب اور لوگوں کے واسطے زینت ہیں اور قیامت

کے روز گنہگاروں کے شفیع اے اللہ محمد پر اور ان کی اولاد پر اور ان کے تمام اصحابوں پر جو آپ کی مدد کے واسطے کمر بستہ ہیں اور آپ کی سنت پر چلنے والے ہیں درود نازل کر رسول اللہ کو تُو نے سچائی کے ساتھ بھیجا ہے اور سچائی سے ہی تُو نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی علامت حلم مقرر کی ہے اور احمد کے نام سے ان کو موسوم کیا ہے اور امت کے واسطے قیامت کے روز ان کی شفاعت کو قبول کر اے اللہ جب تک ستاروں میں چمک ہے اور ابر آپس میں ملتے جلتے ہیں اس وقت تک محمد پر درود پہنچا تُو زندہ ہے اور ہمیشہ قائم ہے اور اس وقت تک درود بھیج جب تک کہ نیک لوگ ان کا ذکر کرتے ہیں اور رات اور دن میں اختلاف واقع ہوتا ہے اور مہاجر اور انصار لوگوں پر بھی اپنی رحمت نازل کر۔

وصیت کا بیان

اے لوگو! خداوند تعالیٰ تمہارے اوپر رحمت کا دروازہ کھولے یہ رات تمہارے اس مہینے کی الوداع ہے جس کو خداوند تعالیٰ نے بزرگی بخشی ہے اور اس کی قدر کو بلند کیا ہے اور یہ بزرگی اور قدر کی بلندی دن کے روزوں اور رات کے قیام کرنے کے باعث سے ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کے سبب سے نیز اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر رحمت کا دروازہ کھولتا ہے اور اپنی خوشنودی عطاء کرتا ہے اس رات کو اللہ تعالیٰ نے سال بھر کا چراغ بنایا ہے اور اسلام کے انتظام اور اس کے بڑے بڑے قواعد کا وسیلہ ہے جن قواعد کو دن کے روزہ اور رات کے قیام کے باعث سے خدا نے شرف بخشا ہے اسی رات میں اپنی کتاب کو نازل فرمایا ہے اور جو لوگ توبہ کرنے والے ہیں ان کے واسطے اس میں توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے ہر ایک دعاء اس رات میں سنی جاتی ہے کوئی باقی نہیں رہتی اور جس قدر نیکیاں ہوں ان سب کو جمع کیا جاتا ہے اور ہر ایک نقصان کو دفع کر دیتے ہیں اور ہر ایک عمل آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے جو آدمی اس رات کے وقتوں کو غنیمت اور مبارک جانتا ہے وہ ظفریاب ہوتا ہے اور جو ان کو ترک کرتا ہے اور فوت کر دیتا ہے وہ زیاں کار ہوتا ہے رمضان کے مہینہ کو خداوند تعالیٰ نے اس واسطے بنایا ہے کہ تمہارے گناہوں کو اس میں پاک کرے اور تمہاری برائیوں کا اس میں کفارہ کرے جو آدمی اس مہینے میں عبادت اور پرہیزگاری اختیار کرتا ہے تو وہ نور کا ذخیرہ حاصل کر لیتا ہے اور جو اس کی شرطوں کو پورا کرتا ہے اور اس کے حقوق کو نگاہ رکھتا ہے اس کو ہمیشہ خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے اس مہینہ میں جو لوگ اہل فتنہ ہوتے ہیں اور فسادی وہ پارسا بن جاتے ہیں اور جو لوگ اہل کوشش اور مشقت ہوتے ہیں ان کو اور بھی زیادہ رغبت ہوتی ہے اس مہینے میں دلوں کے ویرانے آباد ہوتے ہیں اور جس قدر کسی کے گناہ ہوتے ہیں ان کا کفارہ ہوتا ہے اور مسجدوں میں لوگوں کا اژدحام اور اجتماع ہوتا ہے اور دوزخ سے خلاصی اور آزادی کے قبالہ لئے ہوئے فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں لوگ اس مہینہ میں مسجدوں کو آباد کرتے ہیں۔ قندیلیں روشن کی جاتی ہیں۔ قرآن کی آیتوں کا ذکر ہوتا ہے اور دلوں میں اطمینان ہوتا ہے اور جس قدر کسی کے گناہ ہوتے ہیں ان کو بخش دیا جاتا ہے مسجدوں میں انوار کی قندیلیں لٹکاتے ہیں جو جگمگا رہی ہوتی ہیں اور اس ماہ میں روزہ رکھنے والوں کے لئے فرشتے کثرت سے استغفار کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ جو غفار ہے ہر ایک رات میں افطار کے وقت چھ لاکھ گردنوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے اور اس رات میں برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو صدقے دیئے جاتے ہیں ان میں بزرگی حاصل ہوتی ہے اور گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور جس قدر لغزشیں ہوتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اور تمام آسیب دور کئے جاتے ہیں اور درجے بڑھا دیئے جاتے ہیں اور جو لوگ اس مہینے میں روتے ہیں ان کے آنسوؤں پر رحم کیا جاتا ہے اور نیک کردار اور خوبصورت حوریں بہشت سے آواز دے کر یہ کہتی ہیں کہ اے روزہ داروں کے گروہ اور اے شب زندہ دار عورتو اور مردو تم کو خوشی ہو خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے بھلائیاں تیار کر رکھی ہیں تم پر برکتیں اس قدر نازل کی ہیں کہ تم ان میں چھپ گئے ہو اور زمین اور آسمانوں کے تمام لوگ تم پر خوش ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جو آدمی قبر میں داخل ہونے سے پہلے عبادت کے واسطے اپنے نفس کو آمادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہوتا ہے اور وہ گزشتہ اور آئندہ کا خیال چھوڑ کر آج ہی اپنی عبادت کے کام میں مصروف اور مشغول ہو جاتا ہے اور آخرت کا توشہ تیار کرتا ہے۔ اس میں سستی نہیں کرتا وہ اپنی تمام عمر آخرت کا توشہ جمع کرنے میں ہی بسر کرتا ہے اور اس مہینے کے فراق میں جزع و فزع کرتا ہے اور اس پر سلام پہنچاتا ہے اور اس کو اس طرح سے رخصت کرتا ہے اے رمضان کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو اے روزہ رکھنے اور راتوں میں جاگنے اور قرآن پڑھنے کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو اے گناہوں کی بخشش اور آمرزش کے مہینے تیرے اوپر سلام ہو اے برکت اور احسان کے مہینے

تیرے اوپر سلام ہوائے تحفوں اور خوشنودی کے مہینے تیرے اوپر سلام ہوائے بندگی اور عبادت کے مہینے تیرے اوپر سلام ہوائے روزہ داری اور تہجد کے مہینے تیرے اوپر سلام ہوائے تراویح کے مہینے تیرے اوپر سلام اے انوار اور چراغاں کے مہینے تیرے اوپر سلام اے عارف لوگوں کے غمگسار تیرے اوپر سلام اے وصف کرنے والوں کے فخر تیرے اوپر سلام' اے دوستوں کے نور تیرے اوپر سلام اے عابدوں کے باغ اور ہمارے مبارک مہینے تجھ پر سلام گو تو رخصت کرنے کے لائق تو نہیں ہے مگر ہم تجھے رخصت کرتے ہیں اور اگرچہ تیری جدائی ہم کو ناگوار ہے مگر تجھ کو ہم جدا کرتے ہیں۔ تیرا دن تو اس واسطے تھا کہ اس میں ہم روزہ رکھیں اور صدقہ دیں اور تیری رات قرات اور قیام کے واسطے تھی ہماری طرف سے تیرے اوپر تحفے اور سلام ہوں اب ہم تیری انتظار کریں گے کہ تو واپس آکر اپنے دیدار سے فیض بخشتا ہے یا ہم ہی تیرے آنے سے پہلے پہل ملک الموت کے پنجہ میں گرفتار ہو کر دنیا سے چل بسیں گے اور اگر ہم یہاں سے چلے جائیں گے تو پھر تو ضروری ہے کہ تیرا مبارک قدم ہمارے ہاں نہیں پڑے گا تو بڑا مبارک مہینہ ہے تیرے سبب سے ہمارے چراغ روشن ہیں اور ہماری مسجدیں بھی تجھ سے معمور اور آباد ہیں اور افسوس ہے کہ اب تو جاتا ہے۔ اور چراغوں کے بازار کی وہ گرمی سرد ہوتی ہے اور اس میں جو تراویح پڑھا کرتے تھے اب ان کا پڑھنا بھی منقطع ہونے والا ہے اور تیرے بعد ہم اپنی پہلی عادت کی طرف ہی لوٹتے ہیں اور تجھ سے جو عبادت کا مہینہ ہے جدا ہوتے ہیں اور آرزو کرتے ہیں کہ ہم کو یہ معلوم ہو تا کہ ہم میں سے مقبول آدمی کون ہے تاکہ اس کو اس کے عمل کی نیکی پر مبارک باد دیتے اور اس سے آگاہی ہوتی کہ مطرود کون ہے اگر یہ معلوم ہو تا تو اس کے برے عملوں کے باعث اس کی تعزیت کرتے اے مقبول بندے تو خوش ہو تجھے خدا کا ثواب اور اس کی رضامندی اور رحمت اور آمرزش حاصل ہوئی ہے اور اس کی قبولیت اور نیکی اور معافی ملی ہے اور اس کا احسان عطاء ہوا ہے اور بڑی عنایت یہ ہوئی ہے کہ اس کی سرائے کے بیچ ہمیشہ کے واسطے رہائش مل گئی ہے۔

تیری اس غفلت میں خدا کا غضب اور خواری ہے۔ تیری رونے والی آنکھیں کہاں ہیں اور تیرے جاری آنسو کہاں گئے اور تیری ندامت اور حسرت اور افسوس کے دریا کدھر ہیں۔ تو وقت بے وقت فریاد کر یہاں تک کہ اپنی گریہ زاری اور آہوں سے اس گنبد گردوں کو ہلا دے اگر آج کے دن یہ بات تیرے کام نہ آئے گی تو پھر کب آئے گی تو نے اپنی توبہ کو موخر کر دیا ہے اور اتنا جو خزانہ جمع کیا ہے تو یہ کس واسطے کیا ہے نہ تم کو آئندہ سال کا کچھ حال معلوم ہے اور نہ ہی یہ جانتا ہے کہ میری عمر کس قدر ہے اکثر ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ انہوں نے یہ امید کی کہ آئندہ سال تک ہم جیتے رہیں گے۔ مگر ان کی امید درمیان میں ہی منقطع ہو گئی موت کے خونخوار اژدہے ان کو نگل گئے اور بہت لوگوں نے چاہا کہ اس سال کی منزل کو طے کر کے ہم دوسرے سال کی منزل تک پہنچ جائیں مگر قضاء نے ان کو نہ پہنچنے دیا درمیان میں ہی انکی زیست کم کر دی اور ان کے چلنے والے اعضاء کو ماندہ کر کے ناکارہ کر دیا کسی کو پہلی منزل میں ہی لے لیا کسی کو دوسری میں اور وہ اپنے مقصود سے ناکام دوسری سرائے میں جا بسے اور بہت سے ایسے لوگ گذرے ہیں کہ انہوں نے اس واسطے خوشبوئیں جمع کی تھیں کہ ہم ان کو عید کے روز لگائیں گے مگر پہلے ہی ان کو دنیا کی منزل سے نکالا گیا اور خوشبوئیں قبر میں ان کی لحد کے کام آئیں کئی لوگوں نے عید کے واسطے عمدہ لباس جمع کئے مگر آخر کار پہلے ہی وہ ان کا کفن بنے اور بہت لوگوں نے عید فطر کا سامان کیا اور وہ ان کی قبر کا صدقہ ہوا اور دوسرے آدمیوں کے کام آیا اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ ماہ رمضان کے روزے ہی رکھتے ہیں ان کے سوا اور روزے نہیں رکھتے اور یہ تمنا رکھتے ہیں کہ آئندہ سال میں ہم اس مہینہ کی زیارت کا شرف حاصل کر لیں گے۔ مگر اس سے محروم رہ جاتے ہیں پس اے خدا کے بندو جب یہ مبارک مہینہ ختم ہو جائے تو اس وقت خدا تعالیٰ کا شکر بجالاؤ اور اس کی جناب میں دعاء مانگو کہ ہماری نماز اور ہمارے روزے قبول ہو جائیں اور اس کے لئے تیار رہو کہ ہم خدا کے حقوق ادا کریں گے خدا کی توفیق اور اس کی جو رسی ہے اس کو اچھی طرح مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لو اور اس پر یقین کرو کہ خدا ہمارے اوپر رحم کرے گا اب جو رمضان شریف لئے جاتے ہیں تو تم اسکو سمجھ لو کہ ہم کو ایک بزرگ مہینے کی عظمت سے فراق ہوتا ہے۔ وہ روزہ دار اور رات کے وقت قیام کرنے والے کدھر ہوئے اور گذشتہ سالوں میں جو رمضان سے موافقت کرتے تھے اور رمضان کی راتوں میں تمہارے ساتھ محرابوں وغیرہ میں حاضر ہوتے تھے اور خدا کے سارے حقوق پر عمل کرتے تھے وہ کہاں گئے اکثر ان میں سے ایسے ہیں کہ وہ تمہارے والدین اور بھائی بہن اور ہمسائے اور قریبی تھے جو تم سے الگ ہو کر ملک الموت کے پنجہ میں پڑ گئے جس کی صفت یہ ہے کہ لذتوں کو نیست اور نابود کر دیتی ہے اور تمام شہوتیں اور آرزوئیں قطع کرتی ہے اور جماعتوں

کو پراگندہ اور متفرق کر دیتی ہے جن کو موت نے گرفتار کر لیا ہے اب ان کے گھر خالی پڑے ہیں اور مسجدیں بیکار ہو رہی ہیں اور اپنی اپنی لحد میں آرام سے لیٹ رہے ہیں اگر کوئی ان کی لحد کو ٹھوکر لگائے یا روندے تو ان کو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ ہماری لحد کو کس نے ٹھوکر لگائی ہے اور کس نے روندا ہے وہاں نہ ان کو اپنے نفسوں پر کچھ اختیار ہے نہ نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی انہیں نقصان کی طاقت مرنے کے وقت سے اس انتظار میں پڑے ہیں کہ کس دن حشر ہو گا اور خدا کے رُوبرو ہم کو بلائیں گے اور لکھا ہے کہ جب مخلوق کو حشر کے میدان میں بلایا جائیگا۔

تو اس میدان میں تمام مخلوقات پریشانی کی حالت میں دوڑ رہی ہو گی اور اس دن کے خوف سے ان کے دل کانپ رہے ہونگے اس قدر خوف غالب ہو گا کہ اس کے باعث سے وہ چل نہیں سکیں گے اور حساب کا انتظار ہو گا کہ ان کا پتا پانی پانی ہو رہا ہو گا اور جب صور پھونکیں گے تو اس وقت سب جمع ہو جائیں گے اے مسلمانو! جو آدمی اپنے نفس کو رمضان کے مہینے میں حرام سے باز رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ رمضان کے بعد بھی تمام مہینوں اور سال میں حرام سے اپنے آپ کو الگ رکھے کیونکہ جس قدر مہینے ہیں ان سب کا خالق اور پیدا کرنے والا وہی ہے اور ہر ایک زمانہ میں وہ حاضر اور ناظر رہتا ہے دعاء کرو کہ خداوند تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس مبارک مہینے سے جدا کرے تو اس وقت برکت دے اور اپنی متبرکہ رحمت سے ہمارے اور تمہارے جو حصے ہیں ان کو بڑا کر دے اور تمام کاموں میں برکت ڈالے اور ہدایت کا راستہ دکھائے اے اللہ اس رات میں جو تُو نے آزادی بخشی ہے اور اپنی آمرزش اور رحمت اور خوشنودی عطاء کی ہے اور اپنے احسان و کرم اور جود اور آگ سے رہائی اور بہشت کی نعمتوں سے حصہ بخشا ہے اس میں اور بھی زیادتی کر دے اور اپنی رحمت سے ہمارے واسطے بزرگ حصہ مقرر کر دے تو تمام مہربانوں میں سے زیادہ مہربان ہے اے اللہ جس طرح تُو نے ہمارے رمضان کے مہینہ کو خیر اور خوبی اور برکت سے گذار دیا ہے اسی طرح سارا سال بھی ہمارے اوپر زیادہ مبارک کر دے اور اس کے دنوں کو دوسرے دنوں سے زیادہ سعید بنا اور روزوں اور رات کے وقت قیام کرنے سے جو ناچیز ہدیہ اس ماہ میں ہم نے تیرے ہاں بھیجا ہے اس کو قبول فرما لے اور جو گناہ اس ماہ میں ہم سے ہوئے ہیں وہ بخش دے اور لوگوں کے ظلم سے ہمیں رہائی عطاء کر اور جس دن میں تیری ذات کے سوا اور کہیں سے امید نہیں ہو گی' اس دن میں میرے حال پر مہربانی کر اے اللہ روزوں کے مہینہ میں جو ہم نے قیام کیا ہے تو اس تقصیر اور کوتاہی کے ساتھ کھڑے ہیں اور تیرے حقوق پورے ادا نہیں ہو سکے بلکہ ان کے ادا کرنے میں بہت کم حصہ لیا ہے اور ہم تیری بارگاہ کے آستانہ پر گریاں ہیں اور تیری بخشش اور تیرے کرم کے خواستگار تُو ہم کو اپنی درگاہ سے محروم اور ناامید نہ کر ہم ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار اور محتاج ہیں اور تیری قدرت کی کمند کے قیدی تیری رحمت کے آستانہ پر ہم اپنی جبہ سائی کر رہے ہیں اور تیرے احسان کے امیدوار ہو کر تیرا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں تو ہماری شکستہ حالی پر رحم کر اور ہمارے پژمردہ اور کملائے ہوئے دلوں کو تازگی عطاء فرما اور جس قدر ہمارے عیب ہیں ان کو ڈھانپ دے اور جتنے ہمارے گناہ ہیں ان کو بخش دے اور قیامت کے روز ہماری آنکھوں کو روشن کر اور اپنے منور چہرے کو جو ان کو آراستہ کرنے والا ہے ہماری طرف سے نہ پھیر اور ہمارے عملوں کو قبول کر لے اور ہماری کوشش کو مشکور فرما اور اس رات میں ہمارے واسطے وافر حظ بخش اے اللہ اگر ہماری عمر آئندہ سال تک وفا کر سکے تو اس سال میں اس وقت تک ہم کو برکت دے اور اگر تیرے حکم نے ہماری عمر کا ابھی سے خاتمہ کر دیا ہے تو ہمارے اور ماہ رمضان کے درمیان جو کچھ حائل ہے اس کو ہمارے پسماندوں کے واسطے نیک خلیفہ بنا اور ہمارے گذشتہ عزیزوں کے اوپر اپنی رحمت فراخ کر دے اور ہم سب لوگوں کو اپنی رحمت اور بخشش کے سایہ میں لیلے اور اپنی جنت اور اپنی خوشنودی کے درمیان ہمارے رہنے کی جگہ مقرر کر اور جن کو تُو نے نبیوں اور صدیقوں کی نعمت بخشی ہے اور شہیدوں اور نیکوکاروں کا مرتبہ عطاء کیا ہے اور اپنے نیک اندیش رفیق بنائے ہیں ان لوگوں کی صحبت نصیب کر یقین ہے کہ تُو اپنی رحمت کے احاطہ سے محروم نہیں رکھے گا تمام مہربانوں میں سے تو زیادہ مہربان ہے اے اللہ جو لوگ اہل قبور اور گناہوں میں گرفتار ہیں اور ان کی خلاصی کی صورت نظر نہیں آتی یہ وحشت کے قیدی ہیں جس سے ان کی آزادی اور چھٹکارا نہیں ہو سکتا یہ لوگ غربت کے شہروں میں مسافر پڑے ہیں اور ان کے مونہوں پر مٹی پڑی ہوئی ہے جس نے ان کی خوبصورتی کو بگاڑ کر گم کر دیا ہے اور سانپ اور بچھو اور دوسرے جانور قیدوں میں ان کے بدنوں کو کھائے جاتے ہیں اور یہی وہاں ان کے ہمسایہ ہیں اور جمادات کی مانند یہ لوگ قبروں میں پڑے ہیں اور کچھ کلام نہیں کر سکتے اور ان کے جو عزیز اور دوست تھے وہ بھی اپنی اپنی لحد میں آرام سے لیٹے ہوئے ہیں اور گو پاس پاس ہیں مگر کوئی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کر سکتا اور حشر کے دن تک اسی طرح خاموش اپنی اپنی جگہ پر پڑے رہیں گے ان میں نیک بھی ہیں بدکار بھی ہیں تقصیر وار لوگ بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جو خدا کی راہ میں کوشش کرنے والے تھے سب ہی قسم کے آدمی موجود ہیں اے اللہ جو آدمی ان میں

سے خوشحال ہے اس کی خوشحالی اور بزرگی بڑھا اور جوان میں سے غمگین ہے اس کے غم کو دور کر اور اس کو سرور اور خوشی سے بدل دے۔

اے اللہ مسلمان مردوں پر کہ وہ پیادہ اور مقیم ہیں اور تیری درگاہ میں انہوں نے عاجزی کی گردن جھکائی ہوئی ہے ان پر مہربانی کر اور جب تک وہ لحد کی آغوش میں دراز پڑے ہیں اور تیری رحمت اور تیرے کرم پر تکیہ رکھتے ہیں اور اس کے آرزومند ہیں کہ تیرے بلند درجوں کی طرف جائیں تو ان کی قبروں کو اپنی رحمتوں کے نازل ہونے کا محل بنا اور اپنی بخشش کر اور انکے باپوں اور لڑکوں اور ان کے پس ماندوں اور ان کے بھائیوں اور ان کے قریبیوں پر اس سے پہلے کہ ان کے وجود سے ان کے خانماں ویران اور برباد ہو جائیں اور ان کی صفائی کدورت سے بدل جائے اور ان کی حیاتی کا رشتہ منقطع ہو اور زمین کے طبقوں کے نیچے جا کر اپنی جگہ بنائے اور اس سے پہلے کہ مہربانی کا کلمہ ان کے حق میں نفرین کا کلمہ ہو جائے اور قطرہ سیل بن جائے اور دن رات ہو جائیں اور موت آسمان اور زمین والوں کو اپنی چادر میں چھپالے اور بوڑھے اس وقت یہ کہیں کہ ہائے بڑھاپا اور جو لوگ اہل شباب ہیں کہ وہ یہ کہیں کہ وائے رسوائی اور بدکار کہے کہ ہائے ناامیدی اور نوجوان آدمی یہ کہہ رہے ہوں وائے حسرت ان پر اپنی رحمت نازل کر اور اپنی بخشش سے مخصوص فرما یہ لوگ اپنے برے کاموں پر پشیمان ہو رہے ہیں اور خوف کے مارے پڑے کانپتے ہیں اور ندامت کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں اور انکے مونہوں پر خاموشی کی مہر لگائی گئی ہے بولنے سے عاجز ہیں اور اپنے نالائق کاموں کی شرمندگی سے سرنگوں اور مصائب کی ہولناکیاں دیکھ کر اور یہ آرزو کرتے ہیں کہ اچھا ہوتا ہم کو خدا پیدا ہی نہ کرتا اے اللہ قوت (رزق) کے چلانے والے ہر ایک کی آواز کو سننے والے اور موت کے بعد ہڈیوں کو پھر پوست کا لباس پہنانے والے تو محمد ﷺ اور اس کی آل پر درود بھیج اور ہمارا کوئی گناہ اس رات مبارک بزرگ میں بخشنے کے سوا باقی نہ رہ جائے اور نہ ہی کوئی ایسا غم رہے جو فرحت کے ساتھ نہ بدلے نہ کوئی رنج ہو مگر اس کو کھول دے اور نہ کوئی مبتلا مگر اس کو عافیت بخش اور اپنی مغفرت نازل کر تو تمام رحمت کرنے والے لوگوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اے اللہ ہم کو عاقبت دے اور نہ بدی والا مگر اس کو بدی سے ہٹا اور نہ کسی کا حق کھویا ہوا ہو مگر وہ اس کو لے کر دے اور نہ کوئی غائب مگر اس کو واپس اپنے گھر لوٹا دے اور نہ ہی کوئی ایسا گناہ گار ہے جو توبہ نہ کرے ہر ایک میت کو اپنی رحمت میں داخل کر اور دنیا اور آخرت کی کوئی حاجت باقی نہ رہنے دے کہ پوری نہ ہو مگر یہ حاجت ایسی ہو کہ اس میں تیری خوشنودی ہو اور ہمارے واسطے نیکی اور جو چیز فوت ہو گئی ہو اس کے پوری کرنے پر آسانی سے مدد فرما تو تمام مہربانوں سے اپنی رحمت کے ساتھ زیادہ مہربان ہے تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور والدین اور بھائیوں اور بہنوں اور اولاد اور قریبیوں اور دوستوں اور استادوں کو جن سے ہم نے کچھ پڑھا ہے اور جن کو ہم نے پڑھایا ہے اور جن سے تعلیم پائی ہے جن کو ہم نے علم سکھایا ہے اور جن لوگوں نے ہمارے واسطے تیری درگاہ میں دعاء کی درخواست کی ہے اور جن کے واسطے ہم نے آپ سے دعاء مانگی ہے اور جو آدمی تیری راہ میں ہم کو دوست رکھتا ہے اور جسے ہم خود تیری راہ میں دوست رکھتے ہیں اور ان میں جو زندہ ہے یا مر گیا ہے ان سب کو اپنی رحمت سے معاف کر دے بلاؤں کا دور کرنے والا تو ہی ہے مخفی چیزوں کو جاننے والا بھی تو ہی ہے اور دعاؤں کو بھی تو ہی قبول کرتا ہے اور تو ہی رنجوں کا دور کرنے والا ہے تو جوان صفات سے موصوف ہے محمد ﷺ اور ان کی آل پر جو تمام مخلوق سے زیادہ بزرگ ہیں درود بھیج اور قرآنی آیتوں سے جن کو اپنی کتاب میں تو نے مذکور فرمایا ہے ہم کو فائدہ پہنچا اور ہم میں جو عیب ہیں۔ ان کو قرآن کی تلاوت کی برکت سے پوشیدہ کر دے اور رمضان شریف کے روزوں کی برکت سے اور رات کے وقت میں قیام کی برکت سے اپنے نزدیک ہمارے درجے بلند کر دے اے پوشیدہ رازوں کے جاننے والے تو محمد ﷺ اور اس کی آل پر درود بھیج اور ہمارے گناہوں کو قرآن مجید کی برکت سے بخش دے اور اس کی طفیل ہماری بخششوں میں اور بھی بزرگی کو زیادہ بڑھا دے اور ہم میں سے جو بیمار ہیں ان کو تندرستی دے اور مردوں پر رحم کر اور ہمارے دین اور دنیا کے امور کی اصلاح کر اور ہمارے گناہوں کا جس قدر بوجھ ہے اس کو ہلکا کر دے اور ایسے لوگوں کی خصلت عطاء کر جو نیک اور پاک ہیں اور ہمارے گناہوں اور ہماری لغزشوں کو بخش دے اور ہمارے دلوں اور سینوں کو کدورت سے صاف کر کے ہمارا ذکر خیر زبانوں پر جاری فرما دے اور فکروں سے ہمارے دل صاف کر دے اور بازار کے نرخ ہمارے واسطے ارزاں بنا تاکہ قحط ہم کو تکلیف نہ دے اور بدوں کی بدی اور مکار آدمیوں کے مکر سے ہم کو بچائے رکھ اور جب تک زندہ ہیں صحابہؓ کی دوستی پر قائم رہیں اور حشر کے میدان میں بھی ان کے ساتھ ہم کو جمع کر اور مجھے اور اپنے دوسرے بندوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی بخش اور دنیا اور آخرت میں ہم کو نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے نگاہ رکھ وافر حمد خدا پاک کے واسطے ہی ہے جس کی نعمتیں بے انتہا ہیں اور محمد خاتم الانبیاء ﷺ اور ان کے آلؓ اور اس کے صحابہؓ اور اس کی پاک ازواجؓ پر بے شمار درود ہو اور زیادہ سے زیادہ سلام۔

بیسواں باب آداب

مریدوں کے آداب کا بیان

سچے فقیر صوفیہ کے طریق پر چلنے والے ہوتے ہیں اور گمراہ کرنے والے نفس امارہ کی خواہشوں سے پاک ' ناپسندیدہ خصلتوں سے بند ہوتے ہیں یہ ابدالوں کے گروہ میں داخل ہیں۔ اور ان لوگوں میں شامل ہیں جو اہل ولایت اور واصلان حق ہیں ان کے دل خدا کی وحدانیت سے آراستہ ہوتے ہیں اس لحاظ سے کہ سننے والوں کو تکلیف اور زحمت لاحق نہ ہو کچھ مختصر سا حال بیان کیا جاتا ہے۔

ارادت اور مرید اور مراد کا بیان

جس چیز کی عادت پڑ گئی ہو اس کے چھوڑ دینے کو ارادت کہتے ہیں اور تحقیقی معنی ارادت کے یہ ہیں کہ مضبوطی کے ساتھ خدا کی طلب کی دل میں تحریک پیدا ہو اور خدا کے سوا دوسری چیزوں کو ترک کر دیں پس جب بندہ دنیا اور آخرت کی لذت کے خیالات دل سے مٹا دیتا ہے تو اس وقت اس کی ارادت خالص ہو جاتی ہے اور پہلے ہر ایک کام کا ارادہ ہوتا ہے اور اس کے بعد قصد اور قصد کے بعد فعل ہوتا ہے اور ارادہ ہر ایک سالک کے راستہ کی ابتدا ہے اور ہر ایک قصد کرنے والے کی پہلی منزل کا نام ہے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (جو لوگ صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں ان کو نہ ہٹا یہ لوگ ہر وقت اپنے اللہ کی مرضی اور عمل اس کا تیسرا مقام چاہتے ہیں۔) پس اس سے ظاہر ہے کہ ان کے ہٹانے اور دور کرنے سے خدا نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو منع کیا ہے اور دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ (اپنے نفس کو ان لوگوں سے موافق کر جو صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور خدا کی مرضی چاہتے ہیں اور ان کی طرف سے اپنی آنکھوں کو پھیر نہ لے در آنحالیکہ تُو دنیا کی زندگی کی زینت چاہتا ہے) خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان سے موافقت رکھو اور ان سے ملاقات کرو اور ان کی صحبت میں صبر اختیار کرو اور ان کے وصف میں فرمایا ہے ۔(وہ حق تعالیٰ کی ذات کو چاہتے ہیں) اور اس کے بعد فرمایا ہے (ان کی طرف سے اپنی دونوں آنکھیں نہ پھیر کہ تو دنیا کی زینت کی خواہش کرتا ہو پس اس سے ظاہر ہے کہ حقیقت میں ارادت حق تعالیٰ کی ذات کی خواہش رکھنا ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب دنیا اور آخرت کی زندگی کی زینت ہے پس مرید تو وہ ہوتا ہے جس میں یہ ذکر کی گئی تمام صفتیں موجود ہوں جو ایسا ہو گا وہ ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والا ہو گا اور اس کی اطاعت کرنے والا اور خدا کے سوا دوسری چیزوں سے اپنا منہ پھیرلے گا اور اپنے پروردگار کی اجابت میں غیر کی اجابت سے کنارہ کش ہو گا اور جو شخص ایسا ہونا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کے احکام سن کر عمل میں لائے اور ان پر چلے اور ان کے سوا جو کچھ ہے انکے سننے سے اپنے کانوں کو خالی رکھے اور خدا کے نور کا مشاہدہ کرتا رہے اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے میں اور اپنے سوا باقی مخلوق میں حق تعالیٰ کا فعل ہی دیکھے گا اور اس کے سوا اور کچھ نہیں دیکھ سکے گا پس انسان کو واجب ہے کہ قرآن و سنت پر عمل کرنے کے سوا اور خدا کے نور کا مشاہدہ کرنے کے بغیر جو کچھ ہے اس کو نہ دیکھے اس سے اپنی آنکھوں کو اندھا کر دے اور خداوند تعالیٰ کی ذات کے سوا غیر کو فاعل نہ جانے بلکہ غیر کو اس کا محرک سمجھے اور تدبیر کرنے والے کا ایک سبب اور ایک آلہ خیال کرے اور مسخر جانے خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی چیز کی دوستی اختیار کرتا ہے وہ اس کو دوسری چیزوں کے دیکھنے سے اندھا کر دیتی ہے یعنی جہان کو آراستہ کرنے والا تیرا جمال ایسا ہے کہ اس میں مشغولیت کی وجہ سے باقی جس قدر جہان کے محبوب ہیں ان کا حسن تیرے دوست کی آنکھوں میں تیرہ اور تاریک دکھائی دیتا ہے اور جو آدمی تیرا ذکر کرنے والا ہوتا ہے باقی زمانہ کے جتنے دلربا ہیں ان انسانوں سے اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ پس تیرا دوست اور کسی چیز کو دوست نہیں رکھتا جب ارادہ نہ کرے اور اس وقت تک ارادہ بھی نہیں ہو سکتا جب تک اس کا ارادہ خالص نہ ہو اور جب تک کسی کی ارادت خالص نہ ہو تب تک خدا کا خوف اس کے دل میں جگہ نہیں پاتا اور جب انسان کے دل میں یہ خوف آ جاتا ہے تو پھر خدا کے سوا جو کچھ ہوتا ہے اس تمام کو جلا دیتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (جب بادشاہ کسی گاؤں میں آتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور جس قدر اس میں عزت والے ہوتے ہیں ان کو خوار کرتے ہیں) پس یہی حال اس وقت انسان کے دل کا ہوتا ہے جب اس میں خدا کی دوستی جگہ پاتی ہے اور کہتے ہیں کہ محبت ایک سوزش ہے اور وہ ہر ایک مصیبت کو آسان کر

دیتی ہے پس اس آدمی کی نیند خواب کے غلبہ کی شدت سے ہوتی ہے اور اس کا کھانا فاقہ کے وقت اور اس کا کلام ضرورت کے وقت ہوتا ہے ہمیشہ اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہتا ہے اور اس کی محبوبات و مرغوبات میں اس کی اطاعت نہیں اور خدا کے بندوں کو نصیحت کرتا ہے اور اپنے پروردگار کے ساتھ خلوت میں انس پکڑتا ہے اور خداوند تعالیٰ کے جس قدر گناہ ہیں ان سے باز رہتا ہے اور خدا کی قضاء پر راضی ہوتا ہے اور اس کے کام کو پسند کرتا ہے اور ناجائز فعل کے ارتکاب میں خدا کے دیکھنے سے شرم رکھتا ہے اور اپنی تمام کوشش اس میں صرف کرتا ہے کہ خدا کی دوستی حاصل ہو اور ہمیشہ ایسا سبب اور وسیلہ تلاش کرتا رہتا ہے جو اس کی بارگاہ تک پہنچائے اور اس میں رسائی دے اور گمنامی اور خلوت پر قانع ہوتا ہے یہ طریق اختیار نہیں کرتا کہ لوگوں کی خوشامد اور تعریف کرے زیادہ نفلیں پڑھتا ہے اور ان سے اپنے دل میں اپنے پروردگار کی الفت اور محبت کو بڑھاتا ہے تا کہ اس کی بارگاہ معلیٰ تک رسائی ہو اور اس کا نام خدا کے عاشقوں اور اس کے مراد لوگوں کے گروہ میں لکھ لیں پس اس وقت کو مراد کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس وقت میں سالکان طریق الٰہی کی گردن پر جو بار ہوتا ہے اس کو اتار لیتے ہیں اور اتار کر سبکدوش کر دیتے ہیں اور خدا کی رحمت اور مہربانی کے پانی سے اس کو نہلاتے ہیں اور بالکل پاک صاف کیا جاتا ہے اور خدا کی ہمسائیگی میں اس کے لئے گھر تیار کرتے ہیں اور پھر طرح طرح کی فاخرہ خلعتوں سے اس کو ممتاز کر کے عزت بخشتے ہیں اور اسی کو خدا کی معرفت کہتے ہیں اس کو خدا سے ہی انس ہوتا ہے اور اسی سے ہی سکون اور طمانیت ہوتی ہے اور جو کلام کرتا ہے وہ خدا کے حکم بلکہ اس کے بتانے پر اسرار اور اس کی حکمت سے کرتا ہے اور جس لقب سے خداوند تعالیٰ کے دوستوں کو پکارتے ہیں اس سے ملقب کیا جاتا ہے اور اس کے خاصوں کے گروہ میں داخل ہو جاتا ہے اور ایسے ناموں سے موسوم ہوتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور خدا کے بھیدوں پر واقف ہو جاتا ہے کیونکہ اس کام کے واسطے وہ مخصوص ہی کیا جاتا ہے مگر یہ اسرار ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی حضوری سے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے سوا ظاہر نہیں ہوتے پس جو کچھ سنتا ہے وہ خداوند تعالیٰ سے ہی سنتا ہے اور جو دیکھتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہی دیکھتا ہے اور جب گویا ہوتا ہے تو خدا کے متعلق ہی گویا ہوتا ہے اور اللہ سے ہی قوت پاتا ہے تا کہ اس کی عبادت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرے اور جب آرام کرتا ہے تو اپنے پاک پروردگار کی طرف ہی آرام کرتا ہے اور جب سوتا ہے تو اس وقت بھی اللہ کی یاد میں ہوتا ہے اور ہر حال میں خدا تعالیٰ اس کی نگاہبانی کرتا ہے پس اللہ جل شانہ کے امینوں اور اس کے گواہوں میں سے ہوتا ہے اور خدا کی زمین کی میخ ہوتا ہے اور خدا کے بندوں اور اس کے شہروں اور اس کے دوستوں اور یاروں کی نگاہبانی کرتا ہے' خدا کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے میرا مومن بندہ نفلوں کے سبب ہمیشہ میرے نزدیک ہوتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنی دوستی سے سرفراز کرتا ہوں اور جس کو میں اپنا دوست بناتا ہوں تو میں اس کے کانوں اور زبان اور ہاتھ اور پاؤں اور دل میں سب جگہ اپنا جلوہ ڈالتا ہوں اس لئے وہ جو دیکھتا ہے مجھ سے ہی دیکھتا ہے اور جو سنتا ہے وہ مجھ سے ہی سنتا ہے اور مجھ سے ہی گویا ہوتا ہے اور مجھ سے ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور میری طاعت میں چلتا ہے الخ۔ پس اس بندہ کی عقل بزرگ عقل ہوتی ہے اور اس کی ہوس اور ہوا کی حرکتیں آرام پکڑ لیتی ہیں کیونکہ خدا کی رحمت نے اپنی آغوش میں اس کو لیا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس کا دل اسرار الٰہی کا خزانہ ہوتا ہے۔ پس اسی کا نام مراد ہے۔ اے بندے اگر تو اس کو پہچاننا اور سمجھنا چاہتا ہے تو پہچان لے اور اسکے واسطے مذکورہ بالا باتوں پر عمل کر اور ایک بزرگ یہ کہتے ہیں کہ مرید اور مراد دو مختلف امر نہیں یہ دونوں ایک چیز ہیں کیونکہ اگر خدا کی مراد یہ نہ ہوتی کہ مرید خدا کا خواستگار ہو تو کوئی مرید نہ ہوتا پس خدا ہی چاہتا ہے تو مرید مراد کا ارادہ کرتا ہے اس کی خواہش کے سوا اس کا ہونا ناممکن ہے اور جب اللہ چاہتا ہے تو اپنے بندے کو خصوصیت کے ساتھ اپنی طلب کی توفیق عطاء فرماتا ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے۔ مرید تو مبتدی ہے اور جو مراد ہے وہ منتہی ہے اور جو مرید ہوتا ہے وہ کوشش کرنے والا ہوتا ہے اور رنج اور مشقت کی بلا کو برداشت کرنے والا اور مراد وہ شخص ہے جو منزل مقصود پر پہنچا ہوا ہوتا ہے اور رنج اور مشقت کی بلا سے سبکدوش اور مرید رنج دیا گیا ہے اور مراد سے نرمی کی گئی ہے اور جو لوگ حق کا ارادہ کرنے والے اور اللہ کی راہ میں چلنے والے گذرے ہیں ان پر خدا کی توفیق سے مجاہدہ کا دروازہ کھل چکا ہے اور جب اس مجاہدہ کی دہلیز پر جاتے ہیں اور اس میں قدم رکھتے ہیں تو اس کے بعد بارگاہ کبریائی میں ان کو باریابی ہوتی ہے اور جب اس بارگاہ میں دخول کرتے ہیں۔ تو محنت کے بوجھ سے ان کی گردنیں ہلکی ہو جاتی ہیں اور نوافل کی کثرت نہیں رہتی وہ بھی چھوٹ جاتی ہے اور شہوتیں بھی دور ہو جاتی ہیں اور پھر ان کا اس کے سوا اور کوئی کام نہیں رہتا کہ باقی عبادتوں کو چھوڑ کر فرض اور سنت پر اقتصار کریں اور لوگوں کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لیں اور اللہ کی حدوں

اور اس کے مقام کو نگاہ رکھیں اور خدا کے سوا اور جو کچھ ہے اس سے اپنے دل کو خالی کردیں پس یہ لوگ ظاہر میں مخلوق سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اور باطن میں خدا کے ساتھ ان لوگوں کی زبانیں خدا کے حکم سے ہی گویا ہوتی ہیں اور ان کے دلوں میں خدا کا نور منور ہوتا ہے۔ ان کی زبان تو خدا کے بندوں کو نصیحت کرنے والی ہوتی ہے اور ان کے دل خدا کی امانتوں کی حفاظت میں مشغول ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا سلام ان پر نازل ہوتا ہے اور خدا کی برکتوں کا دروازہ کھلتا ہے اور پھر یہ برکتیں سب طرف سے آکر چمٹ جاتی ہیں اور اس کے بعد خداوند تعالیٰ ان کو اپنی رحمت کے احاطہ میں چھپالیتا ہے جب تک آسمان و زمین قائم رہیں گے اور لوگ اللہ کی طاعت و فرمانبرداری و حفاظت حدود میں کمربستہ رہتے ہیں اور جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ مرید اور مراد کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مرید کی متولی سیاست عملی ہوتی ہے۔ اور مراد کی متولی حق کی نگہبانی' اور مرید سیر کرنے والا ہوتا ہے اور مراد اڑنیوالا ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سیر کرنے والا اڑنے والے صاحب کے پاس پرواز کی حالت میں نہیں پہنچ سکتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کی مثال سے یہ مسئلہ تم پر واضح ہو جائے گا موسیٰ علیہ السلام تو مرید تھے کیونکہ ان کی رسائی طور سینا تک تھی اور محمد ﷺ مراد تھے کیونکہ آپ اڑتے ہوئے عرش پر گئے اور لوح محفوظ تک پہنچے پس مرید تو طالب ہے اور مراد مطلوب ہے اور مرید کی عبادت مشقت اور مراد کی عبادت بخشش الٰہی ہے اور مرید موجود ہوتا ہے۔

اور مراد فانی فی اللہ ہوتا ہے اور اپنے عمل کو نہیں دیکھتا اللہ کے احسان اور اس کی توفیق کو ہی دیکھتا رہتا ہے۔ اور جو مرید ہوتا ہے وہ راستے میں چلنے کی کوشش کرتا ہے اور مراد ہر ایک مجمع اور راستے پر موجود کھڑے رہتے ہیں اور مرید جو کچھ دیکھتا ہے خدا کے نور کی ہدایت سے دیکھتا ہے اور مراد باری تعالیٰ کی خاص ذات کے بیچ میں نظارہ کرتا ہے اور مرید خدا کے حکم کے اوپر قائم رہتا ہے اور مراد خدا کے فعل کے ساتھ قائم ہوتا ہے یعنی خدا کے فضل سے لپٹے ہوئے اور چسپاں ہوتا مرید نفس کی ہوا و ہوس کے خلاف کرنے والا ہوتا ہے اور جس پر مراد کا اطلاق ہے وہ اپنے ارادے اپنی آرزو سے بیزار ہے مرید قریب ہوتا ہے اور مراد قریب کیا جاتا ہے۔ مرید کی نگاہبانی کی جاتی ہے اور مراد کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے دوسری چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں مرید ترقی پانے والا ہوتا ہے اور مراد آگے ہی پہنچا ہوا ہوتا ہے اور عالم بالا کی سیر میں مٹرگشت کرتا پھرتا ہے اور جنتی نفیس اور پاکیزہ اور صاف چیزیں ہوتی ہیں سب سے بہرہ یاب ہوتا ہے پس مراد تمام اطاعت کرنے والوں اور عابدوں اور نزدیکیوں سے بڑھا ہوا ہے اور ان سب سے گویا سبقت لے گیا ہے۔

متصوف اور صوفی کا بیان

اس میں گفتگو ہے کہ متصوف کس کو کہتے ہیں اور صوفی کون ہوتا ہے۔ ان دونوں لفظوں کی تشریح یہ ہے کہ متصوف تو وہ ہے جو صوفی بننے کے واسطے رنج اٹھاتا ہے اور کوشش کرتا ہے اور اپنی کوشش اور مشقت سے صوفی کے درجہ کو حاصل کرتا ہے پس یہ تکلیف اٹھا کر صوفیہ پیراہن کو پہنتا اور اس کو اختیار کرتا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ اس طرح ہے جیسے کوئی قمیص پہنے تو اس فعل کو تَقَمُّصْ بولتے ہیں اور اگر کوئی درع استعمال میں لائے تو اس کو تدرع کہتے ہیں اور پہلے آدمی کو مُتَقَمِّصْ اور دوسرے کو متدرع بولتے ہیں اور اسی طرح ہی جو آدمی زہد اختیار کرتا ہے وہ متزہد کہلاتا ہے اور جب اپنے زہد میں حد درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور ایک خاص مقام کو حاصل کرلیتا ہے تو دنیا کی تمام چیزوں کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے بلکہ ان سے دشمنی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ان کی یاد میں خواہش دل سے جاتی رہتی ہے اور جب اس درجہ میں پہنچتا ہے تو دنیا اور یہ آدمی ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اسی درجہ کو زہد بولتے ہیں اور اس درجہ میں دنیا کی چیزیں اس کی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہوتی ہیں اور ان چیزوں سے نہ اس کی خواہش ہوتی ہے اور نہ ہی دشمنی اور نہ بغض وہ اپنے پروردگار کے حکم کے موافق کرتا ہے اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ سلطانی بارگاہ سے اسے کیا حکم ملتا ہے غرض متصوف تو اس کو کہتے ہیں جو مذکور ہوا ہے۔ صوفی کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ صوفی فوعل کے وزن پر ہے اور اس کو مصافات سے لیا ہے۔ جس کے معنی اس آدمی کے ہیں جس کو اللہ نے صاف کرلیا ہو پس اس بیان کے رو سے صوفی اس کو کہتے ہیں جو پاک ہوتا ہے پاکی یہ ہے کہ نفس کی آفتوں اور مذموم باتوں سے اپنے دل کو صاف کرے اور جو مذہب سب سے زیادہ درست ہیں ان کا پیرو ہو حقائق کے دامن سے چمٹا رہے اور اس کے دل کو لوگوں کی صحبت میں چین اور آرام نہ آئے خلوت خانہ میں حاضر ہو کر خدا کی بارگاہ کی دہلیز پر بیٹھے اور وہاں لو لگا کر آرام پکڑے اور بعض کہتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ خدا کے ساتھ صدق دل سے معاملہ کرے اور لوگوں کے ساتھ نیک خلق ہو اور متصوف اور صوفی کے درمیان فرق یہ ہے کہ متصوف ابھی مبتدی ہوتا ہے اور صوفی منتہی ہوتا ہے متصوف کا وصل اپنے محبوب سے یہ ہوتا ہے

کہ اس کے راستہ میں سفر کے آغاز میں ہے اور صوفی آدمی اس راستہ کی مشقت اور محنت کو جھیل چکتا ہے اور اپنی منزل مقصود پر پہنچا ہوا ہوتا ہے اور اپنے اس محبوب تک پہنچ چکا ہوتا ہے کہ جوڑ اور توڑ جس کے اختیار میں ہے پس متصوف آدمی خود بوجھ کو اٹھاتا ہے اور صوفی کا اٹھایا جاتا ہے متصوف پر ہر ایک ہلکی اور بھاری چیز ڈال دی جاتی ہے اور پھر جب اس کا نفس خدا کی محبت کی آگ میں جل جاتا ہے اور ہوا و ہوس اس سے جاتی رہتی ہے نہ اس کو کوئی خواہش لاحق رہتی ہے اور نہ امید سب سے پاک ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کا نام صوفی رکھا جاتا ہے یہ تقدیر الٰہی کے اس بار کو اٹھاتا ہے جو اس کی پشت پر لکا دیا جاتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی مشیت کا گیند ہوتا اس کی قدر مشیت اس پر حاوی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ صوفی کو اپنے عملوں اور حکمتوں کے چشموں کا منبع اور بارگاہ قدوسیت کا تربیت یافتہ کر دیتا ہے اور امن اور رستگاری کا گھر ہے اور ولیوں اور ابدالوں کی جائے پناہ ہوتا ہے اور ان کی بازگشت اور ان کا مرجع اور ان کے واسطے راحت اور خوشی اور دم لینے کی جگہ کیوں کہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ کے ہار کا مہرہ تاج کا موتی اور خدا کا منظر ہوتا ہے۔ اور جو مرید متصوف ہوتا ہے وہ اپنے نفس اور شیطان کو فریب دیتا ہے اور ہوا و ہوس سے دور رہتا ہے اور لوگوں کے فریب میں بھی نہیں آتا بلکہ ان کو فریب دیتا ہے اور دنیا اور آخرت کو خاطر میں لائے بغیر اپنے پروردگار کی عبادت میں مصروف رہتا ہے اور اس میں کوشش کرتا ہے کہ شش جہت اور ان کے سوا باقی سب چیزوں کو ترک کر دے اور اس سے پرہیز کرتا ہے کہ ان سے موافقت رکھے اور ان کو قبول کرے اور دل کی خواہش کے موافق ان میں مشغول ہو۔ شیطان سے مخالفت رکھتا ہے اور دنیا کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے خویشوں اور قریبیوں اور تمام لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے اور آخرت کی طلب میں مصروف ہوتا ہے اور اس کے بعد اپنے نفس کو ریاضت اور مجاہدہ میں ڈال دیتا ہے اور خدا کے حکم کے موافق آخرت کی خواہش بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس حصہ کی بھی کوئی پرواہ نہیں رکھتا جو خدا نے اپنے دوستوں کے لئے جنت میں مقرر کیا ہے کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کے راغب ہیں پس تمام جہانوں سے الگ ہو کر میل کچیل سے بالکل پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اپنے خدا کے واسطے ہی بالکل مخصوص کر دیتا ہے۔ اور اس حالت میں تمام علائق اور اسباب اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اہل اور اولاد اور اپنے قریبی بھی چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور ان سے جدا ہو جاتا ہے اور تمام جہات اس پر بند ہو جاتی ہیں اور ان پر پردہ پڑ جاتا ہے اور تمام جہات سے بڑی جہت اور تمام دروازوں سے بڑا دروازہ اس کے سامنے کھل جاتا ہے۔ یعنی اس خدا کی قضا پر راضی ہو جاتا ہے جو تمام مخلوق کا رب اور تمام مالکوں کا مالک ہے اور اس حال میں وہ جو فعل کرتا ہے وہ ان لوگوں کے فعل کی مانند ہوتا ہے جو گزشتہ اور آئندہ حال کے عالم ہوتے ہیں اور پوشیدہ بھیدوں سے واقف اور اس چیز سے آگاہ ہو جاتا ہے جو اعضاء کو حرکت دیتی ہے اور دلوں اور ان قصدوں میں پوشیدہ ہوتی ہے اور اس دروازہ کے سامنے اس پر ایک اور دروازہ کھولا جاتا ہے اس کو باب القربت کہتے ہیں جو بادشاہ جزا دینے والے کے قریب کرنے والا دروازہ ہے اور پھر اُنس اور الفت کی خلوت گاہ میں اس کی گذر ہوتی ہے اور توحید کی کرسی پر بیٹھ کر جلوہ ڈالتا ہے اور محبوب حقیقی کی جو بارگاہ عالی ہے اس کی طرف سے پردے اس کی نظروں کے آگے سے اٹھا دیئے جاتے ہیں اور خدا کی یگانگی کی سرائے میں نازل ہوتا ہے اور عظمت اور جلال کو اس کے سامنے کھول دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کو اپنی عظمت اور جلال کا جلوہ دکھایا جاتا ہے اور جب کبریائی شان کے شیدا کی نظر خداوند تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت پر پڑتی ہے تو اس وقت وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ہستی کے سوا ان باتوں سے خالی رہ جاتا ہے نفس اور صفات اور گناہوں سے بچنے کی ہمت اور نیکی کی قوت اور حرکت اور ارادہ اور دنیا اور آخرت کی آرزو۔ اور ایسے بلورین برتن کی مانند ہو جاتا ہے جو صاف پانی سے بھرا ہوا ہوتا ہے اس میں وجود نظر آتے ہیں۔ تو اس پر تقدیر کے سوا کوئی حکم نہیں چلا سکتا۔ پس یہ آدمی اپنے آپ سے اور تمام لذتوں سے فانی ہوتا ہے اور اپنے مالک اور اس کے حکم کے سوا اس کو کوئی موجود نہیں کر سکتا صرف خدا اور اس کے امر کے لئے موجود ہوتا ہے۔ اور وہ تنہائی کو طلب نہیں کرتا کیونکہ تنہائی تو وجود والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ فانی ہوتا ہے یہ شخص بچے کی مانند ہوتا ہے کہ جب تک اس کو کھلایا نہ جائے کوئی چیز نہیں کھاتا اور جب تک اس کو پہنایا نہ جائے کچھ نہیں پہنتا وہ ڈھیلا ڈھالا اور خدا کی سپردگی میں ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اصحاب کہف کو ہم دائیں اور بائیں کروٹیں پھراتے ہیں) یہ شخص جسم کے اعتبار سے تو مخلوق میں موجود ہوتا ہے اور کاموں اور عملوں اور اسرار اور اعیان اور اپنے ظاہر اور باطن میں اور نیتوں میں مخلوقات سے الگ ہوتا ہے پس اس حال میں اس شخص کا نام صوفی ہے کیونکہ مخلوق کی کدورت سے وہ صاف ہوتا ہے اور اگر چاہو تو اس کو خدا کے ابدالوں اور اعیان میں سے پکارو اور اگر چاہو تو عارف بہ نفس خود کہو اگر چاہو تو اس رب کا عارف کہو جو مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

اور اپنے دوستوں کو ہوا و ہوس کی تاریکی سے نکالتا ہے اور نفس اور طبیعتوں کی گمراہی کو دور کرتا ہے اور اپنے ذکر اور معرفت اور علم اور اسرار اور قربت کے نور کی طرف بلاتا ہے اور آسمانوں اور زمینوں کے اسرار کی معرفت کے بعد خاص ذات الٰہی کے نور پر پہنچ جاتا ہے اور آسمانوں اور زمینوں کا نور بھی خدا کی ذات ہی ہے۔ اور مومن آدمی کے دل میں خدا کے نور کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ طاقچہ کی مثال ہے۔ پس جو آدمی ایمان لائے ہیں خداوند تعالیٰ انکا دوست ہے اور اس نے ذمہ لیا ہے کہ ان کو گمراہی اور تاریکی سے نکالے اور نور ہدایت پر پہنچائے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنا لیا ہے کہ ان کو گمراہی اور تاریکی سے نکالے اور نور ہدایت پر پہنچائے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے بندوں کے راز سے آگاہ کیا ہے اور دلوں کی نیتوں پر واقفیت بخشی ہے کیونکہ دلوں کا ان کو نگاہبان بنایا ہے۔ اور جو پوشیدہ بھید ہیں ان کا امین مقرر کیا ہے اور چاہے یہ لوگ خلوت میں ہوں اور چاہے جلوت میں ان کو دشمنوں سے نگاہ رکھا ہے۔ اگر شیطان ان کو گمراہ کرنا چاہے تو وہ انہیں گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی نفسوں کی ہوا ان پر قابو اور غلبہ پاتی ہے کہ ان کو لغزش پہنچائے' خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (اے شیطان اگر تو میرے خاص بندہ پر غلبہ پانا چاہے تو تم کو اس پر غلبہ حاصل نہیں ہو گا) نہ ہی اس آدمی کا نفس سرکش ہوتا ہے اور نہ ہی شہوت اس پر غلبہ پاتی ہے اور تباہ کرنے والی لذتوں کی طرف رغبت نہیں دلاتی جن سے وہ اسفل السافلین میں جا پڑیں۔ اور اہل سنت و جماعت کے گروہ سے خارج ہو جائیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اسی طرح تاکہ ہم اس (یوسف علیہ السلام) کو برائی اور بیحیائی سے بچالیں کیوں کہ وہ ہمارے مخلص بندوں سے تھا) پس اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کو اپنی حفاظت اور نگاہبانی میں لے لیا ہے اور اپنے جلال کے دبدبہ سے ان کے نفس کے غرور کو اور ان کی سرکشی کو ان سے نکال دیا ہے اور اپنے مراتب میں ان کو ثابت قدمی بخشی ہے اور ان کو توفیق دی ہے کہ عہد کا وفا کریں اور ان کی خصلت میں اس بات کو داخل کر دیا ہے کہ وہ سچائی کے ساتھ اپنے راستے میں چلیں اور مخلوق سے الفت کا رشتہ قطع کر دیں اور اس پر صبر کریں اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کریں بس ان لوگوں نے فرائض کو ادا کیا ہے اور خدا کی حدوں کو نگاہ رکھا ہے اور اس کے حکموں کو بجالائے ہیں اور اپنے مرتبوں کو لازم پکڑ لیا ہے اور ہمیشہ خدا کی راہ میں ہی مصروف اور مشغول رہتے ہیں اور صفائی اور پاکی کو اختیار کر رکھا ہے اور مودب ہیں اور اپنے عیال پر نفقہ فراخ کرتے ہیں اور پاک طیب رہتے ہیں اور مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور اگر ان کو جہاد کرنا پڑے تو شجاعت اور مردانگی سے کام کرتے ہیں اور نیکیوں کے عادی بن گئے ان لوگوں کے لئے خدا کی دوستی اور ولایت پوری ہو گئی ہے اور جو لوگ خدا پر ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا دوست ہے جیسا کہ فرمایا ہے خدا تعالیٰ نیکو کاروں کا والی ہے اور بارگاہ شہنشاہی میں ان کا مرتبہ بلند کیا ہے اور قربت کی خلعت سے ان لوگوں کو سرفرازی بخشی گئی ہے تو ان کی سرگوشی بھی بالمشافہ گفتگو کے برابر ہے اور وہ پوشیدہ طور پر دلوں سے خدا کے ساتھ سرگوشی کرتے ہیں اور صرف خدا کی ذات کے ساتھ مشغول ہو گئے ہیں اور اس کے سوا دوسری چیزوں سے انہوں نے اپنا منہ پھیر لیا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی روک دیئے گئے ہیں اور سب کے خالق اور مولا پر اپنا دل لگایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے قبضہ و اختیار میں رکھتا ہے اور ان کو مقید کیا ہے مگر ان کی اپنی ہی عقلوں کی زنجیروں سے ان کو قید میں ڈالا ہے اور خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنا امین بنایا ہے اور یہ لوگ خدا کے قبضہ میں ہیں اور اس کے مضبوط قلعہ اور حراست میں رہتے ہیں اور اپنی قربت کی خوشبو سے ان کے دماغوں کو معطر کیا ہے توحید اور رحمت کے میدان میں یہ لوگ سیر کرتے پھرتے ہیں اور اسی حال میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور خدا کے سوا کسی غیر کی طرف مشغول نہیں ہوتے مگر اس عمل کی طرف رجوع رکھتے ہیں جس کے کرنے کے واسطے حکم دیئے جاتے ہیں۔ اور جب جسمانی عملوں کا وقت آتا ہے دلوں کے عمل کے علاوہ تو خدا کی نگاہبانی میں آمادہ ہو کر جسمانی اعمال کو بجالاتے ہیں کہ شیطان شیطو نگڑے اور نفس اور ہوا و ہوس انہیں ضرر نہ پہنچائیں اس لئے ان لوگوں کے اعمال ان باتوں سے پاک اور سلامت ہوتے ہیں 'شیطانوں کا حصہ' نفس کی بدی' ریا' نفاق' غرور' اجر کا طلب کرنا' شرک حول و قوت' بلکہ ان عملوں میں جو مذکور ہوئے ہیں خدا کی توفیق ان کے حال کو شامل رہتی ہے۔ اور اپنے کسبوں میں بھی خداوند تعالیٰ کی توفیق کو برابر دیکھتے ہیں تاکہ برے اعتقاد کے سبب سے ہدایت کے راستہ سے نکل نہ جائیں اور جب احکام کو بجالاتے ہیں اور عملوں سے فراغت پالیتے ہیں تو اس کے بعد اپنے مرتبہ کی طرف ان کو پھر واپس بلا لیا جاتا ہے جس کو انہوں نے پہلے اختیار کیا ہوا تھا اور اپنے دلوں میں اس مرتبہ کو وہ نگاہ بھی رکھتے تھے۔ اور کبھی اس حالت سے بھی دوسری حالت میں ان کو منتقل کر لیا جاتا ہے اور جب یہ لوگ خدا تعالیٰ کے امینوں کا درجہ حاصل کرتے ہیں تو اس وقت ان کو امین کے خطاب سے پکارا جاتا ہے اور خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ آج تو ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امین بن گیا ہے اور

جب ان کو یہ رتبہ عطا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد امین لوگ حکم کے محتاج نہیں رہتے کیونکہ وہ ان لوگوں کی مانند ہو جاتے ہیں جو کام میں خود مختار ہوتے ہیں اور انکا کام ان کے ہی سپرد کیا جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہوتے ہیں جہاں جاتے ہیں وہیں خدا کے قبضہ میں ہوتے ہیں اور جو کام کرتے ہیں وہ بھی خدا کی طرف سے ہی کرتے ہیں اپنی طرف سے نہیں کرتے جبرائیل کی زبان سے خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرضوں کے ادا کرنے کے وقت جس قدر میرا بندہ میرے نزدیک ہوتا ہے اتنا اور کسی وقت میں نہیں ہوتا اور جب بندہ نوافل ادا کرنے کے وقت میرا قرب حاصل کرتا ہے اور اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ میں اس کو دوست بناؤں تو میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں اور پھر میں اس کے کان اور اس کی آنکھیں اور زبان اور ہاتھوں اور پاؤں پر ہو جاتا ہیں اور اس کے دل میں داخل ہو جاتا ہوں اور پھر وہ میرے ہی حکم سے سنتا ہے اور میری ہی مدد سے دیکھتا ہے۔ تو مجھ سے گویا ہوتا ہے اور مجھ سے ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور مجھ سے وہ پکڑتا ہے اس حدیث کو اکثر جگہ پر نقل کیا گیا ہے کیونکہ اس مقام پر ایک بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ پس جو اس قسم کا بندہ ہوتا ہے اس کا دل اپنے پروردگار کی محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس کے علم اور نور اور اس کی معرفت سے روشن اور منور اور خدا کی ذات کے سوا کسی غیر کی گنجائش اس کے دل میں نہیں ہو سکتی خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے بندے کو دیکھوں جو اپنے تمام دل سے اللہ کی محبت رکھتا ہے تو وہ سالمؓ کو دیکھے جو ابو حذیفہؓ کا غلام ہے وہ ظاہر میں بھی خدا کے کام میں ہی چلتا پھرتا ہے اور اس کا باطن بھی خدا کے نور سے ہی پر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی کہ خداوند میں تجھ کو کس جگہ تلاش کروں ارشاد ہوا کہ وہ کون سا گھر ہے۔ جس میں میں سما سکتا ہوں اور وہ کون سا مکان ہے کہ اس کی وسعت میرے جلال کی متحمل ہو سکتی ہے اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں کس جگہ ہوں تو مجھ کو اس پارسا کے دل میں دیکھو جس نے دنیا اور مافیہا کو ترک کر دیا ہو اور تارک آدمی وہ ہوتا ہے۔ جو اپنی کوشش اور مشقت سے خدا کے سوا دوسری تمام چیزوں کو ترک کر دے اور اگر اس کے دل میں دنیا کی کوئی چیز باقی بھی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر احسان کرے گا اور اس کو ترک کرا دے گا اور وہ اپنے دل کو مردہ جانے گا اور پارسا آدمی ہو جائے گا اور اپنے خدا کے سوا اور کسی طرف توجہ نہیں کرے گا اور اگر کوئی پوچھے کہ اس پر خدا نے کونسا احسان کیا ہے جس کی نسبت وعدہ کیا گیا ہے تو اس کے جواب میں اس کو یہ کہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو رتبہ عطا کیا ہے اور اس کے اوپر اس کو مرتبہ بخشا تاکہ وہ اپنے اس مرتبہ کو قائم رکھ سکے اور پھر اس کی ہمت کے ذمہ ایک شرط لگا دی اور ہدایت کی کہ وہ اس کو پورا کرے اور جب وہ اس شرط کو پورا کرتا ہے اور اس کے سوا دوسرے کسی کام میں مصروف نہیں ہوتا اور اس کی پوری پوری نگاہبانی کرتا ہے اور وہ اس راہ سے ادھر اُدھر نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ملک جبروت کی طرف تبدیل کر دیتا ہے تاکہ اس پر قائم اور ثابت رہے اور اپنے نفس پر جبر کرتا رہے اور اس جبروتی زور اور شان سے اس کو زیر کرلے یہاں تک کہ وہ خوار اور پست ہو جائے تو پھر یہ شہنشاہوں کے بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا جاتا ہے تو شہنشاہی ہیبت سے غدود پگھل جاتے ہیں

اس کے بعد اس کو ملک جلال کی طرف لیجاتے ہیں اور وہاں ادب سکھایا جاتا ہے اور اس کے بعد جمال کی طرف لیجاتے ہیں اور وہاں پاک کرتے ہیں اور پھر ملک عظمت میں حاضر کیا جاتا ہے اور دھو دھا کر پاک اور صاف کرتے ہیں اور پھر روشنی کے ملک کی طرف لیجاتے ہیں اور وہاں اس کو خوشبو سے معطر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد خوشی کے ملک کی طرف لیجاتے ہیں اور وہاں لیجا کر فارغ البال کر دیتے ہیں اور اس کے بعد ملک ہیبت کی طرف لیجاتے ہیں اور اس جگہ تربیت دی جاتی ہے اور پھر رحمت کے ملک میں لیجاتے ہیں اور وہاں اس کو تازگی اور خوشی بخشی جاتی ہے اور ولاو ری عطاء کی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد وحدانیت کے ملک میں پہنچاتے ہیں اور وہاں اس کو یگانہ کرتے ہیں۔ اور پھر لطف بطور غذا کھلاتے ہیں اور اپنی مہربانی سے اس کو جمعیت عطاء کرتے ہیں۔ اور نگاہبانی کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی دوستی اس کو قوت دیتی ہے اور شوق اس کو نزدیک کرتا ہے اور جو مشقت کرتا ہے وہ اس کو خدا تعالیٰ کے پاس پہنچا دیتی ہے پھر جواد اور غالب اس کو الٹ پلٹ کرتا ہے تو تھوڑا سا قریب کرتا ہے پھر اس کو قربت کا نہایت درجہ حاصل ہو جاتا ہے پھر اسکو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو ادب سکھلاتا ہے اور کبھی اس سے آپ کلام کرتا ہے تو کبھی اپنے احسان سے اس کو فراخ کیا جاتا ہے اور پھر اس کو تنگ کیا جاتا ہے۔ مگر ان تمام حالات میں جس جگہ بھی وہ پھرتا اور رہتا ہے ہر حال اور ہر مکان میں پروردگار اس کے پاس ہوتا ہے اور یہ شخص قبضہ میں ہوتا ہے اور اس کے امینوں میں سے ایک امین ہے اور اس کے اسرار و امانت دار اور جو چیز خدا کے پاس سے اس کو پہنچتی ہے وہ اس کو خلق اللہ کے پاس پہنچاتا ہے اور جب اس مقام میں پہنچتا ہے تو اس وقت اس کی تمام صفتیں برطرف

ہو جاتی ہیں اور نہ ہی گفتگو رہتی ہے اور نہ ہی سخن اور عقل اور دلوں کی انتہا اور اولیاء کے حالات کی نہایت یہی ہے اور جو چیز اس کے سوا ہے وہ پیغمبروں کے واسطے ہی مخصوص ہے اور جو ولی کا درجہ ہوتا ہے وہ پیغمبروں کے درجہ کی ابتدا ہوتی ہے اور ان سب پر خدا کا درود اور اس کی رحمت نازل ہو اور نبوت اور ولایت میں فرق یہ ہے کہ نبوت وہ کلام ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہو اور وہ وحی ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام کا تشریف لانا اور پہنچانا ان کو روح اللہ بھی کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کے ذریعہ جو امین تھا اپنے کلام کو تمام فرمایا ہے اور اس کلام کا قبول کرنا اور اس کا ماننا لازم ہے اگر کوئی اس کی قبولیت سے انکار کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ انکار کرنے سے خدا کے کلام کا منکر ہوتا ہے اور ولایت یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کسی کے دل میں کوئی بات بطور الہام کے ڈالی جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کے حق میں الہام کا ذمہ لیتا ہے اور اس کے ساتھ ایک اطمینان ہوتا ہے اور پھر وہ الہام معہ آرام کے مجذوب کے دل میں جا قرار پکڑتی ہے اور اس کا دل اس کو قبول کرتا ہے اور ٹھنڈک پاتا ہے۔ پس جو خاص کلام ہوتا ہے وہ تو پیغمبروں کے واسطے ہی مخصوص ہے اور الہام ولی آدمیوں کے واسطے ہے اور جو آدمی کلام کا منکر ہوتا ہے وہ کافر ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے کلام اور وحی کا منکر ہوتا ہے اور جو آدمی صرف الہام کو ہی نہ مانے وہ کافر نہیں ہوتا بلکہ ناامیدی کے عالم میں ہوتا ہے اور نہ ماننے کے سبب سے اس پر وبال ہوتا ہے اور حیرانی میں گرفتار رہتا ہے کیونکہ وہ خدا کے اس الہام کا یقین نہیں کرتا جس کو خدا نے اپنے ولی کے دل میں اپنی محبت کے سبب سے داخل کر دیا ہے۔ اور داخل کر کے اس کے دل تک پہنچایا ہے اور الہام مشیت کے وقت خدا کے علم سے ظاہر ہوتی ہے اور ولی کے دل میں راز کی مانند جا ٹھیرتی ہے اور یہ الہام جو بندہ کے دل میں جا کر جگہ پکڑتی ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ اپنے بندہ کے ساتھ خدا کی بڑی محبت ہوتی ہے اس واسطے ہی دل میں جا گڑتی ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ بندہ کے دل میں الہام کے مضمون کا جو نزول ہوتا ہے تو وہ خدا کی مدد سے ہی ہوتا ہے اور اسی کی مدد سے قبول کرتا ہے اور آرام اور ٹھنڈک پاتا ہے۔

اکیسواں باب

مبتدی آدمی کا کام

مبتدی کو کیا کرنا چاہئے؟ اور اپنے پیر کا ادب کیونکر کرے اور جب شیخ صاحب اپنے مرید کو ادب سکھلائیں تو وہ کس طرح سکھلائیں مرید کا اعتقاد اول ہی اول اس پر مضبوط کریں کہ گذشتہ بزرگ اور نیکوکار جو اہل سنت گذرے ہیں انکے طریق پر چلے اور نبیوں اور رسولوں اور صحابہ اور تابعین اور ولیوں اور صدیقوں کا عقیدہ اور طریق اختیار کرے اور کتاب میں اس کا ذکر اور تشریح ہو چکا ہے۔ قرآن شریف اور حدیث کے ساتھ تمسک کرے اور ان کے موافق جو اوامر و نواہی اصول و فروع ہیں ان پر عمل کرے اور ان دونوں یعنی قرآن اور حدیث کو اپنے بازو کی قوت قرار دے کیونکہ اس راستہ میں ان دونوں کے ذریعہ سے پرواز کر سکے گا یہ دونوں طریق انسان کو مقصود یعنی پروردگار تک پہنچانے والے ہیں۔ اور اس کے بعد صدق اور پھر کوشش اختیار کرے اور یہاں تک اس میں ثابت قدم رہے کہ ہدایت کرنے والے اور دلیل پر رسائی ہو جائے اور یہ اس کو کھینچ کر خدا کے راستہ پر لیجا کر کھڑا کر دیں اور اس کے بعد مرید کو مونس تلاش کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ وہ اس کا ان موقعوں پر مددگار ہو ماندگی' رنج' تاریکی' شہوت کا غلبہ' لذت' ذمیمہ صفات نفس کی گمراہ کرنے والی خواہشیں اور بری طرح جو حق کے راستے سے روکنے والی اور باز رکھنے والی طبیعت ہو تو ان حالات میں اس مونس سے اس کا دل الفت اور راحت اختیار کرے اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے "جو ہماری طلب میں کوشش کرتے ہیں ضرور ہم ان کو اپنی راہ دکھاتے ہیں۔" اور ایک حکیم کہتے ہیں۔ جس نے طلب کیا اور کوشش کی اس نے پالیا پس اعتقاد کے سبب سے تو انسان کو حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ اور کوشش کرنے سے حقیقت میں چلنے کے راستے دریافت ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا عہد و پیمان خالص اور مضبوط کرے اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ جو اس نے عہد کیا ہے اس کے خلاف دوسرے راستے میں ایک قدم بھی نہ رکھے اور اپنی منزل مقصود میں پہنچنے تک نہ تو اپنے ارادہ سے رکے اور اس سے باز نہ رہے اور ملامت کرنے والے لوگوں کی ملامت سے ہمت نہ ہارے اپنی ہمت کو مضبوط رکھے جو لوگ قول کے سچے ہوتے ہیں وہ اپنے قول سے نہیں پھرتے اور اگر کچھ کرامت حاصل ہو تو اس پر ہی قناعت نہ کر بیٹھے گو یہ کرامت کوشش کے عوض میں بارگاہ صمدیت سے عطاء ہوتی ہے مگر اس پر ہی قناعت کرنا اس کے اور خداوند تعالیٰ کے

درمیان ایک حجاب ہے اور جب حضوری حاصل ہو جائے تو پھر کرامت اس کو ضرر نہیں پہنچاتی یعنی ترقی روک دینے کا باعث نہیں ہوتی کیونکہ یہ قدرت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کے ثمروں اور اس کی علامتوں میں سے ہے اور خدا تعالیٰ کی حضوری میں پہنچنا اس کی قدرت سے حاصل ہوتا ہے۔ پس حضوری کے ہوتے ہوئے کرامت اس کی ذات کی کسی چیز کو ضرر نہیں پہنچاتی اس کو ضرر کیونکر پہنچ سکتا ہے حالانکہ وہ خدا کی زمین پر اس کی قدرت کا ایک نمونہ ہوتے ہیں اور اس سے جو خرق عادت اور کلام ظہور میں آتی ہے وہ حکمت بالغہ ہوتی ہے حالانکہ اس سے قبل اس میں یہ صفات تھیں جہالت اور گونگاپن اور طبع کی گندگی اور فہم کا قصور اور اب تو اس کی حرکات' سکنات اور اس کا تمام تصرف سب پند و نصائح ہی ہوتا ہے اور اس کی جان اور جسم کے ملک میں خداوند تعالیٰ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ کوئی جگہ خالی نہیں ہوتی جس میں حکموں کی آمد و رفت نہ ہو۔ اور انکے سمجھنے سے انسانی عقلیں عاجز ہیں اور حیران اور اس میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ کرامت کو طلب کر اور اس کے واسطے اس پر زور ڈالا جاتا ہے اور اس کو یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ تحقیقاً جانتا ہے کہ اگر میں طلب کی ترک کرونگا یا اس کی مخالفت کی گئی تو اس میں میری ہلاکت ہے میں زندہ نہیں رہونگا اور ثبات اور بقاء اور عبادت اور قربت اور خدا کی خوشنودی اور نزدیکی اور اس کی محبت کی زیادتی طلب کرامت اور خدا کا حکم بجالانے اور اس کی فرمانبرداری میں ہے اور ان کا یہ عامل ہوتا ہے۔ اور جب کرامت کے طلب کرنے کے واسطے مجبور کیا جاتا ہے تو یہ اس کو کس طرح ضرر پہنچاسکتی ہے۔ نہیں پہنچاسکتی اور اس کی یہ طلب اس کے اپنے اور پروردگار کے درمیان میں ہی ہوتی ہے۔ عام لوگ اس سے واقف نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ کسی کو آگاہ کرتا ہے ہاں اگر ظہور کا غلبہ ہو جائے تو اس وقت ظاہر ہو جاتی ہے کیوں کہ ولایت کی شرط میں یہ داخل ہے کہ کرامت کو چھپایا جائے اور نبوت اور رسالت میں یہ شرط ہے کہ جو معجزات ہوں ان کو ظاہر کیا جائے تاکہ نبوت اور ولایت کے درمیان جو فرق ہے وہ ظاہر ہو جائے اور مبتدی کو اس کی پابندی کرنا لازم ہے کہ تقصیرات اور کوتاہی کی جگہوں میں نہ ٹھہرے اور جو لوگ جھوٹے اور قصور کرنے والے ہوں ان کے ساتھ میل جول نہ کرے ان سے بچا رہے یہ لوگ گفتگو کے فرزند ہی ہوتے ہیں۔ یہ اعمال اور کوشش اور اسلام اور ایمان کے دعویدار ہیں مگر در حقیقت اعمال شرع کے دشمن ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جو بات تم آپ نہیں کرتے وہ دوسروں کو کس واسطے کہتے ہو خدا کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے کہ جو بات آپ نہ کرو وہ اوروں کو کہو) اور ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے (لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے) اس میں بخیلی نہ کرے جو آسانی کے ساتھ اس کے ساتھ آئی ہو' اور اگر کوئی چیز موجود ہو تو اس ڈر کے مارے کہ پھر ایسی چیز سحری میں صرف کرنے یا افطار کرنے کے لئے نہیں ملے گی خرچ کرنے میں دریغ نہ کرے۔ اور نفس کو اس کا یقین دلائے کہ گزشتہ زمانہ میں ایسا کوئی ولی نہیں پیدا ہوا جس نے آسانی سے ملنے والی چیز کیساتھ بخیلی کی ہو اور ہمیشہ ان باتوں میں صابر رہے ہمیشہ کی خواری' محرومی' ہمیشہ کی بھوک' گمنامی' لوگوں کی مذمت میں راضی ہو اور اپنے بھائیوں اور ہم جنسوں اور اپنے قریبیوں کو عطاء کرے اور بخشش سے پیش آئے اور جو مشائخ اور عالم ہوں ان کی مجلسوں میں حاضر ہو اور اس میں اوروں پر پیش دستی کرے اور جب مجلس میں جائے تو وہ خود تو بھوکا رہے اور باقی تمام جماعت کے لوگ سیر ہو کر کھالیں اور باقی سب لوگ تو باعزت ہوں اور اس کو خواری نصیب ہو اور وہ خود بھی کوشش کرے کہ دوسرے آدمیوں کو عزت دے اور آپ اپنے نفس کے واسطے ذلت اور خواری اختیار کرے اور اس کو پسند بھی کرے اور اگر کوئی آدمی ان باتوں پر راضی نہیں ہوگا اور ان باتوں کے برداشت کرنے پر اپنے نفس کو مضبوط اور ثابت قدم نہیں بنائے گا تو وہ اپنی مراد کو نہیں پہنچے گا اور نہ ہی اس سے کوئی کام نکلے گا پس اگر کوئی پوری کامیابی چاہتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچنے کا خواستگار ہے تو وہ ان تمام باتوں کو جو ذکر ہوئی ہیں اختیار کرے خدا تعالیٰ کی جناب میں صرف گزشتہ گناہوں کی آمرزش کا طالب اور اس کا منتظر ہی رہے اور آئندہ کے لئے گناہوں سے تحفظ اور پسندیدہ طاعات کی خدا سے توفیق مانگے جو اس کو امید سے قریب کریں اور اپنی حرکات اور سکنات میں خدا کی رضامندی چاہے اور شیخوں اور ولیوں اور ابدالوں کی دوستی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طلب گار ہو کیوں کہ ان باتوں سے ہی ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہوگا جو ذوی العقول اور ذوی الالباب ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اور اپنی آیتوں کے ذریعہ عبرت سے واقف کیا ہے' ان کے دل اور ان کی نیتیں صاف ہیں پس مرید کی صفت یہ ہے جو بیان کی گئی ہے اور جن باتوں سے پاک ہونے کے واسطے کہا گیا ہے جب تک ان سے پاک اور صاف نہیں ہوگا وہ اس لائق نہیں ہوگا کہ اس کا نام مرید رکھا جائے۔

شیخ صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے وقت مرید کے لئے آداب

مرید کے واسطے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ظاہر میں کبھی اپنے پیر صاحب کی مخالفت نہ کرے اور باطن سے بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کرے جو آدمی بظاہر ادب کو ترک کرتا ہے وہ گناہ کرتا ہے اور جو باطن میں پیر صاحب پر اعتراض کرتا ہے۔ اپنی ہلاکت کے درپے ہے بلکہ مرید کو اپنے پیر کے واسطے اپنے نفس سے دشمنی کرنی چاہئے۔ اور پیر صاحب کے مقابلہ میں ہمیشہ اپنے نفس کو زجر اور توبیخ کرتا رہے اور ظاہر اور باطن دونوں طرح سے پیر کی مخالفت چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا زیادہ ورد کیا کرے (اے اللہ ہم کو بخش دے اور ہم سے پہلے جو ہمارے مومن بھائی چل بسے ہیں۔ ان کو بھی بخش دے اور ہمارے دلوں کو مومنوں کی طرف سے ملال نہ کرا ے ہمارے پروردگار اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تو ہم پر مہربانی کرنے والا رحمت والا ہے۔) اور اگر شیخ صاحب سے کوئی ایسا عمل معلوم ہو جو شرع کے خلاف ہو تو اشارہ اور ضرب المثل سے شیخ صاحب کو اس سے آگاہ کرے صریح نہ کہہ دے تاکہ پیر صاحب اس سے متنفر نہ ہو جائے اور اگر پیر صاحب میں کوئی عیب دیکھے تو اس کو چھپائے اور اپنے نفس پر تہمت لگائے اور شریعت میں کوئی تاویل تلاش کرے اور اگر کوئی شرعی عذر نہ ملے تو پھر شیخ صاحب کے واسطے استغفار پڑھے اور ان کے حق میں دعاء کرے کہ اے اللہ ان کو علم اور بیداری کی توفیق اور عظمت و حمیت دے اور ان کی نگاہبانی کر اور ان کی عصمت کا اعتقاد نہ کرے اور اس کی دوسرے کو خبر بھی نہ کرے اور جب دوسرے دن یا دوسرے وقت ان کی خدمت میں جائے تو یہ یقین کرلے کہ شیخ صاحب میں جو عیب دیکھا تھا وہ ضرور دور ہو گیا ہو گا اور اس پر ثابت نہیں رہے اور اپنے پہلے رتبہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ پر نقل کر گئے ہوں گے شیخ سے جو کچھ پہلے ہوا ہے وہ غفلت میں سرزد ہوا ہے اور دونوں حالتوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے ایسا کیا ہے جو حالت رخصتوں اور اباحتوں اور عزیمت کے ترک کرنے اور سخت عمل ترک کرنے کی ہے یہ تو ایسے ہی ہے۔ جیسے دو گھروں کے درمیان دہلیز ہوتی ہے اور دو منزلوں کے درمیان میں ایک منزل ہوتی ہے۔ اور یہ منزل (دہلیز) پہلی حالت کی انتہا اور دوسری حالت پر قیام کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں جاتا ہے کہ ایک ولایت کو اتار کر اس سے اعلیٰ اور اشرف ولایت کی خلعت پہنایا گیا ہے۔ کیوں کہ ان میں روز بروز قرب الٰہی کی طرف آگے کو بڑھتے جاتے ہیں اور اگر شیخ صاحب غصہ میں ہوں یا رنجش کے آثار ظاہر کریں یا مرید کی طرف سے اعراض کریں تو مرید ان سے تعلق قطع نہ کردے بلکہ معلوم کرے کہ شیخ صاحب کی ناراضگی کی اصل وجہ کیا ہے اور ان کی خدمت میں بے ادبی یا تقصیر ہوئی ہو یا کوئی خدا کے امر و نہی میں نافرمانی کی ہو تو اس کی نسبت اپنے پروردگار کی درگاہ میں توبہ کرے اور استغفار پڑھے اور آئندہ ویسا کرنے سے توبہ کرے اور اس کے بعد شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو اور جو تقصیر کر چکا ہے اس کا عذر کرے اور اپنی حاضری اور تعلق ظاہر کرے اور مخالفت کا خیال دل سے دور کر کے آئندہ کے واسطے دوستی جتائے اور ہمیشہ اس کے موافق کرے اور ان کو اپنے اور اپنے خدا کے درمیان وسیلہ گردانے تاکہ پیر صاحب کے ذریعہ سے خدا کی بارگاہ معلٰی میں اس کی رسائی ہو جائے جب کسی بیچارے کو بادشاہ تک پہنچنے کی راہیں معلوم نہیں ہوتیں تو اس کا حاجت مند ہوتا ہے کہ کسی طرح بادشاہی دربان کے ساتھ دوستی پیدا کرے اور سلطنت کے جو خدمت گار اور خاص باریاب ہیں انکا آشنا بنے تاکہ وہ اس کو شاہی سیاست سے آگاہ کریں اور بار گاہ میں جو تمام جہان کو پناہ دینے والی ہے حضوری کے آداب سکھلائیں اور اس کو عرض و معروض کا طریقہ بتلائیں اور آگاہ کریں کہ بادشاہ کے خزانہ عامرہ میں فلاں تحفے اور ہدیے کمیاب ہیں۔ اور ان کو نذر میں گذارنے کی زیادہ خواہش ہے تاکہ ان کو تیار کرلے اور ضروری ہے کہ ہمیشہ گھر میں اس کے دروازہ سے داخل ہونا چاہئے اور دروازہ کو چھوڑ کر پیچھے سے دیوار پھاند کر داخل نہ ہو کیونکہ اس طرح داخل ہونے میں ملامت اور اہانت ہوگی اور اس سے داخل ہونے میں بادشاہ کی حضوری نصیب نہیں ہوگی اور نہ ہی اپنے مقصد پر کامیاب ہو سکے گا اور اس مقام میں داخل ہونے والے کے لئے خوف اور خطرہ ہی خطرہ ہے۔ پس اس باب میں اس کے محتاج ہیں کہ کوئی راستہ بتلانے والا اور خبردار کرنے والا ہو تاکہ وہ ہاتھ پکڑ کر اس کو اس مقام پر بٹھلا دے جہاں وہ بیٹھنے کے لائق ہو اور یا اس کو وہاں بیٹھنے کے واسطے اشارہ ہی کردے تاکہ درگاہ پر پہنچنے کے وقت اس کو ذلت نصیب نہ ہو اور اسی الزام میں نہ دھرا جائے کہ یہ بڑا بے ادب اور احمق ہے۔ اور اچھی طرح جان لے کہ اس جہان میں اللہ کی یہی عادت جاری کردہ ہے کہ ایک پیر ہو اور ایک مرید اور ایک تابع اور ایک متبوع ایک استاد ہو ایک شاگرد ایک آقا ایک نوکر آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ خدا نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو سارے نام سکھلائے اور اسی سے کام کا آغاز فرمایا اور پھر آدم علیہ السلام کو شاگرد بنایا اور خدا تعالیٰ

آپ ان کے استاد بنے یا یوں کہو کہ آدم علیہ السلام کو مرید بنایا اور آپ باری تعالیٰ رہبر بنے اور پھر ان کو اس طرح تلقین کی اے آدم یہ تو گھوڑا ہے اور یہ گدھا یہاں تک کہ بڑے پیالے چھوٹی پیالی کا نام بھی بتایا جب سب کچھ بتلادیا اور تعلیم اور تہذیب دے کر فراغت پائی تو ان کو ان خطابوں سے مخاطب کیا معلم' استاد' شیخ اور حکیم اور طرح طرح کے لباس اور زیور پہنائے پھر ان کو ناطق بنایا اور بہشت میں کرسی کے اوپر بٹھادیا اور آپ کے گرد فرشتوں کو صف بستہ کھڑا کیا اور جب فرشتوں نے جناب الٰہی میں اپنی لاعلمی ظاہر کی اور عاجزی جتلائی اور کہا تو پاک ہے ہم کو علم نہیں مگر جو تُو نے سکھایا تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ ان کو سب چیزوں کے نام بتلادو اس لئے آپ استاد بنے اور تمام فرشتے آپ کے شاگرد ہوئے اور ان کو تمام چیزوں کے نام سکھائے جیسا کہ قرآن میں اس کی شہادت موجود ہے اور اس سے فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی بزرگی اور فضیلت ظاہر ہوئی اور ان کے اور خدا کے نزدیک آپ کو شرف دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام متبوع ہوئے اور فرشتے آپ کے تابع اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان تمام پر وارد ہوں اور اس کے بعد قضاء کے موافق آپ نے اس درخت کا پھل کھالیا جس سے آپ کو منع کیا گیا تھا۔ اس لئے آپ کو بہشت سے نکال باہر کیا اور ایک سے دوسری حالت پر اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کئے گئے اور آپ کو اس حالت کی کوئی خبر نہ تھی۔ نہ تو اس جگہ کو اپنا وطن بنایا تھا زمین کے سے حالات جنت میں پیش آئے اور نہ یہ گمان تھا کہ مجھ کو اس منزل کی سیر کرائی جائے گی اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالا گیا اور زمین کی منزل پر پہنچے اور وہاں چلے پھرے تو ان کو زمین سے خوف آیا اور زمین کی سطح پر ان چیزوں کو دیکھا جن کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور آپ پر ان بلاؤں کا بوجھ ڈالا گیا بھوک' پیاس' سوزش' قبض اور پہلے اس سے آپ کو واقفیت نہ تھی اور اس واسطے اب آپ کو پھر معلم اور مرشد اور استاد اور رہنما اور خبر دینے والے اور ادب سکھلانے والے کی ضرورت محسوس ہوئی اس لئے پروردگار نے جبرئیل علیہ السلام کو نازل فرمایا اور انہوں نے حکم خدا کے موافق آپ کے ساتھ دوستی کی اور جو دشوار امر تھے وہ آپ پر ظاہر کردیئے اور انہیں گندم کا بیج دیا اور بتلایا کہ ان کو اس طرح بویا جاتا ہے اور بونے کے بعد جب اس کا درخت بڑا ہو کر بار آور ہوا اور کاٹنے کے قابل ہو گیا تو اس وقت آپ کو اس کے کاٹنے کا طریق اور اسکے متعلق کا تمام ضروری سامان مہیا کردیا اور اس کے بعد آپ کو روٹی پکانی سکھلائی چنانچہ جس طرح آپ کو تعلیم کی گئی تھی اس کے بموجب آپ نے روٹی پکائی اور جب پکا چکے تو بعد میں اس کو کھانے کا ڈھنگ سکھلایا پس آپ نے روٹی کھائی اور پھر جب آپ کو پاخانہ کی حاجت ہوئی تو اس سے آپ گھبرا گئے اور اس فکر میں پڑ گئے اب کیا کریں پھر اس مطلب کے واسطے آپ کو استاد کی حاجت ہوئی اس کی ترکیب بھی جبرئیل علیہ السلام نے بتلائی کہ اس طرح پاخانہ پھرنا چاہیئے اور طہارت کرنے کے واسطے ہدایت کی اور عبادت کا طریق بتلایا اور حضرت آدم نے اپنے جسم کی سیاہی کو سفیدی سے بدلنے کی کوشش کی حضرت آدم علیہ السلام کا جسم نورانی تھا۔ اور جب آپ پر شہنشاہی عتاب نازل ہوا تو اس وقت وہ تیرہ ہو گیا اس لئے سیاہی کے دور کرنے کے واسطے حضرت جبرئیل نے ایام بیض کے روزے رکھنے آپ کو بتلائے یعنی مہینے کی تیرھویں اور چودھویں اور پندرھویں تاریخ چنانچہ آپ نے اس پر عمل کیا ان تاریخوں میں روزے رکھنے سے آپ کے جسم کی سیاہی جاتی رہی اور تمام بدن نورانی ہو گیا اور ان کے سوا اور بھی آپ کو بہت سے علم اور ادب سکھلائے اس طرح حضرت آدم علیہ السلام شاگرد بنے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے استاد بن گئے حالانکہ اس سے پہلے حضرت آدم جبرئیل اور باقی تمام فرشتوں کے پیر اور متبوع ہو چکے تھے اور سب سے زیادہ دانا تھے اور یہ سب کچھ حالات کی تبدیلی اور ایک منزل سے دوسری میں منتقل ہونے پھر اس سے تیسری منزل میں اس طرح مسلسل منازل و حالات کی تبدیلی کی وجہ سے ہوا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند رشید حضرت شیث علیہ السلام نے بھی اس طرح اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی اور آگے بھی سلسلہ وار ان کی اولاد نے تعلیم پائی اور اس کے بعد حضرت نوحؑ نے اپنی اولاد کو تعلیم دی۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی اپنی اولاد کے معلم بنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کو وصیت کی ہے اور یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کو نصیحت کی ہے) اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے بھی اپنی اولاد کی تعلیم کی ہے اور بنی اسرائیل کو تعلیم دی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے معلم ہوئے ہیں اور پھر محمد ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تعلیم دی ہے آپکو وضو کرنا سکھلایا نماز پڑھنی سکھلائی مسواک کرنے کی وصیت کی اور خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے (مجھ کو مسواک کرنے کی نصیحت کی ہے) اور آپ نے فرمایا ہے کہ جب تک میرے منہ میں دانت رہے ہیں اس وقت تک جبرائیل علیہ السلام نے مسواک کرنے کی مجھ کو نصیحت کی ہے اور خانہ کعبہ کے پاس دو دفعہ میرے ساتھ نماز بھی پڑھی ہے اور پھر ظہر کی نماز زوال

آفتاب کے وقت میرے ساتھ ادا کی ہے آخر حدیث تک جس میں یہ بیان ہو چکا ہے اور پھر رسول ﷺ سے صحابہؓ نے تعلیم پائی ہے پھر تابعینؒ نے اصحابؓ سے اور ان کے بعد تبع تابعینؒ نے تعلیم پائی ہے اور اسی طرح ہی ایک قرن کے بعد دوسری قرن میں اور ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ میں تعلیم پاتے گئے اور ہر ایک نبی کا ایک صحابی ہوتا ہے جو نبی کے راستے پر چلتا ہے کیوں کہ وہ بعد میں نبی کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے جس طرح خلیفہ قائم مقام مقرر ہوا ہے۔ مثلاً موسیٰ بن عمران اور ان کے غلام حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا بھانجا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور تمام اصحابؓ اور اولیاء اور صدیق اور ابدال اور استادوں اور شاگردوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے مثلاً حسن بصریؒ اور انکے شاگرد عتبہ بن غلامؒ اور سریؒ سقطی اور ان کا غلام اور بھانجا ابی قاسم جنیدؒ وغیرھم پس جو مشائخ لوگ ہیں وہ خداوند تعالیٰ کا راستہ دکھانے والے ہیں اور وہ دروازہ ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے کا راستہ ملتا ہے مگر شاذونادر ہی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ جائز ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو برگزیدہ کرے اور اس کی تربیت اور نفسانی ہوا ہوس اور شیطان سے اس کی نگاہبانی کو اپنے ذمہ میں لے جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور اویس قرنیؓ اور دوسرے ولیوں وغیرہ کو اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر ہم نے جو شیخ کی ضرورت کا ذکر کیا ہے۔ اکثرو بیشتر اسی طرح ہوتا ہے اور یہ طریقہ بہتر بھی ہے اور غلطی سے بھی بچاتا ہے۔ پس مرید کو لازم ہے کہ جب تک خدا کی بارگاہ میں اس کی پوری رسائی نہ ہو جائے وہ مرشد سے قطع تعلق نہ کرے اور جب درگاہ ایزدی میں پہنچ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی تربیت اور تہذیب اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

اور جس قدر اسرار نہانی ہوتے ہیں ان پر اس کو مطلع اور واقف کر دیتا ہے جن سے ان کے پیر صاحب بھی آگاہ نہیں تھے۔ اور پھر جو خدا کی مرضی ہوتی ہے وہ کام ان سے لیتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اس پر عمل کرے اور نہی سے بھی واقف کر دیتا ہے اور اس کی حالت میں بسط و کشاد ہوتی رہتی ہے۔ کبھی اس کو غنی کر دیتا ہے اور کبھی فقیر بنا دیتا ہے اور ساتھ ساتھ ہی اس کو تلقین ہوتی رہتی ہے اور جن چیزوں پر اس کے کام نے انجام پذیر ہونا ہوتا ہے ان سے اس کو آگاہی دی جاتی ہے پس یہ شخص خدا کے سوا اور جتنی چیزیں ہوتی ہیں۔ ان سب سے بے پرواہ ہو جاتا ہے بلکہ اللہ کے سوا اور کسی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس کے دل میں ان چیزوں کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ خدا کے ادب کا نگاہ رکھنا خدمت کی رعایت اور حفاظت کرنا اور اس کی حرمت اور توقیر کرنا ان کے سوا دوسری کسی چیز کی اس کے دل میں گنجائش نہیں رہتی اور جب اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو اس وقت پیر سے مرید کا تعلق بالکل قطع ہو جاتا ہے اور بسا اوقات شیخ کے پاس اس کا جانا حرام ہو جاتا ہے۔ مگر یہ صریح امر اور بین خبر کی نسبت ہے لیکن اس صورت میں جائز ہے کہ اتفاقاً شیخ اس کی طرف جائے اور راستے یا مسجد میں ملاقات کا اتفاق ہو مگر یہ ملاقات قصداً نہیں ہوگی اور مرید کو جو یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں تو یہ اس استغناء کے باعث ہوتی ہیں جو حضوری میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس کو حاصل ہوتا ہے اور حال کے قائم رہنے سے نیز حال میں لغزش یا اس سے جدائی اور پھر اس پر کے خوف سے' اور یہ بھی ثابت ہے کہ پیر اور مرید دونوں حکم الٰہی میں برابر ہیں۔ کیوں کہ اس کے حکم کی بجا آوری میں دونوں شریک ہوتے ہیں مگر ان کی حالتیں جدا جدا ہیں کیوں کہ وہ تقدیری اور تقدیر مخفی ہے اور یہ خدا کا فضل ہے۔ اور اس کا کام ہے کہ وہ کسی کو آگے بڑھادے اور کسی کو پیچھے ہٹادے تبدل' تغیر' کسی کو ولایت بخشنا' کسی کو معزول کر دینا' اور کسی کو ذلت دینا' غنی کرنا' فقیر بنانا' کسی کو عزت دینا' اور ان معاملات میں وہ مقررہ وقتوں پر اپنے احکامات جاری فرماتا ہے اور کسی کو ان کا حال معلوم نہیں ہوتا اور یہ بات لوگوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتی کہ یہ ایک اندھیری رات اور اس قدر وسیع جنگل اور گہرے گہرے دریا ہیں۔ کہ انسان کی عقل اس باب میں کام نہیں کرتی صرف خداوند تعالیٰ نے اپنے علم میں ان سب کو احاطہ کر لیا ہے۔ اور پیغمبروں اور رسولوں اور اپنے خاص ولیوں میں سے جن کو ان اسرار سے آگاہ کرتا ہے۔ تو اولیاء میں سے دو آدمی جب مقام حال میں داخل ہو جائیں جو تقدیر اور فعل خداوندی ہے تو مرید کو پیر کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی اور انکا راستہ مختلف ہو جاتا ہے شیخ صاحب ایک جانب کو جاتے ہیں تو مرید دوسری جانب تو پھر ان کی صحبت اور آپس میں اجتماع کب ممکن ہو سکتا ہے۔ پس یہ امر یقیناً بہت بعید ہے اور اگر بالفرض صحبت اور اجتماع کا اتفاق ہو بھی جائے تو اس امر کو شاذونادر سمجھنا چاہیے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس پر التفات اور اعتبار کیا جائے کیونکہ غالب یقین اسی پر ہو سکتا ہے جو ظاہر ہو پس جو پیر اور مرید اس حالت میں پہنچ جائے اور اپنے پروردگار کی محبت میں اس کو شیخ صاحب کی پرواہ نہ رہے تو اس پر خدا کی رحمت ہے اور اگر ضرورت کے وقت پروا کرے تو یہ جائز ہے۔ اور یہ مرید

کے آداب میں داخل ہے کہ بلا ضرورت شیخ صاحب سے کچھ کلام نہ کرے اور نہ ہی اپنے ہنر اور کسی وصف کا کچھ اظہار کرے اور مرید کو پیر صاحب کے آگے اپنا مصلی نہیں بچھانا چاہئے اور اگر نماز کے وقت بچھا دے تو اس کا مضائقہ نہیں ہے اور جب نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے تو بعد میں جلدی اپنا مصلی لپیٹ لے اور کمر بستہ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائے جب کہ وہ اپنے بچھونے پر بے رنج اور کسی غیر کی کلفت کے سوا تکیہ لگائے بے پرواہ بیٹھے ہوں اور اس کو اپنا وطن قرار دیا ہو اور یہ حالت شیخ صاحب کی ہی ہے مرید کی نہیں ہو سکتی اور شیخ صاحب کے مصلے پر اپنا مصلے نہ بچھائے اس سے پرہیز رکھے کیونکہ ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ بلکہ پیر صاحب کے مصلے کے نزدیک بھی اپنا مصلے بچھانے سے پرہیز کرے اور اگر پیر صاحب اجازت دیں تو پھر جائز ہے۔ کیونکہ پھر بھی صوفیہ کے گروہ کے نزدیک بد تہذیبی ہے۔ اور اگر شیخ صاحب کے روبرو کسی مسئلہ کی بحث ہو رہی ہو اور مرید اس کے جواب دینے میں پورا ملکہ اور طاقت رکھتا ہے اور اس باب میں اس کے پاس کامل جواب بھی ہو تو پھر بھی خاموش رہے اور شیخ صاحب کی کلام کو غنیمت سمجھ کر قبول کرے اور اس کو عمل میں لائے کیونکہ شیخ صاحب کی زبان پر جو کچھ جاری ہوتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور اگر پیر صاحب کی کلام میں کوئی نقص اور قصور دیکھے تو اس کو رد نہ کرے اور مرید کے دل میں خدا نے جو بصیرت کا نور بھرا ہے اور اپنا فضل و کرم کیا ہے اس پر اس کا شکریہ ادا کرے اور اس کو اپنے دل میں ہی چھپائے رکھے اور شیخ صاحب کے روبرو بہت باتیں نہ بنائے اور ایسا نہ کہے کہ شیخ صاحب نے مسئلہ میں خطا کی ہے اور چوک گئے اسی طرح ان کی کلام کو نہ توڑے اگر مغلوب ہو کر بغیر سوچے سمجھے بے تحاشا اور بلا قصد کوئی بات منہ سے نکال دے تو فوراً خاموش ہو جائے اور توبہ کرے کہ آئندہ کے واسطے میں ایسی خطا نہیں کروں گا کتاب میں خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ کے ضمن میں گزر گیا ہے۔ پس مرید کی خیر اسی میں ہے کہ اس راہ میں خاموش رہے۔ اور جب سماع ہو رہا ہو تو اس حال میں پیر صاحب کے روبرو مرید کوئی حرکت نہ کرے مگر پیر صاحب کے اشارہ سے حرکت کرنی جائز ہے اور اپنے لئے بالکل کوئی حال نہ دیکھے اور اگر شوق کا غلبہ ہو جائے اور حالت طاری ہو اور اس سبب سے ہوش و حواس جاتے رہیں تو جب جوش جاتا رہے تو کوئی حرج نہیں مگر پھر جب اپنی پہلی حالت پر آجائے تو آداب کا جو طریق پہلے اختیار کیا ہوا تھا اور سکون و وقار کی جو پہلی حالت تھی وہی اب پھر اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو اسرار اس پر ظاہر فرمائے ہیں ان کو چھپائے رکھے جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے رقص سرود راگ و رنگ اور قوالی گو ہمارے نزدیک جائز نہیں مگر چونکہ ہمارے اہل زمانہ اپنے مجمعوں خانقاہوں اور اپنی رباطوں میں اس کے دلدادہ ہیں اس لئے ہم نے اس کا ذکر کر دیا ہے کیونکہ ان مجالس میں ایسا آدمی ہونا ضروری ہے جو اپنے ارادہ حال میں سچا ہے تو یہ سماع اس کے حال کے صدق کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے اور اشتیاق کے شعلہ کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور پھر اس قسم کے لوگ اپنے دائرہ اشتیاق میں پڑے جلتے ہیں۔ اور اس میں غائب ہو جاتے ہیں جب یہ شوق اور وجد کی حالت میں ہوتے ہیں تو قوم میں انکے پھڑکتے ہوئے اعضاء کھائی دیتے ہیں اور وہ قوم کے خیالات سے بالکل الگ ہوتے ہیں قوم کے لوگ تو ان باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ نفسانی لذتیں اپنی اپنی یاد اور دوستوں کی یاد جو ان سے جدا ہو گئے ہیں چاہے مر گئے ہیں اور لمبا وقت گزر چکا ہو اور چاہے زندہ ہیں مگر اس کے مراد کا کلام اور ان لوگوں کے شوق کی آگ بھی بہت زیادہ بھڑکتی ہے اور جو صادق مرید ہوتے ہیں ان کا اور ہی حال ہوتا ہے انکی آگ نہ دھیمی ہوتی ہے نہ بجھتی ہے اس کے شعلے کبھی کم نہیں ہوتے اور ان کا جو محبوب ہوتا ہے وہ ان سے نہ غائب ہوتا ہے اور نہ دور صادق مرید کے شوق کی آگ ہمیشہ شعلہ زن رہتی ہے اور اپنے حقیقی معشوق اور محبوب کی نزدیکی اس کے سرور کو کوئی بدل نہیں سکتا اور اس کے مطلب کا جو کلام ہوتا ہے وہ خدا کا کلام ہوتا ہے۔ اس حالت میں مرید ان باتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے غزل راگ رنگ فریاد اور غوغا کرنے والے جو اخوان الشیاطین ہوتے ہیں اور نفس امارہ کی ہوا و ہوس کے گھوڑوں پر سوار جو لوگ فریاد اور غل کرنے والوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں اور مرید کو حالت سماع میں کسی پر اعتراض کرنا نہیں چاہیے اور کسی سے وقت کے طلب میں مزاحم نہ ہو جو آدمی ایسے شعر کہہ رہا ہے جو دنیا سے بے رغبت کرنے والے دل کو نرم کرنے والے بہشت اور حوروں کا شوق بڑھانے والے آخرت میں خدا کے دیدار کی امید بندھانے والے دنیا اور دنیا کی لذتوں اور شہوتوں کے دور کرنے والے عورتوں اور فرزندوں کے ترک کرنے پر دل بڑھانے والے آفتوں اور فتنوں اور بلاؤں پر صبر کرنے والے اور جو فرزندوں کی محبت سے قطع تعلق کریں اور آخرت کی طرف منہ پھیریں پس ان سب کو شیخ صاحب کے حوالے کر دے اور ان تمام باتوں کو شیخ کے حوالہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس تمام قوم کے آدمی شیخ صاحب کی ولایت میں ہوتے ہیں۔ اور اگر سننے والا اس وقت مستحقوں میں سے ہو تو وہ ظاہر میں تمام ادبوں کو نگاہ رکھے اور اپنے باطن میں تکلیف سے انکار

کرے کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ خود ہی خدا تعالیٰ کسی دوسرے کے دل میں یہ ڈال دیتا ہے کہ وہ گانے والے سے گانے کی دوبارہ خواہش کرے

مرید کے شیخ صاحب کے ساتھ مزید آداب

مرید کو لازم ہے کہ جب شیخ سے آداب سیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کے دل میں اس بات کا ایمان اور صدق ہو اور اعتقاد ہو کہ پیر صاحب سے بہتر اس زمانہ میں اور کوئی آدمی نہیں ہے۔ جس سے مقصود میں کامیابی کا فائدہ اٹھا سکیں اور محض خدا کے لئے ہی اسے قبول کرے اور اس کے راز کو جو خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہو اپنے دل میں نگاہ رکھے جو چیز اس کے حال کے واسطے بہتر ہو اس کو اس کے شیخ کی زبان پر جاری ہو اور شیخ صاحب کی بالکل مخالفت نہ کرے اس سے خوف کرے کیونکہ شیخ صاحب کی مخالفت کریگا تو یہ اس کے حق میں زہر ہلاہل اور ضرر عام بن جائے گی اور مخالفت نہ صراحت سے کرے اور نہ تاویل سے اور اپنے احوال اور اپنے اسرار کو شیخ صاحب سے پوشیدہ نہ رکھے مگر پیر صاحب کو ہی اطلاع دے کسی اور کو آگاہ نہ کرے اور پیر صاحب سے کسی کام سے رخصت نہ مانگے کیونکہ ایسا کرنا لائق اور مناسب نہیں ہے اور خدا کے واسطے جن چیزوں کو پیر صاحب نے ترک کر دیا ہو تو ان پر عمل نہ کرے کیونکہ کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اور جو لوگ اہل طریق ہیں ان کے نزدیک اس سے ارادت ٹوٹ جاتی ہے۔ خدا کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (جو آدمی اپنی بخشش کو واپس کرتا ہے۔ وہ اس کتے کی مانند ہے جو قے کر ڈالتا ہے اور پھر اس کی طرف رجوع لاتا ہے اور اگر کسی چیز سے پیر صاحب باز رہنے کے واسطے ارشاد کریں تو اس کی نسبت ان کے فرمان کو بجالائے اس کا بجالانا واجب ہے اور اگر پیر صاحب کے ارشاد کے برخلاف کوئی تقصیر ہو جائے تو اس کو واجب ہے کہ پیر کو اطلاع دے تاکہ اس کی تقصیر کا تدارک کرے اور مرید کے واسطے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں دعاء کرے کہ مرید کو توفیق دی جائے اور اس کے واسطے آسانی اور رستگاری ہو۔

شیخ صاحب کے مرید کے ساتھ آداب

جب مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو تو پہلے پہل پیر صاحب کے واسطے یہ امر لازم کیا گیا ہے کہ وہ مرید کو خدا کے لئے قبول کرے نہ اپنے نفس کے لئے پیر کو لازم ہے کہ مرید سے نصیحت اور پند کے ساتھ برتاؤ کرے اور اس پر مہربانی کی نگاہ رکھے اور جب دیکھے کہ مرید کسی مشقت کے کرنے سے عاجز ہے تو اس کے ساتھ نرمی اور آسانی سے سلوک کرنے اور اس کی اس طرح ہی تربیت کرے جیسے مہربان ماں یا مشفق باپ اپنے فرزند یا غلام کی پرورش کرتا ہے پہلے اس کو سہل ترین اعمال کا حکم دے اور جس بوجھ کے اٹھانے کی اس کو طاقت نہ ہو وہ اس کے اوپر نہ رکھے پھر شدید کاموں کا حکم دے پہلے اس کو یہ حکم دے کہ نفس امارہ کی فرمانبرداری چھوڑ دے اور شرع کی جو رخصتیں ہیں ان کی پیروی کرے تاکہ ان کی تعمیل کرنے سے طبیعت کی قید اور حکم سے چھوٹ جائے اور نفس امارہ کی فرمانبرداری سے رہائی پائے اور شرع کی اطاعت میں ثابت قدم ہو تو اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کو عزیمتوں کی طرف متوجہ کرے اور جب مرید کو عزیمتوں کی طرف بلائے تو جواز کی ایک ایک خصلت کو محو کرتا جائے اور اس کی جگہ عزیمت کو ثابت کرتا جائے اور اگر حکم کے ابتداء میں مرید کے مجاہدہ کے صدق اور اس کی عزیمت تو دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ خدا کے نور و مکاشفہ سے ہے جیسا کہ اپنے مومن بندوں اور اللہ کے ولیوں اور دوستوں اور اچھے علماء امناء کے حق میں ہوتا ہے تو پھر کسی امر میں بھی اس کے ساتھ نرمی نہ کرے بلکہ بجائے نرمی کے اس کو بڑی سخت ریاضتیں بتلائے اور ان ریاضات میں مضبوط پکڑے جن کے متعلق وہ جانتا ہو کہ اس کی قوت ارادہ ان سے قاصر نہیں ہوگی کیونکہ وہ مرید پیدا ہی اس کام کے واسطے کیا گیا ہے اور وہ کام اس کے حال سے موافقت رکھتا ہے پس اس کو لازم ہے اس کام کے آسان کرنے کے واسطے کسی قسم کی کوئی خیانت روانہ رکھے اور پیر صاحب کو لازم نہیں ہے کہ مرید کی کسی چیز کو اپنے آرام کے واسطے قبول کر لے کہ اس کے پاس مال ہو تو اس سے فائدہ اٹھائے یا اس کی خدمت سے فائدہ حاصل کرے یا خدا تعالیٰ سے اپنے حق التادیب کا امیدوار ہو اور ادب سکھلانے یا کسی شے کے عوض میں اور اس لحاظ سے اس کو ادب سکھلائے اور تربیت دے کہ اس سے خداوند تعالیٰ کی موافقت اور اس کے حکم کی بجا آوری سمجھے اور اس کو خدائی تحفہ اور ہدیہ جان کر قبول کرے اور مرید جو پیر صاحب کے پاس جاتا ہے تو شیخ کے اختیار سے نہیں بلکہ اس کو تقدیر الٰہی کھینچ لاتی ہے اور خدا نے اسکو اس شیخ کے پاس آنے کی ہدایت کر کے بھیجا ہے اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ایک بخشش ہوتی ہے پس پیر صاحب کو واجب ہے کہ مرید کو قبول کرے اور اس کے ساتھ نیکی کرے اس کو تربیت دے للہ خدا کے حکم اور خبر

کے بغیر مرید کی جان اور اس کے مال سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے ہاں اگر اللہ کی طرف سے خبر ہو کہ اس میں مرید کی اصلاح اور نجات ہے اور یہ شیخ کی قیمت ہے تو اس سے منہ پھیرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے پس اس کو رد نہیں کر سکتا اور پرہیز کرے اس سے کوشش کے ساتھ کہ جو مرید آئے اسے اختیار کرے بلکہ خدا کی قدرت کا انتظار کرے اور بغیر اس کی تکلیف اور اختیار کے جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھیج دے اسے قبول کرے اور اس کی تربیت میں کوشش کرے اس وقت مرید کی تربیت میں کوشش کرے اس وقت مرید کے واسطے خداوند تعالیٰ کی طرف سے پیر کو توفیق عطاء کی جاتی ہے اور جو حاجت اور مقصد ہوتا ہے وہ جلدی بر آمد ہو جاتا ہے۔ اس لئے تکلیف سے پیر کو ڈرنا چاہئے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو مرید کے حق میں حفظ اور توفیق کو کھو بیٹھے گا اور پیر کا یہ ذمہ ہوتا ہے کہ اپنی ہمت سے مرید کی تربیت کرے اور جب مرید میں کوئی خلل یا فتور دیکھے تو اپنے باطن میں اس کی طرف سے توبہ کرے اور پیر کے ذمہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ مریدوں کے اسرار کی نگاہبانی کرتا رہے۔

اور مرید کا جو حال خبرداری سے معلوم ہو کسی غیر کو اس سے آگاہ نہ کرے چاہے ربانی بخششوں یا مریدوں کے ظاہر کرنے سے اسکو اسرار معلوم ہوں چاہے مرید کے افشاء کرنے سے یا اس کو چھپاتا ہوا دیکھ لے ہر حال میں ان کو چھپائے رکھے دوسرے سے ان کا ظاہر کرنا مناسب اور لائق نہیں ہے کیونکہ یہ اسرار امانت کے طور پر ہوتے ہیں یہ مشہور مثل ہے کہ نیک لوگوں کے سینے اسرار اور راز کی قبریں ہوتی ہیں پس مریدوں کے واسطے پیر صاحب راحت کا محل ہوتے ہیں اور ان کے بھیدوں کا گنجینہ اور ان کی جائے پناہ اور ان کی دلیری کو تقویت دینے والا ہوتا ہے۔ اور امداد کرنے والا اور حق کے راستہ میں ثابت قدم رکھنے والا اور مریدوں کو ہمیشہ اس پر آمادہ رکھے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے سیدھے راستے اور اس کی مصاحبت کی طرف توجہ کرنے کے لئے تیار رہیں اس سے گریز نہ کریں اور جب دیکھے کہ مرید سے خلاف شرع کوئی امر سرزد ہوتا ہے تو علیحدہ ہو کر پوشیدہ اس کو نصیحت کرے اور ادب سکھلائے اور دوبارہ ویسا کرنے سے اس کو روکے اور ان باتوں سے بھی باز رکھے کہ اعتقادی یا عملی مسائل میں کوئی ایسی بات کرے جو مکروہ ہو یا کسی ایسی حالت کا دعویٰ کرے جو ابھی تک اس میں نہ آئی ہو یا وہ اپنے عمل پر مغرور ہو تو اس کو خود بینی کے محل سے بچائے رکھے اور اس کے ان احوال و اعمال کو جو اسکے غرور کا باعث ہوں مرید کی نگاہوں میں حقیر دکھائے تا کہ وہ مغرور ہو کر ہلاکت میں نہ پڑ جائے کیونکہ آدمی غرور کرتا ہے وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گرا دیتا ہے اور اگر پیر صاحب تمام مریدوں کو نصیحت کرنے کا ارادہ کریں تو سب کو ایک جگہ میں اکٹھا کریں اور پھر اس طرح خطاب فرمائیں کہ ان کو خبر دی گئی ہے کہ تم میں سے ایک آدمی اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے اور اس اثنا میں جو باتیں بیان کرنے کے قابل ہوں ان کا ذکر کر دے اور جو فساد اصلاح کے متعلق ہوں۔ اور سب کو اسی طرح بالاشتراک نصیحت کرے اور ان کو خوف دلائے اور ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ ان سب سے ایک خاص آدمی کو خطاب کر کے نصیحت کرے ایسا کرنے سے وہ نشانہ بنتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ متنفر ہو کر چلا جائے اور اگر اسرار کی باتیں ہیں انکو ظاہر کر دے عیب جوئی اور ان کی برائی ذکر کرے اور غیبت اور سخت گوئی کے واسطے زبان کھولے تو اس سے دوسرں کے دلوں میں بھی پیر صاحب کی صحبت سے نفرت آ جائے اور اہل طریقت کے نزدیک متہم ہو جائیں اور ایسا ہونے سے مریدوں کے دلوں میں جو دوستی کا بیج بویا گیا تھا اس میں خرابی اور ابتری واقع ہو جائے گی اس لئے لازم ہے کہ کوشش کے ساتھ ایسا کرنے سے محترز رہیں اور اگر پیر صاحب کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتے اور اپنے غصہ کے مغلوب ہیں اور اس کا تدارک ان کی طاقت سے باہر ہے تو ایسی حالت میں ولایت کے منصب سے اپنے آپ کو معزول کریں اور مریدوں سے الگ ہو جائیں اور اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوں اس کو ریاضت میں ڈالیں اور اس کے ساتھ جہاد کریں اور خود پیر کی تلاش کر کے اس کی خدمت میں پہنچیں اور اس سے ادب سیکھیں یہاں تک کہ پیر صاحب کا مزاج اعتدال پر آ جائے اور ان کے اخلاق کو مہذب بنا دے اگر شیخ صاحب ان ذکر کی گئی بلاؤں میں گرفتار ہو گا اور طریقت کے مریدوں سے قطع تعلق نہ کرے گا تو یہ امر صلاحیت سے بعید ہو گا۔

بھائیوں اور ان کے سوا دوسرے لوگوں اور اغنیاء اور فقراء سے مجلس

بھائیوں سے میل جول کا طریقہ

بھائیوں کے ساتھ جواں مردی اور سخاوت سے پیش آئے اور اپنے اوپر ان کو ترجیح دے اور ان سے کوئی تقصیر سرزد ہوئی ہو تو ان کو

معاف کردے اور ان کی خدمت کی شرط بجالائے اور ان کا ساتھ دے اور ان پر کوئی اپنا حق ثابت نہ کرے اور نہ ہی ان سے اپنا حق مانگے اور اس کو تسلیم کرے کہ تم سب کا میرے اوپر حق ہے اور ان کا ساتھ دے اور جو ان کا حق ہو اس کو ادا کرے اور سچائی سے محبت رکھے اور جو کچھ وہ کہیں یا کریں ان سے موافقت اختیار کرے اس میں کچھ قصور اور کوتاہی روا نہ رکھے ہمیشہ اتفاق کرے کیونکہ اس بات میں تاکید کی گئی ہے اور اپنے نفس کو ضرر پہنچائے اور اگر دیکھے کہ ان سے کوئی تقصیر ہوئی ہے تو ان کو بری کرنے کے لئے اس کے واسطے کوئی تاویل پیدا کرے اور عذر تلاش کرے اور ان سے مخالفت اور مجادلہ اور نفرت نہ کرے ان کے عیبوں سے چشم پوشی کرے اور اگر کوئی ان میں مخالفت بھی ہو جائے تو اگر واقعہ میں معاملہ اس کے کہنے کے برخلاف ہو بظاہر اس کے کہنے کو مان لے اور ہمیشہ اپنے بھائیوں کی دلجوئی کرنی لازم ہے اور اس کام سے پرہیز کرے جس کو بھائی مکروہ جانتے ہوں اگرچہ ان کی اس میں بھلائی ہی ہو اور کسی کے ساتھ حسد نہ کرے اور اگر کسی بری بات کے سبب سے کسی کے دل پر کلفت کا غبار بیٹھ جائے تو اس سے اس طرح خوش خوئی سے باتیں کرے کہ اس کے دل کا جس قدر رنج اور غبار ہو وہ تمام جاتا رہے اگر پھر بھی دل صاف نہ ہوں تو مزید احسان کرے اور اگر بھائیوں میں سے کسی سے وہ وحشت اور غیبت کے آزار میں گرفتار ہے تو ان کی اس بات کو اپنے دل میں جگہ نہ دے اور ان کو ایسا جتلادے کہ گویا میں اس کو جانتا ہی نہیں۔

بیگانوں سے مجلس رکھنے کا بیان

بیگانہ آدمیوں سے اپنے بھیدوں کو نگاہ رکھے اور ان پر شفقت اور رحمت کی نگاہ سے دیکھے اور ان کے مال ان کے حوالے کرے اور طریقت کے جو احکام ہوں وہ ان سے چھپائے اور ان کے برے خلقوں اور ان کے برتاؤ پر صبر کرے اور جہاں تک ہو سکے اس میں کوشش کرے کہ میں ان سے الگ ہو کر اپنی زندگی کو بسر کروں اور اپنے دل میں اس امر کا خیال بھی نہ لائے کہ میں ان لوگوں سے افضل اور بہتر ہوں اور ان کی نسبت یہی خیال رکھے کہ یہ لوگ اہل سلامتی میں سے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ ان سے درگذر کرے گا اور اپنے آپ کو یہ تلقین کرے کہ تو بڑی تنگی اور مضبوطی سے پکڑا گیا ہے اور تجھے کھجور کی گٹھلی کے دھاگے اور چھوٹی اور بڑی چیز کی نسبت پوچھا جائے گا اور چھوٹے اور بڑے جس قدر گناہ ہوں گے وہ تجھ سے پوچھے جائیں گے اور سب عملوں کی نسبت حساب لیں گے جو جاہل آدمی ہوتا ہے اس سے خداوند تعالیٰ درگذر کر دیتا ہے جو کام عالم آدمی کو آسانی کے ساتھ معاف نہیں کرتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جو عام لوگ ہیں ان کی تو پرواہ نہیں کی جاتی اور جو خاص ہیں وہ بڑے خطرہ میں ہیں۔

مالدار آدمیوں کے ساتھ مجلس

جب امیروں سے ملے گا تو یہ ان پر سختی ہوگی (بصورت قیام حجت) اور جو چیز ان کے دست قدرت میں ہو اس کا طمع اور اس کی امید ان کی ذات سے قطع کردے اور اس قسم کے جتنے خیالات ہوں ان سب کو اپنے دل سے نکال دے اور مال دار لوگوں کی عطاء کی امید سے اپنے دین کو بچائے رکھے کیونکہ خدا کے سچے رسول ﷺ نے اپنی زبان گوہرفشاں سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی مالدار کا کام اس امید پر کریگا کہ اس سے فائدہ اٹھائے تو اس کا دین دو تہائی برباد ہو جائے گا پس جس کام کے کرنے سے دین ناقص ہو اس سے ہم خدا کی درگاہ میں امن کی درخواست کرتے ہیں اور اس قوم کی صحبت سے امن مانگتے ہیں جو دین میں رخنہ ڈالے اور دین سے دست آویزیوں کو رباط (فقراء کا مکان موقوفہ) کردے اور ان کے مالوں کی روشنی اور ان کی دنیا کی تازگی سے ایمان کا نور ماند پڑے اور مکدر ہو جائے حدیث میں تو ایسا ہی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے مگر سفر میں یا مسجد یا رباط (فقراء کا مکان موقوفہ) یا مجلس میں ان لوگوں کی صحبت کا اتفاق ہو تو نیک خلق کے ساتھ پیش آئے ایسا کرنا بہتر ہے۔ اور نیک خلق رکھنے کے واسطے عام حکم ہے اس میں فقراء وامراء سب شامل ہیں۔ یہ دنیا میں کوئی اتنی چیز نہیں اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنا اور مالداروں پر اپنی فضیلت جتلانی مناسب نہیں ہے۔ بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ باقی سارے لوگ ہم سے بہتر ہیں اور اس سے انسان غرور اور تکبر کی قید سے بھی آزاد ہو تا ہے اور فقیری کی بزرگی اپنی ذات کے واسطے مت طلب کر اور نہ ہی ایسا اعتقاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا میں کوئی اتنی چیز نہیں اور اپنے زہد اور فقر کو بے قدر اور بے حقیقت جانے کیوں کہ فرمایا ہے اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو صاحب مرتبہ اور صاحب وزن سمجھے گا تو اس کا کوئی رتبہ اور وزن نہیں ہوگا اور تونگر کو فقیر کا ادب کرنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ نیکی کرے اور تونگر کی نیکی یہ ہے کہ اپنے کیسہ سے نکالے اور جو کچھ ہو فقیر صاحب کے پیش کردے کیونکہ

تونگر کے پاس جومال ہو تا ہے اس مال کا وہ خلیفہ ہو تا ہے خود اس کا مالک نہیں ہو تا اور فقیر کا ادب تونگر کے ساتھ یہ ہے کہ اس کو اپنے دل سے نکال دے اور اس سے اور اس کے مال سے بالکل بے پرواہ ہو جائے بلکہ دنیا اور آخرت کی بھی کوئی پروانہ رکھے دنیا کی جتنی چیزیں ہیں۔ ان میں سے کسی پر اپنا دل نہ لگائے بلکہ خیال کو بھی جگہ نہ دے اور اس کی آلائش سے دل کو پاک وصاف رکھے اور اس امر کا امیدوار رہے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو بھردے گا اور وہی دل میں رہ جائے گا اس کے سوا کسی غیر کا دخل نہ ہو اور خدا کے سوا اور کوئی چیز ان گناہوں سے بچنے اور نیکی کی طاقت بخشنے والی نہ رہے اگر اس روش کو اختیار کرے گا اور اپنی ایسی حالت بنائے گا تو بغیر رنج اور دکھ کے خداوند تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اور اپنا کرم اس کے حال کے شامل رکھے گا۔

فقیروں کے ساتھ مجلس رکھنے کا ذکر

جب کوئی فقیروں کی مجلس میں ہو تو کھانے پینے اور پہننے کی جس قدر نفیس چیزیں ہوں اور ان کے سوا اور سب قسم کی لذتیں، ان میں فقیروں کا حق اپنے پر مقدم سمجھے اور اس بات میں ان لوگوں کو برگزیدہ کرلے اور ان کے روبرو اپنے نفس کو ناچیز اور حقیر جانے اور کسی حال میں بھی اپنے آپ کو ان لوگوں سے بالکل بزرگ نہ جانے ایک روایت میں وارد ہے کہ ابوسعد بن احمد بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ تیس سال تک میں فقیروں کی صحبت میں رہا اور اس عرصہ میں میرے اور ان کے درمیان کوئی ایسی بات نہ ہوئی کہ وہ مجھ سے آزردہ ہوتے یا میں ان سے ناراض ہوتا اور کوئی ایسی نفرت انگیز بات نہ ہوئی کہ ان کو مجھ سے وحشت پیدا ہوتی لوگوں نے آپ کو کہا کہ آپ ان میں کیونکر رہے اپنا حال بیان فرمائیں جواب میں فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ میں اپنے نفس کے خلاف ہی رہا ہوں اور جب میں ان کے پاس جاتا تھا تو اس وقت خندہ پیشانی سے ہوتا تھا اور خوش خرم اور نرمی اور مدارات کیا کرتا تھا۔ اور ان کا ادب کرتا اور ان کے واسطے ہدیہ لے جاتا تھا یا اسباب میں سے کوئی اور سبب پیش کرتا تھا اور فقیروں کے ساتھ جب یہ سلوک کیا جائے تو اس میں اپنے آپ کو ان پر بزرگی نہیں دینی چاہئے بلکہ ان تمام باتوں کے قبول کرنے میں فقیروں کا احسان مانیں اور ان پر اپنا احسان جتانے میں خوف کیا جائے بلکہ خداوند تعالیٰ کا شکر کریں کہ اس نے تم کو اس کام کی توفیق دی ہے اور اس کام کو تم سے سرانجام کرایا اور اس کام کے کرنے کے واسطے خدا نے تم کو برگزیدہ کیا اور اپنے دوستوں اور خاصوں کی خدمت کا اہل بنایا جیسا کہ فرمایا نبی ﷺ نے اہل قرآن وہی اہل اللہ اور اس کے خاص ہیں پس اہل قرآن وہی ہوتا ہے جو قرآن پر عمل کرتا ہے اور جو آدمی قرآن کو پڑھتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا وہ اہل اللہ میں شمار نہیں ہو سکتا خدا کے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے (جو آدمی خدا کے حرام کو حلال جانتا ہے وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتا) "پس احسان اس شخص کا ہے جو تمہارے عطیہ کو قبول کرتا ہے نہ تمہارا اور فقیروں کی صحبت کے آدابوں میں سے ایک ادب یہ ہے کہ اس بات کا انتظار نہ کرو کہ فقیر صاحب سوال کریں تو ان کو دیں بلکہ سوال کے بغیر ہی ان کی حاجت کو پورا کر دیا جائے اور اگر اتفاق سے کوئی فقیر تم سے قرض لے تو بظاہر تم اس کو قرض دے دو اور باطن میں یہ ارادہ کرو کہ جو کچھ میں نے فقیر صاحب کو دیا ہے وہ ان کی خدمت میں بلاعوض کے گزاری ہے اور فقیر صاحب کو اپنے اس ارادہ کی خبر جلد ہی کر دو اور ابتداء سے ہی بطور صلہ دینے کا اظہار نہ کرے ورنہ تمہاری بخشش اور عطا کا احسان اٹھانا اس کو گراں اور ناگوار گذرے گا اور فقیر کی حاجت روائی سے بہت جلدی اس کی دل جوئی کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ انتظار میں فقیر صاحب کا وقت ناخوشگوار ہو جائے فقیر ابن الوقت ہوتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے (آدم کا فرزند ابن الوقت ہے) اس کو یہ فرصت اور وقت حاصل نہیں ہوتا کہ وہ آئندہ کے واسطے انتظار کرے جب تم کو معلوم ہو کہ فقیر صاحب اکیلے نہیں ہیں عیال دار ہیں تو اس حال میں صرف اکیلے فقیر کی ذات پر ہی احسان نہ کرو بلکہ اپنی طاقت کے موافق ان تمام لوگوں کے ساتھ احسان کرو جو فقیر سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور جن کے ساتھ ان کا دل وابستہ ہے اگر کوئی فقیر آدمی اپنے حال کا ذکر کرنے لگے تو خاموش ہو کر اس کو سنے کیوں کہ اگر حال کے دوران اگر تو اسے ملے تو وہ تجھ سے کشادہ روئی سے مل سکے گا اور فقیر صاحب کے ساتھ تیز نظر اور تیوری سے بھی اس کی طرف نہ دیکھے اور جب فقیر کوئی حاجت مانگے اور پاس موجود نہ ہو تو اس کو نرمی اور ملائمت سے جواب دے اور اس غم اور ناکامی کی حالت میں واپس نہ پھیریں آئندہ گنجائش کے وقت اس کو مدد دینے کا وعدہ کریں اگر تہی دستی اور ناکامی سے پھیرا جائے گا تو اس پر اس کو غصہ آئے گا اور فقیر آدمی جب اپنا راز تجھ پر ظاہر کرتا ہے اور محروم رہتا ہے تو اس سے اس کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے اور افسوس آتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت غالب آجاتی ہے

اور اس کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے اور پھر اس حالت میں نادانی کے سبب سے غصہ کرتا ہے اور اپنے پروردگار پر بھی اعتراض کر دیتا ہے کہ کیا میرے نصیب میں فاقہ ہی تھا اور میری قسمت میں یہ کیوں لکھ دیا کہ میں اپنی حاجت اوروں کے پاس لے جاؤں اور ان کی بخشش اور عطاء سے اپنی حاجت روائی کروں اور اس حال میں اس کے دل کو بصیرت نہیں رہتی بلکہ دل اندھا ہو جاتا ہے اور ایمان کے نور کا چراغ گل ہو جاتا ہے اور جب اس کا مواخذہ ہو گا تو تم بھی اس میں گرفتار ہو کر دھرے جاؤ گے کیونکہ وہ فقیر جو معاصی یعنی گناہوں میں پڑا ہے اور دل کی شورش اور ادب کا تارک ہوا ہے تو اس کا باعث تم ہی ہوئے ہو اور اکثر فقیر آدمی سوال کے رد ہونے کے سبب سے ثواب اور معرفتوں اور علوم اور مصلحتوں کی دریافت سے جو سوال میں پوشیدہ کی گئی ہیں پردہ میں ہو جاتے ہیں۔ پس اس فقیر کے واسطے یہ اچھا ہوتا کہ سوال کرنے سے صبر کرتا اور ادب کے طریق کو نگاہ رکھتا اور لوگوں سے سوال نہ کرتا تو اس صورت میں اس کو ہاتھ کی اور دل کی اور گھر کی تونگری حاصل ہو جاتی اور خدا کی نعمت اور فضل کے لشکر اس کے پاس موجود ہوتے اور وہ اس کو اپنی راحت اور رحمت اور مہربانی اور رعایت میں لیتے اور اپنی نگاہ بانی میں اس کو پالتے اور خداوند تعالیٰ کے اس قول کے مضمون میں آ جاتے (نیکوکار آدمیوں کے کام کے سنوارنے کو خداوند تعالیٰ اپنے ذمہ لیتا ہے) اور جو فقیر خدا کی حفاظت میں آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نگاہ رکھتا ہے اور اس پر غیرت کرتا ہے سب چیزوں سے بے نیاز ہوتا ہے کیونکہ سب چیزیں خدا کے پاس سے اس کے ہاں موجود رہتی ہیں۔ اس کو کسی چیز کی طلب کے واسطے جانا نہیں پڑتا اور قاصد تلاش کرتے ہوئے خود اس کے پاس آتے ہیں اور اس کے نور اور اسرار سے اپنے باطن کو پر کر دیتے ہیں۔ اور اس کی خوشبوؤں سے اپنے آپ کو بساتے ہیں۔ اور فقیر صاحب کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی وہ اپنے مولا میں ہی مشغول ہوتا ہے اور اس حال میں ہی محو رہتا ہے۔ جس نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور مخلوق سے ملنے اور نفس اور ہوا کی پیروی کرنے سے باز رکھا ہے اور دنیا کی خواہشوں کی قید اور آخرت کی تاریکی سے اس کو رہائی دی ہے بلاشک جو لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں۔ وہ اس روز اپنے کام میں خوش و خرم ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے پروردگار کے واسطے دنیا میں اپنی جانیں اور اپنا مال جنت کے بدلے میں بیچ دیا تھا۔

جیسا کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (مومنوں سے خداوند تعالیٰ نے ان کے مال اور ان کی جانوں کو خرید ا ہے۔ اس سبب سے بہشت ان کے واسطے خاص ہوا ہے) اور دنیا میں ان لوگوں نے اپنی تہی دستی اور مفلسی پر صبر کیا اور اپنے نفسوں میں اور اپنے مال میں اور اپنی اولاد میں اپنے تصرف کو دخل نہ دیا اور امر و نہی کے سوا ان تمام باتوں کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کے حکم کی نافرمانی کرنے اور منہیات سے باز رہے اور اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی تقدیر کے سپرد کیا اور لوگوں سے الگ ہو گئے اور گوشہ تنہائی کو اختیار کر لیا اور نفسانی خواہشوں اور ارادوں سے اپنے دل کو بالکل خالی کیا اس لئے اس کے عوض میں خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کو بہشت عطاء کیا اور ایسے شغل میں ان کو مصروفیت عطاء کی جس پر نہ ہی کسی کی آنکھیں پڑیں اور نہ ہی کانوں نے ان کو سنا اور نہ ہی اس کا خیال کسی انسان کے دل میں گذرا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ (قیامت کے روز اہل بہشت اپنے کام میں خوشحال ہوں گے) پس قرآن سے ثابت ہے کہ فقیر کو اس کام کے عوض میں جو ذکر ہوا ہے بہشت حاصل ہوا ہے۔

رابعہ عدویہ کا قول ہے کہ گھر بنانے سے پہلے اپنا ہمسایہ بناؤ اور جیسے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ خدا کی ذات اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اپنی بعض سابقہ کتابوں میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (بندوں میں سے زیادہ دوست میرے نزدیک وہ بندہ ہے جو امید عطاء کے سوا میری عبادت کرتا ہے تاکہ وہ میری ربوبیت کے حق کو ادا کرے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے اگر اللہ تعالیٰ بہشت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی آدمی اپنے خالق کی عبادت نہ کرتا سب اس سے غافل رہتے اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہے اگر جنت اور دوزخ کو نہ پیدا کیا جاتا تو کوئی آدمی ایسا نہ ہوتا جو خدا کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری کرتا اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے (پرہیزگاری اور بخشش کے لائق وہی لوگ ہیں) پس جب فقیر آدمی ان صفتوں سے جو بیان ہوئی ہیں موصوف ہو جاتا ہے اور ماسواء کی محتاجی کو چھوڑ کر صرف خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور غیر کے تعلقات سے اس کا دل پاک ہو جاتا ہے تو وہ ان چیزوں سے فانی ہو کر سچا مرید بن جاتا ہے اور جو کچھ خداوند تعالیٰ کے ماسوا ہے اس سے پوشیدگی میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس لائق ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا کرم اس کے شامل حال ہو اور خدا تعالیٰ بھی اس کے اشتیاق میں زیادتی کر دیتا ہے اور اس کو نئے نئے خلعتوں اور نوروں اور نعمتوں اور پاک حیاتی اور اپنی نزدیکی سے سرفرازی بخشتا ہے جیسا کہ خدا نے اپنے دوستوں اور محبوں کو اپنی مبارک کلام میں وعدہ دیا ہے (اور کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک کے واسطے کس چیز کو پوشیدہ کیا گیا ہے بدلے اس کے جو کرتے تھے) اور خدا کے رسول مقبول

ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے کہ (میں نے اپنے نیکو کار بندوں کے واسطے اس چیز کو تیار کیا ہے۔ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کانوں نے ان کی خبر سنی ہے اور نہ ہی کسی آدمی کے دل میں اس کا کچھ خیال گذرا ہے۔) اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر تم اس بات کی شہادت چاہتے ہو تو خدا کے اس فرمان کو پڑھو فرمایا ہے (کسی نفس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ کونسی چیز اس کے واسطے پوشیدہ کی گئی ہے الخ) اور اگر کسی فقیر صاحب کا دل غنی ہو اور عیال کے واسطے یا اپنی ذات کے واسطے اپنا حال بیان کر کے تم سے کوئی چیز مانگے تو وہ اپنے مولا کا حکم بجالاتا ہے اور اپنے حال کے ظاہر کرنے میں خدا کی فرمانبرداری سمجھتا ہے اور سوال نہ کرنے میں اپنے مالک سے ڈرتا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس کو سوال کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور اس کو اس میں مبتلا کر دیا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (تم میں سے بعض آدمیوں کو تمہارے بعض دوسرے آدمیوں کی آزمائش کے واسطے ہم نے بنایا ہے کہ کیا تم صبر کر سکتے ہو یا نہیں کر سکتے) اور فقیر کی جو حالت بیان ہوئی ہے وہ ہمیشہ برقرار نہیں رہتی بلکہ جلدی ہی دور ہو جاتی ہے اور اس تونگری سے بدل جاتی ہے جس کو قسام ازلی نے اس کی قسمت میں لکھ دیا ہے اور اس کو اپنے مالک کی قربت اور بخشش سے ہمیشہ کی عزت نصیب ہوتی ہے۔ اے لوگو! کہ ظاہر میں تو تم تونگر ہو اور دل کے فقیر ہو تم اپنے آپ سے جاہل اور اپنے آغاز اور انجام کی تم کو کوئی خبر نہیں ہے اور اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے گا اور تونگری کا خلعت تمہارے اوپر سے اتار لیں گے اور تم ہاتھ کے بھی فقیر ہو جاؤ گے جس طرح دل کے فقیر ہو تو ہمیشہ چیزوں کے محتاج رہو گے اور سیر نہ ہو سکو گے اور سوال کرنے کی حرص اور محنت کبھی ختم نہیں ہوگی یہ عذاب سب سے زیادہ سخت ہے کہ جو چیزیں قسمت میں نہ ہوں انسان ان کی تلاش میں پڑ جائے اور اگر اس عذاب سے بچ سکتا ہے تو اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور جو تیرا گناہ ہو اس پر تم کو آگاہی بخشے اور پھر تو اس کی درگاہ میں توبہ کرے اور تجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو اس کے بخشنے کے واسطے درخواست کرے اور تجھ سے جو تقصیر ہو گئی ہو اس کا اقرار کرے خدا کی درگاہ کے دروازے کی دہلیز پر اپنا سر رکھے اور زاری اور عاجزی کرے اور یہ کہے اے رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والے تو میری خطا معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرمادے اور تیری توبہ قبول فرمالے۔

فقر کے آداب

فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنے فقر پر اس طرح ڈرے جیسے کہ مالدار آدمی اپنے مال پر ڈرتا ہے اور اس کو ضائع ہو جانے سے بچانے میں کوشش کرتا ہے اس طرح فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنے فقر میں بڑی احتیاط کرے کہ اس کا فقر دور نہ ہو جائے اور خدا سے یہ درخواست نہ کرے کہ میرا فقر تونگری سے بدل جائے اور تونگری کے اسباب اور مال کی زیادتی اور اپنے عیال واطفال کی معاش حاصل کرنے کے واسطے کسب اور حرفت میں کوشش نہ کرے اس میں اپنے آپ کو تکلیف نہ دے اور نہ ہی اس خیال سے کسب اور حرفت میں کوشش کرے کہ وہ پارسائی میں تنگی کے وقت میرے کام آئے گا فقیری کی شرط یہ بیان کی گئی ہے کہ اس مقدار پر ہی قناعت کرے جو اس کے واسطے کافی ہو اس سے کسی حال میں زیادہ طلب نہ کرے اور خدا کے حکم کے موافق اس بات کا خوف کرے کہ میرا نفس گناہ میں گرفتار ہو کر ہلاک نہ ہو جائے اپنے نفس پر رحم کرے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اپنی جانوں کو قتل نہ کرو خدا تعالیٰ تمہارے اوپر رحمت کرنے والا ہے) اور یہ حرام ہے کہ نفس کو اپنے حق سے محروم رکھا جائے اور کھانے پینے اور لباس میں ایک اندازہ مقرر کرے اور وہ اس قدر ہو کہ فقیر کی حاجت روائی ہو جائے تاکہ خدا کے حکم بجالانے میں کمزور نہ ہو جائے جیسا کہ نماز کی شرطیں اور اس کے ارکان اور واجبات کا بجالانا اور نفس کی جس قدر لذتیں ہوں ان کو ترک کر دے اور اس پر اعتقاد کرے کہ اگر میری قسمت میں ہے تو مجھ کو طلب کرنے کے بغیر ہی مل کر رہے گا بلکہ خدا کے فعل کی انتظار کرے اور حظ نفسانی کا خواستگار نہ ہو اور اگر بیماری کی حالت میں کوئی چیز بتائی جائے تو اس کو تناول کر سکتا ہے کیونکہ مرض میں اگر کوئی حظ نفس کی چیز دوائی کے طور پر لے گا تو حق ہو گا جیسا کہ صحت کی حالت میں قُوْتِ لَایموت کھائی جاتی ہے جس طرح مالدار اپنے مال سے لذت پاتا ہے۔ اس لذت سے اپنے فقر کی لذت کو زیادہ جانے اور اپنی خواری اور گمنامی اور انکساری کو بہت زیادہ پسند کرے اور اس بات کو اچھا نہ جانے کہ لوگ اس کو قبول کریں اور اس کی طرف قصد کریں اور اس کے پاس جمع ہوں اور شرط یہ ہے کہ اس کا دل حال کی صفائی کے سبب مال کے نہ ہونے کی حالت میں زیادہ قوی ہو کیونکہ جس قدر مال کم ہو گا اس کے دل کی خوشی اور طاقت اور نور بڑھ جائے گا اور نیک لوگوں کے شعار میں اس کو خوشی زیادہ ہوگی اور اگر یہ اس کے دل کو تاریک کرے اور اس

میں وحشت آجائے اور اس سبب سے اپنے پروردگار پر غصہ کرے پس جانتے کہ وہ فتنہ میں پڑگیا ہے اور اپنی حالت فقر میں اس نے کوئی بڑا گناہ کیا ہے۔

پس لازم ہے کہ اپنے پروردگار کی جناب میں توبہ کرے اور مغفرت کی دعاء مانگے اور اپنے نفس کی سرکوبی اور تلاش اور ملامت میں ہمیشہ کوشش کرتا رہے فقیر کو لازم ہے کہ جس قدر اس کا عیال زیادہ ہو اسی قدر رزق کے کام میں اس کا دل زیادہ آرام پکڑنے والا اور اپنے اللہ پر زیادہ بھروسہ کرنے والا اور عیال کے واسطے کسب معاش کے متعلق بجالانے میں بظاہر کوشش کرے اور خدا کے وعدوں پر باطن میں آرام پکڑے اور یقین کرے کہ خدا تعالیٰ کے پاس ان کا رزق موجود ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے پس جو کچھ اس کے مقدر میں لکھا گیا ہے وہ اس کو اپنے یا غیر کے ہاتھ سے ضرور ہی مل جائے گا پس فقیر درمیان سے اپنے آپ کو الگ کرے مخلوق اور خالق کے درمیان بیہودہ کوشش سے باز آجائے بلکہ اس معاملہ میں ویسا کرے جیسا کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے اور خدا کے حکم پر کچھ اعتراض نہ کرے اور نہ ہی اس پر کوئی غصہ ظاہر کرے اور خدا پر تہمت نہ لگائے اور اللہ تعالیٰ نے جو روزی پہنچانے کا وعدہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہ لائے اور نہ ہی لوگوں کے رُوبرو خدا کا گلہ کرے بلکہ خدا کے حضور میں ہی شکایت کرے اور اس کی درگاہ میں عرض و معروض کرے کہ اس کی حاجت برآری کی جائے اور یہ درخواست کرے کہ مجھ کو توفیق اور صبر عطاء ہو اور عیال کے حق میں جو حکم ہے اس کے بجالانے کی قوت ملے اور قضاء و قدر پر خوشنودی کی توفیق بخشی جائے کیونکہ خدا نے اس کو عیال دیا ہے اور اس کی پرورش کا بوجھ اس کی گردن پر رکھا گیا ہے۔ دعاء مانگے کہ آسانی سے اس کو روزی عطاء ہو اگر دعاء مانگے گا تو جلدی ہی خدا تعالیٰ اس کی دعاء کو قبول کرلے گا اور خدا تعالیٰ اپنے بندے کو بلا میں اس طرح مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کو اپنی طرف موڑ لے کیوں کہ وہ اپنے بندوں کو جو الحاح و زاری سے سوال کرتے ہیں دوست رکھتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پروردگار کی اپنے بندہ سے اور سردار کی غلام سے اور غنی کی فقیر سے تمیز کی جاتی ہے اور بندہ اکڑنے اور غرور تکبر سے خارج ہو جاتا ہے اور تواضع اور خواری اور حاجت مندی کی طرف رجوع کرتا ہے اور جب کسی بندہ میں یہ صفات موجود ہو جاتی ہیں تو اس کی دعاء بہت جلد قبول ہوتی ہے اور جو چیزیں عاقبت میں اس کے ثواب کے واسطے ذخیرہ ہوتی ہیں۔ وہ بھی سب اس کے واسطے جمع ہو جاتی ہیں۔ جو اس کی قربت کا باعث ہیں۔ اور فقیر کو چاہئے کہ آئندہ وقت کی فکر نہ رکھے بلکہ اپنے حکم میں ہو دوسرے وقت کو نہ جھانکے اور اس کے حال اور حدود اور شرائط کی نگہبانی کرے اور ان آداب کو نگاہ رکھے جو اس کے لائق ہوں اور خدا کے سوا جو باقی چیزیں ہوں ان سب سے اپنی آنکھیں بند کرلے اور سرنگوں ہو چاہے کوئی چیز اعلیٰ ہو چاہے ادنیٰ کسی کی طرف بالکل توجہ نہ کرے اور غیر کے حال کے حرص نہ کرے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ماسواء کے حال کی طرف توجہ کرنے میں فقیر کی ہلاکت ہوتی ہے۔ حالانکہ جو لوگ اس حال والے ہوتے ہیں۔ ان کے واسطے وہ سلامتی اور نعمت ہوتی ہے جیسا کہ بعض کو غذاؤں سے تندرستی اور قوت ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا آدمی ان غذاؤں کو کھائے تو وہ ان کے کھانے سے بیماری کی بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جیسے بیمار کے واسطے وہی غذا کھانا لازم ہے جس کے لئے طبیب اجازت دیتا ہے اسی طرح فقیر کو چاہئے کہ وہ ایسی حالت اختیار نہ کرے کہ وہ اس میں اس طرح داخل ہو کہ اس میں پورا پورا موجود نہ ہو بلکہ خدا کے ارادہ پر چھوڑے اپنے ارادہ سے کسی چیز کا خواہشمند نہ ہو اور نہ ہی اپنے آپ کسی دوسرے حال اور مقام کی خواہش کرے جب تک اس کا حکم نہ آجائے جو مارتا اور جلاتا ہے ورنہ گمراہ و ہلاک ہو جائے گا فقیر کو اس کے حال سے اسی کا فعل منتقل کر سکتا ہے جو نادینے والا اور دینے والا مالدار و نادار بنانیوالا اور ہنسانے اور رلانے والا ہے جو امور بیان کئے گئے ہیں اس کے لائق ہیں۔ اور حقیقی پروردگار کی قربت اور نزدیکی بخشتے ہیں۔ اور جو اہل علم اور صاحب طریقت پہلے گذر چکے ان کا طریق یہی ہوا ہے اس لئے ان کی پیروی ہی اختیار کی جائے اور اس کا انجام اور اس کی نہایت پروردگار کی طرف ہی ہے۔ اور فقیر کے ادب میں یہ امر داخل ہے کہ ہر گھڑی موت کے واسطے تیار رہے اور اس کا منتظر ہو اس ارادہ کا پختہ ہونا فقیر کے فقر پر راضی ہونے میں امداد دیتا ہے۔ اور اس دنیا میں جو ایک ناپائدار مقام ہے جس قدر دکھ اور تکلیفیں پہنچتی ہوں ان سب کے خیال کو اپنے دل سے بھلادے کیونکہ اس سے تمام امیدیں کم ہو جاتی ہیں اور نفس ٹوٹ جاتا ہے اور دنیاوی آرزوؤں کی بھڑک کم ہو جاتی ہے۔ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو چیز لذتوں کو دور کرتی ہے اس کو زیادہ یاد کرو اور یہ موت ہے اور فقیر کے آداب میں سے یہ ہے کہ مخلوقات کی یاد کو دل سے نکال دے اور جب فقیر کسی امیر کے پاس جائے تو اس سے خوش خور ہے اور نوالہ یا ٹکڑا جو اس کو ملے خوشی سے قبول کرے اس کو حقیر نہ جانے کیونکہ ایسے

سامان اور اسباب سے دلی طور پر فقیر بھاگنے والا ہوتا ہے۔ خلائق سے فائدہ اٹھانے کی نسبت فقیر کو اپنی فقیری ہی بہتر کہی گئی ہے اور تونگر اپنی تونگری کی قید میں ہیں۔ اور اگر فقیر عیالدار ہو اور تنگی میں ہو تو اپنے عیال پر تنگی نہ کرے اور نہ ایثار کرے۔ غنی کے لئے اگر دیکھے کہ عطاء میں نفس خوش ہوتا ہے تو پھر تنگی کرنی روا رکھی گئی ہے اسی طرح نیکی اور صبر پر عیال کی موافقت کرے اور خدا کی رضا پر راضی ہو اور خدا کی معرفت میں کوشش رکھے اور اس کے رزاق مطلق ہونے کا یقین کرے اور دلوں اور زبانوں اور اعضاء اور نفسوں سے جو باطنی نور ظاہر ہوتے ہیں جب ان کو دیکھ لے تو پھر ان باتوں کا اندیشہ نہ کرے خرچ کرنا' منع کرنا' ایثار کرنا' تنگی کرنا۔ اور اگر تنگ دست ہو تو اس حالت میں پرہیزگاری اور احتیاط کو ترک نہ کرے اگر شرع کی رو سے کوئی چیز حلال نہ ہو تو ایسا نہ کرے کہ محتاجی کے سبب سے اس کا استعمال کرے اور عزیمتوں سے رخصتوں کی طرف نہ جائے بے جا طمع دین کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور اگر مشتبہ کھانے کھائے جائیں تو اس سے دین میں فساد آجاتا ہے۔ بعض نیکوکار آدمیوں کا مقولہ ہے کہ اگر کسی فقیر کے فقر میں پرہیزگاری نہ ہو تو وہ حرام کھاتا ہے اور وہ اس کو جانتا نہیں ہے اور فقر کی حالت میں ایسا بھی نہ کرے کہ ہمیشہ دین کی تاویلوں میں پڑ جائے بلکہ مستعد رہے اور جو زیادہ کام مشکل ہوں ان کے کرنے میں کمر ہمت مضبوط باندھے۔

فقیر کے سوال کا بیان

اگر فقیر کے پاس قوت کافی ہو تو سوال نہ کرے ہاں اگر ضرورت اور مجبوری لاحق ہو تو اس وقت ضرورت کے موافق مانگے کیونکہ فقیر کی حاجت فقیر کا کھانا ہوتی ہے۔ اور حاجت کے وقت میں سوال کرنا اس کا کفارہ ہے تو اس وقت اس کا سوال کرنا تسلیم کیا گیا ہے اور جہاں تک ہو سکے اپنی ذات کے واسطے سوال کرنے سے پرہیز کرے بلکہ عیال کے لئے سوال کرے اگر فقیر کے پاس ایک وانگ (درہم کا چھٹا حصہ) موجود ہو اور اس کو ایک درم کی حاجت ہو تو جب تک وانگ کو خرچ نہ کرے اور معلوم چیز سے بالکل خالی نہ ہو جائے تب تک سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایک قول ہے کہ جب تک کوئی چیز جیب میں ہو غیب سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی اور جب فقیر لوگوں سے کوئی چیز مانگے تو اس وقت اپنی نیاز کا منہ اپنے پروردگار کی طرف ہی رکھے اور لوگوں کو اس کا امین اور وکیل جانے کیونکہ ان میں تصرف کرنے والا در اصل وہی ہے اور ان میں اسی کی طرف سے کام کیا جاتا ہے اور لوگوں کو اپنا رب سوال کا پورا کرنے والا نہ بنائے (رب) سوال کا پورا کرنے والا خدا ہی کو جانے اور سوال کرنے سے یہ مطلب رکھے کہ میں اپنے اہل وعیال کے حال سے ان لوگوں کو خبردار کرتا ہوں اپنے پروردگار کا شکوہ مقصود نہ ہو اور اپنی روزی کے معلوم کرنے کے واسطے سوال کرے اور ان سے اپنے دل میں کہے کہ ہمارے واسطے بھی کچھ تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور اس باب میں کوئی حکم تم کو ملا ہے اور یوں کہے کہ اے میاں وکیل صاحب اور میاں خزانچی صاحب اور اے میاں امانتدار صاحب اور اے مملوک اور اے فقیر اور اے وہ کہ ہم اور تم برابر ہیں۔ ہمارا اور تمہارا مالک وہی ایک ہے ہم سب اسی کے مملوک اور اسی کے عیال ہیں پس جب اس طرح کوئی آدمی سوال کرے تو اس کو سوال کرنا روا ہے اگر ایسا نہ کرے تو اس کے واسطے سوال ناجائز کیا گیا ہے یاد رکھو ایسے لوگوں کے ہاتھ پر کرامت صادر نہیں ہوتی جو مشرک ہوں' دجال ہوں ریاکار' بت پرست' خارج از اہل طریقت مدعی جھوٹے' منافق' زندیق اور اگر کوئی آدمی فقیر کے سوال کو پورا کرے تو فقیر شکر بجا لائے اور اگر خالی ہاتھ لوٹا دیا جائے تو فقیر کو صبر کرنا چاہئے یہ صادق فقیر کی صفت ہے۔

سوال کے رد ہونے پر متوحش نہ ہو متغیر نہ ہو جائے اس طرح کہ (خدا پر) غصہ اور اعتراض اور لوٹانے والے کی مذمت شروع کر دے ورنہ اس صورت میں وہ فقیر اس شخص پر ظلم کریگا کیونکہ جس سے سوال کیا جاتا ہے وہ وکیل اور مامور ہوتا ہے اور وکیل مال میں جو تصرف کرتا ہے وہ موکل کے حکم سے کرتا ہے۔ اپنے اختیار سے دینے والا موکل ہی ہوتا ہے اور وہ اللہ جل شانہ ہی ہے اس لئے اسی شہنشاہ مطلق کی طرف رجوع کیا جائے اور اسی کی جناب میں سوال کریں تاکہ وہ اس کی حاجت برآری کے واسطے لوگوں کے دلوں کو مسخر فرمائے اور جو امر اس کے واسطے دشوار ہو اس کو آسان کر دے اور اس کو روزی دے اور اس کا اس کو حصہ پہنچا دے اور بھوک کا عذاب اس سے دور کر دے اور مالدار بندوں سے اس کو ذلت اور خواری نہ پہنچے اور اگر فقیر کو کچھ عطاء کرنے سے بندوں کے ہاتھوں کو اس واسطے بند کر دیا ہو کہ وہ اس شہنشاہ مطلق کی طرف ہی رجوع کرے تو فقیر کو لازم ہے کہ خدا کی درگاہ میں الحاح وزاری کرے اور اس طرح دعا مانگے اور رد ئے

کہ خداوند تعالیٰ اس کے حجاب کو دور کر دے پس امید ہے کہ اس سے وہی شہنشاہ جو صاحب جود و کرم ہے اس کو عطاء کرے گا بندے کچھ بھی نہیں دے سکتے۔

فقیر کی عشرت کے آداب

فقیر کو لازم ہے کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ان سے خوش خوئی اختیار کرے ترش رو نہ رہے اور جو کچھ اس سے خواہش کریں اس میں ان کا مخالف نہ ہو مگر یہ شرط ہے کہ اس موافقت سے شرع میں کوئی رخنہ نہ پڑتا ہو اور حدود شرع سے باہر نہ نکلتا ہو اور اس میں گناہ کرنے پر آمادگی نہ پائی جاتی ہو ان باتوں کو کیا جائے جو مباح ہوں اور شریعت میں ان کی اجازت ہو اور بھائیوں سے جدال اور فساد نہ کیا جائے اور ہمیشہ ان کی مدد کرتا رہے مگر وہ مدد گاری اسی صورت میں ہو جس کا اوپر ذکر ہوا ہے یعنی شرع سے باہر نہ ہو اور اگر اس کے بھائی کسی چیز میں اس کی مخالفت کریں تو صابر رہے اور جس بات میں مخالفت کرتے ہیں اسے دور کر دے اور بردباری اختیار کرے اگر وہ اذیت بھی پہنچائیں تو پھر بھی صبر کرے بھائیوں کی طرف سے اپنے دل میں کینہ نہ رکھے بد خلق نہ ہو ان سے مکر نہ کرے فریب اور دغا نہ دے ان کی غیبت نہ کرے جب وہ غائب ہوں اور ان کو ان کے منہ پر برا نہ کہے اور جب بھائی پاس موجود نہ ہوں تو ان کا دفاع کرے اور جس قدر ممکن ہو ان کے عیب کو پوشیدہ رکھے اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کو جائے اور اگر کسی ضروری شغل میں مصروف ہو اس سبب سے نہ جا سکا ہو' صحت پانے کے بعد فارغ ہوا ہے۔ تو اس وقت جائے اور جا کر سلامتی پر اس کو مبارک باد دے اور اگر آپ مریض ہو جائے اور اس کے بھائی پوچھنے کے واسطے نہ آئیں تو ان کو معذور سمجھے پھر جب وہ بیمار ہو جائے تو ترک عیادت سے اس کا مقابلہ نہ کرے بلکہ اس کی بیمار پرسی کرے اور جو اس سے قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کرے اور جو محروم رکھے اس کو دے اور ظالم کو معاف کرے اور اگر کوئی برائی سے پیش آئے تو اس کو اپنے نزدیک معذور سمجھے اور خود کو ملامت کرے اور اپنی مملوکہ اشیاء کو کسی بھائی سے نہ روکے اور ان کی مملوکہ اشیاء کا بلا اجازت مالک نہ بن بیٹھے اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں ورع اور قناعت کو نہ بھولے اگر بھائیوں میں سے اس کو کوئی اپنی چیز خوشی سے دے دے تو خوش و خرم ہو کر جلدی سے اس کے احسان کو اپنے گلے کا ہار بناتے ہوئے قبول کر لے کیونکہ اس نے اس بات کا اہل سمجھا کہ اس کی کشادگی بھی اس کے ساتھ ہو اور اس کی حاجت بھی اس کے ذریعے پوری ہو کسی سے کوئی چیز جہاں تک ہو سکے عاریتہ نہ لے اگر اس سے کوئی چیز عاریتہ کوئی آدمی لے تو اس سے واپس نہ مانگے کیوں کہ اس نے تو اپنی ضرورت کے لئے وہ چیز مانگی تھی اور یہ جواں مردی کا تقاضا نہیں کہ عاریتہ دی ہوئی چیز واپس لی جائے جس طرح عطیہ اور ہدیہ کا واپس کرنا شریعت میں غیر مستحسن ہے اور اگر وہ ہدیہ یا ہبہ پر قادر نہ ہو تو جلدی سے عاریتہ دے دے اور وہ چیز اس سے نہ روکے اگرچہ ہر روز ہی دینی پڑے کیونکہ اس کے حال سے یہ مناسب نہیں کہ لوگوں کو نظر انداز کر کے اپنے مال میں واحد متصرف ہو کیوں کہ وہ امین ہے اور کسی چیز کی قید میں نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کی ملک ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو آدمی کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو در حقیقت وہ اس کا مالک نہیں ہوتا بلکہ وہ چیز اس کی مالک بن جاتی ہے کیونکہ جس کی باگ ڈور ہاتھ میں ہو آدمی اس کا غلام ہو جاتا ہے اپنے ہاتھ کی تمام اشیا کو اللہ عزوجل کی ملکیت سمجھے اور اپنے آپ کو اور تمام لوگوں کو اس کے غلام سمجھے اور غلام سارے اس کی ملکیت میں مساوی مقام رکھتے ہیں۔

غیر کے ہاتھ کی چیز میں حکم شرع اور ورع و قناعت کو عمل میں لائے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرے تاکہ ان زنادقہ کے گروہ میں شامل نہ ہو جائے جو ہر چیز کو مباح سمجھتے ہیں۔ اور جب کوئی محنت یا فاقہ پہنچے تو جہاں تک ہو سکے اپنے بھائیوں سے اپنا حال چھپائے رکھے تاکہ ان کے دل بھی اس کی وجہ سے مشغول نہ ہو جائیں تو وہ اس کے لئے تکلیف اٹھائیں اسی طرح اگر اسے کوئی غم یا فکر لاحق ہو تو اپنے بھائیوں سے اس کا اظہار نہ کرے تاکہ ان کی فرحت و سرور اور راحت و آرام و عیش پریشانی اور تشویش میں نہ بدل جائے۔ اگر بھائیوں میں سے کسی کو کوئی غم یا فکر پہنچے اور وہ فرحت و انبساط کا اظہار کرے تو وہ بھی بظاہر ان کی خوشی اور نشاط میں موافقت کرے اور ان کے ہم و غم اور اداسی کو ان سے چھپائے تاکہ وہ جس چیز کو ناپسند کرتے ہیں وہ ان کے مقابل نہ ہو اور ان چیزوں میں سے کسی چیز میں بھی ان سے مختلف نہ ہو حسن معاشرت کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ جب کسی چیز سے اداس ہو جائے تو حسن خلق میں کلام کرے اور اپنی اداسی کو اس طرف موڑ دے تاکہ اس کی اداسی اور وحشت دور ہو جائے اور ہر ایک کے ساتھ معاشرت میں ایسا سلوک کرے کہ وہ موافقت اور حدود سے تجاوز کا مکلف نہ بن جائے اور جو امور شرع کے خلاف نہ ہوں فقیر صاحب ان میں ان کی متابعت کیا کرے خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم لوگ جو پیغمبروں کے گروہ میں ہیں ہم کو یہ حکم دیا

گیا ہے کہ لوگوں کی عقل کا جو اندازہ ہے اس کے موافق ان سے گفتگو کریں اور فقیر کو لازم ہے کہ سب کے ساتھ معاشرت کی خوبی اور خوش خلقی سے زندگی بسر کرے چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور بڑوں کے ساتھ بڑائی سے اور جو اس کے برابر ہیں ان کے ساتھ بخشش اور احسان اور ایثار سے۔

فقیر کے کھانے کے آداب

حریص اور خدا سے غافل ہو کر کھانا نہ کھائے جب کھانے لگے تو اس وقت اپنے دل میں خدا کو یاد کرے اور اس کو کبھی نہ بھولے اور جب کھانے پر بیٹھے تو جو آدمی اس سے رتبہ میں زیادہ ہو اس سے پہلے کھانے کی طرف اپنے ہاتھ نہ بڑھائے اور اپنے سوا کسی کو کھانے کا نہ کہے اور ایسا بھی نہ کرے کہ خدمت اور تواضع کے واسطے کوئی چیز اپنے آگے سے اٹھا کر دوسرے کے آگے رکھے خوشی کے طور پر ایسا نہ کرے اور نہ خدمت کے طریقے سے۔ ہاں اگر صاحب دعوت ہو تو اس طرح کر سکتا ہے اور صاحب طعام سے نہ کہے کہ تم میرے ساتھ کھاؤ اور جس جگہ کھانا کھانے کے واسطے بٹھائیں وہیں بیٹھا رہے ایسا نہ کرے کہ اس جگہ کے سوا کوئی اور جگہ پسند کرے اور جو لوگ ساتھ کھا رہے ہوں ان سے پہلے ہی اپنا ہاتھ کھانے سے ہٹا نہ لے ایسا کرنے سے وہ بعد میں کھانا کھانے سے شرمندہ ہوں گے اور سیر ہونے سے پہلے ہی اپنا ہاتھ کھانے سے ہٹا لیں گے اور جب تک فقیر کھانا کھانے پر جمے ہوئے ہوں اور کھانے پر ان کی نظر رغبت ہو اس کے آگے سے کھانا اٹھا نہ لیں بلکہ اس حد تک کہ خلاف شرع نہ ہو اس کو کھانا کھلانے پر امداد کرے اور جب دو آدمی ایک ہی دستر خوان پر بیٹھیں تو انہیں ایک دوسرے کو لقمہ دینا جائز نہیں اور اگر اس کے سامنے پانی پیش کیا جائے تو اس کو پی لے چاہے ایک قطرہ ہی ہو اور صاحب دعوت خدمت کے واسطے آپ کھڑا ہو تو اس کو منع نہ کیا جائے اور اگر خود وہ اپنے مہمان کے ہاتھ دھلانے چاہے تو اس سے بھی اس کو نہ روکے اور اگر امیروں کے ساتھ کھائے تو امتیاز سے کھانا مناسب ہے۔ اور فقیروں کے ساتھ طعام کے ایثار کرنے سے کھائے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے اور کھانا حاضر ہونے سے پہلے دل میں کھانے کا خیال نہ رکھے۔ جب کھانا حاضر کیا جائے تو اس وقت اس کو کھائے اور اپنے نفس کو کسی کھانے کا شائق نہ بنائے شائد وہ کھانا اس کی قسمت میں نہ ہو اور جب وہ اس کی قسمت میں نہیں ہے تو وہ اس کو کبھی نہیں کھا سکے گا اور خدا سے حجاب میں پڑ جائے گا اور کھانے کے شوق کے باعث خداوند تعالیٰ کی طاعت اور عبادت سے محروم رہے گا۔

پس جب منہ پھیرے گا اور اپنے حال میں مشغول ہو گا تو سلامت رہے گا جو کھانا اس کی قسمت میں ہو تو وہ آپ ہی اس کے رُوبرو آ جائے گا اور جب کوئی کھانا سامنے آ جائے تو اس وقت اس کو شوق سے نوش جان فرمائے اور خدا کا شکر بجالائے جو رزاق حقیقی ہے۔ اس کا مقصود کھانا ہی نہ ہو کہ اپنا دل اس میں لگائے رکھے اور کھانے کی باتیں کرتا رہے بلکہ اپنے نفس کو سمجھائے کہ تُو بیمار ہے اور جب تک کوئی تندرست نہ ہو کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس کی خواہش اور آرزو اس کا مرض ہے اور اس کا اور تیرا طبیب اور معالج خداوند تعالیٰ ہے اور اس صورت میں یہ ثابت ہے کہ جب کسی بندہ کی معرفت خداوند تعالیٰ آپ کھانا بھیجے تو وہ اس کو کھالے کیونکہ یہی اس کی تندرستی کی دوا ہے اور اس کے سوا جو دوسرے کھانے اور شربت ہوتے ہیں ان میں اس کے واسطے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اپنے حال و مراقبہ کی نگہداشت کرے اور چیزوں کی خواہشوں کو اپنے دل سے نکالنے میں مشغول ہو اور اپنی تمام حرکات و سکنات کو اس طرف متوجہ کرے کہ وہ ہمیشہ اپنے پاک پروردگار سے آرام پائے۔

فقراء کے آپس میں آداب

فقیر کے پاس اپنی جو چیزیں ہوں مثلاً پہننے کے قسم کا کپڑا، جائے نماز، پانی کا کوزہ یا اسی قسم کی کوئی اور چیز وہ یاروں سے نہ روکے اور اگر اس کے یاروں میں سے اس کی جائے نماز کو کوئی روندے تو اس سے متوحش نہ ہو جائے اور آپ کسی دوسرے کی جائے نماز پر قدم نہ رکھے اور جو آدمی اس سے زیادہ بزرگ ہو اس کے مصلے کے اوپر اپنا مصلے نہ بچھائے اور اگر کوئی اپنا ہاتھ اس کے بازو کی طرف لمبا کرے تو اس کو منع نہ کرے اور کسی دوسرے کے بازو کی طرف اپنا ہاتھ نہ بڑھائے اور کسی فقیر سے اپنی خدمت کی خواہش نہ کرے بلکہ آپ ہر ایک آدمی کی خدمت کرے اور فقیروں کے پاؤں دبائے اور اگر کوئی دوسرا آدمی اس کے پاؤں دبانے چاہے تو اس کو نہ روکے اور اگر حمام میں جانے کا اتفاق ہو تو اس جگہ جو آدمی خدمت پر

مقرر ہو اس کو اپنا بدن نہ ملنے دے اور اگر فقیر ایک دوسرے کا بدن ملنا چاہے تو ان کو جائز ہے وہ ایک دوسرے کو منع نہ کریں اور خرقہ یا جائے نماز یا اس کی کسی دوسری چیز کی طرف فقیر نظر کریں تو وہ فوراً ان کے آگے پیش کر دے ان چیزوں کے استعمال کے واسطے ان کو اپنے سے بہتر اور زیادہ لائق اور مناسب سمجھے اور جب کھانے کا وقت ہو تو فقیر صاحبان کو انتظار نہ کرائی جائے اور ایسا ہی دوسرے کاموں میں کرے یعنی ہر ایک امر میں جہاں تک ہو سکے ان کے دل کو آزردہ نہ ہونے دے کیونکہ انتظار کرنے والا بوجھ اٹھاتا ہے۔ اور جب کسی فقیر کو دعوت کے واسطے بلایا جائے تو اس کو انتظار نہ کرائیں کیونکہ کہ شوربے کی انتظار خواری اور ذلت کا باعث ہے اور ایسی چیز کو جمع نہ کرے جو اس کے واسطے ممکن ہو اور اگر کھانا زیادہ نہ ہو تو اس صورت میں آپ بلائے گئے لوگوں کے ساتھ کھانا نہ کھائے جب وہ کھا چکیں اور کچھ بچ رہے تو پھر کھائے اور اس میں کوشش کرے کہ فقیروں کو عمدہ، نفیس، پاکیزہ اور ان کی مرضی کے موافق کھانوں میں آگے کرے۔

اور اگر ایک گروہ میں شامل ہو تو یہ مناسب نہیں ہے کہ ان سے الگ ہو کر کوئی چیز اکیلا کھائے یا لے اور اگر کوئی چیز ہاتھ لگے تو وہ لا کر سب فقیروں کے آگے پیش کر دے اور اگر فقیر صاحب کسی جماعت کے ساتھ شامل ہے اور بیمار ہو گیا ہے اور دوا کرانے کی حاجت ہوئی ہے تو اس کو علاج کے واسطے اجازت لینی چاہئے اور اگر کسی رباط (فقیروں کا موقوفہ مکان) یا مدرسہ میں اترے اور وہاں کوئی شیخ یا خادم موجود ہو تو ان سے اجازت لے اور ان کی رائے کے خلاف نہ کرے اور جو ان کا حکم ہو اس کا پابند رہے۔ اور اگر کسی قوم میں جائے اور اس میں شمولیت اختیار کرے تو اس قوم کا جو طریق ہو اس سے موافقت کرے اور جب تسبیح یا قرآن پڑھنے لگے تو اس وقت آواز بلند نہ کرے بلکہ اپنے وظیفوں اور وردوں کو ان سے چھپائے رکھے یا اپنے اوراد کو تفکر و مراقبہ یا باطنی عبادت میں بدل دے اور اگر وارد ہونے والے فقیر صاحب خدا کے ان خاصوں میں سے ہیں۔ جو خداوند ان راز ہیں تو اس کو اپنی آواز کا بلند کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس قسم کے فقیر کے جسقدر کام ہوتے ہیں وہ سب خداوند تعالیٰ کے ارادہ سے ہی ہوتے ہیں۔ ان کو خداوند تعالیٰ ہی ایک کام کی اجازت دیتا ہے اور وہی منع کرتا ہے اور ان کے لئے وہی لوگوں کے دلوں کو مسخر اور مہربان کرتا ہے اور کبھی تو اپنی دوستی سے دلوں کو پُر کرتا ہے اور کبھی ان کے دلوں میں اپنی حرمت اور ہیبت وارد کرتا ہے اور فقیروں کے مجمع میں فقیر صاحب کو ورد اور وظیفہ کے سوا اپنی آواز بلند کرنا مناسب نہیں ہے اور در پردہ مجمع میں کسی ایک کے ساتھ سرگوشی بھی نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے فقراء کی مجلس میں کھانے کا تذکرہ اور دنیاوی گفتگو نہ کرے اور فقیروں کے مجمع میں چاہے ضرورت ہی ہو کوئی چیز جہاں تک ممکن ہو نہ لکھے بلکہ لکھے ہوئے پر عمل کرنے والا ہو۔ اور اپنے دل اور حال کی نگاہبانی اور حفاظت کرے اور ان دونوں میں فکر کرے اور ان کے روبرو بہت سی نفلیں نہ پڑھے اور جب جماعت کے لوگ روزہ رکھنا شروع کریں تو وہ بھی روزہ رکھے اور جب افطار کریں تو اس وقت افطار کرے ان کا ساتھ دے روزہ رکھنے میں ان سے الگ نہ ہو جائے۔ اور جب تک باقی فقیر جاگتے رہیں وہ بھی جاگتا رہے اور اگر نیند زیادہ غلبہ پا جائے تو ان کے درمیان میں سے اٹھ جائے اور الگ جا کر سوئے اور اس قدر سوئے کہ خواب کا غلبہ جاتا رہے۔ اور فقیر صاحب کو یہ مناسب نہیں ہے کہ فقیروں سے کوئی چیز مانگنے یا پسند کرنے میں پیش دستی کرے اور اگر کوئی دوسرا فقیر کوئی چیز مانگے تو وہ دیدے اس سے انکار نہ کرے چاہے وہ طلب کی گئی چیز تھوڑی مقدار تک ہی رکھتا ہو۔ اور ایسا نہ کرے کہ فقیر کو انتظار کرائے اور اس کے دل کو رنج پہنچائے۔ اور اگر کوئی فقیر اس سے مشورہ کرے تو سوچ سمجھ کر اس کا جواب دے جواب دینے میں جلدی نہ کرے اور درمیان میں بات نہ کاٹے بلکہ اس کو مہلت دے تاکہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے اس کو کہہ لینے دے۔ اور جواب دینے میں وہ اپنی بات سے فارغ ہو جائے تو اگر اس کی بات کو نادرست سمجھتا ہو تو اولاً اس سے اتفاق کرے اور اس کی وجہ بھی بیان کر دے اور پھر جس امر کو اپنے نزدیک زیادہ درست پائے اس کو نرمی کے ساتھ سمجھائے ایسے طور پر نہ کہے جس سے وحشت اور سختی پائی جاتی ہو اور جب کھانا کھانے لگیں تو اس وقت کھانے کی نہ تو تعریف کریں اور نہ ہی اس کی مذمت۔

اہل و عیال کے ساتھ فقیر کے آداب

اپنے اہل اور فرزندوں سے نیک خلق رکھے اور جیسے شرع میں حکم ہے اس کے موافق ان کے نان و نفقہ کی خبرگیری کرتا رہے۔ جہاں تک کہ طاقت رکھتا ہے اور اگر اس قدر سامان ہاتھ آئے جو ایک دن کے واسطے کافی ہوتا ہے تو اگلے روز کے واسطے اس میں سے کچھ بچا نہ رکھے مگر یہ حکم اسی چیز کے واسطے ہے جو ایک دن کے لئے ہی ملی ہو اور اگر حاجت سے زیادہ اس کو ملی ہے تو اس حال میں اگلے روز کے واسطے جو بچ سکے بچا

رکھے مگر اپنے نفس کے واسطے بچانے کا حکم نہیں ہے۔ اہل وعیال کے واسطے کہا گیا ہے۔ اور پہلے عیال کو کھلائے اور آپ بعد میں کھائے۔

اور اپنے عیال کے آگے ایسار ہے۔ جیسے کہ خدمت گار اور وکیل ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ غلام اپنے مالک سے کرتا ہے اور اپنے عیال کی خدمت کرنی اور ان کے واسطے تکلیف برداشت کرنی اور ان کی بھلائی میں کوشش کرنے کو خدا کے احکام کی بجا آوری سمجھے اور اپنے نفس کی پرواہ نہ کرے اس کو بالائے طاق رکھے پہلے اپنے عیال کی خدمت کرے اور آپ ان کی مرضی سے کھائے اور ان کو اپنے نفس کی پیروی پر نہ اکسائے۔ اور فقیر کے پاس جاڑے سے بچنے کے واسطے اوڑھنا اور بچھونا موجود ہے اور گرمیوں میں روزمرہ کے قوت کا محتاج ہو گیا ہے تو اس کو فروخت کر دے اور اس سے اپنی حاجت روائی کرے اور اگر فقیر کے پاس ایک دن کے واسطے کافی خوراک ہے اور دن کے وقت جو اس نے کسب کیا ہے وہ ایک روز کے خرچ سے اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے عیال کے واسطے دوسرے دن میں بھی کفایت کر سکتا ہے تو وہ اس سے زیادہ کسب نہ کرے اور دوسرے روز اسی چیز پر کفایت کرے جو گذشتہ روز میں بچا رکھی تھی۔ کیونکہ طریقت میں یہ واجب کیا گیا ہے کہ کفایت سے کام لے اور اگلے روز کی فکر کو آئندہ دن پر رکھے اور اگر فقیر قلت اور بھوک اور پیاس پر صبر اور توکل کر سکتا ہے اور اس کے اس توکل کرنے سے اس کے عیال بھوکے مرتے ہیں ان کو صبر نہیں ہو سکتا تو ایسا توکل کرنا جائز نہیں ایسی حالت میں اپنے عیال کا ساتھ دے ان کو چھوڑ نہ دے اپنی جگہ سے حرکت کرے اور کسب کرنے پر آمادہ ہو اور جہاں تک کر سکے کسب کرے اور جب اپنے اہل میں خدا کی اطاعت دیکھے اور سیرت کی خوبی اور عبادت ملاحظہ کرے تو اس حال میں اس کو واجب ہے کہ حلال اور مباح کسب سے انہیں کھلائے تاکہ ان کی طاقت اور صلاحیت اور اچھا پھل دے اور احتیاط رکھے کہ وجہ حرام سے ان کو ہرگز نہ کھلائے کیونکہ یہ فعل گناہوں کا ثمرہ پیدا کرتا ہے اور اپنے نفس کے عمل کو نیک کرے اور اس میں کوشش کرے کہ باطن کی صفائی اور صدق حاصل ہو تاکہ خداوند تعالیٰ اس کے وہ معاملات درست کر دے جو خدا سے متعلق ہوں اور جو عیال سے متعلق ہوں کہ انہیں اچھے صبر اور اس کی اور خدا کی اچھی طاعت اور اس سے موافقت کی توفیق دے اور جو آدمی اپنے اور خدا کے درمیان نیک کام کرتا ہے اس کے تعلق بھی خلائق اور عیال کے درمیان میں خداوند تعالیٰ نیک کر دیتا ہے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص سنوارے اس چیز کو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے تو سنوار دے گا اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو اس کے اور لوگوں کے درمیان ہے اور اس کا اہل وعیال منجملہ لوگوں کے ہے اور اگر کوئی مہمان آئے تو جو کچھ مہمان کو کھلائے اپنے اہل وعیال کو بھی وہی کھلائے مگر یہ حکم تب ہے جب کہ تنگ دست نہیں خرچ میں فراخ دستی رکھتا ہے اس صورت میں دعوت کا سامان اچھا اور کافی کرے تاکہ تمام لوگ اس سے سیر ہو جائیں اور بچ بھی رہے اور اگر گھر میں فقیری اور قلت اور تنگی ہے۔ تو سب سے پہلے مہمان کو کھلائے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس کے عیال بھی اس ایثار کو پسند کریں اور راضی ہوں اور اگر کھانے سے کچھ بچ رہے تو وہ تبرک کے طور پر اپنے عیال کو کھلائے پس خداوند تعالیٰ اس کا اچھا انجام کرے گا اور اس کے رزق میں برکت دے گا اور فراخی دے گا کیونکہ جب کوئی مہمان وارد ہوتا ہے تو اپنے رزق کو وہ اپنے ساتھ لاتا ہے اور کھا پی کر الگ ہوتا ہے اور اہل خانہ کے جو گناہ ہوتے ہیں ان کو بھی اپنے ساتھ لئے جاتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اگر کسی فقیر کو دعوت میں بلائیں اور وہ عیالدار ہے اور اس کو اس قدر توفیق نہیں کہ اپنے عیال کے کھانے کے واسطے سامان بہم پہنچا سکے تو اس کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے عیال کو تو فاقہ میں پڑا رہنے دے اور آپ دعوتوں میں جا کر اپنا پیٹ بھرے اور اپنی خواہش کو مقدم جانے اور طریقت اور شریعت میں یہ بھی ناجائز ہے کہ عیال کو بھی دعوت میں لے جائے اور اس ذلت کو گوارا کرلے پس اس حالت میں دعوت سے باز رہے اور اپنے عیال کے ساتھ صبر اور شکر کرے اور دعوت کرنے والے دانا اور جوانمرد آدمی کو جو فقیر صاحب کے عیال سے آگاہ ہے صرف اکیلے فقیر کی دعوت کرنی ہی مناسب نہیں بلکہ عیال کا انتظام بھی کرے اور اس فکر سے مہمان کے دل کو فراغت بخشے اور اس کو کہہ دے کہ جو کچھ ان کے واسطے تجھے درکار ہو اس کو اپنے ساتھ لے جانا اور فقیر پر یہ واجب کیا گیا ہے کہ اپنے اہل اور عیال کو ظاہری اور شریعت کا علم سکھلائے اور علم کی مخالفت کرنے کے واسطے کوئی موقعہ نہ دے اور فقیر آدمی اپنی اولاد کو بازار میں حرفت سیکھنے کے واسطے نہ بھیجے ان کو دین کے احکاموں کی تعلیم دے اور ان کو ہدایت کرے کہ طلب دنیا کو ترک کریں ہاں اگر غلبہ احتیاج کا خیال ہو اور ڈر ہو کہ صبر ان کے ہاتھ سے جاتا رہے اور اس کو حال ظاہر ہو جانے سے رسوائی ہو اور مجبور ہو جائیں کہ لوگوں کے دروازوں پر جا کر گداگری کریں اس لئے اپنے عیال اور نفس کو کسب کی طرف مشغول کیا جائے اور اس قدر کسب سیکھ لے کہ اس کو لوگوں کی پروانہ رہے اس سے شرع کی حدوں کی حفاظت ہوتی ہے اور اپنی اولاد کو یہ تعلیم بھی دے کہ والدین کے حق کو نگاہ رکھیں اور عاق ہونے سے دور

رہیں اور خدا کے حقوق اور اس کے حقوق کی حفاظت کریں صبر کی بزرگی اور طاعت وغیرہ کے فائدے ان کو بتلائے جس طرح آداب نکاح میں گزر گیا ہے۔

سفر میں فقیروں کے آداب

باب آداب میں کتاب کے درمیان میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مومن کا سفر یہ ہے کہ وہ بری صفتوں سے نکل کر پسندیدہ صفات اختیار کر لے ہوا و ہوس سے نکلے اور خدا کی رضاء کا طالب اور ہر چیز میں اپنی پرہیزگاری کو درست کرے اور جب اپنے شہر سے سفر کرنے لگے تو وہاں جس قدر اس کے دشمن اور حقدار ہوں ان کو راضی کر لے اور اپنے والدین سے اجازت لے یا جن کے فرمان کے تابع ہے ان سے اجازت لے لے کیونکہ یہ لوگ حق رکھتے ہیں جیسے چچا' خالو' دادا' دادی۔

پس جب یہ سب لوگ راضی ہو کر سفر کی اجازت دیں تو اس وقت خدا کا نام لے کر چل کھڑا ہو پس اگر وہ عیالدار ہے اور دیکھتا ہے کہ سفر کرنے سے میرے عیال کو ضرر پہنچے گا یا ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ کرتا ہے تو اس حال میں فقیر صاحب کو سفر ناجائز ہے۔ اور اگر ان کی اصلاح کا بندوبست کر دے یا ان کو اپنے ساتھ لے جائے تو پھر سفر پر جانا درست ہے خدا کے سچے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی انسان کا ان لوگوں کو ضائع کرنا جن کو وہ رزق پہنچاتا ہے دنیا میں یہی گناہ اس کے واسطے کافی ہے اور فقیر جب سفر میں ہو تو اپنے دل کو اپنے ساتھ رکھے یعنی دل متعلقات پر وابستہ نہ ہو ان کے خیالات سے دل کو خالی کر ڈالے یہاں تک کہ تمام چیزوں کے خیال چھوڑ دے اور ان سے بالکل فارغ البال ہو جائے ابراہیم بن روحہ کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ ابراہیم بن شیبہ کے ساتھ جنگل میں تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا جو چیزیں پاس رکھتے ہو اور ان سے تعلق ہے انہیں پھینک دو ان کے کہنے سے میں نے تمام چیزوں کو پھینک دیا مگر ایک دینار کو پاس رکھا اس کے بعد انہوں نے فرمایا جو چیز بھی تیرے پاس ہے اس سے میرے دل کو مشغول نہ کرو اس لئے میں نے اس دینار کو بھی پھینک دیا اس کے بعد فرمایا کہ اچھی طرح سوچ لو کوئی اور چیز تو پاس نہیں جوتی کے تسمے یاد آ گئے میں نے ان کو بھی نکال کر پھینک دیا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم کو ایک تسمہ کی محتاجی بھی نہ ہوتی مگر اس کو اپنے سامنے پڑا ہوا پا لیتے پس جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کے صدق سے معاملہ کرتا ہے ایسا ہی اس کا حال ہوتا ہے وہ بھی کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا اور وطن میں جو وظیفے پڑھا کرتا تھا۔ سفر میں ان میں کوتاہی کرنی مناسب نہیں سفر اس کا باعث ہوتا ہے کہ حال میں زیادتی ہو اس واسطے نہیں ہے کہ سفر میں مزاج اور اعمال میں خلل آ جائے۔

اگر قصر کی رخصتیں ہیں۔ تو ان لوگوں کے واسطے جو ضعیف اور کمزور آدمی ہوتے ہیں۔ اور جو خاص اور صاحب قوت ہیں ان کو رخصتوں سے کیا کام ان کی ہمت کی کمر تو ہر حال میں عزمتوں کے ساتھ خوب مضبوطی سے باندھی گئی ہے اور خدا کی توفیق ان کے شامل حال ہے اور خدا کی رحمت کا ان پر ہمیشہ نزول ہو رہا ہے ہمیشہ ان کے سر پر ایک پاسبان موجود ہے جو نگہبانی کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کا مطلب ان کی بغل میں ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا دوست ان کے ساتھ بیٹھا ہے۔ اور اپنے محبوب کی الفت اور اس کا عشق ان کے دل میں ہر لحظہ ترقی میں رہتا ہے اور یہ لوگ دل و جان سے خدا کی درگاہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور تمام دنیا سے بے نیاز اور لاپرواہ اور ہر وقت خدا کی مدد ان کی مددگار رہتی ہے اور اس کے لشکر ان کے لئے ازدحام کرنے والے پے درپے آنے والے اور اکٹھے ہونے والے ہوتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہے کہ جب فقیر صاحبان سفر میں ہوتے ہیں تو وہ ان کے حال میں اور بھی تقویت اور قوت عطاء فرماتا ہے اور جس کام کے یہ لوگ پیچھے پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

سفر اس سے زیادہ مناسب اور زیادہ بہتر نیک ہے کیونکہ سفر کے سبب ان کو ان اسباب کے بعد نصیب ہوتا ہے جو در حقیقت رب ہوتے ہیں اور لوگوں سے دور رہنے کی خوشی نصیب ہوتی ہے جو در حقیقت بت ہیں اور نصاریٰ کی صلیب اور شیطان کے حربہ سے بھی ان لوگوں کا حربہ زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اور اپنے سفر کے آغاز میں فقیر کو اپنے دل پر نگاہ رکھنا چاہئے اور غفلت کے ساتھ وطن سے نہ نکلے اور اس میں کوشش کرے کہ اپنے محبوب حقیقی کی یاد دل سے فراموش نہ ہو جائے ور دنیاوی اغراض کے واسطے فقیر کو سفر کرنا مناسب نہیں بلکہ سفر کرنے سے خداوند تعالیٰ کی طاعت کے ادا کرنے کا ارادہ کرے یا حج کرنے کے واسطے نکلے یا شیخ صاحب سے فیض اور برکت حاصل کرنے کے واسطے نکلے یا پاک جگہوں میں سے

کسی جگہ کی زیارت کے واسطے جائے۔ جب فقیر کسی جگہ کا سفر کر کے جہاں اپنے دل کو موجود پائے اور اس کو تمام تیرگیوں اور ناپاکیوں سے پاک اور صاف دیکھے اپنی زندگانی کے ایام وہاں اچھی طرح آرام سے کٹتے ہوئے نظر آئیں تو وہاں دائمی سکونت کو اپنے اوپر لازم کر دے اور وہاں جدائی اختیار نہ کرے۔ اور اگر وہاں سے جدا ہونے کے واسطے حکم الٰہی اور باطنی الہام ہو تو اس وقت اس جگہ کو چھوڑ دے اور اگر قضاو قدر اس کو وہاں سے ہٹادے تو پھر اس جگہ سے ہٹ کر جہاں کا حکم ہو یا جہاں تقدیر لیجائے اس طرف چلا جائے کیونکہ اس قسم کے لوگوں کو مفعولین میں شمار کیا گیا ہے۔ یعنی قضاو قدر کے تصرف میں ہوتے ہیں اور نفسانی ہوا و ہوس اور آرزوؤں اور امیدوں سے بالکل پاک صاف ان لوگوں نے اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی راہ میں فنافی اللہ کیا ہوا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کے محبوب اور اس کے مراد ہوتے ہیں اور فقیر کو چاہئے کہ اگر کہیں اس کو لوگوں میں کوئی مرتبہ ملے اور قبولیت کا درجہ پالے تو اس جگہ سے نکل بھاگ جائے اور یہ اندیشہ کرے کہ لوگوں کی قبولیت کے سبب خدا کی درگاہ میں مجحوب نہ ہو جاؤں اور خدا کی حضوری سے مجھ کو بے نصیب نہ کر دیں اور جب تک انسان کا دل خواہشوں اور آرزوؤں کی طرف میل رکھتا ہے اس کو قبولیت نصیب نہیں ہوتی بلکہ مخلوق اس کا نصیب ہوتی ہے اور فقیر صاحب کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہوا اور ہوس اس کے پاس پھٹکنے نہیں پاتی اور لوگوں کا وجود اس کے پاس کوئی دخل نہیں رکھتا اور نہ ہی ان کی قبولیت کا اس کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ مخلوق کا خیال فقیر صاحب کے دل سے خارج ہوتا ہے اور وہ اپنے دل کو نگاہ رکھنے کے واسطے حاجب اور دربانوں کی مانند ہوتا ہے تاکہ اس کی طرف مخلوق کا رجوع نہ ہو اور دل میں شرک خفی پیدا نہ ہو جائے اس سے خالص توحید میں پراگندگی آجاتی ہے۔ اور فقیر سفر میں اپنے یاروں کے ساتھ نیک تعلق رکھے اور ان سے نرمی نیکی کرے اور جس قدر خیالات ہوں ان سے درگذر کرلے اور کسی چیز میں ان کے ساتھ جھگڑا نہ کرے مخالفت سے دور رہے اور ہمیشہ یاروں کی خدمت میں ہی مشغول رہے اور کسی یار سے اپنی خدمت کرانے سے پرہیز رکھے اور سفر میں ہمیشہ باطہارت رہے اگر پانی میسر نہ آئے تو تیمم کرلیا کرے جیسا کہ اس کو وطن میں پاک رہنا مستحب ہے اسی طرح اس کو سفر میں طہارت سے رہنا مستحب ہے وضو مومن کا ہتھیار ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور شیاطین اور ہر ایک موذی سے وضو انسان کو امان میں رکھتا ہے اور نوعمر بے ریش لڑکوں کی صحبت اختیار نہ کرے اور سفر میں بالخصوص ان سے دور رہے کیونکہ اس قسم کے جوان شیطان کی دوستی اور اس کی قبولیت کے بہت نزدیک ہوتے ہیں اور ان باتوں کے قریب ہوتے ہیں۔ شر' فتنہ' نفس کی بری ہوا و ہوس اور تہمت ان جوانوں کی صحبت میں بڑے خطرے ہیں۔ اور اگر فقیر صاحب ان لوگوں سے ہے جو شیخ اور عالم ہیں اور ابدال اور جن کی پیروی کی جاتی ہے اور خطا سے محفوظ ہیں اور نیکی کی تعلیم دینے والے امام اور رہنما خدا کے عذاب سے خوف دلانے والے آداب سکھلانے والے اور برے اخلاق سے پاک کرنے والے خدا اور مخلوق کے درمیان سفیر' دانا' ناقد تو ان کے ساتھ اس کو کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوتا یہ مرد جوان ہوں اور چاہے خوردسال پیران میں سے جس کی صحبت چاہے اس کی صحبت میں رہے کیونکہ یہ لوگ خالق اور مخلوق کے درمیان قاصد ہیں اور جب کسی شہر میں وارد ہو اور اس میں کوئی شیخ صاحب رہتے ہوں تو لازم ہے کہ پہلے سلام کرے اور خدمت کرے اور ان کی حرمت اور عزت نگاہ رکھے اور تعظیم بجالائے تاکہ اس طریق سے ان سے فائدہ اٹھائے فائدہ سے محروم نہ رہے اور جب فقیر صاحب کو کوئی چیز حاصل ہو تو ایسا نہ کرے کہ اپنے یاروں سے الگ ہو کر اکیلا ہی ان سے فائدہ اٹھائے اور اگر یاروں میں سے کسی کو کوئی عذر ہو جو اس کے ٹھہرنے کا باعث ہو تو اس کا ساتھ دے اور اپنے یار کو ضائع نہ کرے خداوند تعالیٰ اس کو درست کاموں کی توفیق دے گا۔

فقیر کے راگ سننے کے آداب

راگ سننے کے واسطے قصداً اور ارادتاً نہ جائیں اور نہ اپنے اختیار سے اس طرف منہ کریں اور اگر اتفاق سماع کا ہو جائے تو سننے والا ادب سے وہاں بیٹھے اور اپنے پروردگار کی یاد میں اپنے دل کو لگائے اور اس میں غفلت اور فراموشی نہ آنے دے اور جب راگ کی آواز کانوں میں پڑے تو ایسا خیال کرے کہ قرآن پڑھنے والے قاری کی آواز ہے۔ اور یہ سمجھے کہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی خطاب ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ سن رہا ہے غیب سے وہ اس کو ترغیب دینے والا یا ڈرانیوالا ہے یا دل لگانے کے واسطے ہے یا وہ غصہ ہے یا اس کے عبادت کے قیام میں زیادتی کرنے کی ترغیب ہے۔ پس اس وقت جلدی کرے اس کی طرف جو اس پر وارد ہو رہا ہے اور ان اشاروں کو بجالائے اور اگر سماع ایسا ہو کہ گویا قاری کی زبان

اسی کی زبان تصور ہو کہ قاری کے کلام سے خداوند تعالیٰ کے ساتھ وہ خود خطاب کر رہا ہے تو اس حال میں سماع کے سننے سے جو کچھ اس کا دل پائے گا وہ حق عبودیت اور آداب شریعت کے موافق ہو گا غرض طریقت اور علم حقیقت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو کہ آداب شریعت کے مخالف ہو اور جب شیخوں کی سماع کی مجلس میں حاضر ہو تو فقیر کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے سکون اختیار کرے اور شیخ صاحب کی بزرگی کو نگاہ رکھے اور اگر کوئی امر فقیر صاحب پر غلبہ کرے تو غلبہ کے اندازہ کے موافق ہی حرکت کرے اور جب غلبہ جاتا رہے تو یہ سکون اختیار کرے تاکہ شیخ صاحب کی بزرگی کو نگاہ رکھے اور فقیر صاحب کو یہ ہدایت کرنا مناسب نہیں ہے کہ قرآن شریف کی بجائے غزلیں پڑھو جیسا کہ آج کل زمانہ میں لوگوں کی عادت ہو رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے تصرف کی خواہش اور تجرد میں صادق نہیں اگر ان میں صادق ہوتے تو پاک کلام قرآن کریم کے گننے کے سوا ان کے دل اور اعضاء حرکت میں نہ آتے کیوں کہ صادق لوگوں کے نزدیک وہی کلام پاک محبوب ہے کیونکہ یہی ان کے محبوب کی صفت ہوتی ہے اور اس میں اولیاؤں کا تذکرہ ہوتا ہے اور اگلے اور پچھلے اور گذرے ہوئے اور آنے والے بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے اس کلام میں محب اور محبوب کا ذکر ہوتا ہے اور مرید اور مراد اور محبت کا دعویٰ کرنے والوں کی ملامت ہوتی ہیں اور اس کے سوا اور نصیحتیں ہوتی ہیں پس جب ان لوگوں کی راستی اور صدق میں خلل واقع ہو گیا ہے اور ان کا دعویٰ بھی بے گواہ اور دروغ ہو گیا اور عاشقانہ رسم اور عادات پر ان کی استادگی ہو گئی اور اس میں یہ باتیں مفقود ہو گئیں عشق باطنی، معرفت کی راستی، کشف حقائق، علوم غریبہ، آگاہی اسرار، قربت حق، انس و وصال حبیب اور سماع حقیقی سے محروم ہو گئے اور وہ ہے الہام خداوندی اور اس کا علماء ربانی اور ان خواص سے کلام جو اس کے اولیاء، ابدال۔ اور اعتراف ہیں ان تمام امروں سے جو منہ کور ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے دل کا گنجینہ خالی ہو گیا تو یہ لوگ قوالوں پر جم گئے اور شعروں اور غزلوں کے سننے کے واسطے ہی آمادہ اور مستعد ہو گئے اور یہ شعر اور غزلیں مجازی عاشقوں کے شوق کے شعلوں کو بھڑکاتی ہیں۔ اور نفسانی خواہشوں کو ہیجان میں لاتی ہیں اور قلوب و ارواح نہیں تڑپا سکتیں اور جو خدا کے دلدادہ ولی اور اپنے حقیقی محبوب کے عشق میں سوختہ جگر ہیں ان کے شوق کی آگ پر پانی برساتے ہیں۔ پس خلاصہ یہ کہ فقیر چاہے خداوند تعالیٰ کا فقیر ہو اور چاہے خلق اللہ کا یعنی فقیر معنی عقبے اور فقیر صورت دنیا وہ قاری اور قوال سے شعروں اور سلوک کے کلام کی دوبارہ پڑھنے کی فرمائش نہ کریں بلکہ اس معاملہ کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دیں اگر سننے والا فقیر صادق ہوا اور اس کی مصلحت اور اسکا علاج قاری کی تکرار میں ہوا تو خداوند تعالیٰ نے چاہا تو ان فقیروں میں سے ہی جو حاضرین مجلس ہوں گے فرمائش کرنے کے واسطے کسی کو خداوند تعالیٰ نائب مقرر کر دے گا اور یا خود اسی قوال کے دل میں ڈال دے گا کہ وہ اس شعر کی تکرار کرے اور حالت سماع میں دوسرے سے مدد طلب کرنا فقیر کو لازم نہیں اور اگر کوئی فقیر حرکت میں مدد طلب کرے تو اس کو مدد دیں اور یہ حالت حال کی سستی پر دلالت کرتی ہے اور ازدحام کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کے لئے وقت کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اگر اس کے خلاف کیا جائے تو کوئی ازدحام کرے تو اس کی ازدحام کا تسلیم کر لینا بہتر ہے اور جب کسی آیت یا شعر پر فقیر کو جنبش ہو تو دوسرے کو واجب ہے کہ اس کا وقت اس کے لئے تسلیم کریں اور جو لوگ حاضرین مجلس ہوں اگر ان کو اس میں اسراف معلوم ہو یا کوئی کمی یا کوتاہی دیکھیں تو اسکے عیب کو ڈھانپ دیں اور برداشت کریں پھر اگر مصلحت وقت کے لحاظ سے اس کو آگاہ کرنا مناسب جانیں تو نرمی اور دلی قوت سے اس کو آگاہ کریں زبان سے اس کو منع نہ کریں اور فقیر کے حال میں قصور دریافت کرنے اور دلی قوت سے اس کو آگاہ کرنے کے لئے ان صفات کا ہونا لازمی ہے۔

قوت حال، صفاء باطن، باریک بینی کا علم دوسرے آدمی کے بھید پر واقف ہونے کے واسطے قوت ماسکہ کا ہونا اچھی اور سخت نگاہ داشت، کامل آداب اور جب فقیر سماع کی حالت میں خرقہ سے باہر آئے یا کوئی چیز اپنے لباس سے جدا کرے تو یہ امر دو حال سے خالی نہیں ہو تا یا تو وہ خرقہ قاری کو انعام دیگا اس حالت میں وہ خرقہ اسی قاری کا حق ہو گا اور یا مجلس میں ہی پھینک دے گا اگر پھینک دے تو اس سے دریافت کرنا چاہئے کہ خرقہ کے پھینک دینے سے آپ کی کیا غرض ہے اگر یہ جواب دے کہ میں نے اس کو فقیروں کے حکم پر چھوڑا ہے تو یہ اس کا فقراء کے ساتھ خوش خلقی کرنا ہے۔ پس وہ بحکم فتوح فقیروں کا حق ہوتا ہے اس کو خود فقیر سوچ لیں کہ کس کو دیا جائے اور اگر یہ کہے کہ میں نے شیخ صاحب کی موافقت کے واسطے پھینکا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی اپنا خرقہ جسم سے علیحدہ کیا ہے تو یہ اس کے اعتقاد کی سستی اور اس کا کام کمزور ہو گا کیونکہ مناسب نہیں ہے کہ خرقہ سے باہر آنے میں پیر صاحب کی موافقت کی جائے اور اگر کوئی اپنے پیر کے حال سے موافقت تامہ رکھتا ہے یعنی جیسا حال اسکے پیر کا ہو ویسا ہی اس کا ہو تو اس کو موافقت کرنی مناسب ہے مگر یہ نہایت بعید ہے اور اس پر یقین نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی حال میں دو آدمی متفق ہوں

بلکہ یہ امر یقین سے بہت دور ہے اور اگر ان فقیروں کی رسم اور عادت ایسی ہی چلی آتی ہے اور اسی موافقت سے فقیر نے بدن سے اپنا خرقہ اتار دیا ہے تو اس کے واسطے کوئی دلیل اور بنیاد نہیں اور اس میں اس کے اعتقاد کی سستی پائی جاتی ہے اور اس خرقہ پر اس شیخ کا حکم ہو گا جس کی موافقت میں اس نے خرقہ اتار کر ڈالا ہے۔ یہ امر علم اور شریعت کے رو سے نہیں ہو گا اور نہ ہی طریقت اور حقیقت کے حکم کے موافق بلکہ رسم اور عادت کے موافق ہو گا اور اگر صاحب خرقہ یہ کہے کہ میں نے یہ امر ان لوگوں کی موافقت میں کیا ہے جو حاضر ہیں تو یہ شخص اس آدمی سے بھی زیادہ سست اعتقاد ہو گا جس نے شیخ کی موافقت کے واسطے خرقہ کو بدن سے الگ کیا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ حال میں یہ نامناسب ہے کہ کسی کام میں شرکت کی جائے' اور اگر وقت کے اتفاق سے حال میں شرکت ہو جائے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں ہوتا اور قوم کا ایک ہی حال میں متفق ہونا بہت کم ہوتا ہے یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام قوم کے لوگ ایک ہی مشرب اور ایک حال رکھتے ہوں اور ان میں یکساں ہوں پس جو خرقہ قوم کی موافقت میں ڈالا گیا ہو اس کے واسطے قوم کے خرقوں والا حکم ہو گا اور اس کے لئے ان کی پیروی ہے اور اگر خرقہ ڈالنے کے وقت فقیر کی نیت کچھ نہ ہو تو اس حال میں فقیر سے حکم لیں اور اس کو کہہ دیں کہ ابھی تک یہ خرقہ تمہارے اختیار میں ہی ہے اس کی نسبت جو مرضی ہو اس کے موافق کرو حاضرین مجلس کو اس میں کوئی اختیار نہیں اگر پیر صاحب بھی مجلس میں حاضر ہوں تو وہ بھی اس خرقہ پر کچھ اختیار نہیں رکھتے کیونکہ صاحب خرقہ نے اس کی نسبت اپنا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا اور طریقت میں ارادہ ظاہر کرنے کے سوا اس کے واسطے کوئی دلیل نہیں اگر فقیر صاحب یہ جواب دیں کہ حالت سماع میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ اشارہ ہوا ہے کہ میں اس خرقہ سے باہر آؤں اور خرقہ کسی کو عطاء کرنے کے ارادہ کے سوا ہی میں نے اس کو اتار کر پھینک دیا ہے تو اس کے واسطے طریقت میں ایک دلیل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس بادشاہ نے اس کو خلعت یعنی خرقہ عطاء کیا تھا اسی کے اشارہ سے اس نے پھینکا ہے لہٰذا جس کو پوشاک پہنائی گئی ہے وہ اپنی پوشاک اتار دے پھر خلعت پہن لے۔ اس لئے جب فقیر خدا کے حکم سے اپنے خرقہ سے باہر آجاتا ہے تو اس کی بجائے وہ خدا کی درگاہ سے نورانی خلعت پہن لیتا ہے۔ اور اس پر خدا کے الطاف اور رحمت نازل ہوتی ہے اس لئے اس کا خرقہ اگر پیر صاحب ہوں تو ان کو پہنچتا ہے وہ لے لیں اگر نہ ہوں تو ان فقیروں کو لینا روا ہے جو مجلس میں حاضر ہوں اور گانے یا پڑھنے والے جس کو چاہیں دے دیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس خرقہ پر درویش ہی کا حکم ہے دوسروں کی نسبت وہ خود اس کے دینے کے واسطے زیادہ لائق ہے اور اہل دنیا جو مجلس میں حاضر ہوتے ہیں ان میں سے اکثر کا یہ طریق ہے کہ اس خرقہ کو خرید لیتے ہیں اور پھر صاحب خرقہ کو ہی لوٹا دیتے ہیں۔ یہ اس کو طریقت میں پسند نہیں کرتے اور اگر خرقہ کا خریدنے والا کوئی جوانمرد اور صاحب ہمت آدمی اور فقیر دوست ہے اور یہ امر اس کی عادت میں ہے کہ وہ فقیروں کے ساتھ نیکی کیا کرتا ہے تو اس کو خرید کر واپس دینا جائز ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اصل میں یہ طریق ایک قسم کا سوال ہے جس میں عوض طلب کیا جاتا ہے اور لطف سے سوال ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فعل نہایت زشت اور برا ہے وجہ یہ ہے کہ جب فقیر اپنے خرقہ سے باہر آتا ہے تو وہ حال کے وقت میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ میرے نفس میں راستی ہے اور اس کو تعلقات سے بے نیازی حاصل ہے اور اگر پھر وہ اسی خرقہ کو پہن لے تو وہ اپنے نفس کو فضیحت کرتا ہے اور اس کو دروغ گو قرار دیتا ہے اور ایسا کرنا ناپسندیدہ کام ہے اس کو یہ ہرگز لائق نہیں ہے کہ جس خرقہ سے وہ باہر آیا ہے اور اتار پھینک دیا ہے دوسری دفعہ پھر اسی کو قبول کر لے اور اگر خرقہ کے واسطے پیر صاحب اشارہ کریں اور اس کو دوبارہ پہننے کے واسطے اجازت دیں تو وہ علانیہ اپنے پیر صاحب کا حکم بجالائے اس کو پہن لے۔ اور جب پیر صاحب چلے جائیں تو پھر اپنے بدن سے اس خرقہ کو اتار ڈالے اور کسی اور فقیر کو بخش دے اور اگر جماعت میں ہو تو ان میں مساوات کا لحاظ رکھے اور پیر صاحب بھی جماعت کے لوگوں میں موجود ہوں اور وہ اس خرقہ کے واسطے حاضرین میں سے کسی ایک فقیر یا ایک قوم کے واسطے تخصیص دیکھیں تو پیر صاحب کا جو حکم ہو گا وہ جائز ہو گا وہ جس کو چاہیں اس کو دلوا دیں اور اگر کوئی فقیر اپنے خرقہ سے باہر آئے اور پھر اس کو واپس دے مگر اس کی یہ عادت ہے کہ جس خرقہ سے وہ باہر آتا ہے اس کو وہ نہیں پہنا کرتا اور دوسرے فقیروں نے اپنے خرقہ کو واپس لے لیا ہے اور اسکے پیر صاحب موجود اور خاموش ہیں تو اس کو اپنا خرقہ واپس لینا لازم نہیں ہے وہ اپنی عادت پر ثابت قدم رہے دوسرے فقیروں کی پیروی سے اپنی حالت اور عادت کو نہ توڑے اور اگر پیر صاحب موجود نہیں تو پھر اس کو جماعت کی موافقت کرنی چاہئے' اپنے خرقہ کو واپس لے لے تاکہ اس کی قوم کے جو درویش ہوں وہ شرمندہ نہ ہوں اور ان کو اس فقیر پر غصہ نہ آئے اور جب واپس لے چکے تو پھر مجلس کے فقیروں پر ہی اس کو عطاء کر دے اور یہی بہتر ہے اور اگر اس کو دے جو اس مجلس

میں نہ ہو تو یہ بھی جائز ہے پس فقیروں کے یہ آخری آداب ہیں۔ جو اختصار کے طور پر اور ممکن وقت بیان کئے گئے ہیں اور جو باتیں رباط اور سقایات اور جو تا پہننے سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کی رسم کا اجرا بطور تجدید ہوا ہے ان کو میل جول اور خبر اور اشارہ سے حاصل کیا جائے اس جگہ ان کا بیان نہیں کیا گیا اور اکثر بڑے بڑے آداب شرع کے باب میں بیان بھی کر دیا ہے۔ اب ان چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ مجاہدہ' توکل' نکوئی' سیرت' شکر' صبر' رضاء صدق یہ ساتوں چیزیں جو ذکر ہوئی ہیں۔ طریقت میں اصل اور بنیاد ہیں اور سراپا یہ بہتر ہیں۔

مجاہدہ کا بیان

اس باب میں تمام اصولوں کا بیان خداوند تعالیٰ کا حکم ہے۔ فرمایا ہے کہ (جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہے۔ ہم ان کو اپنی نزدیکی کی راہیں دکھلاتے ہیں) ابو نصرہ ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہادوں میں سے سب سے بڑا جہاد کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ بادشاہ ظالم کے رُوبرو سچ بات کہنا جب ابو سعیدؓ نے یہ سنا تو آپ رو پڑے اور ابو علی دقاق کہتے ہیں کہ جو آدمی اپنے ظاہر کو مجاہدہ سے آراستہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ سے خوبصورت بنا دیتا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (جو لوگ ہمارے راستہ میں محنت کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں اور جو آدمی شروع میں صاحب مشقت نہیں ہوتا وہ طریقت کی بو کو بھی نہیں سونگھتا اور ابو عثمان سغری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جو شخص گمان کرے کہ تحقیق کھولا جائے گا اس پر کچھ اس طریقہ میں سے یا کشف کیا جائے گا اس کے لئے کچھ اس میں سے بغیر لازم پکڑنے مجاہدے کے وہ غلطی پر ہے اور ابو علی دقاق نے کہا جو آدمی اپنے کام کی ابتدا میں کھڑا ہونے کی عادت نہ ڈالے اس کو اپنے کام کے انجام میں بیٹھنا نصیب نہیں ہو گا نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ حرکت میں برکت ہے اور ظاہری حرکت باطنی برکت کا باعث ہوتی ہے اور حسن بن علویہ کہتے ہیں کہ ابو یزیدؒ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کا بارہ سال تک آہنگر رہا اور پانچ سال اپنے دل کا آئینہ بنا رہا اور پھر ایک سال تک دل کے آئینہ کا مشاہدہ کرتا رہا پھر میں نے دیکھا کہ میرے ظاہر میں زنار ہے پس میں اس کو بارہ سال تک توڑتا رہا پھر میں نے اپنے باطن میں بھی زنار دیکھا تو میں نے اس کو پانچ برس میں توڑا پھر میں نے دیکھنا چاہا کہ آیا یہ ٹوٹ گیا ہے یا نہیں اس پر مجھے کشف ہوا اور میں نے لوگوں کو دیکھا تو ان کو مردہ پایا اس لئے میں نے خلق اللہ پر جنازہ کی چار تکبیریں پڑھ دیں اور جنیدؒ کہتے ہیں کہ سری سقطیؒ یہ کہا کرتے تھے اے جوانو! کے گروہ اس سے پہلے کہ تم میری عمر کو پہنچو تم زیادہ کوشش کرو کیونکہ اس کے بعد تم سست ہو جاؤ گے اور عبادت میں کوتاہی کرو گے جیسے کہ میں نے کوتاہی کی ہے اس وقت سری سقطیؒ جوانوں سے بڑھ کر عابد تھے اور حسن قزازؒ کا قول ہے۔ تین چیزیں سلوک کی بنیاد ہیں کھائے جب فاقہ کی نوبت پہنچے اور سوئے اس وقت جب خواب کا غلبہ ہو اور جب کلام کرے تو ضرورت کے وقت کرے اور ابراہیم ادھمؒ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی ان چھ چیزوں کو اختیار نہ کرلے گا وہ نیکو کاروں کے درجہ کو نہیں پہنچے گا پہلی یہ ہے کہ نعمت کا دروازہ تو اپنے اوپر بند کر دے اور سختی کا دروازہ کھول دے دوسری یہ ہے کہ جس دروازے سے عزت حاصل ہوتی ہو اس کو بند کر دے اور خواری اور ذلت کا دروازہ اپنے اوپر کھول لے تیسری راحت کے دروازہ کو اپنے اوپر بند کر دے اور کوشش کے دروازہ کو کھول دے اور چوتھی یہ ہے نیند کا دروازہ بند کر کے بیداری کا دروازہ کھول لے اور پانچویں یہ ہے کہ غناء کا دروازہ بند کر دے اور فقیری کے دروازہ کو کھول دے چھٹی یہ کہ امید کا دروازہ بند کر دے اور موت کی تیاری کا دروازہ اپنے اوپر کھول لے اور ابو عمر بن نجیدؒ کہتے ہیں کہ جو آدمی اپنے نفس کو بزرگ جانتا ہے اسکے نزدیک اس کا دین خوار ہوتا ہے اور ابو علی رودباریؒ کہتے ہیں کہ جب صوفی کو پانچ روز بھوکے گذر جائیں اور اس کے بعد وہ کہے کہ میں بھوکا ہوں تو پھر اس کو بازار میں جانا لازم ہے۔ اور اس کو حکم دیا جائے کہ وہ کسب کرے اور ذوالنون مصری علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ خوش نصیب اور ارجمند وہ بندہ ہے جس کو خواری اور ذلت کی طرف رہنمائی ہوتی ہے اور جو آدمی اپنے نفس کو خواری سے بچاتا ہے اس سے زیادہ کوئی خوار نہیں ہوتا اور ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ جو چیز خوف دینے والی مجھے معلوم ہوئی ہے۔ میں نے اس کو مطیع اور زیر کیا ہے اور محمد بن فضلؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی امیدوں سے خلاصی پائے تو یہ اس کے واسطے آسائش اور آرام ہوتا ہے۔ اور منصور بن عبد اللہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو علی رودباریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تین چیزوں سے آفت آتی ہے اور وہ یہ ہیں طبیعت کا سقم عادت کا پڑ جانا' فساد صحبت میں نے آپ سے پوچھا کہ طبیعت کا سقم کیا چیز ہوتی ہے۔ جواب دیا وہ یہ ہے کہ آدمی حرام کھائے پھر میں نے سوال کیا ملازمت عادت کس کو کہتے ہیں۔ جواب دیا وہ یہ ہے کہ آدمی کا بری نظر کرنا اور جان بوجھ کر حرام سے فائدہ اٹھانا اور غیبت کرنا اس کے بعد میں نے پوچھا فساد صحبت کیا چیز ہے۔ جواب میں فرمایا کہ جس چیز کی نفس امارہ خواہش کرے انسان اس کی پیروی کرے اور نصر آبادی

علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ تمہارا نفس قید خانہ ہے جب تو اس قید خانہ سے نکلے گا تو راحت ابدی حاصل کرے گا اور ابوالحسن وراق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ابو عثمانؒ کی مسجد میں جو سب سے بڑا حکم ہم کو ملا کرتا تھا وہ یہ تھا کہ جو چیز فتوح کے طور پر ہم کو ملے ہم یہ اپنے غیر کو دینا پسند کریں اور یہ کہ معلوم چیز کے ہوتے ہوئے ایک رات بھی نہ گزاریں اور اگر کوئی آدمی ہمارے ساتھ برا پیش آتا تو ہم اپنے نفس کے واسطے اس سے بدلہ نہ لیتے بلکہ اس کے پاس عذر کرتے اور تواضع کرتے تھے۔ اور جب کوئی آدمی ہمارے دلوں میں حقیر نظر آتا تھا تو ہم اس کی خدمت میں کھڑے ہو جاتے تھے پس عام لوگوں کا مجاہدہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہری اعمال کو پورا کریں اور خواص کا مجاہدہ یہ ہے کہ وہ بری صفتوں سے اپنے احوال کو پاک کریں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رنج اور تکلیف بھوک اور پیاس برداشت کرنا تو آسان ہو جاتا ہے مگر جو بری عادتیں پڑ جاتی ہیں ان کا علاج کرنا بہت ہی مشکل اور سخت ہو جاتا ہے اور کبھی لوگوں کا اسکی تعریف اور مدح اور نیک ذکر کرنا شیریں اور اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ بھی نفس کی آفتوں میں سے ایک آفت ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اس واسطے عبادت کے بڑے بڑے بوجھ اٹھاتا ہے کہ لوگ اس کو اچھا کہیں اور وہ اپنی تعریف سنے اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ نفاق کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور اس بدعادت کی علامت یہ ہے کہ جب لوگ اس کی تعریف کرنا ترک کر دیتے ہیں۔ اور مذمت کرتے ہیں تو اس وقت اس کا نفس عبادت کی طرف سے سست اور کاہل ہو جاتا ہے اور اس کے نفس کی جو عادتیں ہوتی ہیں اور شرک خفی اور کاذب دعویٰ وہ معلوم نہیں ہو سکتے ان کا پتہ اس وقت ہی لگتا ہے جب امتحان کا وقت آجاتا ہے کیونکہ وہ جب تک خوف میں گرفتار نہ ہو اس وقت تک ڈرنے والوں کی سی باتیں نہیں کرتا اور جب مقامات خوف میں اس کا محتاج ہوتا ہے تو اس وقت بالکل بے خوف ہوتا ہے۔ اسی نیکوں کی سی تو باتیں کرتا ہے مگر صرف اس وقت کہ جب تک تجھے تقویٰ میں آزمایا نہ جائے اور جب تو اپنے نفس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور اس سے شروط تقویٰ چاہتا ہے تو اس کو مشرک) ریاکار اور خود پسند پائے گا اسی طرح تو عارفوں کے اوصاف تو بیان کرتا ہے مگر صرف اس وقت تک جب تک تو غایت انتہا تک نہ پہنچے اور جب اس سے تُو انتہا کا مطالبہ کرے گا تو اس کو جھوٹا پائے گا اسی طرح جب تک تجھے اخلاص کے ساتھ آزمایا نہ جائے تو یقین کرنے والوں کا سا دعویٰ کرے گا اور جب تک غصہ کے وقت اپنی خواہش کی مخالفت کا مقام نہ آئے وہ اپنے آپ کو تواضع کرنے والوں میں سے کہتا ہے اور تمنا کے طور پر ان امور کا مدعی بھی ہوتا ہے سخاوت کرم، ایثار، دل کی تونگری، جوانمردی، خیر و خیرات اور دوسری ستودہ اخلاق جو خدا کے ولیوں اور ابدالوں اور اشراف لوگوں میں موجود کیے گئے ہیں۔ مگر جب تم نفس میں ان خصلتوں کی تلاش کرو گے اور اس کو آزماؤ گے تو ان کا اس میں نام و نشان بھی نہیں پاؤ گے صرف ایک دھوکے کی ریت ہی ہوگی جیسا کہ جب آدمی جنگل میں ہوتا ہے اور پیار کے غلبہ میں دور سے ریت کو دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ ہوگا اور جب پانی پینے کے شوق میں اس کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں پانی کا نام اور نشان بھی نہیں ہوتا اگر صدق دل اور اخلاص کی درستی اور راستگوئی ہوتی تو لوگوں کے دکھانے کے واسطے یہ نیک عمل نہ کرتا اور نہ ہی ظاہری آرائش سے اپنے آپ کو آراستہ کرتا کیونکہ اس کے فائدہ اور ضرر کے مالک لوگ نہیں اگر مذکورہ بالا صفتیں نفس میں ہوتیں تو امتحان کے وقت اس کے اعمال صحیح ہوتے اور نفس کی ساری باتیں اس کے عمل کے موافق ہوتیں اور ابوالحفص علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ تمہارا نفس ایک تاریک خانہ ہے اور اس کا چراغ اس کا باطن ہے یعنی اس کا اخلاص اور اس کی توفیق اس چراغ کا نور ہے جس آدمی کے دل کے ساتھ توفیق الٰہی شامل نہیں ہوتی اس میں اندھیرے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اور ابو عثمان علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی آدمی اپنے نفس کی کسی بھی چیز کو اچھی سمجھتا رہے وہ اپنے نفس کے عیبوں کو نہیں دیکھتا اور ابو حفص علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ سب آدمیوں میں سے جلدی ہلاک ہونے والا وہ شخص ہے جو اپنے عیب کو نہیں پہچانتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کفر کے قاصد ہیں۔ اور ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں نفس کی کوئی بھی نیک بات نہیں کہ میں اس کو شمار میں لاتا اور سری سقطی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ ان لوگوں کی ہمسائیگی سے دور رہنا چاہئے مالدار بازار میں قرات کرنے والے، امیروں کے عالم، اور ذوالنون مصری رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ مخلوق میں چھ چیزوں سے ہی فساد پڑا ہے۔ پہلی یہ کہ آخرت کے عمل میں نیت کی سستی ہو دوسری یہ ہے کہ لوگوں کے جسم ان کی آرزوؤں اور خواہش میں گرویدہ ہو جائیں تیسری یہ ہے کہ موت کے قریب ہونے کے باوجود انکی امیدیں لمبی ہوں چوتھی یہ کہ خداوند تعالیٰ کی رضاء مندی پر مخلوق کی رضاء مندی اختیار کی جائے پانچویں نفس امارہ کی ہوا و ہوس کی پیروی کرنا اور پیغمبر ﷺ کی سنت سے اپنے منہ کو پھیر لینا چھٹی یہ ہے کہ اگلے بزرگوں سے جو لغزشیں ہوگئی ہیں۔ ان کو اپنے نفس کے واسطے حجت گردانیں اور ان کی پوشیدہ صفات کو چھپادیں۔

مجاہدہ کی اصل کا بیان

مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ اپنی خواہش کی مخالفت کی جائے اور جن چیزوں سے اس کو الفت ہو ان سے اپنے نفس کو الگ اور علیحدہ کر دے اور دنیا کی ان لذتوں اور آرزوؤں کے خلاف کرے جن کی طرف اس کو الفت اور میلان ہو جب عام وقتوں میں معلوم کرے کہ نفس کا خیال شہوتوں کی طرف چلا گیا ہے تو اس کو پرہیزگاری اور خدا کے خوف کی لگام دیوے پس جب دیکھے کہ نفس منہ زوری کرتا ہے اور عبادتوں کے مقام اور حکم الٰہی کی موافقت سے گریز کرتا ہے تو اس وقت خوف کا چابک پکڑ کر اس سے اپنے نفس کو راستی کی جانب ہانکے اور ہوا و ہوس اور نفسانی لذتوں کی طرف سے اس کے منہ کو دوسری طرف پھیر دے۔

مجاہدہ کو مکمل کرنے والے امور

مجاہدہ کا کمال اور اتمام مراقبہ سے ہوتا ہے اور مراقبہ وہ ہے جس کی طرف پیغمبر خدا ﷺ نے رہنمائی کی ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک دفعہ خدا کے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا کہ احسان کس کو کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر بظاہر وہ تم کو دکھائی نہیں دیتا تو اس پر یقین کرو کہ وہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے کیونکہ مراقبہ یہ ہے کہ بندہ کو یہ علم ہو اور ہر وقت اس کو یہ خیال رہے کہ میرا پروردگار میرے حال سے واقف ہے۔ اور مراقبہ ہر ایک نیکی کا اصل ہے اور بندہ اس مرتبہ کو اس وقت ہی پہنچتا ہے جب کہ وہ سیدھا راستہ اختیار کرنے کے وقت اپنے حال کی اصلاح اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اپنے خداوند تعالیٰ کے درمیان اپنے دل کی اچھی طرح نگہبانی کرے اور خدا کی راہ میں جو سانس نکلیں ان کا نگہبان رہے اور اس پر یقین کرے کہ خداوند تعالیٰ میرا نگہبان ہے اور میرے دل کے نزدیک ہے اور اس کے تمام احوال کو جانتا ہے اور اس کے جتنے افعال ہیں ان سب کو دیکھتا بھالتا ہے اور اسکی تمام باتوں کو سنتا ہے۔ نیز چار چیزوں کے جاننے میں مجاہدہ تمام ہوتا ہے۔ پہلی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو پہچانیں دوسری یہ ہے کہ ابلیس کو جو خداوند تعالیٰ کا دشمن ہے خوب سمجھیں تیسرا اس بات کو دھیان میں رکھیں کہ ہمارا نفس ہم کو اکثر برے کاموں کی طرف ہی رغبت دلائے گا چوتھی یہ ہے کہ جو عمل کرے وہ خاص خداوند تعالیٰ کے واسطے ہی کرے اور اگر کوئی آدمی ساری عمر خدا کی عبادت میں کوشش کرے اور وہ نہ پہچانے ان کو اور نہ ان پر عمل کرے تو اس کو اپنی عبادت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ جاہل ہی رہے گا اور دوزخ کی آگ کی طرف اس کی بازگشت ہوگی البتہ اس صورت میں کچھ امید ہو سکتی ہے کہ خدا اپنی رحمت سے اس پر فضل کرے اور خداوند تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنے دل کو خدا کی درگاہ میں حاضر رکھے اور اس پر قائم بھی رہے اور اللہ کو ہر وقت اپنا نگران سمجھے اور اس پر یقین لائے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ہے اور دانا ہے اور میرے دل کے احوال کو جانتا ہے اور اس کا نگہبان ہے اور وہ پالنے والا اور بزرگ ہے۔ اور خدا کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں اور وہ اپنے وعدے میں سچا ہے اور جس بات کی اس نے ضمانت دی ہے اس کو بہم پہنچائے گا۔ اور جو چیز اس سے مانگی جائے اس کو کچھ کمی نہیں ہے اس کے عطاء کرنے کے واسطے وہ تونگر ہے اور وہ جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا کرنے والا ہے خدا کی جس قدر وعید ہیں وہ سب سچی ہیں انہیں وہ نافذ اور جاری کرے گا اور خدا کا ایک مقام ہے۔

اس میں اس کی تمام مخلوقات بازگشت کرے گی اللہ جل شانہ فیضوں اور تصرفات کا چشمہ ہے۔ جس کو وہ ثواب دینا چاہے گا اس کو ثواب دے گا اور جس کو عذاب دینا چاہے گا اس کو عذاب دے گا اور اس کی ذات اور صفات میں کوئی اس کی مانند نہیں اور وہ کافی ہے اور بندوں کے واسطے اسی کی رحمت ہے اور دوستی والا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک آواز کو سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے اور وہ ہر روز ایک شان میں ہے اور اس کو کوئی ایسا کام پیش نہیں آتا جو دوسرے کام سے اس کو مشغول کر دے وہ پوشیدہ اور بہت پوشیدہ تمام چیزوں کو جانتا ہے اور ان تمام باتوں کو پہچانتا اور سمجھتا ہے دلی راز دل کے خطرے وسوسے ہمتیں' ارادے' خواہشیں' حرکتیں' وسواس' پلک کا جھپکنا' اشارہ چشم اور باریک چیزوں میں جو اس سے بھی بڑھ کر یا کم ہو' یہاں تک کہ پہچانی بھی نہ جاتی ہو اور بڑی چیزوں کو بھی جانتا ہے چاہے ان کا بیان بھی نہ ہو سکتا ہو اور چاہے زمانہ ماضی میں گزر چکی ہوں یا آئندہ ہونے والی ہوں سب سے آگاہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عزیز ہے اور حکیم اور تحقیق ہم پورا اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اس کا اللہ تعالیٰ کی معرفت کے باب میں پہلے ہے اور جب کوئی آدمی پورے یقین اور نافع علم سے اس معرفت کو لازم طور پر اختیار کرتا ہے تو یہ اس

کے ہرایک عضواور جسم کی ہرایک رگ اور پٹھے اور ہرایک بال اور پوست میں سرایت کرجاتی ہے۔ اور اسی طرح اس بات کو بھی یقین میں لائے کہ خداوند تعالیٰ میرے اوپر قائم ہے اور میرے تمام حال کو جانتا ہے اور میری تمام چیزوں کو اس کا علم محیط ہو رہا ہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں جو اس سے چھپی ہوئی ہو خدا نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اور سب سے عمدہ اور اچھی خلقت بنائی ہے۔ اور صورت کی خوبصورتی عطاء کی ہے۔ جب آدمی کے دل میں یقینی طور پر یہ علم آجائے اس کی نیت ان امور میں صحیح ہو اور عقل ان کو اچھی طرح سمجھ لے تو اس وقت وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرلیتا ہے۔ اور معرفت کو پہنچ جاتا ہے۔ اور خدا کی حجت بھی اس پر قائم ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بڑا مرتبہ عطاء ہوتا ہے۔ اور ان ساری باتوں میں خوف الٰہی اس کی مصاحبت میں رہتا ہے اور اس آدمی کا بدن اور دل تمام گناہوں سے محفوظ اور نگاہ رکھا جاتا ہے اور جب تک سالک تمام مشغلوں کو چھوڑ نہ دے وہ اس مرتبہ کو حاصل نہیں کرسکتا پس انسان کو لازم ہے کہ وہی شغل اختیار کرے جو انکے امور کی طرف اس کو راستہ دکھلانے والے ہوں اور اس قسم کا آدمی ہمیشہ خوف الٰہی میں رہتا ہے۔ اس سے الگ نہیں ہوتا کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ کی گرفتوں اور اس کے قہر سے ڈرتا رہتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ میرے اوپر قادر اور توانا ہے اپنے گذشتہ اور آئندہ گناہوں سے ڈرتا رہتا ہے اور شرم کے سبب سے بھی خوف میں رہتا ہے۔ کیونکہ یہ علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے نزدیک ہے اور میرا جو حال ہے اس کو وہ دیکھ رہا ہے اور کوئی خواہش اور قصد اور خطرہ اور رحمت اس کے دل سے ساقط اور زائل نہیں ہوتی مگر اس کا اس کو علم ہوتا ہے اس لئے وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو خدا کے پسندیدہ اعمال سے اور خدا کی محبت میں تمام مکروہ امور سے پرہیز رکھتا ہے۔ اور اس کے دل میں جو خطرہ آتا ہے اور چشم کا اشارہ ہوتا ہے اور وسوسہ اور خواہش پیدا ہوتی ہے اور ظاہری یا باطنی کوئی حرکت ہو سب میں خداوند تعالیٰ کا علم اس کے دل میں ان چیزوں کے وقوع سے پہلے ہی قائم ہوتا ہے اور یہ ان علماء کا مقام ہے جو خدا کا علم رکھتے ہیں اور خدا کا خوف کرتے والے پرہیزگار عارف اور شبہات کے ترک کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ کے دشمن ابلیس کو اس طرح پہچانا جائے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنے کے واسطے ارشاد فرمایا ہے۔ اور اس سے ظاہری باطنی اور طاعت و معصیت میں جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے بندوں کو آگاہ کردیا ہے کہ شیطان نے خدا کی دشمنی کی ہے۔

اس کے بندہ سے بھی جو پیغمبر اور زمین کے خلیفہ تھے یعنی آدم علیہ السلام سے دشمنی کی ہے۔ اور اس کی اولاد کو ضرر پہنچایا اور شیطان نہیں سوتا جب کہ آدمی سو جاتا ہے اور وہ غافل نہیں ہوتا جب کہ انسان غفلت کرجاتا ہے اور وہ نہیں بھولتا جبکہ انسان نیند میں اور بیداری میں بھول جاتا ہے۔ غرض یہ کمبخت اچھی طرح ہاتھ دھو کر انسانوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور ہمیشہ اس تدبیر میں رہتا ہے کہ جس طرح بن پڑے انسان کو ہلاک کروں مکر' فریب' حیلہ بازی وغیرہ سے جس طرح اس سے بن پڑتا ہے اپنا کام نکالتا ہے کوئی دقیقہ اس میں اٹھا نہیں رکھتا اور اس کام کے واسطے شیطان ظاہری باطنی آلات جن کی وہ آرزو رکھتا ہے اور طاعت اور معصیت میں اس کو خوشگوار لگتے ہیں استعمال کرتا ہے کہ جن سے اللہ کی بہت سی مخلوق ناواقف ہوتی ہے جیسا کہ خدا کے وہ بزرگ لوگ جو اپنی عبادت پر مغرور ہو جائیں اور وہ عقلمند جو دام فریب میں پھنسیں اور غافل ہوں۔ اور ایسا کمبخت ہے کہ غریب آدمی کو گناہ اور ریا یا غرور میں گرفتار کرنے سے ہی اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ جہاں تک بس چل سکے اس کو دوزخ میں لے جاؤں اور اپنا ساتھی بناؤں جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (شیطان اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخ میں اس کے ہم نشیں ہوں) پس جب بندہ کو معلوم ہوگیا ہے کہ شیطان کی خصلتیں اور عادتیں یہ ہیں تو اس کو لازم ہے کہ حق اور باطل میں اس کو پہچانے اور شیطان کے مکر کی طرف سے اپنے دل کو خوب ہوشیار رکھے اور ہر وقت چوکنا رہے اور ذرا بھی غفلت اور سہو اختیار نہ کرے ہمیشہ اس سے سخت جنگ اور جدل رکھے اور ظاہر اور باطن میں شیطان کے ساتھ جنگ کرنے کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے اور جس چیز کی طرف وہ رغبت اور خواہش دلائے اس طرف سے بڑی کوشش کے ساتھ رُوگردانی کرے اور خدا کی درگاہ میں التجا اور زاری کرے کہ میں شیطان پر غالب آؤں ہر وقت اپنے کاموں میں خداوند تعالیٰ سے مدد مانگتا رہے تاکہ اس قدر قوی دشمن پر اس کے فضل سے اس کو فتح یابی نصیب ہو اور بڑی الحاح و زاری سے فقیری اور محتاجی اور ناتوانی اور بے نوائی کا اظہار کرے اور مدد مانگے کیونکہ خدا کی مدد کے سوا جو بیکسوں کا یاور ہے اور دونوں جہان کا شہنشاہ ایسے زبردست دشمن سے انسان کو جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اس واسطے اس مطلق بادشاہ کی درگاہ میں فریاد رسی ضروری ہے۔ جہاں تک ہو سکے بڑی گریہ زاری اور الحاح اور عاجزی سے دعا مانگے کہ اللہ ابلیس لعین پر فتح یابی دے اور رات ہو چاہے دن خلوت ہو چاہے جلوت ہر حال میں ظاہر اور باطن میں اس کی درگاہ پر ذلیل اور خوار ہو کر کوشش کرے تاکہ اس کے اپنے نزدیک اس کی کوشش حقیر اور ناچیز ثابت ہو سکے کہ اسے معلوم

ہو کہ خدا نے توفیق نصیب فرمائی ہے۔ کیونکہ شیطان اس کا بھی دشمن ہے اور مخلوقات میں سے وہ پہلا شخص ہے جس نے خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ اور اس کی مخلوق کے مرنے والوں میں سے وہ پہلا ہے کیونکہ جس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ مر گیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (میری مخلوق میں سے جو آدمی پہلے مرا ہے وہ ابلیس ہے اور ابلیس وہ شخص ہے جس نے خدا کے دوستوں اور اس کے پیغمبروں اور صدیقوں سے اور ان لوگوں سے جو خدا کے برگزیدہ تھے دشمنی کی ہے۔ پس بندہ کو واجب ہے کہ شیطان کے ساتھ جنگ وجدل کرنے کو جہاد عظیم جانے اور اس پر یقین کرے کہ میں ہر وقت اپنے خدا کے نزدیک ہوں اور خداوند تعالیٰ کی درگاہ کی قربت کی جو بزرگی ہے اس کا بیان نہیں ہو سکتا پس انسان کو چاہئے کہ اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہے اور خوب کوشش کرے اس سے عاجز نہ ہو کیونکہ جو آدمی اس باب میں عاجز اور ملول ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کو دوزخ نصیب ہوتی ہے اور اس پر اللہ کا غضب ٹوٹ پڑتا ہے اور شیطان لعین کی جو خدا کا دشمن ہے امید پوری ہوتی ہے اور ایسے بندہ پر وہ قبضہ پالیتا ہے اور شیطان کی خواہش اور اس کی علت غائی یہ ہے کہ خدا کی جناب سے بندہ کو مردود اور اس کو کافر کردے اس واسطے وہ طرح طرح کے بیہودہ وسوسوں میں بندہ کو گرفتار کردیتا ہے۔

یہاں تک کہ آخر کار اس بندہ پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آجاتا ہے اور اپنے نفس کے اختیار میں ہی اس کو چھوڑ دیتا ہے جس سے وہ آدمی ہلاکت میں پڑ جاتا ہے اور شیطان علیہ اللعنۃ کی دوستی میں دوزخ میں جاگرتا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ شیطان سے بڑھ کر مخلوق کا کوئی دشمن نہیں اس موذی سے تم ہمیشہ ڈرتے رہو کیونکہ اس باب میں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوتی ہے یا تو انسان اس زبردست دشمن کے قبضہ میں آکر ہلاکت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور یا ایسا ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت اور اس کا فضل وکرم اس کی دستگیری کرتا ہے اور اس کے مکر اور فریب کے دام سے چھوڑا کر بچالے میں خدا کے ہاں جو کریم اور رحیم ہے شیطان کی بدی اور اس کے لشکر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے رہائی پانے کی ہم کو طاقت نہیں ہے تو خدا کی قدرت اور طاقت سے ہی ہے جو نہایت بلند اور عظیم ہے اور یاد رکھو کہ نفس ہم کو زیادہ برائی کی طرف ہی مائل کرنے والا ہے۔ پس یہی مناسب ہے کہ جب نفس کو کسی جگہ پر رکھے تو وہ ایسی جگہ ہی ہو جو خداوند تعالیٰ نے اس کے واسطے مقرر فرمائی ہے۔ اور نفس کی ویسی ہی صفت کرے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اس پر ویسا ہی قابو رکھے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے نفس شیطان سے بھی بڑھ کر انسان کا دشمن ہے۔

اور شیطان کو تو نفس کی مدد سے ہی بندہ پر قابو ہوتا ہے۔ اس کے سوا نہیں ہوتا پہلے وہ نفس کو ہی طرح طرح کی آرزوؤں اور خواہشوں کی طرف رغبت دیتا ہے اور جب ان خواہشوں کو اس سے قبول کر لیتا ہے۔ تو اس بیچارہ کو دو خونخوار بلاؤں میں شامت آجاتی ہے۔ اس لئے بندہ کو اپنی طبیعت میں غور کرنا اور دیکھنا چاہئے کہ وہ کونسی چیز کی خواہش رکھتا ہے۔ اور وہ خواہش اس میں کیونکر پیدا ہوتی ہے اس کی پیدائش ضعیف ہے اور باوجود اس کے اس کی طمع بہت زیادہ اور قوی ہے اور باطلہ دعوؤں کا مدعی ہے تو وہ خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری کے احاطہ سے باہر ہوگا اور آرزو اور حرص کا بندہ ایسے آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بجائے خوف کے آرزوؤں اور خواہشوں کو اپنی جگہ امن سمجھتا ہے اور اس کی سچائی جھوٹ ہوتا ہے اور دعویٰ باطل اور اس کی ہر ایک چیز فریب ہوتی ہے۔ اس کا کوئی کام لائق نہیں ہوتا اور وہ جو دعوی کرتا ہے وہ بھی جھوٹا ہوتا ہے اس میں کچھ بھی صدق نہیں ہوتا اس لئے بندے کو چاہئے کہ دنیا کی ظاہری حالت پر مغرور نہ ہو اور جس کی طرف اس کا نفس اسکو مائل کرے اس کی امید نہ رکھے۔

اگر نفس کی زنجیر کھول کر اس کو رہا اور آزاد کر دے گا تو وہ بدی میں پڑ جائے گا اور قابو سے باہر ہو جائے گا اور اس کی خواہش پر چلا اور جو کچھ اس نے کہا وہ کیا تو ہلاکت میں گرفتار ہو جائے گا اور اگر نفس کے محاسبہ میں غافل ہوا تو اس حال میں مغرور ہو جائے گا اور اگر نفس کی مخالفت نہ کرسکا اس سے عاجز رہ گیا تو اس صورت میں غرق ہو جائے گا اور نفس امارہ کی خواہشوں کی پیروی کی تو اس حال میں دوزخ کی آگ میں جا پڑے گا۔ انسان کا نفس بڑا بے خوف باطل پرست ہے نیکی اور بھلائی کی طرف یہ کبھی رخ نہیں کرتا اور نہ حقیقت پر چلتا ہے یہ تمام بلاؤں کا سردار ہے اور تمام برائیوں اور رسوائی کی کان اور شیطان کا خزانہ ہے اور ہر ایک برائی اس کی بازگشت کی جگہ ہے۔ اور اس کو اس کے خالق کے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا اس لئے اس کی وہی صفات ہیں جو اللہ عزوجل نے بیان کی ہیں کہ جب بھی خدا کا خوف ظاہر کرتا ہے تو اس میں امن ہوتا اور جب سچائی کا مدعی ہو تو اس میں وہ جھوٹا ہوتا ہے اور جب دیکھو کہ نفس اپنے عمل میں خلوص ظاہر کر رہا ہے۔ تو جان لو کہ یہ سب اس کا مکر اور غرور ہے اور جب حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس کا سچ اور جھوٹ سب ظاہر ہو جاتا ہے اور آزمائش کے وقت اس کی ساری قلعی کھل جاتی ہے۔ غرض نفس بہت ہی بری بلا ہے جو خدا نے اپنے بندوں پر نازل کی ہے پس آدمی کو مناسب ہے کہ وہ ہر وقت اپنے نفس کی جانچ پڑتال کرتا رہے اور اس کا محاسبہ رکھے جہاں تک ہو سکے

پورے طور پر نفس کی حفاظت اور نگہبانی کی جائے نفس کی ہرایک خواہش اور جہاں وہ داخل ہوتا ہے اس میں اس کا مخالف رہے اور آمادہ رہے کہ نفس کا مجاہدہ کرے اور اس بات کا خیال رکھے کہ نفس کا کوئی دعویٰ سچا نہیں ہوتا ہے اور جس قدر وہ سعی اور کوشش کرتا ہے اس میں اس کی اپنی خرابی اور ہلاکت ہی ہوتی ہے اور اگر نفس کی تعریف کرنی چاہے تو نہیں کر سکتا اور جو کچھ اس کی تعریف کی گئی ہے اور کرتے ہیں۔

اس سب سے حضرت نفس بڑھے ہوئے ہیں غرض نفس شیطان کا گنجینہ اور اس کی آرامگاہ ہے اور شیطان کے گفتگو کرنے اور حکومت کرنے کا مقام ہے اور ہمیشہ اس کا ہمدم اور یار رہتا ہے۔ پس جب بندہ کو نفس کی یہ سب تعریف معلوم ہو جائے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے تو انسان کے روبرو نفس ہمیشہ خوار اور ذلیل رہتا ہے اور بندہ نفس پر خدا کی مدد سے حکومت اور قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ اور جب بندہ میں تین خصلتیں جمع ہو جائیں تو وہ خداوند تعالیٰ سے دعاء مانگے کہ اللہ جل شانہ ان خصلتوں پر قابض رہنے کے باب میں اس کو مدد دے اور اپنے نفس سے کبھی غافل نہ ہو اور نفس اس کو جو حکم دے اس پر کبھی عمل نہ کرے جو آدمی نفس کی مخالفت پر قابض ہوتا ہے اور اس کو ادب سکھانے پر طاقت رکھتا ہے وہ خدا کے فضل سے تمام خصلتوں پر قادر ہو جاتا ہے۔ پس بندہ پر لازم ہے کہ خدا وحدہ لاشریک لہ کی راہ میں اپنے قصد کو تمام امور پر مقدم کرے اور اس ارادہ میں خداوند تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے خیال کو اپنے دل میں نہ لائے اور اگر غیر کا خیال دل میں لائیگا تو اس حال میں اس کو نیکی کی توفیق عطاء نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس آدمی کو اس کے نفس کے سپرد ہی کر دے گا اس لئے ہر وقت اپنے پاک پروردگار کے ہاں سے اس کی توفیق کی درخواست کرے اور اسی سے مدد مانگے اور خدا کی رضاء مندی کو ہر ایک کام میں مقدم جانے اور خدا کے اوامر اور نواہی پر عمل کرے اور ان سب کاموں میں اللہ جل شانہ کی ذات کے سوا اور کسی کو دخل نہ دے اگر اس پر عمل کرے گا تو خدا کی توفیق اور اس کی ہدایت رہنما ہوگی اور خداوند تعالیٰ اس کو دوست رکھے گا اور تمام برائیاں اس سے دور رہیں گی اور ان ولیوں اور علماؤں اور برگزیدہ لوگوں کا لباس اس کو مرحمت کیا جائے گا جنہوں نے اسی سبب سے اللہ تعالیٰ کا علم حاصل کیا ہے اور جو عمل خداوند تعالیٰ کے واسطے ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ اس میں انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو پہچانتا ہے اور ان کو سمجھتا ہے جن کاموں کے کرنے کے واسطے خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وہ تو طاعت ہیں۔ اور جن سے منع کیا گیا ہے وہ معصیت ہیں۔ پس انسان ان دونوں کی خلوص دل سے تعمیل کرے اور قرآن کے احکامات اور سنت نبوی پر عامل ہو اور لازم ہے کہ جب اس پر عمل کرے تو اس میں خدا کے سوا دوسری کوئی چیز حائل نہ ہو اور ایسے لوگوں کے طریق کو اختیار نہ کیا جائے جنہوں نے ظاہری گناہوں کو چھوڑ دیا اور باطنی گناہوں کو نہ چھوڑا ہو جو تمام گناہوں کا اصل اصول ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ جو صرف ظاہری گناہ ہی ترک کرے گا اس کو معاف فرما دے گا اور اس کو آخرت کا ثواب عطاء کرنے کا اللہ جل شانہ ضامن نہیں ہوا اگر کوئی بندہ فاسد نیت اور ناجائز ارادہ سے ظاہری عبادت کرنے میں کوشش کرے تو اس کی وہ عبادت گناہ ہوتی ہے اور دنیا اور آخرت کا عذاب اس پر نازل ہوتا ہے اور جسمانی تکلیف ہونے کے سوا دنیا کی تمام لذتوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اور آخرت کے اجر سے بھی محروم رہتا ہے تو دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھاتا ہے۔ پس انسان کو واجب ہے کہ وہ صدق اور خلوص سے اپنی عبادت کو آراستہ کرے اور اس خوبی سے اسکو رونق دے اور اخلاص اور تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے اور اس سے اپنی نیت کو درست رکھے اور اپنے ارادہ کا محاسبہ کرتا رہے اور جس قدر کوشش اور طلب کرے وہ درست نیت سے ہو اور جس قدر قصد کرے وہ اخلاص کے طلب کرنے میں کرے اور جو کلام ہو وہ توحید میں ہو اور عمل اور حال خدا کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے دور رہنے کے واسطے ہوں یہاں تک کہ جس طرح اس کے عمل کی نیت ثابت ہوئی ہو اسی طرح اس کی معرفت کی نیت بھی ثابت ہو جائے اور انسان کو لازم ہے کہ ہمیشہ شیطان کی گرفتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے اس سے کبھی غفلت نہیں کرنی چاہئے اور شیطان کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ تباہ اور ہلاک کرنے کے واسطے اپنے ہتھیاروں کو تیز کرے اور اپنے مکر فریب کے دام میں پھنسا لے نئی نئی آرزوئیں جو انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور نئی نئی چیزیں یہ بظاہر تو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور نادان آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ سراسر نور اور یقین ہیں۔ حالانکہ وہ بالکل شک اور تاریکی ہوتی ہے شیطان بندہ کے واسطے طاعت کے سینکڑوں دروازے کھول دیتا ہے۔ اور کھولنے کے ساتھ ہی چاہتا ہے کہ اگر تھوڑی سے لغزش بھی کرے تو اس کے سارے عمل نیست و نابود کر دیئے جائیں پس اے ایمان لانے والے مسلمانو! تم ہمیشہ اس سے ڈرتے رہو اور شیطان کے جتنے فریب ہیں ان سب کو یاد رکھو جیسا کہ قرآن کا ورد کیا جاتا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے بھی یہی حکم دیا ہے آدمی طاعت اور عبادت کے وقت اس طرح ڈرتا اور کانپتا رہے جیسے کوئی (چور آدمی چوری کرنے کے وقت) اپنے برے کام سے خوف زدہ ہوتا ہے۔ اور اگر بندہ کے دل میں کوئی

خیال آجائے کہ وہ نفس امارہ کی خواہشوں میں مشغول کرنے والا ہے یا کوئی اور ایسی ہی تحریک پیدا ہو تو اس میں سوچ سمجھ کر چلے بغیر سوچے سمجھے جلدی نہ کرے اور علماء کی مانند اپنے نفس کے ساتھ آہستگی اور نرمی اور فقیہہ لوگوں کے ساتھ صحبت رکھے یہ لوگ خدا کے عالم ہوتے ہیں اس کے اوامر مناہی پر عمل کرنے والے انکی صحبت میں خدا شناسی کے راستے کی طرف رہبری ہوتی ہے اور درد کی دوا بھی بتاتے ہیں۔ توبہ کی مجلس میں اس کا بیان پہلے کیا گیا ہے اور کسی انسان کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے عمل کے جاننے کے سوا ہی ان باتوں پر مغرور ہو جائے کہ میں بہت نماز پڑھتا ہوں اور بہت سے روزے رکھتا ہوں اور ظاہر میں بہت سے نوافل ادا کرتا ہوں جس آدمی کا کام اس طرح ہو کہ جو کثرت سے قیام کرتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور نوافل پڑھتا ہے وہ سب نفس کے جاننے اور اپنے دشمن کے پہچاننے سے ہوں اور اپنے خداوند تعالیٰ کی معرفت کے واسطے ہوں تو ایسے آدمی کا عمل صحیح ہوتا ہے اور اس کو علم اور دانش کی زیادتی سے ممتاز کیا جاتا ہے پس انسان اپنے ظاہری اور باطنی عملوں میں اچھی طرح غور کر کے عمل کرتا ہے اگر اس کو صدق سے خاص خداوند تعالیٰ کے واسطے کرتا ہے تو اس کو خداوند تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے اور اس کا اجر عطاء کرتا ہے اور اگر وہ خلوص سے نہیں ہوتا اس میں غیر کو بھی شریک کرتا ہے تو اس کے عمل کو خداوند تعالیٰ رد کر دیتا ہے اور اگر انسان کا عمل صالح ہوتا ہے تو اس سے کوئی عمل ساقط نہیں ہوتا اور اس پر کوئی امر مخفی نہیں رہتا جب اس طرح ہو جائے تو اس کی تمام خصلتیں بھی نیک ہوتی ہیں۔ اور اس کی عقل درست ہوتی ہے اور اس کا جو کام ہوتا ہے وہ اس پر ثابت قدم رہتا ہے اور اس کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور جو لوگ خدا کے دوست اور اس کے برگزیدہ ہوتے ہیں وہ خدا کے ساتھ ہی ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ اور خدا کے متعلق ہی یہ لوگ کلام کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں خدا ہی خدا بستا ہے جو کچھ لیتے ہیں وہ خدا کے نام پر ہی لیتے ہیں اور خدا کے نام پر ہی دیتے ہیں (یعنی اپنے افعال میں اور ہر حال میں اس قسم کے لوگ فانی فی اللہ ہوتے ہیں۔ اور نفس کی ہوا و ہوس سے بالکل دست بردار اور اس پر صابر اور شاکر کہ رضائے مولا از ہمہ اولیٰ تو وہ اس وقت اپنے نفس کی معرفت کو بھی متہم کرتے ہیں اس پر جو اس نے نفس کے متعلق معرفت حاصل کی اور ایسے لوگ اپنے نفس کی آرزوؤں پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنے دین کو بھی متہم کرتے ہیں اور اس کو یہ خطاب کرتے ہیں کہ ابھی تک جیسی کہ چاہئے ویسی معرفت تم کو حاصل نہیں ہوئی اور اسی طرح ابلیس اور نفس کو بھی متہم کرے تاکہ مکرو فریب سے خلاصی پا جائے۔

دس خصلتوں کا بیان

جو لوگ اہل مجاہدہ اور اہل محاسبہ اور خداوندان قصد ہوتے ہیں ان میں دس خصلتیں ہوتی ہیں۔ ان کی ان لوگوں نے اپنے نفس کے واسطے آزمائش کی ہے ان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو قائم اور مضبوط رکھا تو وہ بزرگ مرتبوں پر پہنچ گئے اور وہ دس خصلتیں یہ ہیں پہلی خدا کی قسم ہے سچی ہو چاہے جھوٹی جان بوجھ کر یا بھول کر ہرگز نہ کھائے اور جب کوئی اس عمل کا بجالانا اپنے ذمے سمجھے اور اس پر ثابت قدم رہے اپنی زبان کو اسکا عادی بنائے تو اس کو قسم کھانے کی ترک کرنے پر آمادگی اور مستعدی ہوتی ہے اور جب اس عمل کا عادی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف سے ایک نور کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے اور اپنے دل میں اس کے فائدہ کو بھی مشاہدہ کر لیتا ہے اور یہ فائدہ اس کے بدن میں ترقی کرتا جاتا ہے اور اس کے درجہ کو بڑھاتا ہے اور اس کے قصد اور بینائی میں قوت آتی ہے اور اپنے بھائیوں اور ہمسائیوں کی نظروں میں بزرگی حاصل ہوتی ہے اور ہر ایک آدمی جو اس کو پہچانتا ہے وہ اس کے فرمان کا تابع ہو جاتا ہے اور جو آدمی اس کو دیکھتا ہے وہ اس سے خوف کھاتا ہے۔

دوسری یہ ہے کہ چاہے کوشش سے ہو اور چاہے ہنسی سے جھوٹ بولنا بالکل چھوڑ دے کیونکہ جب کوئی شخص اس پر عامل اور اس میں محکم ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اپنے نفس پر قابو مل جاتا ہے اور اس کی زبان بھی سچ بولنے کی عادی ہو جاتی ہے تو اس کے سینہ کو اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے اور اس کی دانش کے آئینہ کو جلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ گویا وہ جھوٹ بولنا جانتا ہی نہیں اور اگر کسی کو سنے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کو ملامت کرنی چاہئے اور جھوٹ کے سبب اس کی طرف سے اپنے دل میں عار کرے اور اگر اس کے حق میں دعاء فرمائے کہ خداوند تعالیٰ اس کے جھوٹ کی عادت کو دور کر دے اس سے دعاء کرنے والے کو بھی ثواب ہو گا۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ اگر کسی سے وعدہ کرے تو اس کو وفا کرے باوجود قادر ہونے کے وعدہ کے وفا نہ کرنے سے خوف کرے اور اگر کوئی واضح عذر رکھتا ہے اور اس کے سبب سے اس وعدہ کو وفا نہیں کیا تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں اور یا ایسا کرے کہ وعدہ کرنیکی عادت کو

ہی چھوڑ دے اور جو آدمی اس پر عمل کرے گا اس کا قصد راست اور مضبوط ہو گا اور سیدھے راستے پر ہی رہے گا کیونکہ وعدہ کا خلاف کرنا دروغ گو ہونا ہوتا ہے۔ اور جو آدمی مذکورہ بالا عمل پر عامل ہوتا ہے خداوند تعالیٰ اس کے واسطے سخاوت اور حیا کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اپنے احباب اور دوستوں کے دل میں اس کی محبت بڑھ جاتی ہے اور خدا کی درگاہ میں اس کو بڑا رتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ چوتھی خصلت یہ ہے کہ خدا کی مخلوق میں سے کسی کو برا نہ کہے اور نہ ہی کسی جان کو دکھ پہنچائے یہاں تک کہ ضعیف چیونٹی یا اس سے بھی اگر کوئی زیادہ کمزور جاں ہو تو اس کو بھی ایذا نہ دے کیونکہ جو لوگ نیکوکار اور راست کردار ہوتے ہیں یہ بات ان کے اخلاق میں داخل ہے۔ اور جو ایسا آدمی ہوتا ہے وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی میں رہتا ہے اور اس کی عاقبت بخیر ہوتی ہے نیز دنیا میں اس کے درجوں کا ذخیرہ جمع کر دیتا ہے اور اس کو مہلک جگہوں سے نجات دے دیتا ہے اور مخلوق کی آزار سے محفوظ اور نگاہ رکھا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ بندوں کو اس کے حال پر مہربان کر دیتا ہے اور اپنی قربت اور نزدیکی میں اس کو جگہ دی جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ لوگوں میں سے کسی کے حق میں بری دعا نہ کرے اگر کسی نے اس پر ظلم بھی کیا ہو تو پھر بھی بد دعا نہ کرے اور ظالم آدمی کو نہ ہی اپنے کردار سے اور نہ ہی اپنی زبان اور فعل سے اس کے ظلم کی پاداش دے ظالم آدمی کے ظلم کا محاسبہ اپنے پروردگار کے سپرد کر دے نہ ہی اپنے قول سے ظالم کی مزاحمت کرے اور نہ ہی فعل سے جو آدمی ان خصلتوں کو اختیار کرتا ہے اس سے اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے دنیا میں بھی اس کو بڑے رتبے عطاء ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی اور ہر ایک آدمی کے ہاں چاہے وہ نزدیک ہو اور چاہے دور اس کی محبت اور الفت بڑھ جاتی ہے اور اس کی دعاء کو قبولیت کا درجہ عطاء ہوتا ہے اور مسلمانوں کے دل میں اس کی عزت اور مرتبہ زیادہ ہوتا ہے اور چھٹی فضیلت یہ ہے کہ اہل قبیلہ میں سے کسی کے حق میں شرک اور کفر نفاق کی گواہی نہ دے ایسا کرنے میں اہل قبیلہ کے ساتھ مہربانی پائی جاتی ہے اور درجہ کے بلند ہونے کا باعث ہے اور یہ پیغمبر ﷺ صاحب کی سنت کا تمام ہے جو آدمی اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں دخل دینے سے بہت دور ہو جاتا ہے اسی طرح خدا کے غصہ سے بہت دور ہو جاتا ہے اور خدا کی رضائۃ اور اس کی بے انتہا رحمت کے بہت ہی نزدیک ہو جاتا ہے اور جن دروازوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رحمت عطاء فرماتا ہے ان میں سے یہ ایک دروازہ ہے۔ ساتویں یہ ہے کہ جو گناہ کی چیزیں ہیں ان کی طرف نہ تو ظاہر میں نظر کرے اور نہ ہی باطن سے اور جتنے گناہ ہیں ان سب سے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو محفوظ اور نگاہ رکھے اس سے نیک عمل انسان کے دل اور اس کے تمام اعضاء میں سرایت کر جاتے ہیں۔ اور ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیتا ہے اور آخرت کے واسطے بھی جمع کرتا ہے ہم خدا کے ہاں دعاء کرتے ہیں کہ وہ خصلتوں کے حاصل ہونے اور ان پر عمل کرنے کی ہم کو توفیق دے نفسانی خواہشوں کو ہمارے دل سے دور رکھے آٹھویں یہ ہے کہ کسی آدمی پر اپنا کچھ بھی بوجھ نہ ڈالے بلکہ ساری مخلوق کا خود بوجھ اٹھائے۔

اور اگر کسی چیز کی اس کو محتاجی ہو تو اس کی طرف سے بے نیاز رہے اس طرح کی بے نیازی سے عابدوں کو عزت حاصل ہوتی ہے اور ان کو پرہیزگاری کا شرف عطاء ہوتا ہے اور اس کے سبب سے اس کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ لوگوں سے نیک کام کرائے اور بدی سے باز رکھے اور تمام لوگ اس کے نزدیک حقوق میں برابر ہوں جب کسی بندہ میں یہ خصلت آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے۔ اور خدا پر اس کو یقین اور توکل حاصل ہوتا ہے۔ اور جو اس کی نفسانی خواہش ہوتی ہے وہ دبی رہتی ہے اپنی خواہش کو بلند نہیں کرتا کیوں کہ تمام اس کی نظر میں برابر ہوتے ہیں۔ یہ خصلت مومنوں کی عزت اور پرہیزگار لوگوں کے شرف کا باعث ہے اور جو آدمی اخلاص کے دروازہ میں ہونا چاہتا ہے اس کے واسطے یہاں سے بہت نزدیک راستہ ہے۔ نویں خصلت یہ ہے کہ بندہ کو لازم ہے کہ وہ اپنے طمع کا ہاتھ کسی کی طرف نہ بڑھائے اور جب دوسرے لوگوں کا جاہ و حشم اور ان کے مال اور ان کی دولت کو دیکھے تو وہ اپنے نفس کی ہوا و ہوس کو نہ بڑھائے اس میں انسان کو بڑی عزت حاصل ہوتی ہے اور اس کو غناء خالص نصیب ہوئی ہے اور ایک بڑے ملک کی سرداری سے ممتاز ہوتا ہے اور ایسا کرنے میں آدمی کو بڑا فخر ملتا ہے اور صاف یقین اور کافی توکل نصیب ہوتا ہے خداوند تعالیٰ کے اعتماد کے دروازوں میں سے یہ خصلت ایک دروازہ ہے اور پرہیزگاری کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اس سے انسان کی پرہیزگاری' قناعت اور عبادت کامل ہو جاتی ہے۔ اور جو لوگ دنیا سے قطع تعلق کر کے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی ایک علامت ہے۔ دسویں تواضع ہے اس خصلت کے اختیار کرنے سے عابد آدمی کے مقام میں مضبوطی حاصل ہوتی ہے اور خداوند اور خلق اللہ کے ہاں اس کی عزت اور اس کا درجہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اور دنیا اور آخرت کے جو کام کرنا چاہتا ہے ان پر اس کو توانائی اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ جتنی عبادتیں ہیں یہ خصلت ان سب کی جڑ ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ سب عبادتوں کا ایک

مجموعی درخت ہے۔ جس میں شاخ اور بن سب کچھ شامل ہے اور اس خصلت کے باعث بندہ ان نیکو کار لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جو شادی اور غمی ہر حالت میں خدا کی رضاء پر راضی رہتے ہیں۔ یہ خصلت پرہیزگاری کا کمال ہے اور تواضع یہ ہے کہ انسان ہر ایک آدمی کو ہر ایک بات میں اپنے آپ سے بہتر جانے اور اپنے دل میں یہ سمجھے کہ ممکن ہے کہ خدا کے نزدیک اس کا درجہ میرے سے کئی درجے بہتر ہو چاہے وہ بندہ اگر اس سے چھوٹا ہی ہو تو اس کا یقین اس طرح اپنے دل میں بٹھائے کہ اس نے تو خدا کی نافرمانی نہیں کی اور میں نے اس کی نافرمانی کی ہے اس لئے کوئی شک نہیں کہ وہ آدمی مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ آدمی اس سے بڑا ہو تو پھر یہ خیال کرے کہ اس نے خدا کی طاعت اور عبادت مجھ سے زیادہ کی ہے۔ اس لئے مجھ سے بڑا اور بہتر ہے اور اگر وہ عالم آدمی ہو تو اس طرح اپنے دل کو سمجھائے کہ میرا باطن تو اندھا ہے اور علم کی دولت سے جو ایک دولت عظمٰی ہے بے نصیب ہوں میرے جو افعال ہیں وہ تو دانستہ اور جہالت کے سبب سے ہیں اور جو عالم صاحب کے افعال اور اعمال ہیں وہ علم اور دانش کی رُو سے ہیں اور اگر وہ جاہل آدمی ہو تو اس کی نسبت یہ خیال کرے کہ یہ آدمی جو نافرمانی کرتا ہے تو صرف جہالت اور ناواقفی سے کرتا ہے اور مجھے علم ہے میں باوجود علم کے ہونے کے گناہ کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرا کیا انجام اور اس کا کیسا خاتمہ ہو گا اور اگر کوئی کافر آدمی ہو تو اس کی نسبت اپنے دل کو اس طرح سمجھائے کہ ممکن ہے کہ یہ آدمی مسلمان ہو جائے اور اس سے اس کی عاقبت بخیر ہو اور خدانخواستہ اگر میں کافر ہو جاؤں تو اس حال میں اس سے میں بہت برا ہوں گا پس یہ خصلت شفقت اور خوف کا دروازہ ہے۔ اور عاقبت کے توشوں میں سے بہتر توشہ اور سب سے پہلا ساتھی اور ان چیزوں میں سے آخری چیز ہے جن کا اثر بندہ پر باقی رہتا ہے جس بندے میں یہ خصلت پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت اور بلاؤں سے بچالیتا ہے اور اس کی امداد سے وہ ان منزلوں کو طے کر لیتا ہے جو خداوند تعالیٰ کی نصیحت کے حق میں ہے۔ اور ان لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے جو خدا کے دوست اور اس کے برگزیدہ ہیں اور شیطان لعین سے دور ہو جاتا ہے جو خداوند تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے اور یہ خصلت خدا کی رحمت کا ایک دروازہ ہے۔ اس سے تکبر جاتا رہتا ہے۔ غرور کا رشتہ کٹ جاتا ہے جاہ و جلال کے خیال سے کنارہ کشی حاصل ہو جاتی ہے اور دین دنیا اور آخرت میں اپنے سر سے بزرگی کے تاج کو رکھ دیتا ہے۔ یہ عبادت کا مغز ہے اور زاہدوں کی بندگی کی انتہا اور عابدوں کی علامت اور اس سے زیادہ اور کوئی چیز بزرگ نہیں اور باوجود ان خصلتوں کے ہونے کے تمام جہانوں کے ذکر سے اپنی زبان کو روکے رکھے اور یہ عمل پورا تب ہو سکتا ہے کہ اس خصلت کو اختیار کرلے گا یعنی اپنے دل سے کینے اور نافرمانی اور تکبر کو نکال دے اور اس کی زبان ظاہر اور باطن کے موافق ہو اور اس کا قصد بھی ظاہر اور باطن میں ایک ہی ہو اور اس کی کلام بھی ایک ہو دو رنگ نہ ہو اور خیر خواہی میں تمام لوگوں کا اس کے رُوبرو ایک ہی درجہ ہو یعنی سب کی یکساں خیر خواہی کرے اور کسی کو نصیحت کرنے والا نہ بنے درآنحالیکہ وہ کسی دوسرے آدمی کو بدی سے یاد کرتا ہو یا اس کو یا اس کے نزدیک کسی کی برائی بیان کی جائے تو وہ اس کو پسند کرے اس سے اس کا دل خوش ہو تو یہ عابدوں کے واسطے آفت ہے اور زاہدوں کو ہلاک کرنے والی بات ہے اور نصیحت کرنے میں ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بدی سے یاد کرے اور دوسرے کی برائی سن کر خوش ہو مگر جن لوگوں کو خدا نے یہ توفیق دی ہے کہ وہ اپنی زبان کو نگاہ رکھیں اور اپنی رحمت سے ان کے دل کو معمور اور آباد کر دیا ہے وہاں بلاؤں سے بچے رہتے ہیں۔

توکل کا بیان

اس باب میں اللہ جل شانہ کا کلام اصل اور کافی سند ہے فرمایا ہے جو خدا پر توکل کرتا ہے خدا اس کے واسطے کافی ہوتا ہے اور فرمایا ہے اگر تم ایماندار ہو تو خدا پر توکل کرو اور عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ حج کے زمانہ میں خدا نے مجھے اپنی امت کے لوگوں کو دکھایا اور میں نے ان سب کو دیکھا میری امت کے لوگوں سے زمین اور پہاڑ بھرے ہوئے تھے اور جب میں نے اپنی امت کے لوگوں کی اس قدر کثرت دیکھی اور ان کے حال کو ملاحظہ کیا تو مجھ کو یہ کثرت اور ماہیت اچھی معلوم ہوئی تو مجھے کہا گیا کہ تم خوش ہوئے میں نے جناب باری میں عرض کی کہ ہاں میں خوش ہوا اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ان میں ستر ہزار وہ آدمی شامل نہیں ہیں جو حساب کے بغیر ہی بہشت میں داخل ہوں گے اور وہ ایسے لوگ ہیں جو نہ تو داغ دیتے ہیں اور نہ ہی فال پکڑتے ہیں اور نہ وہ افسون پڑھتے ہیں اور خدا پر توکل رکھتے ہیں۔ عکاشہؓ محصن کا بیٹا اس وقت اٹھا اور اس نے آپکی خدمت میں عرض کی کہ اے خدا کے رسول مقبول ﷺ آپ میرے واسطے خداوند تعالیٰ کے ہاں دعاء مانگیں تاکہ میں بھی اس جماعت کے لوگوں میں شامل ہو جاؤں پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو اس کو ان لوگوں میں شامل کر دے اس کے بعد ایک اور آدمی اٹھا اور عرض کی کہ اے خدا کے رسول ﷺ میرے واسطے بھی دعاء فرمایئے تاکہ میں بھی اس جماعت میں ہو جاؤں آپ نے اس کو فرمایا کہ عکاشہ تجھ سے اس

معاملہ میں سبقت لے گیا ہے اور توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے تمام کاموں کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کردے اور اختیار و تدبیر کی تاریکیوں کو چھوڑ کر خدا کی رضائیہ اور اس کے احکاموں کے فراخ میدان میں چلے اور اپنے دل میں یہ ٹھان لے کہ قسمت میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ الٹ نہیں سکتا اور اس کی قسمت کا لکھا اس سے فوت نہیں ہوگا اور جو قسمت میں نہیں لکھا وہ ملتا نہیں پس اپنے دل کو آرام اور تسکین دے اور خداوند تعالیٰ نے جو وعدے کیے ہیں ان کی انتظار کرے اور اس پر یقین رکھے کہ وہ اپنے اقرار کا سچا ہے جو اس نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرے گا اور توکل کے تین درجے ہیں۔

ایک توکل ہے دوسرا تسلیم اور تیسرا تفویض ہے جو متوکل آدمی ہوتا ہے وہ تو خدا کے وعدہ سے اپنے دل کو تسکین دیتا ہے اور جو صاحب تسلیم ہوتا ہے وہ خدا کے علم پر کفایت کرتا ہے اور صاحب تفویض خدا کی رضائیہ پر راضی رہتا ہے۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ توکل شروع ہے اور تفویض اعلیٰ درجہ ہے اور تسلیم درمیانی اور بعض نے فرمایا ہے کہ توکل مومن آدمی کی صفت ہے اور تسلیم ان لوگوں کی صفت ہے جو خدا کے ولی ہیں اور تفویض موحدوں کی صفت ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ توکل عام لوگوں کی صفت ہے اور تسلیم خاص لوگوں کی صفت ہے اور تفویض ان لوگوں کی صفت ہے جو خاص الخاص ہیں اور بعض نے فرمایا ہے کہ توکل کرنا پیغمبروں کی صفت ہے اور تسلیم حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ علیہ السلام کی صفت ہے اور تفویض ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور ابراہیمؑ خلیل اللہ کو جو کامل حقیقت والا توکل حاصل ہوا ہے وہ اس وقت ہوا ہے جب جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ اس وقت تم کو کوئی حاجت ہے آپ نے جواب میں ان کو فرمایا کہ تجھ سے مجھے کوئی حاجت نہیں اور آپ نے یہ جواب اس واسطے دیا تھا کہ ان کی جان غائب ہو چکی تھی اور خدا کے سوا آپ کی ذات مبارک میں اور کوئی بات نہ تھی اور خدا کے سوا دوسری کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی اور سہل بنؒ عبداللہ کہتے ہیں کہ توکل کا پہلا مقام یہ ہے۔ کہ بندہ اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کے ہاتھوں میں اسی طرح ڈال دے جیسے مردہ کو مردہ شو کے ہاتھوں میں ڈالا جاتا ہے جس کروٹ پر چاہتا ہے اسی پر مردے کو مردہ شو لٹا دیتا ہے اور وہ خود اپنی ذات میں کوئی حرکت اور تدبیر نہیں رکھتا پس متوکل آدمی کی نظر خداوند تعالیٰ پر رہی ہوتی ہے نہ کچھ مانگتا ہے اور نہ کچھ پوچھتا ہے اور نہ ارادہ کرتا ہے اور نہ رد کرتا ہے اور نہ منع کرتا ہے۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تقدیر الٰہی کے سامنے ڈھیلا ڈھالا رہنا بھی توکل ہے اور حمدون کہتے ہیں۔ کہ توکل یہ ہے انسان خداوند تعالیٰ کی بخشش اور امید کی رسی کو مضبوط پکڑ لے اور ابراہیم خواص علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی چیز سے خوف اور امید نہ رکھے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ توکل یہ ہے عیش کو ایک ہی دن پر رکھے اور کل کے روز کا غم اور فکر اپنے دل میں نہ آنے دے اور ابو علی رودباری علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی توکل کو نگاہ رکھنا چاہے تو اس کے واسطے تین درجے ہیں۔

پہلا یہ ہے کہ کوئی چیز مل جائے تو خدا کا شکر کرے اور اگر نہ ملے تو صبر کرے اور دوسرا درجہ یہ ہے چاہے کچھ ملے اور چاہے نہ ملے دونوں حالتیں اس کے نزدیک برابر ہیں۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ اگر نہ ملے تو اس وقت شکر کرنے کو دوست رکھے اور یہ جانے کہ خداوند تعالیٰ کی مصلحت اور پسندیدگی اسی میں تھی جعفرؒ کہتے ہیں۔ کہ ابراہیم خواصؒ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں مکہ کے سفر میں تھا۔ میں نے ایک وحشی کو دیکھا میں اس کے پاس گیا اور جا کر اس کو کہا تم جن ہو یا انسان ہو اس نے جواب دیا میں تو جن ہوں اس کے بعد میں نے اس سے کہا تو کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا میں مکہ کو جانا چاہتا ہوں میں نے اس کو کہا تمہارے پاس توشہ اور سواری کچھ بھی نہیں کیونکر سفر کرے گا اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو توکل پر سفر کرتے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا توکل کیا ہے۔ اس نے کہا خدا سے لینا توکل ہے۔ اور سہلؒ کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ جو بندوں کو روزی دیتا ہے اس کو پہچانیں اور فرمایا ہے کہ توکل اس وقت درست ہوتا ہے۔ جب یہ خیال پختہ ہو جائے کہ آسمان تانبے کی مانند ہے اور زمین لوہے کی طرح نہ تو آسمان سے پانی برستا ہے۔ اور نہ زمین سے روئیدگی پیدا ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے یہ یقین ہو کہ اللہ جل شانہ مجھے ہرگز نہیں بھولے گا کیونکہ آسمان اور زمین کے درمیان وہ اس کو روزی پہنچانے کا ضامن ہوا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ توکل اسکو کہتے ہیں کہ روزی حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور بعض بزرگوں کا قول یہ ہے کہ توکل یہ ہے کہ اپنے نفس کے واسطے خدا کے سوا اور کسی کی مدد نہ مانگے اور نہ ہی کسی غیر کو اپنی روزی کا خزانچی سمجھے اور خدا کے سوا کسی کو اپنے کام کا دیکھنے والا نہ جانے۔ اور جنید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ انسان سراپا خدا کی عنایت اور شفقت کی طرف توجہ کرے اور خدا کے سوا دوسروں کا بھروسا ترک کردے

اور نوری علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ انسان اپنی تدبیر کو درمیان میں نہ لائے اس کو خدا کی تدبیر میں فنا کردے اپنا وکیل اور کارساز اور مددگار خدا کو ہی سمجھے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے بندوں کی وکالت کے واسطے خدا کافی ہے اور بزرگوں کا قول ہے کہ بندہ خود کو ناچیز سمجھے اور خدا پر توکل کرتا اپنے واسطے ایسا ہی کافی جانے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو اپنا دوست تصور کیا تھا اور وہ اس کے واسطے کافی ہوا جب جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے پوچھا کہ مجھ سے تو کوئی حاجت رکھتا ہے آپ نے جواب دیا کہ نہیں ان کی کوئی پروانہ کی اور فرمایا ہے کہ توکل یہ ہے کہ انسان ہر ایک طرف سے اپنے دل کو تسکین دے اور اس خالق پر بھروسہ کرے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے لوگوں نے بہلول دیوانہ سے سوال کیا کہ بندہ متوکل کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب خلق اللہ کی طرف سے آدمی کا دل دور ہو جائے اور خدا کی جانب نہایت قربت حاصل کرے اور حاتم اصمؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو جو توکل حاصل ہوا ہے یہ کیونکر ہوا ہے جواب میں فرمایا چار خصلتوں سے پہلی یہ ہے کہ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ جو میری روزی ہے اس کو میں ہی کھاؤں گا میرے سوا کوئی دوسرا آدمی اس کو نہیں کھاسکتا اس لئے میں اپنی روزی کی فکر نہیں کرتا دوسری یہ ہے کہ میں اس بات کو جانتا ہوں کہ جو میرا کام ہے اس کو میرے سوا کوئی نہیں کرے گا اس واسطے ہمیشہ میں اپنے کام میں مشغول رہتا ہوں کبھی اس سے غافل نہیں ہوتا تیسری یہ ہے کہ میں یہ علم رکھتا ہوں کہ موت اچانک آنے والی ہے۔ پس میں اس کے واسطے جلدی کرتا ہوں چوتھی یہ ہے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر حالت میں میں اپنے پروردگار کے سامنے ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس واسطے ہر حال میں اس سے شرم کرتا ہوں ابو موسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے پوچھا کہ توکل کیا ہے آپ نے جواب دیا توکل یہ ہے کہ اگر تم اژدھا کے مونہہ میں اپنا ہاتھ ڈالو اور وہ گٹے تک نگل جائے تو اس وقت بھی تمہارے دل میں خدا کا خوف ہی ہو اس کے سوا اور کسی کا خوف نہ ہو جب میں نے آپ کا یہ جواب سنا تو بایزید بسطامیؒ کے پاس شہر بسطام میں آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ عبدالرحمٰن نے تم کو جو جواب دیا ہے اس سے تمہارے دل کی تسلی نہیں ہوئی میں نے کہا اے میرے سردار دروازہ کھولئے فرمایا اگر تم میری زیارت کو آتے تو میں دروازہ ضرور کھول دیتا اس لئے اب دروازہ پر سے اپنے سوال کا جواب لے لو۔

عرش کے دروازہ پر جس سانپ نے حلقہ کیا ہوا ہے۔ اگر وہ تمہارے اوپر حملہ آور ہو تو خدا کے خوف کے سوا تم اور کوئی خوف اپنے دل میں نہ لانا اس کے بعد میں آپ کے پاس سے رخصت ہوا اور دبیل میں گیا اس جگہ ایک سال میں نے بسر کیا اور پھر زیارت کے لئے شیخ بایزیدؒ کے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ اب تو میری زیارت کو آیا زیارت کرنے والے کو مرحبا ہو پس ایک ماہ تک میں آپ کی خدمت میں ٹھہرا رہا اس عرصہ میں میرے دل میں جو اندیشہ آیا دریافت کرنے کے سوا ہی شیخ کی طرف سے اس کی مجھ کو خبر ہو گئی اس کے بعد میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اب میں آپ سے رخصت ہونا چاہتا ہوں اور کچھ فائدہ کی درخواست کرتا ہوں آپ نے فرمایا مخلوقات کا فائدہ نہیں آپ رخصت ہو جائیں۔

اس لئے میں آپ سے رخصت ہوا اور اس بات ہی میں فائدہ سمجھا ابن طاؤسؒ اپنے باپ سے راوی ہیں۔ کہ آپ ایک دفعہ جنگل میں تھے۔ آپ نے ایک اعرابی کو اپنے اونٹ پر سوار دیکھا اس نے اسی اثناء میں اپنے اونٹ کو بٹھا کر اس کی نکیل ایک جگہ پر انکادی اور آسمان کی طرف اپنا منہ کر کے کہا اے اللہ میرے لوٹ کے آنے تک یہ اونٹ اور جو کچھ اس کے اوپر ہے وہ سب کچھ تیری ضمانت میں چھوڑتا ہوں۔ یہ کہکر وہ مسجد حرام میں چلا گیا اور جب وہاں سے فراغت پا کر لوٹا اور آکر اپنے اونٹ کو دیکھا تو وہ مع اسباب کے جو اس پر تھا چوری ہو گیا تھا جب اس نے اونٹ کو نہ پایا تو اپنا سر اس نے آسمان کی طرف اٹھایا اور یہ کہا اے اللہ جو میرا مال چوری ہو گیا ہے وہ میرے پاس سے نہیں گیا بلکہ تیری نگرانی اور امانت سے چوری کیا گیا ہے اس کے بعد طاؤسؒ کا بیان ہے کہ اسی اثناء میں ایک شخص ابو قبیس نام پہاڑ سے اترا اس نے بائیں ہاتھ میں اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور اس کو کھینچے ہوئے لا رہا تھا اور اس کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اور وہ گردن میں لٹک رہا تھا۔ وہ اونٹ کو کھینچتے ہوئے اعرابی کے پاس آیا اور آکر اس کو کہا کہ اپنا اونٹ لے لو اور جو چیزیں تمہاری اس کے اوپر لادی ہوئی تھیں انکا بھی جائزہ لے لو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ جواب دیا کہ ایک آدمی پہاڑ کے سر پر مجھے ملا ہے۔ وہ ایک خوش خرام گھوڑے پر سوار تھا جونہی مجھ سے دوچار ہوا اس نے مجھ کو کہا اے چور آدمی تم اپنا ہاتھ میرے آگے بڑھاؤ میں نے اپنا ہاتھ اس کے آگے بڑھا دیا اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر ایک پتھر پر رکھدیا اور ایک دوسرا پتھر اٹھا کر اوپر سے دے مارا اس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور میرے گلے میں لٹکا دیا ہے اور اس نے مجھ سے کہا کہ اب تو پہاڑ سے نیچے اتر جا اور اس اونٹ کو مع ان چیزوں کے جو اس کے اوپر لدی ہوئی ہیں۔ مالک کے حوالہ کردے اس لئے میں نے اپنا ہاتھ کٹانے کے بعد اس کے کہنے پر عمل کیا ہے اور میرا یہ ماجرا ہے۔ اور

حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی خدا پر کماحقہ توکل کرے تو وہ اس کو اس طرح روزی پہنچائے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے جو صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آجاتے ہیں۔ اور محمد بن کعبؓ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اگر کوئی معزز بننا چاہتا ہے تو وہ خداوند تعالیٰ سے خوف کرے اور جو غنی ہونے کی خواہش رکھتا ہے وہ اس چیز پر زیادہ بھروسا کرے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے بہ نسبت اس کے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے اور حضرت عمرؓ دو شعروں کے اس مضمون کو مثال میں لایا کرتے تھے کہ اپنے اوپر کام کو آسان کرو کیونکہ سب چیزوں اور سب کاموں کا اندازہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے موافق ہوتا ہے۔ جو چیز تم کو نہیں ملنے والی وہ ہرگز نہیں ملے گی اور جو چیز پہنچنے والی ہے۔ وہ ضرور پہنچے گی تم سے دور نہیں رہے گی یحییٰؒ بن معاذ سے سوال کیا گیا کہ آدمی متوکل کب ہوتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ انسان اس وقت متوکل بنتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر راضی ہو اور بشر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم متوکل ہیں مگر وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اگر وہ متوکل ہوتے تو وہ اس کام پر راضی ہوتے جو خدا تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا ہے۔ اور ابو تراب بخشی کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کی بندگی میں پھینک دے اور خدا کے رب ہونے پر اپنا دل لگائے اور کفایت پر آرام پکڑے اگر کوئی چیز مل جائے تو اس پر شکر کرے اور اگر نہ ملے تو صابر ہو رہے اور ذوالنونؒ کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ انسان تدبیر کو ترک کر دے اور اپنے زور اور اپنی قوت کو اتار پھینکے ایک شخص نے توکل کے باب میں ذوالنونؒ سے سوال کیا آپ نے اس کو جواب دیا کہ ارباب اور اسباب سے قطع تعلق کرنا توکل ہے۔ تو اس کے بعد سائل نے کہا کہ آپ اور بھی اس کی زیادہ تصریح فرمائیں آپ نے فرمایا توکل یہ ہے کہ نفس کو خداوند تعالیٰ کی عبودیت میں ڈال دے اور ربوبیت سے اس کو نکال لے اور اس کے بعد فرمایا کہ ہر ایک طمع سے دل کا تعلق قطع کریں مگر کسب حلال کے واسطے جو ظاہری کوشش کی جاتی ہے اور جو مسنون ہے وہ دل کے توکل کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی کیونکہ یہ ارادہ بندہ کے دل میں مضبوط ہوتا ہے کہ تقدیر الٰہی برحق ہے اور توکل کی جگہ دل ہے اور ایمان کی حقیقت یہی ہے اور اگر کوئی آدمی کسب کرنے سے انکار کرے تو وہ سنت سے انکار کرنے والا ہوگا اور جو آدمی توکل سے انکار کرتا ہے وہ ایمان کا منکر ہوتا ہے اگر کسی چیز کے ملنے میں کسی سبب سے انسان کو دشواری لاحق ہو تو اس کو تقدیر الٰہی سے جانے اور اگر آسانی سے مل جائے تو اس کو بھی مشیت ایزدی سے سمجھے پس متوکل آدمی کا جو جسم ہے وہ تو چیزوں کے حاصل کرنے کے واسطے ظاہر میں حرکت کرتا ہے اور جو دل ہے وہ خدا کی تقدیر اور اس کے وعدہ پر شاکر اور صابر رہتا ہے۔ اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار تھا اور اسی حال میں وہ رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سواری کو چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں آپ نے فرمایا کہ اس کا گھٹنا باندھ دے اور توکل کرو اور بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ متوکل شیر خوار بچہ کی مانند ہوتا ہے بچہ ابتدا میں اپنے پاس آنے والی کسی چیز کو نہیں پہچانتا مگر اپنی ماں کے پستان کو پہچان لیتا ہے اس طرح متوکل آدمی بھی کسی طرف رہنمائی نہیں پاتا اگر اس کی رہنمائی پاتا ہے تو اپنے پروردگار کی طرف پاتا ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ توکل یہ ہے کہ دل سے تمام شبہوں کو دور کیا جائے اور ان کے دور کرنے کے بعد اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ خدا کے دست قدرت میں ہے اس کی نسبت اس پر ہی تکیہ کیا جائے اور جو کچھ خلائق کے ہاتھوں میں ہے اس سے ناامید ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ روزی کے فکر سے انسان اپنے دل کو خالی کر دے۔

حسن خلق کا بیان

اخلاق کے باب میں خدا کے قول کو دلیل میں لیا گیا ہے جو اپنے رسول مقبول ﷺ کے حق میں فرمایا ہے۔ ارشاد کیا ہے اے محمد ﷺ تیرے اخلاق بہت عظیم ہیں۔ روایت ہے کہ انس بن مالک نے پیغمبر خدا ﷺ سے پوچھا ایمان کے رو سے مسلمانوں میں سے بہتر آدمی کون ہے آپ نے فرمایا لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق حمیدہ ہوں کیونکہ بندہ کی خصلتوں میں سے سب سے بہتر خصلت حسن خلق ہے۔ اس سے انسان کا ذاتی جوہر معلوم ہوتا ہے اور یہ جوہر نیک اخلاق میں ہی پوشیدہ ہے جو اپنی پیدائش میں نامی اور گرامی چیز ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو معجزے اور کرامات اور بزرگی کے دینے کے سوا حسن خلق سے خاص کر مخصوص فرمایا ہے۔ پھر جس طرح آپ کے نیک خلقوں کی تعریف کی ہے اس طرح کسی اور چیز کی تعریف کہیں نہیں کی فرمایا ہے کہ (اے محمد ﷺ صاحب تو اپنے نیک خلقوں کے سبب سے بزرگ ہے) اور

بعض بزرگ کہتے ہیں کہ پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک خلقوں کی جو تعریف کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو دونوں جہان کی نعمتیں بخش دی ہیں اور آپ نے صرف اپنے پروردگار پر ہی کفایت کی ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ خدا کی معرفت کی وجہ سے جھگڑا نہ کرے اور نہ ہی جھگڑا کیا جائے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بزرگ خلق اس کو کہتے ہیں کہ اگر لوگ ایذا پہنچائیں تو ان کا آزار تاثیر نہ کرے مگر یہ اس وقت ہو کہ جب آدمی خدا کے مشاہدہ میں مصروف ہو اور ابو سعید خزازؒ کہتے ہیں کہ صرف خدا کے ساتھ ہی سروکار رکھے اور کسی دوسری چیز سے نہ رکھے جنیدؒ کا قول ہے کہ حارثؒ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تین چیزوں کو تین چیزوں سے کامل کیا گیا ہے مگر یہ مفقود ہیں خوبروئی کو صیانت سے اور خوش کلامی کو سچائی سے کامل کیا ہے اور امانت کی تکمیل وعدہ کے پورا کرنے سے کی ہے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو آدمی خوش خلق ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو ہیچ جانتا ہے اور دوسرے آدمی کو بزرگ سمجھتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ نیک خو آدمی کی علامت یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو آزار سے محفوظ رکھتا ہے اور آپ محنت اٹھاتا ہے۔ رسول ﷺ خدا نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے ہو تمہیں چاہئے کہ فراخ حوصلہ بنو اور کشادہ روی سے ان پر فراخی کرو۔

خدا کے ساتھ نیک خوئی

اللہ جل شانہ کے ساتھ اچھا خلق اس کو کہتے ہیں کہ اس کے سب احکام کو دل سے ادا کرے اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہے اور اپنا استحقاق عوض کا قائم کرنے کے بغیر ہر حالت میں خدا کی طاعت اور عبادت میں کمربستہ اور مستعد رہے اور قضاء الٰہی نے جو کچھ مقدر میں لکھ دیا ہے اس پر صابر اور شاکر رہے اور اس میں کوئی اعتراض نہ کرے اور خدا کو وحدہ لاشریک سمجھے اور بغیر شک اور شبہ کے اس پر یقین لائے کہ خداوند تعالیٰ اپنے وعدہ کا سچا ہے۔ ذوالنون مصریؒ سے لوگوں نے سوال کیا سب سے زیادہ غم میں کون ہوتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس آدمی کے اخلاق برے ہوں اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے پیغبر ﷺ کو فرمایا ہے اپنے کپڑوں کو پاک کرو اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے اخلاق کو نیک بناؤ اور فرمایا ہے ظاہر اور باطن کی نعمتیں میں نے تمہارے اوپر قائم کیں یعنی ظاہر کی نعمت حسن خلق ہے۔ اور باطن کی نعمت اخلاق ہیں۔

اور ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمتہ سے پوچھا کہ دنیا میں تم کبھی خوش بھی ہوئے آپ نے جواب میں فرمایا ہاں دو مرتبہ خوش ہوا ہوں ایک دفعہ تو اس وقت ہوا ہوں کہ میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک کتا آیا اور آتے ہی ٹانگ اٹھا کر اس نے میرے اوپر پیشاب کر دیا اور دوسری مرتبہ اس وقت خوش ہوا ہوں کہ میں اپنے خیال میں بیٹھا ہوا تھا اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور آتے ہی بلا سبب اس نے تان کر مجھے ایک گھونسہ دے مارا اور ذکر کرتے ہیں۔ کہ اویس قرنیؓ کو جب لڑکے دیکھا کرتے تھے تو آپ کو ڈھیلے مارا کرتے تھے آپ نے ان کو فرمایا کہ لڑکو اگر تم ڈھیلے مارنے کے واسطے مجبور ہو یعنی تم نے ضرور ہی مارنے ہیں تو چھوٹے چھوٹے ڈھیلے اٹھا کر مارا کرو تاکہ میری ٹانگوں میں زخم نہ پڑ جائیں اور ان سے خون نہ بہے میں نماز پڑھا کرتا ہوں اگر خون بہے گا تو میں نماز سے معذور ہو جاؤں گا احنف بن قیسؓ کو ایک آدمی نے گالیاں دیں اور آگے آگے آپ جا رہے تھے اور وہ پیچھے پیچھے تھا۔ جب احنف اپنے قبیلہ کے لوگوں کے پاس پہنچے تو آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور اس آدمی کو فرمایا کہ اے یار جس قدر اور بخارات تمہارے دل میں بھرے ہوئے تھے ان کو بھی اسی جگہ میں ہی نکال لو ایسا نہ ہو کہ میری قوم کے نادان آدمی تمہاری گالیاں سن لیں۔ اور وہ تم کو ان کا دندان شکن جواب دیں۔ حاتم اصمؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آدمی ہر ایک کی باتوں کو برداشت کر لے آپ نے جواب دیا کہ ہاں ہو سکتا ہے مگر نفس سے اس کی برداشت نہیں ہو سکتی۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے ایک دفعہ اپنے غلام کو پکارا اس نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا آپ نے دوسری دفعہ پکارا پھر بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا اس کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے آپ نے اس کو فرمایا کہ اے غلام تو میری آواز کو سنتا ہے یا نہیں سنتا جواب دیا کہ اس میں تو شک نہیں کہ میں آپ کی آواز کو سن رہا ہوں فرمایا اگر سنتا ہے تو جواب کیوں نہیں دیتا اس نے عرض کی کہ بولنے اور جواب دینے میں اس واسطے میں نے سستی کی ہے کہ آپ سے مجھ کو آزار پہنچنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یہ سن کر آپ نے غلام کو فرمایا کہ خدا کی بابرکات ذات کے تصدق میں تم آزاد کئے گئے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نیک خلق یہ ہے کہ ظاہر میں تو لوگوں سے میل جول رکھے اور باطن میں ان سے جدا رہے اور

بعض نے فرمایا ہے کہ یہ نیک خلق ہے کہ اگر لوگوں کی طرف سے ایذا پہنچے تو اس کو قبول اور برداشت کیا جائے اور بغیر رنج اور قلق کے لوگوں کے حق کو ادا کریں اور بعض نے فرمایا ہے انجیل میں وارد ہے کہ اے میرے بندے جب تجھے غصہ آئے تو اس وقت مجھ کو یاد کر اور جب مجھے غصہ آئے گا تو اس وقت میں تجھے یاد کروں گا مالک بن دینار کو ایک عورت نے کہا اے ریا کار! آپ نے فرمایا کہ اے عورت تو نے میرا نام پہچانا جسے بصرہ والے بھول گئے تھے۔ لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تین آدمی تین چیزوں کے بغیر پہچانے نہیں جاتے بردبار اور حلیم غصہ کے وقت پہچانا جاتا ہے۔ اور دلیر اور شجاع کو لڑائی کے وقت میں پہچانتے ہیں اور بھائی حاجت کے وقت پہچانا جاتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعاء مانگی کہ اے اللہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو چیز مجھ میں نہ ہو میرے واسطے وہ نہ کہی جائے جواب میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس بات کو اپنی ذات کے واسطے بھی میں نے نہیں رکھا اور جب اپنے واسطے اس کو پسند نہیں کیا تو تیرے واسطے کیونکر کرتا ہوں۔

شکر کا بیان

شکر کی اصلیت اللہ جل شانہ فرماتا ہے اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہاری نعمت کو زیادہ کروں گا اور عطاء علیہ الرحمتہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں عرض کی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپ نے بہت عجیب بات دیکھی ہے وہ فرمائیں یہ سن کر آپ نے رو دیا اور فرمایا کہ خدا کے سچے رسول ﷺ کا ایسا کونسا حال ہے جو تعجب پیدا کرنے والا نہ ہو ایک رات خدا کے رسول مقبول ﷺ میرے پاس تشریف لے آئے اور میرے ساتھ بستر استراحت پر آرام کیا جونہی آپ کے جسم نے میرے جسم کے ساتھ مس کی آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر کی بیٹی مجھے جلدی سے اجازت دے دے کہ میں اپنے خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤں میں نے جواب میں عرض کی کہ گو مجھ کو آپ کی قربت سے بہت محبت ہے اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو میں اس کو منظور کرتی ہوں اور اجازت دیتی ہوں کہ آپ خدا کی عبادت میں ہی مصروف ہوں اس لئے آپ نے اٹھ کر مشکیزہ لیا اور اس سے وضو کیا اور وضو کرنے میں بہت سا پانی گرایا اور جب وضو کر چکے تو نماز میں کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہوتے ہی رونا شروع کر دیا اور اس قدر روئے کہ آپ کے سینہ مبارک پر آنسو جاری ہو پڑے اس کے بعد آپ نے رکوع کیا اور رکوع میں روئے اور پھر سجدہ میں روئے اور پھر سجدہ سے سر اٹھا کر روئے اور رات بھر آپ کا ایسا ہی حال رہا یعنی نماز میں روتے ہی رہے یہاں تک کہ بلال تشریف لائے اور آکر آپ کو فجر کی نماز کی اطلاع دی میں نے اس وقت آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اس قدر کیوں روئے ہیں خداوند تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے تمام گناہ بخش دیئے آپ نے جواب دیا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میں خدا کے شکر کرنے والے بندوں میں داخل نہ ہوں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں خدا کا شکر بجا نہ لاؤں کیونکہ خدا نے میرے اوپر اس آیت کو نازل فرمایا ہے (آسمان اور زمین کی پیدائش میں نشانیاں ہیں۔ الخ) اور جو لوگ اہل تحقیق ہیں ان کے نزدیک شکر کی حقیقت یہ ہے کہ انعام دینے والے کی نعمت کا عاجزی اور فروتنی سے اقرار کیا جائے اور خدا نے اپنی ذات کی ان معنوں میں ہی تعریف کی ہے فرمایا ہے (اس لئے شکر کی جزا شکر ہی ہوتی ہے) جیسا کہ فرمایا ہے (بدی کا عوض بدی ہے) اور بعض بزرگ کہتے ہیں کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ جو آدمی اپنے ساتھ نیکی کرے اس کو نیکی سے یاد کیا جائے اور خدا کے واسطے بندہ کا شکر یہ ہے کہ خدا کے احسان پر اس کی تعریف کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے احسان سے یاد کرے اور بندہ کا احسان یہ ہے کہ وہ اپنے خداوند تعالیٰ کی عبادت کرے اور ایک خداوند تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ اپنے بندہ کو نعمت عطاء فرمائے اور زبان اور دل سے اپنے اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا بندہ کا شکر ہے ایک یہ کہ زبان سے شکر ادا کیا جائے اور عاجزی کے ساتھ اس کی نعمت کا اعتراف کریں دوسرا جسم اور بدن سے ہوتا ہے اور وہ اسی طرح ہے کہ انسان عبودیت کے عہد کا وفا کرے اور خدمت گذاری۔ اور دل سے شکر کرنا یہ ہے کہ شہود کی بساط پر ہمیشہ ٹھہرے رہنا اور وہ اس طرح کہ ہمیشہ حرمت کی حفاظت کرتا ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اگر اپنے یار کا کوئی عیب دیکھے تو اس کو پوشیدہ کردے۔ اور کانوں کا شکر یہ ہے کہ اگر کوئی عیب سن لے تو اس کو چھپائے رکھے۔ غرض اللہ جل شانہ کی جو نعمتیں ہیں ان کی ناشکری اور نافرمانی سے دور رہے۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ لوگوں کا ایک شکر یہ ہے کہ قول اور گفتار میں صادق ہو اور خدا کے اوامر و نواہی بیان کریں اور عارفوں کا ایک شکر یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہیں۔ یعنی ہر حال میں اپنی خواہش اور معرفت اور نیکی میں ترقی کریں اور جو خدا کی اطاعت اور عبادت بجالاتے ہیں وہ خدا کی توفیق اور تائید سے سمجھیں اور یہ لوگ عزلت کا گوشہ اختیار کرتے ہیں اور فنافی اللہ ہوتے ہیں اور

فروتنی اور اپنے قصور اور جہل کا اقرار کرتے ہیں۔

اور ہر حال میں نیاز مندی کو ملحوظ رکھتے ہیں یہ سب شکر ہے اور ابو بکر وراق کہتے ہیں کہ نعمت کا شکریہ ہے کہ انسان احسان کو دیکھے اور اس کی حرمت کو نگاہ رکھے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نعمت کا شکریہ ہے کہ خدا کی نعمت میں آدمی اپنے آپ کو طفیلی جانے اور ابو عثمان علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ شکریہ ہے کہ شکر سے عجز کی معرفت ہو یعنی اس کا علم ہو کہ میں اس کے شکر سے عاجز ہوں اور فرمایا ہے شکر پر شکر کرنا کامل شکر ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ تو اپنے شکر کو خداوند تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے اور خدا کی وہ توفیق تمام نعمتوں سے زیادہ بزرگ ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے کہ خدا کے شکر پر شکر کرے اور پھر اس کے شکر کے شکر پر شکر کرے یہاں تک کہ اس کی کوئی حد نہیں اور فرمایا ہے کہ خدا کی نعمت کو نیاز مندی سے خدا کی طرف منسوب کریں اور جنید علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ انسان کا شکریہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس لائق نہ جانے کہ میں نعمت کا مستحق اور اس کے لائق ہوں اور بعض نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اپنے پاس موجود نعمت کا شکر کرتا ہے وہ شاکر ہوتا ہے اور اگر کسی کی نعمت گم ہو جائے اور اس پر شکر کرے تو وہ شکور ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نفع پر شکر کرنے والا شاکر اور نہ ملنے پر شکر کرنے والا شکور ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ شاکر آدمی وہ ہوتا ہے جو عطاء پر شکر گذار ہوتا ہے اور شکور اس کو کہتے ہیں جو بلاء پر صابر ہوتا ہے کہ جو کچھ کسی کو ملے اگر اس پر شکر کرے تو وہ شاکر ہوتا ہے اور کسی کو دیر تک نہ ملے اور اس پر شکر کرے تو وہ شکور ہے۔ اور شبلیؒ کہتے ہیں کہ شکریہ ہے کہ انسان نعمت کے دینے والے کو دیکھے نعمت کو نہ دیکھے اور بعض نے فرمایا ہے کہ شکریہ ہے کہ جو نعمت حاصل ہو اس کو زوال اور ضائع ہونے سے نگاہ رکھیں اور جو مفقود ہو اس کی تلاش کریں۔

اور عثمان علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ عام لوگوں کا شکر تو کھانے اور پینے اور پہننے میں ہوتا ہے اور خاص لوگوں کا شکر اس پر ہوتا ہے جو ان کے دلوں پر معانی ظاہر ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (میرے شکر گذار بندے تھوڑے ہیں) اور حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں۔ اے پروردگار میں تیرا شکر کیونکر ادا کروں حالانکہ خود شکر ہی تیری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی اور فرمایا کہ اے داؤد البتہ تو نے اب شکر کیا ہے۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر تم کسی کے احسان کے عوض میں ویسا احسان نہ کر سکو تو زبان سے اس کا شکر کرو اور فرمایا ہے کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی بخشش کی خوشخبری سنائی تو اس وقت آپ نے جناب باری میں زندگانی کے زیادہ ہونے کی التجا کی آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ درخواست کس واسطے کی ہے جواب دیا شکر ادا کرنے کے واسطے کی ہے پہلے تو اس واسطے عمل کیا کرتا تھا کہ آمرزش اور بخشش حاصل ہو اور اب تیرا شکر کروں گا۔ اس کے بعد جناب باری کے حکم کے موافق فرشتے نے اپنے بازو پھیلا دیئے آپ کو ان پر بٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ اور بعض ذکر کرتے ہیں کہ پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر علیہ السلام کا گذر ایک چھوٹے سے پتھر پر ہوا اس میں سے بہت سا پانی نکل رہا تھا۔ اس کی حالت کے دیکھنے سے آپ کو بڑا تعجب ہوا اسی اثناء میں خداوند تعالیٰ نے اس پتھر کو گویائی عطاء کی پیغمبر ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تیرا یہ کیا حال ہو رہا ہے اس نے جواب میں عرض کی کہ اللہ کی کلام میں جب سے میں نے یہ سنا ہے (جس آگ کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں تو اس سے خوف کرو) اسی وقت سے میں ڈر کا مارا خدا تعالیٰ کی درگاہ میں رو رہا ہوں جب پیغمبر ﷺ خدا نے پتھر کا یہ جواب سنا تو اس کے واسطے خدا کی درگاہ میں دعاء کی کہ اس کو آگ کے عذاب سے رہائی دی جائے وحی نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ اس کو آگ کے عذاب سے نجات دی گئی اس کے بعد پیغمبر ﷺ خدا چلے گئے اور پھر دوسری دفعہ بھی اس پر گذر ہوا اس مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ آپ نے اس سے پانی جاری دیکھا اس حال سے آپ کو پھر تعجب ہوا اور پھر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پتھر کو پھر خدا نے گویا کیا اور زبان حال سے جواب دیا کہ پہلے جو گریہ تھا وہ خوف اور غم کے سبب سے تھا اور اب جو گریہ ہے تو یہ شکر اور خوشی کے جوش کے باعث ہے۔ اور بعض بزرگوں نے ارشاد کیا ہے جو آدمی شاکر ہوتا ہے اس کی نعمت ہمیشہ زیادتی اور ترقی میں رہتی ہے۔ کیونکہ وہ نعمت کو دیکھتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور صابر خدا کی پناہ میں رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کو بلا سے بچائے رکھتا ہے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ (جو لوگ صبر کرنے والے ہیں۔ خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے) اور فرمایا ہے کہ حمد تو ہر سانس پر ہوتی ہے۔ اور شکر اس کی نعمتوں پر ہوتا ہے۔

اور ایک صحیح روایت میں وارد ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ بہشت میں داخل ہونے کے واسطے بلائے جائیں گے وہ حمد کرنے والے ہوں گے اور جو چیز ان سے دور ہوئی اس پر حمد کی ہو گی اور جو عطاء ہوئی ہے اس کا شکر بجا لائے ہوں گے ایک روایت میں وارد ہے کہ

ایک بزرگ ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایک بوڑھے آدمی کو میں نے سفر میں دیکھا وہ بہت سن رسیدہ تھا۔ میں نے اس سے حال پوچھا اس نے جواب میں بیان کیا کہ جوانی کی ابتداء میں ہی اپنے چچا کی بیٹی سے میری محبت تھی اور وہ بھی مجھ کو چاہتی تھی اور بڑی محبت اور پیار سے پیش آتی تھی۔ خدا کی مرضی سے اس کے ساتھ میرا عقد ہو گیا شب زفاف میں یعنی ہم بستر ہونے کی پہلی رات میں ہم نے ایک دوسرے کو کہا کہ خداوند تعالیٰ نے ہم دونوں کو آپس میں مواصلت کی دولت عطاء کی ہے اس کے شکرانہ میں ہم نماز پڑھیں اس لئے ہم دونوں نے نماز پڑھنی شروع کر دی یہاں تک کہ تمام رات دونوں نماز ہی پڑھتے رہے کوئی نماز سے فارغ نہ ہوا اور جب دوسری رات آئی تو اس میں بھی شکرانہ کے واسطے نماز پڑھنی شروع کی اور وہ تمام رات بھی نماز میں بسر کر دی اور آئندہ رات کو بھی ایسا ہی ہوا یہاں تک کہ اسی طرح ستر سال گذر گئے اور شبہ ہے کہ شاید اسی سال گذرے ہر رات میں جو آتی تھی ہم آپس کی مواصلت کے شکرانہ کے عوض میں نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور اسی حال میں ہی اس کو بسر کر دیتے تھے اس گفتگو کے وقت اس بڈھے کی عورت بھی پاس موجود تھی اس نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیوں بی بی جان جو کچھ میں نے کہا ہے یہ سچ ہے یا نہیں اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ بالکل ٹھیک اور درست ہے۔

صبر کا بیان

صبر کے باب میں اللہ جل شانہ کا کلام کافی دلیل ہے۔ فرمایا ہے (اے ایمان والو صبر کرو اور صبر کراؤ اور اللہ سے ڈرو شائد تم کو اس سے رستگاری نصیب ہو جائے) اور فرمایا ہے صبر کر اور صبر خدا کی مدد سے ہوتا ہے۔ اس کے سوا نہیں ہوتا اور عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب صدمہ پہنچے تو اسی وقت صبر کرنا بہتر ہے۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ ایک شخص پیغمبر ﷺ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جس قدر میرے پاس مال تھا وہ سب تلف ہو گیا ہے اور میرے جسم کو بیماری نے نحیف اور لاغر کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی بندہ کا مال ضائع نہ ہو اور کوئی بیماری اس کو رنج اور دکھ نہ دے تو اس آدمی میں کوئی نیکی اور خوبی نہیں ہوتی کیونکہ اللہ جل شانہ جب اپنے کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اس کو مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اور اس کو صبر عطاء کرتا ہے اور روایت میں ہے کہ پیغمبر ﷺ خدا نے فرمایا ہے کہ جب کسی بندے کو خدا کے ہاں سے کوئی درجہ ملنے کو ہوتا ہے اور وہ اس کو اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اس پر بیماری کی بلا نازل کی جاتی ہے۔ پس وہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (جب کوئی آدمی بدی کرتا ہے تو اس بدی کے موافق ہی جزا دی جاتی ہے) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے تو اس کے بعد خلاصی کیونکر ہو گی آپ نے جواب میں فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تعالیٰ تم کو بخشے کیا تم بیمار نہیں ہوا کرتے اور جب کسی بلا میں گرفتار ہوتے ہو تو اس وقت صبر نہیں کیا کرتے ہو اور کوئی غم اور الم تم کو لاحق نہیں ہوتا ان تمام باتوں کا اجر۔ برے عملوں کا عوض ہوتا ہے یعنی بندہ جو گناہ کرتا ہے ان کا کفارہ ہوتا ہے پس صبر تین طرح ہوتا ہے ایک تو خدا کے واسطے ہوتا ہے اور وہ اس طرح پر ہے کہ انسان خدا کے احکام بجا لائے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے اور دوسرا صبر خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے وہ اسطرح ہے کہ آدمی خدا کی تقدیر کی تمام تکالیف اور مصائب پر صابر اور شاکر رہے۔ اور تیسرا صبر خدا کے اوپر ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ خدا نے روزی دینے اور اس کے فراخ کرنے اور کافی اور مددگار ہونے اور آخرت کا ثواب دینے کے لئے جو وعدہ فرمایا ہے اس پر صبر کے ساتھ انتظار کرے۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ بندہ اپنے کام پر صبر کرے اور دوسرا یہ ہے کہ جو کام بندہ کا نہیں اس پر صبر کرے اور کام پر صبر کرنا دو طرح پر ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ اس کے متعلق خدا کے جو احکام ہوں ان میں صبر کرے اور دوسرا یہ ہے کہ خدا کے جو موانع ہیں ان میں صابر ہو اور جو بندہ کا کام نہیں اس میں اس طرح صبر ہوتا ہے کہ بندہ پر مصیبت اور رنج وارد ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ سے لگاؤ رکھتا ہے اس میں صابر ہو جیسے جسمانی مشقت ہے اور روحانی رنج اور بیماری وغیرہ۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ صبر کرنے والے آدمی تین طرح پر ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو تکلف سے صبر کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو تکلف کے بغیر صبر کرتے ہیں۔ اور تیسرے وہ ہیں جو سراپا صبر ہی صبر ہوتے ہیں شبلیؒ سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ صابروں پر سب سے زیادہ سخت صبر کونسا ہے آپ نے جواب دیا خدا کے بیچ صبر کرنا اس شخص نے کہا یہ نہیں ہے۔ آپ نے پھر جواب دیا خدا کے

واسطے صبر کرنا اس نے کہا یہ بھی نہیں ہے آپ نے پھر جواب دیا خدا کے ساتھ صبر کرنا اس نے کہا یہ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرمایا اگر یہ بھی نہیں ہے تو تم ہی بتلاؤ وہ کونسا ہے اس شخص نے کہا سب سے زیادہ سخت صبر خدا سے صبر کرنا ہے۔ حضرت شیخ شبلی صاحب نے جوں ہی یہ مقولہ سنا ایک ایسا بلند نعرہ مارا کہ اس سے پایا گیا کہ عنقریب ہی آپ کی روح قالب عنصری سے پرواز کر جانے کو ہے۔ اور حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ مسلمان کے واسطے دنیا سے آخرت کا سفر کرنا بہت سہل ہے مگر یہ مشکل کام ہے کہ خدا کے مقابلہ میں مخلوق سے جدائی اختیار کی جائے اور اس سے بھی زیادہ سخت ہے کہ اپنے نفس کو چھوڑ کر خداوند تعالیٰ کی طرف رغبت کریں اور خدا کے ساتھ صبر کرنا سخت مشکل ہے۔ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کی نسبت پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ صبر ہے کہ منہ بنانے کے بغیر کڑوا گھونٹ پئیں۔ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کہتے ہیں کہ ایمان کے جسم کا سر صبر ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ یہ پیغمبر ﷺ کا مقولہ ہے۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صبر کے معنی یہ ہیں کہ انسان مخالفت سے دور رہے اور غم و غصہ کو آرام کے ساتھ برداشت کرے اور باوجود تنگ دستی اور فقیری کے معیشت کے میدان میں تونگری کا اظہار کرے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ صبر کے معنی یہ ہیں کہ انسان بلا کو اچھی طرح آداب کے ساتھ جھیلے اور بعض نے کہا اظہار شکایت کئے بغیر مصیبت میں فنا ہونا اور بعض نے فرمایا صبر یہ ہے کہ آدمی بلا کے وارد ہونے کے وقت نیکی اور حسن صحبت کے ساتھ قائم اور ثابت قدم رہے جیسے کہ انسان تندرستی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بندگی اور طاعت کا سب سے نیک اور اچھا اجر صبر کا اجر ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی اجر نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (جن لوگوں نے صبر کیا ہے ضرور ان کو ہم زیادہ نیک چیزوں سے اجر دیں گے جیسا کہ وہ کرتے تھے) اور فرمایا ہے (صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب پورا دیا جاتا ہے) اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ صبر ہے کہ انسان خدا کی راہ میں ثابت قدم رہے اور آزار اور بلا جو اس پر وارد ہو اس کو کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے قبول کرے اور خواص نے فرمایا ہے کہ خدا کے احکام پر ثابت قدم رہنا اور سنت نبوی کو قائم اور مضبوط رکھنا صبر ہے اور یحییٰ بن معاذ رازیؒ کہتے ہیں کہ زاہدوں کے صبر سے عاشقوں کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے اور مجھے تعجب آتا ہے کہ عاشق کیسے صبر کرتے ہیں اور اس کے بعد آپ نے اس مضمون کا شعر پڑھا میں سب جگہوں میں صبر کر سکتا ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سے صبر کروں اور بعض نے فرمایا شکایت کا نہ کرنا صبر ہے اور بعض نے کہا صبر عاجزی کرنے اور خدا کی پناہ مانگنے کو کہتے ہیں۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ صبر یہ ہے کہ اپنے خدا سے مدد مانگے اور اس کے ہاں امن کی درخواست کریں اور فرمایا ہے کہ صبر خدا تعالیٰ کے نام سے مشابہ ہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ یہ صبر ہے کہ انسان نعمت اور محنت دونوں حالتوں میں آرام خاطر سے یکساں رہے اور یہ صبر ہے کہ بلا اور سختی کو آرام اور آسائش جانے۔

فصل رضاء کا بیان

اس کا اصل اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (خداوند تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے یعنی خدا مسلمانوں سے راضی ہوا اور مسلمان خدا سے راضی ہوئے اور فرمایا ہے میں مسلمان کو اپنی رضامندی اور رحمت کی خوشخبری دیتا ہوں اور حضرت ابن عباسؓ ابن عبد المطلب سے راوی ہیں۔ کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی خدا تعالیٰ کے پروردگار ہونے پر راضی ہوا اس نے ایمان کی لذت چکھ لی اور روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ابی موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ خیریت اس میں ہے کہ ہر حال میں تم خدا تعالیٰ کی رضاء پر راضی رہو اور اگر تم کو خدا کی رضائیہ پر راضی رہنے کی طاقت ہو تو بہتر ورنہ اس حال میں صبر کرو اور قتادہؓ خدا کے اس کلام کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ (جب ان میں سے کسی کو یہ خبر دی جاتی ہے کہ تمہارے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو غم کے مارے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے آخر آیت تک) کہ یہ عرب کے مشرکوں کا حال تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے برے کام کی نسبت خبر دی ہے۔ پس مسلمان آدمی کو لائق ہے کہ خدا نے جو کچھ اس کے حق میں پسند فرمایا ہے اس پر راضی ہو۔ اور انسان کے نفس کی خواہش سے اس کے حق میں خدا تعالیٰ کی تجویز ہر صورت میں بہتر ہوتی ہے پس اے آدم کے فرزند جس امر کو تو مکروہ جانتا ہے اس میں تیرے متعلق خدا کی تقدیر بہتر ہے اور جس چیز کو تو پسند کرتا ہے اس میں تیرے متعلق خدا کی تقدیر پہلے کی طرح بہتر نہیں اس لئے تجھے خدا تعالیٰ سے خوف کرنا واجب ہے اور اس کے حکم پر راضی اور خوش رہنا لازم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (نزدیک ہے کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں مکروہ جانتے ہو وہ تمہارے واسطے نیک ہو اور جس کو تم اپنے حق میں دوست سمجھتے ہو وہ تمہارے واسطے بری ہو اس امر کو خدا ہی جانتا ہے تم

نہیں جانتے) یعنی تمہارے دین اور دنیا کی جو نیکی ہے اس کو خدا ہی اچھی طرح جانتا ہے اور لوگوں کی مصلحتوں کے جو دفتر ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے لپیٹ کر رکھ لئے ہیں۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ عبادت کریں اور احکامات کو بجا لائیں اور برے کاموں سے باز رہیں اور تقدیر الٰہی پر شاکر ہوں چاہے ان کے حق میں ہوں یا ان کے خلاف ہوں تمام حالات میں اور اللہ نے مصالح اور انجام اپنی ذات کے لئے مخصوص کر لئے۔ لہٰذا آدمی کو ہمیشہ اپنے مولیٰ کی طاعت کرنی چاہئے اور اپنے متعلق خدا کی قسمت پر راضی رہنا چاہئے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو کوئی الزام نہ لگائے اور اس بات پر یقین کرے کہ ہر ایک آدمی پر جو رنج اور مصیبت عاید ہوتی ہے وہ اس کے مقدر سے منازعت کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے نیز اس کا باعث نفسانی خواہشیں اور خدا تعالیٰ کی قضاء پر ناخوشنودی ہوتی ہے پس جو آدمی خدا کی قضاء پر راضی ہوتا ہے اس کو ہمیشہ کی راحت عطاء ہوتی ہے اور جو ناراض ہوتا ہے اس کی بدبختی اور رنج بڑھ جاتا ہے اور دنیا میں جو کچھ کسی کی تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ اس کو ضرور ہی مل جاتا ہے اور جب تک کوئی آدمی نفس کی ہوا و ہوس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا فرمانبردار رہتا ہے وہ قضاء الٰہی سے ناراض ہوتا ہے۔ نفسانی خواہشات اللہ عزوجل سے منازعت اور جھگڑا کرتی ہیں اس لئے ان کی تھکاوٹ ایک لازمی امر ہے۔

اس لئے آرام کا حصول خواہشات کی مخالفت میں ہے کیونکہ وہ لازماً خدا سے نزاع کرتی ہیں تو وہ ختم ہو جاتی ہیں اور وہ موجود ہوں تو ہم نہیں ہوں گے (کیونکہ خدا اور اس کی قضاء سے منازعت انسانی طاقت سے باہر ہے لہٰذا راحت اسی میں ہے کہ خواہشات کی مخالفت کی جائے) اور جو لوگ اہل علم اور اہل طریقت ہیں۔ انہوں نے رضائہ کے معنوں میں اختلاف کیا ہے۔ یعنی کیا رضائہ حالات میں سے ہے اور اس میں کسب کو کچھ دخل نہیں یا مقامات سے ہے اور اس میں سب کو دخل ہے۔ اہل عراق کہتے ہیں کہ رضائہ احوال میں سے ایک حال ہے اور انسان کے کسب کو اس میں دخل نہیں بلکہ وہ نازل ہوتی ہے اور تمام احوال کی طرح دل پر اترتی ہے۔ اور احوال کا یہ حال ہے کہ وہ اترنے کے بعد زائل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے سوا دوسرے وارد ہو جاتے ہیں۔ اور خراسانیوں کا قول ہے کہ رضائہ مقامات میں سے ایک مقام ہے اور توکل کا انجام ہے یہاں تک کہ آدمی اس انتہاء کی طرف لوٹتا ہے جس تک آدمی کسب کے ذریعہ پہنچتا ہے اور وہ مقامات میں سے ہے اور اس کی نہایت احوال میں سے ایک حال ہے اور یہ کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ غرض جو آدمی رضائہ پر راضی ہوتا ہے وہ تقدیر الٰہی پر اعتراض نہیں کرتا اور ابو علی دقاق کہتے ہیں۔ کہ رضاء یہ نہیں ہے کہ انسان خود بلا اور مصیبت کو محسوس کرنے والا نہ ہو بلکہ رضاء یہ ہے کہ انسان خدا کے حکم اور اس کی رضاء میں کوئی اعتراض نہ کرے اور شیخ صاحبوں نے فرمایا ہے کہ قضا پر راضی ہونا خداوند تعالیٰ کی درگاہ کا ایک بڑا فراخ دروازہ ہے اور وہ دنیا کی بہشت ہے جو آدمی رضاء سے آراستہ ہوتا ہے تو وہ پوری فراخی کو ملتا ہے۔ اور اس کو خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے بزرگی کا بڑا رتبہ عطاء ہو جاتا ہے۔ ایک شاگرد نے اپنے استاد سے سوال کیا بندہ کو یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے استاد نے اس کو جواب دیا کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضاء مندی پوشیدہ ہے ظاہر نہیں شاگرد نے کہا ایسا نہیں ہے بندہ کو یہ امر معلوم ہو جاتا ہے۔ پوچھا کیونکر ہوتا ہے جواب دیا کہ جب بندہ اپنے دل میں متوجہ ہو اور اس کو خدا تعالیٰ سے راضی پائے تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے۔ استاد صاحب نے یہ سنکر فرمایا تو نے بہت اچھا کہا ہے اے لڑکے جب تک کہ خداوند تعالیٰ بندہ سے راضی نہ ہو اس وقت تک بندہ ہرگز راضی نہیں ہوتا خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے" اور مذکور ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ باری میں عرض کی کہ اے اللہ مجھے وہ عمل بتلا کہ جب میں اس کو کروں تو تو میرے اوپر راضی ہو ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ تم کو اس کے کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر رو پڑے اور روتے ہوئے ہی سجدے میں گر گئے اسی اثناء میں خداوند تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ اے عمران کے بیٹے میری خوشی اس میں ہے کہ تو میرے حکم پر خوش رہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہے کہ مجھ کو رضاء کا مقام مل جائے تو وہ خدا کی رضاء کو خوشی سے قبول کر لے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ رضاء کی دو قسمیں ہیں ایک تو خدا کے ساتھ رضاء کا ہوتا ہے اور دوسری خدا سے رضاء ہے۔ خدا کے ساتھ جو رضاء ہے وہ تو تدبیر کے وقت ہوتی ہے۔ اور خدا کے ساتھ رضاء اس طرح ہے کہ خدا کے حاکم اور فاصل ہونے پر جو چاہے اس پر راضی ہو۔ اور بعض کا قول ہے کہ کسی کے دائیں پر دوزخ کی جائے تو وہ یہ نہ کہے کہ دوزخ کا اس طرف پر ہونا اچھا نہیں اگر بائیں طرف پر ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ رضاء یہ ہے کہ انسان کراہت اپنے دل سے نکال دے یہاں تک کہ اس میں

صرف خوشی اور سرور ہی رہ جائے رابعہ عدویہ سے سوال کیا گیا کہ انسان کب قضاء پر راضی ہوتا ہے۔ جواب دیا اس وقت راضی ہوتا ہے جب کہ مصیبت میں اسی طرح خوش ہو جیسا کہ وہ نعمت میں خوش ہوتا ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شبلیؒ نے حضرت جنیدؒ کے روبرو یہ پڑھا لاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ جنیدؒ نے سن کر فرمایا کہ آپ کا سینہ تنگ ہے۔ اسی واسطے یہ قول صادر ہوا ہے اور سینہ کی تنگی اس واسطے ہے کہ قضاء پر رضاء کو ترک کر دیا ہے۔ ابو سلیمان علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ رضاء یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ سے بہشت کا سوال نہ کریں اور اس کے ہاں آگ سے امن کی درخواست نہ کریں اور ذوالنون مصری علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ تین علامتوں سے رضاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ خدا کی قضاء میں اپنا اختیار ثابت نہ کرے دوسری یہ کہ قضاء کے بعد اس کی تلخی کو نہ معلوم کرے تیسری یہ کہ بلا کی حالت میں جوش محبت رہے اور ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں۔ کہ رضاء یہ ہے کہ قضا کی تلخی کے ساتھ دل کی خوشنودی ہو ابو عثمان سے پیغمبر ﷺ کے اس قول کے معنی پوچھے گئے (قضاء کے بعد میں تجھ سے تیری رضاء مندی چاہتا ہوں) اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ قضاء سے پہلے رضاء یہ ہے کہ رضاء پر قصد کرے اور قضاء کے بعد رضاء یہ ہے کہ خدا کی رضاء پر راضی ہو ایک روایت میں وارد ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما بن ابی طالب کی خدمت میں کہا گیا کہ ابو ذرؓ کہتے ہیں میں امیری سے فقیری کو زیادہ دوست رکھتا ہوں اور تندرستی سے بیماری کو اچھا جانتا ہوں اور زندگانی سے موت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ حسینؓ نے اس مقولہ کو سن کر فرمایا خدا تعالیٰ ابو ذرؓ پر رحمت کرے مگر جو آدمی خدا پاک کے حسن اختیار پر اعتماد کرتا ہے اور اسی چیز کی خواہش کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں مقدر کر دیا اس کے سوا دوسری چیز نہیں چاہتا وہ لوگوں میں سے زیادہ نیک آدمی ہے۔ بشر حافی سے فضیل بن عیاض نے فرمایا دنیا میں رضاء زہد سے افضل ہے۔

کیونکہ جو آدمی رضاء پر راضی ہوتا ہے وہ یہ خواہش نہیں رکھتا کہ میں اپنے مرتبہ سے اور بھی اوپر چڑھ جاؤں اور فضیل کا یہ قول بالکل درست ہے کیونکہ اس میں حال پر رضاء ہوتی ہے اور تمام خیر حال پر رضاء میں ہی ہے اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میں نے تم کو اپنی ہمکلامی اور اپنا پیغمبر بنانے کے واسطے تمام لوگوں سے برگزیدہ کر لیا ہے اس لئے میں تمہیں جو چیز عنایت کرتا ہوں اس کو لے لو اور اپنی اسی فاخرہ خلعت پر خوش ہو اور شکر کرنے والا بنی دیئے ہوئے پر راضی ہو اور اس سے غیر مرضیہ کی تمنا نہ کرو شکر گزار ہو جاؤ اور ایسا ہی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ دنیا کی حیاتی کی تازگی کے واسطے جو تم کو دیا گیا ہے اس کے سوا اوروں پر آنکھ نہ کھول اور ان کی امید میں نہ للچا غرض خدا نے اپنے پیغمبر کو ادب کی تعلیم دی ہے اور اپنے حال کی نگہداشت کے واسطے ارشاد کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ راضی بہ قضاء رہیں۔ اور فرمایا ہے (جو تیرے واسطے تیرے رب کا رزق ہے وہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے) اور وہ یہ ہے نبوت، صبر، قناعت، علم دین کی ولایت، پیشوائی اور جو چیزیں دی گئی ہیں وہ بہتر اور لائق ہیں۔ پس جس قدر نیکیاں ہیں۔ وہ سب حال کی نگہداشت اور رضاء میں موجود ہیں۔ اور جو دوسری چیزیں اور حال کے برخلاف ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہ کی جائے کیوں کہ اپنی طرف سے چیزوں کی طرف توجہ کرنے میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یا تو وہ چیز نصیب میں ہو گی اور یا نہیں ہو گی کسی دوسرے کی قسمت میں ہو گی اور یا یہ ہے کہ وہ کسی کے نصیب میں بھی نہیں اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو صرف آزمائش کے واسطے ہی پیدا کیا ہے، جو چیز تو نصیب میں ہے وہ تو ضرور مل جائے گی تم اس کو چاہو یا انکار کرو پس نہیں لائق کہ تجھ سے ظاہر ہو بے ادبی 'حرص کی تلاش میں'' اور جو عقل اور علم مصلحت اندیش ہے اس کے نزدیک بھی حرص ناپسندیدہ ہے اور اگر وہ چیز کسی دوسرے آدمی کے نصیب میں ہے تو تلاش کرنا ناحق کا رنج اور تردد ہو گا کیونکہ اس چیز تک کسی طرح رسائی ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی خود وہ چیز تمہارے پاس آسکتی ہے۔ اگر دوسری بات ہے یعنی وہ چیز کسی کے نصیب میں بھی نہیں صرف ایک آزمائش ہی آزمائش ہے تو عقلمند کو اس آزمائش کی طرف کسی طرح بھی رغبت کرنی نہیں چاہئے اور ایک قوم کے لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ قضاء پر رضاء یعنی راضی ہونا یہ ہے کہ اگر کسی چیز سے تمہاری دوستی ہو اور کسی اور چیز کو مکروہ جانتے ہو تو یہ دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہوں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ رضاء یہ ہے کہ قضا کی تلخی پر صبر کیا جائے اور بعض کا یہ مقولہ ہے کہ رضاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کام میں چون وچرا نہ کریں اور خدا کے جو احکام ہیں ان کے آگے گردن جھکا دیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اپنے اختیار کو ترک کر دینا رضاء ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ جو لوگ اپنے دل سے اختیار کی جڑ کو بالکل اکھاڑ نکال پھینکتے ہیں وہ اہل رضاء ہیں بعض نے کہا کہ وہ مدبر ہر تحیر کو ترک کر دیتے ہیں پس جو اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ نفسانی خواہشوں کو اپنے دل میں نہیں آنے دیتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی درخواست کرتے ہیں۔ اور حکم کے نازل ہونے سے پہلے نہ ہی خیال کو اپنے دل میں دخل دیتے ہیں۔ اور جب اللہ کا کوئی حکم وارد ہوتا ہے۔ جس کی

نہ انہیں انتظار ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا شوق رکھتے ہیں تو بڑی خوشی سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اور بڑی خوشی اور خرمی سے اس کو قبول کر کے بجالاتے ہیں۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر آزمائش کے طور پر کوئی حکم وارد ہو تو اس کو نعمت سمجھتے ہیں اور عطائے عظمیٰ جانتے ہیں اور خدا کی اس نعمت کے شاکر ہوتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور سرور کے بعد اپنی نعمتوں میں اسی بات کو دیکھیں کہ ان میں ہی مشغول رہنا ان کے واسطے نقصان کا باعث ہے کیونکہ اس شغل میں منعم حقیقی کی طرف سے دل اور جانب ہو جاتا ہے اور جب ایسا ہو تو جانو بلا وارد ہوئی اور ان کے دل اپنے اصلی مقام سے غائب ہو گئے اور پستی میں گر گئے جب وہ اس پر برقرار ہو جاتے ہیں اور مداومت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس سے اونچے اور اچھے مقام میں منتقل فرما دیتا ہے۔ کیونکہ خدا کے عطیات بے انتہا ہیں اور قضا پر رضاء دینے میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ خدا کے سوا اور طرف سے اپنی امید کے رشتہ کو بالکل قطع کر دے جو آدمی خدا کے سوا دوسری طرف طمع رکھتا ہے اللہ جل شانہ نے اس کی مذمت کی ہے۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں۔ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنے جیسی مخلوق سے کسی چیز کی امید رکھتا ہے وہ ملعون ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے مجھے اپنے جلال اور اپنی بزرگی اور عزت کی قسم ہے کہ اگر کوئی آدمی میرے سوا کسی دوسرے سے کوئی امید رکھے تو میں اس کی امید کو منقطع کر دیتا ہوں اور جن لوگوں سے وہ امید رکھتا ہے۔ ان میں ہی اس کو ذلیل اور خوار کرتا ہوں اور اپنی قربت سے بھی اس کو الگ کر دیتا ہوں اور اپنے وصل سے محروم رکھتا ہوں پس کیا تم میرے سوا کسی دوسرے آدمی سے یہ امید رکھ سکتے ہو کہ وہ سختی کے وقت فریاد رس ہو جس قدر سختیاں ہیں وہ سب میرے ہاتھ میں ہیں اور زندہ میں ہی ہوں اور میں ہی سب کی امید کو پورا کرنے والا ہوں اور تم میرے سوا غیر سے امید رکھتے ہو اور اپنے خیالات کے موافق حاجت براری کے واسطے غیروں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہو اور ان کے دروازوں کا حال یہ ہے کہ ان پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کی چابیاں میرے قبضہ میں ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر کوئی بندہ خلقت کو چھوڑ کر میرا دامن پکڑ لے تو میں جانتا ہوں کہ اس کے دل کی نیت کیا ہے اگر تمام آسمان اور زمین اور جس قدر مخلوق ان میں ہے سب مل کر اس کو رنج پہنچانا چاہیں تو میں ان سے ان کی خلاصی کرا دیتا ہوں اور اگر کوئی بندہ میرے واسطہ کے سوا مخلوق سے حاجت کی درخواست کرے تو میں آسمان سے اس کے اسباب کو قطع کر دوں گا اور اس کے پاؤں کے نیچے کی جس قدر زمین ہے۔ اس کو شورستان بنا دوں گا اور اس کے بعد دنیا میں اس پر رنج اور مصیبت وارد کروں گا اور وہ اس میں ہی ہلاک ہو جائے گا اور بعض اصحابوں نے روایت کی ہے کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص لوگوں سے عزت کا خواستگار ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور فرمایا ہے جو آدمی کسی اپنے جیسے بندہ پر تکیہ کرتا ہے وہ خوار اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور بنی آدم سے اس کا طمع اور اس کی دلی فکر اس کی خواری اور ذلت کے واسطے کافی ہوتی ہے اور اس کو دو چیزیں دی جاتی ہیں۔ دنیا میں تو اس کو ذلت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی زیارت سے محروم رہ جاتا ہے اور اس کے رزق میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو لوگ مرید اور حق کے طالب ہیں اگر وہ طامع ہوں تو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے جو ان کو زیادہ ضرر دینے والی ہو۔ اور ان کے دلوں کو یہی چیز ہے جو سب سے زیادہ ضرر پہنچاتی ہے۔ اور انکے دلوں کو خوار اور ویران اور تاریک کرتی ہے اور خدا سے دور رکھتی ہے اور ان کے ارادوں کو پریشان کرتی ہے۔ طمع کا ہونا شرک کا ہونا ہے اور تم کو اس سے خبردار رہنا چاہئے کہ جس نے طمع کیا اس نے خدا کا شریک بنایا جو آدمی اپنے جیسے لوگوں سے طامع ہوتا ہے وہ نہیں جانتا کہ وہ اپنے نفع اور ضرر کے مالک نہیں اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔ اور نہ روک سکتے ہیں۔ پس جو لوگوں سے طمع کرتا ہے وہ حقیقی بادشاہ کی ملکیت کو مخلوق کی ملکیت سمجھتا ہے۔ پس جب تک کوئی آدمی تمام چیزوں کو ان کے پیدا کرنے والے کے متعلق نہ جانے وہ پرہیزگار ثابت نہیں ہوتا اس لئے آدمی کو چاہئے کہ خدا کے سوا کسی دوسرے سے نہ مانگے اور بزرگ فرماتے ہیں کہ طمع کی جڑ ہے۔ اور اس کی شاخیں بھی ہیں اس کی جڑ تو یہ غفلت کرنا ہے اور اس کی شاخیں یہ ہیں۔ لوگوں کو دکھانا اور سنانا یعنی ریاکاری لوگوں کی نظروں میں زیب اور آرائش کرنی ان کے نزدیک مرتبہ اور عزت کی خواہش رکھنی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ہدایت کی ہے کہ طمع ہلاک کرنے والی بخیل بنانے والی چیز ہے اور بزرگوں میں سے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے دنیا کی ایک چیز کی خواہش کی اور اس میں طمع کی اسی اثناء میں ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا کہ مرید کو حرص نہ کرنی چاہئے یہ اس کے حق میں اچھی نہیں کیونکہ جو کچھ اس سے مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو عطاء کر دیتا ہے۔

اور خدا کے ایسے بندے دنیا میں موجود ہیں کہ وہ چیزوں کے مالک سے کوئی چیز نہیں مانگتے اور اس سے طمع نہیں رکھتے بلکہ طمع خود ان سے پوشیدہ اور دور رہتی ہے۔ اور جب وہ دل سے طمع نکال دیتے ہیں۔ تو ان میں برکت آجاتی ہے۔ اور ان کو اس کا علم ہوتا ہے کہ طمع ہر حال میں نقصان رکھتی ہے اور جو لوگ اہل توکل اور عارف ہیں ان کے درجوں میں سے یہ سب سے کم درجہ ہے اگر کسی مرید کے دل میں طمع کو دخل ہو تو اس کو خدا سے دوری حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے جیسے آدمی سے طمع کرتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا عالم ہے اور دانا ہے سب احوال کو جانتا ہے اور پھر طمع کرنے سے خوف نہیں رکھتا۔

سچائی کا بیان

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو! خدا سے خوف کرو اور ان لوگوں سے صحبت رکھو جو سچے ہیں اور عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ خدا کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے جب کوئی بندہ راستی اختیار کرتا ہے اور ہمیشہ سچ بولتا ہے اور راستہ سے الفت رکھتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کو صدیقوں میں لکھ لیتا ہے اور جو جھوٹا ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا اپنا شعار بنا لیتا ہے اس کو کاذبوں یعنی جھوٹے لوگوں میں لکھ دیتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں کہ خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آدمی اپنے دل میں مجھے صادق سمجھتا ہو تو اس کو ظاہر میں لوگوں میں بھی سچا کر دیتا ہوں اور اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ تمہارے کام کے سرانجام پانے کے واسطے راستی ستون ہو اور راستی سے اس کا انتظام ہے اور یہ پیغمبری کا دوسرا درجہ ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے جو لوگ راست باز ہیں وہ پیغمبروں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکوکار آدمیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور صادق کا لفظ صدق سے اسم لازم ہے اور صدیق صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور صدیق اس آدمی کو کہتے ہیں جس سے ہمیشہ صدق ظہور میں آئے اور سچ بولنا اس کی عادت اور اس کے طریق میں داخل ہو اور اس کا ظاہر اور باطن راستی سے آراستہ ہو پس جو سچا ہوتا ہے وہ تو صادق ہوتا ہے اور صدیق وہ ہوتا ہے جو قول و فعل اور حال میں راستی رکھتا ہو اور بزرگوں نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہو تو وہ راستی کو اختیار کرلے کیونکہ جو لوگ راستباز ہوتا ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور حضرت جنید علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ سچا آدمی دن میں چالیس بار پھرتا ہے اور ریا کار چالیس برس تک ایک ہی حال پر رہتا ہے۔

اور بعض نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ سچا ہے اور جو اس کا کلام ہے وہ بھی سچا ہے اور فرمایا ہے صدق یہ ہے کہ مہلک مقاموں میں سچ کے اس سے درگزر نہ کرے اور فرمایا ہے کہ سچا کلمہ خود ولایت کر دیتا ہے کہ اس کے دل میں صفائی ہے اور فرمایا ہے کہ صدق کا اختیار کرنا انسان کو حرام سے زبان کے ساتھ روکتا ہے اور فرمایا ہے سچ بولنا خدا کے واسطے پورا عمل کرنا ہوتا ہے اور سہل بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بندہ شرع کے حکم میں اپنے نفس یا کسی غیر کے واسطے سستی کرے تو وہ راستی کی بو تک نہیں سونگھتا اور ابو سعید قرشی کہتے ہیں کہ صادق آدمی وہ ہوتا ہے۔ جو اپنی موت کے واسطے تیار ہو اور نہ شرم کرے چاہے اس کا راز طشت ازبام ہی ہو جائے یعنی سب پر کھل جائے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو) اور فرمایا ہے کہ صدق قصد سے توحید کی صحت ہے اور بعض نے فرمایا حقیقتہ الصدق یہ ہے کہ آدمی ان مقامات میں سچ بولے جہاں صرف جھوٹ ہی نجات دیتا ہے اور فرمایا ہے کہ جو آدمی صادق ہوتا ہے اس میں تین خصلتیں ہوتی ہیں اور ان میں وہ خطا نہیں کرتا پہلی یہ ہے کہ اس کی عبادت میں شیرینی ہوتی ہے دوسری مخلوقات اس سے خوف کھاتی ہے تیسری اس کی کلام میں نمکینی ہوتی ہے اور ذوالنونؒ کہتے ہیں راستی اور سچائی اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے جس پر اس سے وار کیا جاتا ہے۔ رسی کو یہ دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ سہل بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ صدیقوں کا اپنے نفسوں سے باتیں کرنا ان کا پہلا گناہ ہے اور لوگوں نے صدق کے باب میں فتح موصلیؒ سے سوال کیا آپ نے لوہاروں کی بھٹی میں جس میں آگ دہک رہی تھی اپنا ہاتھ ڈال دیا اور اس میں سے آگ کے انگاروں کی مانند لال سرخ لوہا نکالا اور اس کو اتنے عرصے تک اپنے ہاتھ پر رکھا کہ وہ سرد ہو گیا اور اس کے بعد فرمایا صدق اس کو کہتے ہیں۔ اور حارث محاسبیؒ سے سوال کیا گیا کہ صدق کی علامت کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ صادق آدمی وہ ہوتا ہے کہ اگر اس کی عزت اور رتبہ۔ جو لوگوں میں ہے کم ہو کر سب خاک میں مل جائے تو پھر بھی اپنے دل کے درست ہونے کی وجہ سے کچھ پرواہ نہ کرے اور جو نیک عمل کرتا ہے لوگوں کو اس کی ذرا بھی خبر نہ کرے بلکہ خبر کرنے کو اچھا نہ جانے اور اگر اس کی برائی پر لوگ واقف ہوں تو اس کا برا نہ سمجھے اور اگر اس کو برا جانے گا تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ لوگوں میں اپنی عزت چاہتا ہے اور رتبہ کے کم ہونے کا افسوس کرتا ہے

اور صدیق لوگوں کے اخلاق سے یہ بات دور ہے کہ لوگوں میں اپنی عزت اور مرتبہ کے خواستگار ہوں اور اس کی ترقی چاہیں یہ امر صدیقوں کی عادت میں داخل ہی نہیں اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دائی فرض کو ادا نہ کرے تو اس کا موقت فرض قبول نہیں کیا جاتا لوگوں نے سوال کیا کہ دائی فرض کون سا ہے جواب دیا گیا وہ سچائی ہے اور بعض نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی اپنے پروردگار سے صدق کا طالب ہو تو اللہ جل شانہ اس کے دل کے آئینہ کو مصفا کر دیتا ہے اور اس کو جلا بخشتا ہے۔ اپنے دل کے صاف آئینہ میں دنیا اور آخرت کی ہر ایک چیز کو مشاہدہ کر لیتا ہے۔

ختم شد

تحفۂ جیلان
مکمل اردو ترجمہ
غنیۃ الطالبین
محبوب سبحانی، قطب ربانی، امام العارفین
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ
علامہ ظہیر الدین بدایونی